رسائل

حضرت مولانا قاضی غلام گیلانیؒ
حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ
مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش دُرانیؒ
حضرت مولانا مُفتی غلام مرتضیٰ میانیؒ

احتسابِ قادیانیّت

جلد ۲۸

عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوۃ
حضوری باغ روڈ ملتان - فون: 4514122

ردِّ قادیانیت
رسائل
احتسابِ قادیانیت
۲۸
حضرت مولانا قاضی غلام گیلانیؒ
حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ
مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش درّانیؒ
حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ امیانیؒ
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

نام کتاب : احتساب قادیانیت جلد اٹھائیس (۲۸)

نام مصنفین : حضرت مولانا قاضی غلام گیلانیؒ

حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ

مولانا مرتضیٰ احمد خان میکشؒ درانی

حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ میانیؒ

صفحات : ۶۸۴

قیمت : ۳۰۰ روپے

مطبع : ناصر زین پریس لاہور

طبع اوّل : مئی ۲۰۰۹ء

ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4514122

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم!

فہرست رسائل مشمولہ......احتساب قادیانیت جلد۲۸

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم!

عرض مرتب

بسم الله الرحمن الرحيم ۰ نحمده ونصلی علیٰ رسوله خاتم النبيين ۰ امابعد!

محترم قارئین! لیجئے احتساب قادیانیت کی اٹھائیسویں (۲۸) جلد پیش خدمت ہے۔

اس جلد میں مولانا غلام محی الدین المعروف قاضی غلام گیلانیؒ کے دو رسائل، مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ کے پانچ رسائل، مولانا مرتضیٰ احمد خان میکشؒ درانی کے بھی پانچ رسائل، مولانا قاضی غلام مرتضیٰ میانیؒ کی ایک کتاب،کل رسائل وکتب جو اس جلد میں شامل ہیں وہ تیرہ (۱۳) ہیں۔ان کی تفصیل یہ ہے۔

حضرت مولانا قاضی غلام محی الدین المعروف قاضی غلام گیلانیؒ (م۱۹۳۰ء بمطابق ۱۳۴۸ھ) یہ چھچھ کے موضع شمس آباد ضلع اٹک کے رہنے والے تھے۔عرصہ تک بنگال میں بھی رہے۔اس دوران بنگال میں قادیانی فتنہ نے سر اٹھایا تو آپ کو اس فتنہ کا سر کچلنے کی اللہ رب العزت نے توفیق مرحمت فرمائی۔آپ حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ اٹک والوں کے والد گرامی، حضرت مولانا سراج الدینؒ موسیٰ زئی شریف والوں کے خلیفہ مجاز تھے۔مولانا حسین علیؒ واں بچھراں والوں کے پیر بھائی تھے۔مولانا حسین علیؒ جب چھچھ کے دورہ پر آتے تو شمس آباد میں قاضی غلام گیلانیؒ کے ہاں قیام کرتے۔یوں خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے بانی حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ (م۱۹۴۱ء) کے آپ ہمعصر اور پیر بھائی بھی ہوئے۔ اس کتاب میں جگہ جگہ مولانا احمد رضا خانؒ کا بہت احترام سے نام لکھتے ہیں۔اس زمانہ میں دیوبندی، بریلی تنازعہ نے موجودہ صورت اختیار نہ کی تھی۔علمی اختلاف تھا اور بس! آپ کے رد قادیانیت پر رسائل کی تعداد مولانا زاہد الحسینیؒ نے تین لکھی ہے۔ان میں سے ’’قول

مقبول دررد قادیانی مجہول بطریق المنطق والمعقول‘‘ ہمیں دستیاب نہ ہوسکا۔ باقی دو رسائل شامل اشاعت ہیں۔

۱...... تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی: سب سے پہلا ایڈیشن مطبع اہل سنت بریلی انڈیا سے شائع ہوا۔ بڑے سائز کے ایک سو بیالیس صفحات پر مشتمل تھی۔ اس کا ہمیں فوٹو حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ نے ارسال فرمایا تھا۔ اندازہ ہے کہ اس کتاب کو چھپے سو سال کا عرصہ بیت گیا۔ اب قریباً ایک صدی بعد اسے دوبارہ شائع کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق سے سرفراز فرمایا۔ فلحمد للّٰہ!

۲...... جواب حقانی دررد بنگالی قادیانی: یہ بھی قاضی غلام گیلانیؒ کی تالیف لطیف ہے۔ پہلے اڈیشن کے ۱۱۸ صفحات تھے۔ اس کا فوٹو حضرت قاضی زاہد الحسینیؒ نے اپنی حیات میں دفتر ملتان کی لائبریری کے لئے ارسال فرمایا تھا۔ فوٹو سے فوٹو لے کر کام چلایا اور توفیق ایزدی سے معرکہ سر کرلیا۔ فلحمد للّٰہ تعالیٰ!

اس جلد میں حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ اٹک (فروری و۱۹۱۳ء، م اگست ۱۹۸۹ء) کے پانچ رسائل شامل اشاعت ہیں۔ مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ دارالعلوم دیوبند کے فاضل، مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد رشید تھے۔ بیسوں گرانقدر ضخیم کتابوں کے مصنف اور مفسر قرآن تھے۔ اپنے دور میں اکابر علماء کی آبرو کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ ان کے رد قادیانیت پر پانچ رسائل اس جلد میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

۳/۱...... ’’مسلمان، قادیانی کو کیوں کافر سمجھتے ہیں‘‘

۴/۲...... ’’اہل وطن کے لئے دعوت غور وفکر‘‘ آزاد کشمیر اسمبلی نے ۱۹۷۳ء قادیانی کفر پر قرارداد پاس کی تو قادیانیت پنجے جھاڑ کر میدان میں مصروف پروپیگنڈا ہوگی۔ تب حضرت قاضی زاہد الحسینی مرحوم نے قادیانیت کو لگام دینے اور کھونٹا پر باندھنے کے لئے یہ

رسالہ ترتیب دیا۔ ۳۰رجون ۱۹۷۳ء کو شائع ہوا۔

۳/۵...... ’’مرزا غلام احمد قادیانی کا قرآن عزیز میں ردوبدل کا نمونہ‘‘ آزاد کشمیر اسمبلی نے قادیانی کفر پر قرارداد پاس کی۔ تو مولانا محمد شفیع جوش ممبر آزاد کشمیر کا ایک مضمون نوائے وقت ۲ر دسمبر ۱۹۷۳ء میں شائع ہوا۔ حضرت قاضی صاحب نے اپنے مختصر مقدمہ کے ساتھ اسے شائع کردیا۔

۴/۶...... ’’براءۃ امام از افترائے پیغام‘‘ مرزا قادیانی ملعون کی قبر کی سکھوں نے خوب تذلیل کی۔ اس کی خبر شائع ہوئی تو لاہوری پٹھے یا...... کے پٹھے لاہوری مرزائیوں کے اخبار پیغام صلح نے جواب میں اپنی خفت مٹانے کے لئے کہا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی قبر کی بھی توہین ہوئی۔ لاہوری...... کے پٹھوں جواب میں حضرت قاضیؒ نے یہ رسالہ تحریر فرمایا۔ اس کے علاوہ آپ کا ایک رسالہ ’’درہ زاہدیہ‘‘ بھی ردقادیانیت پر ہے۔ اسے ہم شامل نہیں کررہے۔ اس لئے کہ وہ فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۴۲۱ سے ۴۳۲ پر شائع ہوچکا ہے۔ فلحمد للّٰہ!

۵/۷...... ’’ایک خطرناک انقلاب‘‘ یہ رسالہ قیام پاکستان سے ایک سال قبل یعنی اگست ۱۹۴۷ء میں تحریر فرمایا تھا۔ آپ کے صاحبزادہ حاجی محمد ابراہیم صاحب (حال امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اٹک) نے اس کا فوٹو ارسال کیا۔ وہ بھی اس جلد میں شامل ہے۔

مولانا آقائے مرتضیٰ احمد خان میکشؒ درانی (وفات......) لاہور کے باسی تھے۔ نامور قانون دان تھے۔ آپ کے ردقادیانیت پر پانچ رسائل ہمیں دستیاب ہوئے۔ جو اس جلد میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

۱/۸...... ’’محاسبہ یعنی عدالت تحقیقات فسادات پنجاب (۱۹۵۳ء) کی رپورٹ پر جامع وبلیغ تبصرہ‘‘ مشہور عالم ’’تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء‘‘ کے اسباب وعلل اور

اس کی ذمہ داری کسی ہے، پر عدالتی تحقیقات کے لئے مسٹر جسٹس منیر اور مسٹر جسٹس ایم۔آر۔ کیانی پر مشتمل دو رکنی عدالتی بنچ قائم کیا گیا۔ آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی وکالت جناب مولانا مرتضٰی احمد خان میکشؒ درانی نے کی۔ عدالتی رپورٹ چھپ کر سامنے آئی تو وہ تضاد کا مجموعہ تھی۔ اس پر مختلف حضرات نے تبصرہ کیا۔ مولانا میکش نے بھی تبصرہ کیا جو روزنامہ نوائے پاکستان لاہور میں شائع ہوتا رہا۔ بعد میں کتابی شکل میں اسے شائع کیا گیا۔ یہ اوّلاً ۱۹۵۴ء میں شائع ہوا۔ پچپن سال بعد ۲۰۰۹ء میں اس جلد میں اللہ تعالیٰ کی عنایت وتوفیق سے شائع کر رہے ہیں۔

۹/۲...... ''قادیانی سیاست'' مکمل نام ہے۔ ''قادیانی سیاست، پاکستان سے بیزاری بھارت سے وفاداری'' مولانا مرتضٰی احمد خان میکشؒ درانی جو روزنامہ مغربی پاکستان کے ایڈیٹر بھی رہے۔ آپ نے ۵؍جنوری ۱۹۵۱ء کو ایک مقالہ لکھا جو پمفلٹ کی شکل میں علیحدہ بھی شائع کیا گیا۔ اس میں تقسیم کے وقت قادیان کو بھارت میں شامل کرنے پر قادیانیوں کی عیاری پر بلیغ تبصرہ کیا گیا۔

۱۰/۳...... ''پاکستان میں مرزائیت'' روزنامہ مغربی پاکستان لاہور میں مسلسل دس اقساط میں اس عنوان پر قلم اٹھایا۔ بعد میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دوسرے امیر مرکزیہ خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمدؒ کے پیش لفظ کے ساتھ اسے ۱۹۵۰ء میں شائع کیا گیا۔

۱۱/۴...... ''مرزائی نامہ'' مکمل نام ہے۔ ''قادیانیت کے کاسئہ سر پر اسلام کا البرز شکن گرز کی ضرب کاری'' یعنی ''مرزائی نامہ'' مولانا مرتضٰی احمد خان میکشؒ درانی نے روزنامہ احسان لاہور میں اعلان کیا کہ قادیانی حضرات اگر کوئی سوال کرنا چاہیں تو ان کے جوابات کے لئے میں حاضر ہوں۔ قادیانیوں نے سوالات کرنے شروع کئے۔ آپ نے روزنامہ زمیندار لاہور اور روزنامہ احسان لاہور میں جواب کا سلسلہ شروع کیا۔ بعد میں

۱۹۳۸ء میں کتابی شکل میں اسے تاج کمپنی نے شائع کیا۔ پھر ۱۹۸۵ء میں اس کا عکس عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کیا۔ اب اسے تیسری بار اس جلد میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

۱۲/ ۵...... ''کیا پاکستان میں مرزائیوں کی حکومت قائم ہوگئی ہے'' ۱۹۵۲ء میں مولانا نے اخبار سہ روزہ آزاد لاہور میں چند مقالے شائع کئے تو مجلس احرار اسلام لائل پور (فیصل آباد) نے چار صفحاتی دوورقی پمفلٹ میں ان کو شائع کردیا۔ یہ بھی اس جلد میں شامل کردیا گیا ہے۔

۱۳/ ۱...... ''الظفر الرحمانی فی کسف القادیانی'' مولانا مفتی غلام مرتضیٰ میانویؒ () بہت بڑے عالم دین اور جامع معقول ومنقول تھے۔ ۱۸، ۱۹/ اکتوبر ۱۹۲۴ء آپ کا قادیانی شاطر جلال الدین شمس کے ساتھ ہریا ضلع گجرات میں حیات مسیح علیہ السلام پر مناظرہ ہوا۔ مولانا غلام محمد گھوٹویؒ شیخ الجامع العباسیہ بہاولپور، مولانا نجم الدینؒ پروفیسر اورینٹل کالج لاہور، مولانا محمد حسینؒ کولوتاڑوی، مولانا محمد کامل الدینؒ، ایسے کئی اکابر علماء کی موجوگی میں مفتی غلام مرتضیٰؒ نے قادیانیت کے خلاف بیچ میدان کے اسلام کا جھنڈا گاڑھ دیا۔ قادیانیت کی جو ذلت آمیز شکست ہوئی وہ اس کتاب سے واضح ہے۔ پڑھیئے کہ پڑھنے کی چیز ہے۔ تقریباً نوے سال قبل شائع ہونے والی کتاب جس کے حصول کے لئے فقیر کو بھی در، در کی خاک چھاننی پڑی۔ اس کی دوبارہ اشاعت پر کتنی خوشی ہورہی ہے۔ بس نہ پوچھئے دل کی کیفیت، کہ بلیوں اچھل رہا ہے۔ فلحمد للّٰہ تعالیٰ!

محتاج دعاء: فقیر اللہ وسایا ملتان

۱۸/ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

۱۵/ اپریل ۲۰۰۹ء

تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی

(حضرت مولانا قاضی غلام گیلانیؒ)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم!

الحمدللّٰہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد واٰلہ واصحٰبہ اجمعین ۰ اما بعد!

فقیر حقیر پروردگار عالم کی مغفرت کا امیدوار۔ بخشے پروردگار اس کو اور اس کے اباؤاجداد ومشائخ وتلامذہ احباب وکل مؤمنین مومنات کو۔ قاضی غلام گیلانی حنفی المذہب نقشبندی المشرب پنجاب ضلع کامل پور (اٹک) علاقہ چھچھ موضع شمس آباد کا رہنے والا۔ بخدمت اہل اسلام گذارش رسان ہے کہ ملک پنجاب ضلع گورداسپور موضع قادیان میں مرزا غلام احمد قادیانی ایک شخص قوم کا کاشتکار پیدا ہوا تھا۔ کچھ فارسی، اردو سیکھ کر دنیا کمینی کے شوق میں آ کر ابتدا میں بزرگ بنا، مداریوں اور جوگیوں کے شعبدے اور ہاتھ کی صفائیاں دکھا کر بعض بدنصیبوں کو کرامت کا دھوکا دے کر حرام کا روپیہ وصول کرنا شروع کیا۔ علمائے کرام وقتاً فوقتاً اس کی اصلاح فرماتے رہے۔ رفتہ رفتہ مرزا نے دعویٰ کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے اور آسمان پر جانا انکا اور پھر زمین پر قریب قیامت کے آنا یہ کذب اور لغو ہے اور مہدی بھی اور کوئی نہیں میں ہی مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام کے بدلے میں پیدا ہوا، اور ان دونوں کے اوصاف میرے اندر موجود ہیں۔ مجھ کو جو نہ مانے گا وہ گمراہ اور کافر ہے اور دجال کوئی خاص شخص نہیں اور نہ خر دجال کوئی خاص جانور ہے۔ بلکہ دجال سے مراد یہ پادری لوگ ہیں اور گدھا دجال کا یہ ریل ہے اور یہ جو لکھا ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو لد کے دروازے پر قتل کریں گے سو لد مخفف ہے۔ لدھیانہ کا میں نے پادری کو بحث میں لدھیانہ میں زیر کردیا۔ یہی مراد قتل دجال سے ہے۔ غرضیکہ اس قسم کی بیہودہ بکواس بہت بکی۔ پھر عجب اس پر کہ دعویٰ تو یہ کہ مثیل عیسیٰ ہوں اور جس کی مثل بنا اسی کو فحش گالیاں، پروردگار پر بہتان، قرآن شریف پر اعتراض۔ باقی انبیاء کو بھی اشارے کنائے میں جو دل میں آیا بک دیا۔ امام حسنؓ اور امام حسینؓ اور صحابہ کرامؓ اور موجودہ زمانہ کے علمائے عظام کو سخت گالیاں بکیں جو اس کی پلید کتابوں میں سے قدرے مسلمانوں کو اس کا حال ظاہر کرنے کے لئے مع نشان صفحات کے بقید تحریر لاتا ہوں۔ ناظرین خود جان لیں گے کہ مرزا مسلمان تھا یا کون اور اس پر اعتقاد اور اس کی متابعت کرنے والا بھی مسلمان ہے یا تابع شیطان اور مغضوب رحمٰن ہیں۔ کتاب میں لفظ اقوال کے بعد مقولہ اس فقیر کا ہوگا۔

مرزا کی طرف سے پیغمبری کا دعویٰ

۱...... الہام: ”قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ“ اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہوتو تم میری تابعداری کرو۔

(براہین احمدیہ ص۲۳۹، خزائن ج۱ ص۲۶۶)

اقول! علم کی یہ لیاقت ہے کہ قرآن شریف کی آیت جو رسول اللہ ﷺ کے حق میں نازل ہوئی تھی اس کو اپنے اوپر جڑ کر الہام ظاہر کر دیا۔ عربی بنالینا، فکر میں نہ آیا ورنہ ضرور ایک آیت عربی کی بنالیتا۔

۲...... اس[1] میں کوئی شک نہیں کہ یہ عاجز خدا کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہوکر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے اور امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسول اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہوکر آتا ہے اور اس سے انکار کرنے والا مستوجب سزا ٹھہرتا ہے۔ (توضیح المرام ص۱۸، خزائن ج۳ ص۶۰)

۳...... مرسل یزدانی و مامور رحمانی حضرت جناب مرزا غلام احمد قادیانی بلفظ ابتداء صفحہ ٹائٹل پیج (ازالہ اوہام، روحانی خزائن ج۳ ص۱۰۱)

اقول! اگر کوئی کہے کہ میں پیغمبر ہوں یا رسول اللہ ہوں اور ارادہ اس کا خدا کے رسول

---

[1] ”لا الہ الا اللّٰہ لقد کذب عدو اللّٰہ ایہا المسلمون“ حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے لئے یہ حدیث آئی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قد کان فی ما مضی قبلکم من الامم اناس محدثون فان یکن فی امتی منہم احد فانہ عمر بن الخطاب“ اگلی امتوں میں کچھ لوگ محدث ہوتے تھے۔ یعنی فراست صادقہ والہام حق والے اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ہوگا تو وہ ضرور عمرؓ ہیں۔ رواہ احمد والبخاری عن ابی ہریرۃ واحمد ومسلم والترمذی والنسائی عن ام المؤمنین الصدیقۃؓ فاروق اعظم نے تو نبوت کے کوئی معنی نہ پائے صرف یہ ارشاد آیا: ”لوکان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب“ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوسکتا تو عمر ہوتا۔ رواہ احمد والترمذی والحاکم عن عقبۃ بن عامر والطبرانی فی الکبیر عن عصمت بن مالکؓ۔ مگر پنجاب کا محدث حادث کہ حقیقتاً نہ محدث ہے نہ محدث۔ یہ ضرور ایک معنی پر نبی ہوگیا۔ ”الا لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین منہ عفی عنہ نا قلا عن بعض تصنیفات عالم اہل السنۃ والجماعۃ مجدد المائۃ الحاضرۃ مولانا البریلوی الشیخ احمد رضا خان رضی عنہ الرب السبحان“

ہونے کا ہے تو کافر ہوگا۔ (عقائد عظیم ص۱۶۶) ناظرین باانصاف خود جان لیں کہ مرزا پیغمبری کا دعویٰ کرنے سے کون ہوا مسلمان ہوا یا کافر؟

۴...... ’’مجھ کو قادیان والوں نے نہایت تنگ کیا ہے۔ جس سے کہ میں یہاں سے ہجرت کروں گا۔ میرے روحانی بھائی مسیح (یعنی عیسیٰ) کا قول ہے کہ نبی بے عزت نہیں۔ مگر اپنے وطن میں‘‘ (شحنۂ حق ص ج، خزائن ج۲ ص۳۲۶)

فقیر صاحب تیغ کہتا ہے کہ ہجرت کے بارے میں پیش گوئی تو کر بیٹھے مگر کہیں کو ہجرت نصیب نہ ہوئی۔ بلکہ باوجود ہزارہا روپیہ کے حج کو بھی نہ گیا اور اتنا بڑا فرض ترک کر کے قبر میں جابسا۔ جس کی نسبت رب العزت نے فرمایا کہ اس گھر کا حج ہر استطاعت والے پر فرض ہے۔ ’’ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین‘‘ اور جو کفر کرے تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے اور حدیث میں فرمایا جو باوصف استطاعت حج نہ کرے۔ ’’فیمت ان شاء یهود یاوان شاء نصرانیا‘‘ وہ چاہے یہودی ہو کر مرے چاہے نصرانی۔ معلوم نہیں کہ اس حدیث کے حکم سے مرزا یہودی ہو کر مرا یا نصرانی ہو کر۔ ظاہر اوّل ہے کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دینا یہود کا کام ہے۔ جب جھوٹے دعاوی پیغمبری اور طرح طرح کے مکر فریب بیچارے نے کر کے پختہ دالان بنایا تھا تو خود تو ہجرت کر کے جانا درکنار تھا اگر کوئی باندھ کر نکالتا جب بھی نہ نکلتا۔ یہ بھی ایک مکر کی بات تھی کہ میں ہجرت کر کے چلا جاؤں گا۔

۵...... ’’خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۵۳۳، خزائن ج۳ ص۳۸۶)

اس سے معلوم ہوا کہ براہین احمدیہ جو مرزا کی تصنیف ہے وہ خدا کا کلام ہے۔ نعوذ باللہ! اور یہ کہ مرزا نبی ہے۔ معاذ اللہ!

۶...... ’’ہاں محدث جو مرسلین میں سے ہے امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۵۶۹، خزائن ج۳ ص۴۰۷)

اقول! پس مرزا نبی مرسل بنا مگر ناقص، نبی، دم کٹا، ابتر، انبیاء میں ناقص آج ہی سنا۔ طرفہ یہ کہ نبوت میں ناقص اور رسول پورا ہے۔ حالانکہ رسول نبی سے مساوی یا اعلیٰ ہے۔

۷...... ’’خدا نے مجھے آدم صفی اللہ کہا اور مثیل نوح کہا، مثیل یوسف کہا، مثیل داؤد کہا، پھر مثیل موسیٰ کہا، پھر مثیل ابراہیم کہا، پھر بار بار احمد کے خطاب سے مجھے پکارا۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۲۵۳، خزائن ج۳ ص۲۲۷)

فقیر کہتا ہے کہ مشہور تو یہ کیا ہوا ہے کہ میں مثیل عیسیٰ ہوں اور اب تو شوق میں سب پیغمبروں کے مثیل بن گئے اور احمد بننے میں مثیل کی بھی قید نہ رہی خود احمد ہو گئے۔ ’’الا لعنة اللّٰه علیٰ الکذبین‘‘

۸...... ’’پس واضح ہو کہ وہ مسیح موعود جس کا آنا انجیل اور احادیث صحیحہ کی رو سے ضروری طور پر قرار پا چکا تھا وہ تو اپنے وقت پر اپنے نشانوں کے ساتھ آ گیا اور آج وہ وعدہ پورا ہو گیا جو خدا تعالیٰ کی مقدس پیش گوئیوں میں پہلے سے کیا گیا تھا۔‘‘

(ازالہ اوہام ص ۴۱۴، خزائن ج ۳ ص ۳۱۵)

فقیر کہتا ہے کہ کیا نشانی پائی گئی خاک بھی نہیں۔ بلکہ جب کہ دعویٰ پیغمبری کا شروع کیا الٹا اور طاعون اور روز بروز تباہی ہی ہوتی گئی۔ برعکس نہند نام زنگی کافور۔ پس مرزا کاذب ہے۔

۹...... ’’چونکہ آدم اور مسیح میں مماثلت ہے۔ اس لئے اس عاجز کا نام آدم بھی رکھا اور مسیح بھی۔‘‘ (ازالہ اوہام ص ۶۵۶، خزائن ج ۳ ص ۴۴۳)

اقول! مسیح اور آدم علیہما السلام میں تو یہ مماثلت پائی گئی کہ آدم علیہ السلام بے ماں باپ دونوں کے پیدا ہوئے اور حضرت عیسیٰ بے باپ کے، اور باقی انبیاء علیہم السلام سے مرزا کو کیا مماثلت ہے۔ جن جن کے مثیل بنے۔ ان کے ساتھ مثلیت کی وجہ قلب شریف ہی میں رکھی رہ گئی اور پھر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مرزا کی مماثلت کیا ان دونوں حضرات کے باپ نہ تھے اور مرزا کا باپ تھا۔ دونوں کے معجزات بیّنات تھے۔ مرزا کا کیا معجزہ ہے؟ البتہ طلسمات کی کتابوں میں سے کوئی شعبدہ سیکھ کر گاؤں والوں کو فریب دے دینا۔ نعوذ باللہ ایسی مماثلت سے۔

۱۰...... ’’ہمارا گروہ سعید ہے۔ جس نے اپنے وقت پر اس بندہ (مرزا) نامور کو قبول کر لیا ہے۔ جو آسمان اور زمین کے خدا نے بھیجا ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص ۱۸۷، خزائن ج ۳ ص ۱۹۰)

اقول! سبحان اللہ آپ کا گروہ سعید ہے۔ فقط جو دو چار اردو خواں اور چند سبزی فروش اور چند جوگی جولا ہے اور چند تیلی اور چند کاشتکار ہیں اور باقی تمام روئے زمین کے مسلمان عرب عجم ہندوستان پنجاب بنگالہ وغیرہ وغیرہ ملکوں کے علماء، فضلا، بزرگان دین سب کے سب بدبخت اور شقی ہیں۔ نعوذ باللہ منہ!

۱۱...... ’’میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا۔ تیری محبت دلوں میں ڈال دوں گا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص ۶۳۴، خزائن ج ۳ ص ۴۴۲)

فقیر کہتا ہے کہ یہ الہام تو مرزا کا برعکس ہوا۔ جا بجا لوگ برا ہی کہتے ہیں۔ جہاں تک کوئی نام مرزا کو سنتا ہے سوائے گالی اور برے ذکر کے۔ ذکر خیر کوئی مسلمان نہیں کرتا۔

۱۲...... ''احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کے رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے۔''ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمه احمد''

(ازالہ اوہام ص۶۷۳، خزائن ج۳ ص۴۶۳)

فقیر کہتا ہے پروردگار نے ایسا اندھا کیا کہ جو آیت رسول اللہ ﷺ کے حق میں تھی مرزا نے اپنے اوپر لگادی اور اتنا خیال نہ کیا کہ میرا نام تو غلام احمد ہے احمد تو نہیں۔ آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا مسیح ربانی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ مجھے اللہ عزوجل نے تمہارے طرف رسول بنا کر بھیجا ہے توریٰت کی تصدیق کرتا اور اس رسول کی خوشخبری سناتا جو میرے بعد تشریف لانے والے ہیں۔ جن کا نام پاک احمد ہے ﷺ۔ ازالہ کے قول ملعون میں صراحۃً ادعا ہوا کہ وہ رسول پاک جن کی خوشخبری دی گئی ہے وہ معاذ اللہ مرزا قادیانی ہے یہ صاف کفر ہے۔

۱۳...... اور یہ آیت کہ:''هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علیٰ الدین کله ''درحقیقت اسے مسیح بن مریم کے زمانہ سے تعلق ہے۔''

(ازالہ اوہام ص؟، خزائن ج۳ ص۴۶۴)

فقیر کہتا ہے کہ خیال کرو، اے مسلمانو کہ مرزا کذاب نے یہ آیت جو محمد ﷺ کی شان اور تعریف میں ہے اپنے حق میں بنالی۔ ایسی بناوٹ پر لعنت پڑے اور پڑ گئی۔

۱۴...... ''وہ آدم اور ابن مریم یہی عاجز ہے۔ کیونکہ اوّل تو ایسا دعویٰ اس عاجز سے پہلے کسی نے کبھی نہیں کیا اور اس عاجز کا یہ دعویٰ دس برس سے شائع ہو رہا ہے۔''

(ازالہ اوہام ص۶۹۵، خزائن ج۳ ص۴۷۵)

اقول، اگر نیا دعویٰ ہونا دلیل حقانیت ہو تو ابلیس سے پہلے انا خیر منہ کا دعویٰ کسی نے نہ کیا تھا اور اس کا یہ دعویٰ ہزاروں برس سے شائع ہو رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی نبوت میں شریک ہونے کا دعویٰ مسیلمہ ملعون سے پہلے کسی نے نہ کیا اور برسوں یہ دعویٰ شائع رہا۔

۱۵...... ''ہر ایک شخص روشنی روحانی کا محتاج ہو رہا ہے۔ سو خدا تعالیٰ نے اس روشنی کو دے کر ایک شخص دنیا میں بھیجا وہ کون ہے۔ یہی ہے جو بول رہا ہے۔''

(ازالہ اوہام ص۷۶۹، خزائن ج۳ ص۵۱۵)

فقیر کہتا ہے کہ ہاں اسی کا نام روشنی ہے۔ جو سینکڑوں علمائے عرب وعجم کو کافر کہہ دیا اور بعض کو اپنا مرید بنا کر ان کو اسلام سے گمراہ کر کے ان کی نمازیں اور روزے سارے برباد کر دیئے۔ تف ایسی روشنی پر، ایسے کفر اور ظلمت کو روحانی روشنی کہنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنا کفر بر کفر ہے۔

۱۶...... ''حضرت اقدس امامنا مہدی ومسیح موعود مرزا غلام احمد علیہ السلام۔''

(آریہ دھرم کا اخیر نوٹس ص ۹، خزائن ج ۱۰ ص ۸۸)

اپنے منہ آپ ہی میاں مٹھو۔

کون سنتا ہے کہانی تیری
اور پھر وہ بھی زبانی تیری

اب مرزا کے رسالۂ انجام آتھم میں جو واہیات اور کفریات ہیں۔ ناظرین بانصاف ملاحظہ فرمائیں اپنے دل جاہل کی تراشیدہ باتوں کو پروردگار کے الہام کہتا ہے۔

۱۷...... ''اے احمد تیرا نام پورا ہو جائے گا۔ قبل اس کے جو میرا نام پورا ہو۔''

(انجام آتھم ص ۵۲، خزائن ج ۱۱ ص ۵۲)

فقیر کہتا ہے کہ جو کہے کہ پروردگار کا نام پورا اور کامل نہیں ہوا کافر ہے اور اللہ کے نام کے پورا ہونے سے پہلے میرا نام پورا ہوگا یہ بھی کفر ہے۔ پروردگار مستجمع جمیع صفات کمال نہ رہا۔

۱۸...... ''تیری شان عجیب ہے۔'' (انجام آتھم ص ۵۲، خزائن ج ۱۱ ص ۵۲)

فقیر کہتا ہے بیشک عجیب ہے جو روپیہ کمانے کے لئے دغا بازی اور کذب اور فریب بازی کو پیشہ بنائے۔ پھر ان ناپاکیوں پر نبی ورسول بنے۔

۱۹...... ''میں نے تجھے اپنے لئے چن لیا۔'' (انجام آتھم ص ۵۲، خزائن ج ۱۱ ص ۵۲)

فقیر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو کیا چن لے گا۔ جس کی باتیں اللہ تعالیٰ کے خلاف ہوں اللہ کے رسولوں کو گالیاں دیتا ہو۔

۲۰...... ''پاک ہے وہ جس نے اپنے بندے کو رات میں سیر کرائی۔''

(انجام آتھم ص ۵۳، خزائن ج ۱۱ ص ۵۳)

فقیر کہتا ہے کہ مرزا کو معراج کا انکار تھا۔ مگر اب چونکہ ''سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا '' آخر تک یہ آیت دوبارہ مرزا کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ لہٰذا معراج کا شوق ہوا۔ بیچارے کا حافظہ بڑا نکما ہے۔ آگے کی بات یاد نہیں رہتی کہ میں نے پہلے اس سے کیا کہا تھا اور اب کیا کہتا ہوں۔

۲۱...... ’’تجھے خوشخبری ہو۔اے احمد تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔‘‘
(انجام آتھم ص۵۵،خزائن ج۱۱ص۵۵)

فقیر کہتا کہ جھوٹا الہام ہے۔ اگر پروردگار کے ساتھ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے کلام پاک قرآن شریف پر اعتراض نہ کرتا۔ اللہ تعالیٰ کے مقدس انبیاء علیہم السلام کو برا نہ کہتا۔ شریعت نبوی پر ثابت قدم رہتا۔ ہاں بایں معنی مراد کہ اللہ عزوجل کے ارادے سے پیدا ہوا ابلیس بھی ہے اور مرزا بھی۔

۲۲...... ’’میں تجھے لوگوں کا امام بناؤں گا۔‘‘ (انجام آتھم ص۵۵،خزائن ج۱۱ص۵۵)

دوسرا بھائی ان سے بھی بڑھ کر بھنگیوں چوہڑیوں کا امام اور پیغمبر بنا۔

۲۳...... ’’تو میرے ساتھ ہے اور میں تیرے ساتھ ہوں۔ تیرا بھید میرا بھید ہے۔‘‘
(انجام آتھم ص۵۹،خزائن ج۱۱ص۵۹)

اقول ’’لعنة اللہ علیٰ الکاذبین‘‘

۲۴...... ’’ابراہیم یعنی اس عاجز (مرزا) پر سلام۔‘‘
(انجام آتھم ص۶۰،خزائن ج۱۱ص۶۰)

پھر ابرہیم علیہ السلام بن بیٹھا بننے کا شوق چرایا۔

۲۵...... ’’اے نوح اپنی خواب کو پوشیدہ رکھ۔‘‘ (انجام آتھم ص۶۱،خزائن ج۱۱ص۶۱)

اب نوح پیغمبر بنا۔

۲۶...... ’’جس نے تیری بیعت کی اس کے ہاتھ پر خدا کا ہاتھ۔‘‘
(انجام آتھم ص۷۸،خزائن ج۱۱ص۷۸)

اقول، خدا سے اگر مراد شیطان ہے جو مرزا کو وحی بھیجتا ہے تو ضرور سچ ہے۔ بیشک اس سے بیعت کرنے والے کے ہاتھ پر شیطان کا ہاتھ ہے۔

۲۷...... ’’وما ارسلنٰك الا رحمة للعٰلمین‘‘ تجھ کو تمام جہان کی رحمت کے واسطے روانہ کیا۔‘‘ (انجام آتھم ص۷۸،خزائن ج۱۱ص۷۸)

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جو آیت تھی اپنے اوپر جمالی۔ اللہ کی لعنت کہہ کر نہیں آتی۔ لطف یہ ہے کہ مرزا کو آیت کے اپنے اوپر انزال کا تو بہت شوق ہے اور بیچارے کو عربی کی لیاقت نہیں۔ لہٰذا قرآن شریف سے کوئی نہ کوئی آیت لے کر کہہ دیتا ہے کہ مجھ کو الہام ہوا ہے۔

۲۸...... ’’انی مرسلك الیٰ قوم المفسدین ‘‘میں نے تجھ کو قوم مفسدین کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔‘‘ (انجام آتھم ص۷۹، خزائن ج۱۱ ص۷۹)

سب روئے زمین کے لوگ مرزا کے آنے سے پہلے مفسد اور فتنہ باز اور گمراہ تھے۔ نعوذ باللّٰہ من ذلك! القول کالبول۔

۲۹...... ’’مجھ کو خدا نے قائم کیا۔ مبعوث کیا اور خدا میرے ساتھ ہم کلام ہوا۔‘‘ (انجام آتھم ص۱۱۳، خزائن ج۱۱ ص۱۱۳)

اس کا جواب قرآن مجید دے چکا ہے کہ فرماتا ہے:’’ومن اظلم ممن افتری علی اللّٰہ کذبا اوقال اوحی الیّ ولم یوح الیه شئ ومن قال سأنزل مثل ما انزل اللّٰہ ولوتری اذا الظلموان فی غمرت الموت والملئکة باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تقولون علیٰ اللّٰہ غیر الحق وکنتم عن اٰیته تستکبرون (انعام:۹۳)‘‘ ﴿اس سے بڑھ کر ظالم کون جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا یا کہا۔ مجھے وحی ہوئی۔ حالانکہ اسے کچھ بھی وحی نہ ہوئی اور جس نے کہا اب میں اتارتا ہوں۔ جیسا اللہ نے اتارا اور کہیں تم دیکھو جب یہ ظالم موت کی بیہوشیوں میں ہوں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ان سے کہہ رہے ہیں۔ نکالو اپنی جانیں آج تمہیں بدلہ دیا جائے گا۔ ذلت کا عذاب، سزا اس کی کہ اللہ پر جھوٹ باندھتے اور اس کی نشانیوں سے تکبیر کرتے تھے۔﴾

اس آیہ کریمہ کا جملہ جملہ قادیانی پر صادق ہے۔ اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا کہ اس نے مجھے اپنا نبی کیا اور میرا یہ نام رکھا اور میرے حق میں یہ کہا اور اس نے وحی کا ادّعا کیا۔ حالانکہ اس پر کچھ وحی نہ آئی اور اس نے اپنی کتاب براہین احمدیہ کو اللہ کا کلام بتایا تو اللہ کے اتارے کے مثل اتارنے کا مدعی ہوا اور اس نے اللہ کی نشانیوں سے جو اس نے اپنے بندے اور سچے رسول عیسیٰ مسیح کو عطاء فرمائیں تکبر کیا کہ میں ایسی باتوں کو مکروہ نہ جانتا۔ تو عیسیٰ سے کم نہ رہتا۔ تو بتصریح قرآن وہ کافر ہوا اور اس کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

۳۰...... ’’خدا کا روح میرے میں باتیں کرتا ہے۔‘‘ (انجام آتھم ص۷۸، خزائن ج۱۱ ص۷۸)

سبحان اللہ! کیا کہنا جب مسیح روح اللہ کے مثیل ہوئے تو خدا کا روح مرزا میں کیسے باتیں نہ کرے گا۔ یہ وہی کفر ہے۔

۳۱...... ''جو شخص مجھے بے عزتی سے دیکھتا ہے وہ اس خدا کو بے عزتی سے دیکھتا ہے۔ جس نے مجھے مامور کیا اور جو مجھے قبول کرتا ہے وہ اس خدا کو قبول کرتا ہے۔ جس نے مجھے بھیجا ہے۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص ۳۶، خزائن ج ۱۱ ص ۳۲۰)

فقیر کہتا ہے کہ سوا مرزا کے مریدوں کے، جس قدر مسلمان روئے زمین کے ہیں۔ مرزا کو بے عزتی سے دیکھتے ہیں اور قبول نہیں کرتے تو مرزا اور اس کے مریدوں کے نزدیک معاذ اللہ انہوں نے خدائے تعالیٰ کو بے عزت کیا اور قبول نہ کیا اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔ پس سارے مسلمان کافر ہوئے۔ معاذ اللہ! اور یہ مسئلہ علم عقائد کا ہے کہ جو شخص ساری امت مرحومہ کو کافر جانے وہ خود کافر ہے تو مرزا اور اس کے مرید سب کافر ہوئے۔

۳۲...... ''خدا ان سب کے مقابل پر میری فتح کرے گا۔ کیونکہ میں خدا کی طرف سے ہوں۔ پس ضرور ہے کہ بموجب آیۂ کریمہ ''کتب اللّٰہ لا غلبن انا ورسلی'' میری فتح ہو۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۸، خزائن ج ۱۱ ص ۳۴۲)

فقیر کہتا ہے کہ الحمد للہ بالکل برعکس ہوا۔ مرزا کو خود لاہور، لدھیانہ وغیرہ مباحث کی قرارداد جگہوں سے مشہور شکست ہوئی۔ اعتراضوں کے جوابات نہ دے سکے اور شرمندہ ہوئے۔ ہاں ایسی فتح مرزا کو ضرور ہوئیں۔ جیسے مشہور ہے کہ ماہ رمضان میں ایک بار مرزا امرتسر کو گیا۔ وعظ کے وقت تمام ہندو مسلمان وغیرہ مذاہب کے لوگ جمع ہوئے۔ مرزا نے دن میں شربت کا گلاس پی لیا۔ لوگوں نے گالیاں دینا اور تالیاں بجانا اور کلوخ مارنا شروع کیا۔ مرزا بڑی دقت سے بگھی میں سوار ہوکر بھاگا۔ سواری کے جانور اور بگھی کو بھی نقصان پہنچا اور اس قدر جوتے برسے کہ بگھی کے اندر تمام جوتا ہی تھا۔ پس اب وہ ضرور لاضرور ہوگیا۔ اگر اس کا رسول ہوتا تو بے شک غالب ہوتا اور فتح پاتا۔ مگر کذاب تھا لہٰذا مردود ومطرود ہی رہا۔

۳۳...... ''میرے پاس خدا کے نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۷، خزائن ج ۱۱ ص ۳۴۱)

فقیر کہتا ہے کہ خدا کا نشان تو کوئی دیکھا نہ گیا۔ مگر البتہ شیطان کے نشان مرزا پر ہمیشہ جھڑتے رہے۔

۳۴...... ''انت منی بمنزلة اولادی انت منی وانا منک'' تو اے غلام احمد میری اولاد کی جگہ ہے تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔'' (دافع البلاء ص ۶، خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۷)

اللہ تعالیٰ اپنے غضب سے بچاوے، کیسا ملعون کلام ہے۔

کلام کذب ازدل باذرہ میخواند الہامش
ہم ابن اللہ شدست وہم رہ حق می نہد نامش
خود اوگمراہ شدست وخلق راہم میکند گمراہ
کسی کو پیروش باشد نہ بینم نیک انجامش

۳۵...... ''تو ہمارے پانی میں سے ہے۔'' (انجام آتھم ص۵۵،خزائن ج۱۱ص۵۵)

پانی اور آگ ہر چیز اللہ کی ہے۔ یوں تو تمام جاندار اللہ ہی کے پانی سے ہیں۔ ''من الماء کلی شئ حی '' اس میں تو کوئی تعریف نہ تھی۔ ظاہراً مرزا نے پانی سے نطفہ مراد لیا۔ کیونکہ مثیل عیسیٰ بنا تو خدا کا بیٹا بھی بننا ضرور ہوا اور مرزا اپنا الہام بتا ہی چکا ہے کہ تو بمنزلہ میری اولاد کے ہے۔ اب یہ نصرانیت سے بھی لاکھوں درجے بدتر کفر ہے۔ نصرانی بھی خدا کا بیٹا یوں نہیں مانتے کہ خدا کے نطفہ سے بنا ہو۔

۳۶...... ''خدا عرش پر سے تیری تعریف کرتا ہے۔''

(انجام آتھم ص۵۵،خزائن ج۱۱ص۵۵)

ہاں دیکھو نا، کیسی تعریف کی جس کا بیان ابھی نمبر۲۹ میں گزرا۔ مرزا کے کفریات اس کے رسالہ دافع البلاء سے مسلمان لوگ ملاحظہ فرمائیں۔

۳۷...... ''چار سال ہوئے کہ میں نے ایک پیش گوئی شائع کی تھی کہ پنجاب میں سخت طاعون آنے والی ہے اور میں نے اس ملک میں طاعون کے سیاہ درخت دیکھے ہیں جو ہر ایک شہر اور گاؤں میں لگائے گئے ہیں اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ تا تم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔''

(دافع البلاء ص۵،خزائن ج۱۸ص۲۲۵)

فقیر کہتا ہے کہ اس وقت قادیان میں طاعون نہ تھا۔ مرزا کو اس کے ابلیس نے دھوکہ دیا۔ دعویٰ کر بیٹھا کہ قادیان میں طاعون نہ آئے گا۔ اللہ واحد قہار نے مرزا کذاب کا کذب ظاہر کیا۔ قادیان میں طاعون آیا۔ اس وقت مرزا بات کو پھیر کر کہنے لگا کہ میری مراد یہ تھی کہ طاعون جارف نہ آئے گا جو کہ جس سے لوگ جابجا بھاگتے ہیں اور کتوں کی طرح مرتے ہیں۔ مرزا کا قاعدہ تھا کہ غیب کی باتیں اور کفریات بکتا تھا۔ اس کے خلاف ثابت ہونے پر لوگ گرفت کرتے تو جھوٹی تاویل سے کام لیتا۔

اعلان

مرزا کو نیچے حصے کے بدن میں بیماری ذیابیطس یعنی پیشاب کے جاری ہونے کی اور اسہال کی بیماری تھی اور اوپر کے بدن میں دوران سر تھا۔ دعویٰ عیسویت کا اور خود مرضوں میں ایسا مبتلا رہ کر اسفل اور اعلیٰ کے ہزارہا مکروہات کے ساتھ جس خاک سے نکلے تھے اسی میں جا ملے۔ ع

مژدہ باد ای مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہیں

۳۸...... ''اے عیسائی مشنریو! اب ربنا المسیح مت کہو اور دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔'' (دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳)

دیکھو مسلمانو! انصاف کرو کہ پروردگار کے اولوالعزم پیغمبر سے اپنے آپ کو بڑھ کر کہتا ہے۔ جو ماوشما ہو کر پیغمبر سے بڑا ہونا چاہتا ہے۔ وہ کیسا مسلمان ہے۔ مانا ہوا مسئلہ ہے کہ کوئی ولی کسی پیغمبر کے درجے کو کبھی نہیں پہنچتا۔ یہ صاف کفر ہے۔ اسی مضمون پر بیسیوں علمائے عرب وعجم نے کفر کے فتویٰ مرزا پر دیئے ہیں۔

۳۹...... ''خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا۔ تا یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمد کے ادنیٰ غلام سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یعنی وہ کیسا مسیح ہے جو اپنے قرب اور شفاعت کے مرتبہ میں احمد کے غلام سے بھی کمتر ہے۔ (دافع البلاء ص۱۳،۱۴، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳) پیغمبر سے اپنے آپ کو اعلیٰ جاننا صاف کفر ہے۔''

۴۰...... نصاریٰ کو خطاب کر کے کہتا ہے۔ ''ایسا ہی آپ بھی اگر مسیح بن مریم کو درحقیقت سچا شفیع اور منجی قرار دیتے ہیں تو قادیان کے مقابل میں آپ بھی کسی اور شہر کا پنجاب کے شہروں میں سے نام لے دیں فلاں شہر ہمارے خداوند مسیح کی برکت اور شفاعت سے طاعون سے پاک رہے گا۔'' (دافع البلاء ص۱۴، خزائن ج۱۸ ص۲۳۴)

اوّل تو اپنی نجاست گاہ کا مامون ہونا اس بناء پر کہا تھا کہ وہ رسول کی تخت گاہ ہے تو اس کے مقابل نصاریٰ سے پنجاب کے کسی شہر کی حفاظت چاہنا۔ کیسی بیہودہ وبے معنی بات ہے۔ مرزا کے گمان باطل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سچے شفیع نہ تھے۔ بلکہ جھوٹا سفارشی تھا۔ یہ پیغمبر کو عیب لگانا ہے اور اسی کو سب اور شتم کہتے ہیں جو باتفاق علماء کفر ہے اور پیغمبروں کو گالی دینے والے عیب لگانے والوں کی توبہ ہی قبول نہیں۔ نزدیک اکثر فقہاء کے اور مختار بزازیہ بحرالرائق وغیرہ۔

۴۱...... ’’اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو پھر سوچ لیں کہ جس شخص کی اسی دنیا میں شفاعت ثابت نہیں وہ دوسرے جہاں میں کیونکر شفاعت کرے گا۔‘‘ (دافع البلاء ص۱۴، خزائن ج۱۸ ص۲۳۴)

عقل کا اندھا تھا۔ بھلا اگر نصاریٰ کی کوئی دعاء قبول نہ ہو تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام بروز قیامت سفارش نہ کریں گے۔ دیکھو پیغمبر خدا کو کیسا نکما اور بیقدر جانتا ہے کہ بروز حشر صالح عالم بھی شفاعت کریں گے۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مولویوں سے بھی گزر گئے جو سفارش ہی نہ کر سکیں گے۔ نعوذ باللہ من ذلک الکفر!

۴۲...... ’’اس جگہ مولوی احمد حسن صاحب امروہی کو ہمارے مقابلے کے لئے خوب موقع مل گیا ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ وہ بھی دوسرے مولویوں کی طرح اپنے مشرکانہ عقیدہ کی حمایت میں ہے کہ تاکہ کسی طرح حضرت مسیح بن مریم کو موت سے بچالیں اور دوبارہ اتار کر خاتم الانبیاء بنادیں۔‘‘ (دافع البلاء ص۱۵، خزائن ج۱۸ ص۲۳۵)

اس ملعون تحریر سے یہ ظاہر کیا کہ جن لوگوں کا یہ اعتقاد ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور آسمان سے اتریں گے وہ مشرک اور کافر ہیں۔ یہ حکم سارے علمائے دین بلکہ تابعین بلکہ صحابہؓ بلکہ خود رسول کریم ﷺ پر بھی ہوگیا۔ کیونکہ اگر حدیث شریف میں نہ ہوتا اور صحابہؓ وغیرہ علمائے متقدمین روایت نہ کرتے تو ہم کیسے جانتے۔ اب خود جان لوگے کہ مرزا کون تھا اور خاتم الانبیاء بنانے کا بہتان علماء پر لگادیا۔ اس کا کون قائل ہے۔ یہ محض افتراء اس مفتری کذاب کا ہے۔

۴۳...... ’’بلکہ یہ مولوی صاحب اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح یہی چاہتے ہیں کہ وہی ابن مریم جس کو خدا بنا کر قریباً پچاس کروڑ انسان گمراہی کے دلدل میں ڈوبا ہوا ہے۔ دوبارہ فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اترے اور ایک نیا نظارہ خدائی کا دکھلا کر پچاس کروڑ کے ساتھ پچاس کروڑ اور ملادے۔ کیونکہ آسمان پر چڑھتے ہوئے تو کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ وہی مقولہ تھا کہ پیران نمی پرند مریدان می پرانند۔ اس منحوس دن میں اسلام کا کیا حال ہوگا۔ کیا اسلام دنیا میں ہوگا۔ لعنۃ اللہ علیٰ الکاذبین‘‘ (دافع البلاء ص۱۵، خزائن ج۱۸ ص۲۳۵)

یہ قول ملعون اس کا، صاف حدیث صحیح کے مخالف ہے۔ حضرت ﷺ کی فرمائش میں عیب نکال کر عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے کے دن کو نحس دن کہنا اور پچاس کروڑ مسلمان کا اس دن مشرک ہونا اور اسلام کا اس دن تباہ ہونا حدیث شریف کی تکذیب ہے اور لعنۃ اللہ علیٰ الکاذبین میں صحابہ کرامؓ اور عام مسلمان کہ آج تک بلکہ اس روز تک نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قائل اور معتقدین داخل ہوگئے۔ بلکہ لعنتی کو یہ لعنت خود ہمیشہ تک پڑھی۔ ’’الا لعنۃ اللہ علیٰ

الـظلمین ‘‘اورظاہر ہے کہ حدیث صحیح کی رو سے مسلمان سچے ہیں تو مرزا اور مرزائی کاذب ہوئے اور انہیں کے منہ سے،لعنت اللہ تعالیٰ کی انہیں پر آئی۔

۴۴...... ’’جو شخص سری نگر محلّہ خان یار میں مدفون ہے اس کو ناحق آسمان پر بٹھایا گیا۔کس قدر ظلم ہے۔‘‘ (دافع البلاء ص۱۵،خزائن ج۱۸ص۲۳۵)

اقول، یہ تیرے منہ کا ناحق اور ظلم تو جناب رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے۔واہ رے مرزا کا اسلام کہ رسول اللہ ﷺ کو ظالم اور ناحق کہنے والا کہہ دیا۔اب تحقیق اس امر کی کہ کشمیر میں قبر کس شخص کی ہے اور مرزا نے بے ایمانی کر کے اس کو قبر عیسیٰ علیہ السلام کی بتایا۔مصنف رسالہ کلمہ فضل رحمانی نے جمیع معتبروں کے خطوط ص۴۴ میں جمع کئے ہیں۔میں بعینہا وہی نقل کر دیتا ہوں۔منہا خط خواجہ سعید الدین ابن خواجہ ثناء اللہ مرحوم کشمیری از ینجا شروع می شود،السلام علیکم مکاتبہ مسرت طراز بخصوص دریافت کردن کیفیت اصلیت مقبرہ یوز آسف مطابق تواریخ کشمیر درکوچہ خان یار حسب تحریر مرزا قادیانی درزمان سعید رسید باعث خوش وقتی شد۔آنکہ واضح شد اطلاع میکنم مقبرہ روضہ بل یعنی کوچہ خان یار بلاشک بوقت آمدن از راہ مسجد جامع بطرف چپ واقع است مگر آن مقبرہ بملاحظہ تاریخ کشمیر نسخہ اصل خواجہ عظیم صاحب دیدہ مرد کہ ہم صاحب کشف وکرامات محقق بودند مقبرہ سید نصیر الدین قدس سرہ می باشد وبملاحظہ تاریخ کشمیر معلوم نمی شود کہ آن مقبرہ بمقبرہ یوز آسف مشہورست چنانچہ مرزا قادیانی نوشتہ بل این قدر معلوم می شود کہ در مقبرۂ حضرت سنگ قبری واقع ست آنرا قبر یوز آسف نوشتہ است بلکہ تحریر فرمودہ اند کہ در محلّہ ’’انزمرہ‘‘ مقبرہ یوز آصف واقع ست ای بلفظ صادنہ بسین،واین محلّہ بوقت آمدن از راہ مسجد جامع طرف راست ست طرف چپ نیست درمیان آنزمرہ وروضہ بل یعنی کوچہ خان یار مسافت واقع ست بلکہ نالہ مارہم درمیان حائل ست پس فرق بدو وجہ معلوم می شود ہم فرق لفظی کہ این نام بصاد ست وہم فرق معنوی کہ یوز آسف کہ مرزا نوشتہ کہ در محلّہ خان یار ست این در محلّہ انزورہ است وتغایر مکان بر تغایر مکین دلالت میکند کہ یک شخص درود جا مدفون بودن ممکن نیست وعبارت تاریخ خواجہ اعظم صاحب این ست۔ حضرت سید نصیر الدین خانیاری از سادات عالیشان ست در زمرۂ مستوری بود بتقریبی ظہور نمود مقبرۂ میر قدس سرہ در محلّہ خان یار مہبط فیوض وانوار ست ودر جوار ایشان سنگ قبری واقع شدہ در عوام مشہورست کہ آنجا پیغمبری آسودہ است کہ در زمان سابقہ در کشمیر مبعوث شدہ بود این مکان بمقام آن پیغمبر معروف ست در کتابی از تواریخ دیدہ ام کہ بعد قضیہ دور ودراز حکایتی می نویسد کہ یکی از سلاطین زادہ ہا براہ زہد وتقویٰ آمدہ ریاضت وعبادت بسیار کردد برسالت مردم کشمیر مبعوث شدہ در

کشمیر آمدہ بدعوت خلائق مشغول شدہ وبعد رحلت در محلّہ انزہ مرہ آسود دران کتاب نام آن پیغمبر یوز آصف نوشتہ ازین عبارت معلوم شد کہ یوز آصف در محلّہ انزمرہ مدفون ست نہ در محلّہ کوچہ خان یار واین یوز آصف از سلاطین زادہ ہا بودہ است واین عبارت مناقض تحریر مرزا کادیانی زیرا کہ یسوع خودرا بکسی از سلاطین منسوب نکردہ فقط والسلام ۱۵ر ذیقعدہ ۱۳۱۴ھ۔‘‘

دوسرا خط سید حسن شاہ صاحب کشمیر کا قولہ: ’’اطلاع باد چون ارقام کردہ بود یدکہ در شہر سری نگر در ضلع خانیار پیغمبری آسودہ است معلوم سازند موجب آن خود بذات بابت تحقیق کردن آن در شہر رفتہ ہمیں تحقیق شدہ کہ پیشتر از دوصد سال شاعرے معتبر وصاحب کشف بودہ است نام آن خواجہ اعظم یک تاریخ از تصانیف خود نمودہ است کہ درین شہر درینوقت بسیار معتبر ست دران ہمیں عبارت تصنیف ساختہ است کہ در ضلع خان یار میگویند کہ پیغمبری آسودہ است یوز آصف نام داشتہ وقبر دوم ورانجاست از اولاد زین العابدینؒ سید نصیر الدین خانیاری ست وقدم رسول درانجا ہم موجودست اکنون درانجا بسیار مرجع اہل تشیع وارد بہر حال سوائے تاریخ خواجہ اعظم صاحب موصوف دیگر سندی صحیح ندارد واللہ اعلم انتہی کلام ۲۲ر ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ‘‘ اور غایۃ المقصود کا مصنف بعد تحقیق کے لکھتا ہے۔ ’’فقیر حقیر ہم اکنون درہیچ تاریخ ندیدہ کہ قبر حضرت عیسیٰ در کشمیر نوشتہ باشند ونہ از کدام باشندہ معتبر کشمیر این قول شنیدہ بلکہ تمامی فضلاء ورؤسای معتبرین وعوام الناس ملک کشمیر حلفاً وقسمیہ میگویند کہ حاشا وکلا در کشمیر قبر حضرت عیسیٰ نمی باشد وعلاوہ ازین دو خط گذشتہ۔ بسیار دست خط ومواہیر بر نبودن قبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام در کشمیر موجودند۔ چنانچہ انجمن نصرۃ السنۃ امرتسر در رسالہ ’’عقائد مرزا‘‘ درج کردہ درا ینجا بعینہا درج میکنم اصل شہادت این ست از باشندگان کشمیر شہر سری نگر کہ مرزا قادیانی در دعوائے خود کہ قبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام در کشمیر ست کاذب ومفتری ست۔ مفتی واعظ رسول، ونعمت اللہ ومحمد شاہ مفتی کوٹھی وار روضہ بل خانیار، ومفتی محمد دلاور شاہ سکنہ خانیار، ومفتی محمد شریف ایضاً، وغلام محمد احمد قادای، غلام مصطفیٰ خانیاری، وغلام یٰسین حسن قادری، ومیر یوسف قادری، ومفتی یوسف شاہ صاحب، ومفتی جلال الدین صاحب، ومفتی سعد الدین صاحب، مفتی سیف الدین صاحب، ومفتی ومولوی صدر الدین صاحب، ومفتی ضیاء الدین صاحب، واحمد شاہ صاحب، ومحمد یوسف شاہ صاحب، وغلام محمد صاحب، وپیر قمر الدین صاحب سجادہ نشین، وسید کبیر صاحب سجادہ نشین، واحسن صاحب بشانی، وپیر غلام مصطفیٰ صاحب تارہ بلی، وغلام محمد عاصم صاحب عالیکدلی، وپیر علی شاہ صاحب۔

مواہیر خادمان خانقاہ معلیٰ محمد یوسف صاحب، وغلام رسول صاحب ہمدانی، وسید علی شاہ

صاحب ہمدانی، وخلیل بابا صاحب، وبابا عبدالکبیر صاحب ہمدانی، وسید احمد شاہ صاحب ہمدانی، وسید محی الدین صاحب، وعلی بابا صاحب مؤذن وی اح م د، وعبدالمجید صاحب، واحمد صاحب فراش درگاہ، ونورالدین نعمت خان صاحب، ویوسف ہمدانی سجادہ نشین خانقاہ معلے، ومولوی حسن صاحب تقی خانیاری، وسید محی الدین صاحب قادری، وغلام علی صاحب ہمدانی مواہیر خادمان مسجد جامع سری نگر کشمیر، احمد بابا صاحب خادم مسجد جامع، وعبداللہ بابا صاحب خادم، وسید حسن صاحب خادم، وعبدالصمد صاحب خادم، وغلام رسول صاحب خادم، وسید سکندر صاحب خادم، ومولوی سلام الدین صاحب امام مسجد جامع مواہیر خادمان استان حضرت مخدوم صاحب شہر سری نگر، وغلام الدین صاحب مخدومی، ونورالدین صاحب مخدومی، واحمد بابا صاحب مخدومی، واسداللہ صاحب مخدومی، ونورالدین صاحب مخدومی، واحسن اللہ صاحب مخدومی، ومحمد شاہ صاحب مخدومی، ومحمد بابا صاحب مخدومی، وحفیظ اللہ صاحب مخدومی، ومیرک شاہ صاحب مخدومی، وصدیق اللہ صاحب مخدومی۔ مواہیر حضرت خاندان رفیقیہ سہروردیہ نقشبندیہ سری نگر۔ نظام الدین صاحب، ومحمد بن محمود صاحب رفیقی، وغلام حسین صاحب رفیقی، وغلام حمزہ صاحب رفیقی، وعبدالسلام صاحب رفیقی، وسیف الدین صاحب رفیقی، وعبداللہ صاحب رفیقی، ونورالدین صاحب رفیقی، وشریف الدین صاحب رفیقی، وغلام نبی صاحب رفیقی، ومحمد قاسم صاحب رفیقی، وانور رفیقی، وعبدالصمد صاحب رفیقی، ومحمد مقبول بن نصیر الدین رفیقی، ومحمد یوسف رفیقی اسلام آبادی، وسعد الدین صاحب رفیقی، ومحمد مقبول صاحب رفیقی، وعبدالرحمٰن صاحب رفیقی، ونورالدین محمد بن محی الدین صاحب رفیقی، وصدرالدین صاحب رفیقی، عبدالاحد صاحب رفیقی، ومحمد یوسف صاحب رفیقی۔

مواہیر خاندان قدیمی سری نگر، علی شاہ صاحب قدیمی، وغلام محمد صاحب قدیمی، وامیر الدین صاحب قدیمی، وغلام محی الدین صاحب قدیمی، وغلام حسن صاحب قدیمی، ومحمد شاہ صاحب قدیمی، ومولوی نور الدین صاحب قدیمی، وقمر الدین صاحب قدیمی، وغلام الدین صاحب قدیمی، وغلام حسین صاحب قدیمی۔ مواہیر خاندان قرشی سری نگر۔ محمد سعید الدین صاحب قرشی، وبدرالدین صاحب قرشی، ونظام الدین صاحب قرشی، وسعدالدین صاحب قرشی محلّہ خانیار، وعبدالمجید صاحب قرشی، وغلام حسن صاحب قرشی۔‘‘ پس مرزا کا دعویٰ غلط اور باطل ہوا۔ مرزا نے باری تعالیٰ کے قول ’’وَاٰوینٰھما الیٰ ربوۃ ذات قرار ومعین ‘‘ کو کشمیر بنا کر عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے لئے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے۔ مگر تحریف کی۔ معنی اس کلام پاک کے یہ ہیں۔ (اور ٹھکانا دیا ہم نے ان دونوں کو طرف ٹیلے صاحب آرام اور صاف چشمہ دار پانی والے

کے) پس ابلیس نے مرزا کو سوجھائی کہ اسے کشمیر گھڑ دو کہ کشمیر میں پہاڑ بھی ہیں اور پانی بھی چشمہ دار ہیں اور آرام بھی ہے۔ بوجہ معتدل ہونے آب وہوا اور میوہ جات کے، جیسا کہ عرفی نے کہا ہے کشمیر کی تعریف میں۔

ہر سوختہ جانے کہ بکشمیر درآید
گر مرغ کباب ست کہ بابال وپر آید

اگر مرزا انجیل متی باب دوم پڑھ لیتا تو اس مغالطے میں نہ پڑتا۔ وہاں لکھا ہے کہ:
''جب دیار مشرق سے مجوسی حضرت مسیح کی زیارت کو آئے اور بادشاہ ہیرودیس کو خبر لگی کہ مسیح یہودیوں کا بادشاہ میرے ملک میں پیدا ہوا ہے تو اس نے آپ کے قتل کرنے کا منصوبہ باندھا اور بچوں کا قتل عام کر ڈالا۔ مگر بادشاہ کے منصوبہ پر خدا پاک کے فرشتے نے حضرت مسیح کے محافظ کو خواب میں اطلاع کر دی اور حکم دیا کہ اٹھ اس لڑکے کو اس کی ماں کے ساتھ لے کر مصر کو چلا جا اور جب تک میں تجھے نہ کہوں وہیں رہنا۔ کیونکہ ہیرودیس اس بچے کو ہلاک کرنے کے لئے ڈھونڈھنے کو ہے۔ پس وہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو لے کر مصر کو روانہ ہو گیا اور ہیرودیس کے مرنے تک وہیں رہا اور جب ہیرودیس مر گیا تو پھر خواب میں ہدایت پا کر گلیل کے علاقہ کو روانہ ہو گیا اور ایک شہر میں جس کا نام ناصرت تھا جا بسا۔'' پس وہ ربوہ یا تو مصر میں کوئی مقام تھا یا خود ناصرت کو ربوہ کہا اور تفسیر کشاف میں ابوہریرہؓ سے منقول ہے کہ یہ ربوہ رملہ فلسطین ہے۔ دیکھو حسینی، قصبہ ناصرت جس کو مسیح مریم نے اپنی جائے قرار بنالیا تھا۔ دراصل ایک پہاڑی پر بسا تھا۔ (لوقا:۴،۲۹) اس میں ایک چشمہ آج تک موجود ہے۔ جو چشمۂ بتول کے نام سے مشہور ہے اور شاید ''قد جعل ربك تحتك سريا'' اسی طرف اشارہ ہو (بنا دیا تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ) تفسیر خازن میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ ربوہ بیت المقدس ہے اور کعبؓ نے کہا کہ بیت المقدس بہت قریب ہے۔ سب زمینوں سے بطرف آسمان کے بقدر ۱۸ میل کے اور تفسیر کبیر ص ۱۹۸ طبع مصر جز ۶ میں ہے ربوۃ اور رباوہ را کی تین حرکات سے ہے۔ بمعنی بلند زمین کے حضرت قتادہؒ اور ابوالعالیہؒ نے کہا کہ وہ ایلیاء ہے۔ بیت المقدس کی زمین۔ ابوہریرہ نے کہا ہے کہ وہ رملہ ہے۔ کلبی اور ابن زید نے کہا کہ یہ رملہ مصر میں ہے اور اکثر علماء نے کہا کہ وہ ربوۃ دمشق ہے اور مقاتل اور ضحاک نے کہا کہ نبی غوطۃ دمشق یعنی دمشق کی فراز زمین، تفسیر حسینی میں ہے کہ بی بی مریم اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ جس کو یوسف نجار کہتے تھے ماثان کا بیٹا بارہ سال اس ربوہ میں مقیم رہیں اور چرخہ کات کر اس کی مزدوری سے عیسیٰ علیہ السلام کو کھلاتی تھیں۔

اب ایک اور حدیث سن لو اور گریباں میں سر ڈال لو۔ سب لوگ اس بات کے قائل تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین پر انتقال فرمایا ہے اور زمین پر آپ کی قبر موجود ہے۔ اگرچہ صحیح پتہ معلوم نہیں اور تورات شریف کے آخر باب میں لکھا ہے کہ کسی بشر کو موسیٰ علیہ السلام کی قبر کا پتہ نہ لگا۔ باوجودیکہ اس قبر کا پتہ لگ جانا کوئی بہت بڑی ضروری بات نہ تھی۔ تو بھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو اس قبر کا پتہ ہے اور بتلا دیا کہ بیت المقدس سے ایک پتھر کی مار پر راہ کے کنارے سرخ ریتی کے تلے ہے۔ صحیح مسلم میں فضائل موسیٰ میں (قبرہ الیٰ جانب الطریق تحت الکثیب الاحمر) پھر کیوں حضرت مسیح کی قبر کا پتہ آنحضرت ﷺ نہ بتلا دیتے۔ جس کا صرف پتہ ہی لوگوں کو نہ معلوم تھا۔ بلکہ جس کے وجود کا لوگوں کو گمان بھی نہیں ہوا تھا اور جو بقول مرزا ایک ایسی اہم اور ضروری بات تھی۔ جس کے فاش ہو جانے سے دین عیسائی مٹ جاتا اور صدیوں کے عیسائی چند روز میں کل کے کل مسلمان ہو جاتے۔ شاید کہ مرزا کے معلومات جناب رسول اللہ ﷺ سے بھی بہت بڑے ہیں۔ جن کے غلام ہونے کا مرزا کو فخر حاصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تو عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کا پتہ نہ بتایا اور معاذ اللہ اتنی بڑی فروگزاشت کی۔ مگر مرزا نے تیرہ سو برس کی اتری ہوئی آیۂ کریمہ ''الیوم اکملت لکم دینکم'' کی تکذیب کر کے اب دین کی تکمیل کی۔ ''ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم''

۴۵...... ''خدا تو بپابندی اپنے وعدوں کے ہر چیز پر قادر ہے۔ لیکن ایسے شخص کو کسی طرح دوبارہ دنیا میں نہیں لا سکتا۔ جس کے پہلے فتنے نے ہی دنیا کو تباہ کر دیا ہے۔''

(دافع البلاء ص۱۵، خزائن ج۱۸ ص۲۳۵)

اس میں دو صریح خبیث نجس کفر ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کو عاجز بتانا کہ کسی طرح نہیں لا سکتا۔ دوسرے رسول اولی العزم مرسل کو فتنہ گر اور تباہ کن کہنا۔ افسوس کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بوجہ اس کے فتنے کے نہیں لا سکتا۔ مگر مرزا کو دنیا میں لایا جو ایسا فتنہ باز کہ کسی نیک شخص کو حتیٰ کہ امام حسنؓ اور امام حسینؓ وغیرہ۔ اصحاب کو بلکہ حضور پرنور ﷺ کو بھی گالیوں سے خالی نہ چھوڑا۔ کسی کو مشرک کسی کو معلون کسی کو کیا کسی کو کیا کہہ دیا۔

۴۶...... اب خدا کہتا ہے کہ دیکھو میں اس کا ثانی پیدا کروں گا جو اس سے بہتر ہے۔ جو غلام احمد ہے۔ یعنی احمد کا غلام ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو

اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰)

اقول، اس بیت خبیث کے سبب سے فاضل بریلوی مجدد مائۃ حاضرہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے مرزا پر اپنی کتاب مستطاب حسام الحرمین میں حکم کفر وارتداد فرمایا۔ جس کی حقیقت کی وجہ سے علمائے مکہ ومدینہ زادہما اللہ شرفا وکرامۃً وغیرہ نامی نامی بزرگان دین نے اس مرزا کے کفر پر مہریں کر دیں۔ جن حضرات کی تعداد چالیس تک ہے۔

۴۷...... ''ہم مسیح کو بے شک ایک راست باز آدمی جانتے ہیں کہ اپنے زمانے کے اکثر لوگوں سے البتہ اچھا تھا۔ واللہ اعلم! مگر وہ حقیقی منجی نہ تھا۔''

(دافع البلاء ص۳،۴، خزائن ج۱۸ ص۲۱۹،۲۲۰)

فقیر کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے پیغمبروں میں سے تھے جو اولوالعزم ہیں۔ ان کی صرف اتنی قدر مرزا کے یہاں ہے کہ وہ ایک راست باز آدمی تھا۔ فقط ایک نیک قسم کا آدمی تھا۔ وہ بھی نہ ایسا کہ کسی دوسرے کو خلاصی ملنے کا سبب ہو سکے۔ ہاں حقیقی نجات دینے والا اب قادیانی ہے۔ جیسا کہ وہ خود بکتا ہے کہ: ''حقیقی منجی وہ ہے جو حجاز میں پیدا ہوا تھا اور اب بھی آیا۔ مگر بروز کی طور پر خاکسار غلام احمد۔'' (معیار ص۲۵)

۴۸...... ''عیسیٰ کوئی کامل شریعت نہ لایا تھا۔'' (دافع البلاء ص۴، خزائن ج۱۸ ص۲۲۰)

اقول، اب تو پروردگار کی شریعت بھی ناتمام اور ناقص ہوگئی۔ اس سے خبیث تر اور کفر کیا ہے۔

۴۹...... ''مسیح کی راست بازی اپنے زمانے میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحییٰ کو اس پر ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ (یعنی یحییٰ) شراب نہ پیتا تھا اور کبھی نہ سنا کہ کسی فاحشہ عورت نے اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا۔ مگر مسیح کا نہ رکھا۔ کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔'' (دافع البلاء ص۴، خزائن ج۱۸ ص۲۲۰)

اسی ملعون قصے کو اپنے رسالہ میں اس طرح لکھا۔ ''آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔ (یعنی عیسیٰ بھی ایسوں ہی کی اولاد تھے) ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگادے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔''

(ضمیمہ انجام آتھم ص۷، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱)

اس رسالہ میں تو ص ۴ سے ۸ تک مناظرہ کی آڑ لے کر خوب جلے دل کے پھپولے پھوڑے ہیں۔ اللہ عزوجل کے سچے مسیح عیسیٰ بن مریم کو نادان اسرائیلی، شریر، مکار، بدعقل، زنانے خیال والا، فحش گو، بدزبان، کٹیل، جھوٹا، چور، علمی عملی قوت میں بہت کچا، خلل دماغ والا، گندی گالیاں دینے والا، بدقسمت، نرا فریبی، پیروشیطان، وغیرہ وغیرہ خطاب اس قادیانی دجال نے دیئے۔ اقول، اے مسلمانو! ذرا خیال کرو کہ یہ بکواس مرزا قادیانی کا کیسا برا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اور جمیع مسلمانوں سے کچھ شرم وحیاء نہیں کرتا۔ بلکہ اس کو حیا بالکل نہیں ہے۔ اسی کتاب کفر نصاب کے ص ۶ پر لکھا۔ ”حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہ ہوا۔“ ص ۷ میں لکھا ”اس زمانے میں ایک تالاب سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ آپ سے کوئی معجزہ ہوا بھی تو وہ آپ کا نہیں اس تالاب کا ہے۔ آپ کے ہاتھ میں سوائے مکروفریب کے کچھ نہ تھا۔ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک ومطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔ جن کے خون سے آپ کا وجود ہوا۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۷، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱)

”انا للّٰہ وانا الیہ راجعون“ خدائے قہار کا کیسا حلم ہے کہ رسول اللہ کو باحیلہ اور بے حیلہ یہ ناپاک گالیاں دی جاتی ہیں اور آسمان نہیں پھٹتا۔ کیسا ظلم ہے۔ مسلمانو! کیا پروردگار ایسے ظالم کو اس کی جزانہ دے گا۔ ”الا لعنۃ اللّٰہ علیٰ الظلمین“ وہ پاک کنواری مریم صدیقہ کا بیٹا کلمۃ اللہ جسے اللہ نے بے باپ پیدا کیا نشانی سارے جہان کے لئے، قادیانی شیطان نے اس کے لئے دادیاں بھی گزار دیں اور ایک جگہ اس کا دادا بھی لکھا ہے اور اس کے حقیقی بھائی سگی بہنیں بھی لکھی ہیں۔ ظاہر ہے کہ دادا، دادی حقیقی بہنیں سگے بھائی اسی کے ہوسکتے ہیں جس کے لئے باپ ہو۔ جس کے نطفے وہ بنا ہو۔ پھر بے باپ کے پیدا ہونا کہاں رہا۔ یہ قرآن عظیم کی تکذیب اور مریم طیبہ طاہرہ کو سخت گالی ہے۔ ”الا لعنۃ اللّٰہ علی الکافرین“ وہ مرزا اپنی کتاب کشتی ساختہ بکتا ہے۔ ”مسیح تو مسیح ہیں، اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں۔ مسیح کی دونوں ہمشیروں کو بھی مقدسہ سمجھتا ہوں اور خود ہی اس کی نوٹ میں لکھا یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں۔ یعنی یوسف اور مریم کی اولاد تھے۔“

(کشتی نوح ص ۱۶، خزائن ج ۱۹ ص ۱۸)

دیکھو کیسے کھلے لفظوں میں ایک بڑھئی کو سیدنا عیسیٰ کلمۃ اللہ کا باپ بنادیا اور اس صریح کفر میں صرف ایک پادری کے لکھ جانے پر اعتماد کیا۔ اللہ واحد قہار سے سخت لعنت پائے گا۔ وہ جو ایک پادری کی بے معنی زٹل سے قرآن کو رد کرتا ہے۔

۵۴...... اعجاز احمدی میں صاف بک دیا کہ: ''یہود عیسیٰ کے بارے میں قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی جواب میں حیران ہیں۔ بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہے۔ کیونکہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہوسکتی۔ بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں۔ (اعجاز احمدی ص۱۳، خزائن ج۱۹ص۱۲۰)

یہاں پر تو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ قرآن شریف پر بھی اعتراض جڑ دیا کہ وہ قرآن ایسی بات بتارہا ہے کہ جس کے ابطال پر متعدد دلائل قائم ہیں۔ آفریں بر دست و بر بازدئ تو (نزول المسیح ص۲۵، خزائن ج۱۹ص۱۳۵) پر لکھا ہے۔ ''کبھی آپ کو شیطانی الہام بھی ہوتے تھے۔ ان کی اکثر پیشین گوئیاں غلطی سے پر ہیں۔'' یہ بھی صراحۃً نبوت عیسیٰ علیہ السلام سے انکار ہے۔ کیونکہ قادیانی اپنی کتاب پر عتاب ساختۂ (کشتی نوح ص۵، خزائن ج۱۹ص۵) پر بکتا ہے۔ ''ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیش گوئیاں ٹل جائیں اور (دافع الوساوس ص۳) پر بکتا ہے۔ کسی انسان کا اپنی پیشن گوئی میں جھوٹا نکلنا تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص۲۷، خزائن ج۱۱ص۲۳۷) پر بکا ''کیا اس کے سوا کسی اور چیز کا نام ذلت ہے کہ جو کچھ اس نے کہا وہ پورا نہ ہوا۔'' اپنی کتاب کشتی ساختہ میں بکتا ہے کہ: ''اگر کوئی تلاش کرتا کرتا مر بھی جائے تو ایسی پیش گوئی جو میرے منہ سے نکلی ہو اسے نہیں ملے گی جس کی نسبت وہ کہہ سکتا ہو کہ خالی گئی۔'' (کشتی نوح ص۶، خزائن ج۱۹ص۶)

فقیر کہتا ہے کہ مرزا نے اپنے لئے تو یہ عزت ثابت کر لی اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے لئے سوائے رسوائی کے کوئی عزت نہیں جو جو پیش گوئیاں مرزا کی خلاف اور غیر صادقہ نکلیں اور مرزا ایمان رکھتا تو شرمندہ ہوتا۔ مگر بے ایمان کو شرم کہاں میں ہی دو چار سنائے دیتا ہوں۔

۱...... عبداللہ آتھم کی نسبت موت کی پیش گوئی کر کے سخت جھوٹا ہوا۔

۲...... ثناء اللہ امرتسری کی نسبت اشتہار میں شائع کر دیا کہ اگر میں سچا ہوں تو میرے سامنے ثناء اللہ مر جائے گا اور امید ہے کہ میرا پروردگار ایسا ہی کرے گا۔ پس ثناء اللہ تو زندہ رہا اور خود مر گیا۔ اس کے جھوٹے ہونے پر یہی اس کے دو فیصلے دعاء کے شاہد ہیں۔ مگر مرزائی اس کو خیال نہیں کرتے۔

۳...... مرزا نے ایک الہام اشتہار میں چھاپ دیا کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی محمدی کا نکاح میرے ساتھ ہوگا۔ لڑکی کے اولیاء کو نامنظور ہوا تو مرزا نے چند لطائف الحیل طمع وغیرہ پر ان کو راضی کرنا چاہا۔ وہ راضی نہ ہوئے بعد مرزا احمد بیگ کے رشتہ داروں کو خط لکھے کہ تم لوگ اس امر کی کوشش کرو۔ ورنہ میں سخت شرمندہ ہو جاؤں گا۔ جب ادھر سے بھی کام نہ چلا تو

مرزا کے چھوٹے بیٹے فضل احمد کے نکاح میں مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی ہمشیرہ زادی مسماۃ عزت بی بی تھی۔ اس کو دھمکی دی کہ اگر تم اپنے ماموں مرزا احمد بیگ سے کہہ کر اس کی بیٹی محمدی کا نکاح میرے ساتھ نہیں کراؤ گی تو جس روز کہ محمدی کا نکاح کسی غیر سے ہو۔ اسی روز تم کو اپنے بیٹے فضل احمد سے طلاق دلوا دوں گا۔ بعدہ عزت بی بی نے اپنے والدین اور ماموں کو لکھا۔ مگر خدا کو تو اسے جھوٹا کرنا تھا۔ انہوں نے کذاب کی ایک نہ سنی اور بڑے زور وشور کے ساتھ اس لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سے ہوگیا۔ اب اس نے اپنے بیٹے فضل احمد سے کہا کہ تم اپنی عورت عزت بی بی کو طلاق دے دو۔ اس نے انکار کیا اور مرزا نے اس کو عاق کر کے ورثہ سے محروم کر دیا۔ جس کا پورا قصہ دلچسپ کلمہ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی میں ہے۔ اس قصہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا خوب شہوتی اور نفسانی تھا اور کس قدر ذلت اس کو خلاف ثابت ہونے پر ہوئی۔

۴...... مرزا نے دعاء کی تھی اور الہام ہوا کہ میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا۔ بجائے اس کے لڑکی پیدا ہوئی۔

۵...... پھر الہام ہوا کہ اب کی بار ضرور لڑکا ہوگا کہ جس سے قومیں برکت پائیں گی۔ زمین کے کناروں تک مشہور ہوگا تب لڑکا تو ہوا لیکن ۱۶ ماہ کا ہوکر گمنام اور بے برکت مرگیا اور اپنے باپ ملہم کو کاذب بنا کر الٹا داغ جگر پر دھر گیا۔

۶...... مرزا کا الہام کہ میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا۔ تیری محبت دلوں میں ڈال دوں گا۔ اس کے برعکس ہوا۔ سخت بے عزتی اور نفرت کے ساتھ دور تک شہرت ہوئی۔ لوگوں کے دلوں میں غایت شدت کی دشمنی پڑ گئی۔ اگر اسی کا نام عزت ومحبت ہے تو یہ مرتبہ مرزا سے بدرجہا بڑھ کر ابلیس کو حاصل ہے۔ یہ پیش گوئیاں اس کی مشتی نمونہ خرواری کا مضمون ہے۔ اگر پوری پیش گوئیاں جو غلط نکلی ہیں بیان ہوں تو دفتر بن جائے۔

۵۹...... ’’کامل مہدی نہ موسیٰ تھا نہ عیسیٰ۔‘‘ (اربعین نمبر۲ ص۱۳، خزائن ج۱۷ ص۳۶۰)

فقیر کہتا ہے کہ جو اولوالعزم مرسلین سے تھے وہ تو کامل مہدی نہ ہوئے اور ایک مکار غدار بے شرع تارک الصلوٰۃ تارک الصوم تارک الحج شہوانی نفسانی شیطان خیالات والا کامل مہدی ہوا۔ عیسیٰ علیہ السلام جب کہ اس کمبخت کے نزدیک مسلمان ہی نہیں تھا تو مہدی کیسے ہوتا۔ جیسا کہ اسے مرزا نے اپنی کتاب پر صاف طور پر لکھ دیا کہ عیسیٰ یہودی تھا۔

۶۰...... ’’لو قدر اللّٰہ رجوع عیسیٰ الذی ہو من الیہود لرجع العزۃ الیٰ تلک القوم‘‘ (مواہب الرحمٰن ص۱۲،۱۳)

اقول، یہ تو ظاہر بات ہے کہ یہودی مذہب کا نام ہے۔نسب کا نام نہیں ہے۔کیا مرزا جو پارسیوں کی اولاد ہے مجوسی ہے۔اے مسلمانو! اب تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس عدو اللہ اور عدوالرسول نے صاف کافر کہہ دیا۔اب تو کچھ باقی نہ چھوڑا۔وہ اتنا احمق نہیں کہ صاف حرفوں میں لکھ دے کہ عیسیٰ کافر تھا۔ بلکہ اس معظم نبی کے کفر کے مقدمات متفرق کر کے لکھے۔ دیکھو اپنی کتاب پر عذاب کشتی ساختہ کے پر بکتا ہے۔

۶۱...... ''جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے۔کون خدا پر ایمان لایا صرف وہی جو ایسے ہیں۔'' (کشتی نوح ص۱۸، خزائن ج۱۹ص۲۰)

دیکھو کیسا صاف بک دیا کہ جس کو خدا پر ایمان ہے ممکن نہیں کہ اسے خدا رسوا کرے۔ لیکن عیسیٰ کو رسوا کیا تو ضرور اس کو خدا پر ایمان نہ تھا اور کیا کافر کہنے کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔ ''الا لعنۃ اللہ علیٰ الظلمین'' مگر الحمدللہ! خدا نے آفتاب کی طرح سارے زمانہ کو دکھا دیا کہ مرزا ہی ہمیشہ رسوا ہوا۔کیا اور کیوں نہ ہوتا کہ وہ خدا سے کافر تھا۔ رسولوں سے کافر تھا۔''الا لعنۃ اللہ علیٰ الکافرین''

۶۲...... ''احیائے جسمانی کچھ چیز نہیں۔ احیائے روحانی کے لئے یہ عاجز آیا ہے۔'' (ازالہ ص۶، ۷، خزائن ج۳ص۱۰۶)

دیکھو وہ ظاہر باہر معجزہ جس کو قرآن عظیم نے تعظیم کے ساتھ بیان کیا اور آیۃ اللہ ٹھہرایا۔ قادیانی کیسے کھلے لفظوں میں اس کی تحقیر کرتا ہے کہ وہ کچھ چیز نہیں۔ پھر اسے میں بکتا ہے۔ ''ماسوائے اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افتراء یا غلط فہمی سے گڑھے ہیں تو کوئی اعجوبہ نظر نہیں آتا۔ بلکہ مسیح کے معجزات پر جس قدر اعتراض ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق پر ایسے شبہات ہوں۔کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا۔''

فقیر کہتا ہے کہ یہ کہہ کر (کہ کوئی اعجوبہ نظر نہیں آتا) تمام معجزات سے کیسا صاف انکار کر دیا۔ پھر ص۸ میں بک دیا زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ حضرت مسیح معجزہ نمائی سے صاف انکار کر کے کہتے ہیں کہ: ''میں ہرگز کوئی معجزہ دکھا نہیں سکتا۔ مگر پھر بھی عوام الناس ایک انبار معجزات کا ان کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔'' (ازالۃ الاوہام ص۴، خزائن ج۳ص۱۰۶)

اقول، یہ کہنا کہ مسیح علیہ السلام خود اپنے معجزے سے منکر تھے۔ رسول اللہ پر محض افتراء اور قرآن عظیم کی صاف تکذیب ہے۔ قرآن پاک تو مسیح صادق سے یہ نقل فرماتا ہے کہ: ''انی

قـد جـئتكم باية من ربكم انى اخلق من الطين كهيئة الطير فانفخ فيه فيكون طيـراً بـاذن اللّٰه وابـرئ الا كمه [۱] والابـرص واحى [۲] الـموتىٰ بـاذن اللّٰه وانبـئكـم بـما تاكلون وما تدخرون فى بيوتكم ان فى ذلك لاية لكم ان كنتم مؤمنين''

بے شک میں تمہارے پاس تمہارے رب سے یہ معجزے لے کر آیا ہوں کہ میں مٹی سے پرند کی صورت بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں۔ وہ خدائے حلم سے پرند ہو جاتے ہیں اور میں بحکم خدا مادر زاد اندھے اور بدن بگڑے کو اچھا کرتا اور مردے زندہ کرتا ہوں اور تمہیں خبر دیتا ہوں

---

[۱] تفسیر کبیر میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بارہا پچاس ہزار بیمار جمع ہوتے تھے جو آنے کی طاقت رکھتا خود آتا اور جو نہ آ سکتا تو عیسیٰ علیہ السلام خود اس کے پاس چلے جاتے تھے اور فقط دعاء ہی کیا کرتے تھے۔ امام کلبیؒ نے کہا کہ ''یـا حی یا قیوم'' کے لفظ سے مردہ کو زندہ کرتے تھے۔ مگر یہ شرط لیا کرتے تھے کہ بعد اچھا ہونے کے میرے رسول ہونے پر ایمان لانا ہوگا۔

[۲] جو جو لوگ زندہ ہوئے ہیں ان میں سے ابن عباسؓ نے چار شخص ذکر کئے ہیں عازر، پیرزن کا بیٹا اور عاسفر کی بیٹی اور نوح علیہ السلام کے بیٹے سام۔ سوائے سام بن نوح کے سب کے سب دنیا میں زندہ رہے اور ان کی اولاد ہوئی۔ بعد مر جانے عازر کے اس کی ہمشیرہ نے عیسیٰ علیہ السلام سے آ کر کہا کہ تمہارا دوست عازر فوت ہونے والا ہے۔ پس تین دن کا راستہ طے کر کے گئے۔ دیکھا تو وہ مر گیا تھا۔ اس کی قبر پر جا کر دعاء کی عازر زندہ ہوا اور اس کی اولاد بھی ہوئی اور ابن العجوز یعنی بوڑھیا کا بیٹا کہ وہ مرا ہوا تھا اور عیسیٰ علیہ السلام اس کے پاس گئے اور دعاء کی۔ پس وہ اپنی چارپائی پر اٹھ بیٹھا اور لوگوں نے اس کو اپنے کاندھوں سے اتارا اور اس نے کفن اتار کر اپنے کپڑے پہن لئے اور مکان میں آیا اور زندہ رہا۔ یہاں تک کہ اس کی اولاد بھی ہوئی اور عاشر کی بیٹی یعنی ایک شخص لوگوں سے عشر لیا کرتا تھا۔ اس کی بیٹی مر گئی اور عیسیٰ علیہ السلام نے دعاء کی پس وہ زندہ ہو گئے اور اس کی اولاد بھی ہوگئی اور نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی قبر پر عیسیٰ علیہ السلام آئے اور دعاء کی پس وہ قبر سے نکلے اور آدھا سر ان کا سفید تھا بوجہ خوف قیامت کے اور حالانکہ اس زمانے میں لوگ بوڑھے نہیں ہوا کرتے تھے۔ پس انہوں نے پوچھا کیا قیامت ہوگئی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میں نے اسم اعظم کے ساتھ تمہارے لئے دعاء کی ہے۔ پھر ان سے مر جانے کو کہا۔ انہوں نے کہا کہ مروں مگر شرط یہ ہے کہ موت کی سختی میرے اوپر دوسری بار نہ ہو۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے دعاء کی اور ان پر موت کی سختی نہ ہوئی۔ (تفسیر لباب التاویل ج ا ص ۲۴۸)

جوتم کھاتے ہواور جوگھروں میں اٹھارکھتے ہو بیشک اس میں تمہارے لئے بڑا معجزہ ہے۔اگرتم ایمان رکھتے ہو۔’’وجئتکم بایة من ربکم فاتقوا اللّٰه واطیعون ‘‘میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بڑے معجزات لےکرآیا ہوں تو اللہ سے ڈرواور میرا حکم مانواور مرزا قرآن کا جھٹلانے والا کہتا ہے کہ ان کو اپنے معجزات سے انکار ہے۔کیوں مسلمانو! قرآن سچا یا قادیانی،ضرور قرآن سچا ہے اور قادیانی کذاب جھوٹا،کیوں مسلمانو! جوقرآن پاک کی تکذیب کرے وہ مسلمان ہے یا کافرضرورکافر ہے۔بخداضرورکافر ہے۔

۶۵...... اسی قادیانی نے ازالہ شیطانی میں آخرص۱۵۱ سے آخرص۱۶۲ تک تو پیٹ بھرکررسول اللہ وکلمتہ اللہ کو وہ گالیاں دیں اور آیات اللہ وکلام اللہ سے وہ مسخریاں کیں۔جن کی حدونہایت نہیں۔صاف بک دیا کہ (ازالہ اوہام ص۳۰۲،خزائن ج۳ص۲۵۴)’’جیسے عجائب انہوں نے دکھائے عام لوگ بھی کرلیتے تھے۔اب بھی لوگ ویسی باتیں کردکھاتے ہیں۔بلکہ آج کل کے کرشمے ان سے زیادہ عمدہ ہیں۔وہ معجزے نہ تھے کل کا زورتھا۔عیسیٰ نے اپنے باپ بڑھئی یعنی مستری کے ساتھ لکڑی لوہے کا کام کیا تھا۔اس سے یہ کلیں بنانا آ گئیں تھیں۔عیسیٰ کی سب چالاکی مسمریزم سے تھی۔وہ جھوٹی رونق تھی سب کھیل تھا۔لہوولعب تھا۔سامری جادوگر کے گوسالے کی مانند تھا۔بہت مکروہ اور قابل نفرت کام تھے۔اہل کمال کو ایسی باتوں سے پرہیز رہا ہے۔عیسیٰ ہدایت کرنے میں بہت ضعیف اور نکما تھا۔‘‘ وہ ناپاک عبارات مزخرفات یہ ہیں۔انبیاء کے معجزات دوقسم ہیں۔ایک محض سماوی جس میں انسان کی تدبیر وعقل کو کچھ دخل نہیں۔جیسے شق القمر دوسرے عقلی جو خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ہوتے ہیں جو الہام سے ملتی ہے۔جیسے سلیمان کا معجزہ صرح ممردمن قواریر بظاہر مسیح کا معجزہ سلیمان کی طرح عقلی تھا۔تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے جو شعبدہ بازی اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔وہ لوگ جو سانپ بنا کر دکھلاتے اور کئی قسم کے جانور تیار کرکے زندہ جانوروں کی طرح چلادیتے مسیح کے وقت میں عام طور پر ملکوں میں تھے۔سو کچھ تعجب نہیں کہ خداتعالیٰ نے مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا پھونک مارنے پر ایسا پرواز کرتا ہو۔جیسے پرندہ یا پیروں سے چلتا ہوں۔کیونکہ مسیح اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس تک نجاری کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایسا ہے جس میں کلوں کی ایجاد میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔پس کچھ تعجب نہیں کہ مسیح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو۔ایسا معجزہ عقل سے بعید بھی نہیں۔حال کے زمانے میں بھی اکثر صناع ایسی ایسی

چڑیاں بنالیتے ہیں کہ بولتی بھی ہیں، ہلتی بھی ہیں۔ دم بھی ہلاتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعہ سے پرواز بھی کرتی ہیں۔ بمبئی اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں اور ہر سال نئے نئے نکلتے آتے ہیں۔ ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز عمل الترب یعنی مسمریزم کے طریق سے بطریق لہو ولعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آ سکیں۔ کیونکہ مسمریزم میں ایسے ایسے عجائبات ہیں سو یقینی طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اس فن میں مشق والا مٹی کا پرندہ بنا کر پرواز کرتا دکھائے تو کچھ بعید نہیں۔ کیونکہ کچھ اندازہ نہ کیا گیا کہ اس فن کی کہاں تک انتہاء ہے۔ سلب امراض عمل الترب (مسمریزم) کی شاخ ہے۔ ہر زمانے میں ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں اور اب بھی ہیں جو اس عمل سے سلب امراض کرتے ہیں اور مفلوج مبروص ان کی توجہ سے اچھے ہوتے ہیں۔ نقشبندی وغیرہ نے بھی ان کی طرف بہت توجہ کی تھی۔ محی الدین ابن عربی کو بھی اس میں خاص مشق تھی۔ کاملین ایسے عملوں سے پرہیز کرتے رہے ہیں اور یقینی طور پر ثابت ہے کہ بحکم الٰہی اس عمل مسمریزم میں کمال رکھتے تھے۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو ان اعجوبہ نمائیوں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ اس عمل کا ایک نہایت برا خاصہ یہ ہے کہ جو اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے وہ روحانی تاثیروں میں جو روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گو مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل مسمریزم کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے مگر ہدایت و توحید اور دینی استقامتوں کے دلوں میں قائم کرنے میں ان کا نمبر ایسا کم رہا کہ قریب قریب ناکام رہے۔ جب یہ اعتقاد رکھا جائے کہ ان پرندوں میں صرف جھوٹی حیات جھوٹی جھلک نمودار ہو جاتی تھی تو ہم اس کو تسلیم کر چکے ہیں۔ ممکن ہے کہ عمل الترب (مسمریزم) کے ذریعہ سے پھونک میں وہی قوت ہو جائے جو اس دخان میں ہوتی ہے جس سے غبارہ اوپر کو چڑھتا ہے۔ مسیح جو جو کام اپنی قوم کو دکھلاتا تھا وہ دعا کے ذریعہ سے ہرگز نہ تھے۔ بلکہ وہ ایسے کام اقتداری طور پر دکھاتا تھا۔ خدا تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے کہ وہ ایک فطری طاقت بھی جو ہر فرد بشر میں ہے مسیح کی کچھ خصوصیت نہیں۔ چنانچہ اس کا تجربہ اسی زمانے میں ہو رہا ہے مسیح کے معجزات تو اس تالاب کی وجہ سے بے رونق و بے قدر تھے جو مسیح کی ولادت سے پہلے مظہر عجائبات تھا جس میں ہر قسم کے بیمار اور تمام مجذوم و مفلوج مبروص ایک ہی غوطہ مار کر اچھے ہو جاتے تھے۔ لیکن بعض بعد کے زمانے میں جو لوگوں نے اس قسم کے خوارق دکھلائے اس وقت تو کوئی تالاب بھی نہ تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا۔ جس میں روح القدس کی تاثیر تھی۔ بہرحال یہ معجزہ صرف ایک کھیل تھا جیسے سامری کا

گوسالہ۔ انتہی بلفظ الخبیب المخبث اللعین الملعون ۔ (ازالہ اوہام ص۳۰۲ تا۳۲۲، خزائن ج ۳ ص۲۵۲ تا۲۶۳ ملخص) فقیر کہتا ہے کہ اے مسلمانو دیکھو کہ اس دشمن اسلام نے اللہ تعالیٰ کے سچے رسول کو کیسی سخت گالیاں دی ہیں۔ ان کے معجزے کو صاف کھیل بتادیا اور کہا کہ لہو ولعب وشعبدہ وسحر تھا۔ برص والے اور کوڑھی کو اچھا کرنا عمل مسمریزم کا تھا اور معجزۂ پرندہ میں تین احتمال پیدا کئے۔ بڑھئی یعنی نجار کی کل یا مسمریزم یا کراماتی تالاب کا اثر اور اس کو صاف سامری کا بچھڑا بتادیا۔ بلکہ اس سے بھی بدتر کہ سامری نے جو اسپ جبریل کی خاک سم اٹھائی وہ اسی کو نظر آئی۔ دوسرے نے اس پر اطلاع نہ پائی مگر مسیح کا کام ایک ایسا دست نال اور مشہور تھا جس سے دنیا جہان کو خبر تھی۔ مسیح پیدا بھی نہ ہوئے تھے جب سے تالاب کی کرامات شہرۂ آفاق تھی تو اللہ کا رسول یقیناً اس کافر جادوگر سامری سے بہت کم رہا اور جب کہ مسیح کے وقت میں ایسے شعبدے تماشے بہت ہوتے تھے۔ پھر معجزہ کدھر سے ہوا۔ اللہ اللہ رسولوں کو گالیاں پھر اسلام باقی ہے۔ مرزا قادیانی تو یقیناً قطعاً کافر مرتد اور انشاء اللہ القہار مخلد فی النار خریق النیر ان ہوا ہی ہے مگر اندھے وہ لوگ ہیں جو قدرے اردو فارسی عربی پڑھ کر زعمی مولوی ہوکر مرزا قادیانی کے ان صریح کفریات کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ میں مرزا قادیانی کو کافر نہیں کہتا خطا پر جانتا ہوں۔ ہاں شاید ایسے شخص نالائق کے نزدیک کافر وہ ہوگا جو انبیاء اللہ کی تعظیم کرے۔ کلام اللہ کی تصدیق وتکریم کرے۔ کیا ایسے نالائق مولویوں کو یہ خبر نہیں کہ جو شخص مخالف ضروریات دین کو کافر نہ جانے وہ خود کافر ہے۔ من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر جب تکذیب قران پاک وسب وشتم انبیاء کرم بھی کفر نہ ٹھہرا تو خدا جانے فرقہ آریہ وہنود ونصاریٰ ویہود نے اس سے بڑھ کر کیا جرم کیا ہے کہ وہ کفار ٹھہرائے جائیں۔ شاید ایسوں کے دھرم میں تمام دنیا مسلمان ہے۔ نہ کوئی کافر تھا اور نہ اب ہے اور نہ آئندہ کو ہوگا۔

۷۹…… ’’سیر معراج حضرتﷺ کو اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۴۷، خزائن ج۳ ص۱۲۶)

اقول: اب تو حضرتﷺ کی صاف صاف اہانت کردی جو کفر ہے۔ کیونکہ جو کوئی پیغمبر خدا کی اہانت کرے وہ کافر ہے۔ (عقائد عظیم ص۱۶۶، ۱۷۰)

مسئلہ: ہر پیغمبر کی جناب میں بے ادبی کرنا کفر ہے۔ بلفظ ضمان الفردوس ص۳۲ سطر ا ودیگر کتب عقائد ومالا بدمنہ (ص۱۵۸)

مسئلہ: جو کوئی پیغمبرﷺ کے بال مبارک کو بالڑا یا بالٹا کہے وہ کافر ہے۔

(عقائد عظیم ص۱۷۱)

مسئلہ: جس کلمے میں کسی طرح کی بے ادبی یا اہانت جناب رسول ﷺ کی پائی جائے وہ یقیناً کفر ہے۔ بلکہ ایسا شخص واجب القتل ہے۔ (ضمان الفردوس ص ۳۱)

معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کا ایمان فلسفیوں کی فضلہ خواری۔

۸۰...... ''حضرت رسول خدا ﷺ کے الہام و وحی غلط نکلی تھیں۔''

(ازالہ اوہام ص ۶۸۸، خزائن ج ۳ ص ۴۷۱)

۸۱...... ''اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج ماجوج کی اصلیت تک وحی الٰہی نے خبر دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کماہی ہی ظاہر فرمائی گئی ہو۔'' (ازالہ اوہام ص ۶۹۱، خزائن ج ۳ ص ۴۷۳)

فقیر عرض کرتا ہے کہ آگے چل کر جواب اس کا دندان شکن قادیانی فگن دیا جائے گا۔ یہاں اتنا سمجھ لینا چاہئے کہ معاذ اللہ، محمد ﷺ سے علم مرزا قادیانی کا زیادہ ہے جو چیز احکام دین میں سے حضرت ﷺ نہیں جانتے تھے وہ مرزا جانتا تھا۔ (معاذ اللہ)

۸۲...... ''نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔ پس اس جسم کا کرۂ آفتاب و ماہتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔'' (ازالہ اوہام ص ۴۷، خزائن ج ۳ ص ۱۲۶)

جس کا نام مشہور ازالہ اوہام ہے مگر اس پر ازالۂ اوہام ہی صادق ہے۔ بلکہ حقیقتاً زادۂ اوہام ہے۔ مطلب یہ کہ نہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر گئے اور نہ رسول اللہ ﷺ کو شب معراج میں آسمان پر جانا ہوا۔ خدا پناہ دے ایسے عقیدے سے: ای روشنی طبع تو برمن بلا شدی! حنیف اما است بلکہ نبوت کا جبہ اور دستار مرزا قادیانی نے اتار کر پھینک دیا اور فلسفے کے ڈر کے مارے سرسید احمد کی آرام کرسی کے تلے جا چھپا۔ افسوس کہ مرزا یہ تو مان رہا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں تسبیح و تہلیل کرتے زندہ رہے اور پھر صحیح و سلامت اس کے پیٹ سے منہ کی راہ سے نکل کر قوم سے جا ملے۔ پھر نئے اور پرانے فلسفے نے مرزا قادیانی کے وہم کا ازالہ نہ کیا اور آج تک نہ ڈانٹا کہ اے احمق تو نے کیسے مان لیا کہ ایک خاکی انسان گوشت کا ٹکڑا نہنگ دریا کا طعمہ ہو جائے اور اس کے معدہ کے کرۂ نار میں جو کہ استخوان کو راکھ کر ڈالتا ہے تین دن رہا اور گل سڑ کر کیلوس اور کیموس اور مچھلی کا گوشت و خون کیوں نہ بن گیا۔ تو نے کیسے مان لیا کہ وہ پھر دوبارہ منہ

کے رستے سے صحیح سلامت برآمد ہوا۔ مگر مسیح و مصطفیٰ ﷺ کے رفع جسمانی کے لئے کرۂ زمہریر کو سدراہ سمجھ لیا۔

۸۳...... قولہ الف: ''اگر عذر ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوئی اس پر مہر لگ چکی ہے تو میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے۔ بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔'' (توضیح مرام ص۲۰،۱۹، خزائن ج۳ ص۶۰)

۸۴...... ب: ''وحی الٰہی پر صرف نبوت کاملہ کی حد تک کہاں مہر لگ گئی ہے۔ اے غافلو اس امت مرحومہ میں وحی کی نالیاں قیامت تک جاری ہیں۔''

(ازالہ اوہام ص۴۲۲، خزائن ج۳ ص۳۲۱)

اقول، تو حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین والمرسلین نہ ہوئے۔

۸۵...... ''حضرت موسیٰ کی پیشگوئیاں بھی اس صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں امید باندھی تھی۔ غایت مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیشگوئیاں زیادہ غلط نکلیں۔'' (ازالہ اوہام ص۸، خزائن ج۳ ص۱۰۶)

اقول، اس سے یہ نکلا کہ موسیٰ علیہ السلام کی باتیں بھی غلط ہوتی تھیں۔ گو عیسیٰ علیہ السلام کی غلطی سے کم سہی۔

۸۶...... ''سورۂ بقرہ میں جو ایک قتل کا ذکر ہے کہ گائے کی بوٹیاں نعش پر مارنے سے وہ مقتول زندہ ہو گیا تھا اور اپنے قاتل کا پتا دے دیا تھا یہ محض موسیٰ علیہ السلام کی دھمکی تھی اور علم مسمریزم تھا۔'' (ازالہ اوہام ص۷۵۰، خزائن ج۳ ص۵۰۴)

نعوذ باللّٰہ من ذالک الکفر ! یہ معجزہ کو مسمریزم کہہ دیا نرا معجزہ کیسا۔ دجال نے حشر ہی اڑا دیا کہ اللہ عزوجل نے اس کے بیان میں فرمایا فقلنا ضربوہ ببعضھا کذالک یحی اللّٰہ الموتیٰ ہم نے حکم دیا کہ اس میت پر گائے کا ایک حصہ مارو اللہ اسی طرح مردوں کو جلائے گا۔ دیکھو یہ فعل وقول موسیٰ کا نہ تھا۔ بلکہ خود اللہ عزوجل کا۔ جب اس دجال کے نزدیک یہ دھمکی تھی اور اسی طرح اللہ تعالیٰ حشر کے جلانے کو بھی بتاتا ہے تو وہ بھی دھمکی ہوا اور اگر کچھ حقیقت بھی رکھے اور مرزا اپنے آپ کو قبر سے اٹھتا دیکھ لے تو صاف کہہ دے گا کہ یہ کچھ خدا کی قوت نہیں۔ خدا نے مسمریزم کے زور سے ایسا کر دکھایا۔ کیونکہ اس دن بھی یہی خدا ہوگا جو آج اس کے نزدیک مسمریزم دکھا کر دھمکی دے رہا ہے۔

۸۷...... ’’حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چار پرندوں کے معجزے کا ذکر جو قرآن شریف میں ہے وہ بھی ان کا مسمریزم کا عمل تھا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۵۲۷، خزائن ج۳ ص۵۰۶)

ذکر جمیع انبیاء علیہم السلام کی اہانت کا

۸۸...... ’’بلکہ اکثر پیشگوئیوں میں ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں کہ خود انبیاء کو ہی جن پر وہ وحی نازل ہو سمجھ میں نہیں آ سکتے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۱۴۰، خزائن ج۳ ص۱۷۰)

اقول، تو محمد ﷺ و دیگر پیغمبروں کی وحی اور الہام کا کیا اعتبار ہے۔ جبکہ وحی ان کی سمجھ میں ہی نہیں آ سکتی تھی۔

۸۹...... ’’ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کے فتح کے بارہ میں پیش گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست ہوئی۔ بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۶۲۹، خزائن ج۳ ص۴۳۹)

یہ اس دجال کا کذب ہے پیغمبروں کو جھوٹا کہنا کفر ہے۔

۹۰...... ’’جو پہلے اماموں کو معلوم نہیں ہوا تھا وہ ہم نے معلوم کر لیا۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۶۸۳، خزائن ج۳ ص۴۶۸)

’’الا لعنة الله علی الکاذبین ‘‘تم کو تو خاک بھی معلوم نہیں ہوا۔ جب کہ تیرا خدا عاجی گوبر کا یا ہاتھی دانت کا خدا تجھ عیسیٰ نو ماہہ شراب انگوری یا عیسیٰ دہقان پر انگریزی عبرانی زبان میں الہام نازل کرتا ہے۔ مرزا براہین احمدیہ کے انگریزی عربی عبرانی زبانوں کے الہام درج کر کے لکھتا ہے کہ: ’’ان کے معنی مجھے معلوم نہیں ہوئے۔ کوئی انگریزی خوان اس وقت موجود نہیں۔ اس الہام کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا۔‘‘ وغیرہ وغیرہ! (براہین احمدیہ ص۵۵۶، خزائن ج۱ ص۶۶۴)

پس اس سے ثابت ہوا کہ مرزا کا خدائے ملہم ایسا ہے کہ اپنے ملہم کو محض فضول بے سود الہام کرتا ہے جس کا مطلب دونوں کی سمجھ میں نہیں آتا۔ خوب ہوئی جو الہام ہوتا ہے وہ مرزا کی سمجھ ہی میں نہیں آتا اور نہ کوئی انگریزی دان ہوتا ہے جو ترجمہ کر کے مرزا کو سنائے تاکہ مرزا تعمیل احکام کریں۔ عجیب الہام ہیں کہ مرزا جن زبانوں سے کورا اور نابلا ہے اس کا خدا اس زبان میں الہام اتارتا ہے۔ اس سے مرزا کے خدا کی جہالت اور بے علمی ثابت ہوئی۔ کیونکہ اگر مرزا کا خدا جانتا تو اس کو انگریزی عبرانی یا بعض عربی الفاظ میں جن کو مرزا نہیں جانتا الہام نہ کرتا۔ کیا یہی الہام قطعی ہیں۔ جن کو نہ مرزا سمجھتا ہے اور نہ غیر کو سمجھا سکتا ہے۔ انہیں الہامات پر واہیات بک کر مسیح موعود بننا چاہتا ہے اور ایسے ہی الہاموں کی تلقین کر کے دن رات دین کو جاری کر رہا ہے۔

گر ہمیں مکتب ست وایں ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد

بقیہ توہنیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام

۹۱...... ’’یسوع (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) نے ایک کنجری کو اپنی بغل میں لیا اور عطر ملوایا۔‘‘ (نورالقرآن نمبر۲ ص۴۷، خزائن ج۹ ص۴۴۹)

۹۲...... ’’مسیح کا بے باپ پیدا ہونا میری نگاہ میں کچھ عجوبہ بات نہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام ماں اور باپ دونوں نہیں رکھتے تھے۔ اب قریب برسات آئی ہے باہر جا کر دیکھئے کہ کتنے کیڑے مکوڑے بغیر ماں باپ کے پیدا ہو جاتے ہیں۔‘‘

(جنگ مقدس ص۱۹۸، خزائن ج۶ ص۲۸۱)

مرزا کی کتاب، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بن باپ پیدا ہونا لوگوں کے واسطے نشان ہے اور رحمت اور مرزا کی نظر میں قرآن کریم بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ پروردگار نے قرآن پاک میں فرمایا: ’’ولنجعله اٰية للناس ورحمة منا (مریم)‘‘

۹۳...... ’’مریم کا بیٹا کشلیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔‘‘

(انجام آتھم ص۴۱، خزائن ج۱۱ ص۴۰)

فقیر کہتا ہے کہ کشلیا راجہ رامچندر کی والدہ کا نام ہے۔ جس کو ہندو لوگ اوتار پرمیشر (خدا) کہتے ہیں۔ آریہ لوگ صرف راجہ لکھتے ہیں اور پیدائش اس کی ہندوستان مقام اجودھیا میں ہوئی۔ پس مرزا صورت انسان سیرت شیطان کے اس قول کا لبول کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزدیک اللہ اور رسول کے، ایک ہندو راجہ سے وقعت اور عزت میں کم تھا۔ پروردگار ایسے عقائد پر مکائد سے مسلمانوں کو پناہ دے۔

مرزا قادیانی کے عقائد سب اہل اسلام کے مخالف ہیں

مرزا کے خدا کا پتہ نہیں چلتا کہ کون ہے۔ کیونکہ وہ خود اپنی کتاب براہین احمدیہ میں بکتا ہے کہ: ’’ہمارا خدا عاجی ہے۔ اس کے معنی ابھی تک معلوم نہیں ہوئے۔‘‘

(براہین احمدیہ ص۵۵۶، خزائن ج۱ ص۶۶۳)

اقول، اصل الہام زبان عربی میں مرزا کا یہ ہے۔ ’’رب اغفر وارحم من السماء ربنا عاج‘‘ (براہین احمدیہ ص۵۵۵، خزائن ج۱ ص۶۶۳)

ثم اقول، معنی اس عربی کے یہ ہیں کہ اے میرے رب میرے گناہ بخش اور آسمان سے

رحم کر۔ رب ہمارا عاج ہے۔ مرزا نے ترجمہ میں عاج کی جگہ عاجی لکھا ہے۔ اب یا تو اس نے اسے ناقص ٹھہرایا ہے یا یائے نسبت ہے۔ مرزا اگرچہ اپنی جہالت کا اقرار کرتا ہے۔ مگر لفظ کے معنی واضح ہیں۔ پہلی تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ مرزا کا معبود جو اسے وحی بھیجا کرتا ہے اونٹ ہے۔ گلے سے آواز نکالتا ہوا یا منہ کھولے ہوئے یا چہرہ سکوڑے ہوئے یا بدخو اونٹ اور دوسری تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ وہ مرزا کا معبود ہاتھی کی ہڈی کا ہے۔ جو امام محمد وامام شافعی کے نزدیک سوئر کی ہڈی کی طرح نجس ناپاک ہے، یا گوبر کا ہے۔ مرزائیوں کو مبارک ہو کہ ان کے پیغمبر کا خدا کیا معقول ہے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا کسی چھوٹی موٹی لغت کی کتاب کے دیکھنے پر قادر نہیں ہے کہ عاجی کے معنی جان لیتا۔ اگر مرزائی کہیں کہ الہامی الفاظ کے معنی وہی ہوسکتے ہیں جو خدائے ملہم بتائے کتاب لغت پر اعتبار نہیں ہوسکتا اور نہ ایسے لفظوں کے واسطے لغت کے دیکھنے کا حکم ہے تو اس کا جواب ان کو مرزا ہی کی کتاب سے دیا جاتا ہے۔

(براہین احمدیہ ص ۳۳۸، خزائن ج۱ ص ۳۳۸) پر لکھا ہے: ''اور یہ الہام اکثر معظمات امور میں ہوتا ہے۔ کبھی اس میں ایسے الفاظ بھی ہوتے ہیں جن کے معنی لغت کی کتاب دیکھ کر کرنے پڑتے ہیں۔'' اقول، مرزا ہی اس کا جواب دیں گے کہ انہوں نے کیوں عاجی اپنے خدا کے معنی لغت سے نکال کر نہ کئے اور کیوں کہہ دیا کہ (اس کے معنی اب تک معلوم نہیں ہوئے) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بحکم الکذوب قد یصدق مرزا کے ملہم ابلیس نے یہ سچ لفظ ان پر القا کیا اور بے معنی سمجھے آپ کے قلم سے نکل گیا۔ جب بعد میں اس کے معنوں پر علم ہوا اور مخالف معلوم ہوئے تو لکھ دیا کہ اس کے معنی معلوم نہیں ہوئے۔ مگر خداوند کی حکمت ہے کہ مرزا ہی کے قلم سے اس کے معنی سچے نکل گئے۔ میں اب معتبر کتابوں سے (عاجی) مرزا کے خدا کے معنی بیان کئے دیتا ہوں۔ قاموس میں ہے۔ ''العجوة ان توخرالام رضاع الولدعن مواقیته وقد عجته وعجا البعیررغاوفاه فتحه وجهه زواه واماله والبعیر شرس خلقه'' اسی میں ہے ''العاج الزبل والناقة اللینة الاعطافوعظم الفیل'' منتخب میں ہے:

۱...... استخوان فیل۔

۲...... ناقہ کہ جائے خواب اونرم باشد۔

۳...... سرگین۔

۴...... کلمہ کہ بدان شتر رانند۔

۵...... راہزن۔

۶...... ممتلی۔ (منتخب اللغات ص ۳۰۴)

مجمع البحار میں ہے۔''واما العاج الذی هم عظم الفیل فنجس عند الشافعی ''پس لفظ عاجی کے معنی وہ معانی ثابت ہو گئے جن کو ہم نے بیان کیا اور جتنی کارروائی مرزا کی اب تک ہوئی سب خاک میں مل گئی اور برباد ہوگئی۔ میرے خیال ناقص میں ہے کہ شاید (براہین احمدیہ ص ۵۵۶) کا کسی صاحب علم کے زیر نظر نہیں آیا۔ ورنہ پہلے ہی سے سب جھگڑے بکھیڑے طے ہو جاتے۔ جب مرزا کا خدا (عاجی) بدخواونٹ یا ہاتھی کی ہڈی کا یا گوبر کا ہے تو اس کے الہامات مندرجہ بالا کے کیا معنی ہوئے اور کیا سمجھے جائیں گے۔ ہے یہ کہ مرزا یا تو بے عقل ہے کہ:''لایدری ما یخرج من راسه یا بحکم الکذوب قد یصدق '' کبھی کبھی سچ حال بتا دینے کی بھی لٹک اس کو آجاتی ہے۔ یا اس کا ملہم معلم الملکوت ہے۔ اس سے چھچھلیاں کھیلتا اور اسے مسخرہ بناتا ہے۔ یہاں تو مرزا نے اپنے معبود کی حقیقت بتانے کو لفظ بتایا اور معنی سے انکار کیا۔ اپنے عیسیٰ بننے کی حقیقت کھولنے کو لفظ عیسیٰ کے اور اطلاقات کی توجہ دلائی ہے۔ لکھتا ہے کہ:''مجھے سخت تعجب ہے کہ ہمارے علماء عیسیٰ کے لفظ پر کیوں چڑتے ہیں۔ اسلام کی کتابوں میں تو ایسی چیزوں کا بھی عیسیٰ نام ہے۔ جو سخت مکروہ ہیں۔ چنانچہ برہان قاطع میں حرف عین میں ہے کہ عیسیٰ دہقان، کنایہ، شراب انگوری سے ہے۔ عیسیٰ نوماہہ اس خوشۂ انگور کا نام ہے جس سے شراب بنایا جاتا ہے اور شراب انگوری کو بھی عیسیٰ نوماہہ کہتے ہیں۔ اب غضب کی بات ہے کہ مولوی لوگ شراب کا نام تو عیسیٰ رکھیں اور تالیفات میں بے محابہ اس کا ذکر کریں اور ایک پلید چیز کی ایک ناپاک کے ساتھ مشارکت کریں اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ عیسیٰ کے نام سے موسوم کرے وہ ان کی نظر میں کافر ہو۔'' (نشان آسمانی ص ۲۰، خزائن ج ۴ ص ۳۸۰)

یعنی میں نے اگر اپنے آپ کو عیسیٰ کہا کیا اچنبا ہوا۔ عیسیٰ تو شراب کو کہا گیا ہے جو مثیل پیشاب کے نجس العین ہے۔ ایسے ہی ایک دوسرے نجس کو بھی عیسیٰ کہا تو کیا گناہ ہوا۔ واقعی بدخواونٹ یا ہاتھی کی ہڈی یا گوبر کی ساخت کا معبود اگر وحی بھیجے، اپنا نبی بنائے تو ضرور ایسے ہی کو جس پر اطلاق عیسیٰ کی سند میں پیشاب کی طرح ایک نجس العین چیز پیش کی جائے پس میری طرف سے علماء کی خدمت میں گزارش ہے کہ مرزا کے خدا عاجی اور شراب کی طرح اس کے نام عیسیٰ پر ہرگز غصہ نہ کریں۔ بلکہ یوں کہیں کہ مرزا کا خدا عاجی اور مرزا کا نام عیسیٰ شراب انگوری اس کی رہائش قادیان (حرص والی) اور اس کی الہامی کتاب انجیل انجام آتھم مع ضمیمہ مرزا اور مرزائیوں کو مبارک ہو۔

اعتقاد: رسول اکرم ﷺ کے معراج جسمانی سے انکار ہے اور حضرت کے جسم اطہر نور الانوار کو کثیف کہہ دیا جو ضد ہے لطیف کی، حالانکہ اپنی الہامی کتاب براہین احمدیہ میں لکھا کہ:
''وجود مبارک حضرت خاتم الانبیا ﷺ میں کئی نور جمع تھے سوان نوروں پر ایک اور نور آسمائی جو وحی الہٰی سے وارد ہو گیا اور اس نور کے وارد ہونے سے وجود باجود خاتم الانبیاء کا مجمع الانوار بن گیا۔''

(براہین احمدیہ ص ۱۸۰، خزائن ج ۱ ص ۱۹۵)

دیکھو یہ شخص دعویٰ کرتا تھا کہ حضور کا جسم کثیف تھا اور یہی بکتا رہا اپنی متعدد تصانیف میں، مگر حضور پر نور حیات النبی ہیں اور یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ جو دشمن حضور کا بدگوئی کرتا ہے یکا یک کبھی اس کے منہ سے حق بات یعنی حضورؐ کی صفت صادقہ نکل ہی جاتی ہے۔ اہل سنت و جماعت کے عقائد کا مسئلہ ہے کہ اگر کوئی توہیناً کسی نبی علیہ السلام کے میلے کپڑوں کو میلا کہے تو کافر ہو جائے گا۔ چہ جائیکہ حضرت کے جسم نور الانوار کو جو یری من خلفا کما یری من قبلہ جو سامنے اور پس پشت سے برابر دیکھتے تھے اور مکس تک جسم مبارک پر نہیں بیٹھتی تھی اور اسی لئے سایہ بھی جسم اطہر کا نہ تھا۔ کثیف کہہ دے اب میں بحمدہ تعالیٰ مرزا پر اسی کی کتاب سے حکم کرتا ہوں کہ وہ فاجر ہے۔ مرزا نے دیباچۂ براہین احمدیہ میں لکھا ہے۔ حضرت ﷺ کی مدح میں۔

نور شان یک عالمی را در گرفت
تو ہنوز ای کور در شور و شرے
لعل تابان را اگر کوئی کثیف
زین چہ کاہد قدر روشن جو ہرے
طعنہ برپا کان نہ برپا کان بود
خود کئی ثابت کہ ہستی فاجرے

(براہین احمدیہ ص ۱۵، خزائن ج ۱ ص)

لیجئے! یہاں اپنی ہی مسلمہ مثبتہ دلیل سے مرزا جو پیغمبری کا دعویٰ کرتا تھا حضرت ﷺ کے جسم مبارک مجمع الانوار کو کثیف کہنے کے سبب سے خود ہی فاجر ہو گیا۔

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکان برد

ضمناً اتنا بھی یاد رہے کہ مرزا کی گمراہی دھوکہ نہ کھائیے۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک حضرت ﷺ کو کئی بار معراج ہوا۔ ایک بار جسم مبارک کے ساتھ اور باقی روح مبارک کے

ساتھ۔(تفسیر السراج المنیر جلد دوم طبع مصر ص۲۲۵) میں ہے۔"والا کثرون علیٰ انه اسری بجسده فی الیقظة وتواترت الاخبار الصحیحة علیٰ ذلك "تفسیر (روح البیان جلد ثانی ص۳۹۰) میں ہے۔"وعروجه بجسده الیٰ الملاء الا علی "حضرت ﷺ کا آسمانوں پر تشریف لے جانا جسم مبارک ہی کے ساتھ ہوا ہے۔(روضۃ الاحباب ص۱۷۱) میں ہے:"آنچہ معظم سلف وخلف برانند آنست کہ معراج آنحضرت در بیداری بودہ بروح وجسد"اس کتاب میں دلائل بھی مذکور ہیں۔(مظاہر حق جلد چہارم ص۵۵۳) میں ہے:"اور تحقیق یہ ہے کہ معراج آنحضرت ﷺ کو ایک بار جاگتے میں۔ ہوا ہے ساتھ بدن شریف کے اور یہی ہے مذہب جمہور فقہا اور متکلمین اور صوفیہ کا:"تفسیر (روفی جلد اوّل ص۱۲۱) میں ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ روح اور جسد سے ہوا ہے۔"(زاد المعادج اص۳۰۰) میں ہے۔"ثم اسری برسول اللّٰہ ﷺ بجسده علیٰ الصحیح "طریقہ محمدیہ ص۲۳۱ مطبوعہ مصر میں ہے۔"والمعراج لرسول اللّٰہ ﷺ فی الیقظة بشخصه حق وفی شرحه ص ۲۳۱ ای بصورته الجسمانیة لا بالروح فقط کما زعم "اور اس شرح کے اسی صفحہ میں ہے۔"والحق اسراء واحد بمجموع روحه وجسده یقظة وهو مذهب الجمهور من المحدثین والفقهاء والمتکلمین"

(تفسیر روح البیان ج۳ ص۳۹۰) میں ہے۔"قال الکاشفی انا نکه درین قصه ثقل جسد مانع دانند از صعود ارباب بدعت اندومنکر قدرت "اسی صفحہ میں ہے۔"قال الشیخ الاکبر قدس سره ان معراجه علیه السلام اربع وثلاثون مرة واحدة بجسده والباقي بروحه "جس شخص کا ان معتبر تفاسیر پر ایمان ہوا ہے وہ تو ہرگز ہرگز شک نہ کرے گا۔حضرت ﷺ کی معراج جسمی میں صاف فرمار ہے ہیں کہ اسی جسم مبارک کے ساتھ بیداری میں ایک بار آسمان پر تشریف لے جانا حق ہے۔پس حق کے مقابل باطل ہی ہے جو لوگ کہ بوجہ کثافت جسم معراج جسمی کے قائل نہیں ہیں۔ جیسے مرزائی وہ گمراہ اور پروردگار کی قدرت کے منکر ہیں۔ پروردگار ہدایت کرے کہ صحیح حدیثیں صحاح ستہ میں بھی نہیں دیکھتے۔انبیاء علیہم السلام کی اہانت کے سبب سے ایسے اندھے ہوگئے ہیں کہ روز روشن ان کے آگے شب دیجور کی طرح سیاہ ہورہا ہے۔

سوال، حضرت عائشہؓ خود اس کی قائل نہیں ہیں کہ اس جسم مبارک سے معراج ہوئی۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ وقت معراج کے نبی ﷺ کا جسم مبارک نہیں غائب ہوا تھا۔صحیح بخاری میں ہے۔"عن عائشة ما فقد جسد رسول اللّٰہ ﷺ "پس اس سے اور دوسری دلیل جسم مبارک

کے نہ جانے کی کون ہوگی۔ جواب، اس امر کی تحقیق یہی ہے جو مذکور ہوئی اور حضرت عائشہؓ اپنے مشاہدے کی خبر نہیں دیتی ہیں کہ رسول اللہ کا جسم گم نہیں ہوا تھا۔ بلکہ سنی سنائی کہہ رہی ہیں۔ کیونکہ وقت معراج کے بی بی عائشہ رسول اللہ کی زوجہ نہیں تھیں اور نہ کسی بات اور قصہ کے ضبط کرنے کی عمر رکھتی تھیں اور شاید کہ اس وقت تو حضرت عائشہ پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں۔ (عینی بخاری ج ۷ ص ۲۲۹) میں ہے۔ ''وذهبت طائفة الیٰ ان الا سراء بالجسد یقظة الیٰ بیت المقدس والیٰ السماء بالروح والصحیح انه اسری بالجسد والروح فی القصة کلها وعلیه یدل قوله تعالیٰ سبحن الذی اسری بعبده اذلوکان مناء لقال بروح عبده ولم یقل بعبده ولا یعدل عن الظاهر والحقیقة الیٰ التاویل الا عند الا ستحالة ولیس فی الاسراء بجسده وحال یقظته استحالة وقال ابن عباس هی رویا عین راها لا رویا منام واما قول عائشة ما فقد جسده فلم تحدث عن مشاهدة لا نهالم تکن حینئذ زوجة ولا فی سن من یضبط ولعلهالم تکن ولدت فاذا کان لك تکون قد حدثت بذلك عن غیرها فلا یرجح خبرها علیٰ خبر غیرها وقال الحافظ عبدالحق فی الجمع بین الصحیحین وماروی شریك عن انس انه کان نالما فهوزیادة مجهولة وقدروی الحفاظ المتقنون والائمة المشهورون کابن شهاب وثابت البنانی وقتادة عن انس ولم یات احذ منهم بها وشریك لیس بالحافظ عند اهل الحدیث'' اور اس سے پیشتر بھی بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا ہے کہ ثقل بدن مانع ہے۔ عروج سے، مگر اس کا جواب عینی بخاری نے اس طور سے دیا ہے کہ ارواح چار قسم پر ہیں۔ اوّل قسم ارواح کی وہ ہے جو کہ مکدر ہیں صفات بشریہ کے ساتھ اور ان پر حیوانی قوتیں غالب ہیں وہ ارواح عوام کی ہیں جو بالکل عروج اور ترقی کو قبول نہیں کرتے۔ دوسری قسم ارواح کی وہ ہے کہ جو قوت علمیہ اور نظریہ کے ساتھ کامل ہوں وہ ارواح علماء کی ہیں۔ تیسری قسم وہ ہے جو کہ اخلاق حمیدہ سے کامل ہوئی اور ان کے ابدان اور اجساد صفائی اور طہارت سے تربیت اور پرورش پا چکے اور نفسانی قوتوں کو عبادت کی تکالیف اور محنتوں سے توڑا، یہ ارواح ریاضت اور مجاہدہ کرنے والوں عابدوں اور زاہدوں کی ہیں۔ چہارم وہ قسم ہے ارواح کی جن کو دونوں قوتوں کا کمال حاصل ہے۔ قوت مدبرۃ للبدن اور قوت علمیہ یہ ارواح انبیاء علیہم السلام اور صدیقین کی ہیں۔ پس جیسے کہ ان حضرات کی ارواح کو کمال قوت حاصل ہے۔ ایسا ہی ان حضرات کے ابدان کو قوت ارتفاع اور ترقی اور بلندی کی حاصل ہے۔ اسی واسطے انبیاء علیہم

السلام کا عروج ہوا، آسمان پر، اور سب انبیاء علیہم السلام سے قوت میں زیادہ ہمارے محمد ﷺ تھے۔ لہٰذا اس قدر عروج ہوا کہ قاب قوسین اور ادنیٰ تک تشریف لے گئے اور عبارت عینی جلد ثانی ص۲۱۰ کی یہ ہے۔ ''ومنھا (ای من السوالات فی ھذا المقام ای مقام المعراج) ما قیل کیف تصور الصعود الیٰ السمٰوٰت وما فوقھا والجسم الانسانی کثیف قبل ھذا اجیب بان الارواح اربعة اقسام (الاول) الارواح الکدرة بالصفات البشریة وھی ارواح العوام غلبت علیھا القوی الحیوانیة فلا تقبل العروج اصلا (والثانی) الا رواحة التی لھا کمال القوة النظریة للبدن باکتساب العلوم وھذه ارواح العلماء (والثالث) الاروح التی لھا کمال القوة المدبرة للبدن باکتساب الا خلاق الحمیدة وھذه ارواح المرتاضین انکسر واقوی ابدانھم بالاریاض والمجاھدة (والرابع) الا رواح التی حصل لھا کمال القوتین فھده غایة الارواح البشریة وھی ارواح الانبیاء والصدیقین فکما ازداد قوة ارواحھم ازداد ارتفاع ابدانھم عن الارض ولھذا لما کان الانبیاء صلوات اللّٰہ علیھم قویت فیھم ھذا الارواح عرج بھم الیٰ السماء واکملھم قوة نبینا ﷺ فعرجه الیٰ قاب قوسین اودنیٰ''

(ازالہ اوہام ص۱۴۷، خزائن ج۳ ص۱۷۴) میں بکتا ہے کہ: ''جب چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر ایسی ہوا ہے کہ اس میں انسان زندہ نہیں رہ سکتا تو حضرت عیسیٰ کیونکہ اٹھائے گئے اور اتارے جائیں گے۔'' یہی دلیل حضرت ﷺ کی معراج سے منکر ہونے کی بھی ہے۔ جیسے کہ قبل اس سے اس کی کتابوں سے نقل کیا گیا ہے۔ اقول، میں سخت متعجب ہوں اس مرزا کی عقل پر کہ وہ قادر قوی جس نے نصوص میں اپنی قدرت کاملہ اور طاقت شاملہ سے خبر دی ہے اور کتنے ہی امور کا وقوع جن تک ہماری عقل ناقص کی رسائی ناممکن ہے بیان فرمایا۔ یہ مرزا اس پروردگار کو دفع ایذائے ہوا پر قادر نہیں جانتا۔ اصحاب کہف کو کس طرح تین سو نو سال تک سلایا اور قیامت تک اسی طرح رہیں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی تو ستر ہزار فٹ کی بلندی سے بھی زیادہ اونچائی پر تھی جس میں انواع حیوانات موجود تھے۔ وہ سب کے سب کس طرح زندہ رہے۔ سورۂ مریم میں باری تعالیٰ نے فرمایا: ''واذکر فی الکتب ادریس انه کان صدیقاً نبیاً ورفعناه مکانا علیا'' یاد کرو (اے محمد ﷺ) حضرت ادریس علیہ السلام کا حال تحقیق تھا وہ سچا نبی، اٹھا لیا ہم نے اس کو مکان عالی پر۔ تمام کتب تفاسیر اور اہل اسلام میں یہی معنی اور یہی اعتقاد ہے کہ حضرت

ادریس علیہ السلام آسمان پر زندہ اٹھائے گئے۔اسی جسم عنصری کے ساتھ اوراسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔''وماقتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه'' وہی لفظ رفع کا یہاں بھی ہے۔یہاں صرف حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربیؒ کا ایک مسئلہ فصوص الحکم سے نقل کرتا ہوں۔جن کی سندیں مرزا بھی اپنی ازالہ اوہام میں لکھتا ہے:''فرماتے ہیں کہ حضرت الیاس حضرت ادریس علیہ السلام ہی ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام سے پیشتر نبی تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو مکان عالی پر اٹھالیا۔پس وہ قلب الافلاک یعنی فلک الشّمس میں رہتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ شہر بعلبک کی طرف مبعوث فرمایا۔'' کیا اب بھی حضرت رسول اللہ ﷺ کا جسمی معراج اور صعود عیسیٰ علیہ السلام کا بجسدہ العنصری محالات سے معلوم ہوگا۔کیا خداوند کریم مرزا کا فلسفہ توڑنے کی قدرت نہیں رکھتا۔اسی فلسفے نے مرزا کو بیوقوف اور سفیہ بنایا جو عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں بکتا ہے کہ آسمان پھاڑ کر مسیح کا آنا اور حضرت محمد ﷺ کی شان میں بکتا ہے کہ: ''وہ آسمان پھاڑ کر تشریف لے گئے اور واپس تشریف لائے۔مگر وجہ یہ ہے کہ مرزا میں اس کے خدا عاجی کی روح باتیں کرتی ہے۔جیسے کہ اس کا الہام ہے اور اس کے مریدوں میں کسی معلم الملکوت کی روح باتیں کرتی ہے۔

فلسفہ چون اکثرش باشد سفہ پس کل آن
ہم سفہ باشد کہ حکم الکل حکم الاکثرست

اعتقاد فرشتے کوئی نہیں جو کچھ عالم میں ہو رہا ہے۔وہ سیارات کی تاثیرات سے ہو رہا ہے۔مرزا نے توضیح المرام صفحات ۳۳،۳۷،۳۸،۳۹،۴۰،۶۷ میں بکا ہے۔''ملائکہ وہ روحانیات ہیں کہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ یا دسیاتر اور وید کے موافق ارواح کواکب ان کو نامزد کریں۔درحقیقت یہ ملائکہ ارواح کواکب اور سیارات کے لئے جان کا حکم رکھتے ہیں اور عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے انہیں سیاروں کے قوالب اور ارواح کی تاثیرات سے ہو رہا ہے۔''

(توضیح المرام ص ۷۴،۷۵، خزائن ج ۳ ص ۶۷،۶۸)

اقول، مرزا جب کہ فرشتوں کا منکر ہوا تو قرآن وحدیث کا منکر ہوا۔ایمان تفصیلی میں فرشتوں پر ایمان لانا فرض ہے اور منکر اس کا کافر ہے۔یہ خود قرآن شریف ہی کی آیت سے ثابت ہے۔جبرائیل علیہ السلام انبیاء علیہم السلام کے پاس زمین پر کبھی نہیں آئے اور نہ آتے ہیں۔

(توضیح المرام ص ۶۸،۷۰،۷۵، خزائن ج ۳ ص ۶۷،۷۷)

حضرت ﷺ نے صدہا حدیثوں میں فرمایا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آتا

ہے اور یہ ایسا مشہور ہے کہ ادنیٰ درجہ کا طالب العلم بھی جانتا ہے۔ پس مرزا نے رسول اللہ ﷺ کو جھوٹا جانا۔ نعوذ باللہ!

اعتقاد: ''قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں اور قرآن شریف سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے۔'' (ازالہ اوہام ص ۲۵، ۲۶، خزائن ج ۳ ص ۱۱۵)

یہ قرآن شریف کی عیب گوئی وعیب جوئی ہوئی اور یہ کفر ہے۔ واہ رے مرزا کا ایمان قرآن پر۔

اعتقاد: ''براہین احمدیہ (مؤلفہ مرزا) خدا کے حکم سے لکھی ہے۔''

(ازالہ اوہام ص ۵۳۳، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۳)

مرزا نے لکھا ہے کہ ''خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔'' (ازالہ اوہام ص ۵۳۳، خزائن ج ۳ ص ۳۸۶)

اعتقاد! ''قرآن شریف کے معجزات مسمریزم اور شعبدے ہیں۔''

(ازالہ اوہام ص ۴۸۷ تا ۵۰۷، خزائن ج ۳ ص ۵۰۴)

اعتقاد! قرآن شریف میں یہ عبارت ''انا انزلناہ قریباً من القادیان'' موجود ہے۔ دیکھو مرزا کیا بکتا ہے۔ ''جس روز الہام مذکور بالا جس میں قادیان میں نازل ہونے کا ذکر ہے ہوا تھا اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر بآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا۔ ''انا انزلناہ قریباً من القادیان'' تو میں نے سن کر بہت تعجب کیا کہ قادیان کا نام قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے۔ تب انہوں نے کہا کہ یہ دیکھو لکھا ہوا ہے۔ تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقع پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔ تب میں نے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ مکہ، مدینہ، قادیان۔'' (ازالہ اوہام ص ۷۶، ۷۷، خزائن ج ۳ ص ۱۴۰)

اقول، لیجئے یہ خاص آیت قرآن شریف میں درج ہے اور اعزاز کے ساتھ بمثل مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں ثبت ہے۔ پھر کہئے قادیان کے معرب کدعہ بنانے کی کیا ضرورت ہے اور کیونکر۔ مگر افسوس مرزا کے حافظہ پر پہلے تو قادیان کی نسبت اس طور پر بک چکا ہے۔ ''قادیان کا نام پہلے نوشتوں میں استعارہ کے طور پر دمشق رکھ کر

پیش گوئی بیان کی گئی ہوگی۔ کیونکہ کسی کتاب حدیث یا قرآن شریف میں قادیان کا نام لکھا ہوا پایا نہیں جاتا۔“ (ازالہ اوہام ص ۷۷، خزائن ج ۳ ص ۱۳۹)

اوراب بکتا ہے کہ قادیان کا نام قرآن شریف میں موجود ہے۔ مرزا نے یہ عیاری کی کہ امام مہدی تو کرعہ سے نکلے گا اور میرے گاؤں کا نام قادیان ہے۔ کس طور پر مناسبت پیدا کی جائے۔ پس کہہ دیا کہ قادیان کی عربی کدعہ بنائی گئی۔ حالانکہ قادیان تو خود عربی ہے۔ پس مرزا کی کس بات یا الہام پر اعتبار کیا جائے۔ قادی بمعنی جلدی کنندہ یا جنگل سے آنے والا۔ قاموس میں ہے۔”قدت قادية جاء قوم قد اقحموا من البادية والفرس قديانا اسرع “اس کی جمع ہے اور قادیانی اسی کی طرف منسوب ہے۔ یعنی جلدی کرنے والوں یا جنگل سے آنے والوں کا ایک۔ اس مناسب سے میری تفصیل میں ہر بھگوڑے جنگلی کا نام قادیانی ہوا۔ اچھا خیر اصل مطلب پر آتا ہوں۔ مرزا اپنے اعتقاد بے بنیاد کے موافق ٹھیک ٹھیک پتا دیوے کہ یہ آیت ”انا انزلناه قريباً من القاديان “کس پارہ کس سورہ کس رکوع میں ہے۔ مرزا اور تین سو تیرہ مرزائی قرآن شریف سے نکال کر دکھلائیں۔ لیکن ہرگز نہ دکھلاسکیں گے۔ اس سے نعوذ باللہ قرآن شریف کا تنسیخ اور کم وبیش ہونا ثابت ہوتا ہے اور حالانکہ تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ قرآن شریف کا ایک شوشہ بھی کم وبیش نہیں ہوسکتا۔ میں مرزا ہی کا الہام اس امر میں تحریر کردوں وہ خود (ازالہ اوہام ص ۱۳۸، خزائن ج ۳ ص ۱۷۰) میں لکھتا ہے کہ ”ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے۔ ایک شعشہ یا نقطہ اس کے شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہوسکتا اور نہ کم ہوسکتا ہے اور اب ایسی وحی یا ایسا الہام من جانب اللہ نہیں ہوسکتی جو احکام قرآنی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیل یا تغیر کرسکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔“

اقول، مرزا اپنے ہی اعتقاد اور تحریر الہامی سے جماعت مؤمنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہوگیا۔ کسی مولوی صاحب کے فتوے کی بھی ضرورت نہ رہی۔ مرزا کی ہر کتاب میں ایسے تعارض اور تناقض موجود ہیں۔ اس کا خود اس کی کتابوں میں موجود ہے۔ نعوذ باللہ من الحور بعد الكور!

اب میں اسی لفظ کدعہ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ مرزا جو جابجا اپنی کتابوں میں لکھتا ہے کہ قادیان کی عربی کدعہ ہے اور کدعہ سے مراد قادیان ہے۔ پس میں مہدی ہوں جو کدعہ یعنی قادیان سے پیدا ہوا ہوں۔ سو اس میں میرا یہ دعویٰ ہے کہ وہ لفظ کدعہ کا ک، د، ع، ہ سے اصل

حدیث میں ہرگز ثابت نہیں۔ یہ مرزا کا محض دھوکا ہے اور اگر بفرض محال کہیں پایا بھی جائے تو کاتب کی غلطی ہے۔ البتہ صحیح لفظ حدیث کا کرعہ ہے۔ ک، ر، ع، ہ سے بجائے دال مہملہ کے راء مہملہ ہے۔ حافظ محمد لکھویؒ اپنی کتاب احوال الآخرۃ میں فرماتے ہیں۔ جس کا اردو زبان میں مطلب یہ ہے کہ ”حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک دن امام حسنؓ کو دیکھ کر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بیٹا میرا سید ہے۔ اس کی پشت سے ایک مرد ہوگا۔ اس کا نام محمد ہوگا۔ خصلت اس کی رسول اللہ ﷺ سے مشابہ ہوگی۔ زمین کو عدل سے پر کردے گا۔ اس کی والدہ کا نام آمنہ باپ کا نام عبداللہ ہوگا۔ ملک یمن میں ایک بستی ہے۔ کرعہ اس کا نام ہے۔ وہاں سے ہوگا۔ وقت بات کرنے کے صاف نہ بولے گا۔ بوجہ لکنت کے زبان میں پس اپنے رانوں پر ہاتھ مارے گا۔“ اکثر ہوتا ہے کہ جس شخص کی زبان میں لکنت ہوتی ہے وقت بات کرنے کے اڑ کر بولتا ہے اور ران پر ہاتھ مارتا ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ یمن میں ایک قریہ ہے جس کا نام کرعہ ہے جو حضرت ﷺ کے وقت میں موجود اور آباد تھا اور اب بھی موجود ہے۔

موضع قادیان کی تحقیق

دراصل نام اس کا قادیان نہ تھا۔ بلکہ مرزا کے مورث اعلیٰ مسمی قاضی ماجھی نے اس کو آباد کیا۔ بابر بادشاہ کے زمانہ میں اس کا نام اسلام پور قاضی ماجھی رکھا۔ جب اس موضع کے باشندے یزیدی اور شریر ہوگئے تو اسلام پور جاتا رہا۔ محض قاضیان رہ گیا۔ تلفظ عوام میں ضاد کو دال سے مناسبت صوتی ہے۔ قاضیان کا قادیان ہوگیا اور بابر بادشاہ نے ۱۵۲۶ء سے لے کر ۱۵۳۰ء تک ہندوستان وغیرہ میں بادشاہی کی ہے۔ ملا ماجھی صاحب مورث اعلیٰ مرزا کا سلطان سکندر بادشاہ پسر بہلول شاہ لودھی کے وقت میں تھا اور بابر بادشاہ نے کابل سے آکر ابراہیم بادشاہ کو شکست دے کر اس کا تخت لے لیا۔ یہ واقعہ ۱۵۲۴ء کا ہے۔ خیر تاریخی امور کو ترک کر کے ثابت ہوتا ہے کہ قصبہ قادیان مدت چارسو سال سے آباد ہے۔ قبل اس کے آباد نہ تھا۔ یہ تحقیق مرزا کی کتاب (ازالہ اوہام ص ۱۲۲، ۱۲۳، خزائن ج ۳ ص ۱۶۰) میں درج ہے۔ پس ظاہر ہوگیا کہ ظہور و تولد امام مہدی صاحب کی حدیث کو موضع قادیان سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ حدیث کو ۱۳۲۲ برس ہوا اور قادیان اس وقت معدوم تھا۔ اب چارسو سال سے آباد ہوا۔ اگر مرزا اور مرزائی تین سو تیرہ مع مردوں کے بھی شامل ہو جائیں اور قیامت تک تلاش کریں۔ تب بھی ہرگز ثابت نہ کر سکیں گے کہ امام مہدی صاحب کدعہ مغرب قادیان سے پیدا ہوں گے۔ خواہ اپنے عاجی خدا سے گریہ الحاح بھی کرلیں۔ بلکہ معاملہ ہی برعکس ہے۔ کیونکہ اکثر احادیث صحیحہ میں ہے کہ دجال مشرق سے نکلے گا۔ خود مرزا

اس بات کو مانتے ہیں۔ لکھتا ہے:

۱...... ’’دجال مشرق کی طرف سے خروج کرے گا۔ یعنی ملک ہند سے کیونکہ یہ ملک ہند میں عجاز سے مشرق کی طرف ہے۔ متفق علیہ‘‘ (ازالہ اوہام ص ۶۷۹، خزائن ج ۳ ص ۴۹۲)

۲...... ’’حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دجال ہندوستان سے نکلے گا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص ۱۸۵، خزائن ج ۳ ص ۱۸۹)

فقیر کہتا ہے کہ یہ بات بھی ظاہر ہے کہ مرزا کا قادیان ملک ہند میں حجاز سے پورب کو ہے اور کسی حدیث میں یہ بات نہیں کہ امام مہدی صاحب ملک مشرق یا ہندوستان سے ہوں گے۔ بلکہ دجال ہی کے بارہ میں وارد ہے کہ ملک عرب سے پورب کے ملک سے دجال ہوگا۔ جس کو مرزا خود بھی مانتا ہے تو اب ثابت ہوگیا کہ مرزا خود ہی دجال ہے۔ اگرچہ بڑا دجال نہ ہو۔ مگر خلیفۂ دجال تو ہے۔ جب مرزا نے رسالہ انجام آتھم لکھا تو اس وقت ۱۸۹۶ء تھے اور ’’ھذا خلیفة الدجال‘‘ کے اعداد ابجدی سے بھی ۱۸۹۶ء پورے نکلتے ہیں۔ پس انجام آتھم کے لکھنے کے وقت ہی سے خلیفہ دجال ہوا۔ کیونکہ رسالہ انجام آتھم اسی سنہ میں لکھا گیا۔

آنکہ اصلا ہرو برنشناختہ

درچنین جاہا سپر انداختہ

خیال کرنا چاہئے کہ مرزا جو (ضمیمہ انجام آتھم ص ۴۱، خزائن ج ۱۱ ص ۳۲۵) میں بکتا ہے۔ ’’خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا۔‘‘ اقول، کیا مرزا کے ہاتھ پر مکہ معظّمہ کے لوگوں نے رکن یمانی پر بیعت کرلی ہے۔ جیسا کہ امام مہدی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا آچکا ہے۔ بلکہ مکہ معظّمہ تو خواب یا الہام میں بھی دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ کیا ابدال شامی مرزا کے پاس حاضر ہوگئے ہیں۔ جیسے کہ امام مہدی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ بلکہ ابدال سے مرزا ہزاروں کوس بھاگتا تھا۔ کیا غیب سے آواز آئی ہے کہ: ’’ھذا خلیفة اللّٰہ المھدی فاسمعوا لہ واطیعوا‘‘ یہ خلیفہ اللہ تعالیٰ کا مہدی ہے۔ اس کی بات سنو اور تابعداری کرو۔ بلکہ غیب سے تو یہی ارشاد ہو رہا ہے کہ: ’’ھذا خلیفة الشیطان فلا تسمعواله ولا تطیعوا‘‘ یہ خلیفہ ہے شیطان کا، نہ اس کی بات سنو اور نہ اس کی تابعداری کرو۔ یہی آواز ہر طرف سے آرہی ہے۔ ہر طرف سے مرزا کی تکذیب اور تکفیر کے فتاوے اور رسالے آرہے ہیں۔ جب کہ مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ ہی کے لوگوں نے صاف حکم کفر کا مرزا پر کردیا تو اب اور کس جگہ کا اعتبار ہوگا۔ دیکھو مرزا خود لکھتا ہے ’’مکہ اسلام کا مرکز ہے اور لاکھوں صلحا اور علماء اور اولیاء اس میں جمع ہوتے ہیں اور ایک

ادنیٰ امر بھی جو مکہ میں واقع ہو فی الفور اسلامی دنیا میں مشہور ہو جاتا ہے۔''

(ست بچن ص ۲۳، خزائن ج ۱۰ ص ۱۳۵)

جب مرزا بڑے گھر سے نکالے جا چکے اور مکے سے دھکے لگے تو اب دنیا بھر میں کیوں نہ مشہور ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی کذاب اور دجال ہے۔ افسوس مہدی بننا چاہتا ہے اور ایک بات بھی مہدی کی اس میں نہیں پائی جاتی۔ از کتاب کلمہ فضل رحمانی!

مرزا کا الہام دروغ ہوا

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۴۱، خزائن ج ۱۱ ص ۳۲۵) میں بکا ہے۔'' دور دور سے اس کے دوست جمع کرے گا۔ جن کا شمار اہل بدر کے شمار کے برابر ہوگا۔ یعنی ۳۱۳ تین سو تیرہ ہوں گے اور ان کے نام بقید مسکن و خصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہوں گے۔ یہ پیش گوئی میرے حق میں پوری ہوئی۔''

اقول، مرزا کے وہی تین سو تیرہ دوست ہیں جن میں انہوں نے سترہ آدمی مدتوں کے فوت شدہ کو لکھ کر تعداد پوری کی ہے۔ کیا عمدہ فخر کی بات ہے کہ چورانوے کروڑ مسلمانوں مقبولہ سے مرزا کے صرف تین سو تیرہ ہی دوست ہیں۔ وہ بھی بعض تنخواہ لینے والے، آپ صاحبوں کو معلوم ہوگا کہ مسیلمہ کذاب جس نے حضرت ﷺ کے زمانے میں پیغمبری کا کاذب دعویٰ کیا تھا۔ اس کے ساتھ لاکھ آدمی سے زیادہ معتقد تھے اور مہدی سوڈانی کے پاس بھی جو مرزا کے یوم ولادت میں برابر تھا تین لاکھ فوج جاں نثار محض مفت سر دینے والی موجود تھی۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ ملک ایران میں ایک شخص جس کا نام باب تھا۔ بیشمار معتقد اس کے پاس موجود تھے۔ پھر ذرا رام سنگھ کو دیکھو کہ ایک لاکھ تو اس کے ساتھ بھی مفت بلا تنخواہ ہی ہو گیا تھا۔ اب بھی ہزاروں اس کی عدم موجودگی میں موجود ہیں۔ پھر مرزا کو تین سو تیرہ معتقد پر کیا فخر ہونا چاہئے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی محمد احمد سوڈانی سے مطابقت

چونکہ مہدی سوڈانی محمد احمد نامی کا تذکرہ درمیان میں آ چکا ہے۔ جس کی مطابقت مرزا کی تاریخ پیدائش وظہور و دعویٰ وغیرہ امورات میں ٹھیک ہوتی ہے۔ اس لئے جناب مولوی محمد فضل الدین صاحب مالک مطبع اخبار وفادار کی مرتبہ کتاب سے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔'' وھو ھذا '' ان کے یعنی مہدی سوڈانی کے عالم وجود میں آنے کا زمانہ سن ہجری ۱۲۵۹ اور سن عیسوی ۱۸۴۲ اور ان کے ظہور مہدویت کی تاریخ اگست مطابق رمضان ۱۸۸۱ء سے محسوب ہوتی ہے اور ان کے اعلان مہدویت کا خلاصہ یہ تھا کہ میں ہی وہ مہدی موعود ہوں جس کا تمہیں دس گذشتہ

صدیوں سے انتظار تھا اور میں ہی وہ آخر الزمان ہوں جو اس مشکل مسئلہ کو حل کروں گا کہ مسلمانوں کے پولیٹکل نفاق کو دور کروں اور ان کو ایک ہی سچی راہ شریعت پر چلاؤں اور حشر ونشر کی سہولتوں کے لئے تیار کروں اور مخالفان اسلام کا دشمن اور محبان اسلام کا دوست اور حامی بنا رہوں'' اور اس نے اپنا نام محمد احمد لکھا جو غالباً زیادہ اعتبار کے لائق ہے۔ بہرحال وہ بھی تمام قرائن کی رو سے کاذب تھا۔ مگر پھر بھی ایک نہایت درجہ کا محتاط، پرہیزگار، عالم فاضل اسلام پرست تھا۔ جس کی علمی اور تمدنی لیاقتوں کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ آج ان کے پاس کم وبیش ۳ لاکھ جاں نثار خداواسطے لڑنے کو موجود ہیں۔ ان کے تین ہمعصر اور بھی مہدی کہلاتے ہیں۔

کتاب کلمہ فضل رحمانی میں ہے کہ ''راقم آثم کے دل میں پروردگار نے فتنۂ پیدائش قادیانی کا یوں القا کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تبارک اسمہ پارۂ واعلموا میں فرماتا ہے کہ: ''الا فی الفتنۃ سقطوا'' یعنی آگاہ ہو جاؤ وہ فتنے میں گرے۔ گویا عوام کو ان کے فتنہ سے آگاہی دی گئی ہے۔ اس آیت شریفہ سے بحساب ابجد ۱۲۵۹ سن پیدائش مرزا کا نکلا اور یہی ۱۲۵۹ مہدی سوڈانی کی پیدائش کا سن بھی ہے۔ مرزا خود اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں لکھتا ہے کہ سو یہی سن ۱۲۷۵ھ جو آیت ''واخرین منھم لما لم یلحقوا بھم'' کے حروف کے اعداد سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس عاجز کے بلوغ اور پیدائش ثانی اور تولد روحانی کی تاریخ ہے۔ یعنی ۱۲۷۵ھ کو مرزا جوان اور بالغ ہوا اور یہی ''شباب ظلم'' کا بھی ہے۔ اس کے اعداد بھی ۱۲۷۵ ہیں۔ جب پندرہ سال بلوغت کے اس سے نکال دیئے جائیں تو ۱۲۵۹ بارہ سو انسٹھ پیدائشی سال مرزا کا رہتا ہے۔ جس کی خبر باری تعالیٰ ''الا فی الفتنۃ سقطوا'' میں دی ہے اور یہی تاریخ مہدی کاذب سوڈانی کی بھی ہے۔ مہدی سوڈانی کی تاریخ ظہور ۱۸۸۲ ہے۔ وہی تاریخ مرزا کی مجددیت اور مثیل مسیح وغیرہ کی ہے۔ جیسا اس نے خود (براہین احمدیہ حصہ سوئم ص ا) پر لکھا ہے۔ مرزا کہتا ہے کہ ''میں تیرھویں صدی پر ہوا۔ میرے نام کے اعداد بھی پورے تیرہ سو ہیں۔'' غلام احمد قادیانی ''اسی واسطے میں مجدد اور مسیح موعود ہوں۔'' مرزا اس کو اپنے دعویٰ پر بڑی قوی دلیل جانتا ہے۔ (براہین احمدیہ ص ۱۹۰، خزائن ج ۳ ص)

حضرات! ذرا خیال کرنا چاہئے۔ کیا اگر اور کسی کے نام کے بھی اعداد پورے تیرہ سو نکل آئیں تو کیا وہ بھی تیرھویں صدی کا مجدد ہوگا۔ ہم نہ مانیں گے۔ مگر مرزا اور مرزائیوں کو ضرور ماننا چاہئے۔ لیجئے سنئے۔ چند آدمیوں کے پورے ۱۳۰۰ اعداد میں نکال دیتا ہوں۔ ان کو بھی مجدد کہنا ہوگا۔ حالانکہ مرزا ان میں سے بعض کو سخت گالیاں دے چکا ہے۔

۱...... مہدی کاذب محمد احمد برم (عاجز) سوڈانی۔ ۱۳۰۰

مرزا کا بھائی جو خاکروبوں کا پیغمبر موجود ہے۔ یعنی

۲...... مرزا امام الدین ابو اوتار لال بیگیان قادیانی۔ اس کے نام کے اعداد بھی تقریباً تیرہ سو ہیں۔

مرزا کا فاضل حواری نور الدین موجود ہے۔ یعنی

۳...... مولوی حکیم نور الدین مستہام (حیران) بھیروی۔ ۱۳۰۰

مرزا کے ایک دوست بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ یعنی

۴...... مولوی کامل سید نذیر حسین دہلوی۔ ۱۳۰۰

علیٰ ہذا القیاس اور جس قدر نام چاہوں نکالوں۔ ان کے عدد تیرہ سو پورے کرتا چلا جاؤں۔ لیکن کیا اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ فلاں کس مجدد یا مسیح موعود اور مہدی مسعود ہے۔ ہرگز نہیں۔ مرزا کا اپنے نام کے اعداد نکال کر دعویٰ پیغمبری کرنا محض بیہودہ اور ہیچ و پوچ بازیچۂ طفلان ہے۔'' (کلمۂ فضل رحمانی) اقول، سب سے لطیف تر بلکہ قرآنی معجزہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ ''تنزل علیٰ کل افاك اثیم '' شیطان اترتے ہیں۔ ہر بڑے بہتان ہائے گنہگار پر یہ پوری آیت کریمہ ہے اور اس کے عدد پورے تیرہ سو، بلاشبہ مرزا پر شیطان اترا کرتے تھے اور انہیں کے وسوسوں کو مرزا وحی جانتا تھا۔

مرزا کی نحوست کا بیان

جب سے مرزا پیدا ہوا اس کی موت تک ملک پر تنگی اور قحط اور بلایا اور فتن ہی جوش زن ہے۔ کیا مہدی موعود ایسا ہی ہوگا۔ جو تمام عالم کے لئے زحمت اور محنت ہوگا۔ سنئے! مرزا کی تاریخ بلوغ ۱۲۷۳ مطابق ۱۸۵۷ء زمانہ غدر گزرا ہے اور لوگوں کو یاد ہے کہ کیا کیا حالتیں مخلوقات کی ہوئیں۔ جو ناگفتہ بہ ہیں۔ حتیٰ کہ سلطنت اسلامی کی رہی سہی رونق کا بھی ستیاناس ہو گیا۔ بہادر شاہ کو جلاوطن کر کے دہلی سے رنگون میں پہنچایا اور ان کے دو بیٹے اور ایک پوتا دہلی کے فتح ہوتے ہی گولی سے مار ڈالے گئے۔ دیکھو واقعات ہند کا ص ۲۳۱۔ پھر جب ۱۸۹۶ء و ۱۸۹۷ء میں دعویٰ مہدی مسعود ہونے کا کیا تو تمام جہان کو قحط سخت و امساک باران و وبائے طاعون اور زلزلوں نے برباد کر دیا۔ یہ اثر مرزا کی نحوست کا اب تک باقی ہے۔ نعوذ باللہ ایسے مہدی مردود سے۔ مرزا نے اپنے اعتقاد میں جو جو غلط اور جھوٹ بکا ہے وہ تحریر کرتا ہوں۔

الف...... ''سنت جماعت کا مذہب ہے کہ امام مہدی فوت ہو گئے۔ آخری زمانے میں انہیں کے نام پر ایک اور امام پیدا ہوگا۔ لیکن محققین کے نزدیک مہدی کا آنا کوئی امر یقینی نہیں

ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص ۴۵۷، خزائن ج ۳ ص ۳۴۴)

ب...... ’’امام مہدی کا آنا بالکل صحیح نہیں ہے۔ جب مسیح بن مریم آوے گا تو امام مہدی کی کیا ضرورت ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص ۵۱۸، خزائن ج ۳ ص ۳۷۸)

انجام آتھم میں تو عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے بھی منکر ہو گیا تھا۔

(انجام آتھم ص ۶۸، خزائن ج ۱۱ ص ۶۸) مرزا کی تصنیف میں بکتا ہے کہ ’’من آمدن ہیچ مسیح خونی ومہدی خونی قائل نمی باشم۔‘‘

فقیر کہتا ہے کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ کہ میں مہدی موعود ہوں۔ علاوہ اس بحث اور دلائل کے جو پیچھے گذر چکے ہیں۔ ان کی اپنی ہی تحریرات الہامی سے باطل ہو گیا اور باطل بھی ایسا کہ تاویل بھی گنجائش نہیں رکھتی۔ مرزائیوں کے لئے شرم کرنے اور ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ مرزا خود ہی لکھتا ہے کہ مہدی کا آنا بالکل صحیح نہیں ہے۔ ابن مریم کے آنے سے مہدی کی کوئی ضرورت نہیں۔ پھر اسی مہدی کا ادعائی بنتا ہے کہ حدیث کے مطابق میں ہی مہدی ہوں اور کیسی جمہور کی مخالفت کر کے سیدھے مسلمانوں کو دھوکا دیا کہ اہل سنت وجماعت مذہب نہیں۔ مگر سچ ہے کہ جب کسی کے دماغ میں فتور آجاتا ہے تو اس کو اگلی پچھلی باتیں یاد نہیں رہا کرتیں۔ اشرف الانبیاء اور دوجہاں کے سردار رسول اللہ ﷺ کی باتوں میں چون وچرا کرنا سخت گستاخی اور بے ادبی ہے۔ جس کا نتیجہ خراب ہے۔ حضرت ﷺ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی علیہما السلام دونوں کا آنا قیامت کی حالات سے بیان فرماتے ہیں اور صدہا احادیث میں مذکور ہوا اور مرزا کہتا ہے کہ کیا ضرورت ہے۔ مسلمانوں کی خدمت میں عرض ہے کہ اللہ عزوجل کے کاموں کے لئے ضرورت وعلت تلاش کرنی عجب گمراہی ہے۔ جب کہ رسول کریم ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ امام مہدی آئیں گے تو اب مسلمان کو ضرورت اور علت تلاش کرنے کی کیا حاجت ہے۔ دل اور جان سے ماننا چاہئے۔ بمقابلہ روشن نص جلی وانی کافی کے اپنے قیاس اور عقل کو دخل دینا شیطانی کام ہے۔

(عینی ج ۴ ص ۶۰۸) میں ہے۔ ’’وفیہ قول عمرؓ التسلیم للشارع فی امور الدین وحسن الاتباع فیمالم یکشف من معانیہا وقال الخطابی فیہ تسلیم الحکمۃ وترک طلب العلل وحسن الاتباع فیمالم یکشف لنا عنہ من المعنی وامور الشریعۃ علیٰ ضربین ماکشف عن علتہ ومالم یکشف وھذا لیس فیہ الاتسلیم ۰ انتہی‘‘

’’قولہ‘‘ میں ایک مسلمان ہوں۔ ’’اٰمنت باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ

والبعث بعد الموت‘‘ (ازالہ اوہام ص۲ ٹائٹل،خزائن ج۳ص۱۰۳)

اعتقاد: قبل اس سے توضیح المرام کی عبارت میں مرزا نے بکا تھا کہ فرشتے کوئی چیز نہیں۔ ارواح کواکب اور تاثیرات کواکب سے عبارت ہے اور اب ملائکہ پر ایمان لایا۔ اس کا باعث بھی وہی حافظہ کا فتور ہے۔ ورنہ اگر یاد ہوتا کہ میں پہلے فرشتوں کا انکار کر چکا ہوں تو اب کبھی اقرار نہ کرتا۔ مگر اس میں دو باتیں اور مرزا کی قباحت اعتقاد پر پائی گئیں کہ وہ قیامت اور قدر پر ایمان نہیں رکھتا۔ ’’والیوم لآخر والقدر خیره وشره من للّٰہ تعالیٰ ‘‘ پر ایمان ضروری ہے۔ اس کا منکر کافر ہے اور اس کا منکر گمراہ بددین فاجر۔

اعتقاد: ’’پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ مسیح دجال جس کے آنے کی انتظاری تھی۔ یہی پادریوں کا گروہ جوٹڈی کی طرح دنیا میں پھیل گیا ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۴۹۵،۴۹۶،خزائن ج۳ص۳۶۶)

اقول، مرزا کے اعتقاد میں دجال پادری ہیں اور کوئی دجال نہیں آئے گا اور اہل اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ نکلنا دجال اور یاجوج ماجوج کا اور نکلنا سورج کا مغرب سے اور اترنا حضرت عیسیٰ کا آسمان سے اور باقی تمام نشانیوں قیامت کا حق ہے۔ فقہ اکبر!

اعتقاد: ’’وہ گدھا دجال کا اپنا ہی بنایا ہوا ہوگا۔ پھر اگر وہ ریل نہیں ہے تو اور کیا ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۶۸۵،خزائن ج۳ص۴۷۰)

مرزا مہدی ہو کر دجال کے گدھے پر سوار ہوتا ہے۔ کیا یہ بھی اس کو الہام ہوا ہوگا کہ مہدی دجال کے گدھے پر سوار ہوگا۔

اعتقاد: ’’یاجوج ماجوج سے دو قومیں انگریز اور روس مراد ہیں اور کچھ نہیں۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۵۰۲،۵۰۸،خزائن ج۳ص۳۶۹،۳۷۳)

اقول، مطلب یہ ہوا کہ یاجوج ماجوج کوئی نہیں ہوں گے۔ اس اعتقاد کے سبب سے آیت اور حدیث صحیح پر اعتقاد نہ رہا اور انکار پایا گیا جو کفر ہے۔ معلوم نہیں کہ اور قوموں کو کیوں ترک کیا جو فقط دو ہی قوم کفار انگریز اور روس کو یاجوج ماجوج بنایا۔

اعتقاد: ’’دابۃ الارض وہ علماء اور واعظین ہیں جو آسمانی قوت اپنے میں نہیں رکھتے۔ آخری زمانہ میں ان کی کثرت ہوگی۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۵۱۰،خزائن ج۳ص۵۷۳)

اقول، مطلب یہ ہوا کہ دابۃ الارض علماء ہیں اور کچھ نہیں ہے۔ پس دابۃ الارض سے بھی انکار ہوا۔

اعتقاد: ’’دخان سے مراد قحط عظیم وشدید ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص ۵۱۴، خزائن ج ۳ ص ۳۷۵)
اقول، مطلب مرزا کا یہ ہے کہ دخان جو صحیح حدیث میں وارد ہے۔ وہ کچھ نہ ہوگا۔ یہ صحیح حدیث سے انکار ہوا۔

اعتقاد: ’’مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی آفتاب سے منور کئے جائیں گے اوران کو اسلام سے حصہ ملے گا۔‘‘

(ازالہ اوہام ص ۵۱۵، خزائن ج ۳ ص ۳۷۶)

اقول، یہ بھی صحیح حدیثوں سے انکار ہے اور جب آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا۔ توبہ کا دروازہ بند ہوگا۔ کافر اسلام لائے تو قبول نہیں۔ فاسق توبہ کرے تو قبول نہیں۔ ’’قال اللّٰہ تعالیٰ یوم یأتی بعض ایت ربك لا ینفع نفسا ایمانها لم تکن اٰمنت من قبل‘‘ اسلام پھیلنے کی اچھی برکت ہوئی کہ اسلام ہی قبول نہیں۔ پھر مرزا ہدایت عبث کرتا اور اپنی دعوت میں قرآن عظیم کا مخالف تھا۔ جب ایمان قبول ہی نہیں تو دعوت کس لئے۔ مرزا کا نبی بنانے والا بھی عجب احمق تھا کہ مردود چیز مانگنے کے لئے مرزا کو مقرر کیا۔

اعتقاد: ’’کسی قبر میں سانپ اور بچھو دکھاؤ۔‘‘ (ازالہ اوہام ص ۴۱۵، خزائن ج ۳ ص ۳۱۶)
اقول، اب عذاب قبر سے بھی انکار کردیا۔ جب نہ دیکھے تھے اب تو ہر وقت انہیں سے پالا پڑتا ہوگا۔ جو چیز نظر نہ آئے اس پر ایمان نہ لانا ہی ملحد دہریہ کا شبہ ہے کہ خدا ہے تو دکھاؤ۔

اعتقاد:

ہفتد وہفتاد قالب دیدہ ام
بارہا چون سبزہ ہارُوئیدہ ام

(ست بچن ص ۸۴، خزائن ج ۱۰ ص ۲۰۸)

اب تناسخ کا بھی اعتقاد کرلیا جو ہنود اور کفار کا اعتقاد ہے اور کیوں نہ ہو کہ مرزا جی مہاراج کرشنی اوتار بھی تو ہیں۔

اعتقاد: (الہام) ’’ہم نے تم کو بخش چھوڑا ہے جو جی چاہے سو کر۔‘‘

(براہین احمدیہ ص ۵۶۰، خزائن ج ۱ ص ۶۶۸)

اصل عبارت عربی یہ ہے۔ ’’ما شئت فانی قد غفرت لك‘‘

اعتقاد: ’’(الہام) ہم نے تجھے کھلی کھلی فتح دی ہے۔ یعنی کھلی کھلی فتح دیں گے تاکہ تیرا خدا (عاجی) تیرے اگلے پچھلے گناہ بخش دے۔‘‘ (انجام آتھم ص ۵۷، خزائن ج ۱۱ ص ۳۴۱)

فقیر کہتا ہے کہ چونکہ مرزا کو حسب دلخواہ عمل کرنے کا حکم خدا سے ہو چکا ہے۔اسی واسطے پیغمبروں کو گالیاں دیتا ہے اور آیات اور احادیث اور ضروریات دین سے انکار کرتا ہے۔ جب کہ پہلے ہی سے معافی کی دستاویز مل چکی ہے تو اب کس بات کا خوف رہا۔ البتہ یہ دستاویز دینے والا عاجی خدا ہوگا۔ ہاتھی دانت کا یا گوبر کا۔

اعتقاد: ’’قولہ ومن دخلہ کان اٰمنا ‘‘ہم نے تیرے سینہ نہیں کھولا۔ہم نے ہر ایک بات میں تیرے لئے آسانی نہیں کی کہ تجھ کو بیت الفکر اور بیت الذکر عطاء کیا۔ بیت الفکر سے اس جگہ وہ چوبارہ مراد ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف کے لئے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے اور بیت الذکر سے مراد وہ مسجد ہے جو اس چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے اور’’ ومن دخلہ کان اٰمنا‘‘ اس مسجد کی صفت میں بیان فرمایا ہے۔‘‘ (براہین احمدیہ ص ۵۵۹، خزائن ج ا ص ۶۶۶)

اقول’’ وعلیٰ اعتقاد ذلك المهدی الضال المضل ابول ‘‘ یہ آیت شریفہ مسجد حرم بیت اللہ شریف کے حق میں وارد ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ مسجد نبوی ﷺ اور مسجد بیت المقدس کے بارہ میں ایسا فرمان نہ آیا۔مگر مرزا کی مسجد قادیان میں اس کے حق میں یہ فرمان وارد ہوا۔مرزا کے خدا عاجی نے اس کے سارے گناہ بھی بخش دیئے جو اس کا جی چاہے وہی کرے اور پھر اس کی مسجد میں جو کوئی داخل ہوا وہ پروردگار کے عذاب سے امن میں ہوا۔قادیان کو مکہ بنایا اور اپنی مسجد کو مسجد حرم اور بیت اللہ بنایا۔پس اسی واسطے حج کو نہیں گیا۔اب عرب کے ملک کو مشقت کر کے حج کی کیا ضرورت رہی۔مرزا کے بھائی مرزا امام الدین اوتار لال بیکیان نے بھی قادیان میں چوہڑوں کا حج مقرر کیا تھا۔دیکھو کتاب وید حق مؤلفہ مرزا امام الدین۔

اعتقاد: مرزا مسلمانوں کے دشمن جانی ہیں۔قولہ’’ جو شریر بدباطن نالائق نام کے مسلمان جمعہ کی نماز نہ پڑھیں گے وہ گورنمنٹ برٹش انڈیا کے باغی ہیں۔ان کو سزا ملنی چاہئے۔‘‘ دیکھو اشتہار جمعہ کی تعطیل کا مورخہ یکم رجنوری ۱۸۹۶ء، مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۲۲۴، پس دیہاتی مسلمان جہاں نماز جمعہ نہیں پڑھی جاتی سب باغی ہوئے۔نعوذ باللہ!

اعتقاد: مرزا اپنی کتابوں میں تصویریں بھی بناتا تھا۔’’ تصویر یسوع کی شکل پر مجسم بیٹا۔ تصویر کبوتر کی شکل پر مجسم روح القدس، تصویر آدم کی شکل پر مجسم باپ۔‘‘

(انجام آتھم ص ۳۵، خزائن ج ۱۱ ص ۳۵)

(تین تصویریں کبوتر، آدم، یسوع کی بنائی ہیں) پس مرزا کا عمل احادیث صحیحہ کے

خلاف پر پایا گیا۔ کیا یہی مہدی ہے۔نہیں نہیں بلکہ صاف ضال مضل کاذب ہے اور یہ تین لیئے تو نصاریٰ کے، باپ کیوں بدل لیا وہی اپنے گوبر والے کی تصویر دی ہوتی۔

اعتقاد: مرزا کا کوئی پیرو مرشد نہیں ہے۔قولہ ''میرا کوئی والد روحانی نہیں ہے۔ کیا تم ثبوت دے سکتے ہو کہ تمہارے سلاسل اربعہ نقشبندی، قادری، چشتی، سہروردی میں سے کسی سلسلہ میں داخل ہے؟۔'' (ازالہ اوہام ص ۶۵۸ تا ۶۶۰، خزائن ج ۳ ص ۴۵۶)

سچ ہے۔''من لم یکن له شیخ فشیخه الشیطان'' بے پیرے کا پیر شیطان۔

مرزا اپنے مریدوں سے چندہ یک مشت اور ماہوار وصول کر کے اپنے آرام کا مکان اور سامان تیار کرتا ہے۔قولہ ''ہم کو مکان فراخ کرنے کا دوبارہ الہام ہوا ہے۔ جماعت مخلصین دو ہزار روپیہ جلد بہم پہنچائیں اور پہلے سے ثابت قدم ہو جائیں۔'' (دیکھو اشتہار مورخہ ۱۷ فروری ۱۸۹۷ء، مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۳۲۷) اللہ کے سچے رسولوں کو تو ہمیشہ یہ الہام ہوا کہ: ''مااسئلکم علیه من اجر'' مگر شیطانی رسول کا یہی الہام چاہئے کہ لاتے جاؤ دھرتے جاؤ۔

مرزا پکا طالب دنیا اور عبدالدینار والدراہم تھا

قولہ ''مالی فتوحات آج تک پندرہ ہزار کے قریب فتوح غیب کا روپیہ آیا۔ جس کو شک ہو۔ڈاک خانہ کی کتابیں دیکھ لے۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۸، خزائن ج ۱۱ ص ۳۶)

''حاجی سیٹھ عبدالرحمٰن اللہ رکھا تاجر مدراس نے کئی ہزار روپیہ دیا۔''

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۸، خزائن ج ۱۱ ص ۳۱۸)

''شیخ رحمت اللہ صاحب دو ہزار سے زیادہ دے چکے ہیں۔ منشی رستم علی کورٹ انسپکٹر گورداس پور بیس روپیہ ماہوار دیتے ہیں۔ حیدر آباد کا مولوی سید مردان علی، مولوی سید ظہور علی، مولوی عبدالمجید دس دس روپیہ اپنی تنخواہ سے دیتا ہے۔خلیفہ نورالدین صاحب پانچ سو روپیہ دے چکے ہیں۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۸، ۲۹، خزائن ج ۱۱ ص ۳۱۲)

مرزا نے برائی اور حرام کی کمائی کے مال کے لئے درخواست کی تھی

مرزا کو معلوم ہوا کہ ''اللہ دیا نام ایک نقارچی گانے بجانے والا برے کاموں اور ناجائز پیشے سے تائب ہو کر موحد مسلمان ہو گیا اور اس کے پاس چند ہزار روپیہ حرام کی کمائی کا موجود تھا۔ جس کو وہ بوجہ پرہیز گاری کے صرف نہ کرتا تھا۔مرزا نے یہ خبر فرحت اثر سن کر فوراً کہلا بھیجا کہ وہ روپیہ میرے پاس بھیج دو۔ہم اشتہارات وغیرہ میں صرف کر دیں گے۔ جب اس نے علماء سے

فتویٰ پوچھا تو علماء نے منع کر دیا۔ اس سبب سے مرزا کا یہ شکار بھی خالی گیا۔‘‘

(رسالہ تائید آسمانی تصنیف منشی محمد جعفر تھانیسری مطبوعہ اختر ہند پریس امرتسر ۲۳ر جولائی ۱۸۹۲ء)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر تشریف لے جانا اور اس کا ثبوت اور پھر اترنا قبل روز قیامت کے تفسیر ابن کثیر کی عبارت عربی کا مطلب بیان کرتا ہوں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ جب خداوند تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھانے کا ارادہ کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مکان میں جو چشمہ تھا اس سے باہر نکل کر اس حال میں کہ آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ اپنے بارہ (۱۲) حواریوں [۱] کے پاس تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ بے شک تم میں سے ایک شخص مجھ پر ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ کافر ہوگا۔ بعد ازاں فرمایا کہ کون شخص ہے تم میں سے جس پر میری شباہت ڈالی جائے اور وہ میری جگہ مقتول ہو اور میرے درجے میں میرے ساتھ رہے۔ پس ایک جوان شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ میں ہوں۔ یا رسول اللہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو فرمایا کہ تو بیٹھ جا اور آپ نے دوبارہ پھر اسی لفظ کا اعادہ فرمایا۔ پھر وہی شخص کھڑا ہوا۔ غرض چوتھی مرتبہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو ہی وہ شخص ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت اس پر ڈالی گئی۔ یعنی بعینہ مثل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہر ایک چیز میں ہوگیا۔ باذن پروردگار! اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشندان سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔

بعد ازاں یہود کے جاسوس آئے اور اس شبیہ کو پکڑا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر مقتول اور مصلوب کیا۔ پھر بعض لوگ بارہ مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پھر گئے۔ بعد ایمان کے اور اس کے بعد تین فرقے ہوگئے۔

ایک فرقہ اس امر کا قائل ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے درمیان میں خدا ہو کر رہا۔ جب تک اس نے چاہا پھر آسمان کی طرف چڑھ گیا۔ اس فرقے کو یعقوبیہ کہتے ہیں۔

دوسرے فرقے نے کہا کہ خدا کا بیٹا تھا۔ جب تک اس نے چاہا ہم میں رہا۔ خداوند کریم نے اپنی طرف اس کو اٹھالیا۔ اس گروہ کا نام نسطوریہ ہے۔

---

[۱] حواریوں میں اختلاف ہے کہ یہ کون لوگ تھے۔ بعض نے کہا مچھلی پکڑنے والے تھے۔ بعض نے کہا رنگ ساز، بعض نے کہا اوّل میں اور قوم تھی بعد کو وہ لوگ کپڑے دھونے والے ہوگئے۔ بعض نے کہا بادشاہ تھے اور یہ بھی جائز ہے کہ بعض رنگریز ہوں۔ بعض کپڑے دھونے والے، بعض ماہی گیر، بعض بادشاہ۔ سب بارہ تھے یا تیرہ یا زائد۔

تیسرے [1] فرقے کا یہ مذہب تھا کہ خدا کا بندہ اوراس کا رسول ہمارے گروہ میں رہا۔ جب تک خداوند کریم نے چاہا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا۔اس گروہ کو مسلمان کہتے ہیں۔

پھر دونوں فرقے کافروں کے مسلمانوں کے فرقے پر غالب آئے اور قتل کر ڈالا۔ پھر اسلام معدوم رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور یہ اسناد صحیح ہے ابن عباسؓ کی طرف اور روایت کیا اس اثر کو نسائی نے ابی کریب سے انہوں نے ابی معاویہ سے مثل طریق مذکور کے اور اسی طرح ذکر کیا بہت علما سے متقدمین نے ،اور روایت کیا عبد بن حمید اور ابن مردویہ اور ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت مجاہد سے کہ یہود نے دار پر چڑھایا عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ کو، اس حال میں کہ گمان کرتے تھے اس شبیہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ،اور حالانکہ مسیح علیہ السلام کو پروردگار نے زندہ آسمان پر اٹھالیا اور قتادہ تابعی شاگرد انسؓ سے بھی ایسا ہی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے پر فخر کرتے تھے۔مگر ان کا گمان غلط ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور ان کی شبیہ ایک شخص پر ڈالی گئی اور وہی قتل کیا گیا،اور روایت کیا ابن جریر نے سدی تابعی شاگرد ابن عباسؓ سے کہ فرمایا سدی نے کہ محاصرہ کیا یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کا مع ان کے مددگاروں کے ایک مکان میں۔ پس فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو کہ تم میں سے کون قبول کرتا ہے صورت میری تاکہ قتل کیا جائے اور واسطے اس کے جنت ہو پس قبول کیا ایک نے ان میں سے اور اٹھائے گئے عیسیٰ علیہ السلام طرف آسمان کے،یہی ہے مضمون پروردگار کے قول کا " ومكروا ومكر الله والله خير الماكرين ۰ واخرج ابن جرير عن ابی مالك ان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ۰ قال ذالك عند نزول عيسىٰ ابن مريم لا يبقى احد من اهل الكتاب الا اٰمن به " اور اخراج کیا ابن جریر نے ابی مالک سے بیچ تفسیر قول باری تعالیٰ " وان من اهل الكتاب " کے فرمایا انہوں نے یہ بات نزدیک نزول عیسیٰ ابن مریم کے ہوگی۔یعنی اس زمانے میں جو اہل کتاب ہوگا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے گا۔قبل موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے،اور اخراج کیا عبد بن حمید اور ابن المنذر نے شہر بن حوشب سے کہ روایت ہے محمد بن علیؓ بن ابی طالب سے آیت مذکورہ کی تفسیر میں کہ ہر ایک اہل کتاب کو ملائکہ منہ اور چوتڑ پر ماریں

---

[1] بلکہ چار فرقے ہوئے تھے۔یعقوبیہ نسطوریہ، ملکانیہ، اہل حق، ملکانیہ کا یہ مذہب تھا کہ خدا تین ہیں۔اللہ تعالیٰ اور بی بی مریم اور عیسیٰ۔

(السبعیات الامام ابی نصر محمد بن عبدالرحمٰن الہمدانی ص ۳۹)

گے اور کہیں گے کہ تم جھوٹ بولے تھے کہ مسیح خدا ہے۔ بلکہ عیسیٰ علیہ السلام تو روح اللہ اور کلمتہ اللہ ہے۔ وہ فوت نہیں ہوئے اور اٹھائے گئے ہیں۔ آسمانوں پر پھر نازل ہوں گے۔ قیامت سے آگے پس کل اہل کتاب ایمان لائیں گے۔ ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قبل موت عیسیٰ علیہ السلام کے، اور انہیں محمد بن حنفیہ یعنی محمد بن علیؓ بن ابی طالب سے روایت ہے کہ قوم یہود ملعون باوجودیکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بڑے بڑے معجزے دیکھ چکے تھے اور پھر ان کی تکذیب اور مخالفت اور ایذارسانی میں اس قدر کوشش کرتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام کسی بستی میں یہود کے ہمراہ رہ نہیں سکتے تھے اور اپنی والدہ ماجدہ کو ہمراہ لے کر سیر کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بیت المقدس میں تشریف لے گئے۔ پس یہود ملعون نے وہاں کے کافر ستارہ پرست بادشاہ سے جا کر کہا کہ بیت المقدس میں ایک شخص فتنہ گر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ پس بادشاہ نے غصہ ہو کر اپنے نائب کو قدس میں لکھا کہ کوشش کر کے اس شخص کو پکڑ کر، دار پر چڑھادے اور اس کے سر پر کانٹا رکھ دے اور لوگوں کو اس کے ضرر سے بچالے۔ پس والئی بیت المقدس یہود کی جماعت ہمراہ لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس مکان میں تھے گیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو مع ان کے اصحاب کے جو تعداد میں بارہ تھے یا تیرہ یا سترہ بند کر دیا۔ بعد عصر کے جمعہ کے روز سنیچر کی رات میں۔ پس عیسیٰ علیہ السلام جان چکے کہ یہود آکر مجھ کو پکڑیں گے اور باہر نکالیں گے۔ پس اپنے حواریوں سے فرمایا کہ کون شخص تم میں سے قبول کرتا ہے کہ وہ میری صورت بن جائے اور میرے شبہے میں قتل کیا جائے اور جنت میں میرا رفیق ہو۔ پس قبول کیا اس بات کو ایک جوان نے مگر عیسیٰ علیہ السلام نے اس پر اعتبار نہ کیا۔ یہاں تک کہ تین بار عیسیٰ علیہ السلام نے وہی بات لوٹائی۔ پس وہی جوان قبول کرتا گیا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک تم ہی ہو۔ پس پروردگار نے عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت اس پر ڈال دی۔ جیسا کہ بعینہ عیسیٰ علیہ السلام ہی ہو گیا اور ایک روشندان چھت سے کھل گیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو اونگھ آئی۔ یعنی مقدمہ نوم جو پوری نیند آنے سے پہلے آنکھیں نیم بندسی ہو کر بدن میں سستی آجایا کرتی ہے۔ پس اٹھائے گئے طرف آسمان کی اور یہی معنے ہیں باری تعالیٰ کے قول کے۔ ’’یعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ ‘‘اے عیسیٰ میں تجھ کو نیند لا کر اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ پھر بعد کو وہ بند شدہ اصحاب عیسیٰ علیہ السلام کے نکلے۔ پس جب کہ یہود نے اس جوان کو دیکھا۔ عیسیٰ گمان کر کے پکڑ کر رات کو سولی دے دی۔ یعنی دار پر چڑھا دیا اور یہود نے مشہور کر دیا کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو کوشش کر کے قتل کرا دیا اور نصاریٰ کے چند گروہ نے بسبب بے وقوفی

اور کم عقلی کے اس کو سند پکڑ لیا۔ سوان چند آدمیوں کے جو مکان میں بند تھے اور انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کا چڑھ جانا مشاہدہ کیا تھا۔ لیکن باقی کے لوگ سب یہود کی طرف ظن اور گمان میں رہے کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا۔ یہاں تک مشہور کر دیا کہ اس وقت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ بی بی مریم صاحبہ دار کے نیچے بیٹھی رو رہی تھیں اور مصلوب نے بی بی مریم صاحبہ کو پکارا بھی تھا اور یہ کل باری تعالیٰ کا امتحان تھا۔'' وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم اى راؤشبهه فظنو انه اياه ولهذا قال وان الذين انه قتله من اليهود ومن سلمه اليهم من جهال النصارىٰ كلهم فى شك من ذلك وحيرة وضلال وسعر ولهذا قال وما قتلوه يقينا اى وما قتلوه متيقنين انه هو بل شاكين متوهمين بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزا اى منبع الجناب لا يلام جنابه ولا يضام من لاذبىابه حكيما اى فى جميع ما يقدره ويقضيه ''ابن جریر نے کہا کہ حدیث پہنچی مجھ کو ابن بشمار سے وہ لیتے ہیں عبدالرحمٰن سے وہ سفیان سے وہ ابی حصین سے وہ سعید بن جبیر سے وہ ابن عباس سے۔ اس بات کی کہ کوئی اہل کتاب باقی نہ رہے گا۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے گا۔ قبل موت عیسیٰ علیہ السلام کے، اور عوفی نے بھی ایسا ہی ابن عباس سے بیان کیا اور ایسا ہی بیان کیا ابو مالک نے۔ ابن جریر نے جو حدیث حسن سے روایت کی بواسطہ ابو رجاء اور ابن علیہ اور یعقوب کے اس میں اتنا زیادہ ہے۔'' والله انه لحى الان عندالله ولكن اذا نزل اٰمنوا به اجمعون '' یعنی قسم ہے پروردگار کی کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام اب اس وقت زندہ ہیں۔ باری تعالیٰ کے پاس اور جب اتریں گے ان پر سب لوگ ایمان لائیں گے بدکار اور نیک، اور ایسا ہی ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے وہ علی بن عثمان لاحقی سے وہ جویریہ بن بشیر سے روایت کرتے ہیں۔ یہ جملہ حضرات اور سوا ان کے جس قدر ثقات مفسرین اور محققین ہیں۔ سب کے سب متفق ہیں کہ مرجع ضمیر مضاف الیہ کا جو قبل موتہ میں ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ الامن شذہ۔ (شمس الہدایہ) متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر نزول فرمائیں گے۔ آخر زمانے میں قیامت سے آگے اور لوگوں کو پروردگار وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی طرف بلائیں گے۔ امام بخاری نے کتاب ذکر الانبیاء میں اپنی صحیح میں حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قسم ہے اس پروردگار کی مجھ کو جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ البتہ قریب ہے کہ نازل ہوگا تمہارے اندر عیسیٰ ابن مریم حاکم اور عادل یکسر الصلیب (صلیب کو توڑے گا)

’’ویقتل الخنزیر ‘‘(خنازیر کو قتل کرے گا)’’ویضع [1] الجزیة‘‘(جزیہ موقوف کردے گا۔ کسی سے سوائے اسلام کے جزیہ وغیرہ کچھ قبول نہ کرے گا)

’’ویفیض المال حتیٰ لا یقبله احد‘‘(اتنا مال لوگوں کو دیں گے یعنی ان کے زمانے میں اس قدر ترقی برکت اور دولت کی ہوگی کہ بہ سبب استغناء کے کوئی قبول نہ کرے گا۔ یہاں تک عبادت کا شوق ہوگا کہ ایک سجدہ کرنا اس وقت دنیا اور دنیا کے اسباب سے بہتر جانیں گے اور ہر ایک اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام پر قبل ان کی موت کے ان پر ایمان لائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام ان پر روز قیامت کے گواہی دیں گے، اور ایسا ہی روایت کیا ہے۔امام مسلم نے بھی اور امام احمدؒ نے بھی۔ابی ہریرہؓ سے روایت کیا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے البتہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام حج اور عمرہ کا احرام باندھیں گے۔روحا کے وادی میں، وکذا رواہ مسلم اور امام احمد نے چند طریقوں سے بھی اس حدیث کو بیان کیا اور ایسا ہی امام مسلم اور ابوداؤد وغیرہ نے متعدد طریق سے اخراج کیا ہے اور امام مسلم نے ایک اور طریق سے ابی ہریرہؓ سے روایت کی حدیث لمبی ہے۔ اس کے آخر میں یہ ہے کہ لوگ نماز کی تیاری کرتے ہوں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور ان کو امام کریں گے۔جب ان کو اللہ تعالیٰ کا دشمن دیکھے گا۔نمک کی طرح پگھل جائے گا۔یعنی اگر اس کو چھوڑیں گے تو نمک کی طرح پگھل جائے گا۔مگر اس کو اپنے ہاتھ سے قتل کر کے اپنے نیزہ میں اس کا خون لوگوں کو دکھائیں گے۔تفسیر کبیر میں ہے۔’’ویکلم الناس فی المهد وکهلا ومن الصالحین ‘‘کے متعلق امام حسین بن فضل بجلی نے کہا کہ کہل ہوگا بعد اترنے کے آسمان سے اور اس وقت لوگوں سے کلام کرے گا اور دجال کو مارے گا اور اس آیت میں نص ہے۔اس بات پر کہ عیسیٰ علیہ السلام قریب ہے کہ نازل ہوں گے۔طرف زمین کی۔

اب صرف دو تین حدیثیں عربی زبان میں بھی واسطے تسکین ناظرین کے نقل کئے دیتا ہوں۔’’قال الامام احمد اخبرنا عبدالرزاق اخبرنا معمر عن الزهری عن عبدالله بن ثعلبة الانصاریٰ عن عبدالله بن زید الانصاری عن مجمع بن

---

[1] ’’فان قلت وضع الجزیة مشروع فی هذا الامة فلم لا یکون المعنی تقرر الجزیة علی الکفار من غیر محاباة فلذلك یکثر المال قلنا مشروعیة الجزیة مقیدة بنزول عیسیٰ وقد قلنا ان عیسیٰ لا یقبل الا الاسلام وقال ابن بطال وانما قبلناها قبل نزول عیسیٰ للحاجة الیٰ المال وفی زمانه بکثر المال حتیٰ لا یقبله احد (عینی بخاری ج ۷ ص۴۵۲)‘‘

جاريةؓ قال سمعت رسول اللهﷺ يقول يقتل ابن مريم المسيح الدجال بباب لد اوالیٰ جانب لد''

اورابو ہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ جب دجال احد پہاڑ کے پیچھے آئے گا تو فرشتے اس کا منہ ملک شام کی طرف لوٹا دیں گے اور وہاں جا کر ہلاک ہوگا۔ چونکہ باب لد بھی ملک شام ہی میں ہے۔ لہٰذا دونوں روایتوں میں مطابقت ہوگئی۔'' ورواه احمد ايضا عن سفيان بن عينية من حديث الليث والاوزاعی ثلاثتهم عن الزهری عن عبدالله بن عبيد الله بن ثعلبة عن عبدالرحمن بن يزيد عن عمه مجمع بن جارية عن رسول اللهﷺ قال يقتل ابن مريم الدجال بباب لد۔ وكذارواه الترمذی عن قتيبة عن ليث به وقال هذا حديث صحيح قال وفی الباب عن عمر ان بن حصين ونافع بن عيينة وابی برزة وحذيفة بن اسيد وابی هريرة وكيسان وعثمان بن ابی العاص وجابر وابی امامة وابن مسعود وعبدالله ابن عمر وسمرة ابن جندب والنواس بن سمعان وعمروبن عوف وحذيفة بن اليمانؓ ومراده براوية هولاء ما فيه ذكر الدجال وقتل عيسیٰ بن مريم عليه السلام له ۰ فاما احاديث ذكر الدجال فقط فكثيرة وهی اكثر من ان تحصی لا نتشارها وكثرة روايتها فی الصحاح والحسان والمسانيد وغير ذلك حديث اخر قال الامام احمد حدثنا سفيان عن فرات عن ابی الطفيل عن حذيفة بن اسيد الغفاری قال اشرف علينا رسول اللهﷺ من غرفة ونحن نتذاكرالساعة فقال لا تقوم الساعة حتیٰ تروا عشراٰيات طلوع الشمس من مغربها والد خان والدابة وخروج ياوج وماجوج ونزول عيسیٰ بن مريم والدجال وثلثة خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزيرة العرب ونار تخرج من قعر عدن تسوق اوتحشر الناس تبيت معهم حيث باتوا وتقبل معهم حيث قالوا ۰ وهكذار واه مسلم واهل السنن من حديث القزاربه ورواه مسلم ايضا من رواية عبدالعزيز بن رفيع عن ابی الطفيل عن ابی شريحة عن حديفة بن اسيد الغفاری موقوفا والله اعلم''

''فهذه احاديث متواتره عن رسول اللهﷺ من رواية ابی هريرة وابن مسعود عثمان بن ابی العاص وابی امامة والنواس بن سمعان

وعبدالله بن عمروبن العاص ومجمع بن جارية وابی شريحة وحذيفة بن اسيدؓ وفيها بيان صفة نزوله ومكانه انه بالشام بل بدمشق عند المنارة الشرقية وان ذلك يكون عند اقامة صلاة الصبح وقد بنيت فی هذه الاعصار فی سنة احدی واربعين وسبعمائة منارة للجامع الاموی بيضاء من حجارة منحوتة عوضا عن المنارة التی هدمت بسبب الحريق المنسوب الیٰ صنيع النصاریٰ وكان اكثرعماراتها من اموالهم وقويت الظنون انها هی التی ينزل عليها المسيح ابن مريم عليهما السلام فيقتل الخنزير ويكسر الصليب ويضع الجزية فلا يقبل الا الاسلام كما تقدم فی الصحيحين وغيرهما وهذا من اخبار النبیﷺ بذلك وتشريع وتسويغ له علیٰ ذلك فی هذا الزمان حيث تنزاح عللهم وترتفع شبهتهم من انفسهم ولهذا كلهم يدخلون فی دين الاسلام متابعين بعيسیٰ عليه السلام وعلیٰ يديه ولهذا قال تعالیٰ وان من اهل الكتاب الاليؤمنن به قبل موته وهذه الاية كقوله تعالیٰ وانه لعلم للساعة وقرئ لعلم بالتحريك ای امارة ودليل علیٰ اقتراب الساعة وذلك لانه ينزل بعد خروج المسيح الدجال فيقتله الله علیٰ يديه كما ثبت فی الصحيح ان الله لم يخلق داء الا انزل له شفاء ويبعث الله فی ايامه ياجوج وماجوج فيهلكهم الله تعالیٰ ببركة دعائه وقد قال تعالیٰ حتیٰ اذا فتحت ياجوج وماجوج وهم من كل حدب ينسلون واقترب الو عدالحق الاية '' ﴿یہ احادیث متواترہ ہیں۔ رسول اللہﷺ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کی تعریف اور صفت میں اور اس بات پر کہ عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے کی جگہ ملک شام ہے۔ بلکہ دمشق شہر میں مشرقی منارہ سے بوقت قائم ہونے نماز صبح کے، اور اب جو منارہ ہے یہ اس وقت کا نہیں ہے۔ بلکہ اس وقت کے موجودہ منارہ کو نصاریٰ نے جلا دیا تھا۔ بسبب آگ لگا دینے کے کہ اس منارہ سے عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوکر خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور کفار نصاریٰ اور یہود وغیرہم سے جزیہ نہ قبول کریں گے۔ سوائے اسلام کے پس اس منارہ کے عوض میں جامع اموی میں ۷۴۱ھ میں سفید پتھر چھیل کر ایک اور منارہ قائم کیا گیا۔﴾

حاصل اس عبارت عربی کا بطریق اختصار اور نیز پہلے مضمون احادیث کا جو اردو میں بیان ہوا یہ ہے کہ قتل کرنا اور سولی دینا عیسیٰ علیہ السلام کا ہرگز نہیں ہوا۔ جیسا کہ زعم یہود اور اکثر

نصاریٰ کا تھا۔ بلکہ اس حواری نوجوان کا جس پر شباہت مسیح علیہ السلام کی ڈالی گئی تھی اور عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور دونوں ضمیریں بہ اور موتہ کی عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہیں۔ ''وان من اهل الکتاب ''میں کیونکہ ماقبل میں ذکر عیسیٰ علیہ السلام ہی کا ہے اور آثار صحابہ وتابعین مثل ابن عباس وابی ہریرہ وعبداللہ بن مسعود ومجاہد وقتادہ وغیرہم کے اسی پر دال با کمال ہیں اور ضمیر بہ کی محمد ﷺ یا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیرنی اور موتہ کی اہل کتاب کی طرف اگرچہ یہ احتمال واقع میں درست ہے۔ کیونکہ اس وقت یعنی نزول عیسیٰ علیہ السلام کے وقت جو کافر موجود ہوگا۔ اہل کتاب وغیرہ قبل اپنی موت کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے گا اور ان پر ایمان لانا بعینہ ایمان لانا ہے محمد ﷺ پر، لیکن آیت مذکورہ سے اس مقام میں یہ مراد نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے آسمان سے قبل قیامت کے، حاکم عادل توڑیں گے صلیب کو یعنی دین اسلام کے سوا اور دینوں کو باطل کریں گے۔ قتل کریں گے خنازیر کو یعنی حکم قتل کا دیں گے تاکہ کوئی اہل کتاب بعد ایمان کے بوجہ میلان اور عادت قدیمہ کے ان خنازیر کی طرف دل میں رغبت تک بھی نہ کر سکے لقمع مادۃ الفتنۃ، صبح کی نماز کی اقامت ہوتی ہوگی کہ دمشق کے منارہ مشرقی سے اتریں گے اور نصاریٰ نے اس منارہ کو گرادیا تھا۔ پھر ۷۴۱ میں دوسرا سفید منارہ اس جگہ بنایا گیا ہے۔ اہل کتاب سے سوائے دین اسلام کے اور کچھ قبول نہ کریں گے۔ مال اس قدر ہوگا کہ کوئی قبول نہ کرے گا۔ لذت عبادت کی ایسی ہوگی کہ ایک سجدہ کل دنیا سے زیادہ لذیذ ہوگا۔ حسد، بغض، عداوت اور بواقی صفات ذمیمہ نہ رہیں گے۔ شیر، اونٹ، چیتا، گائے، بھیڑیا، بکری، سانپ، لڑکے ایک دوسرے کے ساتھ چریں گے اور کھیلیں گے اور ایک دوسرے کو ضرر نہ دیں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام حج وعمرہ ادا کریں گے۔ حضرت مسیح سے قبل دجال کے زمانے میں سخت قحط سالی ہوگی۔ اس زمانے میں طعام کی جگہ تہلیل، تکبیر، تسبیح سے حیات بسر کریں گے۔ جب آسمان سے نازل ہوں گے قتل کریں گے دجال کو جو ایک شخص معین ہے اور ہلاک ہوگی قوم یاجوج ماجوج ان کی برکت سے۔ حیوۃ الحیوان میں بھی ابوداؤد سے اس مضمون کی حدیث کو نقل کیا ہے اور اس میں تصریح ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بطرف زمین کے نازل ہوں گے۔ پس اس سے لزوماً معلوم ہوگیا کہ آسمان سے بطرف زمین کے نازل ہوں گے۔ ورنہ الیٰ الارض کا لفظ بے معنی ہوجاتا ہے۔

''ونصه هذا وفی سنن ابی داؤد من حدیث عبدالرحمن بن آدم ولیس له عنده سواه عن ابی هریرة ان النبی ﷺ قال ینزل عیسیٰ بن مریم علیه الصلاة والسلام الیٰ الارض وکأن رأسه یقطر ولم یصبه بلل (الیٰ ان

قال) ثم يبقى فى الارض اربعين سنة ثم يموت ويصلى عليه المسلمون ويدفنونه، ج ۱ ص ۲''

''واخرج البخارى فى تاريخه والطبرانى عن عبدالله بن سلام قال يدفن عيسىٰ بن مريم عليه السلام مع رسول اللهﷺ وصاحبيه فيكون قبره رابعا ''اخراج کیا امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور طبرانی نے عبداللہ بن سلام سے فرمایا عبداللہ بن سلام نے، دفن کئے جائیں گے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ساتھ محمدﷺ اور صاحبین کے۔ پس ہوگی قبران کی چوتھی اور ایسا ہی روایت کیا ہے ترمذی نے بھی۔

''عن عائشةؓ قالت قلت یا رسول الله انى ارىٰ انى اعيش بعدك فتاذن لى ان ادفن الىٰ جنبك قال وانّٰى لى بذلك الموضع ما فيه الا موضع قبرى وقبرابى بكر وعمر وعيسىٰ بن مريم ''فرمایا حضرت عائشہؓ نے کہ میں نے آنحضرتﷺ کی خدمت مبارک میں عرض کی کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آپؐ کے بعد زندہ رہوں گی۔ اگر اجازت ہو تو میں آپؐ کے پاس مدفون ہوں۔ فرمایا آنحضرتﷺ نے کہ کیسے دے سکتا ہوں میں، یہ جگہ میرے پاس تو ابوبکر اور عمر اور عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے سوا اور جگہ نہیں ہے اور روایت کیا ابن جوزی نے اپنی کتاب وفاء کے اندر عبداللہ بن عمرؓ سے کہا انہوں نے کہ فرمایا رسول کریمﷺ نے اتریں گے عیسیٰ بن مریم آسمان سے۔ پس نکاح کریں گے اور صاحب ولد ہوں گے جب فوت ہوں گے مدفون ہوں گے۔ ساتھ میرے پس کھڑے ہوں گے ہم دونوں ایک قبر سے (یعنی ایک مقبرے سے) درمیان ابوبکر اور عمر کے، سوال کیا حکمت ہے عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے میں زمین پر۔

جواب:

۱...... یہود کا رد کرنا منظور ہے کہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا اور سولی دیا ہے۔ پس جب خود آکر یہود کو قتل کریں گے تو ان کی تکذیب ہوگی۔

۲...... ان کی موت کا زمانہ قریب ہوگا تاکہ زمین پر فوت ہوکر زمین میں دفن ہوں گے۔ کیونکہ مٹی کی پیدائش کو مٹی میں دفن ہونا چاہئے۔

۳...... جب رسول اللہﷺ کی صفت عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھی تو دعاء کی تھی کہ پروردگار ان کو حضرتﷺ کی امت سے کرے۔ پس دعاء ان کی اللہ تعالیٰ نے قبول کی اور ان کو باقی رکھا۔ یہاں تک کہ آخر زمانے میں نازل ہوں گے اور اسلام کو تازہ کریں گے۔ جو کہ سست

ہو چکا ہوگا اور وہ وقت خروج دجال کا بھی ہوگا۔ پس اس کو قتل کریں گے۔

۴...... عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت ہے ان چند باتوں سے۔ کیونکہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ’’انا اولیٰ الناس بابن مریم لیس بینی وبینه نبی وهو اقرب الیه من غیره (عینی بخاری ج۷)‘‘

اور روایت کیا امام ترمذی نے بعض اس حدیث کا’’ وقد بقی فی البیت موضع قبر ‘‘یعنی قبر مبارک کے پاس جگہ خالی ہے۔ واسطے عیسیٰ علیہ السلام کے، محقق ابن جزری فرماتے ہیں کہ پاس عمر کے دفن ہوں گے۔ کیونکہ خبر دی ہم کو بہتیروں نے حجرہ شریف کے اندر جانے والوں میں سے کہ خالی جگہ عمرؓ کے جنب (پہلو) میں ہے۔ روایات در بارۂ مرفوع ہونے جسم مسیح کے اور احادیث نزول عیسیٰ علیہ السلام سوا ان کے جو بیان کر چکا ہوں اور بھی بکثرت موجود ہیں۔ جس کا جی چاہے تفسیر ابن کثیر اور تفسیر در منثور اور تفسیر ابن جریر کو ملاحظہ فرمائے۔ اگر ان سے بھی اطمینان نہ ہو تو کنز العمال ومسند امام احمد وغیرہ کتب احادیث کو مطالعہ کرے۔ مگر مؤمن منصف کے لئے تو اس قدر بس ہیں۔ ان روایات متکاثرہ اور احادیث متواترہ سے نزول مسیح کا جو مستلزم ہے رفع کو سب میں اتفاقی ہے۔ زیادہ بیان ہونا افعال اور صفات کا بعض حدیثوں میں زیادہ اور بعضوں میں کم وجہ اس کی یہ ہے کہ جس قدر اوصاف بذریعہ وحی نبی ﷺ کو معلوم ہوئے۔ ان کو بیان فرمایا سامع نے ان کو یاد رکھا پھر جب اور معلوم ہوئے ان کو پھر بیان فرمایا:’’ علیٰ هذا القیاس وما ینطق عن الهویٰ ان هو الا وحی یوحی ‘‘یہی وجہ ہے کہ بعض روایات بعض سے صفات اور افعال کے بیان میں کم وبیش ہوا کرتی ہیں۔ اب میں ایک حدیث شیخ اکبر کی بیان کرتا ہوں۔ جن کی جلالت شان اور تبحر فی الکشف اور غوثیت اور صدق کو خود مرزا بھی مانتا ہے اور ان سے بعض مواضع میں نقل بھی کیا ہے۔ مرزا انہیں کی عبارت پر ایمان لائے۔ اس حدیث میں بھی تاویل بہ مثیل عیسیٰ ممکن نہیں۔ جیسا کہ گذشتہ احادیث وروایات میں خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی مراد تھے۔ نہ مثیل ان کا’’ قال الشیخ الاکبر قدس سره الاطهر فی الباب السادس والثلثین من الفتوحات بعد سوق الاسناد مرفوعا عن ابن عمر قال کتب عمر بن الخطاب الیٰ سعد بن ابی وقاص وهو بالقادسیة ان وجه نضلة بن معاویة الانصاریٰ الیٰ حلوان العراق فلیغر علے نواجها فوجه مع جماعة فاصابوا غنیمة وسبیا وانقلبوا یسوقون الغنیمة والسبی حتیٰ زهقت بهم العصر وقادت الشمس تغرب فالجاء نضلة السبی والغنیمة الیٰ

صفح الجبل ثم قال فاذن فقال الله اكبر الله اكبر فقال مجيب من الجبل
كبرت كبيرا يا نضلة ثم قال اشهد ان لا اله الا الله فقال هی کلمة الاخلاص
یا نضلة ثم قال اشهد ان محمد ارسول الله فقال هذا هو الذی بشر نابه
عیسیٰ بن مریم وانه علیٰ رأس امته تقوم الساعة ثم قال حی علیٰ الصلاة
فقال طوبی لمن مشی الیها وواظب علیها ثم قال حی علیٰ الفلاح قال قد
افلح من اجاب محمدﷺ وهو البقاء لامته ثم قال الله اکبر الله اکبر قال
كبرت كبير اثم قال لا اله الا الله قال للهاخلصت الاخلاص يا نضلة حرم الله
جسدك علیٰ النار قال فلما فرغ من اذا نه قمنا فقلنا من انت یرحمك الله ملك
انت ام ساکن من الجن ام من عباد الله اسمعتنا صوتك فارنا شخصك فانا
وفد الله ووفد رسول اللهﷺ ووفد عمر بن الخطاب قال فانفلق الجبل عن
شخص هامته کالرحی ابیض الراس واللحية علیه طمران من صوف فقال
السلام علیکم رحمة الله وبرکاته فقلنا وعلیك السلام ورحمة الله وبرکاته
من انت یرحمك الله فقال انازریب بن برتملا وصی العبد الصالح عیسیٰ بن
مریم اسکننی بهذا الجبل ودعالی بطول البقاء الیٰ نزوله من السماء فیقتل
الخنزیر ویکسر الصلیب ویتبرأ مما تحلته النصاریٰ ثم قال ما فعل نبی
اللهﷺ قلنا قبض فبکی بکاءً طویلا حتیٰ خضبت لحية بالدموع ثم قال
فمن قام فیکم بعده قلنا ابوبکر قال مافعل به قلنا قبض قال فمن قام فیکم
بعده قلنا عمر قال اذن فاتنی لقاء محمدﷺ فاقرء واعمر منی السلام وقولو
اله یا عمر سددوقارب فقد نا الامر واخبروه بهذه الخصال التی اخبرکم بها
وقوا لوابا عمر ...... هذه الخصال فی امة محمدﷺ فالهرب الهرب اذا اسمنٰی
الرجال بالرجال والنساء بالنساء وانتسبوا فی غیرمنا سبهم وانتهوا انی
غیر موالیهم ولم یرحم کبیرهم صغیرهم ولم یؤقرصغیرهم کبیرهم وترك
الامر بالمعروف فلم یؤمربه وترك النهی عن المنکر فلم ینه عنه وتعلم عالمهم
العلم لیجلب به الدنا نیر والدراهم وکان المطرقیظا وطولوا المنابرو
فضضوا المصاحف وزخرفوا المساجد واظهر والرشی وشید والبناء
واتبعوا الهوی وباعواالدین بالدنیا واستسقحوا الدماء وانقطعت الارحام

وبیع الحکم واکل الربٰواوصار التسلط فخراوالغنی غراوخرج الرجل من بیته وقام الیه من هو خیر منه ورکبت النساء السروج قال ثم غاب عنافکتب بذلك نضلة الیٰ سعد وکتب سعد الیٰ عمر فکتب عمر الیه اذهب انت ومن معك من المهاجرین والانصار حتیٰ تنزل بهذا الجبل فاذا لقیتة فاقرأه منی السلام فان رسول الله ﷺ قال ان بعض اوصیاء عیسیٰ بن مریم نزل بهذا الجبل بنا حیة العراق فنزل سعد فی اربعة الاف من المهاجرین والانصار حتیٰ نزل بالجبل وبقی اربعین یوما ینادی بالاذان فی وقت کل صلاة فلم یجده''

فرمایا ابن عمرؓ نے کہ میرے والد عمر بن الخطابؓ نے سعد بن ابی وقاصؓ کو لکھا کہ نضلہ انصاری کو حلوان عراق کی جانب روانہ کروتا کہ اس کے گردونواح میں۔ پس روانہ کیا سعد نے نضلہ انصاری کو جماعت مجاہدین کے ساتھ۔ پس ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر بہت سا مال غنیمت کا حاصل کیا اور آدمیوں کو قید کیا اور ان سب کو لے کر واپس ہوئے تو آفتاب غروب ہونے کے قریب تھا۔ پس نضلہ انصاری نے گھبرا کر ان سب کو پہاڑ کے کنارے ٹھہرایا اور خود کھڑے ہو کر اذان دینی شروع کی جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو پہاڑ کے اندر سے ایک مجیب نے جواب دیا کہ اے نضلہ تو نے عظمت والے کی بڑائی کی پھر نضلہ نے ''اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ'' کہا تو اسی مجیب نے جواب میں کہا کہ اے نضلہ یہ اخلاص کا کلمہ ہے اور جس وقت نضلہ نے ''اشھد ان محمد رسول اللّٰہ'' کہا تو اسی شخص نے جواب دیا کہ یہ نام پاک اس ذات کا ہے جس کی بشارت عیسیٰ بن مریم نے ہم کو دی تھی اور یہ بھی فرمایا تھا کہ اس نبی کی امت کے اخیر میں قیامت قائم ہوگی۔ پھر نضلہ نے ''حی علیٰ الصلاۃ'' کہا تو اس نے جواب دیا کہ خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس نے ہمیشہ نماز ادا کی۔ پھر جس وقت نضلہ نے ''حی علی الفلاح'' کہا تو مجیب نے جواب دیا کہ جس شخص نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس شخص نے نجات پائی۔ پھر جب نضلہ نے ''اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر'' کہا تو وہی پہلا جواب مجیب نے دیا جب نضلہ نے ''لا الہ الا اللّٰہ'' پر اذان ختم کی تو مجیب نے فرمایا تم نے اخلاص کو پورا کیا۔ تمہارے بدن کو خداوند کریم نے آگ پر حرام کیا۔ جب اذان سے نضلہ فارغ ہوئے تو صحابہ کرامؓ نے کھڑے ہو کر دریافت کرنا شروع کیا کہ اے صاحب آپ کون ہیں۔ فرشتہ یا جن یا انسان۔ جیسے آواز اپنی ہم کو آپ نے سنائی ہے اسی طرح اپنے آپ کو دکھائیے۔ اس واسطے کہ ہم خدا پاک اور رسول اللہ اور عمر بن الخطاب کی جماعت ہیں۔ پس پہاڑ

پھٹا اور ایک شخص باہر نکلا۔ جس کا سر مبارک بہت بڑا چکی کے برابر تھا اور سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اور ان پر دو پرانے کپڑے صوف کے تھے اور السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کہا۔ صحابہ نے وعلیک السلام ورحمتہ اللہ کہہ کر دریافت کیا کہ آپ کون ہیں۔ فرمایا کہ میں زریب بن برتملا وصی عیسیٰ بن مریم ہوں۔ مجھ کو عیسیٰ علیہ السلام نے اس پہاڑ میں ٹھہرایا ہے اور اپنے نزول من السماء تک میری درازی عمر کے لئے دعا فرمائی۔ جب وہ اتریں گے تو خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور بیزار ہوں گے نصاریٰ کے اختراع سے، پھر دریافت کیا کہ وہ نبی صادق محمد ﷺ بالفعل کس حال میں ہیں۔ ہم نے عرض کی کہ آپ ؐ کا وصال ہوگیا۔ اس وقت بہت روئے۔ یہاں تک کہ آنسوؤں سے تمام داڑھی بھیگ گئی۔ پھر پوچھا کہ ان کے بعد تم میں کون خلیفہ ہوا۔ ہم نے جواب دیا کہ ابوبکر صدیق۔ پھر فرمایا کہ وہ کیا کرتے ہیں اور کس حال میں ہیں۔ ہم نے کہا کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ فرمایا کہ ان کے بعد تم میں کون خلیفہ ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ عمرؓ۔ پھر فرمایا کہ محمد ﷺ کی زیارت تو مجھے نصیب نہ ہوئی۔ پس تم لوگ میرا اسلام عمرؓ کو پہنچائیو اور کہیو کہ اے عمر انصاف کیجئے اور عدل کیجئے کہ قیامت قریب آ گئی ہے اور یہ واقعات جو میں تم سے بیان کروں گا ان سے عمر کو خبردار کرنا اور کہنا کہ اے عمر جس وقت یہ خصلتیں محمد ﷺ کی امت میں ظاہر ہو جائیں تو کنارہ کشی کے سوا مفر نہیں۔ جس وقت مرد شہوت رانی میں مردوں پر قانع ہوں اور عورتیں عورتوں پر اور لوگ اپنا نسب بدل کر اور نسب بنائیں۔ مثلاً کوئی سید بن جائے اور سید نہ ہو قریشی بن جائے اور قریشی نہ ہو اور آزاد شدہ غلام اپنے آزاد کنندہ کے سوا اور قوم کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اور بڑے چھوٹوں پر رحم نہ کریں اور چھوٹے بڑوں کی توقیر وعزت نہ کریں اور امر بالمعروف متروک ہو جائے کہ کوئی بھلائی کا حکم نہ کرے اور نہی عن المنکر چھوڑ دیں کہ کوئی برائی سے نہ روکے اور عالم بغرض حصول دنیا کے علم سیکھے اور مہینہ کا موسم گرم وخشک ہو۔ یعنی بارش کا قحط ہو اور بڑے بڑے منبر بنائیں اور قرآن مجید کو نقرئی وطلائی کریں اور مسجدوں کی از حد زینت کریں۔ یعنی قرآن عظیم ومساجد کی عظمت دلوں سے گھٹ جائے۔ یہاں تک کہ ظاہری زینت سے ان کی نگاہوں میں وقعت پیدا کرنے کی حاجت ہو اور رشوت علانیہ لیں اور پختہ پختہ مکانات بنائیں اور خواہشات کا اتباع کریں اور دین کو دنیا کے بدلے بیچیں اور خونریزیاں کریں اور صلۂ رحم منقطع ہو جائے اور حکم دام لے کر ہو اور بیاج کھایا جائے اور حکومت فخر ہو جائے اور مالداری عزت بن جائے اور ادنیٰ شخص کی تعظیم اعلیٰ کرے اور عورتیں گھوڑوں پر سوار ہوں۔ پھر ہم سے غائب ہوگئے۔ پس اس قصہ کو نضلہ نے سعد کی طرف لکھا اور سعد نے حضرت عمرؓ کی طرف پھر حضرت عمرؓ نے سعد کو لکھا کہ تم

اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر اس پہاڑ کے پاس اترو۔ جس وقت ان سے ملو تو میرا سلام ان کو پہنچاؤ۔ اس واسطے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعض وصی عراق کی طرف کے قریب اس پہاڑ میں جا اترے ہوئے ہیں۔ پس چار ہزار مہاجرین اور انصار کے ہمراہ اس پہاڑ کے قریب جا اترے اور چالیس روز تک ہر نماز کے وقت اذان کہتے رہے۔ مگر ملاقات نہ ہوئی۔ اس کے بعد حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ اگرچہ ابن ازہر کی وجہ سے اسناد حدیث میں محدثین کے نزدیک کچھ کلام ہو۔ مگر ہم اصحاب کشف کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ پھر شیخ نے ۳۶۰ باب میں حدیث نواس بن سمعان کی ذکر فرمائی ہے۔ جس میں ''ینزل عیسیٰ بن مریم بالمنارۃ البیضاء شرقی دمشق '' ہے اور جابجا شیخ قدس سرہ، فتوحات مکیہ میں نزول عیسیٰ بن مریم کا ذکر فرماتے ہیں اور پھر اسی فتوحات میں فرماتے ہیں کہ میں ان مضامین کی تحریر میں بالکل خالی اور معرّا ہوں۔ پروردگار عالم ان مضامین کا عطاء فرمانے والا ہے اور نیز فرمایا کہ: ''ھذا ما حدلی رسول اللہ ﷺ '' یعنی یہ وہ بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو عطاء فرمائی۔

سوال مرزا

افقہ[1] الناس ابن عباسؓ نے متوفیک کے معنی ممیتک کے لئے ہیں۔ ''بناءً علیہ یعیسیٰ انی متوفیک '' کے معنی یہ ہوئے کہ اے عیسیٰ میں تجھے مارنے والا ہوں۔ اسی طرح ''فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم '' میں بھی۔ اس سے جب وفات مسیح بن مریم ثابت ہو چکی تو بالضرور ''بل رفعہ اللہ الیہ '' میں رفع سے رفع روحانی مراد لینا پڑے گا اور احادیث نزول مسیح واجب التاویل ہوں گی۔ کیونکہ مرنے کے بعد ارواح مقربین بشہادت ''قیل ادخل الجنۃ '' اور ''فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی '' اور بشہادت احادیث صحیحہ کے جنت میں داخل ہوتی ہیں۔ بعد ازاں بموجب آیت ''وماھم فھا بخارجین '' جنت سے نکالی نہیں جاتی۔ بناء علیہ مسیح ابن مریم بعد مر جانے کے دوبارہ دنیا میں ہرگز نہیں آسکتے۔

جواب...... افقہ الناس ابن عباس کا فیصلہ ہم کو بسر و چشم منظور ہے۔ مگر پہلے مرزا اور مرزائی علی رؤس الاشہاد اقرار کر لیں کہ ہم بھی افقہ الناس کے قول سے منحرف نہ ہوں گے۔ انسان معاملہ سے پہچانا جاتا ہے۔ ناظرین باانصاف مرزا کی کتاب ازالہ اوہام اور ایام الصلح سے معلوم کر سکتے ہیں۔ کیا مرزا نے عود ایلیا سے جو کتاب سلاطین میں مذکور ہے اپنے دعویٰ پر تمسک نہیں پکڑا

---

[1] ابن عباسؓ کو افقہ الناس کہنا مرزا کا اختراع ہے۔ افقہ الناس خلفائے اربعہ ہیں پھر عبداللہ بن مسعودؓ۔ کما فی مرقاۃ علی القاری!

اوراسی کتاب میں صعود ایلیا بجسدہ العنصری جو مذکور ہے۔ پھراس سے منحرف نہیں ہوا۔ یا مسیح کے مصلوب ہونے میں پہلے اناجیل اربعہ سے کام لے کر بعدازاں رفع جسمانی سے جو کتاب اعمال میں صراحۃً مذکور ہے۔ منحرف نہیں ہوا۔ یا توفی کے معنی موت لینے میں ابن عباس کو اعلم بالقرآن سمجھ کر مقتداء بنا کر اوران کے اتباع کا دم بھر کر بعدازاں آیت ''بل رفعه الله اليه ''اورایسا ہی ''ولكن شبه لهم ''اورایسا ہی ''فلما توفيتنى ''اورایسا ہی ''قبل موته ''کے معنی میں جو ''وان من اهل الكتاب ''میں مذکور ہے اورایسا ہی ''وانه لعلم للساعة ''ان سب میں قول افقہ الناس ابن عباس کو سلام نہیں کیا اوراحادیث نزول اورظہور دجال کو پہلے بعض کو ضعیف اوربعض کو مضطرب اوربعض کو مخالف توحید ٹھہرا کر بعدازاں کیا۔ انہیں کا مصداق خود ہی نہیں بن گیا۔ بعد اس کے مرزا کو اگر عقل سے مس ہوتا۔ کوچہ علم کی کبھی ہوا لگی ہوتی تو کبھی ایسے پادر ہوا استدلال نہ لاتا۔ تمام علماء واہل زبان کا اتفاق ہے کہ واؤ عاطفہ مقتضی قریب نہیں۔ ''جاء نى زيد وعمرو'' صرف اتنا مفہوم ہوگا کہ آنا زید وعمرو دونوں کے لئے ثابت ہے۔ خوداس پر ہرگز دلالت نہ ہوگی کہ دونوں ایک ساتھ نہ آئے۔ آگے پیچھے آئے ان میں ایک کا بالتعیین آگے آنا تو دوسری بات ہے اورآیت ''فلما توفيتنى ''توروز قیامت کا بیان ہے۔ اس سے پہلے تو موت واقع ہونا ضرور ہے۔ اس کا کسے انکار ہے۔ کلام تواس میں ہے کہ رفع سے پہلے موت واقع ہوئی۔ آیت میں اس کا کیا ذکر ہے تو مرزائی استناد نرے جنون وخرط القتاد پھر بھی زیادت اعلام کے لئے معروض اولاً ابن عباسؓ سے خود مروی کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام قریب قیامت نزول فرمائیں گے۔ قوم شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام بنی جدام میں نکاح کریں گے۔ ان کے اولاد ہوگی۔ ''روى ابونعيم فى كتاب الفتن من حديث ابن عباس ان اذ ذاك يتزوج فى الارض فيقيم بها تسع عشرة ...... الىٰ ان قال وعن ابن عباس يتزوج الىٰ قوم شعيب وختن موسىٰ عليه السلام وهم جذام فيولد له فيهم ويقيم تسع عشرة سنة لا يكون امير اولا شرطيا ولا ملكا وعن يزيد بن ابى حبيب يتزوج امرأة من الازدليعلم الناس انه ليس باله وقيل يتزوج ويولد له ويمكث خمسا واربعين سنة ويدفن مع النبى ﷺ فى قبره وليس فے ايامه امام ولا قاض ولا مفت وقد قبض الله العلم وخلا الناس عنه فينزل وقد علم بامر الله فى السماء ما يحتاج اليه من علم هذه الشريعة للحكم بين الناس والعمل فيه فى نفسه فيجتمع المؤمنون ويحكمونه علىٰ انفسهم اذلا يصلح لذلك غيره (عينى بخارى ج۷)''

اب یا تو اماتت بمعنی انامت لیں یا تسلیم کریں کہ بعد موت نزول وتزوج وولادت سب کچھ ہوگا۔ یہ مرزا کی ساری عمارت ڈھادے گا۔ بالجملہ تمام احادیث نزول مرویہ ابن عباس اوران کے آثار صحیحہ ومعتبرہ متعلق آیت کریمہ بل رفعه الله اليه وآیت کریمہ وان من اهل الكتٰب وآیت کریمہ وانا لعلم للساعة ضلالات مرزا کے مبطل ہیں۔ان سے آنکھ بند کرکے ایک محتمل لفظ پر سر منڈانا کیا ایمانداری ہے۔ثانیاً اگر ابن عباس کا مذہب بھی مانا جاوے تاہم عقیدۂ اجماعیہ اسلامیہ کو مضر نہیں۔کیونکہ ابن عباسؓ بلحاظ نص بل رفع اللہ الیہ جس میں موت طبعی کے معنی لینا ممکن نہیں۔جیسا کہ آتا ہے۔''يعيسىٰ انى متوفيك ورافعك الیّ ''میں بعد ارادۂ معنی ممیتک کے قائل بہ تقدیم وتاخیر ہیں۔''اخرج اسحق بن بشر وابن عساكر من طريق جويبر عن الضحاك عن ابن عباس فی قوله انی متوفيك ورافعك ''یعنی ''رافعك ثم متوفيك فی اٰخر الزمان (درمنثور)'' اور ایسا ہی تفسیر عباسی میں بھی ہے۔

اور ظاہر ہے کہ کوئی باعث قول تقدیم وتاخیر کا آیت مذکورہ میں سوائے تطبیق کے مابین نصوص کے نہیں۔شواہد تقدیم وتاخیر کے آیات قرآنیہ میں یہ ہیں۔قول باری تعالیٰ''فقالوا ارنا الله جهرة ''میں بھی ابن عباس سے تقدیم وتاخیر مروی ہے۔یعنی انہوں نے یوں تفسیر کی''فقالوا جهرة ارنا الله ''اور حضرت مجاہد سے مروی ہے۔نیز قول باری تعالیٰ کے''انزل علیٰ عبده الكتب ولم يجعل له عوجاً قيما ''یعنی''انزل علیٰ عبده الكتاب قيما ولم يجعل له عوجا''اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کی ہے۔نیز قول باری تعالیٰ کے''فلا تعجبك اموالهم ولا اولادهم انما يريد الله ليعذبهم فی الحيوة الدنيا انما يريد الله ليعذبهم بها فی الاٰخرة ''اور قتادہ سے روایت ہے۔نیز قول باری تعالیٰ کے''یٰعيسىٰ انی متوفيك ورافعك الیّ ''اس طور پر''انی رافعك الیّ ومتوفيك ''اور عکرمہ سے باری تعالیٰ کے قول''لهم عذاب شديد بما نسوا يوم الحساب ''میں''لهم عذاب يوم الحساب بما نسوا ''مروی ہے اور اگر اس سے زیادہ روایات صحابہ کرامؓ وتابعین عظام کی دربارۂ تقدیم وتاخیر دیکھنا منظور ہو تو بالتفصیل تفسیر اتقان سے ملاحظہ فرمائیں۔

اور جیسے کہ قول باری تعالیٰ'' فكان قاب قوسين اوادنىٰ '' کا مقصود یہ ہے۔ ''فكان كقابی قوس اوادنىٰ ''تفسیر سیوطی اور قول باری تعالیٰ کا''فاطر السموات والارض بديع السمٰوٰت والارض خلقكم والذين من قبلكم ۰ كذلك يوحی اليك والیٰ الذين من قبلك ''میں معطوف باعتبار تحقق خارجی کے معطوف علیہ سے مقدم

ہے۔ یونہی ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ جن میں معطوف معطوف علیہ سے تحقق میں مقدم ہے۔

الغرض مرزا کو قول ابن عباسؓ کا متوفیک کے معنی میں ممیتک ہرگز مفید نہیں۔ اب ہم قول ابن عباس کا متعلق ''فلما توفیتنی '' کے جو دال ہوا ارادۂ معنی غیر موت پر بیان کرتے ہیں۔''اخرج ابوالشیخ عن ابن عباسؓ ان تعذبهم فانهم عبادك يقول عبيدك قد استوجبوا العذاب بمقالتهم وان تغفرلهم ای من ترکت منهم ومد فی عمره (یعنی عیسیٰ علیه السلام) حتیٰ اهبط من السماء الیٰ الارض یقتل الدجال فنزلوا عن مقالتهم ووحدوك واقروا انا عبيد وان تغفرلهم حيث رجعوا عن مقالتهم فانك انت العزيز الحكيم ''(جلال الدین سیوطی، درمنثور)

اور ایسا ہی تفسیر عباس میں ''فلما توفیتنی '' کے معنی ''رفعتنی '' مذکور ہے۔ اگر آپ کو ابن عباس کا مسلک اور طریقہ لینا ضروری ہے تو قبول کریں۔ یہ نہ ہو کہ جیسا کسی تارک الصلوٰۃ نے آیہ ''ولا تقربوا الصلوٰة '' سے سند پکڑی۔ دوسرے نے کہا میاں ابھی مضمون پورا نہیں ہوا۔ ''وانتم سکاریٰ '' کو بھی ساتھ ملاحظہ کرو۔ جس کا مضمون یہ ٹھہرا کہ حالت نشہ میں نماز مت پڑھو تو تارک الصلوٰۃ نے کہا کہ سارے قرآن شریف پر تمہارا باپ عمل کرتا ہوگا۔ ہم سے اگر ایک آیت پر بھی عمل ہو سکے تو بڑی بات ہے۔

قول ابن عباسؓ اگر قابل احتجاج ہے تو اس کو اوّل سے آخر تک ملاحظہ کرو۔ پھر دیکھو کہ رفع جسمانی کس طرح بشہادت تفسیر ابن عباسؓ کھلے کھلے طور پر ثابت ہوتا ہے۔ اب ناظرین با انصاف سمجھ چکے ہوں گے کہ تفسیر ابن عباسؓ کا متبع کون ہے۔ ہم لوگ یا مرزا اور اس کے اذناب، ابن عباسؓ کا اتباع تو بجائے خود چھوڑا۔ بلکہ ان پر الٹا بہتان باندھا۔ جیسا کہ امام بخاری کے اوپر کہ وہ بھی حدیث نزول ابن مریم میں مثیل ابن مریم مراد لیتے ہیں۔ بلکہ کہا کہ سب ائمہ سلف کا یہی اعتقاد تھا۔

سوال...... مرزا نے ازالۂ اوہام میں علمائے اہل سنت وجماعت پر بڑے زور وشور سے اعتراض کیا ہے کہ بخاری کی حدیث ''والذی نفسی بیده ''میں مولوی صاحبان فقرۂ ''یکسر الصلیب ''اور ''یقتل الخنزیر ''میں تو تاویل کرتے ہیں اور اصلی معنی مراد نہیں لیتے۔ یعنی قتل کرے گا۔ نصاریٰ کو جو اسلام قبول نہ کریں گے اور خنزیر کی حرمت کا حکم دیں گے اور خنزیروں کو بھی مار ڈالیں گے۔ تاکہ بوجہ پہلے محبت اور رغبت کے ان کی طرف میلان پیدا نہ ہو۔ لقمع مادۃ الفساد، اور ابن مریم میں مثیل ان کا مراد نہیں لیتے اور تاویل کرنے والے کو کافر اور ملحد قرار دیتے ہیں۔

جواب...... جب کہ علماء نصوص قرآنیہ اور تفسیر ابن عباسؓ وغیرہ احادیث وآثار کے قتضاء کے بموجب رفع جسمی اور نزول مسیح صاحب انجیل پر ایمان لاچکے ہیں اور پیشین گوئیاں حلفی اور تاکیدی طور پر اسی مسیح کے بارہ میں آنحضرتﷺ سے بطریق تواتر معنوی سن چکے۔ جس میں امکان تاویل بہ مثیل گنجائش نہیں رکھتا تو اب مرزا کے خانہ زاد اصولوں پر کیسے ایمان لاویں۔ تفسیر خازن اور درمنثور اور ابن کثیر اور مسند امام احمد میں ہے کہ شب معراج میں جب کہ حضرتﷺ کی ملاقات ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تو قیامت کے قائم ہونے کے بارہ میں کہا کہ مقرر وقت تو میں کہہ نہیں سکتا۔ مگر میرے ساتھ میرے رب نے عہد کیا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی۔ جب تک تو زمین پر اتر کر قوم یاجوج ماجوج اور دجال کو ہلاک نہ کرے گا اور اس حدیث کو ابن ماجہ نے بھی ذکر کیا ہے۔ دوسری اسناد سے یہ وعدہ کا بیان اور حضرتﷺ سے بات چیت شب معراج میں شاید کہ مرزا ہی نے کیا ہوگا۔ پس مولوی صاحبوں کو کیا غرض ہے کہ ابن مریم مثیل اس کا مراد لے کر اپنا دین برباد کریں اور مرزا کا اتنا تو فائدہ ہوا کہ دنیا میں چند سادہ لوحوں کے آگے شان عیسویت اور مہدویت تو دکھائی۔ گو ایمان گیا تو گیا۔

فقرہ ''یکسر الصلیب'' اور ''یقتل الخنزیر'' میں اس واسطے تاویل کی گئی کہ معنی حقیقی متعذر ہے اور تعذر حقیقت دلیل ہے ارادہ مجاز کی شاید کہ مرزا کے نزدیک کلام کے ایک فقرہ میں مجاز کا واقع ہونا دلیل ہے کلام کے سب فقرات مجاز لینے کی۔ واہ واہ! ایسے خانہ زاد اصولوں کے ایسے ہی نتائج ہوا کرتے ہیں۔

سوال...... آیت ''یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ'' میں تقدیم تاخیر کہنا اور ترتیب قرآنی کا بگاڑنا اور ایسا ہی ''فلما توفیتنی'' سے معنی رفع کے مراد لینا یہ الحاد اور تحریف ہے۔ قرآن شریف میں اوّل سے آخر تک بلکہ صحاح ستہ میں بھی انہیں معنی موت کا التزام ہے۔ (ازالہ اوہام ص۶۰۱،۹۲۲، خزائن ج۳ص۴۲۴،۶۰۶) کا خلاصہ یہ ہے اور (ازالہ اوہام ص۳۰۳، خزائن ج۳ص۲۵۴،۲۵۵) میں کہتا ہے کہ غرض یہ بات کہ مسیح جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا اور اسی جسم کے ساتھ اترے گا۔ نہایت لغو اور بے اصل بات ہے۔ صحابہ کا ہرگز اس پر اجماع نہیں۔ بھلا اگر ہے تو کم از کم تین سو یا چار سو صحابہ کا نام لیجئے جو اس بارہ میں اپنی شہادت ادا کر گئے ہوں۔ ورنہ ایک یا دو آدمی کے بیان کا نام اجماع رکھنا سخت بددیانتی ہے۔''

جواب...... جس ابن عباسؓ کو افقہ الناس جانا تھا۔ اس کو اب مع دیگر مفسرین اہل

اسلام کے محرف اور ملحد کہہ دیا۔ یہ مرزا کا ایمان اور یہ وعدہ اور اسلام ہے۔ آیات قرآنیہ میں جس جس جگہ میں تقدیم وتاخیر مذکور ہے۔ وہ سب واجب التسلیم ہے۔ بوجہ سیاق معنی کے اور لفظ توفی سے معنی رفع اور قبض کا لینا بشہادت قرآن کریم جب ثابت ہے تو پھر بے اصل اور لغویات کس طرح ہوئی۔ قرآن پاک اور احادیث صحیحہ متواترہ اور اجماع امت تو خبر دے رہے ہیں۔ مگر جس کے نصیب میں ازلی ہدایت نہ ہو۔ ان کو وعظ اور ہدایت کچھ کارگر نہیں ہوتی۔ مرزا اور مرزائی پہلے کسی مسئلہ اجماعیہ میں روایات صحابہ باسانید وقید اسامی تین چار سو تک بیان کریں۔ بعد ازاں ہم تین چار ہزار تک بیان کر دیں گے۔ ارے مکار غدار تم نے ایسے مغالطے اور دھوکے دینے سے اردو خوانوں کو اور عوام کو گمراہ کرنا سمجھا ہے۔ صحابہ کرام کے نام فارسی رسالہ ''ھدیۃ الرسول '' میں تم خود دل بھر کے دیکھ چکے ہو اور اس میں بھی دیکھ لوگے۔ پھر جب تک تم آٹھ دس کا انکار ثابت نہ کروگے تو اجماع منقوض نہ ہوگا اور بہت صحابۂ کرامؓ سے جو رفع جسمی کی تصریح نہ ہوئی۔ اس کی وجہ بہت ظاہر اور باہر ہے۔ وہ یہ کہ صحابۂ کرام کو قرآن کریم کے واقعات منصوصہ پر ایمان تھا۔ پختہ طریق پر اور وہ حضرات اہل لسان تھے۔ اس مضمون کو آیت مذکورہ سے بلاتکلف اور بلا احتمال غیر رفع جسمی کے سمجھ چکے تھے تو پھر کیا ضرورت تھی جو اختلافیات کی طرح ذکر رفع جسمی کا مابین صحابہ کے ہوتا۔ بلکہ ذکر نہ کرنا یہی بڑی دلیل ہے۔ اس کے مجمع علیہ ہونے پر مرزا اور مرزائی ہی کسی قصہ میں جو قصص قرآنیہ سے صریح طور پر سمجھا گیا ہو۔ مثلاً قصہ اصحاب کہف میں اقوال صحابہ کے دس تک بھی ذکر کریں۔ پانچ سو کی بات تو بڑی ہے۔ اسی لئے آج تک ذکر نزول مسیح نص محکم قرآنی سے علمائے کرام تلاش کرتے آئے۔ بخلاف صعود جسمی کے کہ وہ تو صراحۃً مذکور تھا اور یہ امر بہت ظاہر ہے۔ جس کسی کو ادنیٰ مہارت علمیہ ہو وہ بھی واقف ہوسکتا ہے۔ مگر ہدایت باری تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

سوال…… ہم نے مانا کہ ابن عباس آیہ ''یعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیٰ'' میں تقدیم اورتأخیر کے قائل ہیں۔ مگر وجہ تقدیم ماحقہ التاخیر کی کیا ہے۔ یعنی مقدم ذکر کرنا متوفی کا جن کا وقوع بعد نزول کے اور نزول بعد ہے۔ رفع کے پس متوفی فی الواقع رفع اور نزول دونوں کے بعد ہے۔

جواب…… وجہ اس کی یہ ہے کہ یہود مردود نے جب کہ باہم مشورت کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیں اور قتل کے سامان مہیا کئے اور دن رات اسی کی فکر میں رہتے تھے۔ یہاں

تک کہ عیسیٰ علیہ السلام کو مع چند مسلمانوں کے ایک مکان میں بند کر دیا تو عیسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ میری موت یہودیوں ہی کے ہاتھ سے ہوگی اور میری رسوائی اور ذلت یہودی ہی کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے اس وہم عیسیٰ علیہ السلام کو دور کرنے کے لئے ان سے محقق کر کے ضمیر متکلم کو مسند الیہ اور لفظ متوفی کو مسند بنا کر فرمایا: ''یعیسیٰ انی متوفیك ''اے عیسیٰ میں ہی تجھ کو وفات دینے والا ہوں۔ نہ کوئی غیر اور پھر ''رافعك'' سے تسلی بخشی۔ بلاغت کا یہی مقتضی ہے کہ موافق حال مخاطب کے کلام چلایا جائے اور اگر ''ساتوفك'' فرماتے تو مطابق حال مخاطب کے نہ ہوتا۔ کیونکہ فعل مضارع فقط حدوث فعل توفی سے خبر دیتا ہے۔ بخلاف صیغہ اسم فاعل متوفی کے کہ مزید براں صفت مختصہ پر حسب محاورہ دلالت کرتا ہے۔ یعنی تمہارا وفات دینا میرا ہی کام اور صفت ہے۔ مثلاً یہ قول کہ میں ہی تجھ کو دوں گا اور یہ قول کہ میں ہی تیرا دینے والا ہوں۔ دونوں میں فرق ہے۔ کیونکہ قول اوّل فقط وعدہ دینے پر مشتمل ہے اور دوسرا مزید براں افادہ اس مضمون پر مشتمل ہے کہ دینا تمہارا میرا ہی کام ہے۔

الغرض ''انی متوفیك '' سے جو اطمینان اور تسلی مستفاد ہوتی ہے۔ وہ اور صیغوں سے نہیں ہوتی اور ایسا ہی یہود کا کہنا ''انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللّٰہ ''یعنی تحقیق ہم نے ہی قتل کیا ہے۔ مسیح کو جو کہ عیسیٰ ہے بیٹا مریم کا اور وہ جو رسول ہے اللہ تعالیٰ کا سمجھو کہ ''انا قتلنا ''مفید حصہ ہے جو ان کے زعم کے مطابق ان کے فخر اور تکبر کا باعث ہے۔ یعنی اتنا بڑا کام کہ قتل ہے۔ یہ ہم ہی سے ہوا ہے نہ کسی دوسرے سے۔ ولہٰذا خالی فعل ''قتلنا'' پر بس نہ کی اور پھر ''قتلنا'' کے مفعول کو معرّا اسادہ ذکر نہ کیا۔ بلکہ موصوف کر کے اور انا قتلنا المسیح پر اکتفا نہ کیا۔ یہ دلیل ہے۔ اس بات پر کہ مناط افتراء اور موجب خوشی ان کو فقط صدور فعل یعنی قتل ہی نہیں بلکہ قتل شخص خاص کا جو موصوف برسالت خداوندی ہے۔ پس باری تعالیٰ نے اس کی تردید اور تکذیب کے لئے فرمادیا۔ ''وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم ''ماہر ذہین پر پوشیدہ نہ رہے گا کہ اس آیت نفی کی مناط بھی اسی نسبت وقوع پر ہے۔ یعنی مسیح کو انہوں نے قتل نہیں کیا نہ نسبت صدوری پر یعنی صدور نفس قتل پر۔ پس دفع ہوگیا مرزا کا کہنا ازالہ اوہام میں وما قتلوہ وما صلبوہ کے متعلق جو بیان لکھا ہے۔ کیونکہ اس نے مناط تردید کا نسبت صدوری کو سمجھا ہے اور نیز آیات مذکورہ کی تفسیر میں روایات ان لوگوں سے لے لی ہیں۔ جن کی تکذیب اور تضلیل قرآن شریف انہیں آیات سے فرما رہا ہے۔

سوال...... بیضاوی، تفسیر کبیر، تفسیر ابن کثیر، معالم التنزیل، کشاف وغیرہ نے توفی سے معنی موت کے لئے ہیں۔ جیسا کہ مرزا نے (ازالہ اوہام ص ۳۴۱) میں استشہاداً ذکر کیا ہے۔

جواب...... مشتے نمونہ خروارے یہ استشہاد مرزا کا ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر سے کیا تھا اور آخر کار اس سے فرار در فرار کیا۔ اس دھوکے کا بیان بھی عرض کیا جاتا ہے کہ ان سب تفاسیر کے ملاحظہ کرنے سے یہ چالاکی مرزا کی بھی معلوم ہو جائے گی۔

ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب صاحب مفسرین آیت ''بل رفعه الله اليه'' کے حکم کو زیر نظر رکھ کر ''انی متوفيك ورافعك الیٰ'' کے معنی میں دو مسلک اختیار کرتے ہیں۔ ایک تو ابن عباسؓ کا یعنی تقدیم تاخیر بر تقدیر ثبوت ارادۂ معنی ممیتک کے لفظ متوفیک سے۔

مطلب یہ ہوا اس مسلک پر اے عیسیٰ میں تجھے بالفعل اٹھانے والا ہوں اور بعد نزول تجھے مارنے والا ہوں۔

دوسرا لفظ متوفیک سے معنی قبض اور رفع کے لینا اور اس بناء پر یہ مطلب ہوا کہ اے عیسیٰ میں تجھے پکڑنے والا ہوں اور اٹھانے والا ہوں اور بعض مثل صاحب کشاف کے متوفیک کو کنایہ ٹھہراتے ہیں۔ عصمت اور بچا لینے سے اور اس بناء پر یہ مطلب ہوا کہ اے عیسیٰ میں تجھے یہود کی ایذا سے بچانے والا ہوں۔ پس مرزا نے قول باری تعالیٰ ممیتک کو جو تفسیر معنی کنائی کے ضمن میں صاحب کشاف کے قول میں واقع ہے۔ معنی متوفیک کا سمجھ لیا ہے اور یہ خیال نہ کیا کہ اس احتمال کو یعنی متوفیک سے معنی ممیتک لینے کو تو خود صاحب کشاف بعد اس کے تضعیف کر رہا ہے اور عبارت کشاف کی یہ ہے۔ ''متوفيك ای مستوفی اجلك ومعناه انی عاصمك من ان يقتلك الكفار ومؤخرك الیٰ اجل كتبته لك ومميتك حتف انفك لا قتلا بايديهم ورافعك الیٰ الیٰ سمائی ومقر ملائكتی ومطهرك من الذين كفروا من سوء جوارهم وخبث صحبتهم وقيل متوفيك قابضك من الارض من توفيت مالی علیٰ فلان اذا استوفيته وقيل مميتك فی وقتك بعد النزول من السماء ورافعك الآن وقيل متوفيك نفسك بالنوم من قوله ولتی لم تمت فی منامها ورافعك وانت نائم حتیٰ لا يلحقك خوف تستيقظ وانت فی السماء''

اب عرض ہے کہ رفع جسمی کا چونکہ قولہ تعالیٰ بل رفعہ اللہ الیہ علیہ سے صراحۃً اور ''وان من اهل الكتاب'' اور ''وانه لعلم للساعة'' اور احادیث صحیحہ متواترہ سے التزاماً ثابت اور

مومن بہ اہل اسلام کا سلف سے خلف تک ہو چکا اور بظاہر آیت ’’یعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیٰ منافی ‘‘اس کے معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ مفاد اس آیت کا یہ نکلتا ہے کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو مار کر بعدازاں اٹھانے والا ہوں۔ لہٰذا ابن عباسؓ نے رفع منافات یوں فرمائی کہ آیت میں تقدیم وتاخیر کا قول کیا یعنی اے عیسیٰ میں تجھ کو اوّل اٹھانے والا ہوں آسمان کی طرف اور بعدازاں نازل کر کے زمین پر تجھ کو مارنے والا ہوں۔

اور باقی مفسرین کسی نے تو توفی سے معنی قبض کے لئے اور کسی نے نیند کے، سب کا مقصود یہی تھا کہ یہ آیت مخالف نہ ہو اس نص ’’بل رفعه الله الیه ‘‘کے جس کا مدلول آنحضرت ﷺ سے بوضاحت تامہ استلزاماً بیان ہو چکا ہے۔

صاحب کشاف نے ان سب مسالک کو ضعیف سمجھ کر حتیٰ کہ ’’ممیتك ‘‘ کو بھی جیسا کہ ’’قیل ممیتك فی وقتك ‘‘سے تمریض اور تضعیف اس کی ظاہر ہے ایک اور راستہ لیا اور لکھا ’’انی متوفیك ‘‘کنایہ ہے۔ عاصمک سے یعنی میں تمہارا بچانے والا ہوں شر یہود سے۔ کیونکہ استیفاء اجل اور عصمت لازم ہیں۔ توفی کو بعد ملاحظہ حصر کے جو مستفاد ہے۔ ضمیر متکلم کی مسند الیہ اور مشتق کے مسند بنانے سے یعنی جب اللہ ہی ان کا مارنے والا ہے۔ بغیر مداخلت یہود اور ان کی ایذا کے تو ضرور معنی استیفا اجل اور عصمت کے متحقق ہوں گے۔ اس معنی کنائی کی تشریح میں صاحب کشاف نے ’’ومعناه انی عاصمك ‘‘ذکر کیا۔ اب قول اس کا ’’وممیتك حتف انفك ‘‘یہ معنی کنائی کے ضمن میں داخل ہوا نہ یہ کہ مراد متوفیک سے ممیتک ہے۔ اس کی تو خود صاحب کشاف ’’وقیل ممیتك فی وقتك ‘‘سے تضعیف کر رہا ہے اور وجہ تضعیف کی یہ ہے کہ استیفاء اجل بسبب مشتمل ہونے۔ اس کے تاخیر اجل پر منافی حیات اور مسیح کے آسمان پر زندگی کرنے کا نہیں ہے۔ بخلاف ممیتک کے، کہ بغیر انضمام قیود خارجہ عن المدلول کے یعنی الآن اور بعد النزول دفع منافاۃ میں مفید نہ ہوگا۔ پس معنی اس بناء پر بھی یہ ہوئے کہ اے عیسیٰ میں ہی تجھ کو بچانے والا ہوں۔ کفار کے ہاتھ سے تا تمام ہونے تیری عمر کے اور بعدازاں میں تجھ کو تیری طبعی موت سے مارنے والا ہوں۔ بعد نزول کے آسمان سے اور بعد قتل کرنے دجال کے متوفیک کا لفظ کچھ اسی بات کی خواہش نہیں کرتا کہ جس وقت متوفیک فرمایا گیا اسی وقت میں عیسیٰ علیہ السلام کو وفات دے دیتا۔ بلکہ اگر بعد دو ہزار چار ہزار دس ہزار لاکھ برس کے ہو تو بھی متوفیک کے معنی صادق آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ: ’’یعیسیٰ انی متوفیك الان او بعد

سنة وغير ذلك ''اللہ تعالیٰ نے یہ تونہیں فرمایا کہ عیسیٰ میں تجھ کو مارنے والا اب یا دس دن یا برس سو برس کے بعد بلکہ مطلق فرمایا۔ پس جب اللہ تعالیٰ ان کو مارے گا۔'' انی متوفیك '' صادق ہو جائے گا اور یہ بات تو خوب ظاہر ہے۔ ہر شخص جان سکتا ہے۔ اگرچہ منصف کو اس تقریر سے کفایت ہے۔ مگر تائیداور تاکیداور تجدید فوائد کے لئے ایک اور تفسیر سے بھی بیان کیا جاتا ہے۔

''واللّٰه يهدى من يشاء الىٰ صراط مستقيم ۰ نقل از تفسير كبير الامام الرازیؒ قال اللّٰه تعالیٰ يا عيسیٰ انى متوفيك ورافعك الیّٰ ومطهرك من الذين كفروا''

''المسئلة الاولى اعترافوا بان اللّٰه تعالیٰ شرف عيسیٰ فى هذه الآية بصفات (الصفة الاولى) انى متوفيكم ونظيره قوله تعالیٰ حكاية عنه فلما توفيتنى كنت انت الرقيب عليهم واختلف اهل التاويل فى هاتين الآيتين على طريقين (احدهما) اجراء الآية علیٰ ظاهره من غير تقديم ولاتاخير فيها (والثانى) فرض التقديم والتاخير فيها ما الطريق الاول فبيانه من وجوه الاوّل معنى قوله تعالیٰ انى متوفيك اى انى متم عمرك فحنيئذا توفاك فلا اتركهم حتیٰ يقتلوك بل انا رافعك الیٰ سمائ ومقربك بملائكتى واهونك عن ان يتمكنوا من قتلك وهذا تاويل حسن اقول لا نه ليس فيه دلالة علیٰ الوفاة بمعنى الموت واتمام العمر وقت الرفع بل فيه اظهاران الرفع قبل اتمام العمر وهذا لا يخفى على اولیٰ النهى الوجه الثانى متوفيك اى مميتك وهو مروى عن ابن عباسؓ ومحمد بن اسحاق قالوا والمقصود ان لا يصل عدأ ومن اليهود والى قتله ثم انه بعد ذلك اكرمه بان رفعه الیٰ السماء ثم اختلفوا فى هذا الوجه على وجهين احدهما قال وهب توفى ثلاث ساعات من النهار ثم رفع اى بعد احيائه وثاينها قال محمد بن اسحق توفى سبع ساعات من النهار ثم احياه اللّٰه تعالیٰ ورفعه اليه ومن الوجوه فى تاويل الآية ان الواوفى قوله متوفيك ورافعك الیّٰ لاتفيد الترتيب فالآية تدل على انه تعالیٰ يفعل به هذاه الافعال فاما كيف يفعل ومتى يفعل فالا مرفيه موقوف علیٰ الدليل وقد ثبت بالدليل انه حى

وورد الخبر عن النبی ﷺ انه سینزل ویقتل الدجال ثم انه تعالیٰ یتوفاہ بعد ذلك‘‘

غرضیکہ نفس واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سچا ہے کہ ایسا ہوگا۔ باقی یہ کہ کیسا ہوگا اور کب، یہ بطرف پروردگار کے اس روایت کے بموجب سپرد کیا جائے اور اس کی تفصیل سے بحث نہ کی جائے۔ بہت ایسی باتیں ہیں کہ ان کا ہونا حق ہوتا ہے اور وجوہ کیفیت اور تعیین زمان ومکان واسم میں احتمال اور اختلاف ہوجایا کرتا ہے۔ جیسے کہ عینی جلد ساتویں ص ۳۱۷ میں ہے کہ ہابیل کا قاتل آدم علیہ السلام کا بیٹا تو ہے۔ مگر اس کے نام میں اختلاف ہے کہ قابیل ہے یا کہ قین بن آدم علیہ السلام یا کہ قائن بن آدم اور ایسا ہی قتل کرنے کے سبب میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ قابیل کے ساتھ کے بطن کی ہمشیرہ جس کا نام اقلیمیا یا اقلیما تھا وہ ہابیل کو شادی ہوگئی اور ہابیل کے ساتھ کے بطن والی ہمشیرہ اس کی جس کا نام لیوایا دیمایا لبورا تھا۔ وہ قابیل کو شادی ہوگئی اور اس وقت اس قدر جائز تھا۔ بسبب ضرورت کے ایک بطن کی لڑکی دوسرے بطن کے لڑکے کو شادی ہو جاتی تھی۔ کیونکہ دنیا میں اور کوئی عورت اور مرد نہ تھا اور بعض نے کہا کہ یہ بہن اور بھائی کا نکاح ہونا آدم علیہ السلام کی اولاد میں غلط بات ہے۔ بلکہ اصل یہ ہے کہ جیسا کہ حکایت کیا ثعلبی نے معاویہ بن عمار سے کہ میں نے سوال کیا۔ صادقؒ سے اس بات کا کہ کیا حضرت آدم علیہ السلام اپنی بیٹی کا نکاح اپنے بیٹے سے کیا کرتے تھے۔ اس نے کہا کہ پناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس بات سے وہ بلکہ ایسا ہوا کہ جب آدم علیہ السلام اترے طرف زمین کی تو اماں حوا کے ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ اس کا نام رکھا عناق اور اسی نے سب سے اوّل زمین پر بغاوت اور بدکاری اور گناہ شروع کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس پر ایسا کوئی مقرر کردیا۔ جس نے اس کو قتل کر ڈالا۔ پھر اس کے بعد قابیل پیدا ہوا۔ جب وہ جوان ہوا تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ظاہر کردی۔ ایک عورت جنیہ قوم جن میں سے اس کا نام حمامہ تھا۔ پس آدم علیہ السلام نے بحکم پروردگار قابیل سے اس کا نکاح کردیا اور جب ہابیل جوان ہوا تو اس کے لئے جنت سے حور آئی۔ نام اس کا بدلہ تھا۔ پس بحکم پروردگار اس کا نکاح ہابیل سے کردیا۔ پس قابیل خفا ہوا۔ آدم علیہ السلام پر اور کہا کہ میں ہابیل سے عمر میں بڑا ہوں اور میں اس سے بہتر ہوں۔ پس میرا نکاح بدلہ کے ساتھ کیوں نہ کیا جو کہ جنت کی حور ہے۔ کہا آدم علیہ السلام نے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ایسا ہی تھا۔ پس تم دونوں قربانی کرو کہ کس کی قربانی اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے۔ دیکھنا چاہیے۔ پس بعض نے کہا کہ قابیل کے قتل کرنے کا سبب ہابیل کو یہ تھا کہ اس کی ہمشیرہ اقلیما

سے جو خوبصورت تھی ہابیل کا نکاح ہو گیا تھا۔ پس آسمان سے سفید آگ نے آ کر ہابیل کی قربانی کو جلا دیا اور کھا لیا اور یہ قبول ہونے قربانی کی نشانی تھی اور قابیل کی قربانی کو نہ جلایا اور نہ کھایا۔ پس قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا اور بعض نے کہا کہ وہ حسد کی دوسری بات ہے۔ یعنی ہابیل کو جنت کی حور مل گئی تھی اور اس کو جنیہ عورت ملی تھی اور ایسا ہی اختلاف ہے۔ اس میں کہ وہ قربانی ان دونوں کی کس جگہ میں ہوئی تھی۔ اکثر علماء کہتے ہیں کہ ہندوستان میں ہوئی۔ بعض کہتے ہیں۔ منیٰ کے پہاڑ میں ہوئی تھی اور بعض اور جگہ بتاتے ہیں اور ایسا ہی اختلاف ہے۔ اس میں کہ کس طریقہ سے ہابیل کو مارا۔ ابن جریج نے کہا کہ قابیل اسی فکر میں تھا کہ سو گیا اور شیطان ایک صورت بن کر آیا اور اس نے ایک پرندہ پکڑ کر ایک پتھر پر اس کا سر رکھا اور دوسرے پتھر سے اس کو ریزہ ریزہ کر ڈالا۔ پس قابیل نے ہابیل کے ساتھ ایسا ہی کیا اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ پتھر مار کر مار ڈالا اور مجاہد سے روایت ہے کہ سخت ڈھیلوں سے یعنی مٹی کے کلوخ سے سر اس کا کچل ڈالا اور ربیع سے روایت ہے کہ دھوکا دے کر اس کو قتل کر دیا اور بعض نے کہا کہ اس کا گلا گھونٹ ڈالا اور بعض نے کہا کہ اس کو لوہے کے ساتھ قتل کر ڈالا اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ کس جگہ پر اس کو قتل کیا۔

پس ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جبل ثور پر قتل کیا اور جعفر صادقؒ سے روایت ہے کہ بصرہ کی جامع مسجد میں اور امام طبری سے روایت ہے کہ حراء کے وادی میں اور مسعودی سے روایت ہے کہ دمشق میں اور ایسا ہی کہا ہے ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں جس میں دمشق کا بیان ہے۔ پس کہا کہ قابیل باہر رہا کرتا تھا۔ باب جابیہ سے اور اس نے قتل کیا اپنے برادر کو جبل قاسیون پر نزدیک مغارۃ الدم کے اور کہا حضرت کعب نے کہ جو خون کہ قاسیون کے پہاڑ پر ہے وہ خون آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل کا ہے اور کہا ابن جوزی کے پوتے نے کہ عجب ہے ان اقوال سے اور حالانکہ متفق ہیں۔ تواریخ اور صحابہ اور انبیاء علیہم السلام کے حالات بیان کرنے والے لوگ اس بات پر کہ یہ قتل کا واقعہ ہندوستان میں ہوا ہے اور قابیل نے غنیمت جانا کہ میرا باپ مکہ میں ہے۔ پس ہند میں اس کو قتل کر ڈالا اور جبل ثور اور حراء پر اس کو کون لایا۔ وہ دونوں پہاڑ تو مکہ میں ہیں اور بصرہ شہر کی تو خود اس وقت بنیاد تک بھی نہ تھی اور کہا تھا ہند اور دمشق اور باب جابیہ اے میرے پروردگار میں ایسی باتوں سے پناہ مانگتا ہوں اور میں کہتا ہوں کہ روایت ہے ابن عباسؓ سے کہ قتل کیا ہے اس نے ہابیل کو جبل نوذ با پر ہند میں اور یہی قول صحیح ہے۔

(انتھی ما فی العینی للامام بدر الدین علی البخاری ج ۷)

خیال کرو کہ واقعہ سچا مگر اس کے اسباب ووجوہ میں کس قدر خلاف ہے۔ پس ایسا ہی عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ کہ ضرور نازل ہوں گے زمین پر اور مریں گے مگر کس طور پر اور کب اس کی بحث ضروری نہیں ہے۔ یہ بیان اس وجہ تاویل میں تھا کہ آیت کریمہ میں ترتیب مفید نہ مانی جاوے۔

’’ومنها فی التاویل ماقاله ابوبکر الواسطی وهو ان المراد انی متوفیك عن شهواتك وحظوظ نفسك ثم قال ورافعك الیّ وذلك لان من لم یصرفانیا عما سوی الله لا یکون له وصول الیٰ مقام معرفة الله تعالیٰ وایضاً فعیسیٰ لما رفع الیٰ السماء صار حاله کحال الملٰئکة فی زوال الشهوة والغضب والاخلاق الذمیمة ومنها ان التوفی اخذ الشئی وافیا ولما علم الله ان من الناس من یخطر بباله ان الذی رفعه الله هو روحه لا جسده کما زعمت النصاریٰ ان المسیح رفع لاهو ته یعنی روحه وبقی فی الارض ناسوته یعنی جسده فرد الله علیهم بقوله انی متوفیك ورافعك الیّ ‘‘

جیسا کہ (تفسیر کبیر ج۳ص۴۷۳، طبع مصر) میں ہے۔’’فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم والمراد منه وفاة الرفع الیٰ السماء من قوله انی متوفیك ورافعك الیّ ‘‘اور جیسا کہ (تفسیر خازن جزء اوّل ص۵۰۹) میں ہے۔’’فلما توفیتنی یعنی فلما رفعتنی الیٰ السماء فالمراد به وفاة الرفع لاالموت فذکر هذا الکلام لیدل علیٰ انه علیه الصلوٰة والسلام رفع بتمامه الیٰ السماء بروحه وجسده ویدل علی صحة هذا التاویل وما یضرونك من شئ ومنها انی متوفیك ای اجعلك کالمتوفی لانه اذا رفع الیٰ السماء وانقطع خبره واثره عن الارض کان کالمتوفی واطلاق اسم الشئ علی ما یشابهه فی اکثر خواصه وصفاته جائز حسن ومنها ان التوفی هوالقبض یقال وفانی فلان دراهمی واوفانی وتوفیتها منه کما یقال سلم فلان دراهمی الیّ وتسلیمتها منه وقد یکون ایضا توفی بمعنی استو فی وعلی کلاالا حتمالین کان اخراجه من الارض واصعاده الیٰ السماء توفیاله ۰ فان قیل فعلی هذا الوجه کان التوفی عین الرفع الیه فیصیر قوله ورافعك الیّ تکرار قلنا انی متوفیك یدل علیٰ حصول التوفی وهو جنس تحته انواع بعضها بالموت وبعضها بالاصعاد الیٰ السماء

فـلـمـا قال بعد ورافعك الیٰ کان هذا تعيينا للنوع ولم يكن تكرارا ۰ ومنها ان يـقـد رفيهـا حـذف الـمـضـاف والتـقدير متوفى عملك بمعنى مستوفى عملك ورافـعك الـیّ ای ورافـع عـملك الیّ وهو كقوله تعالیٰ اليه يصعد الكلم الطيب والـمـراد مـن هـذه الآية انـه تعالیٰ بشره بقبول طاعته واعماله وعرفه ان ما يـصل اليه من المتاعب والمشاق فيه تمشية دينه واظهار شريعته من الاعداء فهو لا يضيع اجره ولا يهدم ثوابه‘‘

’’ومـنهـا الـمـراد مـن التـوفـی النوم ومنه قوله عزوجل اللّٰہ يتوفى الانـفـس حيـن موتها والتى لم تمت فى منامها فجعل النوم وفاة وكان عيسیٰ عـليـه السـلام قـد نام فرفعه اللّٰه وهو نائم لئلا يلحقه خوف فمعنے الآية انی مـنيـمك ورافـعك الـیّ فهـذه الوجوه المذكورة علیٰ قول من يجری الآية علیٰ ظـاهـرهـا الـطـريق الثانی وهو قول من قال لا بدفی الآية من تقديم وتاخير تـقـديـره انـی رافعك الیّ ومطهرك من الذين كفروا ومتوفيك بعد انزالك الیٰ الارض وقيـل لبـعضهم هل تجد نزول عيسیٰ الیٰ الارض فی القرآن قال نعم قـولـه تـعـالـیٰ وكهـلا وذلك لا نـه لـم يكتهل فی الدنيا وانما معناه وكهلا بعد نـزولـه مـن السـمـاء ومثـلـه من التقديم والتاخير كثير فی القرآن ۰ واعلم ان الوجوه الكثيرة التى قدمناها تغنى عن التزم مخالفة الظاهر واللّٰه اعلم اصفة الثـانية من الصفات التى ذكرها اللّٰه تعالیٰ بعيسیٰ عليه السلام قوله ورافعك الـیّ والمشبهة يتمسكون بهذه الآية فی اثبات المكان للّٰه تعالیٰ وانه تعالیٰ فی السـمـاء وقدد للنافی المواضع الكثيرة من هذا الكتاب بالدلائل القاطعة علیٰ انـه يـمتـنـع كـونه تعالیٰ فی المكان فوجب حمل اللفظ علیٰ التاويل وهو من وجوه‘‘

الاوّل...... ’’ان الـمـراد الـیٰ مـحـل كـرامتـی وجـعـل ذلك رفعـا اليـه لـلتـفـخيـم والتعظيم ومثله قوله انی ذاهب الیٰ ربی وانما ذهب ابراهيم عليه السـلام مـن الـعـراق الـیٰ الشـام وقـد يـقـول السـلطان ارفعوا هذا الامر الیٰ الـقـاضـی وقـديسـمـی الحاج زوار اللّٰه تعالیٰ ويسمى المجاورون جيران اللّٰه والمراد من كل ذلك التفخيم والتعظيم فكذاههنا‘‘

الوجه الثانی...... ’’فـی التـاویل ان یکون قوله ورافعك الیٰ معناه انه یرفع الیٰ مکان لا یملك الحکم علیه فیه غیر اللّٰه لان فی الارض قد یتولی الـخلق انواع الاحکام فاما السموات فلا حاکم هناك فی الحقیقة وفی الظاهر الا اللّٰه تعالیٰ‘‘

الوجه الثالث...... ’’ان بتـقـدیـر الـقـول بان اللّٰه فی مکان لم یکن ارتـفـاع عیسیٰ الیٰ ذلك سبباله لانتفاعه وفرحه بل انما ینتفع بذلك لووجد هـناك مطلوبه من الثواب والروح والراحة والریحان فعلی کلا القولین لا بد مـن حـمل اللفظ علیٰ ان المراد ورافعك الیٰ محل ثوابك ومجاز اتك واذا کان لا بـد مـن اضمار ماذکرناه لم یبق فی الآیة دلالة علیٰ اثبات المکان للّٰه تعالیٰ وبـقـی مـن مباحث هذه الآیة موضع مشکل وهو ان نص القرآن دل علیٰ انه تـعـالـیٰ حیـن رفعه القی شبهه علیٰ غیره علی ماقال (وما قتلوه وما صلبوه ولـکـن شبـه لهـم) والاخبار ایضاً واردة بذلك الاان الروایات اختلف فتارة یـروی ان اللّٰه تـعـالـیٰ الـقـی شبـه علیٰ بعض الاعداء الذین دلوا الیهود علی مـکـانـه حتـیٰ قتـلـوه وصلبوه وتارة یروی انه علیه الصلوٰة والسلام رغب بـعـض خـواص اصـحابه فی ان یلقی شبه علیه حتیٰ یقتل مکانه وباالجملة فـکیفما کان ففی القاء شبهه علیٰ الغیرا شکالات الاشکال الاول انا لوجوزنا الـقـارشبـه انسـان عـلـی انسان آخر لزم السفسطة فانی اذا رأیت ولدی ثم رأیتـه ثـانیـا حیـنـئـذا جـوزان یکون هذا الذی رأیته ثانیا لیس بولدی بل هـوانسـان الـقـی شبهه علیه وحینئذ یرتفع الامان عن المحسوسات وایضا فـالـصـحـابة الـذی رأوا مـحمداﷺ یا مرهم وینهاهم وجب ان لا یعرفوا انه مـحـمـد لاحتـمـال انـه القی شبهه علی غیره ذلك یفضی الیٰ سقوط الشرائع وایـضـاً فـمـدار الامـر فی الاخبار المتواترة علی ان یکون المخبر الاوّل انما اخبـر عـن الـمحسوس فاذا جازوقوع الغلط فی المبصرات کان سقوط خبر الـمتواترة اولـیٰ وبـاالـجـمـلة فـفتـح هـذا الباب اوله سفسطة وآخره ابطال الـنبـوات بـالـکـلیة والاشـکال الثانی وهوان اللّٰه‌تعالیٰ کان قد امر جبرائیل علیه السلام بان یکون معه فی اکثر الاحوال هکذا قاله المفسرون فی تفسیر

قولہ تعالیٰ (اذا یدتك بروح القدوس) ثم ان طرف جناح واحد من اجنته جبریل علیه السلام کان یکفی العالم من البشر کیف لم یکف فی منع اولئك الیهود عنه وایضاً انه علیه السلام لما کان قادراً علیٰ احیاء الموتیٰ وابرا الاکمه والابرص فکیف لم یقدر علیٰ اماتة اولئك الیهود الذین قصدوه بالسوء وعلیٰ اسقامهم والقاء الزمانة والفلج علیهم حتیٰ یصیر واعاجزین عن التعرض له والاشکال الثالث انه تعالیٰ کان قادرا علیٰ تخلیصه من اولئك الاعداء بان یرفعه الیٰ السماء فما الفائدة فی القاء شبه علیٰ غیره وهل فیه الاالقاء مسکین فی القتل من غیر فائدة الیه والاشکال الرابع انه اذا القی شبهه علیٰ غیره ثم انه رفع بعد ذلك الیٰ السماء فالقوم اعتقدوافیه انه هو عیسیٰ مع انه ماکان عیسیٰ هذا کان القاء لهم فی الجهل والتلبیس وهذا لایلیق بحکمة اللّٰه تعالیٰ والاشکال الخامس ان النصاریٰ علیٰ کثرتهم فی مشارق الارض ومغاربها وشدة محبتهم المسیح علیه السلام وفلوهم فی امره اخبروا انهم شاهد وه مقتولا مصلوبا فلوا نکرنا ذلك کان طعنا فیما ثبت بالتواتر والطعن فی التواتر یوجب الطعن فی نبوة محمدﷺ ونبوة عیسیٰ علیه السلام، بل فی وجودهما ووجود سائرالانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام وکل ذلك باطل والاشکال السادس ثبت بالتواتر ان المصلوب بقی حیاز مانا طویلا فلولم یکن ذلك عیسیٰ بل کان غیره لا ظهر الخبر ولقال انی لست بعیسیٰ بل انما انا غیره ولبالغ فی تعریف هذا المعنے ولو ذکر ذلك لا شهتر عن الخلق هذا المعنے فلما لم یوجد شئ من هذا لمنا ان لیس الامر علی ماذکرتم فهذا جملة ما فی الموضع من السوالات والجواب عن الاول ان کل من اثبت القادر المختار سلم انه تعالیٰ قادر علی ان یخلق انسانا آخر علی صورة زید مثلاثم ان هذا التصویر لا یوجب الشك المذکور فکذا القول فیماذکرتم والجواب عن الثانی ان جبریل علیه السلام لودفع الاعداء عنه اواقدر اللّٰه تعالیٰ عیسیٰ علیه السلام علی دفع الاعداء عن نفسه لبلغت معجزته الیٰ حدالالجاء وذلك غیر جائز وهذا هو الجواب عن الاشکال الثالث فانه تعالیٰ لورفعه الیٰ السماء وما القی شبهه علی الغیر لبلغت تلك

المعجزة الىٰ حدالالجاء والجواب عن الرابع ان تلامذة عيسىٰ كانوا حاضرين وكانوا عالمين بكيفية الواقعة وهم كانوا يزيلون ذلك التلبيس والجواب عن الخامس ان الحاضرين فى ذلك الوقت كانوا قليلين ودخول الشبهة علىٰ الجمع القليل جائز والتواتر اذا انتهى فى آخر الامر الىٰ الجمع القليل لم يكن مفيد اللعلم والجواب عن السادس ان بتقديران يكون الذى القى شبه عيسىٰ عليه السلام كان مسلما وقبل ذلك عن عيسىٰ عليه السلام جائز ان يكست عن تعريف حقيقت الحال فى تلك الواقعة (بشبت العزم والصبر علىٰ البلاء وكذلك العزم على الصبر والكف عن اظهار المحن من طريقة الكبراء من محبى اللّٰه تعالىٰ وبعيد بل ابعد عن شكاية اللّٰه لدى العباد وليس فيه نفع للشاكى) وبالجملة فالاسئلة التى ذكروها امور تتطرق الاحتمالات اليها من بعض الوجوه ولما ثبت بالمعجز القاطع صدق محمدﷺ فى كل ما اخبر عنه امتنع ضيرورة هذه الاسئلة المتحملة معارضته للنص القاطع واللّٰه ولیّ الهداية انتهىٰ مافى التفسير مفاتيح الغيب للامام الرازى مخلوطا معانى بعض المواضع وانا الفقير الحقيرا قول فى تتمة الجواب عن الاشكال الخامس ان ادعاء هم قتل عيسىٰ عليه السلام وصلبهم اياه واثباته بالتواتر وانتهاء التواتر الىٰ امر محسوس وهو القتل والصلب فى حق عيسىٰ عليه السلام ادعاء مجرده اشتباه وهمى ناش من الاجتماع على حمية قومية ونصرة دينية وتحفظ مسلكى كما ادعى الشيعية تواتر نص جلى من حضرة الرسالة علىٰ خلافة امير المؤمنين سيدنا على ابن ابى طالب يوم غدير خم مع انه لم يثبت باخبار الآحاد ايضاً فضلاً عن الشاهير فضلا عن المتواتر علىٰ ان التجربة والتواتر من قوم لا يكون حجة ملزمة علىٰ قوم آخر ما لم يصل اليهم على ذلك النمط كما تقرر فى موضعه ولمنع هذا التواتر وجوه الادل ان من شرائط التواتر وجود هذا المبلغ المحيل لكذب فى كل طبقة ولذاقا لواله اوله كاخره واوسط كطفريه ووقت حدوث تلك الواقعة لم يتجاوز عدد المخبرين سبعة انظار الذين دخلوا عليه وزعموا انهم صلوة كانوا ستة اوسبعة والغالب فى هذا العدد عدم

بلوغهم حدالعلم والقطع بخبرهم (والثانی) ان دعوئ اهل الاسلام لیس نفی مطلق المصلوبیة والمقتولیة بل مدعاهم ان المصلوب هومن صور علی صورة عیسیٰ علیه السلام فی اللون والشکل والوجه لا نفس حبثة المقدسة بل رفعه اللّٰه الیه والثابت بالتواتر لو سلم مصلوبیة من هو علیٰ صورة وهوکل یصدق علیه وعلیٰ غیره فهو غیر مضرلنا، لان الدلیل اعم من دعواهم فلایتم التقریب فمبنے الامر علیٰ غلط الحس اوعلیٰ عدم تمیزه اوعلیٰ عجزه وکلاله عن ادراك التشخص الواقعی وهذا واقع کثیرة فی المتشابهات کما یورده اهل المعقول فی نقض الکلیة ببدلیة البیضات (والثالث) انه قد انقطع عرض الیهود فی عهد بخت نصرفانه قتلهم واعدم عن الارض بذرهم وکسرا ضامهم فلم یبق الاواحد بعد واحد غیر بالغ حدالتواتر وکان ملکا قبل البغتة قابضا المشارق الارض ومغاربها فانقطعت الطبقة الوسطیٰ فلا یصدق حدالتواتر علیٰ قولهم انا قتلنا المسیح (والرابع) ان من شرائط التواتر ان لا یکون معارضا لا مرقطعی وهو قول اللّٰه تبارك وتعالیٰ وما قتلوه وما صلبوه ولکن شبه لهم وان الذین اختلفوا فیه لفی شك منه ما لهم بذلك من علم الاتباع الظن انتخبت هذا من کلام الفاضل محمد الحسن السنبهلی من تعلیقاته علی العقائد للسعد التفتازانی مزید امنا بمواضع للایضاح“

تفسیر خازن میں سورۂ یٰسین شریف کے اس قول پاک پر ہے۔”واضرب لهم مثلاً اصحٰب القریة اذجاء ها المرسلون “اخر آیت تک ایک قصہ طول طویل اس آیت کریمہ کے متعلق ذکر کیا اور آخر میں کہا کہ کھل گئے دروازے آسمانوں کے اور دیکھا میں نے ایک جوان خوبصورت ان تینوں شمعوں اور دو قاصدوں کے لئے۔ اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعاء کر رہا ہے۔ اس جواب سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ اوّل قصہ میں عیسیٰ علیہ السلام ہی کا ذکر ہے۔ پورا قصہ دیکھنے سے اشتباہ نہیں رہتا۔

دلیل جانے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسمان پر حضرت شیخ امام اجل ابونصر محمد بن عبدالرحمٰن ہمدانیؒ نے اپنی کتاب مستطاب سبعیات میں فرمایا ہے کہ یوم السبت یعنی سنیچر کے روز سات شخصوں نے سات شخصوں کے ساتھ مکر کیا ہے۔ نوح علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر، صالح

علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر، یوسف علیہ السلام سے ان کے بھائیوں کا مکر، موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر، عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کا مکر ان سے، قریش کے سرداروں کا مکر رسول اللہ ﷺ سے، بنی اسرائیل کا مکر، پروردگار کے منع کرنے کے ساتھ شکار کرنے سے بروز سنیچر کے یعنی شنبہ کے روز اور بیان کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم کے مکر کے سبب سے پروردگار نے بواسطہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آسمان پر بلالیا اور عبارت اس امام اجل کی یہ ہے۔

”اعلم ان صاحب البراق وسید یوم المیثاق ورسول الملك الخلاق لم یسم یوم السبت یوم مکرو خدیعة وانما سماه یوم المکر والخدیعة لان سبعة نفر مکروا فی هذا الیوم بسبعة نفر الاول قوم نوح علیه السلام مکرا بنوح علیه السلام قوله تعالیٰ ومکروا مکرا کبار الآیة فاستحقوا الطوفان والمحنة قوله تعالیٰ ففتحنا ابواب السماءٍ بماء منهمر الآیة الثانی قوم صالح علیه السلام مکروا بصالح علیه السلام قوله تعالیٰ ومکروا مکرا ومکرنا مکراوهم لا یشعرون ۰ الثالث اخوة یوسف علیه السلام مکروا بیوسف علیه السلام قوله تعالیٰ فیکیدوا لك کیدا ۰ الرابع قوم موسیٰ علیه السلام مکروا بموسیٰ علیه السلام قوله تعالیٰ فاجمعوا کیدکم ثم ائتوا صفا ۰ الخامس قوم عیسیٰ علیه السلام مکروا بعیسیٰ ومکروا ومکراللّٰه ۰ واللّٰه خیر الماکرین ۰ السادس صنادید قریش مکروا برسول اللّٰه ﷺ قوله تعالیٰ واذ یمکربك الذین کفروا الآیة السابع بنو اسرائیل مکروا بنهی اللّٰه تعالیٰ قوله تعالیٰ واسالهم عن القریة ۰ وهی ایلة التی کانت حاضرة ای مجاورة البحر بحرالقلزم (اذیعدون) ای یعتدون فی السبت فاستحقوا المسخ واللعنة“

پھر دوورق کے بعد ہر ایک قوم کے مکر کو جو تفصیلا بیان کرنا شروع کیا تو قوم یہود کا جو مکر عیسیٰ علیہ السلام سے ہوا اس کا قصہ بیان فرمایا: ”(وقصت) ان الیهود قالوا عیسیٰ ساحر واحیاء الموتیٰ وغیر ذلك کله من السحر فسمع عیسیٰ علیه السلام ذلك فاغتم وقال الٰهی انك اعلم بافترائهم فآتهم المسخ فجعلهم اللّٰه القردة والخنازیر فبلغ الخبر ملك الیهود فخاف ان یدعو علیه ایضاً فامر بقتل عیسیٰ علیه السلام فاجتمع الیهود وجاؤا الیٰ عیسیٰ وکان فی البیت فادخلوا علیه واحدا منهم لیقتله فنزل جبرئیل علیه السلام فصعد بعیسیٰ

الیٰ السماء من سقف البیت وحول اللّٰہ صورۃ الرجل الذی دخل علیہ علیٰ صورۃ عیسیٰ علیہ السلام فاخذ الیہود ذلک الرجل وقتلوہ فظنوا انہم قتلوا عیسیٰ علیہ السلام وما قتلوہ کما قال اللّٰہ تعالیٰ وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللّٰہ الیہ ۰ الآیۃ ویقال ان اسم الرجل الذی شبہ بعیسیٰ علیہ السلام اشبوع‘‘

مطلب یہ ہے کہ یہود کی قوم نے جو کہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ جب کہ عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا اور سخت بیماروں کو شفاء دینا وغیرہ۔ بڑے بڑے معجزے دیکھے تو یہودیوں نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام جادوگر ہے۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے وہ یہودی خنزیر اور بندر بن گئے۔ جب یہ خبر ان کے پادشاہ کو پہنچی تو وہ ڈرا کہ شاید میرے اوپر بھی عیسیٰ علیہ السلام بددعا کریں گے۔ پس اس نے قتل کا حکم دیا اور قتل کے واسطے ایک مکان میں ان کو بند کیا۔ پس جب ایک شخص کو واسطے قتل کرنے عیسیٰ علیہ السلام کے مکان کے اندر داخل کیا جس کا نام اشبوع تھا۔ اس پر عیسیٰ علیہ السلام کی صورت ڈالی گئی اور یہود نے اس کو عیسیٰ جان کر قتل کر دیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو پروردگار نے آسمان پر طلب کر لیا۔ دلیل (ہونے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر عینی شرح بخاری جلد ۱۱ ص ۳۷۱) میں ہے۔’’وان عیسیٰ بقتلہ بعد ان ینزل من السماء فیحکم بشریعۃ المحمدیۃ ‘‘یعنی دجال کی باتوں سے ایک یہ بات ہے کہ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے۔ آسمان سے نازل ہونے کے بعد پس حکم کریں گے ساتھ شریعت محمدی ﷺ کے۔

(عینی شرح بخاری ج ۴ ص ۵۹۸) میں حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث’’ان النبی ﷺ قال یخرب الکعبہ ذوالسویقتین سن الحبشۃ ‘‘کے متعلق فرمایا کہ کعبہ کے خراب ہونے کے ذکر میں جو جو احادیث وارد ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ابوداؤد طیالسی نے صحیح سند کے ساتھ فرمایا کہ حبشی لوگ آ کر خانہ کعبہ کو ایسا خراب کریں گے کہ بعد اس کے پھر اس مکان متبرک کی تعمیر نہ ہوگی اور وہی لوگ نکالیں گے خزانہ اس کا اور ذکر کیا حلیمی نے کہ یہ بات عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوگی اور ایک حبشی ذوالسویقتین آئے گا اور بیت اللہ شریف کو گرائے گا۔ پس اس کے آنے کے بعد آٹھویں برس سے نویں برس کے درمیان میں عیسیٰ علیہ السلام بھیجے گا اس کی طرف ایک جماعت کو ذوالسویقتین کے معنی صاحب دو چھوٹی پنڈلیوں کا یہ اشارہ بطرف باریک ہونے پنڈلیوں کے ہے۔ کیونکہ قوم حبش کی پنڈلیاں باریک ہوتی ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ خانہ کعبہ کو خراب

کرے گا۔ ایسا ایک شخص جو کہ قوم حبشہ کی ضعیف ہے اور وہ عبارت عربی یہ ہے عینی کی ''ومنها ما رواه ابوداؤد الطيالسی بسند صحيح فی يبايع لرجل بين الركن والمقام واوّل من يستحل هذا البيت اهليه فاذا استحلواه فلا تسئال عن هلكة العرب ثم نجيئی الحبشة فيخربونه خرابا لا يعمر بعده وهم الذين يستخرجون كنزه وذكر الحليمی ان ذلك فی زمن عيسىٰ عليه السلام وان الصريح ياتيه بان ذاالسويقتين قد سار الیٰ البيت يهدمه فيبعث اليه عيسىٰ عليه السالم طائفة بين الثمان الیٰ التسع ''اور اسی عینی کے دوسرے صفحہ میں ہے کہ امام غزالی سے مذکور ہے کہ ہر روز مغرب کے وقت طواف کرتا ہے۔ ایک شخص ابدال میں سے خانہ کعبہ کا اور ہر صبح کو طواف کرتا ہے۔ اس کا ایک شخص اوتار سے جب یہ بات تمام ہو جائے گی تو یہ سبب ہوگا۔ خانہ کعبہ کے اٹھ جانے کا زمین سے پس ایک روز ایک ایسا ہوگا کہ جب صبح کو لوگ اٹھیں گے تو خانہ کعبہ کا کوئی نام ونشان اس جگہ اپنی پر نہ ہوگا اور یہ امر اس کے غائب ہو جانے کا اس وقت ہوگا کہ پہلے سے سات برس تک کوئی شخص حج اس کا نہ کرے گا۔ پھر قرآن شریف اٹھ جائے گا۔ اپنی تختیوں سے (یعنی لوگوں کو اس کے لکھنے اور خریدنے کا شوق نہ رہے گا) پھر قرآن شریف دلوں سے اٹھ جائے گا۔ (یعنی نہ کوئی عمل کرے گا اور نہ کوئی پڑھے گا) پھر لوگ متوجہ ہو جائیں گے بطرف شعر اشعار اور غزل خوانی اور مرثیہ خوانہ اور گانے بجانے اور جاہلیت کے قصوں کے۔ پھر نکلے گا دجال اور نازل ہوں گے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ اٹھ جانا قرآن شریف کا سینوں سے اول ہوگا اور خراب ہونا خانہ کعبہ کا بعد اس کے ہوگا اور یہ بعد موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہوگا اور یہی بات صحیح ہے۔ من العینی غرضیکہ عیسیٰ علیہ السلام کا آنا اس وقت ضرور ہے۔ خراب ہونا خانہ کعبہ کا بعد ہو رفع قرآن شریف کے یا قبل ہو اور پہلی روایتوں میں مطلق جمع مراد ہے۔ سوائے ترتیب مذکور کے یعنی یہ سارے امور ہوں گے۔ قطع نظر تقدیم وتاً خیر مذکور فی العبارۃ سے پس ان روایات میں تطبیق بھی ہوگئی اور بالتبع گانے بجانے کی برائی اور اس کا موجب النہی ہونا بھی پایا گیا۔

(عینی شرح بخاری ج ثانی ص ۲۱۰) میں ہے کہ جب جبرائیل علیہ السلام جنت سے رسول اللہ ﷺ کے واسطے براق لائے اور حضرت ﷺ براق پر سوار ہونے لگے تو گھوڑے نے تیزی کی پس جبرائیل علیہ السلام نے گھوڑے سے کہا کہ کیا تو محمد ﷺ ہی سے سختی کرتا ہے۔ یہ حصر کے کلمہ کے ساتھ اس واسطے کہا کہ پہلے انبیاء علیہم السلام بھی اس براق پر سوار ہو چکے ہیں۔ حضرت قتادہؒ

نے فرمایا کہ وجہ یہ تھی کہ پہلے انبیاء علیہم السلام سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک زمانہ بہت گزر چکا تھا۔ اس پر کسی نے سواری نہ کی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک تو خود زمانہ دراز تھا۔ پس اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اس گھوڑے پر مثل انبیائے سابقین کے سواری کی تھی۔ مگر رسول اللہ ﷺ تک زمانہ چونکہ بہت گزر چکا تھا۔ لہٰذا وہ گھوڑا موافق دنیا کے گھوڑوں کے ذرا تیزی کرتا تھا۔ جیسے کہ دنیا کے گھوڑے اگر زمانہ دراز تک ان پر سواری نہ کی جائے تو ذرا تیزی دکھاتے ہیں اور سوار کے آگے سوار ہونے کے وقت اچھلتے کودتے ہیں۔ وھذا ظاھر جدا!

(عینی شرح بخاری جلد دوم ص ۲۰۷) میں ہے۔ بطور سوال و جواب کے، سوال یہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فقط پانچ انبیاء آدم، ادریس، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام یا آٹھ انبیاء یعنی اور یحییٰ، یوسف، ہارون علیہ السلام ہی کا نام لیا کہ ان سے میری ملاقات ہوئی اور حالانکہ بقیہ انبیاء علیہم السلام سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔ شب معراج میں پس جواب میں سب کے نام لینے اور خاص کرنے کے وجوہ بیان کئے کہ ان حضرات کو نبی کریم ﷺ سے مناسبت زیادہ تھی بہ نسبت دیگر انبیاء علیہم السلام کے اور حضرت ادریس علیہ السلام کے بیان میں فرمایا کہ ادریس علیہ السلام آسمان چہارم پر اٹھائے گئے۔ جب کہ ان کی عمر ۳۶۵ برس کی تھی اور عیسیٰ علیہ السلام جب کہ ارادہ کیا ان کے قتل کا یہود نے پس پروردگار نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔ ایسا ہی نبی ﷺ کو جب کہ یہود نے بکری میں زہر ملا کر قتل کرنے کا ارادہ کیا تو پروردگار نے حضرت کو نجات دے دی۔ اسی عینی کے اسی جلد اسی صفحہ میں ہے۔ سوال انبیاء علیہم السلام کی جائے قرار زمین میں ہے۔ پس کس طور پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو آسمان میں دیکھا۔ کسی نے جواب اس کا اس طرح دیا ہے کہ ان انبیاء کی ارواح کو پروردگار نے جسم کی شکل پر متشکل کیا تھا۔ ذکرہ ابن عقیل وکذا ذکرہ ابن التین اور ابن التین نے کہا ہے کہ ارواح بدن کی طرف بروز قیامت لوٹیں گی۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ وہ زندہ ہیں اور نہیں مرے اور وہ حضرت نازل ہوں گے بطرف زمین کے۔ چونکہ ابن التین کے کلام سے فقط عیسیٰ علیہ السلام ہی کی حقیقی حیات معلوم ہوتی تھی اور باقی انبیاء علیہم السلام کی حیات اس طور پر کہ ان کی ارواح طیبہ متشکل بشکل اجسام ہوگئی تھی اور ان کی اصلی حقیقی حیات اور جسم دنیوی اس روز ہوگا کہ جب بروز قیامت ان میں روح ڈالی جائے گی۔ پس علامہ عینی نے رد کر دیا کہ سارے انبیاء کو رسول اللہ ﷺ نے حقیقتاً دیکھا ہے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے اور موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اور دیکھا ان کو ششم آسمان

میں۔غرضکہ مثل دیگر اہل اسلام کے ابن التین بھی اس کا قائل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہی نہیں ہوئے۔ بلکہ زندہ تشریف لے گئے ہیں۔

قادیانی دجال اور بطال نے جس جلیل الشان پیغمبر اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی کلمتہ اللہ حضرت عیسیٰ روح اللہ کو گالیاں دی ہیں اور طرح طرح کے عیب اور طعن ان پر اور ان کی والدہ ماجدہ عابدہ متقیہ بی بی مریم علیہا السلام پر لگائے ہیں میں تھوڑا اقدر ان کے اوصاف حمیدہ سے ہدیہ اہل اسلام کرتا ہوں تا کہ جان لیں کہ قادیانی مسلمان تھا یا کیا؟ اور ان اوصاف کے ذکر کو اپنی نیک بختی کا ذریعہ شمار کرتا ہوں۔پس بعد حمد رب العالمین اور صلوٰۃ سید المرسلین کے عرض کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم صاحبہ حضرت سلیمان پیغمبر علیہ السلام کی لڑکیوں کی اولاد میں سے ہے۔درمیان حضرت سلیمان علیہ السلام اور بی بی مریم صاحبہ کی ۲۴ پشتیں ہیں۔بی بی مریم کے باپ کا نام عمران بن ماثان اور بعض نے کہا ابن اشیم ہے۔سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی اولاد سے ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے باپ کا نام بھی عمران ہے۔مگر وہ بن قاہت بن لادی بن یعقوب علیہ السلام ہے اور ہر دو عمران کے درمیان مدت ایک ہزار آٹھ سو برس کی تھی۔ (خازن ص ۲۲۹)

حدیث شریف میں ہے کہ بی بی مریم جب پیدا ہوئی تو ان کی والدہ حنہ نے مسجد بیت المقدس کی خدمت کے لئے مسجد میں ان کو دے دیا اور ایک ساعت بھی اپنی والدہ نے ان کو خوراک نہیں دی۔ بلکہ مسجد کے چوبارہ میں جنت سے بے موسم میوہ ان کے پاس آیا کرتا تھا اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام ان کی پرورش کا انتظام کیا کرتے تھے۔خوردسالی میں بی بی مریم صاحبہ نے پروردگار سے سوال کیا ایسے گوشت کھلانے کا جس میں خون نہ ہو۔پس اللہ تعالیٰ نے ان کو طعام کھلایا۔ٹڈی، ملخ، بی بی مریم کی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ ان کو پروردگار نے اپنی عبادت کے لئے خاص کرلیا۔دن رات بیت المقدس میں مسجد کی خدمت کرتی تھیں اور روبرو اس کو فرشتوں نے کلام سنایا۔یہ بات اور کسی عورت کو نہیں حاصل ہوئی اور باوجود کہ مردوں سے بیت المقدس میں اختلاط نہ تھا۔مگر با جماعت نماز ہر وقت ادا کرتی تھیں۔ یہ بات بھی کسی دوسری عورت کو نہیں ہاتھ آئی اور جماعت کی نماز کو ان کو امر تھا۔اس آیت کریمہ کے ساتھ ’’واسجدی وارکعی مع الراکعین ‘‘جب یہ کلمات فرشتوں سے بی بی مریم نے سنے روبرو ہوکر تو کھڑی ہوئیں۔نماز میں یہاں تک کہ ورم کر گئے۔قدم ان کے اور خون اور پیپ ان سے جاری ہوگیا اور بی بی مریم ہر روز اتنی بڑھا کرتی تھیں۔جس قدر کہ برس روز میں اور لڑکے بڑھتے ہیں اور جب کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے بے موسم میوہ مریم کے پاس دیکھ کر کہا کہ اے مریم

کہاں سے یہ میوہ آتا ہے تو اس وقت بی بی مریم تو صغیرہ تھیں۔ مہد میں کہا ''ھو من عنداللہ''
یہ میوہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس مریم صاحبہ نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مہد میں
بحالت طفلی کلام کیا اور اس وقت قابل بات کے نہ تھیں اور بے خاوند کے ان کو پروردگار نے بیٹا دیا
اور کسی عورت کو یہ بات حاصل نہیں ہوئی۔ (تفسیر خازن ج۴)

عرائس میں ذکر کیا ہے کہ بی بی مریم صاحبہ اور ایک شخص یوسف نام تھا اور مریم کا چچازاد
بھائی تھا۔ دونوں مسجد میں جو کہ جبل صہیون کے پاس تھی۔ نوبت بہ نوبت پانی ڈالا کرتے تھے اور یہ
یوسف مریم کا چچازاد بھائی ہے۔ بعد ضعیف ہوجانے زکریا پیغمبر کے مریم اسی کی پرورش میں رہی۔
بوجہ قحط سالی کے کوئی شخص بنی اسرائیل سے مریم کو نہیں لیتا تھا اور قرعہ ڈالا تو یوسف کا قرعہ نکلا۔ پس
مریم کی دعاء سے اس کو رزق کافی ملتا گیا۔ خازن، ایک روز بی بی مریم صاحب نے پانی نکالنے
کے لئے اپنا کرتا اتار کر رکھا اور آئے جبرائیل علیہ السلام آدمی کی صورت بن کر۔ پس اس کرتے
کے گریبان میں وہ مٹی پھونک دی جو کہ آدم علیہ السلام کے قالب سے بچی تھی۔ پس جب بی بی
صاحب نے بعد پانی لانے کے وہ کرتا گلے میں پہنا تو اس مٹی کے لگنے کے سبب سے پیٹ میں بچہ
ہلنے لگا۔ کیونکہ اسی وقت میں حمل قرار پا گیا تھا۔ پس دردزہ یعنی پیدائش اولاد کا درد جب شروع ہوا
تو گئیں جامع مسجد میں اپنی ہمشیرہ کے پاس اور براجانا اس بات کو اس یوسف نجار نے اور کہا کہ اے
مریم کیا کھیتی بغیر بیج کے ہوتی ہے۔ فرمایا بی بی صاحبہ نے کہ ہاں ہوتی ہے۔ جس دن اللہ تعالیٰ نے
کھیتی کو پیدا کیا تھا تو بغیر بیج کے پیدا کیا تھا اور ان کی ہمشیرہ زوجہ تھی حضرت زکریا علیہ السلام کی اور
وہ بھی اس وقت حاملہ تھی۔ ساتھ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے جن کو یوحنا بھی کہتے ہیں۔ اس نے کہا
کہ اے مریم میرے پیٹ میں جو ہے تیرے پیٹ والے کو سجدہ کرتا ہے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا
ہے۔ ابن عباس نے کہا ہے کہ بی بی صاحبہ کو حمل اور وضع عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ہی ساعت میں ہوا
تھا۔ مگر تفسیر کبیر میں ابن عباس کا قول ۹ ماہ کا ذکر کیا گیا ہے اور ایک ساعت کا بھی ذکر کیا ہے۔ دوسرا
قول عیسیٰ علیہ السلام کے حمل میں ۸ ماہ ہے۔ تیسرا قول عطا اور ابوالعالیہ اور ضحاک کا ۷ ماہ کا ہے۔
چہارم ۶ ماہ کا پانچواں قول تین ساعتوں کا ہے۔ ایک ساعت میں حمل ہوا اور دوسری ساعت میں
صورت بنی اور تیسری ساعت میں پیدا ہوئے۔ (تفسیر کبیر ج۵ ص۵۳۲)

عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں بعد زوال کے ایسا کہا ہے علامہ نیشاپوری نے اور بی بی
صاحبہ حیض ونفاس سے پاک رہیں۔ کما فی الکبیر لفخر الرازی وغیرہ اور بی بی مریم کے ساتھ فرشتوں
نے روبرو ہوکر باتیں کی ہیں۔ یہ بزرگی کسی دوسری عورت کو نہیں دی گئی اور پروردگار نے بی بی کو

برگزیدہ کیا اپنے زمانہ کی ساری عورتوں پر کہ عیسیٰ علیہ السلام ان کو عنایت کیا بغیر باپ کے حدیث شریف میں ہے کہ چار عورتیں بڑے مرتبہ والی ہیں۔ مریم اور فرعون کافر کی عورت آسیہ جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی تھی اور حضرت ﷺ کی بی بی خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت فاطمہؓ۔

فرمایا امام رازی نے کہ قرآن شریف کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بی بی مریم صاحبہ سب عورتوں سے افضل ہیں۔ امام برماوی نے صحیح بخاری کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حمل کے وقت بی بی مریم کی عمر تیرہ برس کی تھی اور عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر چلے جانے کے بعد ۳۶ سال تک زندہ رہیں اور اپنی موت کے وقت عمر بی بی صاحبہ کی ایک سو بارہ برس کی تھی۔ مگر یہ روایت تفصیل چاہتی ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ماں کا نام الیشاء اور خالہ کا نام حنتہ بنت فاقوذا ہے اور بی بی مریم روزہ کی حالت میں سجدہ میں گری پڑی تھیں کہ انتقال ہوا۔ بعد کو عیسیٰ علیہ السلام نے خواب میں والدہ کو دیکھا کہ جنت دارالسلام میں اکرام اور عزت کے تخت پر بیٹھی ہوئی ہے۔ پس کہا کہ اے میرے بیٹے جنت میں آکر پروردگار کے انعام کی شراب پر میں نے افطار کیا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام اپنے والدہ کی ناف مبارک سے پیدا ہوئے ہیں اور تفسیر حسینی میں ہے کہ بعد تولد کے ملائکہ نے ان کو غسل دے کر بہشت کے ریشم میں لپیٹ کر بی بی مریم کے کنار میں رکھ دیا۔ ہر مولود کو اس کی پسلی میں شیطان دو انگلیوں سے دبا کر درد دیتا ہے اور جب عیسیٰ علیہ السلام کو درد پہنچانے لگا تو وہ انگلیوں سے دبانا اس کا حجاب میں پایا گیا۔

امام علائی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے۔ بیت لحم میں اور بعض نے فرمایا کہ پیدا ہوئے۔ ناصرہ میں جو قریہ ہے صہیون کے قریوں میں سے اور چونکہ حضرت زکریا علیہ السلام بی بی مریم کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ لہٰذا قوم یہود نے ان کو زنا کی تہمت دی اور کہا کہ یہ لڑکا تمہارا ہے اور یہود نے زکریا علیہ السلام کو جب پکڑنا چاہا تو زکریا علیہ السلام بھاگ کر ایک درخت کی طرف دوڑے اور وہ درخت پھٹ گیا اور زکریا علیہ السلام اس کے اندر گھس گئے۔ پس شیطان نے قوم یہود کو بتایا کہ وہ درخت میں ہے۔ پس یہود مردود نے آرا رکھ کر چیرنا شروع کیا۔ اس درخت کو یہاں تک کہ زکریا علیہ السلام کے جسم تک چیرتے چیرتے جا پہنچے تو وحی کی اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف کہ اگر آپ نے آہ کی تو پیغمبروں کے دفتر سے نام آپ کو مٹا دوں گا۔ کیوں تم نے ہم سے پناہ نہ چاہی اور درخت کی طرف دوڑ آئے۔ پس یہود نے زکریا علیہ السلام کے دو ٹکڑے کر کے چیر ڈالا۔ جیسا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔ بعد اس کے پروردگار کے حکم سے ملائکہ نے ان کو غسل اور کفن کر کے مقام نابلوس میں دفن کر دیا۔

امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ بعد پیدا ہونے عیسیٰ علیہ السلام کے یہود نے جب کہ بی بی مریم کو آخر طعن وتشنیع کرنا شروع کیا تو بی بی صاحب نے کہا کہ اسی لڑکے سے سارا حال دریافت کرو۔ کفار نے کہا کیا ہم اس سے دریافت کریں جو کہ مہد میں بچہ پڑا ہوا ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دودھ پینا ترک کر کے بائیں کروٹ پر تکیہ کر کے ان کی طرف ہو کر اپنے دہنے ہاتھ کی نرانگلی سے اشارہ کیا اور کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ پس پہلا کلام ان کا یہ ہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو کتاب دی ہے انجیل اور مجھ کو نبی کیا ہے۔ یعنی روز ازل میں مجھ کو نبی کر دیا ہے اور بعض نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو لڑکپن ہی میں اسی ساعت میں کتاب پڑھائی گئی اور نبوت دی گئی۔ تفسیر حسینی میں ثعلبی سے منقول ہے کہ والدہ کے شکم میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل کی تعلیم دے دی اور نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے۔ جب کہ مکلّف لائق نماز اور زکوٰۃ کے ہو جاؤں اور اتنے کلام کے بعد پھر اور کوئی کلام نہیں کیا۔ جب تک کہ اتنی عمر کو پہنچے ہیں کہ لڑکے جتنی عمر میں باتیں کرنا شروع کرتے ہیں۔ ابوالسعو دفی قولہ تعالیٰ انی عبداللہ وتفسیر خازن اور اس کو ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے اور اسی خازن میں اس کے متصل یہ بھی ہے کہ کہا مریم صاحبہ نے کہ جب میں اور عیسیٰ تنہا ہوتے تو مجھ سے باتیں وہ کرتے اور میں ان سے کرتی تھی اور جب کسی اور سے میں مشغول ہوتی تو اس وقت عیسیٰ علیہ السلام تسبیح کرتے تھے اور جب کہ نو ماہ کے ہوئے تو بی بی صاحبہ نے ان کو مکتب میں داخل کیا واسطے تعلیم کے (فائدہ) مہد میں سات لڑکوں نے باتیں کی ہیں۔ عیسیٰ اور یوسف علیہم السلام کا شاہد جو لڑکا تھا اور وہ لڑکا جس نے اپنی والدہ بیٹی فرعون سے کہا تھا کہ آگ پر صبر کر جب کہ فرعون نے اس کو ڈالنا چاہا اور اصحاب اخدود کے قصہ میں ایک لڑکا اور یحیٰ علیہ السلام اور ایک عورت نے ایک چرواہے سے زنا کیا تھا اور کہا کہ یہ لڑکا جریج کا ہے اور وہ عابد تھا۔ مگر والدہ اپنی کو نماز پڑھتے جواب نہیں دیا تھا۔ اس واسطے ماں کی بددعا سے تہمت زنا کی اس پر لگائی گئی تھی۔ اس لڑکے نے کہا میں چرواہے کا بیٹا ہوں۔ جریج کا نہیں ہوں اور ساتواں وہ کہ بنی اسرائیل کی عورت لڑکے کو دودھ دے رہی تھی اور ایک سوار گزرا، عورت نے کہا یا اللہ میرے لڑکے کو ایسا کر دے۔ لڑکے نے منہ سے پستان نکال کر کہا کہ یا اللہ مجھ کو ایسا نہ کر پھر ایک باندی کنیز گزری۔ عورت نے کہا یا اللہ میرا لڑکا اس کی مثل نہ کر لڑکے نے کہا یا اللہ مجھ کو اس کی مثل کر۔ پس ماں نے سبب دریافت کیا تو کہا کہ وہ سوار ظالم تھا اور اس کنیز کو چوری اور زنا کی تہمت دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ اس سے پاک ہے۔

(عینی بخاری ج ۷ ص ۴۴۲، مصری)

امام زمخشری نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام سب لڑکوں سے زیادہ دانا اور عاقل تھے۔ معلم نے کہا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام کہو بسم اللہ تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ معلم نے کہا کہ کہو ابجد عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اس کے معنی جانتے ہو۔ معلم نے کہا کہ نہیں جانتا ہوں۔ تو فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے کہ الف سے مراد اللہ ہے۔ ب سے مراد بہجت اللہ کی ج سے مراد جلالت اور بزرگی اللہ کی د سے مراد دین اللہ کا ہوز ہا سے مراد ہاویہ جہنم، واؤ سے مراد ویل اور افسوس اہل دوزخ کا، ز سے مراد زفیر اور آواز جہنم کی، حطی حطت الخطایا عن المستغفرین دور کیئے گئے۔ گناہ توبہ کرنے والوں سے (کلمن) کلام اللہ کی قدیم غیر مخلوق ہے۔ (سعفص) صاع بدلہ صاع کا یعنی زیادہ سود ہے۔ (قرشت) ای تحشر ہم جمیعا اٹھائے گا اے پروردگار تو سب لوگوں کو پس معلم نے کہا کہ اے بی بی صاحبہ اپنے لڑکے کو لے جا اس کو استاد معلم کی ضرورت نہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب بی بی صاحبہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو معلم کے پاس روانہ کیا تو معلم نے کہا کہ کہو بسم اللہ کہا عیسیٰ علیہ السلام نے کیا معنی ہیں۔ بسم اللہ کے معلم نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہا عیسیٰ علیہ السلام نے ''الباء بهاء الله والسين سناء الله والميم ملك الله''

حکایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام چھوٹی عمر میں اپنی والدہ کے ساتھ ایک شہر کے پاس پہنچے۔ وہاں کے لوگ بادشاہ کے دروازہ پر جمع تھے۔ انہوں نے سبب پوچھا کسی نے کہا کہ بادشاہ کی عورت پر لڑکا پیدا ہونے کی سختی ہے۔ اپنے بتوں سے یہ لوگ آسانی کے لئے سوال کر رہے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر میں اس عورت کے پیٹ پر ہاتھ رکھوں تو لڑکا جلدی نکلے گا۔ پس لوگ بادشاہ کے پاس ان کو لے گئے۔ بادشاہ سے عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں خبر دوں کہ عورت کے پیٹ میں کیا ہے تو تو ایمان لائے گا۔ اس نے کہا کہ ہاں فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے کہ اس کے شکم میں لڑکا ہے۔ جس کے رخسار پر سیاہ داغ ہے اور اس کی پشت پر سفید نشان ہے۔ پھر فرمایا کہ اے لڑکے میں تم کو پروردگار کی قسم دیتا ہوں کہ جلدی نکل آ۔ پس پیدا ہوا لڑکا اور ویسا ہی تھا۔ جیسا کہ بتایا تھا عیسیٰ علیہ السلام نے پس بادشاہ نے ایمان لانا چاہا۔ مگر اس کی قوم نے اس کو منع کر دیا اور کہا کہ مریم جادوگر عورت ہے۔ اس کو بیت المقدس سے لوگوں نے نکال دیا ہے۔ یعنی اس کے بیٹے کو خبر دینا تاثیر ہے۔ جادو کی حضرت وہب نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا اوّل معجزہ یہ ہے کہ مصر میں ایک شخص مالدار مسکینوں سے محبت کرتا تھا اور غریب لوگ اس کے پاس آیا کرتے تھے۔ پس اس کا مال چوری ہو گیا اور اس نے مسکینوں کو ملامت کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ

سے کہا کہ اس کو کہو کہ سارے مسکین کو جمع کرے اپنے مکان میں۔ پس جب اس نے سب کو جمع کیا تو عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص بے دست و پا یعنی لنگڑے لولے شل کو ایک مرد اندھے کی گردن پر بٹھا دیا اور اندھے سے کہا کہ اس کو اٹھا۔ اس نے کہا کہ میں ضعیف کمزور ہوں۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ گزشتہ رات میں اس پر کیسے قوی ہو گیا تھا۔ یعنی اے اندھے اس شل کو رات کے وقت کیسے اٹھا کر اپنے ہمراہ کر کے چوری کر لی اور حالانکہ ان دونوں نے مل کر چوری کی تھی۔ بعد ازاں اس صاحب خانہ نے لڑکے کی خوشی اور شادی شروع کی۔ مگر پینے کی کوئی چیز نہ تھی۔ اس وجہ سے وہ غمناک تھا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام اس کے مکان میں جا کر جس برتن پر ہاتھ لگاتے وہی برتن شربت سے پر ہو جاتا اور اس وقت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر بارہ برس کی تھی۔ باری تعالیٰ نے فرمایا قرآن پاک میں ''وایدناہ بروح القدس '' اور ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو مضبوط کیا ساتھ جبرائیل علیہ السلام کے۔ تفسیر حسینی و تفسیر مظہری و تفسیر عزیزی و معالم و ابن کثیر نے لکھا ہے کہ روح القدس یعنی جبرائیل علیہ السلام ہر وقت قرین اور رفیق عیسیٰ علیہ السلام کے ہوتے تھے۔ فتح البیان میں ہے کہ جبرائیل عیسیٰ علیہ السلام سے ایک دم بھی جدا نہیں ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے ساتھ ہی آسمان کو گئے۔

حکایت حضرت کلاباذیؒ نے ذکر کیا کہ ایک بار عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے شیطان آیا۔ رستہ میں افیق وادی میں قریب بیت المقدس کے پس ابلیس نے کہا کہ کون ہے تو فرمایا کہ میں بندہ اللہ کا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی کنیز اور اس کے بندی کا بیٹا ہوں۔ یعنی بی بی مریم کا فرزند ہوں۔ شیطان نے کہا کہ نہیں بلکہ تو ساری زمین کا خدا ہے۔ کیونکہ تو مردوں کو زندہ کرتا ہے اور مریضوں کو اچھا کرتا ہے اور کوڑھی اور اندھے مادرزاد کو اچھا کرتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے لئے سب فخر اور شان اور بڑائی ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا۔ میں اس کے اذن اور حکم سے بیماروں کو اچھا کرتا ہوں۔ میرا کوئی اختیار نہیں وہ اگر چاہے تو مجھ کو مریض کر دے۔ شیطان نے کہا کہ صبر کر میں شیطانوں کو تیرے آگے سجدہ کرواتا ہوں۔ پس بنی آدم بھی دیکھ کر تم کو سجدہ کریں گے اور تو زمین کو خدا ہو جائے گا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی صفت کرنا شروع کر دی اور شیطان کی بات کو رد کر دیا۔ بعد ازاں حضرت جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل اور اسرافیل علیہما السلام تینوں فرشتے آئے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کرنے کے لئے۔ پس میکائیل علیہ السلام نے شیطان کو پھونک مار کر ایسا مشرق کی طرف اڑایا کہ سورج سے جا لگا اور اس کی گرمی اور تابش سے جل گیا۔ بعد ازاں اسرافیل علیہ السلام نے شیطان کو مغرب کی طرف پھونک مار کر ایسا اڑایا کہ جس چشمہ

میں سورج جا گرتا ہے وہاں جا پڑا جب نکلتا تھا جبرائیل علیہ السلام اس کو پھر اس میں دھکیل دیتے تھے۔ اس طور پر سات روز اس میں رہا۔ پس بعد اس کے عیسیٰ علیہ السلام سے بہت خوف کرتا تھا۔

حکایت لڑکپن کی عمر میں عیسیٰ علیہ السلام لڑکوں کو خبر دیا کرتے تھے کہ ان کے ماں باپ نے ان کے لئے کیا کیا رکھا ہے۔ پس لڑکے آ کر مکان میں وہ چیزیں طلب کیا کرتے تھے۔ ماں باپ دریافت کرتے تھے کہ تم سے کس نے یہ کہا ہے تو وہ کہتے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے۔ پس لوگوں نے اپنے لڑکوں کو عیسیٰ علیہ السلام سے الگ کر کے ایک مکان کشادہ میں کر دیا تا کہ انکی ملاقات لڑکوں سے نہ ہوا کرے اور لڑکے ان سے حال اپنے گھر کی چیزوں کا سن کر ماں باپ کو تنگ نہ کیا کریں۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم لوگوں کے لڑکے کیا اس مکان میں ہیں۔ ان لوگوں نے عذر کیا اور کہا کہ اس میں تو بندر اور سوٴر ہیں اور کچھ نہیں تو فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے کہ ایسے ہی ہوں گے۔ پس جب لوگوں نے دروازہ کھولا تو بیشک بندا اور سوئر ہی تھے۔ کبیر و ابوالسعو د وخازن نے کہا کہ ایسی خبریں دینا عیسیٰ علیہ السلام کا اس سبب سے تھا کہ پروردگار نے ان کو اپنا برگزیدہ نبی کر کے بعض امور کا علم غیب عطاء فرما دیا تھا۔ جیسا کہ انبیاء علیہم السلام واولیاء اللہ کو ساتھ بتانے پروردگار کے ہوا کرتا ہے۔ کما صرح بہ غیر واحد نہ اس سبب سے کہ جیسا کہ بعض نصاریٰ کا اعتقاد ہے کہ وہ اقنوم تھا۔ اقنوم ثلثہ سے (عینی بخاری جلد اوّل ص ۶۵) میں ہے۔ ’’والنصاریٰ لا یقولون فی عیسیٰ انه بنی یاتیه جبرائیل علیه السلام وانما یقولون ان اقنوما من الاقانیم الثلثة الاهوتية حل بناسوت السميح علیٰ اختلاف بینهم فی ذلك الحلول وهو اقنوم الكلمة والكلمة عندهم عبارة عن العلم فلذلك كان المسيح فی زعمهم يعلم الغيب ويحبر بما فی الغد فی زعمهم الكاذب آه لفظ زعم كاذب ‘‘ کا تعلق اعتقاد عدم اتیان جبرئیل اور حلول اقنیم سے ہے۔ نہ اخبار بالغیب سے۔ فانه صحیح!

امام رازی نے سورۂ آل عمران میں کہا کہ سب سے اوّل عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے حضرت یحییٰ علیہ السلام، اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ ماہ بڑے تھے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے مسیح نام ہونے کی وجہ اوّل تو یہ کہ جب پیدا ہوئے تھے تو بدن پر ان کے تیل ملا ہوا تھا وہن مبارک سے، جس تیل کے ساتھ انبیاء لوگ ملے جاتے تھے خاص، اور یہ تیل علامت ہوگا اس بات کی کہ ملائکہ جان لیں کہ جو تین ملا ہوا پیدا ہوتا ہے وہ نبی ہوتا ہے۔ پس مسیح بمعنی ممسوح ہوا۔ فعیل بمعنی مفعول، تفسیر کبیر، دوم یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے اور یا یہ کہ

وقت پیدا ہونے کے جبرائیل علیہ السلام نے اپنے پروں سے ان کو ملا تھا شیطان سے بچنے کے لئے ، اور یا یہ کہ زمین کی سیاحی کیا کرتے تھے اور مقیم نہ ہوتے تھے اور فقیر کو بعض دوسری کتابوں میں یاد ہے کہ بیماروں پر تندرستی کے لئے ہاتھ پھیرنا بھی ایک وجہ ہے۔

تفسیر کبیر رازی میں ہے کہ لفظ مسیح اسم مشتق ہے یا موضوع۔ پس اس میں دو قول ہیں۔ ابوعبیدہ اور لیث نے کہا کہ اصل اس کا مشیحا ہے۔ عبرانی زبان میں اور عرب والوں نے مسیح بنالیا اور عیسیٰ کا اصل یشوع ہے۔ جیسا کہ موسیٰ کا اصل موشی اور میشا ہے۔ عبرانی میں فعلی هذا القول لا یکون له اشتقاق اور دوسرا قول اشتقاق کا ہے۔ پانچ وجوہ تو یہ جو گذرے ہیں۔ (٦) یہ کہ: ''انه مسیح من الاوزار والآثام ''یعنی گناہوں سے پاک تھا۔ (٧) یہ کہ بوجہ ننگے پاؤں چلنے کے ان کے قدم ملے گئے تھے۔ چہارم معنی پر میم زائد ہے مسیح بمعنی سیاح ہے۔'' وعلیٰ هذا المعنی یجوزان یقال یعیسیٰ مسیح بالتشدید علی المبالغة کما یقال للرجل فسیق وشریب ''اور دوسرے معنی پر مسیح بمعنی ماسح ہے۔ فعیل بمعنی فاعل ہے۔ جیسے رحیم بمعنی راحم، تفسیر کبیر، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو وجیہ فرمایا ہے۔ جیسا کہ سورۂ احزاب میں موسیٰ علیہ السلام کو وجیہہ فرمایا اور وجیہہ کے معنی صاحب جاہ کے اور دجال کو بھی مسیح کہتے ہیں۔ مگر اس معنی سے کہ وہ ممسوح العین ہے۔ یعنی ایک آنکھ اس کی بیٹھی ہوئی ہے یا یہ کہ اس کی ناک نہیں ہے۔ پس وہ امسح الوجہ والانف ہے اور سوائے اس کے ہزاروں معجزات ان کے کتابوں میں مذکور ہیں اور پھر اس سے بڑھ کر کیا فخر ہوگا کہ جن کے بارہ میں رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔ کیسے ہلاک ہوگی وہ امت کہ جس کے اوّل میں میں ہوں اور آخر میں مسیح ہوں گے۔ قوت القلوب لابی طالب المکی اور امام یافعی کے روض الریاحین میں ہے۔ کس طرح خوف کروں میں اس امت پر کہ اوّل اس کے میں ہوں اور آخر اس کے عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔'' هذا الکل من الکتاب المستطاب نزهة المجالس ومنتخب النفائس للشیخ عبدالرحمن الصفوریؒ ''خوشخبری امت محمدی ﷺ کو کہ دونوں جلیل الشان پیغمبروں کے درمیان میں ہے اور دونوں کو برحق نبی مانتی ہے۔ سبحان اللہ باوجود اتنے بڑے مرتبہ کے پھر بھی محمد ﷺ کے تابع اور پیرو ہی ہوں گے۔ وصلے اللّٰه علیه وعلیٰ سائر النبیین وآلهم واصحابهم اجمعین!

علامات امام مہدیؑ سب مسلمانوں کو واضح ہو کر کاذب مکار مہدی بہت گزر چکے ہیں۔ ابن ماجہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ۸۲ یا ۸۳ شخصوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور بعض بعض کو لوگوں نے خوب مانا اور لاکھوں خلقت تابع ہوگئی۔ مگر آخر امر میں پردہ کھل گیا اور جب کہ سچا مہدی

آئے گا تو روز بروز اسلام کا چرچا اور کفر کی تباہی ہوتی جائے گی۔ جمیع روئے زمین کی بادشاہی کرے گا اور ہر کس وناکس اس سے خبردار ہوگا۔ نہ ایسا کہ قادیانی غلام احمد مرزا چند روز کے بعد قبر میں چپ چاپ جا گھسا اور کوئی کام مہدی کا نہ کیا۔

پس فقیر کتب اسلام سے ان کے اوصاف اور علامات ذکر کرتا ہے۔ امام مہدی صاحب خوبصورت، جوان، عمدہ بال والا، بال ان کے لٹکتے ہوں گے دونوں شانوں پر، قد ان کا میانہ ہوگا، ناک ان کی دراز اور بلند، کشادہ پیشانی، دہنے رخسار پر سیاہ خال ہوگا۔ ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مہدی کی پیشانی فراخ اور بینی بلند اور دراز ہوگی۔ پر کردے گا زمین کو عدل اور انصاف سے جیسا قبل اس سے ظلم کے ساتھ پر ہوگی۔ (ترمذی)

حضرت ابوعبداللہ نے روایت کیا ہے۔ اپنی کتاب میں علیؓ سے مرفوع کر کے کہ اگر زمانہ کا ایک روز باقی رہے گا جب بھی امام مہدی میرے اہل بیت سے آئے گا اور زمین کو عدل سے ایسا پر کرے گا جیسا کہ ظلم سے ہوگئی تھی۔ (ابوداؤد) سات برس تک بادشاہی کرے گا اور (نظم الفرائد برشرح عقائد ص۲۵۴) میں ہے کہ بیس برس تک بادشاہی کرے گا۔

ابونعیم نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس وقت تم دیکھو کہ ملک خراسان سے کالے جھنڈے اور نشان ظاہر ہوئے ہیں تو تم آؤ ان نشانوں میں اگرچہ گھٹنوں کے زور پر، کیونکہ وہ نشان اللہ تعالیٰ کے خلیفہ امام مہدی کے ہوں گے۔ حضرت حذیفہؓ سے دیلمی نے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ امام مہدی میرے قبیلہ سے فاطمہ کی اولاد سے ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ امام مہدی جس قریہ سے ظاہر ہوں گے اس کا نام کریمہ ہے۔ رواہ ابونعیم اور امام مہدیؓ اس وقت موجود نہیں ہیں۔ بلکہ اسی زمانہ میں پیدا ہوں گے۔ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ امام مہدی وہ ابوالقاسم محمد حجۃ بن حسن عسکری ہے۔ ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے ہیں۔ سرمن رائی میں اور ان کے باپ کے دوسرا سوا ان کے بیٹا نہیں تھا۔ جب ان کا باپ فوت ہوا تو عمر امام مہدی کی پانچ برس کی تھی۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے حکومت دی ہے۔ جیسے کہ حضرت یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو اور وہ مدینہ میں دشمنوں کے خوف کے سبب سے پوشیدہ ہوگیا ہے۔ اس فرقہ شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ شریعت کے نطقاء سات ہیں۔ جو کہ ناطق بالشریعۃ ہیں۔ آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ، محمد و محمد مہدی علیہم السلام اور ہر دو نطقاء کے درمیان میں سات امام ہوتے ہیں جو کہ شریعت کی ہر زمانہ میں تتمیم کرتے ہیں اور اس اعتقاد والے فرقے کو اسماعیلیہ اور سبعیہ اور قرامطہ کہتے ہیں۔ آہ! شرح المواقف ص۷۵۴ اور غیبوبت دو قسم ہے۔ ایک صغریٰ، دوسری کبریٰ، مگر یہ صاف غلط ہے۔ کیونکہ

علامہ سبکی نے جمہور شیعہ سے نقل کیا ہے کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ حسن عسکری کا کوئی ولد نہیں رہا۔ فقط تعصب کر کے اس کی اولاد ثابت کر رہے ہیں۔ حاصل یہ کہ شیعہ لوگوں کے بیس قول ہیں۔ اس میں کہ بعد حسن عسکری کے کس کا انتظار ہے اور کون کون امام ہے اور شیعہ غیر امامیہ اس بات کے قائل ہیں کہ جس کو امام حجت کے لقب سے مشہور کیا ہوا ہے۔ وہ مہدی نہیں سوائے مہدی کے کوئی اور ہے اور ہم اہل سنت والجماعت سے شیعہ لوگوں کا چند باتوں میں اختلاف ہے۔ اوّل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک امام مہدی امام حسن کی اولاد سے ہیں اور امام حسن عسکری کی اولاد سے کہنا بڑی واہیہ روایت ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ ابھی تک پیدا نہیں ہوا۔ تیسرا یہ کہ امام عسکری کے اولاد ہی نہ تھی۔ کیونکہ ان کے بھائی جعفر نے ان کے ترکہ سے میراث لی ہے۔'' واما نفس وجود الامام المهدی الخليفة الحق فمتفق عليه تواترت به الاخبار اخرجها احمد والخمسة والحاكم ونصير بن حماد وابونعيم والرؤياني والطبراني وابن حبان وغيرهم عن جماعة من الصحابة بطرق كثيرة امام لطبرانی '' اور رؤیانی وغیرہما نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مہدی میری اولاد سے ہوگا۔ اس کا منہ روشن ہوگا۔ مثل ستارہ روشن کے رنگ اس کا عربی ہوگا اور بدن اس کا اسرائیلی ہوگا۔ اس کی بادشاہی اور خلافت پر زمین اور آسمان اور ہوا کی چیزیں راضی ہوں گی اور ابن عسا کر نے علیؓ سے روایت کیا ہے کہ جب مقیم ہوگا لوگوں میں وہ شخص جس کا لقب قائم ہے۔ (مہدی) آل محمد ﷺ سے تو اللہ تعالیٰ مشرق اور مغرب کے لوگ سارے جمع کر دے گا۔ رفقاء ہوں گے اہل کوفہ سے اور ابدال لوگ اہل شام سے۔'' قال الطبرانی مرفوعا قالوا لفاطمة نبينا خير الانبياء وهو ابوك وشهيدنا خير الشهداء وهو عم ابيك حمزة ومنا من له جناحان يطير بهما فی الجنة حيث شاء وهوا بن عم ابيك جعفر ومنا سبطا هذه الامة الحسن والحسين وهما ابناك ومنا المهدی وفيه اخبار كثيرة متواترة المعنی واما كونه من العباسيين اوخبر لا مهدی الاعيسیٰ بن مريم فضعيف لا يسمع، نظم الفرائد''

بعض لوگ بے علم کہتے ہیں کہ امام مہدی کوئی نہیں بلکہ عیسیٰ ہی ہوں گے۔ حدیث میں ہے لا مہدی الا عیسیٰ۔ مگر اس کا جواب چند وجہ سے ہے۔ اوّل تو یہ کہ یہ حدیث ضعیف اور مضطرب ہے۔ دوسرا یہ کہ محتمل التاویل ہے۔ بلکہ بعد صحت اخبار مہدی کے یقیناً ماٗول ہے۔ کیونکہ امام مہدی اور عیسیٰ علیہما السلام کے اوصاف میں تغائر ظاہر ہے تو معنی حقیقی اس کا متعذر ہے۔ یعنی نفی

وجود امام مہدیؓ کی اور وقت تعذر معنی حقیقی کسی لفظ کے معنی مجازی لئے جاتے ہیں۔ پس یہاں مجاز متعین ہوا اور وہ معنی مأول ہیں۔ پس بعض تاویل کرنے والوں نے مہدی کو معنی منسوب الیٰ المہد پر محمول کیا ہے اور یہ حصر بہ نسبت انبیاء علیہم السلام کے ہے اور ابن جری کی حدیث سے، اب یہ معنی مخدوش نہ ہوں گے اور بعض علماء نے مہدی سے مہدی لغوی مراد لیا ہے۔ چونکہ مطلق مہدی کا ذکر ہے۔ لہٰذا اس سے فرد کامل مراد ہوگا۔ ''لان المطلق اذا اطلق یرادبه الفرد الکامل'' اور مہدی ہونے میں فرد کامل نبی اور پیغمبر ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا معنی یہ ہوئے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے بعد پورا اور کامل مہدی اور ہدایت یافتہ نہ ہوگا۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔ توضیح اس کی یہ ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا لا نبی بعدی۔ اس عموم سے متوہم ہوتا تھا کہ حضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا تو مراد یہ ہے کہ اب جدید نبوت کسی کو نہ دی جائے گی۔ نہ مستقلہ نہ تابعہ۔ ہاں انبیائے سابقین میں سے ایک نبی ہماری شریعت کا تابع ہوکر آئے گا۔ وہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ آیۂ کریمہ یا احادیث متواترہ یا اجماع امت یا مسئلہ ضروریۂ دینیہ کہ حضور اقدس ﷺ ختم نبوت ان چاروں وجوہ سے آفتاب کی طرح بلکہ اس سے ہزارہا درجہ زائد واضح وروشن ہے۔ اس سے اسی قدر ثابت ہے کہ اب کسی کو نبوت عطاء کئے جانے کا دروازہ بند فرمادیا گیا۔ اصلاً مطلقاً ہرگز اب کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ وہ کیسا ہی تابع وغیر مستقل ٹھہرایا جائے۔ ہم پوچھتے ہیں۔ وہ نبی کہ شریعت جدید نہ رکھتا ہو۔ شرائع میں دوسرے نبی کا تابع ہو۔ جیسے حضرات حاملان تورات تھے۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام وہ نبی ہیں یا نہیں۔ اگر نبی نہیں تو ہمارا مطلب حاصل کہ اب کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ نہ تابع نہ مستقل اور اب اسے نبی کہنا غیر نبی کو نبی کہنا اور اللہ عزوجل پر افترا ہوگا اور اگر نبی ہے تو قرآن مجید نے جملہ نبیین کا ہی خاتم فرمایا ہے۔ استقلال کی قید نہ قران میں ہے نہ حدیث میں، نہ اجماع میں، نہ ضروریات دین میں۔ تو جدید نبی تابع کا آنا ان سب کے خلاف ہوا۔ ہاں کسی سابق کا تشریف لانا وہ ختم نبوت کے منافی نہیں ہوسکتا کہ اس کو نبوت پہلے مل چکی نہ کہ جدید اور فتاوے کاملیہ میں لکھا ہے اگرچہ حضرت ﷺ کی امت میں سے ہوں گے۔ مگر درجہ ان کا اوّل سے زیادہ ہوگا۔ بوجہ زندہ کرنے کے دین محمدی ﷺ کو کہ اس وقت دین میں بہت کمزوری اور ضعف ہوگا اور یا تو آسمان سے احکام شریعت کے سیکھ آئے گا۔ یا یہاں آکر قرآن شریف اور حدیث کو معائنہ کرے گا اور پوری مراد شریعت پر واقف ہو جائے گا اور حجابات علمیہ دور ہو جائیں گے اور یا اپنے اجتہاد سے حکم کرے گا یا بواسطہ وحی کے جو جو نبی ﷺ کی شریعت سے جانتے ہیں اس پر حکم کریں گے اور یا رسول اللہ ﷺ سے علم شریعت کا حاصل کریں گے اور یہ جو بعض

جاہلوں نے مشہور کیا ہے غلط ہے کہ حکم کریں گے۔ امام اعظمؒ کے مذہب پر اور خواجہ خضر نے امامؒ سے علم سیکھا ہے۔ بارہ برس میں اور ان سے امام ابوالقاسم قشیری نے سارے علوم تین برس میں جان کر بہت سی کتابیں تصنیف کر کے صندوق میں رکھ کر اپنے کسی مرید سے دریائے جیحون میں ڈلوادی ہیں۔ تاکہ عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے نازل ہوں گے تو ان کتابوں کو نکال کر ان کے مسائل پر عمل کریں گے۔ پس یہ کلام بالکل باطل ہے اور بے اصل ہے۔ اس کا نقل کرنا بھی درست نہیں۔ سوائے رد کرنے کے اوّل تو اس میں علامہ قہستانی صاحب جامع الرموز نے سخت غلطی کی اور بعد کے لوگ اس کی متابعت کرتے گئے۔ یہ کوئی ماننے کی بات ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی ہو کر مجتہد غیر نبی کی تقلید کریں گے اور خواجہ خضر علیہ السلام جن کا مرتبہ امام اعظمؒ سے چند مرتبہ زیادہ ہے۔ یقیناً اور وہ استاد موسیٰ علیہ السلام کے ہیں۔ انہوں نے کیسے بارہ برس امامؒ سے پڑھا اور پھر اسی علم کو خواجہ خضر علیہ السلام سے امام ابوالقاسم نے تین برس میں حاصل کرلیا۔ پس شاگرد استاد سے زیادہ ذہین ہے اور اس بناء پر تو عیسیٰ علیہ السلام امامؒ کے شاگرد کے شاگرد کے شاگرد ہوئے۔ بہت لوگوں نے اس بات کو سخت رد کیا ہے۔ فتاوے کاملیہ میں ہے۔ ”عن السید عیسیٰ علیه السلام ابن مریم اذا نزل آخر الزمان هل یکون کو احد من هذه الامة واذا قلتم انه یکون کو احد من هذه الامة هل یتنزل عن مرتبة الرسالة الجواب مافی حواشی شیخ مقدیش علی وسطی الشیخ السنوسی وهذا نصه قوله کو احد من امته یعنی یکون کو احد منهم فی الشی علی شریعةﷺ واما نزوله عن مرتبة الرسالة فلا بل یزیده الله تعالیٰ رفع درجات وعلومقامات حیث احیی الله تعالیٰ به هذا الدین وکاد یضمحل لما یقع فی هذا الدین من محی آثار الحق وتفاقم المحن وزلازل الضلال فیکون عیسیٰ علیه السلام حاکما بنصوص الکتاب والسنة ویکشف الله له الغطاء عن المراد من احکام کتاب الله وسنة رسول اللهﷺ وبهذا تعلم بطلان ماتقوله بعض الجهلة من الاحناف المتاخرین من ان عیسیٰ علیه السلام اذا نزل یحکم بمذهب الامام الاعظم ابی حنیفةؒ وقد رد ذلك القول محققوا المتاخرین من الحنفیة کالسید احمد الطحطای والسید محمد امین فی حواشیها علی الدر المختار وشنعوا علیٰ القائل بذلك اقول قال الشامی علیٰ قول الدر المختار فی مدح الامام الاعظمؒ وقد جعل الله الحکم للا صحاب الامام الاعظم واتباعه من

زمنه الیٰ هذه الایام الیٰ ان یحکم بمذهبه عیسیٰ علیه السلام) تبع فیه القهستانی ۰ لکن لادلیل فی ذلك علیٰ ان نبی اللّٰه عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیه الصلوٰة والسلام یحکم بمذهب ابی حنیفةؒ وان کان العلماء موجودین فی زمنه فلا بدله من دلیل ولهذا قال الحافظ السیوطی فی رسالته سماها الاعلام ماحاصله ان مایقال انه یحکم بمذهب من المذاهب الاربعة باطل لا اصل له وکیف یظن بنبی انه یقلد مجتهدا مع ان المجتهد من آحاد هذه الامة لا یجوزله التقلید وانما یحکم بالاجتهاد اوبما کان یعلمه قبل من شریعتنا بالوحی اوبما تسلمه منها وهو فی السماء او انه ینظر فی القرآن فیفهم منه کما کان یفهم نبینا علیه الصلوٰة والسلام واقتصر السبکی علیٰ الاخیر وذکر ملاّ علیٰ القاری ان الحافظ ابن حجر العسقلانی سئل هل ینزل عیسیٰ علیه السلام حافظا للقرآن والسنة اویتلقا هما عن علماء ذلك الزمان فاجاب لم ینقل فی ذلك شیٔ صریح والذی یلیق بمقامه علیه السلام انه یتلقی ذلك عن رسول اللّٰهﷺ فیحکم فی امة کما تلقاه منه لا نه فی الحقیقة خلیفة عنه ما یقال ان الامام المهدی یقلد ابا حنیفة رده ملاّ علیٰ القاری فی رسالة المشرب الوردی فی مذهب المهدی وقرر فیها انه مجتهد مطلق ورد فیها ماوضعه بعض الکذابین من قصة طویلة حاصلها ان الخضر علیه السلام تعلم من ابی حنیفة الاحکام الشریعة ثم علمها للامام ابی القاسم القشیری وان القشیری صنف فیها کتبا وضعها فی صندوق وامر بعض مریدیه بالقائه فی جیحون وان عیسیٰ علیه السلام بعد نزوله یخرجه من جیحون ویحکم بما فیه وهذا کلام باطل لا اصل له ولا یجوز حکایة الالرده کما اوضحه الطحطاوی واطال فی رده وابطاله فراجعه (شامی جلد اوّل)‘‘

چونکہ مستقل نبی میں ہادی ہونے کی شان غالب ہے اور تابع نبی میں مہدی ہونے کی شان غالب ہے۔ حتیٰ کہ اس کا ہادی ہونا خود ناشی ہوگا۔ مہدی ہونے کی شان سے، اسی واسطے بعنوان مہدی تعبیر فرمایا۔ پس معنی یہ ہوئے کہ میرے بعد میرے تابع ہوکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے۔ تیسرے تاویل اس حدیث کی یہ ہے کہ ایسی ترکیب دو چیزوں کے کمال اتحاد پر مشعر ہوتی ہے۔ گویا معنی یہ ہوئے کہ مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام ایک ہیں۔ پس مہدی موضوع اور

عیسیٰ علیہ السلام محمول ٹھہرا اور موضوع ومحمول میں اتحاد کا حکم کبھی باعتبار حقیقت کے ہوتا ہے اور کبھی باعتبار مجاز کے مثلاً دو چیزوں کا زمانہ آپس میں بہت متقارب ہوا اور ایک چیز کے واقع ہونے سے دوسری چیز کا واقع ہونا سمجھا جاتا ہو تو اس لحاظ سے ان دونوں کو موضوع ومحمول بنا کر حکم اتحاد کا کیا جاتا ہے۔اس کے نظائر کتب عربیہ میں بکثرت موجود ہیں اور خود حضرت معاذ بن جبلؓ کی حدیث میں موجود ہیں جو ابوداؤد وغیرہ میں وارد ہے۔"عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ ﷺ عمران بیت المقدس خراب یثرب وخراب یثرب خروج الملحمة وخروج الملحمة فتح قسطنطنیه وفتح قسطنطنیة خروج الدجال ثم ضرب بیده علیٰ فخذالذی حدثه او منکبه ثم قال ان هذا الحق کما انك ههنا اوکما انك قاعد یعنی معاذ بن جبل"

غور کرو کہ اس حدیث میں اسی صورت کے چار قضایا ایسے ہیں کہ جن میں ثبوت المحمول للموضوع اس معنی سے ہے۔فتح الودود حاشیہ ابوداؤد میں ہے۔اس حدیث کے متعلق" والمعنی ان کل واحد من هذه الامور امارة لوقوع مابعده وان وقع هناك مهلة "پس مانحن فیه کا مطلب یہ ہے کہ امام مہدی کے آتے ہوئے تھوڑا زمانہ گزرے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں گے۔ایضاح امام مہدیؒ کے ظہور کی خبر پر اجماع جمہور اور خلاف جمہور کے نہایت اشد اور اندر اور اقل ہیں اور پر ظاہر کہ غیر جمہور کا قول بمقابلہ جمہور کے قابل اعتبار کے نہیں ہوتا۔چنانچہ ابتداء سے لے کر آج تک برابر بڑے بڑے علمائے مستندین وائمہ معتبرین فقہا ومحدثین ومفسرین اسی پر متحد ہیں اور کسی نے مخالفت نہ کی۔ابوہریرہؓ وانس وابی سعید الخدری وثوبان وام سلمہ وام حبیبہ وابن عباس وابن مسعود وابن عمر وحضرت طلحہ امام بزار وابن ماجہ وحاکم وابویعلی الموصلی وطبرانی نے بطریق مختلفہ نقل کیا۔

سوال صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں امام مہدی کے ظہور کی حدیث نہیں۔پس یہ نہ ہونا صحیحین میں موجب ضعف ہے اور قادح اجماع ہے۔

جواب...... بخاری اور مسلم میں مذکور نہ ہونا اس خبر کا اجماع کو مضر نہیں ہے۔دو وجہ سے اوّل تو یہ کہ ہم نہیں مانتے کہ بخاری اور مسلم دونوں میں یہ خبر مذکور نہیں بلکہ مسلم میں یہ خبر موجود ہے۔اگرچہ مبہم طور پر" فینزل عیسیٰ بن مریم فیقول امیرهم تعال صل لنا "مگر مبہم کو جب کہ مفسر پر محمول کیا جاتا ہے تو وہ اس کا عین ہو جاتا ہے۔پس صحیحین خبر مہدی سے خالی نہ رہیں۔دوسری وجہ یہ کہ کسی امر کے اجماع کے لئے ہر ایک کا قول جدا جدا نقل ہونا شرط نہیں۔بلکہ

کسی قول کا مشہور ہو جانا اور اس میں کسی کا انکار منقول نہ ہونا اس کے مجمع علیہ کے لئے کافی ہے۔ جیسا کہ محدثین اور اصولیین نے اس پر تصریح کر دی ہے۔ پس جب تک کہ امام مسلم اور امام بخاری سے اس خبر مہدی کا انکار نقل نہ ہوا اجماع میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ علاوہ یہ کہ یہ خبر امام بخاری اور امام مسلم سے پیشتر متقدمین میں مشہور بلکہ اشہر تھی اور کسی نے اس کا انکار نہ کیا۔ پس اجماع منعقد ہو گیا اور یہ مسئلہ کتب فقہ شامی، بحر حموی و علم اصول میں مبرہن ہے کہ خلاف متأخر رافع اجماع متقدم کا نہیں ہوتا۔

ایضاً اگر چہ اہل اصول علم حدیث نے حدیث متواتر کے متعین ہونے میں کلام کیا ہے بعض نے تین حدیثیں صرف اتنی لاکھوں احادیث سے معین کیں اور بعض علماء نے چار و علیٰ ہذا مگر کتب احادیث کو پورے طور پر معاینہ کیا جائے اور بتأمل تلاش کیا جائے اور احادیث کے طرق اور اسانید مختلفہ متعددہ کو دیکھا جائے تو بہت احادیث ایسی نظر آئیں گی جو متواتر ہوں گی۔ کما حقق بہ المحققون وصرحوا بہ۔ پس اگر اسی خبر مہدی علیہ السلام کو دیکھا جائے کہ اس کی طرق مختلفہ اور اسانید متکثرہ اور رواۃ متوفرہ ہیں تو بیشک متواتر کی مصداق ہے اور کسی حدیث کے متواتر ہونے میں یہ بھی شرط نہیں کہ سارے راوی اس کے عادل ہی ہوں۔ کما ہو مسلم عند القوم پس اگر چہ بعض راویوں کی وجہ سے بعض طریقوں میں ضعف معلوم ہوتا ہے۔ مگر یہ ضعف اختلافی ہے اور محدثین نے تصریح کر دی ہے کہ اتفاقی ضعف بھی کثرت طرق سے منجبر ہو جاتا ہے۔ پس ضعف مختلف فیہ کا انجبار بطریق اولیٰ ہوگا۔ بالخصوص ایسی کثرت کہ حد تواتر تک ہو۔

سوال...... امام مہدی کی خبر میں جو راوی ہیں۔ ان میں سے بعض راویوں کو بعض نقاد حدیث نے ضعیف و مجروح کہا ہے۔

جواب...... اگر چہ بعض علماء سے ان کی تضعیف نقل ہے۔ مگر دوسرے ائمہ نے ان کی توثیق بھی کر دی۔ پس یہ جرح ضعیف مختلف فیہ ہوئی اور حالانکہ متواتر میں رواۃ کا ثقہ و عادل ہونا بھی شرط نہیں۔ اگر چہ یہ جرح قوی ہو۔ پس جس جگہ میں کہ جرح قوی بھی مضر نہ ہو۔ وہاں پر جرح ضعیف مختلف فیہ کیا ضرر دے گی۔

سوال...... کیوں ضرر نہ دے گی حالانکہ جرح مقدم ہے۔ تعدیل پر، پس موثقین کی توثیق اور تعدیل کا کوئی اعتبار نہ رہا۔

جواب...... جرح کا مقدم ہونا تعدیل پر یہ قاعدہ خود ظنی ہے۔ دوسرا یہ کہ اس میں کلام طویل ہے۔ تیسرا یہ کہ مسلمان میں اصل عدالت ہے اور یقینی امر ہے اور جب کہ اختلاف ہو کسی

شخص میں کہ عادل ہے یا غیر عادل، تو بقاعدہ الیقین لا یزول بالشک تعدیل کو مقدم کرنا مسوغ ہے۔ دوسرا جواب یہ کہ خبر مہدی میں جو کہ بعض راویوں پر جرح کی گئی ہے وہ جرح مضر نہیں۔ کیونکہ اس جرح کا انجبار ہو چکا ہے تواتر اور اجماع سے۔

سوال...... امام مہدی کی ایک حدیث میں ایک راوی سلیمان بن عبید بھی ہے اور اس سے صحاح ستہ میں کسی نے روایت نہیں کی۔

جواب...... یہ استخراج نہ کرنا علت قادحہ نہیں ہے۔ کیونکہ کسی راوی کے مجروح ہونے کی علت کسی نے آج تک یہ نہیں بیان کی کہ اس کی حدیث فلاں محدث نے نہیں لی۔ بلکہ سلیمان بن عبید ثقہ ہے۔ اس کو ذکر کیا ہے ابن حبان نے ثقات میں، اور کہیں مذکور نہیں کہ اس میں کسی ثقہ نے کلام کیا ہو۔

سوال...... بعض اخبار مہدی میں عمار ذہبی ہے اور اس میں تشیع کا شبہ ہے۔

جواب...... یہ امام مسلم کا راوی ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ امام مسلم کی روایات صحیح ہیں اور امام مسلم اعلیٰ درجہ کے منقد ہیں۔ علم حدیث کے مجروح لوگوں سے روایت نہیں کرتے۔ پس جب کہ امام مسلم نے عمار ذہبی سے روایت کی تو معلوم ہوا کہ وہ اس کی جرح کو صحت حدیث کا قادح نہیں سمجھے تھے۔ ایسے لوگ جب کسی سے حدیث نقل کرتے ہیں تو اس کے صدق اور حفظ پر پورا اطمینان کر کے نقل کرتے ہیں اور بڑا مدار اس باب میں صدق اور حفظ ہی پر ہے۔ پس عمار ذہبی کے سبب سے صحت حدیث میں کوئی قدح نہ ہوا۔ بشر بن مروان نے فقط تشیع کا قول اس میں کیا ہے۔ ورنہ احمد اور ابن معین اور ابو حاتم اور نسائی نے اس کو ثقہ کہا ہے اور امام حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ مطین نے کہا ہے کہ ۱۳۳ میں فوت ہوا ہے۔ یہ عمار بن معاویہ ذہبی ہے اور اس کو ابن ابی معاویہ اور ابن صالح بھی کہتے ہیں اور اس سے بڑے بڑے زبردست فاضلوں نے روایت کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ص ۳۰۶)

سوال...... امام مہدی کے بارے میں امام طبرانی نے حدیث نقل کی اور آخر اس کے کہا ہے۔ ”رواہ جماعۃ عن ابی الصدیق ولم یدخل احد منهم بینه وبین ابی سعید احد الا ابا الواصل فانه رواہ عن الحسن بن یزید عن ابی سعید“ اور ابن خلدون مؤرخ نے اپنے مقدمہ میں امام ذہبی ناقد حدیث سے نقل کیا ہے کہ حسن بن یزید مجہول ہے۔ پس اس سبب سے اس حدیث میں ضعف ہوا۔

جواب...... یہ جرح مبہم ہے اور جرح مبہم پر تعدیل مقدم ہے اور وہ تعدیل اس جرح

کے متصل ہے۔ خود مؤرخ مذکور کے کلام میں مذکور ہے۔ "لکن ذکرہ ابن حبان فی الثقات" جیسے کہ حضرت امام اعظمؒ نے حدیث تمر بالرطب میں فرمایا تھا کہ زید بن عیاش مجہول ہے تو تمام محدثین اور نقاد حدیث نے جواب میں کہا کہ: "زید بن عیاش کذا وکذا فان لم یعرفه ابو حنیفة فقد عرفه غیره" اور ابو الواصل سے اگرچہ صحاح ستہ میں روایت نہ ہونا اسی مقدمہ میں مذکور ہے۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو یہ وجہ جرح نہیں ہوسکتا۔ دوسرا یہ کہ وہ ثقات میں سے ہے۔ جیسے کہ خود مؤرخ نے کہا ہے۔ "وذکرہ ابن حبان فی الثقات فی الطبقة الثانیة"

ثم اقول...... بڑے بڑے محققین علماء اور مدققین فضلا نے ثابت کیا ہے کہ کوئی شخص مجتہد اگر کسی حدیث سے استدلال کرے تو یہ اس حدیث کی صحت کا حکم ہے۔ "کما قال الشامی فی غیر موضع" اور اگر مجتہد کسی بات کا امر کرے یا نفس اخبار کسی شے سے دے تو وہ بھی مانی جاتی ہے۔ چہ جائیکہ حدیث سے سند پکڑنا۔ وجہ یہ ہے کہ مجتہد کا امر اور اخبار شارع کے امر اور اخبار سے ناشی ہوتا ہے۔ (شامی ج ا ص ۶۷۳ فصل و یجہر الامام) میں ہے۔ "ولا یخفی ان امر المجتهد ناش عن امر الشارع فکذا اخبارہ الیٰ آخرہ" اور آخر زمانہ میں اگر کسی وجہ سے اس حدیث میں ضعف لاحق ہو گیا ہو تو وہ ضعف استدلال متقدم کو مضر نہیں ہے۔ پس جب کہ متقدمین نے ان رواۃ مجروحین سے اس حدیث کو نقل کیا اور اس کے مضمون کے کہ امام مہدیؓ کا آنا فلاں فلاں صفت کے ساتھ ہے۔ تو انہوں نے حدیث الباب کی صحت کا حکم کر دیا اور یہ ضعف سند میں بعد اس کے عارض ہوا اور یہ ضعف احتجاج متقدم کو مضر نہیں ہوسکتا۔ اب علمائے متأخرین کے لئے اس حدیث کا قابل استدلال ہونا وہ اس طور پر ہے کہ متقدمین کا اس حدیث کو بناء بر قاعدہ صحیح کہہ دینا اور اس تصحیح کی ان کی طرف نسبت متواتر ہونا مثل تعلیقات امام بخاری کے حجت ہو گیا کہ بخاری بعض احادیث کو بلا سند ذکر کرتے ہیں۔ مگر بوجہ اس کے کہ انہوں نے التزام صحت کا کر لیا ہے۔ لہٰذا لوگ ان کی سند نہیں ڈھونڈتے اور بخاری کی اس تصحیح ضمنی پر اکتفاء کرتے ہیں۔ فکذا فیما نحن فیه!

دوسرا یہ کہ متأخرین کو متقدمین کی اتباع ضروری و واجب ہے۔ کیونکہ ہر دورہ والوں پر اپنے ماقبل کا اتباع ضروری ہے۔ ابلاغ احکام و تفصیل اجمال میں اور ہر دورہ کے علماء کے کلام میں جو جو اجمال ہوگا۔ ان کے بعد والے اس اجمال کی تفصیل اور اس مبہم کی تفسیر کر دیں گے۔ پس لوگوں کو ان کی تفصیل اور تفسیر پر عمل کرنا ہوگا۔ جیسا کہ اس مطلب کو کتاب انوار ساطعہ میں معتبر

کتابوں کے حوالے دے کر واضح طور پر مع عبارات کے لکھا ہے اور حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ امام مہدی ہم اہل بیت سے ہوں گے یا غیر کسی سے فرمایا حضرت ﷺ نے کہ ہم سے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اس دین کو ختم کر دے گا۔ رواالطبرانی، ورواہ ابونعیم فی الحلیہ فتاویٰ حدیثیہ میں ہے کہ مہدیؑ جب ظاہر ہوں گے ان کے سر پر دستار ہوگی اور ان کے ساتھ منادی ہوگا اور یہ آواز دے گا کہ یہ مہدی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ ان کی تابعداری کرو اور یہ منادی فرشتہ ہوگا۔ خطیب وابونعیم اور طبرانی نے روایت کیا کہ حضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اس کی پشت سے ایسا جوان پیدا ہوگا جو زمین کو عدل اور انصاف سے پر کر دے گا۔ پس جب تم اس کو دیکھو تابعداری کرو اور تحقیق یہ کہ وہ مشرق سے آئے گا اور یہی مہدی ہوگا۔ رواہ الطبرانی اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس وقت تم دیکھو کہ سیاہ نشان خراسان کے ملک سے ظاہر ہوئے ہیں تو تم بھی ان لوگوں میں آ ملو اگر چہ تم کو برف پر چلنا پڑے ہاتھ اور شکم سے۔ کیونکہ ان نشانوں میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔ روایت کیا ہے اس کو ابونعیم اور حاکم اور امام احمد اور نسیم بن داؤد نے اور جب امام مہدی کی شہرت ہوگی اس وقت سفیانی کافر بہت لشکر جمع کر کے ان کے مقابلہ کے لئے لائے گا اور لشکر اس کا خشک زمین میں دھنس جائے گا اور یہ خوشخبری امام صاحب کو پہنچے گی۔ ماہ شعبان کے نصف میں سورج سیاہ ہو جائے گا اور آخر مہینہ میں چاند سیاہ ہو جائے گا۔ برخلاف اپنی عادت کے اور حالانکہ نجومیوں کا حساب یہ ہے کہ چاند سیاہ نہیں ہوتا۔ مگر تیرھویں یا چودھویں یا پندرھویں میں وقت تقابل نیرّین کے ہیئت مخصوصہ پر اور سورج سیاہ نہیں ہوتا۔ مگر مہینہ کی ۲۷ یا ۲۸ یا ۲۹ تاریخ میں۔ یمانی کا خروج اور مغربی کا ظہور مصر میں۔ مشرق سے ایسا ستارہ نکلے گا جس کی روشنی چاند کی طرح ہوگی اور دوہرا ہو جائے گا۔ ایسے کہ دونوں طرفین اس کی قریب ملنے کی ہو جائیں گی۔ آسمان میں سرخی ظاہر ہو کر دیر تک رہے گی۔ آسمان کے اطراف میں اور پورب سے ایک آگ ظاہر ہوگی۔ لمبی اور باقی رہے گی۔ درمیان زمین اور آسمان کے تین روز یا سات روز تک عرب کے لوگ خروج کریں گے۔ عجم کی پادشاہی سے اور مالک ہو جائیں گے۔ عرب کے لوگ ان شہروں کے قتل کرنا اہل مصر کا اپنے امیر کو۔ قیس اور عرب کے نشان چلیں گے۔ بطرف مصر کے اور ساٹھ کذاب نکلیں گے۔ جو پیغمبری کا دعویٰ کریں گے اور ذریع کی موت، ملک شام کے دیہات میں سے قریۂ جابیہ کا خشک زمین میں غرق ہو جانا۔ روایت کیا ابونصر نے ابوعبداللہ سے کہ خارج ہوگا۔ امام مہدی طاق برسوں پر۔ مثلاً پہلا، تیسرا، پانچواں، ساتواں، نواں، شاید کہ صدی کے طاق برس مراد ہیں اور رمضان کی تیئسویں رات

میں ندا کرے گا۔ ساتھ اسم قائم کے اور محرم کی دسویں تاریخ عاشورا کے روز مکہ شریف میں خانہ کعبہ میں درمیان رکن اور مقام ابراہیم کے کھڑا ہوگا اور ندا کرے گا۔ ایک شخص کہ اس کے ہاتھ پر بیعت کرو۔ اس وقت زمین کی رگیں کھینچی جائیں گی اور زمین تنگ ہو کر لپٹ جائے گی۔ پس ہر ملک سے مددگار مسلمان آ کر اقرار کریں گے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور مکہ سے کوفہ تک آئیں اور وہاں سے لشکر کو تقسیم کر کے ملکوں کی طرف روانہ کر دے گا اور کوفہ کی مسجدوں کو کشادہ کرے گا اور دور کرے گا ہر گناہ کو اور بدعت کو اور قائم کرے گا سنت کو اور فتح کرے گا قسطنطنیہ کو اور صین اور پہاڑوں کو اور ویلم کو اور نیز اسی ابونصر نے ابوعبداللہ سے روایت کیا کہ مہدیؑ قیام کرے گا۔ سات برس اور جب خارج ہوگا۔ اس وقت خانہ کعبہ کے ساتھ تکیہ لگا کر بیٹھے گا اور جمع ہوں گے اس وقت ان کے پاس تین سو تیرہ آدمی۔ ان کے تابع اور اوّل کلام ان کا یہ آیت ہوگی۔ ''بقیّۃ اللّٰہ خیر لکم ان کنتم مؤمنین ''یعنی میں خلیفہ پروردگار اور حجت اس کی ہوں اور بہتر ہوں تمہارے لئے اگر تم لوگ ایماندار ہو۔ اور جو کوئی امام مہدیؑ کو سلام دے گا تو اس طور پر کہے گا ''السلام علیکم بقیّۃ اللّٰہ فی الارض'' جب کہ وہ ہزار مسلمان جمع ہوں گے۔ اس وقت کوئی یہودی اور نصرانی سوائے ایمان کے باقی نہ رہے گا اور اس کو سچا جانے گا۔ انتہی!

العرائس الواضحہ۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ زوراء میں ایک واقعہ ہوگا لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ زوراء کیا ہے۔ فرمایا کہ پورب کے ملک میں دریاؤں کے درمیان میں ایک شہر ہے کہ اس میں بڑے شریر اور سرکش لوگ میری امت کے ہوں گے۔ ان کو اللہ تعالیٰ چار بلا میں مبتلا کرے گا۔ تلوار میں اور خشک غرق ہو جانا زمین میں اور پتھر پڑنا اور ان پر اور صورت ان کی بدل جانا۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس وقت خارج ہوں گے سودان اور تلاش کریں گے۔ عرب کو اور وہ ظاہر ہوں گے۔ پس ناگاہ ایک بادشاہ ظاہر ہوگا تین سو ساٹھ سواروں میں اور دمشق کو آئے گا۔ پس قبل گزرنے ایک ماہ کے قبیلۂ بنی کلب کے تیس ہزار آدمی ان کے تابع ہو جائیں گے اور بعد اس کے روانہ کریں گے لشکر کو طرف عراق کے اور قتل کریں گے زوراء میں ایک لاکھ آدمی کو اور ان کو خارج کر دیں گے اور کوفہ کے قیدی لوگ ان کے ہاتھ سے نجات پائیں گے، اور خارج ہوگا ایک اور بادشاہ سفیانی لشکر لے کر بسوئے مدینہ منورہ کے۔ پس غرق کر دے گا زمین میں ان کو اللہ تعالیٰ فقط دو آدمی غرق ہونے سے باقی رہیں گے۔ جو کہ سفیانی کو ایک ان میں سے جا کر اس بات کی خبر دے گا اور دوسرا امام مہدی کو، اور قریش کے لوگ بھاگ کر قسطنطنیہ کو چلے جائیں گے اور سفیانی روم کے سردار کو لکھے گا کہ یہ لوگ میری طرف روانہ کرو یہ لوگ

دروازۂ دمشق پر ہوں گے کہا حضرت حذیفہؓ نے کہ اس وقت آسمان سے آواز آئے گی کہ اے لوگو! ظالموں اور منافقوں کا ظلم تم سے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیا ہے اور تمہارا مددگار ایسے شخص کو کیا ہے کہ اس وقت امت محمدی میں سے بہتر ہے۔ جاؤ مکہ میں اور اس سے مل جاؤ کہ وہ مہدی ہے اور نام اس کا احمد بن عبداللہ ہے۔ حذیفہ نے کہا کہ عمران بیٹا حصین کا کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ ہم کسی طور پر اس کو شناخت کریں گے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ وہ ایک مرد ہے میری اولاد میں سے بنی اسرائیل کے لوگوں سے مشابہ ہے۔ اس پر دو چادریں صوف کی ہوں گی۔ منہ اس کا ستارہ کی طرح چمکتا ہوگا۔ اس کے منہ پر دائیں رخسار پر کالا تل ہوگا اور اس کی چالیس برس کی عمر ہوگی۔ شام کے ملک سے ابدال اور مصر سے نجباء وغیرہ اس قسم کی بزرگی اور غوثیت کے مرتبے والے لوگ اور مشرق وغیرہ ملکوں سے لوگ اس کے پاس آ کر بیعت کریں گے۔ مکہ شریف میں درمیان رکن اور مقام ابراہیم علیہ السلام کے بعدہ شام کی طرف جائے گا اور حضرت خواجہ خضر علیہ السلام ان کے لشکر کے سپہ سالار ہوں گے اور میکائیل علیہ السلام اس لشکر کے ساقی ہوں گے۔ پس خوش ہوں گے اس سے اہل آسمان و زمین اور پرندے اور جنگلی وحشی جانور اور دریا میں مچھلیاں اور ان کی حکومت میں پانی بہت ہوگا اور زمین سے خزانے خارج کرے گا بعدہ ملک شام میں جا کر سفیان کافر کو ذبح کرے گا۔ اس درخت کے نیچے جس کی شاخیں بحیرۂ طبریہ کی طرف کو ہیں اور قتل کرے گا قبیلہ کلب کو اور روایت کیا ابونعیم نے کہ فرمایا نبی ﷺ نے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو امام مہدیؓ لوگوں کے سردار کہیں گے کہ آئیے اور امامت کیجئے تو عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ خبردار ہو جاؤ کہ تم ہی آپس میں ایک دوسرے کے سردار ہو۔ اس امت کی کرامت کے سبب سے۔ یعنی تمہارے اوپر دوسرا آدمی سرداری اور پیشوائی نہیں کر سکتا۔ ابوعمرو الدارانی نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ میری امت سے ایک قوم حق پر اس قدر لڑتی رہے گی کہ عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے وقت طلوع فجر کے (ایک روایت میں عصر کا وقت مذکور ہے۔ جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا اور یہی قوی ہے) بیت المقدس میں امام مہدیؓ کے پاس۔ پس اس سے کہا جائے گا کہ اے نبی اللہ کے آگے ہو کر نماز پڑھائیے۔ پس فرمائیں گے کہ اس امت کے بعض لوگ امیر ہیں بعض کے اوپر۔

اور امام نماز کی جگہ سیدھے پیچھے کو بغیر منہ پھیرے رجعت قہقری کریں گے۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے امام مہدی کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر کہ آپ ہی نماز پڑھائیے۔ آپ کے لئے اقامت کہی گئی ہے۔ پس امامؓ نماز پڑھائیں گے اور بعض روایت میں ہے کہ اس وقت کی نماز عیسیٰ علیہ السلام ان کے اذن سے پڑھائیں گے اور پھر امام مہدی امامت کیا کریں گے اور عیسیٰ

علیہ السلام حضرت علیہ ﷺ کی امت میں ہونے کا فخر کریں گے۔ ایسا کتب سیر وحدیث میں ہے اور بعض کتابوں میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پچاس وقت کی نماز پڑھا کریں گے۔ مگر اصح یہی ہے کہ پانچ وقت نماز پڑھیں گے اور شریعت محمدیہ کی تابعداری کریں گے۔ کیونکہ ان کی اپنی شریعت منسوخ ہوگئی ہے۔ شرح عقائد میں ہے۔'' لکنه یتابع محمد ﷺ لان شریعته قد نسخت فلا یکون الیه وحی ونصب الاحکام بل یکون خلیفة رسول اللّٰہ ﷺ ثم الاصح انه یصلی بالناس ویؤمهم ویقتدی به المهدی لا نه افضل فامامته اولیٰ ''میں کہتا ہوں کہ بے شک عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کسی حکم جدید خارج از شریعت مصطفویہ کی وحی نہ ہوگی اور مستقل طور پر بطریقۂ نبوت جدیدہ کوئی حکم نہ دیں گے۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام کا امامت کرنا بوجہ ان کے افضل ہونے کے یہ قول ضعیف ہے۔ کیونکہ یہ قیاس ہے اور نص کے ہوتے ہوئے قیاس بیکار ہے۔'' کما قاله صاحب نظم الفرائد قوله ثم الاصح ۰ هذا تصحیح من طریق القیاس لکنه یترك اذالاح الاشرفا لاحادیث کلها علی خلافه منها حدیث ابی سعید رفعه منا الذی یصلی عیسیٰ بن مریم خلفه اخرجه نعیم فی سنده ومنها حدیث جابر رفعه مطولا فی آخره فینزل عیسیٰ بن مریم فیقول امیرهم صل لنا فیقول لا ان بعضکم علیٰ بعض امیر اخرجه ابونعیم ومنها حدیثه مختصر اکیف انتم اذا نزل عیسیٰ ابن مریم وامامکم منکم اخرجه احمد ومسلم وابن جریر وابن حبان ومنها حدیث ابی امامة الباهلی مطولا مرفوعا فی آخره امامهم المهدی رجل صالح اخرجه ابن ماجة والرؤیانی وابن خزیمة وابوعوانة والحاکم فی صحاحهم وابونعیم فی الحلیة ومنها حدیث حذیفة مرفوعا ومنها حدیث جابر مرفوعا اخرجه ابوعمر الدانی فی سننه ومنها اثر عبداللّٰہ بن عمر ومنها اثر ابن سیر بن اخرجه ابن ابی شیبة فی مصنفه وفی کلها تصریح بامامة المهدی فی الصلوٰة وانکار عیسیٰ بن مریم ومنها اثر کعب مطولا وفیه فتقام الصلوٰة فیرجع امام المسلمین المهدی فیقول عیسیٰ تقدم لك اقیمت الصلوٰة فیصلی بهم تلك الصلوٰة ثم یکون عیسیٰ امامابعده وبهذا وفق علی القاری بین قول الشارح والاثاروفیه اولا انه لا یعارض المرفوعات ولیس هذا باثر صحابی ایضاً وثانیا ان المتقد للتقدمة مة اخبار صحیحة الا سانید وثالثا ان کعبا

مشهور بالاخذ عن الاسرائیلیات فلا تقوم به حجة کاملة ورابعا ان ضمیر بعده فی قوله اما بعده یرجع الیٰ المهدی ای بعد موته لا الیٰ الصلوٰة ویؤیده تعلیلات المسیح بقوله لك اقیمت وبعضکم علیٰ بعض امیر وخامسا انه لو مسلم فالکلام فی الصلوٰة عند نزوله لا فیما بعده انتهٰی بتغیر یسیر''

ایک روایت میں آیا ہے کہ امام مہدیؓ کی ایک علامت یہ ہے کہ منیٰ بازار کے حاجی لوگ سخت لوٹے جائیں گے اور قبائل جنگ آپس میں زور سے ہوگا اور اس قدر خون جاری ہوگا کہ جمرات پر پڑے گا۔ پس امام مہدیؓ کو لوگ خلیفہ وقت اور بادشاہ بنائیں گے۔ درمیان رکن اور مقام ابراہیم کے اور وہ انکار کریں گے۔ یہاں تک کہ ایک منادی غیب سے ندا کرے گا کہ یہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے۔ اس کی اتباع کرو۔ اس وقت آپ بیعت لیں گے اور ابوامامہؓ نے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک روز خطبہ پڑھ کر ذکر دجال کا کیا اور فرمایا کہ مدینہ سے شر اور پلیدی اس طور پر نکالی جائے گی جیسے کہ لوہار کی بھٹی میں لوہے کا میل دور کیا جاتا ہے اور اس روز کو روز خلاص کہا جائے گا۔ ام شریکؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس روز عرب لوگ کہاں ہوں گے۔ فرمایا کہ وہ تھوڑے ہوں گے اور اکثر بیت المقدس میں جا رہیں گے اور ان کا امام اور بادشاہ ایک مرد صالح ہوگا۔ جو مہدی ہے۔ آہ! مختصراً ابن جوزی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سارے روئے زمین کے بادشاہ چار شخص ہوئے ہیں۔ دو مؤمن اور دو کافر پس مؤمن سکندر ذوالقرنین اور حضرت سلیمان علیہما السلام اور کافر نمرود اور بخت نصر اور قریب ہے کہ مالک ہوگا ساری زمین کا پانچواں میری اولاد سے۔ یعنی امام مہدی۔

ترمذی اور ابوداؤد نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ فرمایا نبی ﷺ نے دنیا ختم نہ ہوگی۔ جب تک کہ مالک نہ ہو عرب کا ایک مرد میرے اہل بیت سے اس کا نام میرا نام ہوگا اور اس کے باپ کا میرے باپ کا نام ہوگا۔ زمین کو عدل سے پر کردے گا۔ جیسے کہ ظلم سے پر تھی قبل اس کے جب مہدیؓ کا ظہور ہوگا تو اس پر ایک شخص اپنا لشکر جنگ کے لئے روانہ کرے گا اور اس شخص کے ماموں نانا قبیلہ بنی کلب سے ہوں گے اور امام مہدیؓ بھی اس پر لشکر روانہ کریں گے۔ پس مہدیؓ اس پر غالب ہوں گے اور مہدیؓ رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کریں گے اور ان کے وقت میں اسلام غلبہ پائے گا اور جب وفات پائیں گے تو مسلمان ان پر نماز جنازہ پڑھیں گے اور دفن کریں گے اور مہدیؓ بیشمار مال دونوں ہاتھ سے تقسیم کریں گے اور ان کے زمانہ میں مال بہت ہوگا۔ سب لوگ دولت مند ہوں گے۔ مالدار زکوٰۃ کا مال دے گا اور فقیر قبول کرنے والا نہ ملے گا۔

صحیح مسلم و بخاری وغیرہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی علامات رسالہ میں جا بجا ذکر ہو چکے ہیں اور یہاں پر چنداں بیان کی ضرورت نہیں کہ ان کا آنا موقوف ہے۔ بعد آنے امام مہدی کے۔

مؤلف رسالہ کی طرف سے آخری عرض مسلمانوں کی خدمت میں یہ ہے کہ امام مہدیؓ کا زمانۂ خروج بیشک قریب ہے۔ مگر یہ بات کہ مرزا غلام احمد قادیانی یا اور کوئی آج کل کے موجودہ لوگوں سے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کرے یا کوئی شخص امام مہدی ہو چکا ہے۔ یہ سب غلط اور خبط ہے اور یہ اعتقاد خلاف شرع ہے۔ صاحب مجمع بحار الانوار فرماتے ہیں کہ بڑے بیوقوف اور نادان اور نقصان کار ہیں وہ لوگ جو کہ اپنے دین اسلام کو مزاح سمجھتے ہیں اور بے علموں کو پیشوا بناتے ہیں اور جب کوئی مسافر غریب الوطن مثلاً دعویٰ کرتا ہے کہ میں امام مہدی ہوں تو اس کو بلا تأمل تسلیم کر لیتے ہیں اور امام مہدیؓ کے اوصاف اور خواص اور علامات اس میں نہیں ہوا کرتے۔ بلکہ بعض ایسے بے دین ہوتے ہیں کہ اس کو رسول اللہ ﷺ پر افضل جانتے ہیں اور اس کے ساتھ والوں کے ایک کا نام ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر و حضرت عثمان اور حضرت علیؓ اور بعض کو مہاجرین اور بعض کو انصار اور عائشہؓ فاطمہؓ رکھتے ہیں اور بعض بے وقوفوں نے ملک سندھ کے ایک شخص کاذب غدار کو عیسیٰ مقرر کر لیا۔ پس اس فقیر کی کوشش سے بعض جلاوطن کئے گئے اور بعض قتل کئے گئے اور بعضوں نے اس اعتقاد بد سے توبہ کر لی اور عبارت مجمع بحار الانوار کی یہ ہے۔

''ومنه مهدی اخر الزمان هزاری الذی فی زمن عیسیٰ علیه السلام ویصلی مع ویقتلان الدجال ویفتح القسطنطنیه ویملك العرب والعجم ویملاء الارض عدلا وقسطا ویولد بالمدینة ویکون بیعته بین الرکن والمقام کرها علیه ویقاتل السفیانی ویلجاء الیه ملوك الهند مغلغلین الیٰ غیر ذلك وما اقل حیاء واسخف عقلا واجهل دینا ودیانة قوما اتخذوا دینهم لهوا والعبا کلعب الصبیان باالتخذف والحصا فیجعل بعضها امیر اوبعضها سلطانا ومنها فیلا وافراساد جنود فهکذا هؤلا المجانین جعلوا واعدا من غرباء المسافرین مهدیا بدعواه الکاذبة بلا سند وشبه جاهلا متجهلا بلا خفاء لم یشم نفتحه من علوم الدین والحقیقة فضلا من فنون الادب یفسرلهم معانی الکلام الربانی ویتبواء به مقاعد فی النارو یسفهم باالاحتجاج بایات المثانی بحسب مایأ ولها لهم فیما شرع لهم عن عقائد ظهرت فسادها عند الصبیان واذا اقیم الحجج النبویة الدالة علیٰ شروط

المهدوی یقول هی غیر صحیح ویعلل بان کل حدیث یوافق اوصافه فهو صحیح وما یخالفه فغیر صحیح ویقول ان مفتاح الایمان بیدی فکل من یصدقنی بالمهدویة فهو مؤمن ومن ینکرها فهو کافر ویفضل ولایته علیٰ نبوۃ سید الانبیاء ﷺ وینسبه الیٰ اللّٰه عزوجل ویستحل قتل العلماء واخذ الجزیة وغیر ذلك من خرافاتهم ویسمون واحد ابابکر الصدیق واٰخر بآخر وبعضهم المهاجرین والانصار وعائشة وفاطمة وغیر ذلك وبعض اغبیائهم جعلوا شخصا من السند عیسیٰ فهل هذا الالعب الشیطان وکانوا علیٰ ذلك ومدوا کثیرة وقتلوا فی ذلك من العلماء عدیدة الیٰ ان سلط اللّٰه علیهم جنود الم یردها فاجلی اکثرها وقتل کثیر وتوب اٰخرین توبة وفیراولعل ذلك بسعی هذا المذنب الحقیر واستجابة لدعوۃ الفقیر واللّٰه الموفق بکل خیر فالحمدللّٰه الذی بنعمة تتم الصالحات ۰ انتهی (تکلمه مجمع بحارالانوار ص ۱۸۰)‘‘

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے ادلّہ

’’قوله تعالیٰ وما قتلوه یقینا بل رفعه اللّٰه الیه منجمله اقسام قصر الموصوف علیٰ الصفة ‘‘ کے ایک قسم ہے۔یعنی قصر قلب،کلمہ بل کا مفرد میں اضراب یعنی اعراض کے لئے ہوتا ہے۔اگر بعد امر یا اثبات کے واقع ہو تو اثبات حکم کا مابعد کے لئے کرے گا اور معطوف علیہ کو کالمسکوت عنہ کر دے گا اور بعد نفی یا نہی کے حکم اوّل یعنی منفی یا منہی کو برحال خود رکھے گا اور ضد اس حکم کی مابعد کے لئے ثابت کرے گا۔قام زید بل عمرو۔لیقم بکر بل خالد

’’لم اکن فی مربع بل بها لا تضرب زید ابل عمروا ‘‘اور صورت میں مابعد بل کے جملہ ہو تو ابطال جملۂ اولی اور اثبات جملہ ثانیہ کے لئے ہوگا۔’’قوله تعالیٰ بل عباد مکرمون یا انتقال من غرض الیٰ غرض آخر ‘‘پر دال ہوگا۔’’قوله تعالیٰ بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا ‘‘نیز یہ بھی معلوم ہو کہ بل دونوں صورتوں یعنی مفرد اور جملہ میں عطف کے لئے ہوتا ہے۔بنا بر تحقیق اور مشہور عندالنحاۃ عاطفہ ہونا اس کا مختص بالمفرد ہی ہے۔یعنی جس صورت میں کہ بعد اس کے مفرد واقع ہو اور جملہ میں حرف ابتداء کا ہوگا۔بنابر مشہور بل مشترک ٹھہرا عطف اور ابتداء میں اور ظاہر ہے ذکی ماہر پر کہ عدم اشتراک صحیح ہے بہ نسبت اشتراک کے۔فقط بودے لوگ سرسری جو امتیاز درمیان معنی وضعی اور اس کے افراد میں نہیں کر سکتے جب

استعمال لفظ کا افراد میں بھی معنی وضعی مطلق کی طرح پاتے ہیں۔تو ان کو دھوکا اشتراک اللفظ بین المطلق والافراد کا لگ جاتا ہے۔ بلکہ فرد معین ہی کو بلحاظ کثرت استعمال کے موضوع لہ سمجھ لیتے ہیں۔جیسا کہ آج کل اردو خوانوں کو لفظ توفی میں دھوکا لگا ہوا ہے۔بیان اس کا عنقریب آئے گا۔
کلمہ بل کا موضوع لہ فقط اعراض ہے۔ پہلے کا مسکوت عنہ کرنا یا تقریر اس کی علیٰ ہذا القیاس۔ابطال ذات پہلے کی یا انتقال غرض سے، یہ سب انواع ہیں اعراض کے لئے جو معنی وضعی ہیں، بحر العلوم مسلم الثبوت، الغرض کلمہ بل کا بنا بر تحقیق ہذا آیت مذکورہ میں حرف عطف ٹھہرا۔ابطال جملہ اولیٰ یعنی قتلوہ کے لئے اور منجملہ طریق قصر کے قصر بالعطف بھی ہے۔جس میں متکلم پر واجب ہے کہ نص علیٰ المثبت والمنفی کرے۔کیونکہ مطلق کلام قصری کو متکلم تمیزا بین الخطاء والصواب کے بولتا ہے۔ تاکہ مخاطب کے اعتقاد میں جو خلط بین الصواب والخطاء ہی نکل جاوے اور بالخصوص قصر بالعطف میں کسی طرح ترک کرنا تصریح کا جائز نہیں مانحن فیہ میں یہود کا افتراء دو وجہ سے تھا۔ایک مسیح کا بذریعہ صلیب کے مقتول کہنا دوسرا اس مقتولیت کو محقق بولنا۔یعنی انا قتلنا سے تعبیر تاکیدی کرنی۔وجہ اوّل کو متکلم بلیغ نے وما قتلوہ وما صلبوہ سے رد کیا۔وجہ دوسری کو وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ سے۔ اب اگر بل رفعہ اللہ الیہ کو کنایہ اعزاز واکرام سے کہا جائے۔جیسا کہ مرزا قادیانی ورافعك الیّ میں کہتا ہے تو بمقتضائے قصر قلب کے چاہئے کہ مابعد بل یعنی اعزاز اور ماقبل یعنی مقتولیت مجتمع نہ ہوں۔مع آنکہ مقتول مؤمنین میں سے ظلماً اعلیٰ درجہ کا معزز اور مکرم عند اللہ ہوتا ہے۔قصر قلب میں اگرچہ تنافی بین الوصفین بنا بر تحقیق ضروری نہیں۔مگر احد الوصفین کا ملزوم نہ ہونا دوسرے وصف کے لئے نہایت ضروری ہے تاکہ مخاطب کا اعتقاد برعکس مایذکرہ المتکلم کے متصور ہو اور اگر رفع سے مراد موت طبعی بعد واقعہ صلیب بعرصۂ دراز مثل مزعوم مرزا کے لے جاوے تو بحسب مضمون بالا کے تصریح بہ بل بقی حیاثم توفہ اللہ ورفعہ الیہ کے ضروری ہے۔ورنہ فصاحت اور بلاغت قرآن کریم میں جو اعلیٰ وجوہ اعجاز اس کے سے ہی خلل واقع ہوگا۔متکلم بلیغ کی شان سے بالکل بعید ہے کہ مقتضائے مقام یعنی تمیز ضروری کو چھوڑ کر مزید براں ایسے کلام بولے۔جس کا معنی بحسب التبادر مخالف ہوں معنی مراد سے۔کیونکہ بل رفعہ اللہ الیہ سے تحقق رفع در واقعہ صلیب یا قبل اس کے بحسب محاورۂ قرآنیہ وغیرہ مفہوم ہوتا ہے۔دیکھو’’بل جاء هم بالحق ‘‘جو’’بعدام یقولون افتراه ‘‘کے ہے اور ارادہ رفع روح کا موت طبعی کے طور پر مستلزم جمع بین الحقیقت والمجاز ہے۔ ’’کما هو مزعوم القادیانی ‘‘کیونکہ مرزا بصورت ہونے کلمہ الیٰ کے صلہ رفع کا اس ترکیب کو مجاز فی التقرب ٹھہراتا ہے۔پس یہ ارادہ مرزا کا قول باری تعالیٰ’’بل رفعه الله الیه ‘‘سے مع

زعم تحقق اس کے قبل از واقع صلیب مستلزم ہے۔ وقوع کذب کو کلام الٰہی میں والعیاذ باللہ لانتفاء الحکی عنہ بعد ملاحظہ ماضویت اضافیہ کے یعنی بہ نسبت ماقبل بل کے اور ظاہر کہ "ماضویت بالاضافة الیٰ زمان النزول " ہے۔ مخل فصاحت میں بعد از قطع احتمالات مذکورہ آیت "بل رفعه الله الیـــه " کی محکم ٹھہری۔ رفع جسمی مسیح میں، لہٰذا اہل لسان اور محاورہ داں صحابہ اور سلف سے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ رفع جسمی کو آیت ہذا سے ایسے سمجھے ہوئے تھے کہ کسی سے اس آیت کے معنی میں اختلاف مروی نہیں اور اسی وجہ سے یعنی چونکہ محکم ہے۔ رفع جسمی میں تو مخصص ہوگی۔ واسطے ان آیات اور احادیث کے جو باعتبار عموم اپنے کے دال ہیں وفات مسیح پر، مثل "قد خلــت من قبله الرسل " اور "مامن نفس منفوسة " وغیرہ وغیرہ اور یہی آیت قرینہ صارفہ ہے۔ ارادہ کرنے معنی موت کے توفیتنی سے اور متوفیک سے بر تقدیر عدم تقدیم وتاخیر کے اور یہی آیت بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ "شهيـد امــادمت فيهـم " میں حیاً ملحوظ نہیں ہے اور یہی آیت قرنیہ ہے۔ حدیث "فاقول كما قال العبد الصالح " میں "فلما توفيتنى " سے معنی غیر موت کا لینے کے اور یہی آیت قرینہ ہے۔ "حـديـث لوكان موسىٰ وعيسىٰ حييّن " میں بر تقدیر صحت کے حیات، حیات فی الارض مراد لینے کے اور یہی آیت بعد از قطع احتمالات مذکورہ کے استبعاد عقل انسانی کو جو در بارہ مرفوع ہونے جسم مسیح کے بجسدہ العنصری آسمان پر تھا۔ زائل کر رہی ہے۔ "هذا الآية تكفى جوابا بجميع السوالات وان اجبنا عن كل سوال تبرعا من بعد "

اور نیز معلوم ہو کہ مرزا جو بڑے زور وشور سے کہتا ہے کہ: "انـى متوفيك سے معنى مميتك " کا بشہادت محاورہ قرآنیہ لیا جائے گا اور ایسا ہی "فـلما توفيتنى " میں بھی معنی موت کا تحقق یعنی انی متوفیک سے وعدۂ موت اور فلما توفیتنی سے تحقق موت کا اور بل رفعہ اللہ الیہ سے رفع روحانی مراد ہوگا۔ جیسا کہ ازالہ اوہام میں کہتا ہے۔ لفظ توفی میں مرزا اور اس کے اذناب کو سخت دھوکا لگا ہوا ہے۔ لہٰذا اس میں قدرے بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ مرزائی جان لیں کہ توفی کے معنی سوائے موت کے قرآن اور لغت سے ثابت ہے اور اسی سے تطبیق بین الآیات بھی ہاتھ آئے گی۔ توفی ماخوذ ہے وفا سے، وفا کے معنی پورا ہونا کہتے ہیں۔ فلانی چیز وافی وکافی ہے۔ ایفا کے معنی پورا کرنا اور توفی تفعل ہے۔ بمعنی استفعال کے یعنی استیفاء جس کا ترجمہ پورا لینا۔ لغت کی کتابیں مثل صحاح، صراح، قاموس وغیرہ اور ایسا ہی تفاسیر سب اس معنی پر متفق ہیں اور یہ بھی واضح ہو کہ لغت اور تفاسیر میں معنی مستعمل فیہ کو بیان کرتے ہیں۔ اگرچہ موضوع لہ نہ بھی ہو بلکہ فرد ہی اس موضوع لہ کا ہو یا کسی نوع کا علاقہ معنی موضوع لہ سے رکھتا ہو۔ جیسا کہ لفظ الٰہ جس کا معنی معبود مطلق ہیں۔

واجب ہو یا ممکن اور الہۃ بمعنی معبودات مطلقہ کو اکب ہوں یا بت یا آدمی۔ حالانکہ بہت جگہ اہل لغت اور مفسرین لفظ الہہ کی تفسیر اصنام کے ساتھ کر دیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ کتب لغت میں ظاہر ہے اور تفسیر ابن عباس میں متعلق اموات غیر احیاء کے لکھا ہے۔ اموت اصنام وہیں پر ظاہر ہے کہ اصنام یعنی بت لفظ آلہ کے معنی وضعی نہیں ہیں۔ بلکہ اس معنی موضوع لہ کا ایک فرد ہے جو کہ معبودات مطلقہ ہیں۔ بے علم مولوی اردو خواں زعمی مولوی ایسے الفاظ کو دیکھ کر دھوکا کھا جاتے ہیں۔ یعنی یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ بیان معنی وضعی کا ہے۔ بلکہ اسی کو حصر کے طور پر بہ نسبت اس مطلق کے موضوع لہ قرار دیتے ہیں بوجہ اس کے کہ مطلق کو فرد سے ممتاز نہیں کر سکتے۔ الغرض الفاظ مشتقہ میں معنی حقیقی کبھی اور ہوتے ہیں اور معنی مستعمل فیہ اور ہوتے ہیں۔ پس ما نحن فیہ میں بھی مرزا اور اس کے اذناب کو یہی دھوکا لگا ہوا ہے۔ لغت کی کتابوں میں جو دیکھا کہ توفی کے معنی موت کے بھی ہیں اور صحیح بخاری میں متوفیک کی تفسیر ممیتک کے ساتھ کی ہے تو اس اشتباہ مذکور میں پڑ گئے ہیں۔ جانتا ہوں کہ یہ لوگ الہ اور اموات کے معنی اصنام ہی خیال کرتے ہوں گے۔ ورنہ توفی سے معنی موت ہی کے لینے میں ایسے مستحکم نہ ہوتے۔ تفصیل یہ ہے کہ توفی نے جس سے تعلق پکڑا ہے وہ شے کیا ہے یا روح ہوگی یا غیر روح۔ اگر روح ہے تو پکڑنا روح کا پھر منقسم ہے۔ دو قسموں پر ایک تو اس کا پکڑنا مع الامساک یعنی پکڑنے کے بعد نہ چھوڑنا۔ اس کا نام تو موت ہے۔ پس موت کے مفہوم میں دو امر توفی کے مفہوم سے زیادہ اعتبار کئے گئے۔ ایک روح دوسرا امساک اور دوسری قسم پکڑنے کی نیند ہے۔ جس کے مفہوم میں قید روح اور ارسال یعنی چھوڑ دینا ماخوذ ہے۔ الحاصل موت اور نیند دونوں فرد ہیں توفی کے، تفسیر کبیر، تفسیر ابن کثیر، شرح کرمانی صحیح بخاری اور متعلق توفی کا اگر غیر روح ہو تو وہ بھی یا جسم مع الروح ہوگا۔ جیسا کہ: ''انی متوفیك'' یا اور چیز ہوگی۔ جیسا کہ توفیت مالی، قاموس بیان اس امر کا جو مذکور ہو چکا ہے۔ یعنی توفی کا معنی فقط کسی شے کا پورا لے لینا ہے۔ عام ہے اس سے کہ وہ شے روح ہو یا غیر روح اور بتقدیر روح ہونے کے مقید بارسال ہو یا بامساک نص سے بھی ثابت ہے۔ یعنی قرآن کریم کی آیت سے پروردگار اپنی قدرت کا تصرف اظہار فرماتا ہے۔ اس طور پر کہ ارواح کو بعد القبض کہیں تو بند کر رکھتا ہے اور کبھی چھوڑ دیتا ہے۔ ''اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا'' اللہ تعالیٰ قبض فرماتا ہے ارواح کو حالت موت اور نیند میں فقط فرق اتنا ہے کہ موت میں امساک اور نیند میں ارسال ماخوذ ہے۔ اس آیت میں تو استعمال لفظ توفی کا مشترک میں ظاہر ہے۔ یعنی فقط قبض اور ارواح مدلول ہے۔ لفظ انفس کا اور آیت ''وھو الذی یتوفاکم باللیل'' میں مستعمل ہے۔ نیند میں جو فرد

ہے مفہوم توفی کا یعنی قبض کا اور آیت ’’والذین یتوفون منکم ‘‘وغیرہ آیات میں مدلول اس کا موت ہے۔ جو منجملہ افراد اسی توفی کے ہے۔

پس ’’یعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ ‘‘میں اور ’’فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم ‘‘میں بھی معنی موت کے مطابق بعض نظائر قرآنیہ وغیرہ قرآنیہ جیسا کہ: ’’توفی اللّٰه زیدا، توفی اللّٰه بکرا ‘‘وغیرہ وغیرہ لیا جاتا۔ بشرطیکہ ’’نص بل رفعه اللّٰه الیه ‘‘ کی رفع جسمی علیہ السلام پر شہادت نہ دیتی یا آیت ’’وان من اهل الکتاب ‘‘اور ’’وانه لعلم للساعة ‘‘اور احادیث صحیحہ رفع جسمی پر استلزاماً وارد نہ ہوتیں۔ اسی واسطے معنی موت کے نہیں لئے جاسکتے۔ کیونکہ جب ایک شخص کا بخصوصہ کسی نص سے حکم معلوم ہو جائے تو جو آیات کہ برخلاف اس کے عام ہوتی ہیں۔ ان میں داخل نہیں ہوتا اور نہ اس لفظ کو پھر اپنے نظائر پر محمول کیا جاتا ہے۔ مثال اس کی سنو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا حال جب کہ نص ’’خلقه من تراب ‘‘سے معلوم ہو چکا تو پھر ’’الم نخلقکم من ماء مهین ‘‘اور ایسا ہی ’’خلق من ماء دافق یخرج من بین الصلب والترائب ‘‘سے مستثنیٰ ہے اور قول قائل کا خلق اللّٰہ آدم محمول نہ ہوگا اپنے کروڑہا نظائر پر، خلق اللّٰہ زیداً خلق اللّٰہ بکراً خلق اللّٰہ خالداً وغیرہا پر یعنی یہ نہ کہا جائے گا کہ کیفیت خلقت آدم وغیرہ بنی نوع یکساں ہے۔ ایک معنی کا بکثرت مستعمل فیہ ہونا یہ دلیل نہیں ہوسکتا کہ بروقت قائم ہونے قرینہ مانعہ اس معنی کے بھی وہ معنی مستعمل فیہ مراد ہو۔ جیسا کہ متوفی اور فلما توفیتنی میں معنی موت کے نہیں لے سکتے ہیں۔ بوجہ اس کے کہ آیت ’’بل رفعه اللّٰه الیه ‘‘ بوجہ افادہ دینے اس کے رفع جسمی کو معنی موت سے روک رہی ہے۔ پس اب منصف ایماندار پر ظاہر ہوگیا ہوگا کہ: ’’یعیسیٰ انی متوفیك ‘‘اور ’’فلما توفیتنی ‘‘میں معنی موت کے لے کر اس پر بطور شہادت کے ’’ والذین یتوفون منکم ‘‘وغیرہ وغیرہ کو پیش کرنا محض عناد وضد یا جہالت ہے۔ مرزا اپنے ازالہ میں اور اپنی کتاب ایام الصلح میں لفظ توفی بحسب محاورۂ قرآن شریف کے موت ہی کے معنی میں منحصر کہتا ہے اور کسی جگہ وجہ اطلاق توفی کے نیند پر النوم اخ الموت کو قرار دیتے ہیں۔ ایک تو یہ دھوکا کھایا کہ موضوع لہ کے فرد کو عین موضوع لہ سمجھ گیا اور دوسرا یہ دھوکا کھایا کہ اطلاق المطلق علی بعض افرادہ کو از قبیل اطلاق الفرد علی الفرد فہم کر لیا اور پھر بعد دعوائے حصر مذکور کے قائل بھی ہوا کہ توفی کے معنی باستعمال محاورہ قرآن شریف نیند ہے۔ واہ واہ!

پس صاف معلوم ہوا کہ اگر کسی لفظ کا ایک معنی میں استعمال زیادہ ہو تو بوقت قیام قرینہ مانعہ وصارفہ استعمال اس کا دوسرے معنی میں بھی کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ قرینہ صارفہ حدیث ہے۔

اخبار احاد میں سے یا کوئی اور خیال کرو۔ قرآن شریف میں ہر جگہ اسف کے معنی غم ہیں۔ مگر غضب کے معنی بھی آئے ہیں۔ ''فلما اسفونا '' کے معنی ''فلما اغضبونا '' ہیں۔ انہوں نے غضب دلایا ہم کو، اور ہر جگہ قرآن کریم میں ''بعل '' کے معنی زوج ہیں۔ مگر باری تعالیٰ کے قول اتدعون بعلا میں بت ہے اور ہر جگہ قرآن پاک میں مصباح کے معنی کوکب ہیں۔ مگر سورۂ نور میں مصباح سے مراد چراغ ہے، اور ہر جگہ قرآن شریف میں قنوت سے مراد اطاعت ہے۔ مگر قولہ تعالیٰ ''کل له قانتون ''میں مراد اقرار کرنے والے ہیں اور ہر جگہ بروج سے مراد کواکب ہیں۔ مگر قولہ تعالیٰ فی بروج مشیّدۃ میں مراد محل پختہ ہے۔ ہر جگہ قرآن شریف میں صلوٰۃ سے مراد رحمت یا عبادت ہے۔ مگر بیع وصلوٰۃ ومساجد میں مراد صلوٰۃ سے مقامات ہیں۔ ہر جگہ قرآن شریف میں کنز سے مراد مال ہے۔ مگر سورۂ کہف میں جو لفظ کنز ہے۔ اس سے مراد صحیفہ علم کا ہے۔ نظائر ان کے اور بھی موجود ہیں۔ تفسیر اتقان میں ملاحظہ کرو۔

علیٰ ہذا القیاس اکثر جگہ قرآن شریف میں توفی کے معنی موت یا نیند ہیں۔ مگر فلما توفیتنی میں قبضتنی یا رفعتنی یا اخذتنی وافیا مراد ہے۔ بقرینہ بل رفعہ اللہ الیہ کے اور ایسا ہی متوفیک سے برتقدیر عدم تقدیم وتاخیر کے۔ شمس الہدایہ، الغرض آیۃ ''یعیسیٰ انی متوفیك ''میں بعد تقدیم وتاخیر کے معنی موت کے لئے جاویں اور فلما توفیتنی سے رفع کے معنی ابن عباسؓ کی طرح پر لینا پڑے گا اور یا ہر دو جگہ میں معنی قبض کے لیویں گے سوائے موت کے، اور اس دوسری صورت پر تقدیم وتاخیر کی ضرورت نہ پڑے گی اور واضح ہو کہ یہ مطلب عام فہم کرنے کے لئے کئی بار صراحۃً اور ضمناً بیان ہو چکا۔

اب مرزا اور مرزا کے بڑے مددگار فاضل حکیم نورالدین کے معنی بھی اس آیت کے متعلق سنا دوں۔ فاضل نورالدین اپنی کتاب تصدیق براہین احمدیہ میں لکھتا ہے۔ ''اذ قال اللّٰه یعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ ''جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ میں لینے والا ہوں تجھ کو اور بلند کرنے والا ہوں اپنی طرف (کتاب تصدیق براہین احمدیہ ص۸) اور خود مرزا لکھتا ہے۔ انی متوفیك ورافعك الیّ اے عیسیٰ میں تجھے کامل اجر بخشوں گا یا وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔'' (براہین احمدیہ ص۵۵۷، خزائن ج۱ ص۶۶۵)

اور اسی کتاب کے صفحہ ۵۱۹، خزائن ج۱ ص۶۲۰ میں لکھتا ہے۔ ''انی متوفیك ورافعك الیٰ ''میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔'' اب خیال کرنا چاہئے کہ مرزا نے دو دفعہ یہ ترجمہ الہام کے ذریعہ سے لکھا ہے۔ کون سے ترجمہ کو صحیح کہا جائے گا۔ پس خود ہی

اس نے فیصلہ تو کیا ہوا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر، تو خود اس کو جزم اور یقین نہیں ہے۔ مگر بیچارہ ایک بار جو کہہ چکا ہے۔ اسی کو شرم کے مارے چھوڑ نہیں سکتا اور براہین احمدیہ ص ۳۶۱، خزائن ج ۱ص ۴۳۱ میں خود اقرار کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں میں ہیں۔ ”میرے بعد ایک دوسرا آنے والا ہے۔ وہ سب باتیں کھول دے گا اور علم دین کو بمرتبہ کمال پہنچاوے گا۔ سو حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص کی ناقص ہی چھوڑ کر آسمانوں پر جا بیٹھے۔“

اور (براہین احمدیہ ص ۴۹۸، ۴۹۹، خزائن ج ۱ص ۵۹۳) میں لکھتا ہے۔ ”ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علیٰ الدین کلہ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آوے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لاویں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جاوے گا۔“

خیال کرو کہ اب عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ آنا دنیا میں اظہر من الشمس بیان کر دیا۔ پس کون سی بات اس کی مانی جاوے۔ موافق دین واسلام کے یہی بات ہے۔ ہم یہی جانتے ہیں۔ الحمدللہ کہ حق بات اس کی زبان پر جاری ہوگئی۔ پس مرزائیوں کو بدل وجان یہ فیصلہ مرزا ہی کا ماننا چاہئے۔ غرض کہ ایسے تناقض ہزاروں اس مجنون اور بے علم کے کلام میں موجود ہیں۔ عوام کا خیال کر کے چند ورق اس کے رد میں لکھے گئے۔ ورنہ اہل علم کے مخاطبہ کے قابل نہیں ہے۔ وبس مسلمان اس کی ہر ایک بات کو ایسا ہی بیقرار جانیں۔ فقط! وفیہ کفایۃ لذوی الدرایۃ وللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم!

احوال قیامت اور اس کی نشانیاں

قیامت کے علامات دو قسم ہیں۔ چھوٹے اور بڑے۔ پس چھوٹے علامات یہ ہیں کہ علم اٹھ جائے گا۔ اور جہالت زیادہ ہو جائے گی اور علم کے ہوتے ہوئے علماء اس پر عمل نہ کریں گے۔ زنا اور شراب بہت ہوگا۔ عورتیں بہت ہوں گی اور مرد کم۔ یہاں تک کہ ایک مرد بیس عورتوں کی پرورش کرے گا۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہے کہ جاہل لوگ سردار ہوں گے اور حکم کریں گے۔ خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔ امام احمد وغیرہ ائمہ حدیث نے زیادہ بن لبید سے روایت کی کہ وہ کہتے ہیں کہ کہا میں نے یارسول اللہ علم کیسے نہ ہوگا۔ ہم قرآن شریف پڑھتے ہیں اور اپنے بیٹوں کو پڑھاتے ہیں اور وہ پھر اپنی بیٹوں کو پڑھائیں گے۔ پس قیامت تک ایسا ہی رہے گا۔ پس حضرت ﷺ نے مجھ کو فرمایا کہ میں تم کو دانا مرد جانتا تھا۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ یہود

اور نصاریٰ تورات اور انجیل کو پڑھتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے۔ یعنی ایسا ہی میری امت میں ہوگا کہ لوگ علم پڑھیں گے۔ مگر اس پر عمل نہ کریں گے۔ نالائق لوگوں کے ذمہ لیاقت کے کام سپرد کئے جائیں گے اور بوجہ سختی اور مصیبت کے لوگ موت کی آرزو کریں گے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ کے مال کو یعنی غنیمت کے مال کو جو غازیوں اور فقیروں کا حصہ ہے سردار اور امیر لوگ اپنا مال سمجھیں گے۔ امانت میں خیانت کریں گے۔ زکوٰۃ دینے کو تاوان اور نقصان جانیں گے۔ علم دنیا کمانے کے لئے سیکھیں گے۔ مرد اپنی عورت کی تابعداری ہر بات میں کریں گے۔ دوست اور یار کو نزدیک اور ماں باپ کو دور کریں گے۔ مسجدوں میں زور سے آواز بلند کریں گے۔ بدمعاش فاسق لوگ سرداری کریں گے۔ رذیل اور کمینے لوگ بڑے مرتبے میں جائیں گے اور بدمعاش لوگوں کی عزت کریں گے۔ بوجہ خوف کے ڈھول، طبلہ، باجا، دوتارا، سارنگی، ستار، رباب، چنگ وغیرہ اسباب گانے بجانے کے ظاہراً استعمال کریں گے۔ اس امت کے لوگ پچھلے اگلے لوگوں کو ملامت اور طعن کریں گے۔ لواطت بہت ہوگی۔ بے حیائی بہت ہوگی۔ سود، حرام خوری بہت ہوگی۔ مسجدیں بہت ہوں گی اور پختہ خوبصورت مگر لوگ ان کو عبادت کے ساتھ آباد نہ کریں گے اور جھوٹ بولنا ہنر سمجھا جائے گا۔ غرضیکہ اس قسم کی علامات قیامت کی بہت ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایسے وقت میں ایسے ایسے عذابوں کے منتظر رہو کہ سرخ آندھی آئے اور بعضے لوگ زمین میں دھنس جائیں اور آسمان سے پتھر برسیں اور صورتیں آدمی کی سؤر کتے کی ہو جائیں اور بہت سی آفتیں پے در پے جلدی آنے لگیں۔ جیسے کہ بہت سے دانے کسی تاگے اور ڈورے میں پرو رکھے ہوں اور وہ تاگا ٹوٹ جائے اور سب دانے اوپر تلے گرنے لگیں۔ کفار کا سب طرف زور ہو جائے گا اور جھوٹے جھوٹے طریقے نکلنے لگیں گے۔ ان نشانیوں کے بعد اس وقت میں سب ملکوں میں نصاریٰ لوگوں کی عملداری ہو جائے گی اور اسی زمانے میں ابوسفیان کی اولاد سے ایسا ایک شخص پیدا ہوگا کہ بہت سیدوں کا خون کرے گا۔ ملک شام اور ملک مصر میں اس کے احکام چلنے لگیں گے۔ اس عرصہ میں روم کے مسلمان بادشاہ کی نصاریٰ کی ایک جماعت سے لڑائی ہو جائے گی اور نصاریٰ کی ایک جماعت سے صلح بھی ہو جائے گی۔ پس دشمن کی جماعت شہر قسطنطنیہ پر چڑھائی کر کے اپنا دخل کر لے گی اور وہ روم کا مسلمان بادشاہ اپنا ملک چھوڑ کر شام کے ملک میں چلا جائے گا اور نصاریٰ کی جس جماعت سے صلح اور محبت ہوگی اس جماعت کو ہمراہ کر کے اس دشمن کی جماعت سے بھاری لڑائی ہوگی۔ مگر اسلام کے لشکر کو فتح ہوگی۔

ایک دن بیٹھے بٹھائے جو نصاریٰ کی جماعت موافق ہوگی اس میں سے ایک نصرانی ایک شخص مسلمان کے سامنے کہنے لگے گا کہ ہماری صلیب یعنی دین عیسوی کی برکت سے فتح ہوئی ہے اور مسلمان اس کے جواب میں کہے گا کہ اسلام کی برکت سے فتح ہوئی ہے۔ اسی میں بات بڑھ جائے گی۔ یہاں تک کہ دونوں آدمی اپنے اپنے طرفداروں اور مذہب والوں کو جمع کرلیں گے اور آپس میں لڑائی شروع ہوجائے گی۔ اس میں اسلام کا بادشاہ شہید ہوجائے گا اور شام کے ملک میں بھی نصاریٰ کا عمل ہوجائے گا اور نصاریٰ اس دشمن کی جماعت سے صلح کرلیں گے اور باقی رہے سہے مسلمان مدینہ منورہ کو چلے جائیں گے اور خیبر کے قریب تک نصاریٰ کی عملداری ہوجائے گی۔ اس وقت مسلمانوں کو فکر ہوگی کہ امام مہدیؓ کی تلاش کریں تاکہ ان مصیبتوں سے امن پائیں۔ اس وقت حضرت امام مہدیؓ مدینہ منورہ میں ہوں گے اور اس ڈر سے کہ کہیں مجھ کو حاکم اور بادشاہ نہ بنادیں۔ مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ کو چلے جائیں گے اور اس زمانے کے بزرگ، ولی لوگ، جو ابدال کا درجہ رکھتے ہیں سب امام مہدیؓ کی تلاش کریں گے اور بعضے لوگ اس وقت جھوٹے مہدی بننا شروع ہوں گے۔ غرضیکہ امام مہدیؓ خانۂ کعبہ کا طواف کرتے ہوں گے اور رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان میں ہوں گے کہ بعضے نیک لوگ ان کی شناخت کرلیں گے اور ان کو زبردستی گھیر گھار کر حاکم بنادیں گے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور اسی بیعت میں ایک آواز آسمان سے ایسی آئے گی جس کو سب لوگ جتنے وہاں موجود ہوں گے سنیں گے۔ وہ آواز یہ ہوگی کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور حاکم بنایا ہوا امام مہدیؓ ہے اور اس وقت سے بڑی بڑی نشانیاں قیامت کی ظاہر ہوں گی اور جب امام مہدیؓ کی بیعت کا قصہ مشہور ہوگا تو مسلمانوں کے لشکر کی جو فوجیں مدینہ منورہ میں ہوں گی وہ مکہ معظّمہ کو چلی آئیں گی اور ملک شام اور یمن اور عراق والے ابدال نجباء غوث لوگ سب امام مہدیؓ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور ملک عرب کی فوجیں اور جگہ سے بھی بہت آجائیں گے۔ جب یہ خبر مسلمانوں میں خوب مشہور ہوگئی تو ملک خراسان یعنی افغانستان جس میں کابل سوات بنیر غزنی قندھار وغیرہ میں ایک بڑی فوج لے کر امام مہدیؓ کی مدد کے لئے روانہ ہوگا اور اس کے لشکر کے آگے چلنے والے کا نام منصور ہوگا اور وہ راہ میں چلتے چلتے بہت بددینوں کی صفائی کرتا جائے گا اور وہ ظالم جو ابوسفیان کی اولاد میں سے ہوگا اور سید لوگوں کا قاتل ہوگا چونکہ امام مہدیؓ بھی سید ہوں گے رسول اللہ ﷺ کی اولاد سے، ان کے لڑنے کے لئے ایک فوج روانہ کریں گے یہ فوج مکہ اور مدینہ کے درمیان جنگل میں پہنچے گی اور ایک پہاڑ کے تلے ڈیرا لگائے

گی۔ پس سب فوج اس زمین میں دھنس جائے گی۔ صرف دو آدمی بچیں گے۔ ان میں سے ایک تو امام مہدیؓ کو خوشخبری جا کر سنا دے گا اور دوسرا اس ظالم سفیانی کو جا کر خبر دیگا۔ پھر نصاریٰ لوگ ہر ملک سے لشکر جمع کر کے مسلمانوں سے لڑنا چاہیں گے۔ اس لشکر میں اس روز تعدادی اسی جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے کے ساتھ بارہ ہزار آدمی ہوں گے۔ پس کل آدمی لشکر کا نولاکھ ساٹھ ہزار ہوگا۔ امام مہدیؓ مکہ سے چل کر مدینہ منورہ تشریف لائیں گے اور وہاں رسول اللہ ﷺ کے مزار مبارک کی زیارت کر کے ملک شام کی طرف روانہ ہوں گے اور شہر دمشق تک پہنچنے پائیں گے کہ دوسری طرف سے نصاریٰ کی فوج مقابلہ میں آجائے گی۔ پس امام مہدیؓ کی فوج تین حصہ میں ہو جائے گی۔ ایک حصہ تو بھاگ جائے گی اور ایک حصہ لڑ کر شہید ہو جائے گی اور ایک یہاں تک لڑے گی کہ اس کو نصاریٰ پر فتح ملے گی اور اس فتح کا قصہ یہ ہوگا کہ جب حضرت امام مہدیؓ نصاریٰ سے لڑنے کے لئے لشکر تیار کریں گے تو بہت سے مسلمان آپس میں قسمیں کھائیں گے کہ بے فتح کئے ہوئے ہرگز نہ ہٹیں گے۔ پس سارے آدمی شہید ہو جائیں گے۔ صرف تھوڑے سے رہیں گے ان کو لے کر امام مہدیؓ اپنے لشکر میں چلے آئیں گے۔ دوسرے دن پھر اسی طرح سے قسم کھا کر لڑائی شروع کریں گے۔ اکثر آدمی شہید ہو جائیں گے اور تھوڑے آدمی بچ جائیں گے اور تیسرے روز پھر ایسا ہی ہوگا۔ آخر چوتھے روز یہ تھوڑے سے آدمی مقابلہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ فتح دے گا اور بعد اس کے کافروں کے دماغ میں حکومت کا شوق نہ رہے گا۔ پس اب امام مہدیؓ ملک کا بندوبست کرنا شروع کریں گے اور سب طرف کو مسلمانوں کی فوجیں روانہ کریں گے اور خود امام مہدیؓ ان سب کاموں سے فراغت پا کر قسطنطنیہ کے فتح کرنے کو چلے جائیں گے۔ جب کہ دریائے روم کے کنارے پر پہنچے گے۔ اس وقت بنو اسحاق قبیلہ کے ستر ہزار آدمیوں کو کشتیوں کے اوپر سوار کر کے اس شہر کے فتح کرنے کے واسطے روانہ فرمائیں گے۔ جب یہ لوگ قسطنطنیہ کی حد کے قریب پر پہنچیں گے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ بلند آواز سے کہنا شروع کریں گے۔ اس نام کی برکت سے شہر پناہ کے سامنے کی دیوار پھٹ جائے گی اور گر پڑے گی اور مسلمان لوگ حملہ کر کے شہر کے اندر گھس پڑیں گے اور لڑ کر کفار کو قتل کریں گے اور عمدہ طور سے ملک کا انتظام کریں گے اور ابتدائے بیعت سے لے کر اس شہر کی فتح تک چھ یا سات سال کی مدت گزری ہوگی کہ امام مہدیؓ اس طرف انتظام کرتے ہوں گے کہ یکا یک ایک بے اصل اور جھوٹی خبر مشہور ہو جائے گی کہ یہاں کیا بیٹھے ہو۔ وہاں شام کے ملک میں تو دجال آ گیا ہے اور فتنہ وفساد تمہارے خاندان میں کر رکھا ہے۔ اس خبر

کے سننے سے امام مہدیؑ شام کی طرف جا کر اس حال کے معلوم کرنے کے لئے پانچ یا کہ نو سواروں کو اپنے آگے روانہ کردیں گے۔ ان میں سے ایک شخص واپس آ کر خبر دے گا کہ وہ بات دجال کے آنے کی غلط ہے امام مہدی کو سن کر تسلی ہو جائے گی اور پھر خوب بندوبست کے ساتھ درمیان کے ملکوں اور شہروں کا حال دیکھتے بھالتے تسلی کے ساتھ ملک شام کو جا پہنچیں گے۔ بعد پہنچنے کے تھوڑے روز گزریں گے کہ دجال ظاہر ہو جائے گا اور دجال یہودیوں کی قوم میں سے ہوگا۔

دجال سے پہلے تین برس سخت قحط ہوگا۔ اوّل برس میں تیسرا حصہ بارش کا آسمان کم کر دے گا اور زمین تیسرا حصہ زراعت کا کم کر دے گی۔ دوسرے برس سے زمین و آسمان دو حصے کم کر دیں گے اور تیسرے برس میں آسمان سے ایک قطرہ بارش کا نہ برسے گا اور زمین سے کوئی سبزی نہ ہوگی۔ مال مویشی ہلاک ہوں گے اور مسلمان لوگوں کے لئے طعام کے بدلہ اللہ کی تسبیح تہلیل حمد وثناء ہوگی اور دجال کی صورت مثل عبدالعزے بن قطن کے ہوگی اور دجال کے ماں باپ کے گھر میں قبل پیدا ہونے دجال کے تیس برس تک اولاد نہ ہوگی۔ شرح السنۃ وغیرہ کتب حدیث اور صحیح مسلم میں تمیم داری کے قصے سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال موجود ہے۔ مگر دریائے شام یا دریائے یمن کے جزیرے میں بند ہے۔ باذن پروردگار اوّل شام اور عراق کے درمیان میں سے نکلے گا اور پیغمبری کا دعویٰ کرے گا۔ جب شہر اصفہان میں جا پہنچے گا وہاں کے ستر ہزار یہودی مرد اور عورت اس کے ساتھ ہو جائیں گے اور مسلمان طرف وادی انیق کے چلے جائیں گے۔ پھر خدائی کا دعویٰ شروع کر دے گا۔ حلیہ اس کا یہ ہے کہ اس کی دائیں آنکھ اندھی ہے اور بعض روایت میں بائیں آنکھ کا ذکر ہے۔ دونوں آنکھوں کے درمیان میں کافر لکھا ہوگا۔ اس کو ہر مسلمان پڑھ لے گا۔ منشی ہو یا غیر منشی اور دجال جوان ہوگا۔ پریشاں بال ہوں گے۔ چالیس روز زمین پر رہے گا ایک روز برس کے مثل، ایک روز مہینہ کے مثل، اور ایک روز ہفتہ کی مثل اور سوائے ان تین دنوں کے باقی دن ہمارے دنوں کی طرح ہوں گے۔ ان دنوں میں جو سال اور ماہ اور ہفتہ کے برابر ہوں گے۔ نمازوں کا حساب کر کے پڑھنا ہوگا۔ فقط پانچ ہی نمازیں کافی نہ ہوں گی۔ آسمان سے کہے گا پانی برسا تو برسائے گا۔ جب زمین سے کہے گا کہ سبزی نکال تو زمین سبزی نکالے گی۔ جو لوگ اس کے تابع ہوں گے ان کا مال کھیتی خوب ہوگا اور بیل گائے موٹے ہوں گے اور جو اس کے مخالف ہوگا اس کا مال اسباب خراب ہوگا۔ غیر آباد زمین سے خزانہ نکالے گا۔ جنت اور دوزخ کی صورت اس کے پاس ہوگی۔ فی الواقع اس کی جنت دوزخ، اور دوزخ جنت ہے۔ ایک شخص سے کہے گا مجھ کو

خدا جان وہ انکار کرے گا۔ پس آرہ کے ساتھ دو ٹکڑے کر دے گا۔ پھر دونوں پارے کے درمیان سے گزرے گا اور اس سے کہے گا کہ زندہ ہو جا اور اٹھ پس وہ زندہ ہوگا۔ اس سے وہی بات کہے گا وہ کہے گا کہ تو دجال ہے۔ اب مجھ کو خوب یقین ہو گیا۔ پس اس کو ذبح کرنا چاہے گا مگر اس کی گردن تانبی کی ہو جائے گی۔ تلوار اس پر اثر نہ کرے گی۔ پس اس کو پاؤں سے پکڑ کر پھینکے گا لوگ جانیں گے کہ دوزخ میں پھینک دیا۔ مگر وہ جنت میں چلا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص شہادت کے درجہ میں نزدیک اللہ تعالیٰ کے بہت بزرگ ہوگا۔ صحابہ لوگ سمجھتے تھے کہ یہ شخص عمر بن خطابؓ ہوں گے۔ مگر جب وہ فوت ہو گئے تو وہ گمان جاتا رہا اور بعض حضرت خضر علیہ السلام کو کہتے تھے۔ اسی طرح بہت ملکوں سے پھرتا ہوا ملک یمن کے کنارے پر جا پہنچے گا اور ہر جگہ سے بد دین بدنصیب بدمعاش شیطانی کام کرنے والے ساتھ ہوتے جائیں گے اور تند باد کی طرح تیز چلے گا۔ آتے آتے مکہ معظّمہ سے باہر قریب جا ٹھہرے گا۔ لیکن فرشتوں کی چوکیداری کے سبب سے شہر مکہ معظّمہ کے اندر نہ جا سکے گا۔ فرشتے تلوار لے کر آگے ہو جایا کریں گے۔ پھر وہاں سے مدینہ منورہ کا ارادہ کرے گا۔ وہاں پر فرشتوں کی حفاظت کی وجہ سے اندرون شہر مدینہ منورہ کے جانے نہ پائے گا۔ بلکہ کوہ احد کے بعد قیام کرے گا۔ مگر پروردگار کی یہ آزمائش ہوگی کہ مدینہ منورہ کو تین زلزلے ہوں گے۔ جتنے آدمی کمزور اور سست دین میں ہوں گے وہ زلزلہ کے سبب سے ڈر کر باہر مدینہ سے جا کھڑے ہوں گے اور دجال کے جال اور مکر میں گرفتار ہو جائیں گے۔ اس وقت مدینہ منورہ میں کوئی بزرگ نیک شخص ہوں گے۔ وہ دجال سے خوب بحث کریں گے۔ دجال زبردستی آکر ان کو قتل کر دے گا اور پھر زندہ کر کے پوچھے گا کہ اب بھی میرے خدا ہونے پر قائل ہوتے ہو یا نہیں وہ بزرگ صاحب جواب میں کہیں گے کہ اب اور زیادہ میرا یقین ہو گیا ہے کہ تو دجال لعین ہے۔ پھر اس بزرگ صاحب کو مارنا چاہے گا۔ مگر اس کی ہمت نہ ہوگی اور اس بزرگ پر کچھ تاثیر نہ کر سکے گا۔ پس وہاں سے دجال ملک شام کو روانہ ہوگا۔ جب دمشق شہر کے قریب جا پہنچے گا اور امام مہدیؓ تو آگے ہی سے وہاں پہنچ چکے ہوں گے اور جنگ وجدال کا سامان کرتے ہوں گے کہ عصر کی نماز کے لئے مؤذن اذان کہے گا اور نماز کی تیاری میں لوگ ہوں گے کہ اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے آسمان سے اترتے دکھائی دیں گے۔ جب سر نیچے کریں گے تو اس سے قطرے ٹپکیں گے اور جب سر کو بلند کریں گے تو مروارید موتی کی طرح دانے گریں گے اور صورت ان کی مثل صورت عروہ بن مسعودؓ صحابی کے

ہوگی۔ مسلم، اور سینہ ان کا چوڑا ہوگا۔ بخاری، اور جامع مسجد کے مشرق کی طرف کے منارے سفید پر آ کر ٹھہریں گے اور وہاں سے زینہ لگا کر نیچے تشریف لائیں گے۔ حضرت امام مہدیؓ لڑائی کا سارا سامان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سپرد کرنا چاہیں گے۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ لڑائی کا سامان اور انتظام آپ ہی رکھیں میں فقط دجال کے قتل کرنے کو آیا ہو جب رات گزر کر صبح ہوگی امام مہدیؓ لشکر کو تیار کریں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک گھوڑے پر سوار ہو کر ایک نیزہ ہاتھ میں لے کر دجال کی طرف جائیں گے اور مسلمان لوگ دجال کے لشکر پر حملہ کریں گے اور بہت بڑی جنگ ہوگی اور اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس یعنی دم کی یہ تاثیر ہوگی کہ جس جگہ تک نظر جائے گی اس جگہ تک سانس بھی جائے گی اور جس کافر کو ان کے سانس کی ہوا جا پہنچے گی اسی وقت وہ کافر ہلاک ہو جائے گا۔ دجال، عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر بھاگے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے تشریف لے جائیں گے۔ لد کے دروازہ شرقی پر جا کر اس کو نیزہ مار کے قتل کر دیں گے۔ بیہقی نے روایت کیا کہ گدھے پر سوار ہوگا۔ اس کے دونوں کانوں میں فاصلہ دوسو اسی گز ہوگا۔ اس قدر بڑا وہ خر دجال ہوگا۔ پس اگر قتل نہ کرتے جب بھی وہ ان کو دیکھ کر ایسا پانی ہو جاتا۔ جیسا کہ پانی میں نمک گل جاتا ہے۔ مگر لوگوں کو اس کا خون نیزے پر دکھائیں گے۔ اس لئے قتل کریں گے۔

لد وہاں ایک جگہ کا نام ہے۔ ایک گاؤں ہے قریب بیت المقدس کے اور بعض علماء نے کہا کہ ملک شام میں ایک پہاڑ کا نام ہے اور بعض نے کہا کہ موضع فلسطین ہے۔ فقیر مؤلف الکتاب عرض کرتا ہے کہ بہر صورت وہ لد مخفف لدھیانہ کا نہیں ہے۔ پنجاب میں جیسا کہ مرزا قادیانی نے کہا ہے۔ بعد قتل ہونے دجال کے مسلمان لوگ اس [1] کے لشکر کو قتل کریں گے اور حضرت شہر بشہر تشریف لے جائیں گے اور مسلمانوں کو تسلی دیں گے اور درجات بہشت کے خوشخبری سنائیں گے۔ پس اس وقت کافر کوئی باقی نہ رہے گا۔ پھر حضرت امام مہدیؓ کا انتقال ہو جائے گا اور سب بندوبست حضرت عیسیٰ علیہ السلام کریں گے۔ پس پروردگار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پیغام روانہ کرے گا کہ اب میں نے اپنے ایسے بندے ظاہر کئے ہیں کہ کسی کو لڑائی کرنے کی طاقت

---

[1] جس درخت یا دیوار پتھر یا اور جس چیز کے پیچھے کافر ہوگا وہ چیز کہے گی کہ آ ؤ مؤمن کافر یہاں پر ہے۔ اس کو قتل کر۔ مگر غرقدہ جو ایک قسم کا درخت ہے۔ یہود کے درختوں میں سے وہ نہ بولے گا۔

ان کے ساتھ نہیں۔اے عیسیٰ میرے بندوں کوتو کوہ طور میں لے جا۔پس خارج ہوں گے یاجوج وماجوج اوران کے رہنے کی جگہ شمال کی طرف کی آبادی ختم ہونے سے بھی آگے سات ولایت سے باہر ہےاور بوجہ زیادہ سردی کے اس طرف کا دریائے سمندرایسا جما ہوا ہے کہ کشتی جہاز بھی اس پر نہیں چل سکتا۔ یاجوج ماجوج میں سے کچھ لوگ جو آگے ملک شام میں طبریہ بستی کے دریا پر گزریں گے۔اس کا سارا پانی پی جائیں گے۔بعد والے جب آئیں گے تو کہیں گے کہ جیسا کہ کبھی اس دریا میں پانی نہیں ہوتا تھا۔ایسا خشک ہوگا۔پس وہ کیچڑ چاٹیں گے اوران کی موت کی صورت یہ ہے کہ ہرایک کی اولاد جب ایک ہزار پوری ہوتی ہے۔جب مرنا شروع ہوتے ہیں۔ بعضے کا قد بقدر یک بالشت کے اور بعض بلند مثل آسمان کے،کان ان کے اتنے بڑے ہوں گے کہ ان کو بچھا کر سویا کریں گے۔تین جگہ نہ جاسکیں گے مکہ مدینہ اور بیت المقدس۔

پس سیر کرتے ہوئے بیت المقدس کے قریب جبل خمر ایک پہاڑ ہے۔اس کے پاس جا پہنچیں گے اور کہیں گے کہ اہل زمین کو قتل کر چکے۔اب اہل آسمان کو قتل کریں گے۔پس آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے۔اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کوخون سے آلودہ کر کے نیچے ڈال دے گا۔وہ اس سے خوش ہوں گے کہ واقعی آسمان کے رہنے والوں کو ہم نے قتل کر دیا ہے اوراس حال میں عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو لے کر طور پہاڑ پر بند ہوں گے۔ایک سر بیل گائے کا ان لوگوں کو بوجہ بھوک کے سو اشرفی سے بہتر ہوگا۔پس عیسیٰ علیہ السلام سے التماس کریں گے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھ والوں کو لے کر دعاء کریں گے۔پس اللہ تعالیٰ ان کی گردن میں ایک کیڑا پیدا کرے گا اس سبب سے سب مرجائیں گے۔بعدہ عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو لے کر پہاڑ سے نیچے اتریں گے۔مگر یاجوج ماجوج کی بدبو اور مردار کے سبب سے ایک بالشت زمین بھی خالی نہ ہوگی۔پس عیسیٰ علیہ السلام اوران کے یار دعا کریں گے۔اللہ تعالیٰ ایسے جانور پرندے بھیجے گا جن کی گردنیں بختی خراسانی اونٹوں کی طرح بڑی بڑی ہوں گی۔ وہ جانوران مرداروں کو اٹھا کر کوہ قاف کے پیچھے ڈالیں گے اوران کے تیروکمان اس قدر باقی رہیں گے کہ مسلمان لوگ سات برس تک چلاتے رہیں گے۔پس پروردگار بارش برسائے گا کوئی جگہ زمین، پتھر، جامہ،لباس اس بارش سے خالی نہ رہے گا۔پس تمام زمین کو دھو کر صاف کر کے مثل آئینہ کے صاف کردے گا۔پس پروردگار زمین کو ایسی برکت دے گا کہ میوہ غلہ بکثرت ہوگا۔ایک ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ آدمیوں کی ایک جماعت اس سے پیٹ بھر کر کھائے گی اوراس کی پوست کے سایہ میں بیٹھ سکے گی اور چار پایوں میں ایسی

برکت ہوگی کہ ایک اونٹنی یعنی شتر مادہ کا دودھ ایک چند جماعت کو کافی ہوگا اور ایک گائے کا دودھ ایک بڑے قبیلہ کے لوگوں کو بس ہوگا اور بکری کا دودھ چھوٹے قبیلہ کو کفایت کرے گا[۱] اور عیسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب پیغمبر کے خاندان میں نکاح کریں گے اور ان کی اولاد بھی ہوگی[۲]۔ بعد چالیس برس کے انتقال فرمائیں گے اور مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے روضۂ پاک میں دفن ہوں گے۔

تفسیر درمنثور میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قبر حضرت محمد ﷺ کے مقبرہ میں ہوگی اور عبارت تفسیر درمنثور کی یہ ہے۔''اخرج الترمذی وحسنه عن محمد بن یوسف بن عبدالله بن سلام عن ابیه عن جده قال مکتوب فی التوارة صفة محمد وعیسیٰ بن مریم علیهم السلام یدفن معه وقال ابوداؤد وقدبقی فی البیت موضع قبر ''اور مرقات میں ہے''قال ﷺ ینزل عیسیٰ بن مریم الیٰ الارض فیتزوج ویولد ویمکث خمسا واربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری ای مقبرتی وعبر عنها بالقبر لقرب قبره بقبره فکا نما فی قبر واحد ''اور ابن جوزی کتاب الوفاء میں بھی اس کو لایا ہے اور سوائے ان کے اور کئی کتابوں میں ہے۔ طبرانی اور امام بخاری نے تاریخ کبیر میں اور جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور میں عبداللہ بن سلام سے روایت کی ہے۔''یدفن عیسیٰ بن مریم مع رسول الله ﷺ وصاحبیه فیکون قبره رابعا''مدینہ منور میں رسول اللہ ﷺ کے گنبد میں بالفعل تین قبریں ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کی قبر مبارک اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی دو قبریں اور چوتھی قبر کی جگہ باقی ہے۔ اس میں حضرت

---

[۱] عمدہ گھوڑا تھورے روپیہ کے ساتھ ملے گا۔ بوجہ نہ ہونے لڑائی کے گھوڑا بہت سستا ہوگا اور بیل کی قیمت زیادہ ہوگی۔ بوجہ کشت کاری کی محبت کے ایک من تخم سے سات سو من غلہ ہوگا۔

[۲] اور مشکوٰۃ شریف وغیرہ میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پینتالیس سال زمین میں زندگانی کریں گے۔ مرقات میں ہے کہ جب آسمان پر گئے تو عمر چالیس برس کی تھی اور بعد اترنے کے سات برس زندگانی کریں گے۔ سات برس کا ذکر صحیح مسلم میں ہے۔ اگرچہ اس حساب سے چالیس برس ہوتے ہیں۔ مگر فی الواقع پینتالیس برس زمین پر پورے ہوں گے اور جس نے چالیس برس کو بیان کیا ہے اس نے کسر کو بیان نہیں کیا۔ جو کہ پانچ برس ہیں۔ کیونکہ عینی اور ابونعیم نے ذکر کیا ہے کہ بعد نزول کے ۱۹ برس رہیں گے۔ جیسا کہ مرزا کے جواب وسوال میں یہ امر گزرا ہے۔ پس اس حساب سے مجموعہ ۵۲ برس ہوتا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام جب فوت ہوں گے تو دفن ہوں گے اور ان کی جگہ پر ایک شخص جحاہ نام ملک یمن کا رہنے والا بیٹھے گا اور وہ قبیلۂ قحطان کا ہوگا اور بہت انصاف اور عدل کے ساتھ حکومت کرے گا اور ان کے بعد یکے بعد دیگرے کئی اور بادشاہ ہوں گے۔ پھر رفتہ رفتہ نیک باتیں کم ہونا شروع ہوں گی اور بری باتیں زیادہ ہوتی جائیں گی۔

بیان قیامت کی بڑی بڑی نشانیوں کا

امام مسلم نے حضرت حذیفہ بن اسد غفاریؓ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ قیامت برپا نہ ہوگی۔ جب تک کہ دس نشانیاں ظہور میں نہ آ جائیں۔ دخان، دجال، دابۃ الارض، طلوع آفتاب کا مغرب سے، اترنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا، نکلنا یاجوج ماجوج کا اور تین بار خسف یعنی دب جانا زمین میں۔ ایک بار مشرق میں، دوسری بار مغرب میں، تیسری بار جزیرۂ عرب میں، اور آخر سب سے ایک آگ ملک یمن سے نکلے گی جو کہ لوگوں کو بطرف محشر کے ملک شام کی زمین میں لے جائے گی اور ایک روایت میں دسویں نشانی باد سخت کا ذکر آیا ہے۔ جو کہ لوگوں کو دریا میں پھینک دے گی، اور ابوذرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ بعد ظاہر ہونے دجال اور دابۃ الارض اور طلوع آفتاب کے مغرب سے، کافر کا ایمان اور کسی کی توبہ قبول نہ ہوگی، اور امام بغوی وغیرہ نے حضرت حذیفہؓ سے روایت کیا ہے کہ جو آگ کہ لوگوں کو چلا کر بطرف محشر کے لے جائے گی وہ عدن شہر کے غار سے نکلے گی۔ حذیفہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ دخان کیا ہے؟ فرمایا حضرت محمد ﷺ نے اس آیت کو ''**فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین یغشی الناس هذا عذاب الیم** '' منتظر ہو اس روز کا کہ لائے گا آسمان ایک دھواں ظاہر جو کہ ڈھانک لے گا لوگوں کو یہ عذاب درد دینے والا ہے اور فرمایا کہ وہ دھواں مشرق سے مغرب تک ہو جائے گا اور چالیس دن رات تک رہے گا۔ مسلمانوں کو زکام کی طرح پہنچے گا اور کافروں کو بیہوشی دے گا اور ان کی ناک اور کان اور پاخانہ کے رستہ سے نکلے گا اور حضرت ابن مسعودؓ نے کہا ہے کہ دخان ہو چکا ہے۔ اس وقت میں جب کہ کفار قریش نے حضرت محمد ﷺ کے ساتھ کمال برائی اور بے ادبی کی تو حضرت نے بددعا کی پس ایسا قحط ہوا کہ لوگ ہڈیاں کھاتے تھے اور بھوک کے سبب سے ان کو زمین سے آسمان تک دھواں نظر آتا تھا۔ ابن مسعودؓ کا مطلب یہ ہے کہ فی الواقع دھواں نہیں ہے۔ لیکن حضرت حذیفہؓ وغیرہ حضرات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو دخان ہے فی الواقع وہ علامات کبریٰ قیامت سے ہے اور یہی ہے نزدیک عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن

عمرؓاور امام حسن بصریؒ کے اور وہ قحط کا واقعہ دوسرا ہے۔ بعد چالیس روز کے آسمان صاف ہو جائے گا اور اسی زمانہ کے قریب بقرعید کے مہینے میں دسویں تاریخ کے بعد دفعۃً ایک رات ایسی لمبی ہوگی کہ لوگوں کا دل گھبرا جائے گا اور بچے سوتے سوتے دق ہو جائیں گے اور چار پائے جانور جنگل میں جانے کے واسطے شور مچائیں گے اور کسی طرح صبح ہی نہ ہوگی اور تمام آدمی ہیبت اور پریشانی سے بیقرار ہو جائیں گے۔ جب بقدر تین راتوں کے وہ ایک رات ہو چکے گی اس وقت سورج مغرب کی طرف سے نکلے گا اور روشنی اس کی تھوڑی سی ہوگی۔ جیسے کسوف یعنی گرہن لگنے کے وقت روشنی تھوڑی ہوتی ہے۔ اس وقت جو لوگ موجود دنیا پر ہوں گے کسی کافر کا ایمان لانا قبول نہ ہوگا اور مسلمان جو کوئی گناہ سے توبہ کرے گا اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ پس سورج اتنا اونچا آئے گا جیسا کہ دوپہر سے ذرہ قدر پہلے بلند ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مغرب کی طرف لوٹ جائے گا اور دستور کے موافق غروب ہوگا۔ پھر ہمیشہ پہلے کی طرح روشن اور صاف لوٹ جائے گا اور دستور کے موافق غروب ہوگا۔ پھر ہمیشہ پہلے کی طرح روشن اور صاف اپنے قدیمی دستور کے موافق نکلتا رہے گا۔ اس کے بعد بہت تھوڑے دنوں میں قریب دابۃ الارض نکلے گا۔ جیسا کہ پروردگار نے فرمایا ہے۔ ''واذا وقع القول علیھم اخرجنا لھم دابۃ من الارض تکلمھم ان الناس کانوا بایاتنا لا یوقنون ''یعنی جس وقت واقع ہوگا۔ حکم اللہ تعالیٰ کا ساتھ قائم ہونے قیامت کے یعنی قیامت نزدیک پہنچے گی تو خارج کریں گے۔ ہم لوگوں کے لئے چار پایہ زمین سے کہ لوگوں سے باتیں کرے گا۔ اس امر میں کہ ہماری آیتوں کے ساتھ وہ لوگ یقین نہیں رکھتے تھے اور ایک متواتر قرآت میں ''تکلمھم'' ساتھ سکون کاف اور تخفیف لام کے بھی آچکا ہے۔ یعنی لوگوں کو زخمی کرے گا۔ اس بات کے لئے کہ ہماری آیات کے اوپر یقین نہ رکھتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ دونوں باتیں ہو سکتی ہیں۔ یعنی مسلمانوں سے کلام کرے گا اور کافروں کو زخم پہنچائے گا اور احادیث کی روایات میں اختلاف ہے۔ بعض میں ذکر ہے کہ منہ اس کا مثل انسان کے منہ کے ہوگا اور داڑھی اس کی ہوگی اور باقی سارا بدن اس کا پرندے کے بدن کی طرح ہوگا اور اکثر روایات میں آیا ہے کہ چہار پایہ ہوگا کہ صفا کے پہاڑ سے نکلے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اپنا عصا حج کے موسم میں صفا کے پہاڑ پر مارا اور کہا کہ دابۃ الارض اس میرے عصا مارنے کی آواز سنتا ہے۔ پس مکہ شریف میں زلزلہ پیدا ہوگا اور صفا پہاڑ پھٹ جائے گا اور اس جگہ وہ دابۃ الارض جانور نہایت عجیب صورت کا نکلے گا۔ قد اس کا بہت بڑا ہوگا۔

عبداللہ بن عمرؓ نے کہا ہے کہ سر اس کا ابر کے ساتھ لگے گا اور پاؤں اس کے ابھی زمین میں ہوں گے اور امام بغویؒ نے ابوشریح انصاری سے روایت کی ہے کہ دابۃ الارض تین بار خارج ہوگا۔ اوّل بار یمن میں خارج ہوگا اور بات چیت اس کی فقط جنگل میں پہنچے گی اور مکہ شریف میں ذکر اس کا نہ پہنچے گا۔ دوسری بار مکہ شریف کے قریب ایک جنگل میں نکلے گا اور چرچا اس کا مکہ شریف میں جا پہنچے گا۔ تیسری بار خاص مکہ شریف سے نکلے گا اور سر اپنے کو جھاڑے گا اور بہت جلدی سے لوگوں پر گزرے گا اور اس سے کوئی بھاگ نہ سکے گا اور بات کرے گا۔ مسلمانوں کو کہے گا یا مؤمن اور کافر کو کہے گا یا کافر، اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی۔ ایمان والوں کی پیشانی پر اس عصا کے ساتھ سفید نقطہ لگائے گا۔ اس سے لفظ مؤمن کا لکھا جائے گا اور سارا چہرہ اس کا روشن ہو جائے گا۔ مثل ستارہ چمکنے والے کے اور بے ایمان کافر کی پیشانی پر اس انگوٹھی سے سیاہ نقطہ لگائے گا۔ جس سے لفظ کافر لکھا جائے گا اور منہ اس کا کالا ہو جائے گا۔ بعد اس کے لوگ ایک دوسرے کو شناخت کرلیا کریں گے۔ یہاں تک کہ بازار میں کہیں گے۔ مؤمن سے کہ اے مؤمن اپنی فلانی چیز کتنی قیمت پر بیچتا ہے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ دابۃ الارض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں خارج ہوگا کہ زمین کانپ جائے گی اور صفا پہاڑ پھٹ جائے گا اور دابۃ الارض نکلے گا۔ لیکن قوی بات یہی ہے کہ بعد عیسیٰ علیہ السلام کے نکلے گا۔

جلال الدین سیوطیؒ نے کہا کہ بعد دابۃ الارض کے نیک کام کا امر کرنا اور برے کام سے منع کرنا باقی نہ رہے گا اور بعد اس کے کوئی کافر ایمان نہ لائے گا۔ پس دابۃ الارض یہ کام کر کے غائب ہو جائے گا۔ اس کے بعد جنوب کی طرف سے ایک ہوا نہایت فرحت دینے والی چلے گی۔ اس ہوا سے سب ایمان والوں کی بغل میں کچھ نکل آئے گا۔ جس سے وہ سب مر جائیں گے۔ جب سب مسلمان مر جائیں گے اس وقت کافر حبشیوں کا ساری زمین میں عمل دخل ہو جائے گا اور وہ لوگ خانۂ کعبہ کو شہید کریں گے اور حج بند ہو جائے گا اور قرآن شریف دلوں سے اور کاغذوں سے اٹھ جائے گا اور خدا کا خوف اور خلقت کی شرم سب اٹھ جائے گی اور کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔ اس وقت شام کے ملک میں غلہ کی بہت ارزانی ہوگی۔ بہت لوگ سواریوں پر اور پا پیادہ اس طرف کو روانہ ہو جائیں گے اور جو رہ جائیں گے ایک آگ پیدا ہوگی۔ جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ وہ آگ سب لوگوں کو ہانکتی ہوئی شام کے ملک میں پہنچا دی گی۔ اس واسطے کہ قیامت کے دن ساری مخلوقات کو اسی جگہ ملک شام میں کھڑا ہونا ہوگا۔ پھر وہ آگ غائب ہو جائے گی اور اس

وقت دنیا کو بڑی ترقی ہوگی۔ تین چار برس اسی حال میں گزریں گے کہ دفعتہً جمعہ کے دن محرم کی دسویں تاریخ صبح کے وقت سب لوگ اپنے اپنے کام میں لگے ہوں گے کہ اسرافیل علیہ السلام فرشتہ جو کہ صور لئے کھڑا ہے اس صور کو پھونک دے گا۔ صور کی شکل سینگ کی طرح پر ہوتی ہے۔ اوّل ہلکی ہلکی آواز ہوگی۔ پھر اس قدر بڑھے گی کہ اس کی ہیبت سے حاملہ عورتوں اور جانوروں کے حمل گر جائیں گے۔ کھانے والے کے منہ سے لقمہ گر جائے گا۔ جس جگہ میں جو کوئی ہوگا وہیں رہ جائے گا۔ زمین وآسمان پھٹ جائیں گے اور دنیا فنا ہو جائے گی اور جب کہ آفتاب مغرب سے نکلا تھا صور کے پھونکنے تک ایک سوبیس برس کا زمانہ ہوگا۔ پس اب یہاں سے قیامت کا دن شروع ہوگیا۔ یا اللہ اس فقیر حقیر ہیچمداں قاضی غلام گیلانی اور اس کے والدین وغیرہ خویش واقارب اور پیروں اور استادوں اور دوستوں اور جملہ اہل سنت وجماعت کو خاتمہ باایمان مقدر فرما اور صغیرہ وکبیرہ کل گناہ بخش دے۔ ساتھ برکت اپنے حبیب محمد ﷺ کے۔ قاضی غلام گیلانی، پنجابی حنفی، نقشبندی، سیاح بنگال، بقلمہ ۱۳۳۰ھ۔

مسئلہ متعلق رسالہ رد قادیانی از جانب مولوی غلام ربانی برادر حقیقی مصنف رسالہ ھذا

درثبوت ایں امر کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ بآسمان رفتہ اندو تاحال برآسمان اند۔ ایں آیت زیریں درحق عیسیٰ علیہ السلام وارد شد۔

’’قوله تعالیٰ (وجيها فی الدنيا والأخرة ومن المقربين ای عندربه بارتفاعه الیٰ السماء وصحبة الملائكة فيها، روح البيان جلد اوّل (ص۳۲۷، طبع مصر) وهمدراں جلد تفسير روح البيان ص۳۲۸ فرموده ولمارفع الیٰ السماء وجد عنده ابرة كان يرقع بها ثوبه فاقتضت الحكمة الا ليته نزوله فی السماء الرابعة. اذقال الله يا عيسیٰ انی متوفيك ای مستوفی اجلك ومعناه انی عاصمك من ان يقتلك الكفار ومؤخرك الیٰ اجل كتبته لك ومميتك حتف انفك لا قتلا بايديهم (ورافعك) الآن (الیٰ) ای الیٰ محل كرامتی ومقر ملائكتی وجعل ذلك رفعا اليه للتعظيم (ومطهرك) ای مبعدك ومنحيك (من الذين كفروا) ای من سوء جوارهم وخبث صحبتهم ودنس معاشرتهم قيل سينزل عيسیٰ عليه السلام من السماء علیٰ عهد الدجال حكما عدلا يكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية فيفيض المال حتیٰ لايقبله احد

ویھلك فی زمانه الملل کلها الا الاسلام یقتل الدجال ویتزوج بعد قتله امرأة من العرب وتلدمنه ثم یموت هو بعد ما یعیش اربعین سنة من نزوله فیصلی وعلیه المسلمون لا نه سال ربه ان یجعله من هذه الامة فاستجاب اللّٰه دعائه (ج اوّل ص۳۳۱)‘‘

’’قوله تعالیٰ (وما قتلوه وما صلبوه ولکن شبه لهم) فاجتمعت الیهود علیٰ قتل عیسیٰ علیه السلام فبعث اللّٰه تعالیٰ جبرئیل فاخبره بانه یرفعه الیٰ السماء (ج اوّل ص۵۱۳)‘‘

’’قوله تعالیٰ (بل رفعه اللّٰه الیه) ردوانکار لقتله واثبات لرفعه قال الحسن البصری ای الے السماء التی هی محل کرامة اللّٰه تعالیٰ رفع الیٰ السماء لما لم یکن خوله الیٰ الوجود الدنیوی من باب الشهوة وخر وجه لم یکن من باب المنیة بل دخل من باب القدرة وخرج من باب العزة (وکان اللّٰه عزیزا) لا یغالب فیما یریده فعزة اللّٰه تعالیٰ عبارة عن کمال قدرته فان رفع عیسیٰ علیه السلام الیٰ السموات وان کان متعذرا بالنسبة الیٰ قدرة البشر لکنه سهل بالنسبة الیٰ قدرة اللّٰه تعالیٰ لا یغلبه علیه احد (حکیما) فی جمیع افعاله ولما رفع اللّٰه عیسیٰ علیه السلام کساه الریش والبسه النور وقطعه عن شهوات المطعم والمشرب وطارمع الملئکة فهو معهم حول العرش فکان انسیا ملکیا سماویا ارضیا۰ قال وهب بن منبه بعث عیسیٰ علی رأس ثلثین سنة ورفعه اللّٰه وهو ابن ثلث وثلاثین سنة وکانت نبوة ثلاث سنین فان قیل لم یرداللّٰه تعالیٰ عیسیٰ الیٰ الدنیا بعد رفعه الیٰ السماء قیل اخرره لیکون علما للساعة وخاتما للولایة العامة لا نه لیس بعده ولی یختم اللّٰه به الدورة المحمدیه تشریفالها بختم بنی مرسل یکون علیٰ شریعة محمدیة یؤمن بها الیهود والنصاریٰ ویجدد اللّٰه به عهد النبوة علیٰ الامة ویخدمه المهدی واصحاب الکهف ویتزوج ویولد له ویکون فی امة محمد علیه السلام وخاتم اولیاء وورارثیه من جهة الولایة واجمع السیوطی فی تفسیر الدر المنثور فی سورة الکهف عن ابن شاهین اربعة من الانبیاء احیاء اثنان فی السماء عیسیٰ وادریس علیهما السلام اثنان فی الارض الخضر والیاس فاما

الـخـضر فانه فی البحر واما صاحبه فانه فی البر۰ واعلم ان الارواح المهیمة التـی مـن الـعـقل الاول کلها صف واحد حصل من اللّٰه لیس بعضها بواسطة بـعـض وان کـانـت الـصـفـوف الباقیة من الارواح بواسطة العقل الاول کما اشـاءﷺ انـا ابـو الارواح وانـا مـن نور اللّٰه والمؤمنون فیض نوری فاقرب الارواح فـی الـصف الاول الیٰ الـروح الاول والعقل الاول روح عیسوی لھٰذا السـر شـارکـه بـالـمـعـراج الـجسمانی الیٰ السماء وقرب عهده بعهده فالروح الـعیسـوی مـظهـر الاسم الاعظم وفائض من الـحضرة الالٰهیة فی مقام الجمع بـلاواسـطة اسـم مـن الاسـماء وروح من الارواح فهو مظهر الاسم الجامع الا لٰهـی وراثة اولیة ونـبیـنـا عـلیه السلام اصالة کذافی شرح الفصوص۰ روح البیـان ج اوّل ص٥١٤ (وان مـن اهـل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته) ایں هـر دو ضـمیـر بـرائـے عیسیٰ عـلیـه السلام اندوالمعنی وما من اهل الکتاب الموجودین عند نزول عیسیٰ علیه السلام من السماء احد الا لیؤمنن به قبل مـوتـه۰ وفی الحدیث ان المسیح جائ فمن لقیه فلیقرئه منی السلام۰ (تکلم الناس فی المهد وکهلا) مراد بتکلم درکهل اینست که کلام خواهد کردد آخر زمان بعد نازل شدن اواز آسمان قبل زمانه کهولت“

”درمذهب مالکیه حنفیه شافعیه وغیره جمیع مذاهب حقه مشهور بـلـکـه متـواترست که حضرت عیسیٰ علیه السلام بهمیں جسم عنصری ای خـاکی برآسمان رفته اندروقبل از قیامت بهمیں جسم از آسماں فرودآیند وکارهائ که بایشاں متعلق باشند خواهد کرد از مذهب شافعیه نیز عبارت یك کتـاب فـقط برائے نمونه حاضر میکنم درنهایة الامل لمن رغب فی صحة الـعـقیدة والعمل للشیخ محمد ابی حضیر الدمیاطی ص١٠٨ (نوشته دجال یك شـخـص سـت از بـنـی آدم کـوتـاه قدو هورجل قصیر کهل براق الثنایا عـریض الصدر مطموس العین۰ واکنوں موجودست نام اوصاف بن صیاد وکـنیـت آں ابـو یـوسف سـت وگـفة شدکه نام اوعبداللّٰه است وآں از قوم یهـودسـت یهـودیاں انتظار اومیکنند چناں که مسلماناں انتظار امام مهدیؒ میـکـنند خارج باشددر آخر زمانه بندگاں راپروردگار مبتلا۔ خواهد کرد

که زمین وآسمان وهمه چیز دراذن وقدرت اوکرده شودوطعام وآب ومیوه وزروسیم وهر اسباب آرام دردست اوباشد (درآں وقت معاش اهل اسلام تسبیح وتهلیل وتقدیس پروردگار قوت روحانی باشد) ومردگاں بادجال کلام کنند هرقسم فتنه وفساد درزمانه اوبرپاشود کسی که سعادتمند ازلی ست ازودور ماند وشقی ازلی تابع اوباشد واوخارج خواهد شدازجانب مشرق از قریه سرابادین یاازعوازن یااز اصبهان یا از مدینۂ خراسان وابوبکر صدیقؓ فرموده درمیان عراق وخراسان وآں اکنوں موجودست ومحبوس ست درديرعظيم زير زمين بهفتاد هزار زنجير مقيدست وبراومروی زور آور عظیم قد مقررست درد ست آواز آهن گرفته است وقتیکه دجال ارادۂ حرکت کندآں مرد عظیم البدن آنراباآں گرز آهنی میزند پس قرارمی کند وپیش دجال یك اژدهائ عظیم ست وقتیکه دجال نفس میگیرد اژدهائ عظیم ارادۂ خوردن اومی کند پس بوجه خوف آں مارعظیم دم زدن هم نتواندوقتیکه دجال خواجه خضر علیه السلام راقتل کرده دوقطعه بکندد درمیان هر دو قطعه برخرخود سوار شده بگذر درباز زنده کند وپرسدکه مرا خدا میگوئی یانه خواجه خضر علیه السلام انکار فرماید همچنیں سه بار قتل کرده زنده گرداند (بعده برقتل اوقدرت نیابد) همه بلا دوامصار درحکومت آرد مگر مکه معظمه ومدینه منوره وبیت المقدس وکوه طور، وقتیکه باری تعالیٰ ارادۂ هلاك آں دجال وهلاك تابعین دجال کندناگاه فرود آیداز آسماں حضرت عیسیٰ ابن مریم علیهما السلام (از مناره مسجد دمشق بوقت عصر ونماز خواند همراه امام مهدیؒ در روایتی امام مهدیؒ امام شودو دردیگر روایت آمده که عیسیٰ علیه السلام امام باشد بعد ازادائ نماز برائ قتل دجال برودبرخرخود سوار شده یا بربراق نبویﷺ که درمعراج آمده بود یا براسپ که بقد مثل استر (خچر) باشد وبه نیزه دجال راقتل کند وخون اومردماں رانما ید وهمه یهود از رسیدن بادنفس عیسیٰ علیه السلام مثل گداختن قلعی گداخته شوند وباددم عیسیٰ علیه السلام تابدوازده کرده خواهد رفت هر

کافر راکه رسد آب خواهد شد) روایت ست که هر کافر که درپس سنگ ودرخت پوشیده شود آں سنگ ودرخت آواز کند که ای مؤمن قتل کن یهودی راایـنك زیر من مستترو پوشیده است بعد هلاك دجال عیسیٰ علیه السلام حکم کند برزمین ونکاح کند وحج بیت اللّٰه کند وهرقسم غله ودرختاں از زمین رویند وبسیار برکت باشد تابچهل سال وایں مدت مقام عیسیٰ علیه السلام برزمین باشد وحضرت عبداللّٰه بن عمر روایت کرده از حضرت پیغمبر علیه السلام که حضرت عیسیٰ بعد فروآمدن از آسمان چهل وپنج سال برزمین هدایت وحکومت کند بازبمیر دودفن شود بقرب قبر من ومن وعیسیٰ علیه السلام ازیك قبرستان برخیزیم از درمیان ابوبکرؓ ونکاح کند برنے از عرب ودخترآں پیدا شده وفات یا بدوبعض گفته اند که دوپسران اوپیدا شوند نام یکی محمد ونام دیگری موسیٰ وبعد وفات عیسیٰ علیه السلام مردماں برکفر رجوع کنند وضلال وکفر طغیان از حدد رگزرد تابه ایں که آفتاب طلوع کند برایشاں از مغرب پس توبۂ کسی مقبول نخواهد شد وهو معنی قوله تعالیٰ عزوجل یوم یاتی بعض اٰیٰت ربك لا ینفع نفسا ایمانها الایه انتهی علی شرح الخطیب ببعض تصرف انتهی ما فی نهایة الامل بزیادة منی بین القوسین ملتقاطمن کتب اخری۰ اینهمه روایات وصدها روایات که دردیگر کتب مذکور اند همه باعلی ندامنادی اندکه عیسیٰ علیه السلام شخص خاص که مشهورست برآسمان بهمین جسم رفته وبهماں جسم از آسمان نزول فرماید برزمین وبرانیکه مهدی نیز شخصے معین ست که ازاولاد رسول اللّٰهﷺ باشد بقرب قیامت پیدا باشد ووزارت کند پیش عیسیٰ علیه السلام وروحانیت حضرت علی کرم اللّٰهتعالیٰ وجهه ازوزرائے مهدیؓ خواهد شدد تفسیر روح البیان جلد چهارم ص۲۵۲ فرموده۰ نعم ان روحانیة علیؓ من وزراء المهدیؓ فی آخرالزمان لان الارواح تعین الارواح والاجسام فی کل زمان۰ درحاشیه طحطاوی که بردر مختار ست فرموده که امام مهدی قیاس راخواهده انست برائ پرهیز کردن ازونه برائے حکم کردن برقیاس پس

درھر حکم یك فرشته آنرا از جانب رب العلمین تعلیم خواھد دادو مطابق آں تعلیم حکم خواھد کرد آنچناں که اگر رسول اللهﷺ زنده دردنیا بودے ھمچناں حکم کردے۔ یعنی خاص یقیناً شرع محمدی بیان خواھد کردد قیاس کردن بروحرام باشد باوجود آمدن نصوص ازپروردگار پس مھدی متبع باشدنه مشرع درباره او رسول اللهﷺ فرموده یقف اثری ولا یخطی ۰ فعلی ھذا المھدی لیس بمجتھد اذا المجتھد یحکم بالقیاس وھو یحرم علیه الحکم بالقیاس ولان المجتھد یخطی ویصیب والمھدی لا یخطی قط فانه معصوم فی احکام لشھادة النبیﷺ وھو مبنی علیٰ عدم جواز الاجتھاد فی حق الانبیاء علیھم السلام وھو التحقیق انتھی ۰ پس ھر کسے داند که ایں صفات درمرزا قادیانی کجا بلکه بوئ ایں صفات بدماغ اوھم نرسیده ودجال نیز علم شخصی امت وانکارایں محض جنون یا جھل یا ضلال یاکفرست نه اینکه مراد از دجال کفاراند ومراد از مھدی وعیسیٰ علیه السلام مردیست که صفت مھدویت وعیسویت دروباشد یا روح ھردودراں حلول کرده باشد چنانکه قادیانی خود رامصداق ایں می ساخت وافعال واقوال وعقائد قادیانی خود شاھد عدل اند براینکه صادق امام مھدی بودن برکنار بادامام مھدی نیز براو نگذشته غرض که ھمه اھل اسلام از شرقاً غربا برھمیں ایمان آورده اندکه ضرور مھدیؓ وعیسیٰ علیه السلام ظاھر باشند قبل از قیامت وکسی که ھمه امت مرحومه محمدیه ودیگر امم سابقه رابرضلال داند اوخود ضال مضل ست‘‘

ہمہ شیران جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند

’’روبه از حیله چساں بگسلدایں سلسله را۰ والله تعالیٰ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم۰ العبد المفتقر الیٰ الفیض السبحانی غلام ربانی الحنفی مذھباً والچشتی مشرباً الفنجابی ثم الجھاچھی ثم الشمس آبادی مسقطاو مسکنا کان الله له ولوالد یه ولمشایخه ولاساتذ ته ولا قربائه ولا حبائه ولجمیع المؤمنین الیٰ یوم الدین بجاه حبیبه الامین وصحبه المکرمین المیامین عنداھل السماوات والارضین آمین‘‘

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
جواب حقانی
در رد بنگالی قادیانی
(حضرت مولانا قاضی غلام گیلانیؒ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

الحمد اللہ حمد الشاکرین کحمد اهل السموات والارضین من الجنة والناس اجمعین والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله محمد وآله واصحابه اجمعین ۰ اللهم اغفرلنا ولوالدینا ولا ستاذینا ولا حبائنا ولا ساتذتنا ولتلامذنا ولا قاربنا ولمن له حق علینا ولجمیع المؤمنین والمومنات والمسلمین والمسلمات ۰ الاحیاء منهم والاموات انك سمیع قریب مجیب الدعوات یا خالق الارضین والسموات آمین ثم آمین الیٰ یوم الدین بجاه سید المرسلین ۰ اما بعد!

بخدمت اہل اسلام عموماً، واہل بنگال ضلع پترہ مقام برہمن بڑیہ خصوصاً،عرض ہے کہ ملک پنجاب موضع قادیان ضلع گورداسپور میں مسمی غلام احمد پیشہ کاشت کاری قوم مغل نے پہلے بزرگی کا دعویٰ کیا۔رفتہ رفتہ مہدی مطلق ہوا۔بعد کو یہ کہا کہ میں وہ مہدی موعود ہوں جس کا تم لوگ انتظار کررہے ہو اور حضرت عیسیٰ بن مریم مرگیا۔اب وہ دنیا میں نہ آئے گا۔ بلکہ اس کی روح میرے اندر آ گئی ہے۔غرض کہ کبھی کچھ بکا اور کبھی کچھ۔جیسا موقع اور لوگ دیکھے بکتا رہا اور اپنی زبان اور تحریر میں ایسے کفریات بکتا رہا کہ شیطان پر بھی سبقت لے گیا۔عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دیں۔حضرت مریم علیہا السلام وغیرہ پروردگار کے محبوبوں کو گالیاں دیں۔عجب یہ کہ جس کا مثیل بننا چاہتا ہے۔اس میں طرح طرح کے ناشائستہ گناہ کے کام اپنے گمراہ اعتقاد کے موافق ثابت کرتا ہے۔علماء نے ہر طرف سے سمجھایا بجھایا۔مگر وہ باز نہ آیا۔آخر الامر علماء ربانیین نے مجبوراً ایسے الفاظوں پر کفر کا حکم دیا۔خود تو وہ مرگیا مگر بعض جگہ اس کے تعلیم یافتہ گمراہ بے دین خلیفے اور چیلے رہ گئے ہیں جو کہ مسلمانوں کو کافر کرنا چاہتے ہیں اور دن رات رسول اللہ ﷺ کے دین متین کے خراب کرنے کے در پے ہیں۔مگر الحمد للہ کہ نتیجہ برعکس ہوتا جاتا ہے۔چنانچہ اہل اسلام کے علماء کے وعظ نصیحت کی تاثیر سے صدہا قادیانی مسلمان ہوگے، اور اب بھی ہمیشہ توبہ کر کے مسلمان ہوتے جاتے ہیں اور قادیانی چونکہ اپنے دعویٰ کو ثابت نہیں کر سکتے اور قیامت تک بھی ثابت نہ کرسکیں گے۔کیونکہ باطل چیز کا ثبوت ہی کیا ہوگا۔لہٰذا علماء نے ان کو لاجواب جان کر ان سے خطاب وعتاب ترک کردیا تھا۔

جواب جاہلاں باشد خموشی

لیکن ملک بنگالہ ضلع پتر ہ مقام برہمن باڑیہ میں ایک ملا عبدالواحد نامی مسجد کا خطیب قدرے اردو فارسی لکھا پڑھا ہوا۔نصیب کی شامتوں سے قادیانی ہوکر دائرہ اسلام سے خرج ہوکر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے آمادہ ہوا اور مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی کہنے لگا اور جن باتوں کے سبب سے اس پر علماء نے کفر کا حکم دیا تھا۔انہی باتوں کو برحق کہنے لگا اور اسی اپنے پیغمبر کی کتابوں سے چند باتیں پرانی نکال کر ایک رسالہ بنایا اور اس کا نام ہدایۃ المہدی رکھا۔

برعکس نہند نامی زنگی کافور

اس رسالہ کا نام ضلالۃ المتہدی ہونا چاہئے اور جاہل نے اتنا نہ سوچا کہ ان باتوں کا جواب دنداں شکن بارہا دیا گیا ہے۔جس کے سبب سے قادیانی بحرخموشی اور چاہ مرگ میں غرق ہوچکے ہیں۔مگر برہمن باڑیہ اور اطراف کے بعض جاہل بے وقوف لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے بظاہر ایک صورت نکالی کہ کتاب کا نام سن کر عوام الناس دام فریب میں آئیں گے اور اہل اسلام کے علماء اس کی کتاب کو قابل جواب نہ سمجھ کر اپنے دین واسلام کی اشاعت میں سرگرم رہتے ہیں۔ اس طرف قادیانیوں کو بے علم لوگوں کے ورغلانے کا خوب موقع ہاتھ آیا۔گاؤں بہ گاؤں بکتے ہیں کہ اگر اس رسالے کی باتوں کا کوئی جواب ہوتا تو مسلمان علماء جواب کیوں نہ دیتے۔معلوم ہوا کہ قادیانیوں کا اعتقاد حق ہے اور کل روئے زمین کے مسلمانوں کا اعتقاد باطل چونکہ اس میں بعض سیدھے سادے مسلمانوں کے گمراہ ہوجانے کا احتمال ہے۔لہٰذا میں نے اس ملا عبدالواحد خطیب کے رسالہ کی بعض موٹی موٹی غلطیوں کا رد لکھا تا کہ پروردگار اپنا فضل کرے تو لوگ اس کے مکر کے دام میں نہ آئیں اور وہ ملا خود اور اس کے ہم مذہب لوگ اگر بغور اس کتاب کو اور میری دوسری کتاب کو جس کا نام ''تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی'' ہے مطالعہ کریں اور کسی مسلمان عالم ذہین سمجھدار سے پڑھیں تو امید ہے کہ اپنے کفری اعتقاد سے توبہ کریں اور کم ازکم اتنا تو ہو کہ اپنی بے علمی اور جہالت پر خبردار ہوویں۔

بلفظ ''قولہ'' کے بعد عبدالواحد برہمن بڑیہ کے خطیب کی عبارت ہے اور لفظ الجواب کے بعد اس فقیر کا جواب ہوگا۔

قولہ...... ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں آئے۔

الجواب...... انبیاء علیہم السلام کی تعداد میں مشہور ہے کہ روایات مختلفہ وارد ہیں۔ایک روایت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار، دوسری روایت میں دو لاکھ چوبیس ہزار، تیسری روایت میں بائیس لاکھ رواہ کعب الاحبار، چوتھی روایت میں دس لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔ رواہ مقاتلؒ۔ پس

درست بات یہی ہے کہ کوئی تعداد مقرر نہ کرنی چاہئے۔ بلکہ پروردگار کے علم پر سپرد کرے اور کہے کہ سب انبیاء پر میرا ایمان ہے جس قدر بھی ہوں۔ کیونکہ اگر خاص ایک عدد اور ایک مقدار کو لے لیا تو یہ خرابی لازم آئے گی کہ کسے غیر نبی کو نبی کہنا ہوگا۔ یا نبی کو غیر نبی کہنا ہوگا۔ واقعی مقدار سے اگر تھوڑے کہے تو بعض انبیاء کو نہ مانا اور اگر واقعی عدد سے زائد کہہ دیئے تو جو نبی نہ تھے ان کو نبی کہا اور یہ دونوں باتیں کہ نبی کو غیر نبی کہے یا غیر نبی کو نبی کہے۔ کفر کی ہیں۔ ''بناء علی ان اسم العدد اسم خاص فی مدلوله لا یحتمل الزیادة والنقصان'' (دیکھو شرح عقائد نسفی وغیرہ)

مگر مرزائیوں کے لئے یہ دونوں باتیں سہل معلوم ہوتی ہیں کہ اگر کسی موقع میں کسی نبی اللہ کو درجۂ نبوت سے نکال کر عدد کو درست کرنا ہوا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مثلاً طرح طرح کے طعن کذب اور زنا اور مکاری و دغا بازی و شراب خواری کے اس میں ثابت کر کے نکال دیں گے اور کسی غیر نبی کو نبی بنانا ہوا اور پورا کرنے کی خاص عدد کے، تو مرزا غلام احمد قادیانی یا اس کے کسی خلیفہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مثل کر کے پیغمبر کر دیں گے اور قرآن شریف کی آیات اس کے حق میں فوراً نازل کر لیں گے اور جو نہ مانے اس کو کافر اور مردود اور مرتد کہہ دیں گے۔ کیونکہ مرزا خود اپنی کتاب (توضیح المرام ص۱۸، خزائن ج۳ ص۶۰) میں لکھتا ہے کہ باب نبوت کا من کل الوجوہ مسدود نہیں اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے۔'' (تیغ غلام گیلانی ص۲۹) ''نعوذ باللہ من ذلك القول کالبول''

قولہ...... اور کتب آسمانی بھی بہت نازل ہوئیں کہ سب سے اکمل قرآن کریم ہے۔

الجواب...... ارے ملاجی کیا کہتے ہو۔ تم تو اپنے پیغمبر قادیانی سے مخالف ہو گئے اور تمہارے نزدیک قادیانی کا مخالف اسلام سے خارج ہے۔ تم قرآن کریم کو اکمل کہتے ہو۔ تمہارا نبی تو اپنی کتاب (ازالہ اوہام ص۲۵، خزائن ج۳ ص۱۱۵) میں لکھتا ہے کہ قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں اور قرآن شریف سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے۔ قرآن شریف کے معجزات مسمریزم اور شعبدے ہیں اور اسی (ازالہ اوہام ص۷۵۳، خزائن ج۳ ص۵۰۶) میں ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چار پرندوں کے معجزے کا ذکر جو قرآن شریف میں ہے۔ وہ بھی ان کا مسمریزم کا عمل تھا تو پھر قرآن شریف تو انقص بلکہ اس سے بھی زیادہ نکما ہوا۔ معاذ اللہ! دیکھو تیغ غلام گیلانی کہ قادیانی نے کیسے کیسے اعتراض اور نقصان قرآن شریف میں نکالے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ لفظ اکمل کا مقابل انقص ہے۔ یعنی سوائے قرآن کریم کے سب آسمانی کتابیں انقص ہیں۔ مرزا نے اپنی کتاب (دافع البلاء ٹائٹل پیج ص۴، خزائن ج۱۸ ص۲۱۹) میں لکھا

ہے۔ ’’عیسیٰ کوئی کامل شریعت نہ لایا تھا۔‘‘ اور ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر شریعت کی کتاب انجیل تھی۔ یعنی انجیل کامل نہ تھی۔ بلکہ ناقص تھی اور فقہ کا یہ مسئلہ ہے کہ جو کوئی پروردگار کی شریعت کو ناتمام اور ناقص کہے گا۔ وہ کافر ہے۔ اگر ملاجی کا یہ اعتقاد ہے جو کہ اس کے پیغمبر کا ہے تو یہ تو صاف کفر ہے اور اگر وہ کتب آسمانی اور انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کو کامل اور اکمل جانتا ہے۔ تو اس کے نزدیک پھر بھی کفر ہے۔ کیونکہ وہ اپنے نبی قادیانی سے مرتد ہوا۔

دوگونہ رنج وعذاب است جان مجنون
بلائے صحبت لیلیٰ وفرقت لیلی

قولہ...... کیونکہ موعود کے صفات من قبیل پیشین گوئیوں کے ہیں اور پیشین گوئیوں کی حقیقت قبل وقوع کے کھل جانا ضروری نہیں ہے۔ اکثر وقت وقوع کے ان کی حقیقت کھلتی ہے۔

الجواب...... جو مہدی موعود ہوگا۔ اس میں وہ ساری نشانیاں جو صحیح طور پر وارد ہیں۔ ضرور پائی جائیں گی اور مرزا کی زندگانی میں تو خود وقت پیشین گوئیوں کی وقوع کا تھا۔ کیونکر واقع نہ ہوئیں۔ یقیناً معلوم ہوا کہ مرزا ہرگز ہرگز سچا مہدی موعود نہ تھا۔ بلکہ کذاب مکار مہدیوں میں سے ایک مہدی تھا کہ اتنی عمر دراز میں دعویٰ مہدویت کا کیا اور اقوال وافعال اس کے اکثر شرع شریف کے برخلاف تھے۔

برعکس نہند نام زنگی کافور

قولہ ص۴...... ہر ایک کو ایک مدت معینہ عمر انسانی پاکر ضرور پیالہ موت کا نوش جان کرنا ہے۔ اگر کسی فرد بشر کو یہ مرتبہ حاصل ہوسکتا کہ زمین میں کیا بلکہ آسمان پر جاکر برخلاف دوسرے افراد بشر کے ہزاروں برس زندہ رہ سکے۔ تب ضرور رسول اللہ ﷺ کو یہ مرتبہ حاصل ہوتا۔

الجواب...... اس عبارت سے قادیانی ملا کو کوئی فائدہ نہیں۔ ہم خود سب مسلمان لوگ مدت معینہ عمر انسانی پر موت کے قائل ہیں۔ نہ ایک ساعت آگے ہوگی نہ ایک ساعت پیچھے ہوگی۔ قرآن شریف میں خود موجود ہے۔ ’’اذا جاء اجلھم لا یستأخرون ساعة ولا یستقدمون‘‘ مگر یہ تو تصریح کے ساتھ کسی آیت یا حدیث میں مذکور نہیں کہ زید کی عمر بیس برس اور بکر کی تیس برس اور خالد کی سو برس کی ہوگی۔ باقی یہ امر کہ جس کا مرتبہ زیادہ ہو۔ جیسے کہ محمد ﷺ اس کی عمر بھی زیادہ ہونی چاہئے۔ یہ کوئی شرع کی بات نہیں۔ البتہ قادیانیوں کی نئی شریعت میں ہوگی۔ دیکھو خیال کرو کہ قرآن پاک میں خبر ہے کہ اصحاب کہف جو کہ تین آدمی مع ایک کتے کے یا چار آدمی مع ایک کتے کے یا اس سے زیادہ ہیں۔ ۳۰۹ برس تک غار میں سوئے اور یہ خبر آنے سے

اب اس وقت تک اور تیرہ سو چھتیں برس گزر چکے ہیں۔ مجموعہ سولہ سو پینتالیس برس ہوگئے اور حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ایک ہزار چار سو برس تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ۹۳۰ (نوسوتیس) سال تھی اور حضرت شیث علیہ السلام کی عمر۹۱۲ سال اور حضرت ادریس علیہ السلام کی عمر ۳۶۵ (تین سوپینسٹھ) برس کی ہوئی تو آسمان چہارم پر اٹھائے گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر۲۲۳ برس اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر۱۲۰ برس کی تھی۔ کیا اس بات سے ان کا مرتبہ زائد اور حضرت ﷺ کا کم ہو جائے گا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ جمیع انبیاء علیہم السلام کو جو کچھ عطا ہوا۔ وہ بذریعہ سرور عالم ﷺ کے ہوا۔ ان کے کمالات اور مراتب سب کے سب ظلی اور طفیلی تھے۔ پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس قدر دراز حیات واسطے ارشاد اور ہدایت دین محمدی ﷺ کے عطاء ہوئی تو اس میں حضرت ﷺ کا شان اور ابھی اعلیٰ ہو جاتا ہے۔ کمالا یخفی، بلکہ بعض کافروں کو بھی پروردگار نے درازعمر دی ہے۔ (شرعۃ الاسلام ص ۵۴۸) میں ہے کہ صمصام بن عوق بن عنق کی عمر ایک ہزار سات سو برس کی تھی۔ یاجوج ماجوج کے ہر ایک فرد بشر کی اتنی عمر ہوتی کہ ہر ایک کی ہزار اولاد ہوتی ہے۔ جب مرنا شروع ہوتا ہے۔ (تیغ ص۱۳۰)

مرزاغلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب (ایام الصلح ص۱۴۱، خزائن ج۱۴ص ۳۸۶) میں علمائے اہل اسلام پر یہ سوال کیا ہے کہ آیت ’’ومن نعمره ننكسه في الخلق ‘‘دال ہے۔ وفات عیسیٰ علیہ السلام پر، کیونکہ حسب مفاد اس آیت کے جو شخص اسی یا نوے سال کو پہنچتا ہے۔ اس کو نکوس اور واژ گوئی بہ نسبت پہلی حیاتی کے پیدا ہو جاتی ہے تو کیا حال ہوگا۔ اس شخص کا (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا) جو دو ہزار سال تک زندہ ہے اس میرے جواب سے اس سوال کا جواب بھی ہوگیا۔ مرزا کی جہالت کہ اسی، نوے برس کی عمر کو اس آیت قرآنی کا مفاد سمجھ رہا ہے۔ افسوس جہالت بھی لاعلاج بیماری ہے۔

قولہ...... وفات عیسیٰ علیہ السلام کی قرآن کریم سے ایسی ثابت ہے کہ کسی دوسرے پیغمبر کی وفات ایسی ثابت نہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود مہدی آخرالزمان (مرزا قادیانی) نے تیس آیتوں سے وفات عیسوی پر استدلال فرمایا ہے اور دوسرے علماء سلسلہ حقہ احمدیہ نے تو پچاس ساٹھ آیت تک پیش کئے ہیں اور ان میں ایسی آیات بھی موجود ہیں جن میں خاص لفظ توفی کے مشتقات جس میں صریح وفات کا مادہ واقع ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت وارد ہوئی ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا مفید مطلقاً ایک لفظ بھی قرآن پاک میں نہیں ہے۔ چہ جائیکہ مادہ حیات پر کوئی لفظ کوئی شخص دکھا سکے۔

الجواب...... ’’لعنة الله علی الکذبین‘‘ بالکل دروغ بیفروغ ہے۔ جس قدر آیات سے قادیانی موت کی دلیل لاتا ہے۔ انہی آیات سے حیات عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت ہوتی ہے۔ جمیع احادیث شہادت حیات کی دے رہی ہیں۔ ہر چہار اماموں کا مذہب بلکہ جمہور اہل اسلام بلکہ مخالف فرقوں کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں میں زندہ گئے اور اب تک زندہ ہیں۔ قرآن کریم کی ایک آیت سے بھی عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا ثبوت نہیں ملتا۔ مگر جب کہ کسی کو حیا نہ ہو تو جو چاہے سو کہے۔ ’’اذا لم تستحی فافعل ماتشاء‘‘ وہ تیس آیتیں فقط قادیانیوں کو معلوم تھیں اور حضرت رسول اللہ ﷺ کو معلوم نہیں تھیں اور نہ بعد کے صحابہ وتابعین وائمہ کبار وعلمائے اخیار کو معلوم تھیں جو انہوں نے قرآن شریف کے مخالف اعتقاد رکھا۔ اگر قرآن کریم میں اتنی آیات سے موت عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت ہوتی ہے تو حضرت محمد ﷺ اور صحابہ کبار اور تابعین وتبع تابعین وغیرہ جمیع مذاہب اسلام سے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے اور وہاں رہنے اور اترنے اور دجال کو قتل کرنے کی صحیح حدیثیں اور اقوال کیسے وارد ہوتے۔ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اور ان سب علماء نے قرآن کریم کے مطلب کو نہیں سمجھا اور معاذ اللہ یہ سب غلط ہیں۔ پس مرزائی لوگوں کا ایمان تو ایسی ہی باتوں سے اڑا ہوا ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ کتب احادیث میں ہے کہ صحابہ کرامؓ میں آیتوں کو جب پڑھتے تو آگے نہیں گزرتے تھے۔ جب تک کہ ان دس آیات کے معنی اور ان پر عمل کا طریقہ نہیں سیکھ لیتے تھے۔ ’’عن ابن مسعودؓ قال کان الرجل منا اذا تعلم عشرایات لم یجاوزہ حتٰی یعرف معانیھن والعمل بھن ۰ وقال عبدالرحمن السلم حدثنا الذین کانوا یقرؤننا انھم کانوا لیستقرؤن من النبی ﷺ وکانوا اذا تعلموا عشر آیات لم یخلفوھا حتیٰ یعمل بما فیھا من العمل فتعلمنا القرآن والعمل جمیعا‘‘ غرض کہ سب صحابہؓ سے حیات عیسوی مذکور ہے اور خود معلوم ہے کہ صحابی کی تفسیر غیر کی تفسیر پر مقدم ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کا قول ’’وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ‘‘ یہ آیت صاف طور پر حیات عیسوی کو مثل دیگر آیات کے ثابت کر رہی ہے۔ ’’ولکن التعصب اذا تملك اھلك‘‘ اور لفظ متوفی کے مشتقات سے مرزائیوں کی سند لانی باطل ہے۔ کیونکہ یہ مادہ موت کے معنی میں خاص نہیں۔ کیونکہ توفی کا معنی قبض کرنا بھی ہے اور قبض موت سے بھی ہوتا ہے اور صعود سے بھی، جلالین کے حاشیہ میں ابن حزم کا قول جو کہ موت کا نقل کیا ہے۔ اسی حاشیہ میں دوسرا معنی بھی موجود ہے اور موت کا قول ضعیف

لکھا ہے۔سو وہ بھی وہ موت ہے جو کہ قبل چلے جانے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر بعض علماء کا اعتقاد ہے۔ظاہر لفظ توفی کو دیکھ کر وہ عبارت یہ ہے۔’’التوفی ھو القبض یقال وفانی فلان درھمی واوفانی وتوفیتھا منہ غیر ان القبض یکون بالموت وبالاصعاد ۰ فقولہ ورافعک الیّ من الدنیا من غیر موت تغیین للمراد وفی البخاری قال ابن عباس متوفیک ممیتک ای ممیتک فی وقتک بعد النزول من السماء ورافعک الان قال شیخ الاسلام ابن حجر قد اختلفوا فی موت عیسیٰ قبل رفعہ فقیل علی ظاھر الآیۃ انہ مات قبل رفعہ ثم یموت ثانیا بعد النزول وقال متوفی نفسک بالنوم اذ روی انہ رفع نائماً (کرمانی) ‘‘ دیکھو توفی کے مشتقات کا استعمال قرآن شریف میں غیر معنی موت میں’’ثم توفی کل نفس ما کسبت یوفون بالنذر ‘‘اس میں بھی مادہ وفات کا موجود ہے۔حالانکہ موت کا معنی نہیں لیا گیا۔ ’’وانما یوفون الصابرون اجرھم بغیر حساب ‘‘دیکھو تیغ غلام گیلانی کو غور سے کہ کیسے حیات عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت ہوتی ہے اور سب سے بڑا فیصلہ تو الحمدللہ کہ مرزا قادیانی نے خود کر دیا ہے کہ وہ خود ہی (براہین احمدیہ ص۴۹۹، خزائن ج۱ص۵۹۳ حاشیہ) میں لکھتا ہے۔’’ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علیٰ الدین کلہ ‘‘یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آوے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لاویں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔‘‘مرزا قادیانی کے سب امتی یہی پکار رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر گئے اور اپنے نبی کا خیال نہیں کرتے کہ اس کا ایسا نکما حافظہ ہے کہ اگلی پچھلی بات اس کو یاد ہی نہیں رہتی۔دیکھو اس عبارت بالا میں کیسا صاف امر حق کا اقرار کر لیا ہے۔مرزائیوں کو ضرور اس پر ایمان لانا چاہئے۔ ورنہ راندۂ درگاہ نبی اپنے کے ہوں گے اور کم از کم مرزا کو عیسیٰ علیہ السلام کی موت وحیات میں تردد تو ضرور ہی ہے۔دیکھو رسالہ (تیغ ص۱۲۰،۱۲۱) وغیرہ کو۔بس جب کہ موت پر یقین اس کو نہ ہوا تو محض مبہوت اور پریشان ہی رہا۔’’فبھت الذی کفر‘‘

قولہ...... مخالف مولویوں میں سے بھی جس جس کو کسی قدر فہم ودرایت سے حصہ ملا ہے۔ہر گز عندالمقابلہ اس مسئلہ میں بحث کرنا قبول نہیں کرتا۔

الجواب...... کاذب لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ ارے کاذب کمبخت خود لاہور کی بحث میں تمہارا پیغمبر حاضر ہی نہ ہوا اور امرتسر سے مرزائیوں کو سخت شکست ہوئی اور تمہارا نبی ایسا فرار کر گیا کہ خواب کے اندر بھی ڈرتا رہا۔ خود تم ہی شرماؤ اور گریبان ندامت میں منہ ڈال کر سوچو کہ تم نے بحث مقرر کی اور مدت دراز تک لوگوں کو اپنا فخر اور شان دکھاتا رہا۔ آخر الامر براہمن بڑیہ ودیگر ملکوں کے مولوی لوگ جمع ہوئے اور یہ فقیر بھی گیا اور تم اپنی بیت الخلاء سے باہر ہی نہ نکلے۔ جب تمہارے ساتھ بحث کرنے کے لئے یہ فقیر دولت خاں وکیل کے مکان پر گیا تو تم وہاں سے بھی لرزاں وہراساں ہو کر ایسے بھاگے کہ تمہارا پتہ نہ چلا اور معمولی عبارت خوانی میں چند غلطیاں تم سے ایسی ہوئیں کہ جس سے حاضرین مکان عام وخاص جان گئے کہ ابتدائی علوم صرف ونحو میں بھی تمہاری استعداد نہیں۔ پھر اسی ناز پر بحث کا نام لیتے ہو۔ واہ، واہ، واہ!

قولہ...... ’’یعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ‘‘

الجواب...... مفصل اگر دیکھنا چاہتے ہو تو (تیغ غلام گیلانی ص۶۹،۷۰) وغیرہ میں دیکھو۔ مختصراً اب بھی لکھے دیتا ہوں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ: ’’اے عیسیٰ تحقیق میں تم کو وفات دینے والا ہوں اور بلند کرنے والا ہوں۔ تم کو طرف اپنی۔‘‘ یعنی بعد نزول من السماء کے تم کو تیری طبعی موت دے کر اپنے پاس مکرم کروں گا اور قتل یہود سے جو ذلت کی موت ہے بچاؤں گا۔ پس متوفیک میں وعدہ وفات ہے کہ میں تم کو ماروں گا یہ تو نہیں کہ میں نے تم کو مار دیا۔ اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ ماضی نہیں ہے اور حضرت ابن عباسؓ جن کی روایت پر تم کو بہت ناز ہے وہ ممیتک کا معنی متوفیک سے نہیں لیتے۔ ’’کما ھو مذکور مفصلاً فی کتابی تیغ غلام گیلانی فلیطالع ثمه‘‘ اور اگر ان کی رائے یہی مانی جائے کہ وہ متوفیک کا معنی ممیتک لیتے ہیں تو اس بناء پر وہ آیت میں تقدیم وتأخیر کا قول کرتے ہیں۔ ’’اخرج اسحق بن بشر وابن عساکر من طریق جویبر عن الضحاك عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ‘‘ یعنی رافعك ثم متوفیك فی آخر الزمان (تفسیر درمنثور وتفسیر ابن عباسؓ) اور مواضع تقدیم وتاخیر کے قرآن شریف میں تیغ غلام گیلانی سے معائنہ کرو۔ متوفیک کا لفظ کچھ اسی بات کی خواہش نہیں کرتا کہ جس وقت متوفیک فرمایا گیا۔ اسی وقت میں عیسیٰ علیہ السلام کو وفات دے دیتا۔ بلکہ اگر بعد ہزار، دو ہزار، چار ہزار، دس ہزار، لاکھ برس کے ہو تو بھی متوفیک کے معنی صادق آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ: ’’یٰعیسیٰ انی متوفیك الآن اوبعد سنة وغیرہ ذلك‘‘ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ عیسیٰ میں تم کو مارنے

والا ہوں۔اب یا برس، دس برس، سو برس کے بعد بلکہ مطلق فرمایا۔پس جب اللہ تعالیٰ ان کو مارے گا۔متوفیک صادق ہو جائے گا اور اگر یہ معنی لو کہ اے عیسیٰ میں ابھی تم کو مارنے والا ہوں اور اٹھانے والا ہوں۔طرف اپنے اور قبل بعثت حضرت محمد ﷺ کے عیسیٰ علیہ السلام کی موت متحقق ہو چکی تو اور آیات واحادیث واقاویل ائمہ عظام وعلمائے کرام کا جواب کیا دو گے۔جو حیات کو بآواز بلند ثابت کر رہے ہیں۔ان سب کو ترک کرنا ہوگا اور تطبیق ہاتھ سے جاتی رہے گی۔اسی واسطے علمائے مفسرین اور خود حضرت ابن عباسؓ تقدیم وتأخیر کے آیت مذکورہ میں قائل ہوئے ہیں۔کیونکہ ظاہر تر ہے کہ کوئی باعث قول تقدیم وتاخیر کا آیت مذکورہ میں سوائے تطبیق کے مابین نصوص کے نہیں اور بھی سنو متوفیک میں ضمیر خطاب کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور رافعک میں بھی مخاطب وہی عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔کیونکہ معطوف بحکم معطوف علیہ ہوا کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نام جسم مع روح کا ہے اور خطاب بھی اس عبارت میں عیسیٰ علیہ السلام ہی کو ہے اور وہ زندہ ہے۔وقت مخاطبہ کے،تو جیسے کہ موت عیسیٰ علیہ السلام پر یعنی اس کے جسم پر آئی ہے۔رفع بھی اسی کے لئے ثابت ہوا تو معنی یہ ہوا کہ اے عیسیٰ میں تیرے بدن کو مار کر پھر تم کو مع بدن اور روح کے اٹھانے والا ہوں۔حالانکہ جسم کے مرفوع ہونے کا کوئی قادیانی قائل نہیں۔بلکہ مرزائیوں کے مطابق یہ معنی ہے کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو مار کر تیری روح کو سوائے بدن کے اٹھالیا اور یہ پورا معنی خود اس عبارت کا مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا۔کما مر اور اگر معطوف میں ضمیر خطاب سے مراد روح لیا جاوے۔بعلاقہ ذکر کل اور مراد اس سے جزء ہے۔کما ہو مذہب الجمہور تو کیا وجہ ہے کہ اسم فاعل کو اپنے معنی میں نہیں لیتا اور ظاہر نصوص آیات واحادیث وکلام علماء میں مجاز در مجاز اور تاویل علی التاویل کا بھروسہ لیتا ہے۔شاید کہ قادیانی ملاّ میری بات کو تو نہ مانے اب میں وہی معنی پیش کردوں۔جو اس آیت کا اس کے نبی اور نبی کے مددگار رفاضل نور الدین نے لکھے ہیں۔

حکیم نور الدین نے کتاب (تصدیق براہین احمدیہ ص۸) میں لکھا ہے۔’’اذ قال اللّٰہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ‘‘ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ میں لینے والا ہوں تجھ کو اور بلند کرنے والا ہوں اپنی طرف۔اب خیال کرو کہ اس عبارت میں موت کا ذکر بھی نہیں بلکہ لینے کا ذکر ہے اور لینے کا معنی درست یہی ہے کہ میں تجھ کو آسمان پر اٹھا کر تیرا درجہ بلند کرنے والا ہوں اور مرزا خود (براہین احمدیہ ص۵۱۹، خزائن ج۱ص۶۲۰) میں لکھتا ہے۔’’انی متوفیک ورافعک الیٰ‘‘ اے عیسیٰ میں تجھے کامل اجر بخشوں گا۔یا وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔‘‘ اور اسی کتاب کے ص۵۱۹ میں لکھا ہے۔’’انی متوفیک ورافعک الیّ‘‘ میں تجھ کو

پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا، تو یہ دونوں معنی مرزا نے الہام کی برکت سے کئے ہیں۔ اوّل معنی میں موت یقینی نہیں محض احتمال ہے اور مرزا مقام استدلال میں ہے۔ مستدل کو لزوم چاہیے احتمال سے کام نہیں چلتا۔ جب احتمال پیدا ہوا دلیل باطل ہوئی۔ ''اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال'' اور دوسرے معنی میں موت کا ذکر بھی نہیں کیا۔ بلکہ پوری نعمت کا اور پوری نعمت دنیا جب ہی ہے کہ عیسیٰ کو مع اس کے جسد کے آسمانوں پر اٹھا کر معزز کیا جائے۔ پس مرزا نے تو خود ہی فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کو عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر ہرگز جزم اور یقین نہیں ہے۔ مولوی نورالدین کا معنی اور مرزا کا دوسرا معنی ہم اہل سنت و جماعت کے اعتقاد کے موافق ہے۔ ہم اسی کو مانتے ہیں اور قادیانیوں کو بھی یہ معنی ماننا چاہیئے ورنہ مرتد ہوں گے۔ اپنے دھرم اور دین سے، اصل میں بات یہ ہے کہ باطل کی طرف کتنا ہی کوئی شخص اگرچہ زور لگاوے۔ مگر حق بات گاہے ماہے اس کی زبان سے بالاختیار یا بلا اختیار نکل ہی جاتا ہے۔ مرزا نے چند سال سے موت عیسیٰ علیہ السلام پر بہت اندھا زور لگایا۔ مگر آخر یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور علمائے اہل سنت و جماعت کی کرامت دیکھو کہ کیسا صاف موافق مذہب مسلمانوں کے معنی کر گیا۔ اسی براہین احمدیہ میں موجود ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں میں ہیں۔ میرے بعد ایک دوسرا آنے والا ہے۔ وہ سب باتیں کھول دے گا اور ''ھو الذی ارسل رسوله بالھدیٰ'' کے متعلق مرزا کا ترجمہ گزر چکا ہے۔ اس کو دیکھو کہ حیات فی السماء کا عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اقرار کیا ہے اور اگر متوفیک کا معنی ممیتک لیا جاوے تو بھی اہل سنت والجماعۃ کو مضر نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھ کو مارنے والا ہوں۔ اس سے ثبوت موت بالفعل تو نہیں ہوا۔ بلکہ وعدۂ موت ثابت ہوا ہے اور اس میں کیا نقصان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب کہ یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو خوف گزرا تو پروردگار نے فرمایا کہ اے عیسیٰ میں ہی تم کو مارنے والا ہوں۔ تمہاری موت کے وقت میں یہود کے قتل سے تم مت ڈرو۔ دیکھو رسالہ تیغ کو اس آیت سے بھی موت عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت نہ ہوئی۔

قولہ...... ''بل رفعه الله الیه الآیة''

الجواب...... اس آیت سے تو خود حیات عیسیٰ علیہ السلام ثابت ہوتی ہے۔ دیکھو رسالہ تیغ کو یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کے ہاتھ سے قتل نہ ہونے دیا۔ بلکہ زندہ آسمانوں پر اٹھالیا۔ رفعہ کی ضمیر کا مرجع عیسیٰ نام روح اور بدن دونوں کا ہے۔ مرجع اس کا روح عیسیٰ نہیں جیسا مرزا کہتا ہے کہ مراد اس سے رفع تکریمی روح عیسیٰ کا ہے۔ جیسے کہ شہداء کے لئے رفع تکریمی ہے۔ کیونکہ

اس بناء پر عبارت قرآنی اس طرح ہونی چاہئے تھی کہ:''بل رفع روحہ ''اس میں ایک تو یہ کہ بلاضرورت حذف ماننا پڑتا ہے۔''والمذکور راجح من المحذوف ''دوسرا یہ کہ کل امت مرحومہ کے اعتقاد کے مخالف ہوجاتا ہے۔اس سے بھی موت عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت نہ ہوئی۔

قولہ...... ''وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد''

الجواب...... اس آیت کے ذکر کرنے میں نہ ہمارا کوئی نقصان اور نہ قادیانی کا کوئی فائدہ۔معنی اس کا نہیں سوچا۔خلود کا ایک معنی مکث طویل یعنی ٹھہرنا بہت عمر تک بلاکسی مقدار معین کے سو یہ معنی تو اس مقام میں کسی صورت سے درست نہیں ہوسکتا ہے۔کیونکہ حضرتﷺ سے پہلے صدہا ہزار لوگوں کو پروردگار نے مکث طویل اور عمر دراز میں بلاکسی مقدار معین کے دنیا میں رکھا اور دوسرا معنی خلود کا ہمیشہ ابدالآ باد رہنا۔سو یہ معنی درست ہے۔کیونکہ آیت کریمہ کا یہ معنی ہوا کہ کسی شخص کے لئے قبل آپ کے اے محمدؐ صاحب ہم نے ہمیشہ کا رہنا دنیا میں مقرر نہیں کیا۔پس کیا اگر آپ فوت ہوجائیں تو وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے۔یعنی ہمیشہ کوئی نہ رہے گا۔سو جملہ اہل اسلام اس امر کے معتقد ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ نہ رہیں گے۔ بلکہ جب ان کو موت کی تاریخ ہوگی۔ضرور وفات پائیں گے۔پس اس آیت سے بھی موت عیسیٰ علیہ السلام ثابت نہ ہوئی۔

قولہ...... ''الم نجعل الارض کفاتاً احیاء وامواتا''

الجواب...... مطلب اس آیت کریمہ کا یہ ہے کہ پروردگار نے زمین کو زندہ اور مردہ لوگوں دونوں کے لئے کافی کیا ہے۔زندہ لوگ زمین کے اوپر اور مردے لوگ زمین کے پیٹ میں رہیں گے۔اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ کوئی زندہ شخص عارضی طور پر بھی آسمان پر نہ جائے گا۔کیا اعتقاد ہے تمہارے اے قادیانی فرقے کے لوگو کہ حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر گئے ہیں یا نہیں اور اب تک موجود ہیں یا نہیں اور حضرت سرور عالمﷺ کا معراج مبارک جو اجماعاً ثابت ہے اور جابجا احادیث صحاح کی موجود ہیں۔مگر معلوم ہوتا ہے کہ معراج سے بھی تم لوگ منکر ہو۔ جیسے کہ تمہارا نبی اس کا انکار کرتا ہے۔''ولیس ھذا بمصادرة علی المطلوب ''یہ سوال بھی ملا عبدالواحد خطیب نے اپنے پیغمبر کی کتابوں سے نکالا ہے اور اس آیت سے بھی موت عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت نہ ہوئی اور مرزا قادیانی کی کتابوں میں ایک اور سوال بھی ہے وہ یہ ہے۔

سوال...... پروردگار نے قرآن پاک میں فرمایا:''فیھا تحیون وفیھا تموتون ''اس زمین میں تم لوگ زندہ رہوگے اور اس میں تم مروگے۔مرزا اسی حصر سے سمجھا ہے کہ کوئی فرد بشر کسی صورت سے نہ آسمان پر زندہ رہ سکتا ہے اور نہ وہاں پر مرے گا۔یہ بڑی دلیل

ہے۔اس بات کی کہ بغیر کرۂ زمین کے نوع انسانی کا مستقر اور مستودع یعنی قرار گاہ اور نہیں تو پھر مسیح بن مریم آسمان پر کس طرح بقیہ ایام حیات بسر کر رہا ہے۔

الجواب...... یہ بیان بطریق اصالت ہے۔یعنی اصل تو یہ ہے کہ اسی زمین میں زندگانی بسر کریں گے اور اسی میں مریں گے۔اس میں یہ تو نہیں فرمایا کہ کبھی کسی امر عارضی کے سبب سے بھی کسی دوسرے کرہ میں نہ جائیں گے۔ بلکہ اگر کوئی زمین پر پیدا ہوتے ہی آسمان پر اٹھایا جائے اور دو ہزار سال یا دس ہزار سال تک وہاں زندہ رہ کر پھر وقت موت کے زمین پر آ کر مرجائے تو اس پر بھی یہ آیت صادق آئے گی۔ بوجہ اس کے کہ اس کی حیات کچھ قدر اور موت دونوں علی الارض اور فی الارض پائی گئیں۔'' ولعمری هذا ظاهر جدا ''غرض کہ کرہ ارضی کا قرار گاہ اور سکونت کی جگہ ہونا بطریق اصالت کے یہ منافی نہیں۔اس کے کہ بعض افراد بشری کو عارضی طور پر کسی اور کرہ میں رکھا جاوے۔ دیکھو جیسا کہ ملائکہ کے لئے موطن اصلی اور قرار گاہ طبعی افلاک ہیں۔ پھر بھی باوجود اس کے زمین پر عارضی طور پر سکونت اور آمد ورفت رکھتے ہیں۔ جیسے کہ ہر قطرۂ بارش کے ساتھ ملائکہ کا آنا۔ جنگ بدر میں ملائکہ کا آنا واسطے امداد اہل اسلام کے۔ خود حضرت جبرئیل علیہ السلام کا آنا حضرتﷺ پر فتاویٰ غیاثیہ ص۱۸۳ میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام چوبیس ہزار بار رسول اللہﷺ پر نازل ہوا ہے اور ایسا ہی بکثرت نزول ہوا ہے۔ جمیع پیغمبروں پر اور ہر انسان کے ساتھ جو کثیر ملائکہ مقرر ہیں۔ ہاتھ، پاؤں، ناک، کان، آنکھ وغیرہ سوراخوں پر متعین ہیں۔ خود منہ پر ایک فرشتہ مقرر ہے۔ جب کوئی مسلمان درود شریف پڑھتا ہے۔ فوراً حضرتﷺ کی دربار میں لے جاتا ہے۔ دن کے اعمال رات کو اور رات کے دن کو فرشتے لے جاتے ہیں۔ خود کراماً کاتبین جو ہر انسان کے دائیں بائیں مونڈھے پر مقرر ہیں۔ کیا مرزا کو یاد نہیں۔ بعد موت مسلمان کی اس کے ہمراہی فرشتے اس کی قبر پر استغفار اور تسبیح وتحلیل پڑھتے رہتے ہیں اور قیامت تک پڑھتے رہیں گے۔ مسجد اور خانہ کعبہ کے گرداگرد جو ہزارہا فرشتے محافظ رہتے ہیں۔ وقت خروج دجال کے مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ اور بیت المقدس اور طائف کے گرداگرد فرشتے دیوار باندھ کر دجال کو روک لیں گے۔ اگر ساری مثالیں لکھوں تو دفتر عظیم ہوگا۔ مسلمان منصف کو اس قدر کافی ہیں اور بدمزاج بے دین عدوّا لمسلمین کو قرآن شریف بھی کافی نہیں اور'' فیها تحیون وفیها تموتون ''میں تقدیم ظرف سے جو کہ حصر پایا جاتا ہے کہ اسی زمین ہی میں زندہ رہو گے اور اسی زمین ہی میں تم مرو گے۔ سو وہ حصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے۔ بہ نسبت استقرار اصلی کے

'' واما الاختصاص المستفاد من اللا فی قوله تعالیٰ ولكم فی الارض مستقر

ومتاع الیٰ حین ۰ فھو اثر للجعل التکوینی الذی له المجعول الیه عارض غیر لازم وفی ھذه الصورة یتصور الانفکاك بین المجعول ولمجعول الیه کما فی قوله ما تعالیٰ وجعل اللیل لباساً وجعل النھار معاشا ۰ اذا کان زید یحصل وجه المعاش فی اللیل وینام فی النھار ''دلیل عارضی ہونے مجعول الیہ یعنی حیاۃ فی الارض کے قصہ اترنے ابلیس کا اور بعدازاں پھر چڑھ جانا اس کا بدلیل ''فوسوس لھما الشیطان فاخرجھما مما کانا فیه ''ہے۔ جب کہ ابلیس ملعون نے بعد امر نزول کے پھر آسمان پر جا کر حضرت آدم علیہ السلام کو وسوسہ ڈالا تو بعض افراد نوع انسانی جن کا مادہ پیدائشی وفطرتی نفخ روح القدس کا ہو۔ یعنی جو آدمی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی پھونک مارنے سے پیدا ہوا ہو۔ جیسے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو ان کا آسمان پر جانا کیسے نادرست ہوسکتا ہے۔ پس اس آیت سے بھی موت ثابت نہ ہوئی۔

قولہ...... ''والیٰ غیر ذلك من الآیات''

الجواب...... وہ آیات حلاجی کے شکم ہی میں پوشیدہ رہ گئیں۔ اگر ذکر کرتا تو ان کا جواب بھی دندان شکن دیا جاتا اور بارہا علماء اہل اسلام نے ایسے جواب دیئے ہیں کہ اب تک ۳۱۳ مرزائیوں سے اس کا غلط جواب بھی نہ ہوسکا۔ جس شخص نے مسلمانوں کی کتابیں دیکھی ہیں وہ اس کو خوب جانتا ہے۔

قولہ...... اور احادیث میں بھی حیات عیسوی کا ذکر کہیں نہیں ہے۔ اگر ہے تو وفات کا ثبوت پایا جاتا ہے۔

الجواب...... ''لعنة اللّٰه علیٰ الکذبین الدجالین ''عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کی احادیث متواتر المعنی ہیں۔ یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ جمیع علمائے امت وائمہ ملت نے تسلیم کیا ہوا ہے۔ روز روشن سے زیادہ واضح ہے۔ مگر جن پر اللہ تعالیٰ کا قہر ہے اور جو شقی ازلی اور قرآن وحدیث کے دشمن اور انبیاء علیہم السلام سے اپنے آپ کو بلاف وگزاف شیطانی فوق جانتے ہیں وہ اندھے ہوگئے ہیں۔ بیت

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

رسالہ تیغ کو دیکھو تا کہ جہالت کا پردہ اٹھ جائے اور کچھ قدر تمہاری تردید کے ضمن میں اس کتاب میں بھی مذکور ہے۔

قولہ...... چنانچہ ذیل میں بطور نمونہ کے تین حدیث کے ٹکڑے ہم نقل کرتے ہیں۔

’’قال ﷺ فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیھم شھیدا مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم ‘‘ یہ حدیث بتامہ صحیح بخاری میں ہے۔

۲...... ’’قال ﷺ فاخبرنی ان عیسیٰ بن مریم عاش عشرین ومائة سنة‘‘ یہ حدیث بروایت حضرت عائشہ صدیقہؓ مستدک حاکم وطبرانی میں موجود ہے۔

۳...... ’’قال ﷺ لوکان موسیٰ وعیسیٰ حیّین لما وسعھما الا اتبّاعی ‘‘ یہ حدیث بایں لفظ بہت کتابوں میں موجود ہے۔ مثل تفسیر ابن کثیر وفتوحات مکیہ والیواقیت والجواہر وغیرہ وغیرہ۔

اقول...... بے علمی بھی بری بلا ہے۔ ملاجی فقط عبارت کتابوں کی سوائے فہم مطلب کے لکھ مارتا ہے اور وہی عبارت اس کے منہ پر الٹی ماری جاتی ہے۔ ملاجی نے تین ٹکڑے تین حدیث کے بیان کئے ہیں۔ پس میں بھی باترتیب یکے بعد دیگرے جواب دیتا ہوں اور انہی کتابوں سے حیات عیسیٰ علیہ السلام کی ثابت کرتا ہوں۔ ناظرین کو غور وانصاف سے ملاحظہ فرمانا چاہئے۔ اوّل ٹکڑے کا جواب مفصل تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی میں ہے۔ یہاں بقدر کفایت بیان کرتا ہوں۔ اوّل قادیانی کا مطلب بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ بخاری کی حدیث کے اس اوّل ٹکڑے سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قبل رسول اللہ ﷺ کے فوت ہوگیا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب روز قیامت کے پروردگار مجھ سے میری امت کے اعمال کی نسبت دریافت فرمائے گا تو میں جواب میں وہ بات عرض کروں گا جو کہ بندہ صالح یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں کہی ہے۔ یعنی جب کہ عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ تم نے کہا تھا کہ نصاریٰ تم کو اور تمہاری ماں کو خدا مانیں تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: ’’وکنت علیھم شھیداً مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم ‘‘ اور تھا میں ان پر حاضر اور ان کا نگہبان جب تک کہ میں ان کے اندر تھا اور جب کہ وفات دی تو نے مجھ کو یا اللہ تو تو ہی تھا نگہبان ان پر۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں بھی ایسا ہی کہوں گا۔ اپنی امت کے ناجائز افعال کی نسبت جو انہوں نے میرے بعد کئے ہوں گے۔ مرزا اس طور پر ترجمہ کرتا ہے۔ اس وجہ سے کہ: ’’فاقول کما قال العبد الصالح ‘‘ میں لفظ قال صیغہ ماضی کا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے قبل یہ واقعہ ہو چکا ہے۔ یہ واقعہ روز قیامت کا نہیں۔ بلکہ دنیا ہی کا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے کے بعد اس کے روح نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں یہ عرض کیا ہے۔ پس قال کی ماضویت بہ

نسبت زمانہ حضرت ﷺ کے لیتا ہے اور توفیتنی کا معنی موت کا (مارا ہے تو نے مجھ کو) لیتا ہے۔

اوّل جواب...... اس بناء پر کہ قال بمعنی یقول ہے اور توفیتنی کا معنی موت حقیقی کی تقدیر پر اور یہ واقعہ بروز حشر ہوگا۔ معنی یہ ہوا کہ کہے گا عیسیٰ علیہ السلام بروز حشر یا اللہ جب تک کہ میں ان کے اندر موجود تھا تو ان کے اقوال وافعال پر حاضر اور نگہبان رہا اور جب کہ تو نے مجھ کو وفات دی بعد اتر آنے کے آسمان سے تو اس وقت تو خود ہی ان پر نگہبان تھا۔ پس جب کہ تحقیق موت کا مسیح ابن مریم کے لئے بعد النزول ہوگا تو توفیتنی کی ماضویت بہ نسبت یوم الحشر کے خود ہی ہوجائے گی اور چونکہ بروز حشر یہ جواب وسوال یقینی ہے۔ لہٰذا یقول کی جگہ جو کہ صیغہ مضارع کا ہے۔ قال صیغہ ماضی لایا گیا تا کہ تحقیق واقعہ پر دلالت کرے اور ماضی بمعنی مستقبل قرآن شریف میں بقرینہ سباق وسیاق بہت جگہ آیا ہے۔ چنانچہ ’’اذا الشمس کوّرت ‘‘تفسیر خازن میں ابن عباس سے روایت ہے۔ ’’یکوّر اللّٰہ الشمس والقمر یوم القیامۃ واذا النجوم انکدرت قال الکلبی وعطاء تمطر السماء یومئذ فلا یبقی نجم الا وقع ‘‘اور ایسے ہی اس کے بعد کے کلمات اس سورۂ مبارک کے اگرچہ بصورت ماضی ہیں۔ مگر معنی ان کا مضارع کا ہے۔ دیکھو ’’اذ تبرأ الذین اتبعوا ‘‘میں ماضی تبرأ بمعنی مضارع مستقبل ہے۔ کیونکہ یہ برأت حشر کے دن ہوگی اور حدیث شریف میں بہت جگہ ماضی مضارع کی جگہ آیا ہے۔ (صحیح بخاری شریف ص۳۱۶) میں کتاب المساقات سے دو تین حدیثیں قبل ایک حدیث ہے۔ ابوہریرہؓ کی جس میں استاذن ماضی کا صیغہ بمعنی مضارع یستاذن لیا گیا ہے۔ بقرینہ فیقول اللہ تعالیٰ کی پوری حدیث یہ ہے۔ ’’عن ابی ھریرۃؓ ان النبی ﷺ کان یوما یحدث وعدہ رجل من اھل البادیۃ ان رجلا من اھل الجنۃ استاذن ربہ فی الزرع فقال لہ الست ‘‘اور خود عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حدیث موجود ہے کہ جب دجال عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو پگھل جائے گا۔ جیسا کہ قلعی پگھل جاتی ہے۔ اس حدیث میں صیغہ ماضی کا فرمایا گیا اور مراد اس سے مستقبل ہے۔ وہ عبارت یہ ہے۔ ’’ذاب کما یذوب الرصاص ‘‘صحیح بخاری کتاب الجہاد باب مسح الغبار فی سبیل اللہ میں پہلی حدیث میں جو یہ عبارت ہے۔ ’’ویح عمار تقتلہ الفئۃ الباغیۃ عمار یدعوھم الیٰ اللّٰہ ویدعونہ الیٰ النار ‘‘اس پر (علامہ عینی ج۶ ص۵۵۹) میں فرماتے ہیں۔ ’’العرب تخبر ماالفعل المستقبل عن الماضی اذا عرف المعنی کما تخبر بالماضی عن المستقبل ‘‘کتاب الجہاد باب جوائز الوفد میں ہے۔ ’’فقالوا اھجر رسول اللّٰہ ﷺ ‘‘میں ماضی بمعنی مستقبل ہے۔ ’’ای یھجر من الدنیا واطلق

لفظ الماضی لمارأ وافیه من علامات الهجرة عن دار الفناء اه حاشیه بخاری''

قرآن شریف میں پوری کلام اس مقام کی یہ ہے۔''واذ قال اللّٰہ یعیسیٰ ابن مریم أانت قلت للناس اتحذونی وامی الهین من دون اللّٰہ قال سبحانك ما یکون لی ان اقول مالیس لی بحق ان کنت قلته فقد علمته تعلم ما فی نفسی ولا اعلم مافی نفسك انك انت علام للغیوب ماقلت لهم الا ما امرتنی به ان اعبدواللّٰہ ربی وربکم وکنت علیهم شهیدا مادمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم وانت علیٰ کل شئی شهید ان تعدبهم فانهم عبادك وان تغفرلهم فانك انت العزیز الحکیم وقال اللّٰہ هذا یوم ینفع الصادقین صدقهم لهم جنت تجری من تحتها الانهار خلدین فیها ابدا۰ رضی اللّٰہ عنهم ورضو عنه ذلك الفوز العظیم''

تفسیر خازن میں ہے۔''قوله عزوجل اذقال اللّٰہ یعیسیٰ ابن مریم أانت قلت للناس تحذونی وامی الٰهین من دون اللّٰہ وقال سائر المفسرین انما یقول اللّٰہ له هذا القول یوم القیامة بدلیل قوله یوم یجمع اللّٰہ الرسل وذلك یوم القیمة ''یہاں جب کہ قال کو بمعنی مستقبل لیا تو یہ اعتراض وارد ہوتا تھا کہ:''اذقال اللّٰہ '' میں اذ کی اقتضاء تو یہ ہے کہ مدحودل اس کا ماضی رہے تو جواب دیا کہ اذ بمعنی اذا ہے۔ جواب کی عبارت یہ ہے۔''واجیب عن حرف اذبانها قدتجیی بمعنی اذا کقوله ولوتریٰ اذ فزعوا یعنی اذافزعوا وقال الراجز۰ ثم جزاك اللّٰہ عنی اذجزی۰ جنات عدن فی السموات العلیٰ ''اور مدارک وغیرہ میں بھی ایسا ہی ہے۔''قال اللّٰہ هذا یوم ینفع الصادقین '' کے متعلق ہی خازن میں کہ جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ یہ دن قیامت کے ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام جب کہ روز قیامت کے قبر سے اٹھے گا تو کہے گا۔ یہ جو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف سے قصہ کیا ہے۔''الاما امرتنی به الآیه ''اور تفسیر جلالین میں بھی قال کو بمعنی یقول لیا ہے۔''واذکر اذ قال ای یقول اللّٰہ یعیسیٰ فی یوم القیامة توبیخا لقومه'' کمالین میں ہے۔''فالماضی بمعنی المضارع علیٰ طریق قوله تعالیٰ ونادیٰ اصحب الجنة ''نادیٰ بمعنی ینادی ہے اور امام بخاری کا مذہب بھی یہی ہے کہ آیت کریمہ''اذ قال اللّٰہ یعیسیٰ ابن مریم ''میں قال بمعنی یقول ہے۔ جیسا کہ''فاقول کما قال العبد

الصالح ‘‘میں قال بمعنی یقول ہے اور’’ فلما توفیتنی ‘‘ سے مراد موت ہے۔ مگر وہ موت جو بعد النزول من السماء عیسیٰ علیہ السلام پر وارد ہوگی۔ امام بخاری کتاب التفسیر باب میں’’ قولہ ماجعل اللّٰہ من بحیرۃ ‘‘ کے اذ قال اللہ میں قال کو بمعنی یقول کہتے ہیں۔ مگر وہ اذ کو صلہ یعنی زائد ٹھہراتے ہیں۔ گویا صاف اپنے مذہب کو بیان کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ کی حدیث’’ فاقول کما قال العبد الصالح ‘‘ سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ عبد صالح یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا جواب پہلے ہو چکا ہے اور’’ فلما توفیتنی ‘‘ خبر دیتا ہے کہ عیسیٰ مر چکا ہے۔ بلکہ’’ واذقال اللّٰہ ‘‘ میں قال بمعنی یقول کے ہے اور یہ سوال و جواب قیامت کے دن ہوگا۔ جس کا ثمرہ یہ ہوا کہ:’’ فلما توفیتنی ‘‘ کا تعلق قیامت کے دن سے ہے۔ جیسا کہ درمنثور میں مذکور ہے کہ قتادہؓ سے کسی نے کہا کہ اس آیت کا قصہ کب ہوگا۔ کہا قیامت کے دن اس پر دلیل یہ فرمائی کہ کیا تو نہیں دیکھتا۔ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ یہ تمام باتیں ایسے دن ہوں گی جن میں سچوں کو سچائی نفع دے گی۔’’ ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم ‘‘ حاصل یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ پروردگار جب روز قیامت کے مجھ سے فرمائے گا کہ اے محمد تجھ کو معلوم نہیں کہ تیرے اصحاب یعنی امت کے لوگوں نے کیا کچھ کیا ہے۔ بعد تیرے تو میں اس کے جواب میں بندہ صالح عیسیٰ علیہ السلام کا قول عرض کروں گا کہ:’’ وکنت علیھم شھیدا مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم ‘‘ اور میں ان کا نگران تھا۔ جب تک کہ میں ان کے بیچ تھا۔ پھر جب کہ مار دیا تو نے مجھ کو تو تو ہی ان پر نگہبان رہا۔ اس حدیث میں’’ کما قال العبد الصالح ‘‘ میں قال بمعنی یقول ہے۔ اور فلما توفیتنی سے معنی موت کا ہوا۔ مگر وہ موت جو بعد النزول عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہوگی۔ جس کے سارے اہل اسلام صحابہ کرام سے لے کر آج تک قائل ہیں۔ پس امام بخاری بھی کل امت مرحومہ کی طرح نزول مسیح بن مریم اسرائیلی کا ہی قائل ہے۔ نہ اس کے کسی مثیل کا چنانچہ امام بخاری نے اپنی تاریخ کبیر میں بھی فرمایا ہے۔ جس کو علامہ سیوطی نے تفسیر درمنثور میں ذکر کیا ہے۔ ’’واخرج البخاری فی تاریخہ والطبرانی عن عبداللّٰہ بن سلام قال یدفن عیسیٰ بن مریم مع رسول اللّٰہ ﷺ وصاحبیہ فیکون فبرہ رابعا ‘‘ اب ذرہ بخاری کے محشی امام بدرالدین عینی کی عبارت نقل کرتا ہوں۔’’ باب وکنت علیھم شھیدا ۰ وانہ قال اللّٰہ یا عیسیٰ ابن مریم أانت قلت للناس ۰ مما یخاطب اللّٰہ بہ عبدہ ورسولہ عیسیٰ بن مریم علیھما السلام قائل لہ یوم القیامۃ بحضرۃ من اتخذہ وامہ الھین من دون اللّٰہ تھدید النصاریٰ وتوبیخا وتقریما علی رؤس

الا شهاد ۰ هکذا قال قتادة وغیره ’’امام بخاری کے اس قول‘‘ واذ قال اللّٰہ یقول قال اللّٰہ واذ ھھنا صلة ’’پر عینی فرماتے ہیں۔‘‘ اشار به الیٰ قوله تعالیٰ واذ قال اللّٰہ یاعیسیٰ ابن مریم وان لفظ قال الذی هو ماضٍ بمعنی یقول المضارع لان اللّٰہ تعالیٰ انما یقول هذا القول یوم القیمة وان کلمته اذ صلته ای زائدة وقال الکرمانی لان اذ للماضی وههنا المرادبه المستقبل قلت اختلف المفسرون هنا فقال قتادة هذا خطاب اللّٰہ تعالیٰ لعبده ورسوله عیسیٰ ابن مریم علیهما السلام یوم القیمة توبیخاوتقریعا للنصاری ’’اختلاف فقط اس میں ہے کہ آیات یہ جواب وسوال قیامت کو ہوگا۔ یا وقت آسمان پر جانے کے ہو چکا ہے۔ جیسا کہ عنقریب آئے گا اس سے ثبوت موت فی الحال نہیں اور نہ کسی کو مضر ہے۔ بلکہ اختلاف کی دوسری شق سے تو رفع بجسدہ علیٰ السماء ثابت ہوتا ہے اور علامہ سندی اس پر فرماتے ہیں کہ قال بمعنی یقول ہے اور اذ عبارت میں زائد ہے۔‘‘ قوله واذ قال اللّٰہ ۰ یقول قال اللّٰہ واذ ههنا صلة اعلم ان قوله یقول تفسیر لبیان ان الماضی بمعنی المضارع وقوله قال اللّٰہ لبیان ان اذ زائدة ثم صرح بذلك یقوله واذ ههنا صلة کافه قال قال فی اذ قال اللّٰہ بمعنی یقول واصله قال اللّٰہ واذ زائد واللّٰہ تعالیٰ اعلم انتهی ’’اور امام بخاری نے جو کہ اسی جگہ میں متوفیک کا معنی ابن عباسؓ سے ممیتک لکھا ہے تو اس میں وعدہ موت ہوا۔ بالفعل موت ثابت نہیں ہوتی۔ پروردگار فرماتا ہے کہ اے عیسیٰ میں ہی تجھ کو مارنے والا ہوں نہ یہود، اور اظہار اس امر کا ہے کہ عیسیٰ نہ خدا ہے اور نہ خدا کا بیٹا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے وقت موت میں مارے گا اور جو کہ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں وہ سمجھ جائیں کہ مسیح ابن مریم بھی مثل آنحضرت ﷺ کے اثر موت سے متاثر ہوں گے۔ امام بخاری کا صاف یہی مذہب ہے کہ یہ سوال وجواب حشر کے دن ہوگا۔‘‘ کما یدل علیه قوله تعالیٰ (هذا الیوم ینفع) فلما توفیتنی ’’حکایت ہے وفات بعد النزول سے، اور حدیث فاقول کما قال العبد الصالح میں قال بمعنی یقول ہے۔ اگر امام بخاری کا یہ مذہب نہ ہوتا تو قال کو بمعنی یقول اور اذ کو زائد کہنے اور ہذا یوم ینفع الصادقین صدقہم کے لانے کی کیا وجہ تھی اور موت کو زمانہ ماضی میں کیوں نہ ثابت کرتے۔ خود امام بخاری کا باب نزول عیسیٰ کا باندھنا اور اس کے آنے کو قیامت کی نشانیوں سے ٹھہرانا اور اس زمانے میں ایک سجدہ کا دنیا اور دنیا کے اسباب سے اچھا ہونا اور ان کو رسول اللہ ﷺ کے مقبرہ میں دفن ہونا اور حج اور عمرہ کا احرام باندھنا اور اہل کتاب سے سوائے اسلام کے جزیہ وغیرہ کچھ قبول نہ

کرنا۔ یہ صاف کہہ رہا ہے کہ امام بخاری کا مذہب موافق مذہب کل امت مرحومہ کے ہے۔ بڑا احمق اور اندھا اور گمراہ ہے جو امام بخاری کا مذہب یہ کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مر گئے اور ان کا مثیل آیا۔ ان احادیث وآیات وتفاسیر میں تو عیسیٰ بن مریم اسرائیلی ہی کے دوبارہ زمین پر زندہ باصلہ آنے کی خوشخبری ہے۔ مرزائی لوگ کسی ایک ضعیف حدیث ہی سے ثابت کردیں کہ نزول عیسیٰ سے مراد اس کا مثیل ہے۔ خالی زبانی باتیں بکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام دیوے۔ افسوس کہ مثیل عیسیٰ علیہ السلام ثابت کرتے ہیں۔ مگر موقوف ہونا جزیہ کا یا بہتر ہونا ایک سجدہ کا تمام دنیا سے وغیرہ وغیرہ۔ اب تک کوئی نشان ثابت نہ کر سکے۔ زیادہ تحقیق اس مقام کی جناب فضیلت مآب فاضل گولڑوی کی تصنیفات میں موجود ہے۔ اس میں دیکھو۔

جواب دوم...... اس بناء پر کہ آیت ''اذ قال اللّٰه '' میں اذ زائد نہیں اور قال ماضی بھی اپنے ہی معنی میں ہے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ سے قبل درمیان باری تعالیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام کے یہ جواب وسوال ہو چکا ہے۔ مگر (توفیتنی) فلما توفیتنی میں بمعنی موت نہیں۔ بلکہ بمعنی رفعتنی ہے۔ معنی یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب مجھ سے پروردگار میری امت کی نسبت دریافت فرمائے گا تو میں وہ عرض کروں گا جو کہ بندۂ صالح عیسیٰ علیہ السلام نے بروقت زندہ اٹھ جانے کے آسمان پر عرض کی تھی۔ وہ یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ یا اللہ میں اپنی امت پر نگران تھا۔ جب تک کہ ان میں موجود تھا اور جب کہ اٹھالیا تو نے مجھ کو یا اللہ آسمان پر تو تو خود ہی ان کا نگران تھا۔ قرآن شریف میں اکثر جگہ توفی کا معنی موت یا نیند ہے۔ مگر فلما توفیتنی میں بمعنی موت نہیں بلکہ معنی رفعتنی ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ جب کہ اٹھالیا تو نے مجھ کو یہ معنی بہت کتابوں میں موجود ہے۔ جس میں صاف رفع جسمی مسیح بن مریم کے لئے ثابت ہوتا ہے۔ مگر بہتر یہی ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ ہی کی روایت نقل کردوں تاکہ ملاجی کو گریز کا رستہ نہ ملے۔ کیونکہ ہدایۃ لمہتدی کی اخیر میں کسی ہندوستانی شاعر کی نظم جو ملاجی نے لکھی ہے اس میں خود ابن عباس سے سند لی ہے۔ وہ شعر یہ ہے۔

فرزند عم مصطفیٰ ارشاد فرماتے ہیں کیا
دیکھے جسے ہو شک ذرا کیا ہے بخاری میں رقم

اس فرزند عم مصطفیٰ سے عبداللہ بن عباسؓ مراد ہیں اور ملاجی کے قادیانی نبی نے تو جابجا عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے اور اس کو افقہ الناس لکھا ہے۔ وہی عبداللہ بن عباسؓ نے اگرچہ بخاری میں متوفیک کا معنی ممیتک میں تیرا مارنے والا ہوں۔ لیا ہے جس سے فقط وعدۂ موت ثابت ہوتا ہے۔ مگر فلما توفیتنی کا معنی فلما رفعتنی لیتے ہیں۔ موت کا معنی نہیں لیتے۔ اب امید ہے کہ مرزائی

لوگ ابن عباسؓ کا معنی تو مان ہی لیں گے۔ اپنے نبی کا اتباع کر کے دیکھو۔ تفسیر درمنشور میں فلما توفیتنی کے متعلق رفعتنی کا معنی مروی ہے۔ ’’اخرج ابوالشیخ عن ابن عباسؓ ان تعذبهم فانهم عبادك يقول عبيدك قد استوجبوا العذاب بمقالتهم وان تغفرلهم ای من تركت منهم ومدفی عمره يعنی عيسىٰ عليه السلام حتىٰ اهبط من السماء الىٰ الارض يقتل الدجال فنزلوا عن مقالتهم ووحدوك واقروا انا عبيد وان تغفرلهم حيث رجعوا عن مقالتهم فانك انت العزيز الحكيم ‘‘ درمنثور خیال کیجئے ابن عباسؓ کے قول ومدفی عمرہ کو جس سے واضح طور پر درازی عمر عیسیٰ بن مریم اسرائیلی کی اور اترنا اس کا آسمان سے زمین پر ثابت ہوتا ہے۔

(تفسیر خازن جلد اوّل ص۵۰۹) میں ہے۔ ’’فلما توفيتنى يعنى فلما رفعتنى الىٰ السماء فالمراد به ووفاة الرفع لا الموت ‘‘۸۲ نمبر کی حدیث میں یہ عبارت موجود ہے اور ایسا ہی تفسیر عباس میں فلما توفیتنی کا معنی فلما رفعتنی مذکور ہے اور بخاری کی عینی میں یہ بمعنی بھی نقل کیا ہے۔ ’’وقال السدى هذا الخطاب والجواب فى الدنيا وقال ابن جرير هذا هوالصواب وكان ذلك حين رفعه الىٰ السماء الدنيا‘‘

(تفسیر خازن ص۵۰۷) میں متعلق قول باری تعالیٰ ’’اذ قال الله يا عيسىٰ ابن مريم أانت قلت‘‘ کے ہے۔ ’’اختلف المفسرون فى وقت هذا القول فقال السدى قال الله يعيسىٰ هذا القول حين رفعه الىٰ السماء بدليل ان حرف اذ يكون للماضى‘‘

اور (تفسیر خازن ص۵۰۹) میں ہے۔ ’’وهذا القول موافق لمذهب السدى حيث يقول ان هذه المخاطبة جرت مع عيسىٰ عليه السلام حين رفع الىٰ السماء ‘‘ مگر سدی کا قول جمہور کے مخالف ہے۔ جمہور اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ یہ جواب وسوال بروز قیامت ہوگا۔ اسی عبارت کے بعد مذکور ہے۔ ’’وقال سائر المفسرين انما يقول الله له هذا القول يوم القيمة اما علىٰ قول جمهور المفسرين ان هذا السوال انما يقع يوم القيمة‘‘

ثانی ٹکڑے حدیث کا جواب یہ ہے کہ حاکم نے مستدرک میں عائشہؓ سے اس طور پر روایت کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ایک سو برس تک زندہ رہا اور ہر نبی اپنے ماقبل کے نبی کی نصف عمر پاتا ہے۔ پس پہلے قول کو سب نے نصاریٰ کی طرف منسوب کیا اور حدیث عائشہؓ کو ذکر کر کے حافظ

ابن حجر عسقلانی نے خود غیر معتبر ٹھہرایا اور کہا کہ صحیح یہی ہے کہ عیسیٰ زندہ اٹھایا گیا اور ابن عساکر کی حدیث اس کے بعد نقل کر کے ثابت کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام مدینہ منورہ میں فوت ہوں گے۔ اگر کتب سیر و تواریخ پر بالاستقراء نظر ڈالی جائے تو ہر گز یہ قضیہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر نبی اپنے ماقبل کے نبی کی نصف عمر پاتا ہے اور ظاہر ہے کہ فساد مضمون کا منجملہ علامات وضع حدیث کے ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حدیث موضوع ہے دیکھو اصل حدیث کو، اور حاکم کا مذہب تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کا ۳۳ برس کی عمر میں زندہ آسمان پر چلے جانے کا قائل ہے۔ جیسا کہ درمنشور جلد ثانی ص ۳۶ میں ہے۔ ''واخرج ابن سعد واحمد فی الزھد والحاکم عن سعید بن المسیب قال رفع عیسیٰ ابن ثلث وثلٰثین سنة انتھی '' پھر بی بی عائشہ صدیقہؓ کی طرف جو موضوع حدیث ہے۔ لانے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ مگر یہ حاکم کی تساہل ہے اور حاکم تساہل میں مشہور ہے۔ فتح المغیث شرح الضیة الحدیث میں ہے۔

''وکالمسترك علیٰ تساھل منه فیه بادخاله فیه عدة موضوعات جمله علی تصحیحها اما التعصب لما رمی به من التشیع واما غیره فصلا عن الضعیف وغیره بل یقال ان السبب فی ذلك انه صنفه فی آخر عمره وقد حصلت له غفلة وتغیر اوانه لم تیسرله تحریره وتنقیحه ویدل له ان تساھله فی قدر الخمس الاول منه قلیل جدابالنسبة لباقیه ۰ نعم ھو معروف عند اھل العلم بالتساھل فی التصحیح والمشاھدة تدل علیه '' اور طبرانی میں تو خود یہ موجود ہے کہ بہشت میں لوگ داخل ہوں گے۔ ۳۳ برس کی عمر پر جو کہ میلاد ہے عیسیٰ علیہ السلام کی قبل رفع کے، دیکھو بدور السافرہ ص ۲۷۳ پر کہ طبرانی کی عبارت کو نقل کیا ہے۔ تفسیر درمنشور میں ہے۔ ''اخرج البخاری فی تاریخه والطبرانی عن عبداللّٰه بن سلام قال یدفن عیسیٰ بن مریم مع رسول اللّٰه ﷺ وصاحبیه فیکون قبره رابعاً'' حاکم اور طبرانی دونوں عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ مان رہے ہیں۔ اگر ملاجی حیا ہو تو مان لو اور امام مہدی کے آنے کا بھی امام طبرانی قائل ہے۔ اس نے اس کے اثبات میں حدیث نقل کی ہے۔ جس کے آخر میں کہا ہے۔ رواہ جماعة عن ابی الصدیق حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ امام مہدی ہم اہل بیت سے ہوں گے یا کسی غیر سے، فرمایا حضرت ﷺ نے کہ ہم سے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اس دین کو ختم کرے گا۔ رواہ الطبرانی ورواہ ابونعیم فی الحلیة اور طبرانی نے اور علامات امام مہدی کی بھی بیان کئے ہیں۔ دیکھو رسالہ تیغ کو۔

تیسرے ٹکڑے کا جواب...... اوّل جواب یہ کہ حدیث بعض ناقدین حدیث کے نزدیک غیر ثابت ہے۔کمافی اصول الحدیث دوسرا جواب یہ کہ برتقدیر اس کے ثابت کے مقید بقید فی الارض ہی یعنی حدیث کی تقدیر عبارت یہ ہے۔لوکان موسیٰ وعیسیٰ حیین فی الارض لما وسعهما الااتبّاعی یعنی اگر حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام زندہ ہوتے زمین پر تو ان کو جائز نہ ہوتا مگر میرا اتباع،مگر چونکہ وہ دونوں زندہ فی الارض نہیں ہیں۔لہٰذا اتباع فی الارض اس وقت منتفی ہے۔یعنی دونوں زندہ ہیں۔مگر زندہ زمین پر نہیں ہیں۔موسیٰ علیہ السلام اگرچہ بظاہر فوت ہوگئے ہیں۔مگر انبیاء علیہم السلام بحیات حقیقی عنداللہ زندہ ہیں۔جیسا کہ اور اولیاء اللہ''کما وردان اولیاء اللّٰہ لا یموتون بل ینقلون من دارالفناء الیٰ دار البقاء ''اوران دونوں پیغمبروں کی تخصیص اس لئے کی کہ یہ دونوں نبی آخر کے اولوالعزم ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام بھی اگرچہ زندہ ہے۔ مگر زندہ فی الارض نہیں۔بلکہ آسمان پر زندہ ہے۔جولوگ حدیث کو صحیح مانتے ہیں وہ فی الارض کی قید ضرور لگاتے ہیں۔اگر برہمن بڑیہ کا ملاجی نہ مانے تو اس کے قادیانی مذہب کے جید عالم ثقہ ملقب بہ فاضل محمد احسن امروہی کی کتاب سے ثابت کردوں اور سبحان اللہ غرائبات زمانہ سے ہے کہ مرزائیوں کی زبان سے ایسی بات نکل جاتی ہے۔جس سے جمہور اہل اسلام کی بات مانی جاتی ہے۔ اس محمد احسن امروہی نے اپنی کتاب شمس بازغہ کے صفحہ ۶۰ میں لکھا ہے۔دربارہ اثبات موت عیسیٰ علیہ السلام کے(اور یہی آیت قرینہ ہے حدیث''لوکان موسیٰ وعیسیٰ حییّن ''جس کی صحت صاحب فتوحات کو مسلم ہے۔حیات سے حیات فی الارض مراد لینے پر)

اقول...... چونکہ فتوحات ہی میں حیات مسیح کی تصریح کئی مقامات پر کردی ہے۔جیسا کہ کچھ گزرا اور اب بھی بیان ہوگا۔لہٰذا یہ حدیث صاحب فتوحات وغیرہ اہل اسلام کو جو متفق ہیں۔ حیات مسیح پر مضر نہیں۔کیونکہ جب کہ صاحب فتوحات نے حدیث مذکور میں لفظ حییّن کو مقیدّ بحیوۃ فی الارض ٹھہرایا تو بمقتضی کلمہ لو کے اتباع موسیٰ وعیسیٰ علیہ السلام کا شرع محمدی کے لئے منتفی ہوا۔اس لئے کہ موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام زندہ فی الارض نہیں تو حدیث مذکور سے صرف یہی مفہوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام بوقت بولنے آنحضرت ﷺ کے اس حدیث کو زندہ زمین پر موجود نہ تھے۔اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آسمان پر بھی زندہ نہ ہوں۔تفسیر ابن کثیر میں اس حدیث کا یہی معنی لیا ہے جو بیان ہوا۔کیونکہ اس تفسیر میں عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانا اس خاکی بدن کے ساتھ واضح ثابت کیا ہے۔دیکھو حدیث ۳۹ کو اور ۳۷ کے بعد کی عبارت کو اور شیخ اکبر نے فتوحات کے ۳۶ باب میں

ابن عمرؓ کی حدیث مرفوع جس میں نضلہ انصاری کا ذکر ہے۔ حیات مسیح کو صاف ثابت کیا ہے اور بڑی قوت سے کہ جس سے چار ہزار اصحابی کا اجماع حیات مسیح پر ثابت ہوا ہے اور اس حدیث سے اوّل ۳ سطر پر فرمایا کہ ہمارے موجودہ زمانے میں ایک جماعت زندہ ہے۔ عیسیٰ اور الیاس کے اصحاب میں سے۔ ''وفی زماننا الیوم جماعت احیاء من اصحاب عیسیٰ والیاس'' اور فتوحات کے باب ۳۶۷ میں حدیث معراج میں لکھتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے آسمان میں تو عیسیٰ علیہ السلام اپنے بدن اصلی کے ساتھ وہاں تھا۔ کیونکہ وہ اب تک مرا نہیں۔ اٹھا لیا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے اس آسمان کی طرف اور اس میں اس کو ٹھہرایا ہے اور اس آسمان میں اللہ تعالیٰ نے اس کو حاکم بنایا ہے اور وہ ہمارے اوّل مرشد ہے کہ جس کے ہاتھ پر ہم نے رجوع کیا ہے اور اس کو ہمارے حال پر بڑی عنایت ہے۔ ہم سے ایک ساعت بھی غافل نہیں رہتا۔ عبارت ہے: ''فلما دخل اذا بعیسیٰ علیه السلام بجسده عینه فانه لم یمت الیٰ الآن بل رفعه الله الیٰ هذا السماء واسکنه بها وحکمه فیها وهو شیخنا الاوّل الاول رجعنا علیٰ یدیه وله بنا عنایة عظیمة لا یغفل عنا ساعة واحدة'' اسی فتوحات کے باب ۵۷۵ میں ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی کرامت میں سے ہے کہ پروردگار نے ان کی امت سے رسول کئے۔ پھر خاص کیا رسولوں سے اس کو جس کی نسبت انسان سے بعید تھی۔ پس نصف اس کا ہوا انسان اور دوسرا نصف اس کا ہوا روح پاک فرشتہ۔ کیونکہ جبرئیل علیہ السلام نے ہبہ کیا۔ اس کو یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو بی بی مریم کے لئے مبشر کر کے اور اٹھا لیا اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف۔ پھر اس کو اتارے گا درحالیکہ وہ پروردگار کا ولی ہوگا۔ خاتم الاولیا ہوگا۔ آخر زمانہ میں حکم کرے گا۔ محمد ﷺ کی امت میں ان کے شرع کے ساتھ عبارت یہ ہے۔ ''اعلم وفقنا الله وایاك ان من کرامته محمد ﷺ علیٰ ربه ان جعل من امته رسلا ثم انه اختص من الرسل من بعدن نسبة من البشر فکان نصفه بشر اونصفه الآخر روحا مطهر املکا لان جبرئیل علیه السلام وهبه لمریم علیها السلام بشرا سویا رفعه الله الیه ثم ینزله ولیا، خاتم الاولیاء فی آخر الزمان یحکم بشرع محمد ﷺ فی امة'' فتوحات کے ص ۳۷ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باقی رکھا ہے۔ بعد رسول اللہ ﷺ کے تین رسولوں کو ان کے جسموں کے ساتھ اس دار دنیا میں اور باقی رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاس اور حضرت خواجہ خضر علیہما السلام کو اور یہ دونوں پیغمبروں میں سے ہیں اور نزول عیسیٰ

علیہ السلام کا مسئلہ اجماعی ہونا ثابت فرمایا۔ اسی باب ۳۷ میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے میں کوئی خلاف ہی نہیں۔ وہ قیامت کے قریب نازل ہوں گے۔ ’’وانہ لاخلاف انہ ینزل فی آخر الزمان ‘‘ اور فتوحات کے باب ۳۶۷ میں ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام اب تک نہیں مرا۔ بلکہ اس کو اٹھالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آسمانوں کی طرف ’’فانہ لم یمت الیٰ الان بل رفعہ اللّٰہ الیہ الیٰ ھذا السماء ‘‘ اسی شیخ اکبر نے فتوحات میں اور بھی کئی جگہ تصریح کر دی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اب تک آسمانوں میں زندہ ہیں۔ جیسے کہ الیاس اور خضر علیہ السلام برہمن بڑیہ کے ملاجی نے فتوحات کو شاید کہ دیکھا نہیں ہے۔ فقط کسی مرزائی غلط نویس دھوکہ باز، ابلہ فریب کے کسی رسالہ کی بے سروپا عبارت کو دیکھ کر فتوحات کا نام لے لیا۔ ملاجی نے جانا کہ فتوحات نایاب ہے۔ کسی کے پاس نہ ہوگی۔ حوالہ دے کر جاہلوں میں نام کرلوں گا اور تفسیر ابن کثیر کی عبارت مفصل قبل اس سے گذر چکی ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے اس جسم عنصری کے ساتھ مقر ہیں اور اسی کے مثبت اور مدعی ہیں۔ پس مرزائیوں کی بات کذب ثابت ہوئی۔ ’’فلعنۃ اللّٰہ علیٰ الکاذبین ‘‘ اور الیواقیت والجواہر کی عبارت اگر ملاجی لکھتے تو اس کا جواب بھی اسی طور سے دنداں شکن دیا جاتا۔ یہ حوالہ بھی ملاجی کا بفضلہٖ تعالیٰ دھوکہ کی ٹٹی ہے اور قولہ وغیرہ وغیرہ اقوال اگر ملاجی کتاب کا نام بجائے وغیرہ وغیرہ کے لکھتا تو ہم ان کتابوں کو دیکھ کر اس کا رد دیتے۔ مگر یہ ملاجی کی محض مکاری اور ابلہ فریبی ہے۔ بعضے بے علم لوگ ایسے ہی کاذب حوالہ دے دیا کرتے ہیں۔ یہ ان کی بے علمی کا ایک قسم کا پردہ ہوا کرتا ہے۔

بیت نہیں کھلتا ہے کوئی بھید تیری اس وغیرہ کا
یہی پردہ ہے بے علمی کا ننوا چنوا خیرا کا

قولہ...... اور مدت دراز سے مخالف مولویوں کو اشتہار دیا گیا ہے کہ اگر کسی قسم کی بھی اگرچہ موضوع ہو ایک حدیث یہ لوگ کسی کتاب حدیث سے نکال کر دکھا سکیں۔ جس میں صریح مذکور ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسم عنصری (یعنی خاکی) آسمان میں چلے گئے تھے اور اب تک وہ زندہ ہیں اور پھر وہ کسی وقت اس دنیا میں رجوع کریں گے۔ تب ان کو بیس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ مگر آج تک میں رجوع کریں گے تب ان کو بیس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ مگر آج تک کسی سے نہ ہوسکا کہ اس انعام کو حاصل کرنے کی جرأت کرسکے۔ چہ جائیکہ حاصل کر لیوے۔

(ہدایۃ المہتدی ص ۷)

اقول...... کیسا صاف جھوٹ بولا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے کاذبوں دروغگوؤں پر بلکہ مدت دراز سے مرزا کے دعویٰ باطل کی ابتداء ہی سے صدہا کتابیں صدہا رسالہ جات مرزا کی تردید میں چھپ چکے اور بکثرت صحیح احادیث اس امر کی دکھائی گئیں۔ مگر منکروں نے اپنے آپ کو صاف اندھا کرلیا۔ انبیاء علیہم السلام سے منکر لوگ معجزات دیکھا کرتے تھے اور پھر انکار کرجایا کرتے تھے۔ ملک پنجاب و ہندوسندھ وخراسان وغیرہا ملکوں میں تو روز روشن سے زیادہ روشن ہے کہ قادیانی صحیح احادیث اور کتب احادیث کو نہیں مانتا اور بارہا بحث معین کر کے فرار کرگیا۔ مگر ملا عبدالواحد برہمن بڑیہ کا جانتا ہے کہ بنگالہ میں قادیانی کی کفر اور فرار اور بے علمی کے بارہ میں شہرت نہیں ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو دھوکہ اور فریب دینے کے لئے ایسا بک دیا۔ اب اگر اس کا ایمان رواجی ہے اور اپنی بات کی کچھ قدر غیرت بھی ہے تو میں اس طفل مکتب کو چند احادیث اس امر کی بتاتا ہوں۔ جن سے اس کی جہالت کا پردہ کھل جائے۔ اب دل کے کانوں کا پردہ کھول کر ملا جی سنو اور بیس ہزاروں کی فکر کرو۔ ورنہ منافقانہ کلام سے توبہ کرو۔ تفسیر ابن کثیر کی عربی عبارت کا مطلب بیان کرتا ہوں۔

حدیث:۱...... حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ [۱] نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانا چاہا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے مکان کے چشمہ سے باہر نکل کر آئے۔ اس حال میں کہ آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ بارہ حواریوں کے پاس آئے اور فرمایا کہ بے شک تم میں سے ایک شخص مجھ پر ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ کافر ہوگا۔ بعد ازاں فرمایا کہ کون شخص ہے تم میں سے جس پر میری شباہت ڈالی جاوے اور وہ میری جگہ مقتول ہو اور میرے ساتھ میرے درجہ میں بہشت کے اندر رہے۔ پس ایک نوجوان شخص نے کھڑے ہوکر عرض کی کہ میں ہوں یارسول اللہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو فرمایا کہ بیٹھ جا اور آپ نے دوبارہ پھر اسی لفظ کا اعادہ فرمایا۔ پھر وہی شخص کھڑا ہوا غرض چوتھی مرتبہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو ہی وہ شخص ہے۔ پھر وہی شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت اس پر ڈالی گئی۔ یعنی بعینہ مثل عیسیٰ علیہ السلام کے ہر ایک چیز میں ہوگیا۔ باذن پروردگار اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشندان سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ بعد ازاں یہود کے جاسوس آئے اور اس شبیہ کو پکڑا اور اس کو حضرت عیسیٰ جان کر سولی پر قتل کردیا اور یہ اسناد صحیح ہے۔

---

[۱] حواریوں کے معنی مددگار ہیں۔ ان میں اختلاف ہے کہ کون لوگ تھے۔ بعض علماء نے کہا کہ مچھلی پکڑنے والے لوگ تھے۔ بعض نے کہا کہ رنگریز یعنی دھوبی لوگ تھے اور بعض نے کہا کہ امیر لوگ تھے۔ کتاب السبعیات

ابن عباس کی طرف’’قال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن سنان حدثنا ابومعاویة عن الاعمش عن المنهال بن عمر وعن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال لما اراد اللّٰه تعالیٰ ان یرفع عیسیٰ الیٰ السماء خرج علی اصحابه وفی البیت اثنا عشر رجلا من الحوارین یعنی فخرج علیهم من عین فی البیت ورأسه یقطرماء فقال ان منکم من یکفر بی اثنیٰ عشره مرة بعد ان آمن بی قال ثم قال ایکم یلقی علیه شبهی فیقتل مکانی ویکون معی فی درجتی فقام شاب من احدثهم سنا فقال له اجلس ثم اعاد علیهم فقام ذلك الشاب فقال انا فقال هوانت ذاك فالقی علیه شبه عیسیٰ ورفع عیسیٰ من روزنة فی البیت الیٰ السماء قال وجاء الطلب من الیهود فاخذوا الشبه فقتلوه ثم صلبوه بعضهم اثنی عشرمرة بعد ان اٰمن به وافترقوا ثلث فرق فقاله کان اللّٰه فینا ماشاء ثم صعد الیٰ السماء وهولاء الیعقوبیة وقال فرقة کان فینا ابن اللّٰه ماشاء ثم رفعه اللّٰه الیه وهؤلا المسلمون فتظاهرت الکافرفان علیٰ المسلمة فقتلوها فلم یزل الاسلام طامساحتی بعث اللّٰه محمدﷺ (تفسیر ابن کثیر) ’’اورروایت کیا ہے اس حدیث کونسائی نے بھی ابی کریب سے اورانہوں نے ابی معاویہ سے مثل طریق مذکور کے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ بہت علمائے متقدمین نے۔

۲...... اور روایت کیا بن حمید اور ابن مردویہ اور ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت مجاہدؒ سے کہ یہودیوں نے دار پر چڑھایا عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ کو اس حال میں کہ گمان کرتے تھے اس شبیہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حالانکہ حضرت عیسیٰ السلام کو پروردگار نے زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ درمنثور

۳...... حضرت قتادہؒ تابعی حضرت انسؓ سے روایت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے پر فخر کرتے تھے۔ مگر ان کا گمان غلط ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور ان کی شبیہ ایک شخص پر ڈالی گئی اور وہی قتل کیا گیا۔ درمنثور!

۴...... روایت کیا ہے ابن جریر نے سدی تابعی سے جو شاگرد ہے ابن عباسؓ کا

کہ فرمایا سدی نے محاصرہ کیا یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کا مع ان کے مددگاروں کے ایک مکان میں پس عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ایک شخص پر ڈالی گئی۔ یہود نے اس شخص کو قتل کر ڈالا اور عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چلے گئے۔ یہ مضمون ہے پروردگار کے اس قول پاک کا۔''ومکروا ومکر اللّٰہ واللّٰہ خیر الماکرین''یعنی یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے کا حیلہ اور مکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے مکر کی سزا دی اور اللہ تعالیٰ عمدہ سزا دینے والوں سے ہے۔

۵...... ''واخرج ابن جریر عن مالك وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته قال ذلك عند نزول عيسىٰ ابن مريم ولا يبقى احد من اهل الكتاب الا آمن به''نزول سے مراد نزول من السماء ہی ہے۔ کیونکہ اس کے غیر میں آسمانوں پر جانا جابجا مذکور ہے اور قرینہ دوسرے معنی کے ہونے کا موجود ہے۔ جس کو اس جگہ معنی غیر نزول سے دھوکہ لگا ہے اور نزول من السماء مراد نہیں لیتا۔ وہ پورا جاہل ہے۔

۶...... اخراج کیا عبد بن حمید اور ابن المنذر نے شہر بن حوشب سے کہ روایت ہے محمد بن علی بن ابی طالب سے آیت مذکور کی تفسیر میں کہ ہر ایک اہل کتاب کو ملائکہ منہ اور چوتڑ پر ماریں گے اور کہیں گے کہ تم جھوٹ بولے تھے کہ مسیح خدا ہے۔ بلکہ عیسیٰ علیہ السلام تو روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہے۔ وہ فوت نہیں ہوئے اور اٹھائے گئے ہیں۔ آسمانوں پر پھر نازل ہوں گے قیامت سے آگے پس کل اہل کتاب ایمان لائیں گے۔ ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قبل موت عیسیٰ علیہ السلام کے۔

۷...... اور انہیں محمد بن حنفیہ یعنی محمد بن علی بن ابی طالب سے پوری مفصل روایت ہے۔ جن کے آخر میں یہ بیان ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے مددگاروں میں سے ایک شخص عیسیٰ علیہ السلام کی صورت پر بدل گیا اور ایک دریچہ چھت سے آسمان کی طرف ظاہر ہوگیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو اونگھ آئی۔ یعنی مقدمہ نوم جو کہ پوری نیند آنے سے پہلے آنکھیں نیم بند سی ہوکر بدن میں سستی آجایا کرتی ہے۔ پس اٹھائے گئے عیسیٰ علیہ السلام بطرف آسمان کے اور یہی معنی ہیں باری تعالیٰ کے قول کے۔''یعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ''اے عیسیٰ میں تجھ کو نیند لاکر اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ وفات کا معنی وہ بھی ہے کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو مارنے والا ہوں۔ یعنی موت دینے والا ہوں اور یہ معنی بھی درست ہیں کہ میں تجھ کو اس وقت اونگھ دینے والا ہوں۔

۸...... ابن جریر نے جو حدیث امام حسن سے روایت کی ہے بواسطہ ابو رجا اور ابن

علیہ اور یعقوب کے اس میں یہ جملہ بھی ہے۔ ’’واللّٰہ انہ لحی الان عنداللّٰہ ولکن اذا نزل اٰمنوا بہ اجمعون ‘‘یعنی قسم ہے پروردگار کی کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام اب اس وقت زندہ ہیں۔ باری تعالیٰ کے پاس اور جب اتریں گے ان پر ایمان لائیں گے بدکار اور نیک۔

۹...... اور ایسا ہی ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے اور وہ علی بن عثمان لاحقی سے وہ جویریہ بن بشیر سے روایت کرتے ہیں اور اس وحی اور زندہ رہنے سے زندہ رہنا روحانی مراد نہیں۔ کیونکہ وہ تو ہر نبی اور اصحابی اور ہر مؤمن کے لئے ثابت ہے۔ اس پر قسم کھانا کیا ضرورت ہے اور نہ وہ جائے تعجب ہے۔ بلکہ مراد اس سے ثابت کرنا اس امر کا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جسمانی حیات سے زندہ ہیں۔ قسم کھا کر اور حروف تاکید سے وہی امر بیان کیا جاتا ہے جو کہ عقل میں ذرہ بعید معلوم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حرف قسم اور ان تحقیقیہ اور لام تاکیدیہ سے بیان کرنا حیات جسمانی ہی مراد ہے۔ ’’ولعمری ھذا ظاھر لمن ادنیٰ درایۃ‘‘

۱۰...... اور امام بخاری نے اپنی بخاری میں ذکر الانبیاء میں ابو ہریرہؓ سے بھی اترنا آسمان سے ذکر فرمایا ہے۔

۱۱،۱۲...... اور امام مسلمؒ اور امام احمدؒ نے بھی ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے البتہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام حج اور عمرہ کی نیت باندھیں گے۔ روحاء کی وادی میں۔

۱۳...... امام احمدؒ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام دجال کو لد کے دروازہ پر قتل کرے گا۔

۱۴...... اوزاعی نے زہری سے بطریق مجمع بن حاریہ اور امام ترمذی نے قتیبہ سے اور عمران بن حصین اور نافع بن عینیہ اور ابو ہریرہؓ اور حذیفہ بن اسید اور ابو ہریرہؓ اور کیسان اور عثمان بن ابی العاص اور جابر اور ابوامام اور ابن مسعود اور عبداللہ بن عمر اور سمرہ بن جندب اور نواس بن سمعان اور عمرو بن عوف اور حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے حدیثیں آچکی ہیں کہ قبل از قیامت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام دجال کو قریہ لد کے دروازہ پر قتل کریں گے۔ ان سب احادیث میں عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا ذکر موجود ہے۔ ’’اوماء الیٰ ذلک کلہ الامام الترمذی‘‘

۳۱...... امام احمد نے سفیانؒ سے حدیث بیان کی ہے اور اس میں قیامت کے علامات شمار کئے اور عیسیٰ علیہ السلام کا آنا آسمانوں سے بھی ذکر فرمایا ہے۔

۳۲...... اور امام مسلم نے عبدالعزیز کی روایت سے بھی ایسا ہی بیان فرمایا ہے۔

۳۳...... حیات الحیوان میں ابوداؤد سے ایک حدیث مفصل بیان کی۔ جس میں آثار حشر ذکر کر کے تصریح کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بطرف زمین کے نازل ہوئیں گے۔ پس اس سے لزوماً بھی معلوم ہوگیا کہ آسمان ہی سے بطرف زمین کے نازل ہوئیں گے اور اگر آسمان سے مراد نہ لیا جائے تو الیٰ الارض کا لفظ بے معنی ہو جاتا ہے۔

۳۴...... اور اخراج کیا امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور براتی نے عبداللہ بن سلام سے کہ دفن کئے جائیں گے عیسیٰ علیہ السلام ساتھ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر اور عمر بن خطابؓ کے۔ پس ان کی قبر چوتھی ہوگی اور عبارت یہ ہے۔''یدفن عیسیٰ بن مریم مع رسول اللہ ﷺ وصاحبیه فیکون قبره رابعاً ''آہ! امام ترمذی نے فرمایا:''عن محمد بن یوسف بن عبداللّٰہ بن سلام عن ابیه عن جده قال مکتوب فی التوراة صفة محمد وعیسیٰ ابن مریم یدفن معه (درمنثور) ''اور حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گے۔ اگر اجازت ہو تو میں آپ کے پاس مدفون ہوں۔ پس فرمایا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے کہ میرے پاس تو ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے سوا جگہ نہیں ہے۔''عن عائشةؓ قالت قلت یا رسول اللّٰہ انی اری ان اعیش بعدك فتاذن لی ادفن الیٰ جنبك فقال وانی بذلك الموضع مافیه الاموضع قبری وقبر ابی بکرؓ وعمرؓ وعیسیٰ علیه السلام ابن مریم''

پس یہ حدیث مرسل ہوئی اور مرسل حدیث نزدیک جمہور علماء کے حجت ہے۔ شرح نخبۃ الفکر میں ہے۔''قال جمهور العلماء المرسل حجته مطلقاً بناء علیٰ الظاهر وحسن ظن به انه مایروی حدیثه الاعن الصحابی انما حذفه بسبب من الاسباب کما اذا کان یروی الحدیث عن جماعة من الصحابة لما ذکر عن الحسن البصری انه قال انما اطلقه اذاسمعته من السبعین من الصحابة وکان قد یخذف اسم علی ایضا بالخصوص لخوف الفتنة''

یعنی امام حسن بصری صاحب فرماتے ہیں کہ میں جب صحابی کو چھوڑ کر قال رسول اللہ کہتا ہوں کہ اس حدیث کو ستر صحابی سے سن لیتا ہوں اور امام حسن بصریؒ کی تو خود مرزا نے اپنی کتابوں میں بارہا وصف بھی کی ہے۔ ضرور ہی مرزائی لوگ تسلیم کریں گے اور شیخ شہاب الدین

سہروردی نے عوارف کی ششم فصل میں لکھا ہے کہ امام حسن بصری نے فرمایا کہ میں نے ستر صحابی بدری کی ملاقات کی ہے۔ان کا لباس صوف کا تھا۔

۳۵...... اور روایت کیا حدیث کو امام ابن جوزی نے اپنی کتاب وفاء میں عبداللہ بن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اتریں گے عیسیٰ بن مریم آسمان سے پس نکاح کریں گے اور صاحب اولاد ہوں گے اور مدفون ہوں گے ساتھ میرے۔پس کھڑے ہوں گے ہم دونوں ایک قبر سے (یعنی ایک مقبرے سے) درمیان ابوبکرؓ اور عمرؓ کے۔

۳۶...... عینی بخاری میں بھی ایسا ہی ہے۔

۳۷...... محقق ابن جرزی نے بھی ایسا ہی فرمایا۔

۳۸...... ابونعیم نے کتاب الفتن میں ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے آکر زمین پر موسیٰ علیہ السلام کی سسرال میں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں نکاح کریں گے اور وہ لوگ جذامی ہوں گے۔پس ان کی اولاد ہوگی۔پھر فوت ہوجائیں گے اور دفن ہوں گے رسول اللہ ﷺ کی قبر کے قریب۔

۳۹...... تفسیر خازن اور درمنثور اور ابن کثیر اور مسند امام احمد میں ہے کہ شب قیامت کے قائم ہونے کے بارہ میں کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اس کا معین وقت تو میں نہیں بتاسکتا۔مگر میرے ساتھ میرے رب نے وعدہ کیا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی۔جب تک تو زمین پر اتر کر قوم یاجوج ماجوج اور دجال کو ہلاک نہ کرلے گا۔

۴۰...... اور اس حدیث کو ابن ماجہ نے بھی ذکر کیا ہے۔دوسری اسناد سے۔

۴۱...... امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا:''الاوّل معنی قوله تعالیٰ انی متوفیك ای انی متم عمرك فحینئذا توفاك فلا اترکهم حتیٰ یقتلوك بل انارافعك الیٰ سمائ ومقربك بملائکتی واصونك من ان یتمکنوا من قتلك وهذا تاویل حسن اقول لا نه لیس فیه دلالة علیٰ الوفاة بمعنی الموت واتمام العمر وقت الرفع بل فیه اظهار ان الرفع قبل اتمام العمر وهذا لا یحفی علیٰ اولیٰ النهی ۰ وقد ثبت بالدلیل انه حی وورد الخبر عن النبی ﷺ انه سینزل ویقتل الدجال ثم انه تعالیٰ یتوفاه بعد ذلك''

۴۳...... حضرت شیخ امام اجل ابونصر محمد بن عبدالرحمٰن ہمدانی نے اپنی کتاب سبعیات میں فرمایا کہ یوم السبت یعنی سنیچر کے روز سات شخصوں نے مکر کیا ہے۔سات شخصوں کے

ساتھ نوح علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر، صالح علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر، یوسف علیہ السلام سے ان کے بھائیوں کا مکر، موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر، عیسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم کا مکر، قریش کے سرداروں کا مکر حضرت رسول اللہ ﷺ سے، بنی اسرائیل کی قوم کا مکر، پروردگار کے منع کرنے کے ساتھ شکار کرنے سے بروز سنیچر کے یعنی شنبہ کے روز، اور بیان کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم کے مکر کے سبب سے پروردگار نے بواسطہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آسمان پر بلا لیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک شخص پر شباہت ڈالی گئی۔ جس کا نام اشبوع تھا اور وجہ قتل کرنے کی یہ تھی کہ عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ بیماروں اندھوں جذامیوں کو ہڑیوں کو لنگڑوں کو بحکم پروردگار اچھا کر دیتے تھے اور یہود اس کو برا جان کر اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کی بے قدری اور ذلت جانتے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کے اس معجزے کو سحر اور جادو کہتے تھے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کی دعاء سے ان یہودیوں کی صورتیں خنزیر اور بندر کی مثل ہوگئیں۔ یہ قصہ مفصل دیکھو میری کتاب تیغ میں، امام بدرالدین عینی نے بخاری کی شرح جلد گیارھویں ص۱۷۳ میں فرمایا: ’’وان عیسیٰ یقتلہ بعد ان ینزل من السماء فیحکم بشریعة المحمدیه ‘‘یعنی دجال کی باتوں میں سے ایک یہ بات ہے کہ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے۔ آسمان سے نازل ہونے کے بعد پس حکم کریں گے۔ ساتھ شریعت محمدی ﷺ کے۔

۴۴...... ابوداؤد طیالسی نے قیامت کے علامات کا بیان کیا اور کہا کہ خانہ کعبہ کو حبشی لوگ خراب کریں گے کہ اس کے بعد آباد نہ ہوگا اور خانہ کعبہ سے خزانہ نکالیں گے اور امام حلیمی نے فرمایا کہ یہ واقعہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوگا۔

۴۵...... امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے بعد خانہ کعبہ خراب کیا جائے گا۔ گویا کہ زمانہ عیسیٰ علیہ السلام سے مراد ان کی موت کے بعد کا زمانہ ہے۔

۴۶...... (عینی بخاری ج۲ ص۲۰۱) میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گھوڑے پر جس کا نام براق ہے سوار ہو کر آسمان پر تشریف لے گئے اور اسی براق پر رسول اللہ ﷺ بھی سوار ہوئے تھے۔

۴۷...... (عینی بخاری ج۲ ص۲۰۷) میں ہے کہ شب معراج میں آسمان پر جب کہ رسول اللہ ﷺ کی انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مع ان کے جسم کے دیکھا۔ جیسا کہ دنیا میں زندہ رہتے تھے۔

۴۸...... ابوعمرو الدارانی نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ میری امت سے ایک قوم حق پر اس قدر لڑے گی کہ عیسیٰ علیہ السلام اتر آئیں گے آسمانوں سے۔

۴۹...... (تفسیر روح البیان ج۱ص۵۱۴) میں ہے۔’’وفی الحدیث ان المسیح یجیئ فمن لقیه فلیقرئه منی السلام‘‘یعنی حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تحقیق عیسیٰ علیہ السلام آنے والا ہے۔پس تم میں سے جو کوئی ان سے ملاقات کرے تو میرا اسلام ان سے کہہ دے۔

۵۰...... (تفسیر ابن جریر) میں ہے۔’’حدثنا ابن بشار حدثنا عبدالرحمن عن سفیان عن ابی حصین عن سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته قال قبل موت عیسیٰ ابن مریم علیهما السلام‘‘

۵۱،۵۲،۵۳...... ’’وقال العوفی عن ابن عباسؓ مثل ذلك قال ابومالك فی قوله الالیؤمنن به قبل موته قال ذلك عند نزول عیسیٰ ابن مریم لایبقی احد من اهل الکتاب الالیؤمنن به وقال ابن جریر حدثنی یعقوب حدثنا ابن علیة حدثنا ابورجاء عن الحسن وان من اهل الکتاب الالیؤمنن به قبل موته قال قبل موت عیسیٰ علیه السلام والله انه لحی الآن عندالله ولکن اذا نزل آمنوا به اجمعون‘‘

۵۴...... ’’وقال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا علیٰ بن عثمان الاحقی حدثنا جویریة بن بشر قال سمعت رجلا قال للحسن یا اباسعید قول الله عزوجل وان من اهل الکتاب الالیؤمنن وقال قبل موته عیسیٰ علیه السلام ان الله رفع الیه عیسیٰ وهو باعثه قبل یوم القیمة مقاماً یؤمن به البر والفاجر آه وهکذا قال عبدالرحمن بن زید بن اسلم‘‘

۵۵...... خروج اور ظاہر ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کی علامات سے ایک بڑی علامت ہے۔تفسیر درمنثور میں ہے۔’’اخرج الفریابی وسعید بن منصور وسدی وعبد بن حمید وابن ابی حاتم والطبرانی من طرق عن ابن عباسؓ فی قوله تعالیٰ وانه لعلم الساعة قال خروج عیسیٰ قبل یوم القیمة‘‘

۵۶...... ’’واخرج عبد بن حمید عن ابی هریرةؓ وانه لعلم للسّاعة قال خروج عیسیٰ ممکثافی الارض اربعین سنة یحج ویعمر‘‘

۵۷...... ’’واخرج عبدبن حمید وابن جریر عن مجاھدؒ وانه لعلم للساعة قال آیة للساعة خروج عیسیٰ ابن مریم قبل یوم القیمة‘‘

۵۸،۵۹...... ’’واخرج عبد بن حمید وابن جریر عن الحسنؒ تفسیر قوله تعالیٰ وانه لعلم للساعة قال نزول عیسیٰ‘‘

۶۰...... ’’واخرج ابن جریر عن طرق عن ابن عباسؓ فی تفسیر قوله تعالیٰ وانه لعلم للساعة قال نزول عیسیٰ علیه السلام‘‘

ان سب عبارتوں میں واضح ہے کہ آنا عیسیٰ علیہ السلام کا نشانی ہے قیامت کی۔

۶۱،۶۲،۶۳،۶۴،۶۵،۶۶...... امام احمد نے ابن عباسؓ سے، ابوالعالیہؒ اور ابو مالکؒ اور عکرمہ اور قتادہ اور ضحاک سے سب سے عیسیٰ بن مریم کے تشریف لانے کی احادیث وارد ہیں۔

۶۷،۶۸،۶۹،۷۰،۷۱،۷۲...... ایسا ہی عبداللہ بن مسعود اور ابوامامہ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص اور ابوشریحہ اور عائشہ صدیقہؓ اور انسؓ سے ذکر نزول اور قتل دجال اور آنا عیسیٰ علیہ السلام کا قبل یوم قیامت کے بہت واضح مذکور ہے۔

غرض کہ عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ زمین پر آنے میں احادیث متواترہ موجود ہیں۔ سب کا ذکر کرنا بہت مشکل امر ہے اور دیکھنے والا بھی ساری کتاب کو دیکھنے کی ہمت نہیں کرتا۔ چنانچہ امام ابن کثیر نے آخر میں فرمادیا۔’’قد تواترت الاحادیث عن رسول اللہ ﷺ انه اخبر بنزول عیسیٰ علیه السلام قبل یوم القیمة اماما عادلا‘‘ احادیث وآثار دربارہ مرفوع ہونے جسم مسیح کے اور نزول ان کے کے من السماء سوائے مذکورات کے اور بھی بکثرت ہیں۔ تفسیر درمنثورا اور ابن کثیر وابن جریر وکنز العمال ومسند امام احمد صاحب کو ملاحظہ کیا جاوے۔ ہر ایک عورت مرد جس کو ذرہ بھی فکر ایمان ہے جان سکتا ہے کہ ان تفاسیر واحادیث میں نزول بمعنی آنے کے ہے آسمان سے، کیونکہ نزول مسیح کا جو مستلزم رفع کو ہے سب میں اتفاقی ہے اور لفظ بعث اور خروج سب کا یہی مطلب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جو حضرت مریم علیہا السلام کا بیٹا ہے وہی تشریف لائے گا اور وہی دجال کو قتل کرے گا اور وہی ساری باتیں کرے گا جو اس کے متعلق ہیں۔

ان عبارتوں میں یہ تو کہیں نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ میں اس کا ایک ہم مثل آئے گا ملک پنجاب موضع قادیان سے، اگر مثیل مراد تھا تو کیوں کسی عبارت میں کسی تفسیر کسی حدیث میں اس کا ذکر نہ آیا۔ قادیانی لوگ قیامت تک بھی ایک آیت یا ایک حدیث اگرچہ موضوع

ہو یا ایک کوئی کتاب تفسیر یا فقہ یا اصول یا علم تصوف کی کہیں نہ دکھا سکیں گے کہ مراد رسول اللہ ﷺ کی عیسیٰ بن مریم کے نزول سے مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ ہم نے اس قدر آیات واحادیث وتفاسیر واقوال ائمہ عظام دکھا دیئے۔ مرزائی لوگ ایک ہی دکھا دیں کہ جس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کا ہم مثل مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ افسوس کہ دیگر علماء سے اتنے بڑے مطالبے اور خود ایک کتاب کے دکھانے پر قدرت نہیں۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کا مثیل مراد ہے تو آسمان پر اس مکان میں عیسیٰ علیہ السلام کس لئے چلے گئے اور مرزا نے تو نہ حج کیا اور نہ عمرہ اور نہ عرب کا ملک دیکھا اور نہ شعیب علیہ السلام کے خاندان سے شادی کی اور نہ مدینہ شریف میں رسول اللہ ﷺ کے قبر مبارک میں اس خالی جگہ میں جا کر دفن ہوا۔ جس کی آرزو بی بی عائشہؓ نے اپنے لئے کی تھی۔ مرزا کو عیسیٰ علیہ السلام کا ہم مثل اور ہم فعل ہونا درکنار مرزا اور کل مرزائی اگر اپنے آپ کو مسلمان بھی ثابت کر دکھائیں تو بڑی بات ہے۔

سوال...... قرآن شریف کی آیت میں جو ضمیر وانــہ کی ہے اس کا مرجع قرآن شریف ہے۔ یعنی قرآن شریف ایک علامت ہے قیامت کی علامات سے، جیسے کہ مرزا نے ازالہ اوہام میں لکھا ہے یا مرجع اس کا عیسیٰ علیہ السلام کا فعل احیاء الموتی اور ابراء الاکمہ والابرص یعنی مطلب یہ ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا اور جذامی اور کوڑھی اور اندھوں کو اچھا کرنا یہ علامت ہے قیامت کی۔

جواب...... قرآن کو مرجع کرنا یہ غلط ہے اور صحیح یہی ہے کہ مرجع ضمیر منصوب متصل کا عیسیٰ علیہ السلام ہی ہے۔ کیونکہ ذکر عیسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ سیاق عبارت نظم قرآنی خود اس کا شاہد ہے۔ امام ابن کثیرؒ نے خود اپنی تفسیر میں فرما دیا۔ ’’بل الصحیح انه عائد علیٰ عیسیٰ علیه السلام فان السیاق ذکره ثم المراد بذلك نزوله قبل یوم القیامة کما قال تبارك وتعالیٰ وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته ای قبل موت عیسیٰ علیه السلام ثم یوم القیمة یکون علیهم شهیدا‘‘ اور تفسیر صحابہؓ اور تابعینؒ اسی کی مؤید ہے۔

دوسری تائید دیکھو پروردگار کے قول پاک کی ’’ولما ضرب ابن مریم مثلاً اذا قومك منه یصدون ‘‘ اس آیت کریمہ میں منہ کی ضمیر اور ایسا ہی ’’ام هو اوران هو‘‘ اور ’’انعمنا علیه ‘‘ اور ’’وجعلناه‘‘ یہ سب ضمائر ابن مریم کی طرف ہی راجع ہیں۔ مرزا اگر انہ کی ضمیر کو قرآن کی طرف پھیرتا ہے تو یہ ضمائر بھی قرآن کی طرف راجع کرے تا کہ تحریف قرآن شریف کے مضمون کی بینّ ہو جاوے۔

۷۴،۷۳...... (صحیح مسلم جلد آخیر ص۴۲ حاشیہ) میں امام نووی شافعی المذہب تحریر فرماتے ہیں کہ نزدیک اہل سنت و جماعت کے بہ سبب وارد ہونے صحیح حدیثوں کے آنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اور قتل کرنا اس کا دجال کو حق اور صحیح ہے اور شرع شریف اور عقل میں ایسی کوئی بات نہیں جس کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام کا آنا باطل ہو۔ بعض معتزلہ اور جہمیہ وغیرہ گمراہ فرقوں نے انکار کیا ہے۔ اس وجہ سے کہ قرآن شریف میں رسول اللہ ﷺ کے حق میں ''وخاتم النبیین'' آچکا ہے۔ یعنی حضرت ﷺ سب نبیوں کے آخر ہیں۔ پس اگر عیسیٰ علیہ السلام آئیں تو رسول اللہ ﷺ ختم النبیین نہ رہیں گے۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کا آنا قرآن شریف کے مخالف ہے اور اس وجہ سے بھی کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔''لا نبی بعدی''یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ پس معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقوں کی یہ دلیل باطل ہے۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے یہ مراد نہیں کہ وہ نبی مستقل غیر تابعی ہوکر آئیں گے اور شریعت محمدیہ کو منسوخ کر دیں گے بلکہ مراد یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام باوجود نبی اولوالعزم ہونے کے رسول اللہ ﷺ کی شریعت پر حکم کریں گے اور جو باتیں دین اسلام کی لوگوں نے ترک کر دی ہوں گی ان کو رواج دیں گے۔ انتہی بہت تفسیروں اور حدیثوں میں ایسا مذکور ہے۔

۷۵...... امام شافعیؒ کے مذہب کے دوسری کتاب معتبر نہایۃ الامل لمن رغب فی صحۃ العقیدہ والعمل میں شیخ محمد ابو حضیر الدمیاطی ص۱۰۸ میں فرماتے ہیں کہ دجال ایک خاص شخص ہے۔ کوتاہ قد عمر رسیدہ چمکتے دانت والا چوڑے سینہ والا اور وہ اب موجود ہے اور اسم کنیت اس کا ابو یوسف ہے اور بعض نے فرمایا کہ نام اس کا عبداللہ ہے۔ قوم یہود سے ہے۔ یہود لوگ اس کا انتظار کرتے ہیں۔ جیسا کہ مسلمان لوگ امام مہدی کا انتظار کرتے ہیں۔ خارج ہوگا جانب مشرق سے قریہ سراباد ین یا عوازن یا اصبہان یا مدینہ یا خراسان [۱] سے اور ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ وہ اب ایک بڑے بت خانہ میں زیر زمین ستر ہزار زنجیر سے قید ہے اور اس پر ایک بہت زور آور مرد مقرر ہے۔ اس کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہے۔ جب دجال حرکت کا ارادہ کرتا ہے تو وہ مرد اس کو گرز مارتا ہے۔ پس آرام کرتا ہے اور اس کے آگے ایک بڑا اژدھا ہے اور وہ دجال کے کھانے کا ارادہ کرتا ہے۔ پس دجال سانس تک لینے میں حیران ہے۔ قیامت کے قریب ظاہر ہوگا۔ اپنے

---

[۱] تطبیق اس میں یہ ہے کہ ان سب مقاموں سے نوبت بنوبت ظہور غیر مشہور ہوگا۔ ''کما لا یخفٰی ولما کان اصل الخروج حقا فاختلاف الروایات فی الظہور لیس بمضر''

گدھے پر سوار ہوکر اور خواجہ خضر علیہ السلام کو تین بار قتل کرے گا۔ بوجہ اس کے کہ وہ دجال کو خدا نہ مانے گا۔ سوائے مکہ معظّمہ ومدینہ منورہ وبیت المقدس وکوہ طور کے ہر جگہ حکمرانی کرے گا۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام بن مریم آسمان سے اترے گا اور امام مہدی اس کے ہمراہ ہوکر دجال کو قتل کریں گے اور دجال کا خون نیزہ کے اوپر لوگوں کو دکھائیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام اپنے گدھے پر یا رسول اللہ ﷺ کے براق پر سوار ہوں گے اور بہت کافر اس کی سانس کی گرمی سے ہلاک ہوجائیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام ایک عرب کی عورت سے نکاح کریں گے۔ شعیب علیہ السلام کے خاندان میں اور دو بیٹے ہوں گے۔ ایک کا نام محمد اور دوسرے کا نام موسیٰ ہوگا۔ پھر فوت ہوجائیں گے اور لوگ گمراہی اختیار کریں گے۔ یہاں تک کہ مغرب کی جانب سے سورج نکلے گا اور کسی کی توبہ اس وقت قبول نہ ہوگی۔'' وھو معنی قولہ تعالیٰ یوم یأتی بعض اٰیات ربك لا ینفع نفساً ایمانھا '' یہ بیان تفصیل وار میری کتاب تیغ غلام گیلانی برگردن قادیانی میں مذکور ہے اور مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے۔'' ینزل عیسیٰ بن مریم الیٰ الارض فیتزوج ویولد ویمکث خمساً واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری ای مقبرتی وعبر عنھا بالقبر قبریہ فکا نھما فی قبر واحد''

۷۶...... ابوطالب مکی نے قوت القلوب میں اور امام یافعی نے تقرب روض الریاحین میں رسول اللہ ﷺ سے حدیث لکھی ہے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں کیسے غم کروں اس امت پر کہ جس کے اوّل میں میں ہوں اور اس کے آخر میں حضرت عیسیٰ بن مریم۔

۷۷...... اور ابونعیم نے کتاب الفتن میں ابن عباسؓ سے بھی ایسا ذکر کیا ہے۔

۷۸...... حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے اپنی کتاب فتوحات کے ۳۶ باب جلد اوّل میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث طول طویل بیان کی ہے۔ جس کا ابتدائی ترجمہ اردو میں یہ ہے کہ میرے والد عمر بن خطابؓ نے سعد بن وقاص کی طرف لکھا کہ نضلہ انصاری کو حلوان عراق کی طرف روانہ کرو۔ تاکہ اس کے گردونواح میں جہاد کریں۔ پس سعد نے نضلہ انصاری کو بجماعت مجاہدین روانہ کیا ان لوگوں نے وہاں جاکر مال غنیمت کا لے کر واپس آئے اور وقت مغرب کے ایک پہاڑ کی دامن میں ٹھہرے اور خود نضلہ نے اذان دینی شروع کی۔ جب اللہ اکبر کہا تو پہاڑ سے آواز آئی اے نضلہ تو نے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑائی کی۔ پھر نضلہ نے اشہدان لا الہ الا اللہ کہا تو پہاڑ سے آواز آئی کہ اے نضلہ یہ کلمہ اخلاص ہے۔ غرض ہر کلمہ اذان کے بعد جواب آتا رہا۔ بعد اس کے نضلہ نے کہا اے آواز دینے والے صاحب آپ کون ہیں۔ فرشتہ یا جن یا انسان ہیں۔ جیسے ہم

کو آواز سنایا۔ ایسے ہم کو اپنی صورت دکھا۔ پس پہاڑ پھٹا اور ایک شخص نکلا۔ اس کا سر بڑا چکی کے برابر تھا۔ داڑھی اور سر سفید تھا اور اس کے اوپر دو کپڑے پرانے صوف کے تھے۔ اس نے السلام علیکم کہا اور بتایا کہ میں رزیب بن برتملا وصی عیسیٰ مریم ہوں۔ مجھ کو عیسیٰ علیہ السلام نے اس پہاڑ میں ٹھہرایا ہے اور اپنے نزول من السماء تک میری درازی عمر کے لئے دعاء فرمائی ہے۔ جب وہ اتریں گے آسمان سے خنزیروں کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور بیزار ہوں گے نصاریٰ کے اختراع سے۔ پھر حضرت ﷺ کا حال دریافت کیا تو ہم نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ تو فوت ہو چکے۔ یہ سن کر اتنا روئے کہ آنسوؤں سے داڑھی تر ہو گئی۔ پھر دریافت کیا کہ حضرت کے بعد کون خلیفہ ہوئے ہم نے کہا کہ ابوبکرؓ پھر فرمایا وہ کیا کرتے ہیں۔ ہم نے کہا وہ بھی فوت ہو گئے اور اب عمرؓ خلیفہ ہیں۔ اس نے فرمایا کہ حضرت ﷺ کی ملاقات تو مجھ کو نہ ملی۔ پس تم حضرت عمرؓ سے میرا اسلام کہنا اور کہو کہ اے عمر عدل اور انصاف کر۔ اس واسطے کہ قیامت قریب آ گئی ہے۔ پھر اس نے قیامت کی بہت سی علامتیں بیان کیں اور ہم سے غائب ہو گیا۔ پس اس قصہ کو نضلہ نے سعدؓ کی طرف لکھا اور سعدؓ نے حضرت عمرؓ کی طرف لکھا۔ پھر حضرت عمرؓ نے سعدؓ کو لکھا کہ تم اپنے ہمراہیوں کو لے کر اس پہاڑ کے پاس جا کر اقامت کرو اور جس وقت ان سے ملو تو میرا اسلام ان سے کہو۔ اس واسطے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعض وصیت کردہ آدمی عراق کے پہاڑوں میں رہتے ہیں۔ پس حضرت سعد چار ہزار آدمی انصار اور مہاجرین کی قوم میں سے ہمراہ لے کر پہاڑ کے پاس جا کر اترے اور برابر چالیس روز تک ہر نماز کے ساتھ اذان کہتے رہے۔ مگر پھر پہاڑ سے کوئی جواب نہ آیا اور زریب بن برتملا سے ملاقات نہ ہوئی۔ یہ حدیث بروایت ابن عباسؓ مروی ہے اور اس سے چند امور معلوم ہوئے۔ اوّل عیسیٰ علیہ السلام کے وصی کا اتنے دراز زمانہ تک سوائے کھانے اور پینے کے باقی رہنا۔ دوم عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خوشخبری دینا۔ سوم حضرت عمرؓ کے علاوہ چار ہزار صحابہؓ مہاجرین وانصار کا عیسیٰ علیہ السلام کے آنے اور نازل ہونے کے ساتھ ایمان رکھنا۔ یہاں تک کہ نضلہ اور تین سو سوار کی روایت سے رزیب بن برتملا کو عیسیٰ علیہ السلام کا وصی تسلیم کر کے اپنا سلام وصی عیسیٰ کی طرف بھیجنا۔

۷۹...... اور یہی شیخ اکبرؒ جلد اوّل فتوحات ص ۲۵۰ میں لکھتے ہیں ''وفی زماننا الیوم جماعة احیاء من اصحاب عیسیٰ والیاس ''یعنی ہمارے زمانہ موجودہ میں ایک جماعت زندہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام کے اصحاب میں سے۔

۸۰...... تفسیر کبیر میں بروایت محمد بن اسحاق و نیز بروایت عبداللہ بن عباسؓ بیان

کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو پروردگار نے یہودیوں کے قتل سے بچا کر آسمان پر اٹھالیا۔

۸۱...... اوسی میں ابوبکر واسطی سے ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا تو شہوت اور غضب ان سے دور ہوگیا مثل فرشتوں کے۔

۸۲...... (تفسیر خازن جلد اوّل ص۵۰۹) میں ہے۔ ’’فلما توفیتنی یعنی فلما رفعتنی الیٰ السماء فاالمراد به وفاة الرفع لا الموت فذکر هذا الکلام لیدل علیٰ انه علیه الصلوٰة والسلام رفع بتمامه الیٰ السماء لا بروحه وحده ویدل علیٰ هذا التاویل وما یضرونك من شئ ‘‘ پروردگار فرماتا ہے۔ ’’وما یضرونك من شئے ‘‘یعنی اے عیسیٰ تم کو یہودی لوگ کسی شے کا ضرر نہ دے سکیں گے۔ پس مرزا جو کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے سولی پر چڑھایا تھا اور اس کے بدن میں زخم ہوگئے تھے۔ اس آیت کے مخالف ہے۔

۸۳...... تفسیر مفاتیح الغیب میں ہے کہ کسی محقق سے سوال ہوا کہ قرآن شریف میں عیسیٰ علیہ السلام کا زمین کی طرف اترنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں ہے۔ قرآن شریف میں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وکہلاً کا لفظ موجود ہے۔ ’’تکلم الناس فی المهد وکهلا ‘‘ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں جب تھے تو کہولت کی عمر کو نہیں پہنچے تھے۔ پس نزول من السماء کے بعد کہولت کی عمر کو پہنچیں گے۔ چالیس برس اور کچھ اوپر تک کہولت کا زمانہ ہے۔

۸۴...... تفسیر روح البیان میں متعدد جگہوں میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مع اپنے جسم خاکی کے آسمان پر اٹھایا گیا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام چونکہ سوائے باپ کے محض قدرت الٰہی سے پیدا ہوئے تھے۔ ایسے ہی عزت اور قدرت الٰہی سے چلے بھی گئے۔ ’’وما قتلوه وما صلبوه ولکن شبه لهم ۰ بل رفعه اللّٰه الیه وکان اللّٰه عزیزاً حکیما ‘‘ روح البیان میں ہے ’’وکان اللّٰه عزیزاً ۰ لا یغالب فیمایریده فعزة اللّٰه تعالیٰ عبارة عن کمال قدرة فان رفع عیسیٰ علیه السلام الیٰ السموات وان کان متعذ رابا نسبة الیٰ قدرة البشر لکنه سهل بالنسبة الیٰ قدرة اللّٰه تعالیٰ لا یغلبه علیها حد حکیماً فی جمیع افعال له ولما رفع اللّٰه عیسیٰ علیه السلام کساه الریش والبسر النور وقطع عن شهوات المطعم والمشرب وطارمع الملئکة فهو معهم حول العرش فکان انسیا ملکیا سماویا ارضیا ‘‘ عیسیٰ علیہ السلام کی شوق کھانے پینے کی سلب کر کے ملائکہ کے ساتھ کردیا گیا۔ پس ہوگیا وہ انسی وملکی وسماوی وارضی یعنی چونکہ اصل

انسان ہے تو انسی ہوا اور مثل فرشتوں کے ہوگیا۔ عدم اکل وشرب میں تو ملکی ہوگیا اور چونکہ آسمانوں پر رہنے لگا تو سماوی ہوگیا اور چونکہ قیامت کے قریب پھر زمین پر آئے گا۔ لہٰذا ارضی بھی ہوا اور جب عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو ولایت عامہ کا دورہ شریعت محمدیہ میں ان کے ساتھ تمام ہوگا اور یہود اور نصاریٰ رسول اللہ پر بوجہ تشریف آوری عیسیٰ علیہ السلام کے ایمان لائیں گے اور امام مہدی اور اصحاب کہف اس کی خدمت کریں گے اور امام جلال الدین سیوطی نے درمنثور میں اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ چار انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں۔ دو آسمان میں، ادریس علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور دو زمین میں حضرت خضر علیہ السلام اور الیاس علیہ السلام۔

خضر علیہ السلام دریاؤں پر اور الیاس علیہ السلام خشکی پر معین ہیں۔ روح البیان میں نقل کیا شرح الفصوص سے اور نسائی اور ابن ابی حاتم ثابت کرتے ہیں۔ ’’عن ابن عباسؓ ان رھطا من الیھود سبوہ وامر فدعا علیھم فمسخھم قردۃ وخنازیر فاجتمعت الیھود علیٰ قتلہ فاخبرہ اللہ بانہ یرفعہ الیٰ السماء ویطھرہ من صحبۃ الیھود۔ صحیح نسائی، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، قال ابن عباس سیدرک اناس من اھل الکتاب عیسیٰ حین یبعث یؤمنون بہ، فتح البیان‘‘

مرزا نے بھی (ازالہ اوہام ص۳۴۱، خزائن ج۳ ص۲۷۴) میں تفسیر رازی وابن کثیر ومدارک وفتح البیان کا حوالہ دیا ہے اور ہم نے ان کتابوں سے بھی صعود عیسیٰ علیہ علیٰ السماء ونزول اس کا بجسدہ العنصری ثابت کردیا۔ اب تو قادیانیوں کو ماننا ہی پڑے گا۔

قولہ...... اور نزول کے لفظ سے جو حیات عیسوی پر استدلال کرتے ہیں یہ بھی بالکل بیہودہ ہے۔ کیونکہ یہ لفظ ہرگز اس پر حجت نہیں ہوسکتی ہے۔ کما سیاتی۔ حالانکہ بعض احادیث میں بجائے نزول کے لفظ بعث اور بعض میں لفظ خروج مذکور ہے اور مخالفین کے زعم فاسد کے مطابق تو مناسب مقام لفظ رجوع تھا اور وہ کسی حدیث میں مذکور نہیں ہے۔ فافہم! ہدایۃ المہتدی کے صفحہ سات میں یہ لکھا ہے۔

اقول...... بے علمی بھی عجب بری بلا ہے اور داء بلا دواء ہے۔ ضرور لفظ نزول آسمان سے اسی جسم خاکی کے ساتھ اترنے کے لئے حجت تامہ ہے۔ جب کہ اس کے ساتھ انداز وقرائن موجود ہوں۔ جیسا کہ ان روایات واحادیث گذشتہ میں تم نے دیکھا اور ذرہ قدر عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ جس قدر احادیث دربارہ نزول عیسیٰ علیہ السلام ثابت ہیں۔ ان سے بھی مراد ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم قیامت سے ذرہ اوّل آسمانوں سے زمین پر تشریف فرمائیں گے اور یہی

مراد ہے حضرتﷺ واصحاب عظام وتابعین وتبع تابعین وجمیع مسلمین کی اور مخالف اس کا گمراہ بے دین ہے۔

لفظ نزول کا معنی ذوافراد ہے۔ ہر جگہ مناسب مقام کے مراد ہوگا۔ جیسے کہ لفظ عین کا معنی آفتاب، چشمۂ آب، ذر، زانوں، ذات شے، آنکھ جب کوئی کہے کہ میری عین میں میل اور تاریکی ہے تو اس سے ہر کوئی آنکھ ہی سمجھیگا ہے۔ دوسرے معنی کی طرف خیال نہیں جاتا۔ جب کوئی کہے کہ آسمان سے عین نے طلوع کیا تو ہر کوئی اس سے آفتاب ہی سمجھے گا۔ لفظ مسیح کا دیکھو کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بھی بولتے ہیں اور دجال پر بھی اپنے اپنے قرینہ پر بولا جاتا ہے تو ایسے ہی لفظ نزول کا بولنا کہ اگر مسافر سے کہا جاوے کہ آپ کہاں نازل ہوئے تو مراد اس سے اس کا ٹھکانا اور محل اور ورود شب باشی ہوتا ہے اور جب کہا جاوے کہ بجلی یا صعقہ نازل ہوا تو مراد اس سے بھی ہوتا ہے کہ اوپر سے نیچے عام اس سے کہ خاص آسمان سے آئی یا اس کے نیچے ابر میں سے پس ایسا ہی جب کہ کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نازل ہوگا یا آسمان سے زمین کی طرف نازل ہوگا۔ تو اس سے یہی مراد متعین ہوتی ہے کہ زمین کی جانب مخالف یعنی فوق سے زمین پر آئے گا اور چونکہ نصوص واحادیث میں اس فوقیت سے مراد فوقیت آسمان دوم ظاہر ہے۔ لہٰذا اس میں ابر وغیرہ بلند مقام کا احتمال بھی نہیں ہے اور اگر عیسیٰ علیہ السلام زمین ہی پر ہوں تو الارض کا لفظ بے معنی ہو جاتا ہے اور یہ مضمون تو بہت صاف ہے۔ بے علم کو کیسے اس میں مغالطے واقع ہوتے ہیں اور امام حسن بصری کا تو مذہب یہی ٹھہرا کہ حضرت مسیح بحیات جسمانی زندہ ہے۔ چنانچہ اوپر درمنثور سے نقل کیا گیا۔ ''قال الحسن قال رسول اللہﷺ للیهود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیمة ''اور اب لفظ بعث سے بھی حسن بصری کے قول سے مسیح بن مریم کا آسمان سے اترنا بجسدہ العنصری ثابت کر دیتا ہوں۔ اسی امام حسن سے کسی نے دریافت کیا کہ پروردگار کا قول ''وان من اهل الکتاب الالیؤمنن به قبل موته '' میں موتہ کی ضمیر کا مرجع کون ہے تو امام حسن نے فرمایا: ''(قبل موت عیسیٰ) ان اللہ رفع عیسیٰ وهو باعثه قبل یوم القیمة مقاما یؤمن به البر والفاجر ''پس جب کہ باعثہ والی عبارت میں قبل موتہ کی تفسیر قبل موت عیسیٰ خود حسن بصری سے موجود ہے تو پھر کس احمق کو حیات عیسیٰ میں شک ہوگا اور لفظ بعث کا ارسال کے معنی میں بھی بکثرت مستعمل ہے۔ جس کے افراد میں سے ایک نزول بھی ہے۔

''وفی حدیث علی یصفهﷺ بعیثك تعمه ای مبعوثك الذی بعثته

الیٰ الخلق ای ارسلته وهو ای عمرو بن سعید یبعث البعوث ای یرسل الجیش ثم یبعث اللّٰه ملکا فیبعث اللّٰه عیسیٰ ای ینزله من السماء حاکم بشرعنا مجمع البحار مختصراً'' بنگالی قادیانی نے اپنے زعم باطل کے سبب سے مجمع البحار سے عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت کی ہے۔ہم نے اسی کتاب سے اس کی حیات ثابت کردی۔

اب میں لفظ رجوع بھی دکھا دیتا ہوں۔ پس کچھ ایمان واسلام کی خواہش ہو تو دیکھ کر ایمان لاؤ اور اپنے سابق باطل اور حرام اعتقاد سے توبہ کرو اور توبہ نامہ کو چھاپ کر مشہور کردو۔ مگر مجھ کو تو منافقانہ کورانہ جاہلانہ چال معلوم ہوتی ہے۔ سنو اور دیکھو امام المحدثین علامہ سیوطی نے تفسیر درمنثور میں حدیث شریف بیان کی ہے۔''قال رسول اللّٰه ﷺ للیهود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیمة ''یعنی حضرت ﷺ نے قوم یہود کو مخاطب کر کے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ مرے نہیں اور یہ بات محقق اور درست ہے کہ وہ لوٹنے والا ہے۔ تمہاری طرف قیامت کے دن سے پہلے اسی درمنثور میں دوسری جگہ حضرت امام حسن بصریؒ سے حدیث بیان کی ہے۔''قال الحسن قال رسول اللّٰه ﷺ للیهود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیامة ''تفسیر درمنثور جلد دوم ص ۳۶ اور حسن بصریؒ متوفیک میں لفظ وفات کا معنی نیند یعنی اونگھ لیتے ہیں۔''یا عیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ '' کا یہ معنی لیتے ہیں کہ اے عیسیٰ میں تم کو نیند میں اپنی طرف بلانے والا ہوں۔ پوری حدیث اس طور پر ہے۔

''وقال ابن حاتم حدثنا احمد بن عبدالرحمن حدثنا عبداللّٰه بن ابی جعفر عن ابیه حدثنا الربیع بن انس عن الحسن انه قال فی قوله تعالیٰ انی متوفیك یعنی وفاة المنام رفعه اللّٰه فی منامه قال الحسن قال رسول اللّٰه ﷺ للیهود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیمة ابن جریر ''

یونس بن عبید نے حسن بصری سے کہا کہ آپ نے رسول اللّٰہ ﷺ کا زمانہ نہیں پایا۔ باوجود کہ آپ رسول خدا سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں حضرت علی سے روایت کرتا ہوں۔ مگر علیؓ کا نام بلحاظ زمانہ حجاج بن یوسف کے ترک کردیتا ہوں۔ اسناد سے''انی احدث الحدیث عن علی وماترکت اسم علیٰ فی الاسناد الا لملاحظة زمان الحجاج ''اور ان احادیث میں قادیانی کو گنجائش تاویل کی بھی نہیں کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے راجع ہونے سے عیسیٰ علیہ السلام کا ہم مثل اور مثیل مراد لے اور یہ کہے کہ میں مثیل عیسیٰ ہوں اور ان احادیث میں میرا آنا مذکور ہے۔ کیونکہ پورے طور پر ظاہر ہو رہا ہے کہ وہی عیسیٰ بن مریم ہے۔ قبل

قیامت کے دنیا میں آ مجسٹی۔ آسمان پر شب معراج میں قادیانی نے تو حضرتﷺ سے بات چیت نہیں کی اور قادیانی نے تو نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے دجال کا مارنا میرے سپرد کیا ہے۔ تفسیر درمنثور میں ہے۔ ’’عن ابن مسعودؓ عن النبیﷺ قال لقیت لیلة اسریٰ بی ابراهیم وموسیٰ وعیسیٰ قال فتذاکروا امرالساعة قال فردوامرهم الیٰ ابراهیم فقال لا علم لی بهافردوا امرهم الیٰ عیسیٰ فقال عیسیٰ اماوجبتها فلا یعلم بها احد الا اللّٰه عزوجل وفیما عهد الیٰ ربی ان الدجال خارج ومعی قضیبان ‘‘مرزا اور مرزائی اس کو تسلیم کریں کہ امام حسن بصریؒ کی مرزا نے اپنی کتابوں میں بہت وصف کی ہے۔ تفسیر درمنثور میں ہے کہ امام حسنؒ فرماتے ہیں۔ ’’واللّٰه انه لحی الآن عند اللّٰه تعالیٰ ‘‘یعنی عیسیٰ علیہ السلام مرا نہیں۔ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ تحقیق وہ البتہ زندہ ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کے پاس، اور حسن بصریؒ ایسا شخص ہے کہ اس نے ستر صحابہ جنگ بدر والوں کی ملاقات کی ہے۔ جیسا کہ عوارف کے ۶ باب میں ہے۔

سوال...... اگر کہا جائے کہ قتادہ نے کہا ہے ’’واللّٰه ماحدثنا الحسن عن بدری مشافة‘‘

جواب...... یونس بن عبیدؒ نے اور ملا علی قاریؒ نے شرح شرح النخبۃ میں حسن بصریؒ کی ملاقات حضرت علیؓ سے ثابت کی ہے اور قتادہ تو نفی روایت کی بدری سے اپنی مواجہت میں بیان کرتا ہے۔ اس سے یہ نہیں نکلتا کہ کسی بدری سے ملاقات اور روایت نہ کی ہو۔ دوسرا یہ کہ قتادہ کے قول سے فقط نفی حدثنا کی لازم آتی ہے۔ جو اخص ہے سمعت سے، کرمانی شرح صحیح بخاری اور قاعدہ منطقیہ ہے کہ سلب اخص کی مفید سلب اعم کو نہیں ہوتی۔ چہ جائیکہ مفید ہو۔ سلب اعم الاعم کو یعنی ملاقات کو اور حسن بصریؒ کی روایت اور ملاقات زبیر بن العوام سے بھی ثابت ہے۔ جن کے بدری ہونے میں کوئی شک نہیں۔ ’’کما فی تهذیب الکمال‘‘

قولہ...... اور عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کی تعیین کہ بقولے ۳۳ برس اور بقولے ۱۲۰ برس اور بقولے ۱۲۵ وغیرہ ہے۔ یہ بھی ان کی وفات پر دال ہے۔ ’’کما لا یخفی علیٰ اولی النهی‘‘

اقول...... مشکوٰۃ شریف وغیرہ میں ۴۵ برس بھی وارد ہیں۔ حضرات محدثین نے کہ جس میں اہل کشف بھی ہیں اس طور پر تطبیق دی ہے کہ ابوداؤد کی حدیث مرفوع ابوہریرہ سے جس میں ۴۰ سال کا ذکر ہے۔ مراد اس سے ۴۵ ہیں۔ مگر بیان کرنے میں پانچ والی کسر کو ساقط کر کے

۴۰ بیان کیا گیا۔ جیسا کہ کسور کا ساقط کر دینا حساب میں شائع ہے۔ اعداد میں حساب تقریبی زیادہ ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ﷺ بعد رسالت کے مکہ معظّمہ میں ۱۳ سال تشریف فرمائے۔ مگر کئی کتابوں میں دس برس لکھے ہیں۔ ۳ برس کی کسر کو ساقط کر دیا گیا۔ دیکھو امام عبدالرؤف کی مناوی کو اور جامع صغیر کو مطلب یہ ہوا کہ ۳۳ سال قبل رفع آسمانی کے گزرے ہیں اور بعد نزول من السماء ۱۲ سال ہوں گے۔ مگر بجائے بارہ کے سات سال کا صحیح مسلم میں ذکر ہے۔ تاکہ ظاہری حساب میں پورے ۴۰ سال رہیں اور عینی وابونعیم نے جو کہا ہے کہ بعد نازل ہونے کے آسمان سے ۱۹ سال رہیں گے۔ تو اس حساب سے ۳۳ قبل از رفع اور ۱۹ بعد نزول مجموعہ ۵۲ ہوئے۔ مگر بیان میں اوپر کے ۱۲ کو ساقط کر کے پورے ۴۰ بیان کئے۔ یہ اس بناء پر کہ ابونعیم کی ۱۹ سال والی روایت کو معتبر کہا جاوے۔ ورنہ تحقیق وہی ہے کہ مجموعہ ۴۵ ہوں گے اور ابوداؤد والی حدیث جس میں ۴۰ سال مذکور ہیں اور صحیح مسلم والی جس میں ۴۵ سال ہیں۔ ان سے ابونعیم کی حدیث معارضہ نہیں کر سکتی۔ ’’لان المعارضة تقتضی المساواة واذلیست فلیست‘‘ اگر بسط کا ارادہ ہو تو امام سیوطی کی مرقاۃ الصعود اور امام بیہقی کی کتاب البعث والنشور کو ملاحظہ کرو۔ باقی رہی ۱۴۵ برس کی روایت اور ایسی ہی ۱۲۰ برس کی اور ۱۵۰ کی۔ سو یہ شاذ غریب بعید ہیں جو کہ ابن عساکر سے روایت ہوئی۔ دیکھو ابن کثیر میں جب لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو مردوں کی عمر ۳۳ برس کی ہوگی۔ مثل میلاد عیسیٰ علیہ السلام کی قبل از رفع اور حسن ان کا ہوگا۔ مثل حسن یوسف علیہ السلام کے اور بعض کتابوں میں ہے کہ قد ان کے دراز ہوں گے۔ ۶۰ گز کے اور سینہ چوڑا ہوگا۔ ۱۸ یا ۱۲ گز کا کما ہو مبسوط فی کتب السیر والفقہ طبرانی نے باسناد جید انسؓ سے روایت کیا۔ ’’واخرج الطبرانی بسند جید عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ یدخل اهل الجنة علی طول آدم علیه السلام ستیّن ذراعا بذراع الملك وعلیٰ حسن یوسف علیه السلام وعلیٰ میلاد عیسیٰ علیه السلام ثلث وثلثین سنة‘‘ (بدور السافرہ ص۲۷۳، ابن کثیر ص۲۴۵) میں ہے۔ ’’فانه رفع وله ثلث وثلثون سنة فی الصحیح وقد وردذلك فی حدیث فی صفة اهل الجنة انهم علیٰ صورة آدم میلا وعیسیٰ ثلث وثلثین سنة واماما حکاه ابن عساکر عن بعضهم انه رفع وله مائة وخمسون سنة فشاذ غریب بعید انتهی‘‘

اور حاکم نے اسی روایت کو صحابہؓ کی طرف منسوب کیا ہے۔ ’’قال ابن عباس ارسل اللہ عیسیٰ علیه السلام وهو ابن ثلث وثلثین سنة فمکث فی رسالة

ثلاثین شهراً ثم رفعه اللّٰہ الیه (تفسیر خازن ص٥٠٤) واخرج ابن سعد واحمد فی الزهدو الحاکم عن سعید بن المسیب قال رفع عیسیٰ ابن ثلث وثلثین سنة (در منثور ج٢ ص٣٦) ’’بہرصورت اگر فرض بھی کرلیں کہ ۱۲۵ یا ۱۵۰ برس والی وغیرہ روایات صحیح قابل حجت ہیں تو بھی ہمارے اہل اسلام کے اعتقاد کو کوئی نقصان نہیں۔ کیونکہ ان روایات کے تفاوت سے نفس واقعوں کوئی شک نہیں آ سکتا۔ دیکھو حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے جو کہ اپنے برادر ہابیل کو قتل کیا ہے۔ اس میں کس قدر اختلاف ہے کہ کب قتل ہوا اور کہاں قتل ہوا اور کس چیز سے قتل کیا اور کس سبب سے قتل کیا اور قاتل کا نام دراصل کیا ہے۔ قابیل ہے یا کہ قین ہے۔ یا کہ قائن بن آدمؑ ہے۔ مگر نفس قتل میں کوئی شبہ نہیں۔ رسالہ تیغ غلام گیلانی میں یہ قصہ مفصل مذکور ہے۔ ایسا ہی نزول عیسیٰ علیہ السلام بجسم خاکی میں کوئی شک نہیں ہوسکتا۔ بوجہ اختلاف روایات کے ان کی عمر میں اور پھر باایں ہمہ مرزا قادیانی کو تو اس اختلاف سے کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ اس کی عمر ۸۰ یا ۸۵ برس کی تھی۔ وہ تو روایات مذکورہ میں سے ایک بھی نہیں ہوسکتی۔

قولہ...... اور ائمہ دین میں سے حضرت امام مالکؒ وفات عیسیٰ علیہ السلام کے صریحا قائل ہیں۔ جیسا کہ مجمع البحار وغیرہ میں ہے۔ وقال مالک مات وھوابن ثلث وثلثین سنۃ اور امام ابوحنیفہؒ جو آپ کے معاصر تھے اور ادنیٰ ادنیٰ مسائل میں ان کی مخالفت کی۔ مگر قول مذکور میں لب کشا نہیں ہوئے اور ایسا ہی امام شافعیؒ اور امام احمد حنبلؒ بھی اس پر سکوت کئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چاروں اماموں کی رائے وفات عیسیٰ علیہ السلام کی ہے۔ کیونکہ سکوت معرض بیان میں بیان ہے کہ:’’کمالا یخفی!

اقول وبعونه تعالیٰ اعول مجمع البحار ’’اور چاروں اماموں کی کتابوں سے حیات عیسیٰ علیہ السلام ثابت کر دکھاتا ہوں۔ کل ائمہ مرحومہ کا اجتماع ہے۔ اس پر کہ عیسیٰ بن مریم اسرائیلی بعینہ نہ بمثیلہ بحسب پیشین گوئی آنحضرت ﷺ کے آسمان سے ضرور اتریں گے اور یہ بات خود ظاہر ہے کہ نزول جسمی بعینہ بغیر رفع جسمی بحالت زندگی کے ممکن نہیں۔ لہٰذا بڑے زور اور یقین سے ہم کہتے ہیں کہ کل امت کا جیسے کہ نزول مذکور پر اجماع ہے ایسا ہی حیات مسیح عندالرفع پر بھی عینی آسمان کی طرف اٹھایا جانے کے وقت مسیح کی حیات پر سب کا اتفاق ہے۔ بحکم مقدمہ مذکورہ پر نزول جسمی فرع ہے رفع جسمی کی، رہا یہ امر کہ قبل از رفع الیٰ السماء کے عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہی رہا یا کچھ دیر کے لئے مر کر بعد زندہ ہوکر آسمان پر گیا۔ سو اس میں اختلاف ہے۔ کل صحابہ کرامؓ اور جمہور ائمہ عظام وعلمائے اہل اسلام سب کے سب یہی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام پر قبل آسمان

پر جانے کے بالکل موت وارد نہیں ہوئی اور جیسے کہ پہلے سے زندہ تھا ایسے ہی آسمان پر اٹھایا گیا اور یہی صحیح بھی ہے اور بعض نصاریٰ کا مذہب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر جانے سے ذرہ قبل مر گیا۔ بعدہ زندہ کر کے آسمان پر پہنچایا گیا اور بعض اہل اسلام میں سے بھی اس کے قائل ہو گئے ہیں۔ مگر زندہ ہو کر آسمان پر چلے جانے کے بھی مقر ہیں۔ چنانچہ تفسیر مفاتیح الغیب میں ہے کہ پروردگار نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل یہود سے بچا کر آسمان پر اٹھالیا۔ مگر وہبؒ کہتے ہیں کہ جس دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر گئے ہیں قبل از رفع اس دن تین ساعت فوت ہوئے۔ بعد اس کے زندہ ہو کر آسمان پر گئے اور محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ فوت ہوئے سات ساعت دن میں پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر کے آسمان پر اٹھالیا اور آیت یعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ میں دو طور معنی کیا جاتا ہے۔ ایک معنی تو ظاہری ترتیب قرآنی کا سوائے قول تقدیم وتاخیر کے اور متوفیک کا معنی عمر کا پورا کرنے والا اور اونگھ لینے والا یعنی اے عیسیٰ میں ہی تیری عمر پوری کرنے والا ہوں اور اب تجھ کو اٹھانے والا ہوں۔ یا یہ کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو اونگھ دے کر اٹھانے والا ہوں اور دوسرا معنی بقول تقدیم وتاخیر اس طور پر کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو اٹھانے والا ہوں اور پھر تم کو وفات دینے والا ہوں۔ یعنی بعد نزول من السماء کے جب کہ تیری عمر پوری ہوگی اور جو کام تیرے متعلق ہیں ہو چکیں گے۔ عبارت اس تفسیر کی یہ ہے۔ ”قال اللّٰه یا عیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ ومطهرك من الذین كفروا ۰ واختلف اهل التاویل فی هاتین الایتین علیٰ طریقین احد هما اجراء الآیة علیٰ ظاهر عن غیر تقدیم ولا تاخیر فیها (الثانی) فرض التقدیم والتاخیر فیها اما الطریق الاول فبیانه من وجوه الاول معنی قوله تعالیٰ انی متوفیك ای انی متم عمرك فحینئذا توفاك فلا اتركهم حتیٰ یقتلوك بل انا رافعك الیٰ سمائے ونقربك بملآئكتی واصونك عن ان یتمكنوا من قتلك وهكذا تاویل حسن اقول لانه لیس فیه رسالة علیٰ الوفاة بمعنی الموت واتمام العمر وقت الرفع بل فیه اظهار ان الرفع قبل اتمام العمر وهذا لا یخفی علی اولیٰ النهیٰ الوجه الثانی متوفیك لے ممیتك وهوروی عن ابن عباسؓ ومحمد بن اسحاق قالوا والمقصود ان لا یصل اعداؤه من الیهود الیٰ قتله ثم بعد ذلك اكرمه اللّٰه بان رفعه الیٰ السماء ثم اختلفوا فی هذا الوجه علی وجهین احدهما قال وهب توفی ثلاث ساعات من النهار ثم رفع ای بعد احیاء وثانیها قال محمد بن

اسحق توفی سبع ساعات من النهار ثم احیاہ اللّٰہ تعالیٰ ورفعہ الیہ ‘‘پھر فرماتے ہیں کہ:’’یاعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ ومطھرک ‘‘میں واؤ ترتیب کی مفید نہیں کہ بالترتیب ہی یہ کام ہوں۔ بلکہ ہو جانا ان کاموں کا مقصود ہے۔ جس کیفیت اور ماہیت سے ہوں اور کب ہوں گے اور کیسے ہوں گے۔ سو یہ موقوف ہے دلیل پر اور ثابت ہو چکا ہے دلیل سے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ قریب ہے کہ اتریں گے اور قتل کریں گے دجال کو پھر مارے گا اس کے بعد ان کو اللہ تعالیٰ۔

’’حیث قال ومن الوجوہ فی تاویل الآیۃ ان الواو فی قولہ متوفیک ورافعک الیّ لا تفیّد الترتیب فالایۃ تدل علیٰ انہ تعالیٰ یفعل بہ ھذہ الافعال فاماکیف یفعل ومتی یفعل فالامر فیہ موقوف علیٰ الدلیل وقد ثبت بالدلیل انہ حی وورد الخبر عن النبی ﷺ انہ سینزل ویقتل الدجال ثم انہ تعالیٰ یتوفاہ بعد ذلک ‘‘پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کی روایت اس طور پر ہے جو بیان ہوئی۔ اس بناء پر امام مالکؒ بھی قائل ہوئے ہیں۔ مگر امام مالکؒ صاحب مثل حضرت وہب وحضرت محمد بن اسحٰق کے زندہ ہو کر آسمان پر جانے کے بھی ضرور معتقد ہیں۔ صحیح احادیث سے کیسے کنارہ کر سکتے ہیں ہر امام کے مذہب کے تحقیق اس کے مذہب کے علمائے محققین اور معتبر کتابوں سے معلوم ہوتی ہے۔ پس امام مالکؒ صاحب کی مذہب کی کتابوں سے یہ زندہ چلا جانا عیسیٰ علیہ السلام کا بخوبی ثابت ہے اور صاحب مجمع البحار نے بھی امام مالکؒ کا مذہب یہی سمجھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اسی جسم خاکی کے ساتھ جانے کے مقر ہیں۔ اسی واسطے مجمع البحار میں’’قال مالک مات ‘‘کے بعد لکھتے ہیں۔’’ولعلہ اراد رفعہ علیٰ السماء اوحقیقۃ ویجئ آخر الزمان لتواتر خبرالنزول ‘‘شیخ محمد طاہر صاحب مجمع البحار کہتے ہیں کہ امام مالکؒ نے مات سے عیسیٰ علیہ السلام کا رفع آسمان پر مراد لیا ہے یا موت حقیقی اور آخر کے زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے۔ اس واسطے کہ اترنے کی خبر متواتر ہے۔ موت کا معنی آسمان پر اٹھ جانا اس مناسبت سے ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر جانے سے ذرہ قدر پہلے اونگھ آئی تھی۔ جس کو نیم خوابی اور مقدمہ خواب کہتے ہیں۔’’کما بین فی مواضع یدۃ ‘‘اور نیند بھائی ہے موت کی۔ عرب کا مقولہ مشہور ہے کہ:’’النوم اخ الموت ‘‘اسی بناء پر امام مالکؒ صاحب نے اس نیم خوابی کو موت کے قائم مقام سمجھ کر رفع عیسیٰ الی السماء کی جگہ مات عیسیٰ کہہ دیا۔ یا حقیقت مر ہی گئے تھے۔ مگر بعد تھوڑی دیر کے موت کے زندہ ہو کر آسمان پر گئے اور

قریب قیامت کے آنا ان کا متواتر اخبار سے ثابت ہے۔ پس امام مالکؒ اگر لفظ مات سے موت حقیقی لیتے ہوں گے تو یہی موت ہے۔ جو کہ آسمان پر اٹھ جانے سے قبل چند ساعت تک بعض کے قول پر عیسیٰ علیہ السلام پر وارد ہوئی ہے۔ نہ وہ موت کہ اس وقت سے لے کر اب تک مرے ہوئے ہیں اور آسمان پر ان کی روح گئی ہے۔ جسم نہیں گیا۔ موت ابدی کو امام مالکؒ کل جمہور کے خلاف اور متواتر احادیث کے برعکس کیسے قبول کر سکتے ہیں۔ اب ناظرین انصاف سے دیکھیں کہ جس مجمع البحار سے قادیانی ملا، عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت کرتا تھا اسی مجمع البحار میں عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا آسمان سے ثبوت متواتر لکھا ہے۔ جیسے کہ صاحب توضیح وامام سیوطی وغیرہ حضرات قائل ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اترنے پر متواتر احادیث موجود ہیں۔ جن سے انکار کرنے والا سخت گمراہ بے دین ہے۔ مجمع البحار ہی کی عبارت ہے۔ معلوم ہوا کہ مسئلہ نزول کی طرح حیات مسیح پر بھی اجماع ہے۔ کل اہل اسلام اس پر متفق ہیں۔ بلکہ نصاریٰ بھی اس میں مسلمانوں سے الگ نہیں۔ مگر اجماعی حیات الٰی مابعد النزول وہ ہے جو مسیح کے لئے عند الرفع مانی گئی ہے اور قبل رفع موت کا قول بعض علماء کا یہ اختلاف بے موقع ہے۔ ورنہ جمہور کا مذہب جو کہ وہ بھی کالا جماع ہے۔ یہی ہے کہ قبل رفع اور بعد رفع اور بعد النزول ایک ہی دراز حیات ہے اور عمل اکثر ہی کی بات پر ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ ’’اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذفی النار، شامی ‘‘ میں متعدد جگہوں میں ہے۔ ’’العمل علی ما علیہ الاکثر ۰ العمل علیٰ ماعلیہ الجمھور ۰ والقاعدۃ ان العمل علی قول الاکثر ‘‘ ملاجی نے شامی کا یہی حوالہ دیا ہے۔

اور سنو اور صاحب مجمع البحار فرماتے ہیں کہ قیامت کی بعض علامتوں میں سے امام مہدی سے امام آخر زمانہ کا جو کہ عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوگا اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھے گا اور وہ دونوں قتل کریں گے۔ دجال کو اور فتح کرے گا اور امام مہدی قسطنطنیہ کو اور مالک ہوگا عرب وعجم کا اور بھر دے گا زمین کو عدل اور انصاف سے اور پیدا ہوگا مدینہ میں اور لوگ اس سے بیعت کریں گے۔ خانہ کعبہ کے پاس رکن اور مقام کے درمیان میں اور وہ اس پر راضی نہ ہوگا اور قتل کرے گا مرد سفیانی کو اور جائے پناہ لیں گے اس کے پاس بادشاہ ہند کے اور بڑے بے وقوف اور نادان اور نقصان کار ہیں۔ وہ لوگ جو کہ اپنے دین اسلام کو مزاح سمجھتے ہیں اور بے علموں کو پیشوا بناتے ہیں اور جب کوئی مسافر غریب الوطن مثلاً دعویٰ کرتا ہے کہ میں امام مہدی ہوں تو اس کو بلا تامل تسلیم کر لیتے ہیں اور امام مہدی کے اوصاف وخواص وعلامات اس میں نہیں ہوا کرتے اور وہ جاہل ہوتا ہے کھلم کھلا علوم دین اور صرف ونحو وغیرہ فنون کی اس کو بو تک نہیں ہوتی۔ کلام الٰہی کی تفسیر

اپنے پاس سے کرتا ہے اور اپنا ٹھکانا دوزخ میں بناتا ہے اور اپنی مراد کے موافق تاویلات اور معنی کرتا ہے اور اپنے مریدوں کے لئے جو جو اعتقاد کی باتیں بتاتا ہے ان کا باطل ہونا لڑکوں پر بھی ظاہر ہوتا ہے اور جب امام مہدی کی شروط وعلامات حدیث نبوی سے ثابت کی جاتی ہیں تو ان احادیث کو غیر صحیح کہتا ہے اور جو حدیث اس کی اپنی اوصاف کے موافق ہوتی ہے اس سے دلیل لاتا ہے اور جو اس سے مخالف ہو اس کو غیر صحیح کہتا ہے اور کہتا ہے کہ ایمان کی کنجی میرے ہاتھ میں ہے جو کوئی مجھ کو مہدی سچا مانے گا وہ مؤمن ہے اور جو انکار کرے گا وہ کافر ہے اور اپنی بزرگی اور ولایت کو رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر افضل جانتا ہے اور حلال جانتا ہے۔ قتل کرنا علماء کا، اور لینا جزیہ کا اور اس کے ساتھ والوں کے ایک کا نام ابوبکر صدیق اور کسی کا حضرت عمر اور کسی کا حضرت عثمان اور کسی کا حضرت علی ہے اور بعض کو مہاجرین اور بعض کو انصار اور عائشہ اور فاطمہ کہتے ہیں اور بعض بے وقوفوں نے ملک سندھ میں ایک شخص غدار کاذب کو عیسیٰ مقرر کرلیا۔ پس اس فقیر کی کوشش سے بعض جلاوطن کئے گئے اور قتل کئے گئے اور بعضوں نے اس اعتقاد سے توبہ کرلی اور عبارت یہ ہے۔

”ومنه مهدی آخرالزمان ای الذی فی زمن عیسیٰ علیه السلام ویصلی معه ویقتلان الدجال ویفتح القسطنطنیة ویملك العرب والعجم ویملاء الارض عدلا وقسطا ویولد بالمدینه ویکون بیعته بین الرکن والمقام کرها علیه ویقاتل السفیانی ویلجاء الیه ملوك الهند مغلغلین الیٰ غیر ذلك وما اقل حیاء واسخف عقلا اجیل دنیا ودیانة قوما اتخذوا دینهم لهوا ولعبا (تکمله مجمع البحار ص ۱۸۰)“

ناظرین انصاف سے دیکھیں کہ یہ ساری قباحت اور ملامت کی باتیں مرزا غلام احمد اور اس کے مریدوں پر برابر آتی ہیں۔ اسی مجمع البحار میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اترے گا۔ ہمارے نبی ﷺ کی شریعت پر حکم کرے گا۔” وفی حدیث علیٰ تصفه ﷺ بعیثك نعمه ای مبعوثك الذی بعثه الیٰ الخلق ای ارسلة وهو ای عمر وبن سعید یبعث البعوث ای یرسل الجیش ثم یبعث الله ملکا۰ فیبعث الله عیسیٰ ای ینزله من السماء حاکما بشرعنا مختصراً“ ہم اگر خود بخود مجمع البحار کا حوالہ اس مسئلے میں دیتے تو مرزائی لوگ کبھی نہ مانتے۔ مگر اب تو ماننا ہی ہوگا۔ کیونکہ ان کے نزدیک بھی یہ کتاب قابل سند ہے۔ ارے ملاجی نے تو الٹی منہ کے بل کھائی۔ بیت، عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد خمیر مایہ دکان شیشہ گر سنگ است۔

اب مالکی مذہب کی معتبر کتابوں سے حیات مسیح اور جانا ان کا آسمان پر نقل کرتا ہوں تا کہ مرزائیوں کا سند لانا عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر امام مالک صاحب کے مذہب سے بھی غلط ہو جائے۔ شیخ الاسلام انفرادی مالکی نے فواکہ دوانی میں تصریح کردی ہے کہ اشراط قیامت سے ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا اور علامہ زرقانی مالکی شرح مواہب قسطلانی میں بڑی تفصیل سے لکھتے ہیں۔ ''فاذا نزل سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فانه یحکم بشریعة نبیناﷺ بالهام اواطلاع علیٰ الروح المحمدی اوبما شاء اللّٰه من استنباط لها من الکتاب والنسة ونحو ذلك '' اور اس کے بعد لکھتے ہیں۔ ''فهو علیه السلام وان کان خلیفة فی الامة المحمدیة فهو رسول ونبی کریم حاله لا کما یظن بعض وانه یاتی واحد امن هذه الامة به وان نبوة ورسالة وجعل انهما لایزولان بالموت کما تقدم فکیف معن هوحیؐ نعم هوواحد من هذه الامة مع بتائه علی بنبوته ورسالة '' دیکھو کیسا صاف لکتے ہیں کہ جب عیسیٰ علیہ السلام آئے گا تو حکم کرے گا رسول اللہ ﷺ کی شریعت پر بذریعہ الہام کے کہ اس کے دل میں شریعت محمدی کے احکام ڈالے جائیں گے یا رسول اللہ کی روح سے فیض حاصل کرے گا یا اپنا اجتہاد کر کے آیت اور حدیث سے مسائل نکالے گا اور امت محمدیہ میں محمد صاحب کا خلیفہ ہوگا۔ پس وہ اپنے حال پر نبی اور رسول ہوگا۔ کیونکہ نبوت اور رسالت موت کے سبب سے زائل نہیں ہوتیں۔ جیسے کہ پہلے گذر چکا ہے۔ پس کیسے زائل ہوں گی اس شخص سے جو کہ زندہ ہے۔ البتہ یہ بات ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام باوجود باقی رہنے نبوت کے رسول اللہ کے امتی ہوں گے۔ جس کو ایمان کی غرض ہے۔ اس کے لئے اسی قدر مالکی مذہب کی نقل کافی ہے اور ضدی بے ایمان کو تو دفتر بھی کم ہے۔

مذہب شافعیہ علامہ سیوطی جو کہ باوجود علم ظاہری کی علم باطن سے بھی مشرف ہے اور مرزا غلام احمد اپنی کتابوں میں اس کا اوصاف ومداح ہے۔ کتاب الاعلام میں فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے رسول اللہ کے شرع کے ساتھ حکم کرے گا۔ اسی کے ساتھ حدیثیں وارد ہوئی ہیں اور اسی کے اوپر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

''انه یحکم بشرع نبینا ووردت به الاحادیث وانعقد علیه الاجماع '' اسی جلال الدین سیوطی نے قیامت کے علامات میں دابتہ الارض وغیرہ علامات کو بھی ثابت کیا ہے کہ مرزائیوں کو جن باتوں کا صاف انکار ہے۔ دیکھو رسالہ تیغ اسی علامہ سیوطی نے

درمنثور میں حیات مسیح الیٰ قرب القیامۃ اورنزول اس کا آسمان سے بجسدہ الترابی متعدد جگہوں میں ذکر کیا ہے۔''کما مراخرچ ابوالشیخ عن ابن عباس ''اور(تیغ ص۷۰) میں بھی ہے۔ اسی علامہ نے تفسیر درمنثور میں یہ بھی فرمایا ہے۔''عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ انی متوفیك ورافعك یعنی رافعك ثم متوفیك فی آخرالزمان''

اور شیخ مقدیش علی وسطی الشیخ النسوسی شافعی کی کتابوں میں جس کو فتاوی کاملیہ میں نقل کیا ہے بطور سوال وجواب کے۔

سوال...... عیسیٰ بن مریم جب کہ آخرزمان میں اتریں گے تو کیا حضرت کی امت میں سے ایک آدمی کی مثل ہوں گے اور مرتبہ رسالہ ونبوت سے معزول ہوں گے۔

جواب...... حضرت ﷺ کی امت میں سے ایک آدمی امتی کی مثل ہوں گے۔اس شریعت پر چلنے میں لیکن مرتبہ رسالت سے معزول ہونا پس یہ ہرگز نہیں بلکہ ان کا درجہ اور بھی زیادہ ہوگا پہلے سے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے دین وشریعت کو جاری کریں گے اور فتنہ وفساد جو پہلے کا موجود ہوگا دور کریں گے۔پس عیسیٰ علیہ السلام حاکم ہوگا اور سنت کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ اس پر قرآن شریف اور احادیث نبوت کی مراد واضح مکشوف کردے گا۔وہ عبارت یہ ہے۔

''الجواب مافی حواشی مقدیش علی وسطی الشیخ السنوسی وھذا نصہ قولہ کو احد من امۃ یعنی یکون کو احدمنھم فی المشی علی شریعۃ محمد ﷺ واما نزولہ عن مرتبۃ الرسالۃ فلا بل یزیدہ اللّٰہ تعالیٰ رفع درجات وعلومقامات حیث احی اللّٰہ تعالیٰ بہ ھذا الدین ۰ فیکون عیسیٰ علیہ السلام حاکما بنصوص الکتاب والسنۃ ویکشف اللّٰہ لہ الغطاء عن المراد من احکام کتاب اللّٰہ وسنۃ رسول اللّٰہ ﷺ ''اور تاج الدین سبکی شافعی نے بھی عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کا اترنا آسمانوں سے بیان کیا ہے۔حافظ ابن حجر شافعی بھی یہی مذہب رکھتے ہیں۔ملا علی قاری نے اپنے رسالہ المشرب الوردی فی مذہب المہدی میں لکھا ہے۔''ان الحافظ بن حجر یسئل ھل ینزل عیسیٰ علیہ السلام حافظ للقرآن والسنۃ اویتلقاھما عن علماء ذلك الزمان فاجاب لم ینقل فی ذلك شئ صریح والذی یلیق بمقامہ علیہ السلام انہ یتلقی ذلك عن رسول اللّٰہ ﷺ فیحکم فی امۃ کما تلقاہ منہ لا نہ فی الحقیقۃ خلیفۃ عنہ''

شافعی المذہب امام یافعی کی روض الریاحین میں ہے کہ کس طرح خوف کروں۔اس امت پر کہ اول اس کے میں ہوں اور آخر اس کے عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔ یہ حدیث شریف کے ایک ٹکڑہ کا ترجمہ ہے۔یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت کے اوّل میں ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے اتریں گے تو وہ میری امت کے آخر میں ہوں گے۔ پس جبکہ دو پیغمبروں کے درمیان یہ امت رہی تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر فضل کرے گا۔

منتخب النفائس شیخ عبدالرحمٰن صفوریؒ میں ہے کہ خوشخبری ہے امت محمدی ﷺ کو کہ دونوں جلیل الشان پیغمبروں کے درمیان میں ہے اور دونوں کو برحق نبی مانتی ہے۔ محمدؐ اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو امام فخر الدین رازی نے جو شافعی مذہب کا بڑا مقتدا فاضل ہے۔تفسیر کبیر میں جا بجا تصریح کردی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر پہنچائے گئے ہیں اور قیامت کے قریب تک زندہ رہیں گے اور آسمان سے اتر کر دجال کو قتل کریں گے۔(فتح المنان ج۲ص۳۴۴) میں ہے۔’’وقد تواترت الاحادیث بنزول عیسیٰ علیه السلام جسما اوضح ذلك الشوكانی فی مؤلف مستقل یتضمن ذكرما ورد فی المنتظر والدجال والمسیح وغیره فی غیره وصحیح الطبری هذا القول ووردت بذلك الاحادیث المتواتره ‘‘اے مرزائیو!اس عبارت میں احادیث متواترہ کا لفظ دیکھو اور اسلام لاؤ۔امام نووی شافعی المذہب صحیح مسلم کی جلد اخیر ص۴۳ میں نمبر ۴۷ والی حدیث نہایت الامل لمن رغب کی عبارت طول طویل نمبر ۵۷ والی کو ملاحظہ کرو۔

امام اجل شیخ ابونصر محمد بن عبدالرحمٰن ہمدانی شافعی بھی اپنی کتاب سبعیات میں اس کے قائل ہیں کہ سنیچر یعنی شنبہ کے روز اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم کے مکر سے بچا کر بواسطہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آسمان پر بلا لیا۔رسالہ تیغ غلام گیلانی کے صفحہ ۸۵ میں دیکھو مفصل مذکور ہے۔غرض کہ سب شافعی مذہب والوں کا یہی مذہب ہے۔کہاں تک نقل کرتے جائیں۔ ایماندار کو اسی قدر بس ہے۔

مذہب امام احمد بن حنبل صاحب کا اپنا اور ان کے تابعین کا بھی یہی مذہب ہے۔خواجہ امام احمدؒ کی حدیث نمبر ۱۲ میں ابوہریرہؓ سے اور نمبر ۱۳ کی اور نمبر ۳۱ کی سفیان سے اور نمبر ۳۹ کی حدیث مسند امام احمد کی اور نمبر ۶۱ والی حدیث امام احمد کی ابن عباس سے اور امام احمد کی کتاب الزہد کو ملاحظہ کرو۔شیخ الاسلام ابن تیمیہ حرّانی اپنے مسائل میں لکھتے ہیں کہ آسمانوں پر چڑھ جانا آدمی

کا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ثابت ہوگیا ہے۔ کیونکہ وہ چڑھ گئے ہیں آسمان کی طرف اور قریب ہے کہ اتریں گے زمین کی طرف، اور عبارت اس مقام کی یہ ہے۔ ’’وصعود الآدمی ببدنه الیٰ السماء قد ثبت فی امر المسیح عیسیٰ ابن مریم علیه السلام فانه صعد الیٰ السماء وسوف ینزل الیٰ الارض وهذا ماتوافق ونصاریٰ علیه المسلمین فانهم یقولون المسیح صعد الیٰ السماء ببدنه روحه کما یقوله المسلمون وکما اخبربه النبی ﷺ فی الاحادیث الصحیة لکن قلیلا من النصاری یقولون انه صعد بعد ان صلب وانه قام من القبره کثیر اهل الیهود یقولون انه صلب ولم یقم من قبره واما المسلمون وکثیر من النصاری یقولون انه لم یصلب ولکن صعد الیٰ السماء بلا صلب والمسلمون ومن وافقهم من النصاری یقولون انه ینزل الیٰ الارض قبل القیمة وان نزوله من اشراط الساعة کمادل علیٰ ذلك الکتاب والسنة‘‘

تفسیر ابن کثیر میں امام احمد کی ابن عباسؓ سے روایت منقول ہے۔ ’’وقال الامام احمد حدثنا هاشم بن القاسم حدثنا شیبان عن عاصم بن ابی النجور عن ابی رزین عن ابی یحییٰ مولیٰ بن عقیل الانصاری قال قال ابن عباسؓ لقد علمت آیة من القرآن وانه لعلم للساعة قال هوخروج عیسیٰ بن مریم علیه السلام قبل یوم القیمة مقصودا۰ قال الامام احمد حدثنا روح حدثنا محمد بن ابی حفصة عن الزهری عن حنظله بن علی الاسلمی عن ابی هریرة ان رسول الله قال لیهلن عیسیٰ بن مریم بفج الروحاء بالحج والعمرة اویشنیهما اجمیعا (طریق آخر) قال الامام احمد حدثنا عفان حدثنا همام انبانا قتادة عن عبدالرحمن عن ابی هریرةؓ قال النبی ﷺ الانبیاء اخوة العلات امهاتهم شتی ودینهم واحد وانی اولیٰ الناس بعیسیٰ ابن مریم لانه لم یکن بنی بینی وبینه وانه نازل فاذا ارایتموه فاعرفوه رجل مربوع الیٰ الحمرة والبیاض علیه ثوبان ممصران کان راسه یقطروان یصبه بلل فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویدعوالناس الیٰ الاسلام ویهلك الله فی زمانه الملل کلها الا الاسلام ویهلك الله فی زمانه المسیح الدجال ثم تقع الامانة علیٰ

الارض حتیٰ ترتع الاسود مع الابل والنمار مع البقر والذاب مع الغنم ویلعب الصبیان مع الحیات لا تضربهم فیمکث اربعین ثم یتوفی ویصلیٰ علیه المسلمون''

''حدیث آخر قال الامام احمد حدثنا هشیم عن العوام بن حوشب عن جبربن سیحم عن مؤثر بن غفارة عن ابن مسعود عن رسول اللهﷺ قال لقیت لیلة سری بی ابراهیم وموسی وعیسیٰ علیهم السلام فتذاکر وامر الساعة فردوا امرهم الیٰ ابراهیم فقال لا علم لی بها افردوامرهم الی موسیٰ فقال لا علم لی بهافرد وامرهم الیّٰ عیسیٰ فقال اما وجبتها فلا یعلم بها احد الا الله وفیما عهد الیّٰ ربی عزوجل ان الدجال خارج ومعی قضیبان فاذا رانی ذاب کما یذدب الرصاص قال فیهلك الله ادارآنی حتیٰ ان الحجر والشجر یقول یا مسلم ان تحتی کافر انتعال فاقتله قال فیهلکم الله ثم ترجع الناس الیٰ بلادهم واوطانهم فعند ذلك یخرج یاجوج وماجوج الیٰ آخره رواه ابن ماجة عن محمد بن بشار عن یزید بن هارون عن العوام بن حوشب به نحوه حدیث اخر قال الامام احمد حدثنا یزید بن هارون حدثنا حماد بن مسلمة عن علی بن زید عن ابی نضرة قال اتینا عثمان بن العاص فی یوم الجمعة ''یہ حدیث طویل ہے آخر میں یہ عبارت ہے۔''وینزل عیسیٰ بن مریم عند صلٰوة الفجر فیقول له امیرهم یاروح الله تقدم صل فیقول هذه الامة امراء بعضهم علیٰ بعض فیتقدم امیرهم حتیٰ اذا قضی صلوة اخذ عیسیٰ مربة فیذهب نحوالدجال فاذا راه الدجال ذاب کما یذوب المرصاص فیضع حربة من تندوته فیقتله ویهزم اصحابه''

اور ایک اور حدیث دراز امام احمد نے ذکر کی ہے۔عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کے طریق سے اس میں نزول عیسیٰ علیہ السلام بعینہ نہ بمثیلہ مذکور ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو جو کام ہوں گے وہ سب بیان کئے ہیں۔

''حدیث آخر قال الامام احمد اخبرنا عبدالرزاق اخبرنا معمر عن الزهری بن عبدالله بن ثعلبة الانصاریٰ عن عبدالله بن زید الانصاری عن

مجمع بن جارية قال سمعت رسول اللهﷺ يقول يقتل ابن مريم المسيح الدجال بباب لد اوالىٰ جانب لدورواه احمد ايضا عن سفيان بن عينية من حديث لليث والاوزاعى عن الزهرى عن عبدالله بن عبيد الله بن ثعلبة عن عبدالرحمن بن يزيد عن عمه مجمع بن جارية عن رسول اللهﷺ قال يقتل عيسىٰ ابن مريم الدجال بباب لد وكذا رواه الترمذى عن قتيبة عن ليث وقال هذا حديث صحيح حديث آخر قال الامام احمد حدثنا سفيان عن فرات عن ابى الطفيل عن خذيفة بن اسيد الغفارى اشرف علينا رسول اللهﷺ من غرفة ونحن نتذاكر الساعة فقال لا تقوم الساعة حتىٰ تروا عشر آيات طلوع الشمس من مغربها والد خان والدابة وخروج ياجوج وماجوج ونزول عيسىٰ بن مريم والدجال وثلثه خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزيرة العرب ونار تخرج من قعرعدن تسوق اوتحشر الناس تبيت معهم حيث باتوا وتقيل معهم حيث قالوا ورواه مسلم ايضاً من رواية عبدالعزيز بن رفيع ''غرض کہ حیات عیسیٰ ابن مریم اورنزول ان کا بعینہ آسمان سے احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔'' وقد تواترت الاحاديث من رسول اللهﷺ انه اخبر بنزول عيسىٰ عليه السلام قبل يوم القيمة اماما عادلا، ابن كثير''

اور حنفی مذہب کے سارے علمائے کرام کا یہی مذہب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسم خاکی آسمان پر ہیں اور قبل قیامت کے نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ بعض کتابوں کے قبل اس سے مذکور ہیں اور رسالہ تیغ میں بھی ذکر کی ہیں۔ فقط ایک شامی کی عبارت ملاجی کے لئے نقل کرے دیتا ہوں۔ کیونکہ اس نے بھی ہدایۃ المہتدی کے ص۸ میں شامی کی عبارت نقل کی ہے۔ جس میں اس کو کچھ فائدہ نہیں۔ درمختار میں ہے کہ امام اعظم صاحب ابوحنیفہ اتنا بڑا جلیل القدر امام ہے کہ اس کے اصحاب اور شاگردوں اور تابعین کو پروردگار نے شریعت کا حکم دیا ہے۔ امام صاحب کے زمانے سے لے کر اس وقت ہمارے زمانے تک بلکہ عیسیٰ علیہ السلام بھی ابوحنیفہؒ کے مذہب پر عمل کریں گے اور فتویٰ دیں گے۔ اس پر شامی نے فرمایا کہ یہ علامہ قہستانی صاحب جامع الرموز کی متابعت کی ہے اور اس پر کوئی دلیل نہیں اور یہ بات باطل ہے۔ مذاہب اربعہ میں سے کسے مذہب پر عمل نہ کریں گے۔ کیونکہ وہ نبی ہو کر مجتہد کی تقلید کیسے کرے گا۔ بلکہ اپنے اجتہاد سے حکم کرے گا جو

کہ قبل اترنے کے ہمارے شریعت کا علم بواسطہ وحی کے جان چکا ہوگا۔ پہلے سے یا آسمانوں میں جو کچھ ہماری شریعت محمدیہ کا علم سیکھا ہوگا اس پر عمل کریں گے اور حکم دیں گے یا قرآن شریف میں نظر کر کے نکالیں گے۔ جیسے ہمارے نبی ﷺ نکالا کرتے تھے۔'' وھذه عبارة قوله وقد جعل الله الحکم لاصحاب الامام الاعظم واتباعه من زمنه الیٰ هذه الایام انی ان یحکم بمذهبه عیسیٰ السلام تبع فیه القهستانی لکن لادلیل فی ذلك علیٰ ان نبی الله عیسیٰ علیه السلام یحکم بمذهب ابی حنیفة وان کاالعلماء موجودین فی زمنه فلا بدله من دلیل ولهٰذا قال الحافظ السیوطی فی رسالة سماها الاعلام ماحاصله ان ما یقال انه یحکم بمذهب من المذاهب الاربعة باطل لا اصل له وکیف یظن بنبییّ انه یقلد مجتهد ان المجتهد من احادهذه الامة لایجوز له التقلید وانما یحکم بالاجتهاد اوبما کان یعلمه قبل من شریعتنا بالوحی اوبما تعلمه منها وهو فی السماء اوانه ینظر فی القرآن فیفهم منه کما کان یفهم نبینا علیه الصلوٰة والسلام ''شامی کا ماننا بھی ملا جی پر ضروری ہے اور پھر شامی نے نقل کیا ہے۔ امام سیوطی سے اور وہ باقرار مرزا غلام احمد فاضل ظاہری و باطنی ہے اور اس کی صفت مرزا نے جابجا ازالۃ اوہام وغیرہ میں کی ہے۔ کما سیاتی فیما یاتی اور یہی مذہب ہے۔ امام صاحب اور امام ابو یوسف و امام محمد صاحب و امام زفر و حسن بن زیاد وغیرہ جمیع حضرات مجتہدین مرجحین کا احناف میں سے جیسا کہ صدہا کتابوں میں موجود ہے۔ امام صاحب کی خود فقہ اکبر میں موجود ہے۔'' وخروج الدجال ویاجوج وماجوج وطلوع الشمس من المغرب ونزول عیسیٰ علیه السلام من السماء وسائر علامات یوم القیمة علیٰ ماوردت به الاخبار الصیحة حق کائن '' دیکھو فقہ اکبر وغیرہ صدہا کتابوں میں چاروں مذہب کے امام وعلماء اسی عیسیٰ بن مریم ہی آنے کی بشارت دے رہے ہیں۔ کسی کتاب قوی یا ضعیف میں نزول بروزی اور مثیل کا نام تک نہیں۔ اگر سچے ہوں تو مرزائی تین سو تیرہ مل کر کسی آیت یا حدیث ضعیف ہی میں یا کسی عالم جید کے قول میں دکھا دیں کہ نزول عیسیٰ بن مریم سے مراد نزول اس کے مثیل کا ہے جو کہ غلام احمد ہے یا دوسرا کوئی۔ ہرگز قیامت تک نہ دکھا سکیں گے۔ ہم کو مرزائیوں کا علم معلوم ہے۔ علوم آلیہ میں مہارت تو در کنار ابتدائی صرف ونحو میں نو آموز ہیں۔ بیت

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

قولہ...... اور علاوہ ان کے اور ائمہ وعلمائے عظام بھی وفات عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہوئے ہیں۔ مثل امام ابن حزم وعلامہ ابن القیم وغیرہ وغیرہ کے۔

الجواب...... اوّل یہ کہ محض دروغ بیفروغ بکتے ہو بلکہ ائمہ اربعہ کے مسانید اور ایسے ہی ان کے مقلدین کی تصانیف میں نزول مسیح مع دیگر امور کے موجود ہے۔ جس سے صاف عیسیٰ بن مریم کا اترنا آسمان سے مذکور ہے۔ اس کے مثیل کا تو ذکر بھی کہیں نہیں اور صحابہ کرامؓ جیسے حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ وعبداللہ بن مسعودؓ وابوہریرہؓ وعبداللہ بن سلامؓ وربیع اور انسؓ اور کعبؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور امام احمد اور ابن حبان اور بخاری وترمذی ونسائی وابوداؤد وطبرانی وعبد بن حمید وبیہقی ومصنف ابن ابی شیبہ اور جابر وثوبان وعائشہ صدیقہ وتمیم داری اور حاکم اور ابن جریر وابن کثیر اور ابی حاتم وعبدالرزاق وقتادہ وشرح ازالہ وسعید بن منصور واسحٰق بن بشیر وابن عساکر وابن ماجہ وبزاز وابن مردویہ اور ابونعیم وشیخ سیوطی وعلامہ ذھبی اور ابن حجر عسقلانی اور قسطلانی اور شیخ اکبر صاحب فتوحات ومجدد وقت امام ربانی وسائر صوفیہ کرام اور ابن تیمیہ وابن قیم وشوکانی وابن سیرین وغیرہ کل علماء فقہاء واصولین وغیرہ کا آج کے روز تک اجماع چلا آیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بجسدہ الاصلی لابمثیلہ آسمانوں پر اٹھائے گئے اور وہی عیسیٰ علیہ السلام مرفوع قبل از قیامت اتر کر یہود وغیرہ فرقہائے مضلہ وگمراہی کا منہ کالا کریں گے اور جن کے نصیب میں ایمان ہوگا۔ ایمان لائیں گے اور اس پر کل امت مرحومہ کا اجماع ہے اور ابن حزم اور ابن قیم کا قول بموت عیسیٰ اوّل تو یہ کہ ان کو اجماعی عقیدہ سے خارج نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ اگرچہ بنظر ظاہر آیات توفی وفات مسیح کے قائل ہیں۔ جیسا کہ حاشیہ جلالین میں ہے۔ ’’ویتمسك ابن حزم بظاهر الاية وقال بموته ‘‘مگر بلحاظ’’ بل رفعه الله اليه اور وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ‘‘اور احادیث نزول کے پھر عندالرفع حیات مسیح کے بالضرور قائل ہیں۔ کیونکہ درصورت تسلیم احادیث نزول بلا تاویل بغیر اس کے کہ مسیح کو عندالرفع زندہ مانا جاوے۔ کوئی چارہ نہیں ہاں درصورت انکار احادیث نزول یا عدم فہم معنی آیت’’ بل رفعه الله اليه ۰ وان من اهل الكتاب ‘‘کے بےشک عقیدہ اجماعیہ کے برخلاف ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا جب تک مخالف ہمارا بہ نسبت ان دونوں عالموں کے احادیث نزول کا انکار اپنی طرف قول بالبروز

یا تصریح رفع روحانی متعلق آیت بل رفعہ اللہ الیہ کے ثابت نہ کرے تب تک اقوال مذکورہ سے تمسک اس کو مفید نہیں ہوسکتا۔ بلکہ ہمارے پاس دلائل موجود ہیں جو کہ قائلین موت مسیح کو قبل از رفع مثل ابن حزم وابن قیم کے اجماع سے خارج نہیں ہونے دیتی۔ دیکھو انہی لوگوں کی کتابوں کو اور ان کے استادوں اور شاگردوں کی کتابوں کو کہ سب کے سب نزول من السماء کے قائل ہیں۔ اس عیسیٰ بن مریم کے نہ اس کے مثیل کے اور دوم یہ کہ ابن حزم اگر حیات عندالرفع کا قائل نہ بھی ہو تب بھی کوئی نہیں۔ اس واسطے کہ ابن حزم فاسد العقیدہ بدمذہب ہے اکثر علماء نے اس پر فتویٰ کفر کا دیا ہے۔ وہ اس کا قائل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے شان پاک میں کسی قسم کی بے ادبی کرنے والا کافر نہیں ہوتا۔ حالانکہ اس کے کفر پر کل امت کا اجماع ہی سوائے ابن حزم کے درمختار وغیرہ میں ہے کہ جو کوئی شخص حضرت کی شان میں بے ادبی کرنے والے کے کفر میں شک کرے وہ کافر ہے من شك فی كفره وعذابه فقد كفر۔ اسی ابن حزم نے کتاب الملل والنحل میں لکھا ہے کہ پروردگار اپنا بیٹا اگر نہ پیدا کر سکے تو وہ عاجز ہو جائے گا اور اپنے مذہب باطل کی ترویج کے لئے صحیح بخاری کی مستند حدیث کو رد کر کے موضوع کہہ دیا۔ دیکھو المطالب الوفیہ سیدنا عبدالغنی النابلسی اور ابن حجر کی کف الرعاع اور نووی شرح مسلم کو۔ پس ابن حزم کا تو یہ حال ہے کہ بہت سی باتوں میں اجماع کا خلاف کیا اور الگ راہ چلا۔ تیسرا یہ کہ مرزا ابن حزم سے مسند تو لایا ہی مگر اس کے مذہب پر بھی اقرار نہیں پکڑتا۔ کیونکہ ابن حزم نے خود معراج کی حدیث بیان کی ہے۔ جس میں کمی وبیشی نمازوں کی واقع ہے بخاری ص ۱۷۴) حالانکہ مرزا اور مرزائی اس حدیث کو موضوع کہتے ہیں۔ یہاں ابن حزم کو بھی رخصت کر گئے اور ابن قیمؒ مذہب کا حنبلی ہے۔ اس کے امام احمد بن حنبلؒ کا یہی مذہب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ کما مر اور ابن قیم کا اپنا مذہب خاص بھی یہی ہے کہ بعد چند ساعت کی موت کے زندہ ہو کر مرفوع علی السماء ہو گیا۔ جن جن فضلائی ہندو پنجاب نے مرزا کا رد لکھا ہے۔ انہوں نے ابن قیم کا یہی مذہب بیان کیا ہے۔ جیسا کہ حجۃ اللہ البالغہ میں بھی ہے۔ خود ابن قیمؒ کے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا بھی یہی مذہب ہے کہ عیسیٰ بن مریم زندہ آسمان پر گئے اور پھر وہی بعینہ لا بمثیلہ آئیں گے۔ کما مر ابن قیم اس قدر بڑا آدمی نہیں جو کہ اپنے امام سے ایسے اعتقادی مسئلہ میں مخالف ہوسکے اور بصورت مخالف ہونے کے بمقابلہ اس کے استاد ابن تیمیہ اور صاحب مذہب امام احمد کے اس کا قول غیر معتبر ہے اور ابن قیم بھی اکثر مسائل میں خلاف اجماع امت مرحومہ چلتا ہے۔ مثل اپنے استاد ابن تیمیہ کے چنانچہ ان کے اعتقادیات سے بعض باتیں یہ

ہیں۔ خدا بر عرش نشتہ و بر کرسی پائے نہادہ و کرسی از ان آوازی کند و طلاق خائض واقع نمی گردو۔

قولہ...... فی الواقع دجال ایک گروہ کا نام ہے۔ قرآن و حدیث میں بھی اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ سورۃ المؤمن رکوع ۶ میں ہے۔ ''لخلق السموات والارض اکبر من خلق الناس'' فتح الباری میں ہے۔ ''وقد وقع فی تفسیر البغوی ان الدجال المذکور فی القرآن فی قولہ تعالیٰ لخلق السموات والارض اکبر من خلق الناس ان المراد بالناس ھھنا الدجال'' پس قرآن کریم میں جو لفظ ناس سے دجال مراد کیا گیا ہے یعنی دجال سے لفظ ناس کے ساتھ تعبیر کی گئی ہے۔ یہ دال ہے اس پر کہ دجال فی الواقع شخص واحد نہیں ہے۔ بلکہ ذوافراد ہی کیونکہ لفظ ناس بھی ذوافراد ہے کہ معنی اس کے مطلق آدمی کے ہیں اور حدیث میں بھی اشارہ دجال کے جمع ہونے کے طرف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ (کنز العمال ج۷ ص۱۷۴) میں ہے۔ ''یخرج فی آخر الزمان رجال یختلون الدنیا بالدین ۰ الحدیث'' کیونکہ اس حدیث میں دجال کے لئے فعل جمع جو لفظ یختلون لایا گیا ہے۔

الجواب...... اوّل اہل سنت و جماعت خود قائل ہیں کہ دجال معنی وصفی بھی ہے جو کہ بہت سے شریروں فسادیوں پر صادق آتا ہے۔ اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ دجال کوئی شخص واحد نہیں ہے۔ لفظ کے ذوافراد ہونے سے اس امر کی نفی نہیں ہوتی کہ وہ دوسرے لحاظ سے کسی شخص خاص کا علم ہو کہ دجال نام شخصی بھی ہے اور وصف بھی ہے۔ اگر دجال سے مراد فسادی اور شریر اور بے دین لوگ ہیں تو چاہیئے تھا کہ وہ لوگ کے معظّمہ و مدینہ منورہ و بیت المقدس و کوہ طور میں داخل نہ ہوتے۔ کیونکہ احادیث میں دجال کے داخل ہونے کی ان جگہوں میں نفی آچکی ہے۔ پس جب کہ شریر لوگ ان جگہوں میں ہر زمانے میں بکثرت رہتے ہیں تو معلوم ہوا کہ دجال شخصی ان سے مراد نہیں اور وہی احادیث میں مراد ہے۔ یعنی دجال شخصی جو سب دجالوں کا پیشوا اور شخص خاص ہے۔ ان مقاموں میں داخل نہ ہوگا اور اسی کو عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے اور اس آیت میں ناس بمعنی دجال ایک صفت عامہ ہے۔ فلا فائدۃ للمستدل ولاضر رلنا خود ہی ملا جی نے ہدایۃ المھتدی کے ص۹ میں لکھا ہے۔ بحوالہ صراح دجال نام مسیح کذاب و گروہ بزرگ دجالہ مثلہ۔ ملا جی کا حافظہ بھی اپنے پیر کے حافظہ کی طرح نکما ہے۔ اپنے کتاب میں بھی اس کو یاد نہ رہا کہ دجال ایک شخص کا نام بھی ہے۔ دجال کے بارہ میں جو جو احادیث لکھتے ہیں اور کنز العمال کا حوالہ قادیانی کو کچھ مفید نہیں۔ کیونکہ وہ خود کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اسی جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر گیا ہے اور قریب قیامت کے اترے گا۔ دیکھو کنز العمال کو اسی صفحہ میں لکھتا ہے اور بہت حدیثوں میں جو دجال کو شخص واحد

سے تعبیر کی گئی ہے یا اس اعتبار سے کہ اس گروہ کا سردار اور افسر شخص واحد ہوگا۔ اب اس عبارت میں بھی صاف اقرار ہے کہ دجال شخص واحد ہے۔ شرارتیوں کے گروہ کا سردار پس ملاجی نے بعینہ ہمارا دعویٰ مان لیا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ صحابی کہتے ہیں کہ کسی نے دجال کے بارہ میں مجھ سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ سے سوال نہیں کیا اور آپ نے مجھ کو فرمایا کہ تجھ کو ضرر نہ دے گا میں عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی۔ فرمایا حضرت نے یہ حدیث بخاری و مسلم وغیرہ ہی میں آچکی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ میں دجال کا چرچا بہت تھا۔ جیسا کہ حدیث کے ٹکڑے انہم یقولون سے معلوم ہوتا ہے۔ اگر دجال سے مراد شرارتی لوگ تھے تو اس کی اس قدر توضیح اور بار بار دریافت کی کیا ضرورت تھی۔ شرارتیوں کو تو خود ہر کوئی جانتا ہے اور ہر زمانے میں بکثرت ہوتے ہیں۔ عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں میں کھڑے ہوکر باری تعالیٰ کی ثناء کہی۔ پھر ذکر کیا دجال کو اور فرمایا سب انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے۔ نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو خوف دکھلایا۔ لیکن میں تم کو اس کے بارہ میں ایسی بات کہوں گا جو کسی نبی نے نہیں کہی۔ جان لو کہ وہ دجال کانا ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ بخاری و مسلم، ذرہ ذرہ بات رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو تعلیم فرمادی تھی تو اگر دجال کے معنی ہیں اور نزول عیسیٰ میں کچھ اور ہی مطلب تھا جو ظاہر عبارت کے مخالف ہے تو ضرور بیان فرماتے۔ پس جب کہ بیان نہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ جس دجال میں نزاع ہے وہ دجال وہی ہے جس کو عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم قتل کریں گے اور نزول عیسیٰ سے مراد نزول اسی عیسیٰ بن مریم کا ہے نہ نزول بروزی یعنی نزول اس کے کسی ہم مثل کا۔ باری تعالیٰ فرماتا ہے۔ ’’ان ہو الا وحی یوحیٰ وقال اللّٰہ تعالیٰ قد جاء کم من اللّٰہ نور وکتاب مبین یھدی بہ اللّٰہ من اتبع رضوانہ سبل السلام ‘‘ صحیح بخاری میں ہے ’’اتیتکم بیضاء نقیۃ ‘‘ یعنی میں تمہارے پاس سفید اور صاف شریعت لایا ہوں۔ صحیح مسلم میں ہے ’’ان بعض المشرکین قالوا لسلمانؓ لقد علمکم نبیکم کل شئ حتیٰ الخراء ۃ قال اجل وقال ﷺ ترکتکم علیٰ البیضاء لیلھا کنھار ھالا یزیغ عنھا بعدی الاھالك وقال ماترکت من بشئ یقربکم الیٰ الجنۃ الاوقد حدثتکم بہ ولا من شئ یبعدکم عن النار الاوقد حدثتکم عنہ ‘‘ یعنی بعض کافروں نے سلمان سے کہا کہ تمہارے نبی نے تم کو سب کچھ سکھایا۔ یہاں تک کہ بول و براز کا طریقہ بھی سلمان نے کہا کہ ہاں حضرت نے فرمایا ہے کہ

شریعت کو ایسا صاف تمہارے پاس میں نے چھوڑا ہے کہ اس کی رات مثل اس کے دن کے سفید ہے۔ اس سے کوئی کج رد نہ ہوگا۔ مگر ہلاک ہونے والا اور جو چیز کہ تم کو جنت کی طرف قریب کرے اور دوزخ سے دور کرے۔ وہ میں نے نہیں چھوڑی۔ مگر بیان کر دی ہے۔ ہاں مکاشفہ اجمالی کے اجمال میں بعض لوگوں کو دھوکہ لگ جاتا ہے۔ اس کی تفصیل سنو کہ جو مکاشفہ اجمالی ہوتا ہے وہ تعبیر وتفسیر طلب ہوا کرتا ہے۔ یعنی پہلے بیان کی تفسیر دوبارہ ہو جایا کرتی ہے اور جو مکاشفہ تفصیلی ہوتا ہے۔ اس میں پھر تفسیر اور تعبیر کی ضرورت نہیں رہتی۔ حضرت ﷺ نے جو کہ مرض وبا کو بصورت عورت گرداگرد مدینہ منورہ کے پھرتے دیکھا تھا یہ مکاشفہ اجمالی تھا کہ دیکھا تھا کچھ اور ظہور میں آیا کچھ، اور پر مرزا اس اجمالی مکاشفہ پر کل مکاشفات تفصیلیہ کو قیاس کر کے تاویل کرتا جاتا ہے اور یہ باطل ہے اور بعض جگہ امر مستبعد عقلی کو جیسے صعود علی السماء اور حیات علٰی السماء اور اختیارات دجال کو محال عقلی سمجھ کر انکار کر جاتا ہے۔ حلانکہ مستبعد عقلی ومحال عقلی میں دن رات کا فرق ہے۔ ہاں نبی کی تعبیر میں اگرچہ وقوع خطا ممکن ہے۔ مگر بقاء علےٰ الخطاء ناممکن ہے۔ کیونکہ یہ امر نبی کی عصمت کو باطل کر دیتا ہے۔ اب سمجھ لو کہ احادیث نزول عیسیٰ علیہ السلام وخروج دجال ومہدی مکاشفات تفصیلہ میں سے ہیں۔ جیسا کہ بارہا ثابت ہو چکا ہے۔ بناء علٰی ہذا اگر احادیث نزول عیسیٰ علیہ السلام وخروج دجال مکاشفات اجمالیہ سے ہوویں تو ساری عمر باقی رہنا غلط بیانی اور خطاء فی التعبیر پر معاذ اللہ آپ کی عصمت کو سخت مضر ہوگا۔ پس ضرور ہے کہ مکاشفات تفصیلیہ ہیں ذرہ قدر فرق بھی نہ آئے گا۔ حضور کی پیشین گوئیاں جواز قبیل مکاشفات تفصیلیہ کے میں ان کو کتب صحاح وسیر سے اگر ملاحظہ کیا جائے تو ہو بہو بالکل جیسے حضرت فرما گئے ایسے ہی واقع ہو چکیں ہیں۔ اس میں ہر مسلمان کو بہت پختگی اور حضرت کے فرمودہ پر بہت سخت تصدیق چاہی۔ ورنہ ایمان کا ایک رکن بلکہ کل ایمان جاتا رہے گا۔ ہم اہل اسلام تو ایمان رکھتے ہیں۔ اس پر کہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے قرآن سے سمجھا اور بیان فرمایا اور ہمارے تک براہ اعتبار وامانت پہنچ گیا۔ اس کو ایسے ہی ہونا ہوگا۔ اس میں سرمو بھی تفاوت نہ ہوگا۔ ہم اپنی گندی تاویلوں سے باز رہیں گے جو اس وقت سے لے کر آج کے روز تک کل امت مرحومہ کا اعتقاد ہے۔ وہی ہمارا ہے ساری امت کو غلطی پر کہنے والا پختہ گمراہ ہے۔ دیکھو حواشی شرح عقائد اب رسول اللہ ﷺ کی چند پیش گوئیاں تحریر کرتا ہوں۔ ام حرامؓ صحابیہ روایت کرتی ہے کہ آنحضرت قیلولہ سے بیدار ہوئے حالت تبسم میں میں نے تبسم کا باعث عرض کیا۔ فرمایا کہ میں متعجب ہوں اپنی امت کے ایک گروہ سے جو بادشاہوں کی طرح تختوں پر سوار ہوں گے۔ میں نے عرض کی کہ یا حضرت دعاء کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو ان لوگوں سے

کرے۔ حضرت نے فرمایا تو انہیں میں سے ہے۔ بخاری اور اس کا ظہور حضرت عثمانؓ کے عہد میں بوقت فتح ہونے جزیرہ قبرص کے ہوا۔ ان ایام میں ام حرام عبادہ بن صامت کے نکاح میں تھیں۔ ام حرامؓ کہتی ہے کہ میں نے رسول خدا سے سنا کہ فرماتے تھے کہ میری امت سے ایک لشکر دریا کا جنگ کریں گے اور ان سے جنت میں داخل ہونے کا عمل صادر ہوگا۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ میں بھی ان میں سے ہوں۔ حضرت نے فرمایا تو ان میں سے ہے۔ بعدہ آپ نے فرمایا میری امت سے ایک لشکر قیصر کے شہر کا جنگ کریں گے اور وہ بخشے جائیں گے۔ میں نے عرض کی میں ان میں سے ہوں یارسول اللہ ﷺ تو حضور ﷺ نے فرمایا، نہ بخاری عن عمیر بن الاسود العنسی، حضرت عثمانؓ کے حق میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فلاں فتنہ میں بحالت مظلومی قتل کیا جائے گا۔ ترمذی حضرت نے عثمانؓ کو فرمایا کہ تو سورۂ بقر کے پڑھتے ہوئے قتل کیا جائے گا اور تیرے خون کا قطرہ اس آیت پر پڑے گا۔ ''فسیکفیکھم اللّٰہ وھو السمیع العلیم'' حاکم، علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میرے ساتھ عہد کیا آنحضرت ﷺ نے کہ جب تک تو امیر نہ بنایا جائے گا وفات نہ پائے گا اور پھر رنگین کی جائے گی ریش سر کے خون سے۔ احمد، امام حسنؓ کی شہادت اور امام حسینؓ کے قتل سے خبر دی اور واقعہ حرہ وخروج عبداللہ بن زبیر اور خروج بنی مردان سے اور خلافت عباسیہ سے اور واقعہ نہرواں سے خبر دی اور وہ حدیث متواتر ہے اور علیؓ اس واقعہ میں بروقت معائنہ پیشین گوئی آنحضرت ﷺ کے بعینہ بغیر تفاوت سر جوئی کے فرماتے تھے کہ صدق رسول اللہ ﷺ صدق رسول اللہ ﷺ۔ احمد، اور خبر دی حضرت نے ترکوں کی بادشاہی سے طبرانی وابونعیم، ابن مسعود اور ہلاکو خان کے واقعہ سے خبر فرمائی۔ خصائص اور فرمایا حضرت ﷺ نے سراقہ بن مالک کو جو ایک اعرابی تھا۔ اس کے دونوں بازوں کو ملاحظہ فرما کر گویا دیکھ رہا ہوں میں، جو تو نے کنگن کسریٰ کے اور کمر بند اس کا اور تاج اس کا پہنے ہیں۔ امیر المؤمنین عمر کی خلافت میں ایسا ہی وقوع میں آیا۔ ازالۃ الخفاء اور ایک یہودی کو فرمایا حضرت نے جو کہ بنی ابی الحقیق سے تھا کہ کیسا حال ہوگا تیرا جب کہ تو نکالا جائے گا خیبر سے پھر اس کو عمرؓ نے نکال دیا تھا۔ حذیفہؓ کہتے ہیں کہ قسم ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی کہ رسول اللہ ﷺ نے سب مفاسد کے پیشواؤں سے دنیا کے تمام ہونے تک خبر دی ہے اور پہنچتا ہے عدد ان کا جو ساتھ اس کے ہوں گے۔ سو سے زائد کو، ان کے نام اور ان کے باپ کے نام اور ان کے قبیلہ کے نام سے بھی خبر دی ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ، اب غور کرو کہ ان لوگوں سے اور ان کے سوا کے صدہا پیشین گوئیاں ہیں جو مکاشفات تفصیلہ کی قسم سے ہیں۔ خاص یہی زماں ومکاں واسامی مراد ہیں۔ جو جو احادیث میں مذکور ہیں بعینہ نہ ان کے ہم صورت اور مثیل۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ

السلام کی خبر دی میں اس کا مثیل کہاں سے آ گیا۔

بے حیا باش وہرچہ خواہی گو

خلافت عثمانیہ اگرچہ عالم مثال میں برنگ قمیص نظر آئی۔ مگر عثمانؓ وہی عثمان ہیں نہ کوئی دوسرا مثیل ان کا۔ غرض کہ مکاشفات تفصیلیہ میں جولوگ بقید اپنے اسماء کے مذکور ہیں کوئی تاویل طلب نہیں۔ گوکہ بعض فقرات ماسواء اسماء کے جو در رنگ استعارہ ہیں اور ارادہ معنی حقیقی وہاں پر متعذر ہے۔ تعبیر طلب ہیں اور وقوع تاویل بعض فقرات کلام میں موجب تاویل کل کلام کا نہیں ہوسکتا۔ بلکہ یہ منوط بتعذر حقیقت ہے۔ لفظ ''یختلون الدنیا بالدین '' کے جمع ہونے سے دجال کے ذوافراد ہونے پر دلیل پکڑنی ایسی باطل ہے جیسے کہ مولوی امروہی نے دلیل پکڑی ہے۔ اس نے اپنی کتاب شمس بازغہ کے ص ۳۰۵ میں لکھا ہے کہ لسان العرب میں لکھا ہے۔ ''وقیل لانه یغطی الارض بکثرة جموعه ''اقول مولوی امروہی کی یہ بےفکری ہے کہ لانہ کی ضمیر کو خیال نہ کیا۔ جس سے دجال واحد شخصی مراد ہے اور اس کے ساتھ جماعات کے ہونے کا ہم کب انکار کرتے ہیں۔

قولہ...... ص ۱۰ میں حالانکہ خروج دجال کو متشابہات میں سے شمار کیا گیا ہے۔ جن کا علم بجز باری تعالیٰ کے دوسرے کو نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ تفسیر معالم التنزیل میں محی السنہ امام بغویؒ کے ہے۔ ''والمتشابه ما استاثر اللّٰه تعالیٰ بقلمه لا سبیل لاحد الیٰ علمه نحو الخیر عن اشراط الساعة وخروج الدجال ''اور امام جلال الدین سیوطی نے بھی اتقان فی علوم القرآن میں ایسا ہی لکھا ہے۔ ''حیث قال والمتشابه ما استاثر اللّٰه بعلمه کقیام الساعة وخروج الدجال ''

اقول...... ان عبارتوں سے قادیانی بنگالی کو کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ مراد اس سے یہ ہوا کہ قیام قیامت اور خروج دجال کا بیعنہ کون سے برس کون سے مہینے کون سے دن میں ہوگا۔ یہ امر متشابہات اور مغیبات سے ہے اور یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نفس خروج دجال اور نفس قیام قیامت متشابہات میں سے ہے۔ یعنی یہ مطلب کہ معلوم نہیں کہ قیام قیامت کیا چیز ہے۔ اگر یہ مطلب لیا جاوے تو قیام قیامت یعنی قیامت کے آنے سے انکار ہوا۔ حالانکہ آیات واحادیث واجماع امت وقیاس جمیع الامان دین اور اعتقاد کل مؤمنین کے مخالف ہے اور صاف کفر ہے۔ امام جلال الدین سیوطی تفسیر اور درمنثور کی عبارت کو دیکھو جو ہم نے اس سے قبل لکھ دی ہے کہ کیسا صاف صاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا بیان کرتے ہیں اور دجال کا خروج اور عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ

سے اس کا مرنا بھی ذکر کیا ہے۔’’حیث قال ان الدجال خارج ومعی قضیبان ‘‘اور ایسا ہی تفسیر اتقان میں ہے۔ مگر اندھوں کو آفتاب جہاں تاب سے کیا فائدہ ہے اور اسی علامہ نے اسی درمنثور میں بھی فرمایا کہ شب معراج میں رسول اللہ ﷺ نے ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی۔ پس قیامت کا ذکر کیا سب نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف اس ذکر کو رد کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو علم نہیں۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف رو کیا تو انہوں نے کہا کہ وقوع قیامت کو سوائے اللہ تعالیٰ کے دوسرا کوئی نہیں جانتا۔’’فقال عیسیٰ اما وجبتها فلا یعلم بها احد الا اللّٰہ عزوجل وفیما عهد الیّ ربی ان الدجال خارج ومعی قضیبان ‘‘اس عبارت میں وجبتها کا معنی وقوعها ہے۔ مراد اس سے بھی نفی تعیین یوم بالخصوص کی ہے۔ جیسا کہ آیات صریحہ میں موجود ہے اور خود مشکوٰۃ وغیرہ صحاح کی کتب میں بکثرت وارد ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے آکر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ متی الساعۃ قیامت کب کو ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مجھ کو نہیں معلوم۔ پس اس سے مراد بھی بالخصوص تعیین یوم وزمان کی نفی ہے۔ اگر یہ مطلب نہ ہو جو میں اور جملہ اہل اسلام کہتے ہیں تو کل احادیث وکتب ائمہ دین اور خود امام سیوطی کی تصانیف میں ایسے تدافع اور تعارض اور تناقض ہوں گے کہ کسی مجنون کی کلام میں بھی نہ ہوں گے۔ کیونکہ کسی جگہ عیسیٰ کا آنا اور دجال کو قتل کرنا اور قیامت کا آنا بیان کیا اور کسی جگہ ان کو متشابہات سے کہہ کر ان کا انکار ثابت کر دیا۔ نعوذ باللہ منہا۔ ہم کل مسلمان اہل سنت وجماعت بلکہ شیعہ ورافضی ووہابی بھی ایمان تفصیلی میں’’آمنت باللّٰہ وملائکته ورسله والیوم الآخر ‘‘پڑھتے ہیں۔ مگر قادیانی لوگ’’والیوم الآخر ‘‘سے منکر ہیں۔ اسی واسطے نفس قیام قیامت کو متشابہات سے کہتے ہیں۔ مرزا نے خود ٹائٹل (ازالۃ الاوہام ص۲، خزائن ج۳ ص۱۰۲) میں لکھا ہے۔ میں ایک مسلمان ہوں۔’’آمنت باللّٰہ وملائکته وکتبه ورسله وابعث بعد اموت بلفظه ‘‘استغفر اللہ بے علمی کے کیسا سخت مغالطہ واقعہ ہوا کہ جس کے سبب سے آیات بینات وہزاروں احادیث سے انکار کرنا پڑا اور ایسا ہی حال ہے۔ تفسیر معالم التنزیل کا اور امام بغوی کا اعتقاد عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں اہل سنت وجماعت کی مثیل ہے۔ اس سے سند لانی مرزائیوں کو سخت مضر ہے۔ اس نے تو ابوشریح انصاری سے دابۃ الارض کے نکلنے کا قصہ مفصل بیان کیا ہے۔ حالانکہ مرزا دابۃ الارض سے منکر ہے اور کہتا ہے کہ دابۃ الارض کوئی خاص جانور نہیں۔ بلکہ اس زمانہ کے علماء ہوں گے جو آسمانی قوت اپنے میں نہیں رکھتے۔

(نزول المسیح ص۴۳، خزائن ج۱۸ ص۴۲۱)

آخری زمانہ میں ان کی کثرت ہوگی۔تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر عزیزی اور تفسیر مظہری وابن کثیر وفتح البیان میں تو خود موجود ہے کہ جبرائیل علیہ السلام ہر وقت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ موجود رہتا تھا۔ یہاں تک کہ ان کے ساتھ آسمان کی طرف چلا گیا۔’’ وھذا عبارتھم کان معه لازما فی جمیع الاحوال حتیٰ رفع مع عیسیٰ علیه السلام الیٰ السماء‘‘

قولہ...... کیونکہ اگر واقعی اسی صورت پر دجال معہود ظاہر ہو جاوے تو العیاذ باللہ قرآن وحدیث کا باطل ہونا لازم آئے گا۔اس لئے کہ ام القرآن یعنی سورۂ فاتحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مفسد ومخرب دین قوم یہود ونصاریٰ سے باہر نہیں ہوگا۔کیونکہ اگر ہوتا تو ضرور ام القرآن میں اس کی طرف اشارہ ہوتا۔ورنہ ام القرآن کا مرتبہ گھٹتا جاتا ہے۔

اقول...... ملاجی کا مطلب یہ ہے کہ الحمد میں غیر المغضوب علیہم ولا الضالین سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں اور کل مفسد ومخرب دین کے انہیں دونوں فرقوں میں سے ہوں گے۔حالانکہ یہ سمجھ غلط ہے۔کیونکہ فرقہ قادیانی ومجوسی ودہریہ وقرآنیہ ونیچریہ وشمسی ورافضی اعلیٰ قسم کے مخرب دین ومفسدین سے ہیں۔حالانکہ یہود ونصاریٰ سے باہر ہیں اور ام القرآن میں مذکور نہیں اور صدہا احکام نماز وروزہ وزکوٰۃ وحج ومزارعت ونکاح وطلاق وبیع وعتاق وغیرہ ام القرآن میں کوئی نہیں کیا۔اس سے ام القرآن کا مرتبہ گھٹتا جائے گا۔یہ کیسی عندیہ باتیں ملاجی نقل کر رہا ہے۔

قولہ...... اور یہود سے دجال معہود کا آنا تو قولہ تعالیٰ وضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ وغیرہ سے باطل ہے۔

اقول...... یہود کا خوار وذلیل ہونا جو قرآن وحدیث میں مذکور ہے اس کے ظہور کے اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دجال تھوڑے روز باآں کروفر خدائی دعویٰ کر کے مسیح بن مریم کے ہاتھ سے مقتول ہوگا۔اس کا چندروزہ شان وشوکت کتاب وسنت کی پیشین گوئی کو مضر نہیں۔چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ہمیشہ میری امت میں سے ایک جماعت حق پر ہوگی اور غالب رہے گی۔ قیامت تک اس کا یہ معنی نہیں کہ کوئی بالمقابل ان کے سر نہ اٹھائے گا۔بلکہ مطلب یہ ہے کہ بعد تقابل کے غلبہ اہل حق ہی کو ہوگا۔ایسا ہی دجال بھی مسیح بن مریم کے ہاتھ سے ہلاک ہوگا۔جس سے اس کو اور اس کے تابعین کو بڑی ذلت ہوگی۔جیسا کہ خود اس جواب کو حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے۔اب جو کہ بعض جگہوں میں بعض یہود ملکوں کے والی اور رئیس ہیں یا نصاریٰ کہ قریب قریب تمام روئے زمین کی سلطنت کر رہے ہیں تو آیات واحادیث ہیں جو کہ ان کی ذلت وارد ہے۔وہ بیمار اور غلط ہے۔بلکہ مقصود شارع کا یہ ہے کہ یہ چندروزہ شان وشوکت کا کوئی اعتبار نہیں۔اعتبار

نتیجہ اور خاتمہ کا ہے۔ ’’العبرۃ بالخوایتم‘‘ یہ اعتراض بھی مرزائیوں کا غلط ہوا۔

قولہ...... اور تمیم داری کی روایت کے مطابق جزیرہ کے قوی ہیکل دجال کا نکل آنا بھی صحیح مسلم وغیرہ کے سو برس والی حدیث سے باطل ٹھہرتا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے۔ ’’عن جابرؓ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول قبل ان یموت بشھر تسئلونی عن الساعۃ وانما علمھا عنداللہ واقسم باللہ ماعلیٰ الارض من نفس منفوسہ یاتی علیھا ماتہ سنۃ وھی حتیٰ یومئذ وعن ابن مسعود امایاتی مأتہ سنۃ وعلیٰ االرض نفس منفوسۃ الیوم رواہ مسلم‘‘

الجواب...... ہم نے رسالہ تیغ غلام گیلانی بر گردن قادیانی میں خوب تحقیق سے تحریر کر دیا ہے کہ آیت ’’بل رفعہ اللہ الیہ ‘‘ کی محکم ہے۔ رفع جسمی میں لہٰذا اہل لسان اور محاورہ داں صحابہ اور سلف سے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین رفع جسمی کو آیت ہذا سے ایسے سمجھے ہوئے تھے کہ کسی سے اس آیت کے معنی میں اختلاف ہی مروی نہیں اور اسی وجہ سے یعنی چونکہ محکم ہے۔ رفع جسمی میں تو مخصص ہوگی۔ واسطے ان آیات اور احادیث کے جو باعتبار، عموم اپنے کے دال ہیں۔ وفات مسیح پر مثل ’’قد خلت من قبلہ الرسل ‘‘اور ’’ما من نفس منفوسۃ‘‘ وغیرہ۔

۲...... جس وقت یہ حدیث رسول اللہ ﷺ نے فرمائی۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر موجود نہ تھے۔ بلکہ آسمان پر تھے۔ پس حدیث کا حکم اس شخص کے لئے ہے جو کہ اس وقت زمین پر تھا۔ پس علیٰ الارض کی قید سے عیسیٰ علیہ السلام نکل گئے۔ وھذا ظاھر جدا!

۳...... یہ حکم حدیث کا کلی نہیں بلکہ جزی ہے۔ کیونکہ اس وقت تو زمین پر خواجہ خضر اور مہتر الیاس علیہما السلام زندہ موجود تھے اور باتفاق اہل باطن واہل کشف اب تک زندہ ہیں اور اصحاب کہف جو کہ اس وقت غار میں تھے جن کو غار میں جانے کے اس وقت ۳۰۹ برس ہو چکے تھے اور اب تک ۱۳۳۶ اور بھی گزر چکے ہیں۔ پس ان احادیث سے عیسیٰ علیہ السلام کی موت ہرگز ثابت نہیں ہوئی۔ مرزائیوں کا یہ اعتراض بھی خاک میں مل گیا اور صحیح مسلم کا حوالہ دینا تو تم کو کوئی مفید نہیں بلکہ وہ تو تمہارے حق میں زہر قاتل ہے۔ دیکھو (صحیح مسلم مطبع انصاری جلد اوّل ص ۸۷ باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام) اور (ج۲ص۳۹۲) میں ہے کہ عیسیٰ ابن مریم دجال کو قتل کر کے لوگوں کو اس کا خون نیزہ پر دکھائیں گے اور (جلد ثانی ص۳۹۹) میں ہے کہ دجال کو اللہ تعالیٰ بعض چیزوں کا اختیار دے کر لوگوں کی آزمائش کرے گا۔ جیسا کہ زندہ کرنا مردوں کا اور دوزخ وجنت اور دونہروں کا اس کے ساتھ ہونا اور آسمان اس کے امر سے بارش برسانا وغیرہ وغیرہ۔ پھر عیسیٰ علیہ

السلام اس کو قتل کریں گے اور یہی مذہب اہل سنت و جماعت اور جمیع محدثین اور فقہا وغیرہ کا ہے اور خوارج اور جہمیہ اور بعض معتزلہ اس کے خلاف پر ہیں اور بوجہ یاجوج ماجوج کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک جگہ میں بند ہونا (ص ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳) میں ہے کہ آنا عیسیٰ علیہ السلام کا اور قتل کرنا اس کا دجال کا بالکل صحیح ہے اور حق ہے۔ عقل اور شرع میں اس کو کوئی شے باطل نہیں کرتی۔ ان سب میں اسی دجال حقیقی شخص واحد اور اسی عیسیٰ ابن مریم بعینہ کا ذکر ہے۔ مثیل عیسیٰ علیہ السلام کا تو اشارہ قدر بھی نہیں ہے۔

قولہ...... اور علاوہ ماذکر سے دجال معہود میں ایسی ایسی صفتیں بھی تسلیم کی گئیں ہیں کہ کسی نبی اولوالعزم میں ایسی صفتیں پائی نہیں گئیں۔ بلکہ بعض بعض خدائی صفتیں بھی دجال میں مانی گئی ہیں۔ مثل عالم الغیب ہونے واحیاء اماتت کے پس ایسا دجال خیالی کا آنا بحکم قرآن عظیم واحادیث رسول کریم ﷺ کے یکسر باطل ہے۔ کما لا یخفی!

الجواب...... غیب کا علم جاننا بالذات بلاکسی ذریعہ سے اسطور پر کہ ذات عالم کی خود بخود مبدٔ انکشاف ہو جائے۔ یہ خاصہ باری تعالیٰ کا ہے اور علم غیب کا جاننا بواسطہ وحی یا الہام اور القاء فی القلب اور کشف القلوب اور بذریعہ قرائن کی یہ خاصہ خداوندی نہیں بلکہ یہ علم اس پہلے علم کا مقابل ہے۔ یہ نیک بندوں کو چنانچہ انبیاء علیہم السلام وغیرہ بزرگان دین کو دیا گیا ہے۔ اس کا تحقق ضرور بندوں میں ہونا چاہئے۔ ''لاقتضاء المقابلة '' صدہا احادیث واقوال ومذاہب اس پر موجود ہیں کہ ایسا علم غیب بندگان خدا کو دیا گیا ہے۔ پس اس وقت دجال کو یہی ایسا علم غیب واسطے امتحان بندوں کے دیا جائے گا۔ جیسا کہ کاہنوں اور برہمنوں کو بعض امور کا علم غیب حاصل ہے۔ بوجہ پابندی قواعد جفر ورمل کے اور بعض کو بذریعہ احبار جن حاصل ہوتا ہے۔ ''کما فی الحدیث وکتب العقائد '' ایسا ہی کسی مردہ کو زندہ کرنا اور زندہ کو مارنا باذن پروردگار کا یہ بندوں کو حاصل ہے۔ جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں قرآن شریف میں وارد ہے۔ ''ابری الاکمه والا برص واحی الموتیٰ باذن اللّٰه وانبّٔکم بماتاکلون وماتدخرون فی بیوتکم '' اور میں بحکم خدا مادرزاد اندھے اور بدن بگڑے کو اچھا کرتا ہوں اور مردے زندہ کرتا ہوں اور تم کو خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو گھروں میں اٹھا رکھتے ہو۔

اور خواجہ خضر علیہ السلام نے جو کہ ایک لڑکے کو باذن پروردگار مار ڈالا تھا باشارہ اپنی انگلی کے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ ''اقتلت نفسا زکیة بغیر نفس '' اور اس قسم کا اختیار اماتت کا اللہ تعالیٰ کے بندوں سے بہت صادر ہوا ہے اور ہوگا۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک مقتول

کا قاتل معلوم نہیں ہوتا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ گائے ذبح کر کے اس کا کوئی اندام میت پر مارو تو میت زندہ ہو کر قاتل اپنا بتادے گا۔ پس بنی اسرائیل نے گائے ذبح کر کے اس کی زبان یا دایاں ران اس کا یا کان اس کا یا دم اس کی مقتول پر ماری گئی۔ اوّل پارہ میں سورۂ بقرہ میں یہ قصہ موجود ہے۔ ’’اضربوہ ببعضھا کذالک یحیی اللّٰہ الموتیٰ ‘‘کو پڑھو۔ حضرت عزیر علیہ السلام کے بارہ میں خود قرآن شریف میں موجود ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے مارا اور وہ ایک سو برس کے بعد پھر زندہ ہوا۔ ’’اوکالذی مرعلی قریۃ وھی خاویۃ علیٰ عروشھا قال انی یحیی ھذہ اللّٰہ بعد موتھا فاماتہ اللّٰہ ماتہ عام ثم بعثہ قال لبثت یوما او بعض یوم قال بل لبثت مأتہ عام فانظر الیٰ طعامک وشرابک لم یتسنہ ‘‘یعنی جبکہ عزیر علیہ السلام ایک ویران شہر پر گذرے تو بطور استبعاد و تعجب کے کہا کہ ایسے مرے ہوئے اور ویران شہر کو اللہ تعالیٰ کیسے زندہ کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ دکھانے کے لئے عزیر علیہ السلام کو سو برس تک مردہ رکھ کر زندہ کیا اور فرمایا کہ تو کتنی دیر یہاں رہا تو عزیر علیہ السلام نے کہا کہ ایک دن یا کچھ کم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں تو ایک سو برس تک یہاں مرا ہوا رہا۔ اپنے طعام اور پانی کو دیکھ کر باوجود گذر جانے ایک سو برس کے خراب نہیں ہوا اور اپنے گدھے کو دیکھ کہ کس طرح اس کی ہڈیاں بوسیدہ ہوگئی تھیں۔ غرضیکہ عزیر علیہ السلام کا گدھا بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے زندہ کیا اور غلام احمد قادیانی اس آیت کی تحریف اس طور پر کرتا ہے۔ ازالہ میں کہ (خدائے تعالیٰ کے کرشمہ قدرت نے ایک لحہ کے لئے عزیر کو زندہ کر کے دکھلایا۔ مگر وہ دنیا میں آنا صرف عارضی تھا اور دراصل عزیر علیہ السلام بہشت ہی میں موجود تھا۔ (ازالہ اوہام ص ۳۶۵، خزائن ج ۳ ص ۲۸۷)

افسوس کہ مرزا نے اپنی بات بنانے کے لئے قرآن شریف کے معنی کو بگاڑا۔ مگر کچھ نہ ہوا۔ کیونکہ اوّل تو یہ کہ آیت کے سیاق وسباق سے خود ظاہر ہے کہ عزیر علیہ السلام کی موت وحیات سے حقیقی موت وحیات پروردگار کا مقصود ہے نہ مجازی، سچ ہے تو دکھاؤ کہ کون سے محقق نے یہ لکھا ہے کہ فی الواقعہ عزیر دنیا میں نہ آیا تھا اور یہ حیات مجازی تھی۔ دوم یہ کہ جو بات چیت کہ اللہ تعالیٰ اور عزیر علیہ السلام کو لوگوں کے ساتھ ہوا ہے وہ ایک لحہ میں ہو جاتا۔ مستبعد خیال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ تفسیر بیضاوی میں ہے کہ جب عزیر نبی اللہ زندہ ہوئے بعد ایک سو برس کے لوگوں پر تورات کو لکھوایا اپنی یاد سے پس لوگ اس سے متعجب ہوئے۔ تیسرا یہ کہ مرزا تو بالکل کسی مردہ کا دنیا میں آنا نہیں مانتا۔ حقیقی ہو یا مجازی بہت دیر تک ہو یا ایک لحہ ہو۔ پس جب کہ ایک لحہ بھر بھی بعد مرنے کے دنیا میں آنا مان لیا تو اس کا دعویٰ ٹوٹ گیا۔ چوتھا یہ کہ بہت اچھا یہ دنیا میں آنا عزیر نبی اللہ کا عارضی ہی طور پر

سہی ہم بھی تو کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے لئے زندگی اور معاش کی جگہ اصل فی الواقع زمین ہی ہے۔ مگر وہ عارضی طور پر آسمان پر ہیں۔ پس اس میں کیوں مرزا خفا ہوتا ہے اور دیکھو موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے بارہ میں کہ بعد ان کے مرنے کے زندہ ہونے کی صاف صریح طور پر خبر موجود ہے۔ ''ثم بعثناکم من بعد موتکم لعلکم تشکرون '' قرآن شریف میں دوسری جگہ میں ہے ''الم ترا الیٰ الذین خرجو من دیارھم وھم الوف حذرالموت فقال لھم اللّٰہ موتوا ثم احیاھم '') نہایت صریح الفاظ سے یہ آیت بتلا رہی ہے کہ اے محمد ﷺ کیا تجھے معلوم نہیں کہ وہ ہزاروں لوگ جو کہ خوف موت کے سبب سے اپنے گھروں سے نکلے تھے۔ پس کہا ان کو اللہ تعالیٰ نے کہ تم مر جاؤ۔ (پس وہ مر گئے) پھر زندہ کیا ان کو اللہ تعالیٰ نے۔ تفسیر جلالین میں ہے کہ یہ لوگ بعد مرنے کے زندہ ہو کر زمانہ داراز تک دنیا میں رہے۔ لیکن ان پر موت کا اثر باقی رہا کہ جو کپڑا وہ لوگ پہنا کرتے تھے۔ کفن کی طرح ہو جاتا تھا اور یہ حالت ان کے تمام قبائل میں رہی اور قریش کے ۲۴ سردار جو کہ بدر کے جنگ میں مار کر بدر مقام کے کنوؤں میں پھینک دیئے گئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر کے حضرت ﷺ کی کلام ان کو تنبیہ اور افسوس کے لئے سنادی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں بروایت قتادہ ہے۔ ''وزادالبخاری قال قتادة احیاھم اللّٰہ حتی اسمعھم قولہ توبیخا وتصغیر اونقمة وحسرتاً وندما ''مشکوٰۃ غرض کہ آیت اور احادیث وقصص وروایات صحیحہ میں موتی کا زندہ ہونا دنیا میں بکثرت موجود ہے۔ کہاں تک مرزائیوں کو لڑکوں کی طرح تعلیم دی جاوے۔

سوال...... ''ازطرف قادیانی'' وحرام علی قریة اھلکناھا انھم لا یرجعون ''یعنی جس بستی اور موضع کو ہم نے ہلاک کر دیا ان کا دنیا میں پھر رجوع کرنا حرام ہے۔

الجواب...... اس کا مطلب یہ ہے کہ مردوں کا دوبارہ دنیا میں آنا بطور قاعدہ کلیہ کے ان کی طبع کا متفق نہیں اور یہ امر منافی نہیں۔ اس کے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے اعادہ اور دوبارہ دنیا میں لانے کو چاہے تو وہ نہ آسکیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ اگر یہ مراد نہ ہو تو آیات واحادیث میں صاف تعارض حقیقی ہے۔ جو کہ شارع کے عاجز ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ قادیانی کی کتابوں سے جواب دیا جائے تاکہ اس کو اور اس کے اذناب کو دم مارنے کی جگہ باقی نہ رہے۔ قرآن وحدیث میں تو وہ تاویل وتحریف وانکار کرنے کے عادی ہیں۔ قادیانی نے خود ازالہ میں لکھا ہے کہ ایسع کی لاش نے وہ معجزہ دکھلایا کہ اس کی ہڈیوں کے لگنے سے ایک مردہ زندہ ہو گیا۔ اے مرزائیو! مان لو مان لو تفسیر کبیر میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بارہا پچاس ہزار بیمار

جمع ہوتے تھے جو آنے کی طاقت رکھتا خود آتا اور نہ آسکتا تو عیسیٰ علیہ السلام خود اس کے پاس چلے جاتے تھے اور فقط دعا ہی کیا کرتے تھے۔ امام کلبیؒ نے کہا ہے کہ یا حی یا قیوم کے لفظ سے مردہ کو زندہ کرتے تھے۔ مگر یہ شرط کرلیا کرتے تھے کہ بعد اچھا ہونے کے میری رسالت پر ایمان لانا ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعاء سے جو جو لوگ زندہ ہوئے ان میں سے حضرت عبداللہ بن عباس نے جن کو مرزا نے افقہ الناس لکھا ہے چار شخصوں کو ذکر کیا ہے۔

ا...... نمارز: پیرزن کا بیٹا اور عاشر کی بیٹی اور نوح علیہ السلام کا بیٹا سام، سوائے سام بن نوح علیہ السلام کے سب کے سب زندہ رہے اور ان کی اولاد بھی ہوئی اور سام بن نوح علیہ السلام کا قصہ یوں ہے کہ اس کی قبر پر عیسیٰ علیہ السلام آئے اور دعاء کی۔ پس وہ قبر سے نکلا اور آدھا سر اس کا سفید ہوگیا تھا۔ بوجہ خوف قیامت کے۔ حالانکہ اس زمانے میں لوگ بوڑھے نہیں ہوا کرتے تھے۔ پس انہوں نے پوچھا کہ قیامت ہوگئی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میں نے اسم اعظم کے ساتھ تمہارے لئے دعاء کی ہے۔ پھر ان سے مرجانے کو کہا انہوں نے کہا کہ مجھ کو مرنا قبول ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ موت کی سختی میرے اوپر دوسری بار نہ ہو۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے دعاء کی اور ان پر موت کی سختی نہ ہوئی۔ (تفسیر لباب التاویل ج۱ ص۳۴۸)

قولہ...... مخفی نہ رہے کہ حقیقت دجال کی یہ ہے کہ دجال اصل میں شیطان لعین ہے جو کہ شر الخلائق بلکہ منبع الشرور ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ سے قیامت تک کی مہلت طلب کر کے حاصل کی ہے۔ ’’کماقال تعالیٰ رب فانظرنی الیٰ یوم یبعثون قال فانك من المنظرین الیٰ یوم الوقت المعلوم‘‘ پس بناء علیہ چونکہ یہ زمانہ بھی دجالی زمانہ ہے۔ اس میں ہر ایک مضل خلق ومفسد دین حق اس کا مظہر ہے۔ چنانچہ مخالفین سلسلہ احمدیہ بھی خواہ مولوی ہوں یا نہ مولوی ہوں۔ جو ناحق لوگوں کو راہ حق سے بہکاتے ہیں۔ حصہ داروں میں سے اس کے ہیں۔

الجواب...... ایسی باتوں سے پورا بے علمی اور جہالت کا ثبوت ملتا ہے۔ افسوس علمیت کا یہ حال اور تصنیف کا یہ شوق۔ جو آیت قرآنی کہ خاص ابلیس لعین کے بارہ میں تھے۔ اس کو دجال کے بارہ میں نازل کردیا اور پیچ یہ ڈالا کہ دجال اصل میں شیطان لعین ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ کون سنے کہانی تیری اور وہ بھی زبانی تیری۔ کسی آیت یا صحیح حدیث خواہ ضعیف غیر موضوع خواہ موضوع ہی سے ثابت کرو کہو کہ دجال کوئی شخص خاص نہ ہوگا۔ بلکہ یہی شیطان ہے اور یہ قیامت تک بھی ثابت نہ کرسکو گے۔ اگرچہ اپنے ہمراہ شیطان کو بھی کرلو۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ وبیت المقدس

وکوہ طور سے دجال داخل ہونے سے روکا گیا ہے۔ اگر وہ دراصل شیطان ہی ہے تو شیطان اور شیطانی تو اعلیٰ قسم کی ان جگہوں میں ہوتی رہی اور اب بھی ہوتی ہے اور ہوتی رہے گی۔ ظاہر ہے کہ طرح بطرح کے فتنے اور فساد انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرامؓ و تابعین اور ان کے بعد کے زمانہ میں انہی جگہوں میں ہوئے ہیں۔ علمائے اہل اسلام جو مرزائیوں جو جا بجا اپنی تصانیف میں طعن و تشنیع کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم کل لوگ ان کے گمان میں شیطان اور شیطان کے حصہ داروں میں سے ہیں۔ جیسا کہ اس برہمن بڑیہ کے خطیب کی عبارت میں گذرا اور اس کے سوائے باقی مرزائیوں نے بھی اپنے نبی غلام احمد کے ساتھ ملک کر ہم اہل اسلام پر کفر کا حکم بارہا دیا ہے اور خود ظاہر ہے کہ جو کوئی کسی مسلمان کو کافر کہے گا وہ خود کافر ہے۔ لہٰذا ہمارے اوپر جو کہ حکم شیطان اور دجال ہونے کا مرزائیوں نے دیا ہے وہ حکم مرزائیوں پر ہی لوٹتا ہے۔

قولہ...... اکثر احادیث میں چونکہ استعارہ کے طور پر مثل کشوف وخوابوں کے دجال کو ایک قوی ہیکل شخص کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے اکثر الفاظ پرست ظاہر ہیں۔ لوگ اس کو دلیل پکڑے ہوئے ہیں اور باوجود تفہیم کامل و تنبیہ شاید کے اس سے نہیں ٹلتے۔

الجواب...... دجال کا شخص واحد قوی ہیکل ہونا از بس درست ہے۔ ایسا ہی ہووے گا۔ یہ بیان حضرت کا آخری ہے اور مفصل ہے۔ خیال کرو کہ جب ابتداء میں حضرت ﷺ نے مکاشفہ اجمالی کے ذریعہ سے بعض علامات دجال کے بیان کئے تو ابن صیاد پر وہ باتیں مطابق پائی گئیں۔ لہٰذا عمرؓ نے اس کے قتل کرنے کی اجازت مانگی۔ مگر حضرت ﷺ نے نہ دی اور فرمایا کہ اگر دجال یہی ہے تو اس کا قاتل تو نہیں ہے۔ بغیر عیسیٰ ابن مریم کے قاتل اس کا اور کوئی نہیں اور اگر یہ ابن صیاد دجال نہیں تو اہل ذمہ میں سے ایک شخص کا قتل کر دینا تم کو سزاوار نہیں۔ اس حدیث سے دجال کا شخص واحد متعین ہونا بخوبی ثابت ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا تشریف لے جانا ابن صیاد کی طرف یہ دلیل ہے۔ اس کے شخص معین ہونے کی طرف اگر دجال قوم دغاباز اور شریر سے عبارت ہوتا تو حضرت نبی ﷺ ابن صیاد کی طرف بخیال اس کے کہ شاید دجال ہو کیوں آتے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دجال کا قاتل سوائے عیسیٰ بن مریم کے دوسرا کوئی نہیں۔ اگر قتل سے مراد ظاہری قتل نہ تھا بلکہ دلائل اور بینات سے ساکت کرنا تھا تو حضرت ﷺ اس وقت عمرؓ سے فرماتے کہ اے عمرؓ اس کو جان سے کیوں مارتے ہو۔ اس کو دلائل اور بینات سے ساکت کر دو کہ یہی اس کا قتل ہے۔ پس عمرؓ کی اذن طلبی ابن صیاد کے قتل کے بارہ میں اور حضرت کا اس کو روک دینا اور عمرؓ کا باز رہنا یہ پختہ دلیل ہے۔ بطرف شخص معین ہونے دجال کے چونکہ یہ اجمالی علامات

دجال کی بیان کی گئی تھیں۔ لہٰذا بعض صحابہ پر ابتداء میں یہ امر مخفی رہا۔ جیسا کہ ابن عمرؓ نے کہا کہ ما اشک ان المسیح الدجال ابن صیاد اور اسی کو مرزا نے لے کر تیرہ سو برس سے اس کے مرکر مدینہ میں دفن ہونے کا اعتقاد کرلیا۔ پس خلاصہ یہ ہوا کہ مرزا ہرگز مسیح موعود نہیں۔ کیونکہ وہ دجال شخصی کا قائل نہیں بلکہ حضرت عمرؓ نے خطبہ میں فرمایا کہ تمہارے بعد ایک قوم آئے گی جو کہ رجم اور دجال اور شفاعت اور عذاب قبر کی منکر ہوگی۔ سبحان اللہ مرزا وغیرہ منکروں کے بارے میں حضرت عمر کی یہ پیشین گوئی کیسے صادق ہوئی۔ اگر دجال قوم شریر سے اشارہ ہے تو اس سے کون انکار کرسکتا ہے۔ وہ تو ہر زمانہ میں بکثرت ہیں۔ جب بعد کو حضرت ﷺ سے پورے علامات دجال کے حضرت عمرؓ نے سنے تو ابن صیاد کے دجال نہ ہونے کا مانا اور آئندہ کو دجال کے بارہ کے تاکید فرمائی اور سب صحابہؓ اس پر ایمان رکھتے تھے۔ عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ جس شے کی نسبت جو خیال کرتا ہے وہ ویسی ہی نکلتی ہے۔ قیس بن حاذق کہتا ہے کہ ہم آپس میں باتیں کیا کرتے تھے کہ عمرؓ کی زبان پر فرشتہ بول رہا ہے۔

قولہ...... ص۱۴ میں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ...... کا وفات پاجانا محکمات قرآن وحدیث سے کما ینبغی ثابت ہے اور یہ بھی اپنے محل میں محکمات قرآن وحدیث سے پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ جو شخص مرجاتا ہے پھر رجوع الیٰ الدنیا نہیں کرسکتا ہے۔

الجواب...... وہ محکمات قرآن وحدیث اگر وہی ہیں جن کا سابقہ جواب ہوگیا ہے تو چشم ماروشن دل ماشاد اور اگر سوائے ان کے دارالعلوم قادیان میں ہیں تو لائے تاکہ دنداں شکن جواب دیا جائے۔ افسوس کہ محض خلق خدا کو دھوکہ اور گمراہ کرنا ان کا مقصود ہے۔ ذرہ اس پر پہلے گذر چکا ہے کہ مردے کیسے زندہ ہوتے ہیں۔ اس کے دیکھو اور جہالت سے باز آؤ۔ محکمات میں تاویل کہاں درست ہے اور آپ تو ہر جگہ تاویل کررہے ہو اور ص۱۵،۱۶ میں جو کہ لفظ نزول کو تختہ مشق بنایا ہے۔ اس کا جواب سابق میں ہوچکا ہے۔

قولہ...... احادیث نزول عیسیٰ علیہ السلام کے روایات صحیحہ میں تو سماء کا لفظ بھی عربی میں بمعنی آسمان موجود نہیں۔ کما لا یخفی!

الجواب...... متعدد احادیث میں صراحۃً ودلالۃً موجود ہے۔ آپ کی یا کسی قادیانی کی ورق گردانی میں نہ ملا تو اس میں کسے غیر کا قصور تو نہیں۔ مرزائیوں کی علمیت اور نظر کا قصور ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب راچہ گناہ

’’روی اسحق بن بشر وابن عساکر عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ فعند ذلك ینزل اخی عیسیٰ بن مریم من السماء ‘‘فقہ اکبر میں امام ابوحنیفہؒ باب ونزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء فرماتے ہیں۔ ساری دنیا کا مانا ہوا قطب العارفین اور خاص کر مرزا کا بڑا بھارا معتمد علیہ صوفی باخدا شیخ اکبر فتوحات میں فرماتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں ’’فانه لم یمت الیٰ الان بل رفعه اللّٰه الیٰ هذا السماء ‘‘اس سے پیشتر بھی کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ فتذکر وتشکر خود نسائی شریف کو دیکھو کہ حضرت ابن عباسؓ سے حضرت عیسیٰ بن مریم کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے۔ ’’عن ابن عباسؓ ان رهطا من الیهود سبوه امر فدعا علیهم فمنهم قردة وخنازیر فاجمعت الیهود علیٰ قتله فاخبره اللّٰه بانه یرفعه الیٰ السماء ویطهره من الحجة الیهود ‘‘ صحیح نسائی اور ایسا ہی ابن ابی حاتم بن مردویہ ’’قال ابن عباسؓ سیدرك ناس من اهل الکتاب عیسیٰ حین یبعث فیومنون به فتح البیان ‘‘

قولہ...... تیسرا اشکال یہ ہے کہ کہاں حضرت مرزا صاحب نے دجال کو قتل کیا ہے۔ کیونکہ جس گروہ کو آپ دجال قرار دئے تھے۔ وہ تو اب تک زندہ موجود ہے (اور وہ گروہ دجال کا انگریز لوگ اور کل روئے زمین کے مسلمان ہیں) تو حل اس کا یہ ہے کہ قتل دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک تو معروف ہے کہ کسی حربہ سے جسمانی قتل کرنا ہے اور دوسرا قسم قتل کا بینہ وبرہان کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورۂ انفال میں۔ ’’لیهلك من هلك عن بینة ویحیي من حی عن بینة ‘‘اور یہ قسم ثانی قتل دفعہ فساد دینی کے لئے کامل تر ہے۔ قسم اوّل سے کیونکہ قسم اوّل میں ممکن ہے کہ مفسدوں کو قتل کر ڈالنے کے بعد ان کی اولاد یا دوسرے ہم مشرب لوگ ان کا دوسرے وقت فساد مچادیں۔ مگر قسم ثانی میں کبھی سر اٹھانے کا مجال باقی نہیں رہتا۔ کما لا یخفی!

الجواب...... مولوی محمد حسن ہندوستانی باشندہ بلدہ امروہیہ کا جو کہ کچھ روز بطمع مبلغ خرچی روپیہ ماہوار کے مرزائی ہوا تھا اور مرزا کی تائید میں اس نے کتاب شمس بازغہ لکھی تھی۔ پھر جب ماہانہ مرزا سے بند ہوگیا تو اس نے اعتقاد مرزائیت کو سلام کردیا۔ اس نے شمس بازغہ کے ص۹۵ میں ’’ویهلك اللّٰه فی زمانه الملل کلها الا الاسلام ‘‘کے متعلق لکھا ہے کہ یہ جملہ بھی دلیل ہی جہاد با برہان پر ’’کما قال یهلك من هلك عن بینة اویحیی من حیی عن بینة ‘‘اسی طرح جملہ ’’یهلك اللّٰه فی زمانه المسیح الدجال ‘‘سے معنی مذکور مراد ہے۔ انتہی مختصراً!

اقول...... عبارت’’ویھلك اللّٰہ فی زمانہ المسیح الدجال ‘‘سے ہلاک بالحربۃ ہی مراد ہے۔جیسے کہ ان جملہ احادیث صحیحہ سے جنگ بالآ ت اورقتل کرنا دجال کو نیزہ سے مقصود ہے۔وہ اس بارہ میں بکثرت آ چکی ہیں اور جملہ’’ ویھلك اللّٰہ ‘‘کوقیاس کرنا آیت مذکورہ ’’ویھلك من ھلك عن بینۃ الیٰ آخرہ ‘‘پرکس قدر جہالت وغباوہے۔کیونکہ ادنیٰ طالب علم بھی جانتاہے کہ جس جگہ کسی کو ہلاک کرنا دلیل اور برہان اور حجت سے مقصود ہوتا ہےاس جگہ اس کی تصریح ضروری ہے۔ چنانچہ آیت مذکور میں لفظ عن بینۃ موجود ہےاور جیسا کہ سورۃ الحاقہ میں ’’فعلك عنی سلطانیہ ‘‘اسی واسطےجس جگہ ابطال اوراہلاک بآ لات حرب وعتاب ظاہری مراد ہے۔وہاں پر بینہ اور حجت کا ذکرنہیں ہے۔چنانچہ آیت’’وکم اھلکنا من قریۃ وحرام علی قریۃ اھلکنا ھم وکم اھلکنا قبلھم من قرن ‘‘اوران کی مثل دوسری آیات میں الحمد سے لےکروالناس تک ساراقرآن دیکھ لوکہ جس جگہ ہلاک کرنا دلیل اور حجت سے مراد ہو۔وہاں پراس کی تصریح ہوگی اور جس جگہ اہلاک بالات عذاب ظاہری چشم دیداور ہلاک بمعنی موت ظاہری ہو۔وہاں اس کی تصریح ضروری نہیں کہیں ہوگی۔ کہیں نہیں ہوگی۔امثال مذکورہ بالا میں نہیں اور امثال مذکورہ تحت میں ہے۔’’فاما ثمود فاھلکوا بالطاغیہ واما عاد فاھلکوا بریح صرصر عاتیۃ ‘‘(اورقتل بالدلیل کا قوی ہونا قتل بالحربہ سےاس وجہ سے کہ قسم ثانی میں کبھی بھی سر اٹھانے کا مجال باقی نہیں رہتا محل نظر ہے)بعض جگہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ پہلےلوگ اگرکسی دلیل کا جواب نہیں دے سکتے تو بعد کے لوگ اس کا جواب دینے پر خوب قادر ہوا کرتے ہیں۔جیسا کہ مناظرات وعلوم آلیہ وفلسفیہ میں ناظر ذہین پر یہ امر روشن ہے۔

قولہ...... فی الجملہ اسی قتل دجال کا یہ اثر ہے کہ احمدیوں سے مباحثہ کرنے کی جرأت اب دجال کے گروہ نہیں پاتے۔ناچار حیلہ وحوالہ کر کے پسپا ہوتے ہیں۔

الجواب...... اس جگہ پھر روئے زمین کے علماء و جملہ اہل اسلام کواس قادیانی دجال بطال نے گروہ دجال سے شمار کردیا۔مگر وجہ یہ ہے کہ خود گروہ دجال میں سے پس ناچاراس کے دل سے زبان پر یہی بات آتی ہے۔

سی تر اورچہ کنم آنچہ درآوند دل است

قولہ...... لفظ مہدی کا یہ معنی ہے کہ لفظ مہدی اسم مفعول کا صیغہ ہے۔اس کے معنی ہیں۔ ہدایت پایا ہوا۔اس سے ایسا شخص مراد ہے جو خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت پا کر دوسرے بندگان خدا کی ہدایت کرنے کے لئے مامور ہوکر مبعوث ہوا ہے اور ابونعیم کی ایک

روایت اسی طرح مروی ہے۔"عن ابن عمران قال محمد بن الحنفیه المهدی من یهدی ویصلح به الناس کما یقال الرجل الصالح واذا کان الرجل الصالح قیل له المهدی"پس اسی روایت کے مطابق تو ہر رجل صالح مہدی کہلانے کا مستحق ہے۔ کما لا یخفی!

الجواب...... اس سے تو فقط لفظ مہدی کی تشریح کر دی ہے۔اس عبارت میں یہ تو کہیں نہیں کہ مہدی کوئی شخص خاص اپنی صفات مذکورہ کے ساتھ نہ ہوگا۔اب اگر لفظ محمد کا معنی اس طور پر کرے کہ صیغہ اسم مفعول کا ہے۔باب تفعیل سے معنی اس کا صفت کیا ہوا۔پس جو کوئی صفت کردہ شدہ ہو وہی محمد ہے تو کیا اس سے حضرت محمد رسول اللہﷺ کے وجود باوجود کی نفی ہو جائے گی۔اسمائے محضہ میں مناسبت وضعی مقصود ہوا کرتی ہے نہ معنی۔وصفی دیکھو اطول اور طور کو۔

۲...... کیا رجل صالح امام مہدی سے تعبیر نہ ہو اور بواقی روایات میں متعدد جگہوں میں ہو تو کیا نقصان ہے۔ایک واقعہ میں مجمل پر مفصل قاضی ہوتا ہے۔مجمل کو یہی اسی مفصل پر حمل کیا جاتا ہے اور روایت بالمعنی میں خاص لفظ کا ترک کرنا کوئی معیوب نہیں ہوتا۔عالم اصول حدیث پر مخفی نہیں۔ملاجی نے ابونعیم سے بے فہم وعقل حوالہ دے دیا۔دیکھو میں اسی ابونعیم سے حیات عیسوی ثابت کرتا ہوں۔۴۸نمبر کی حدیث میں گذر چکا ہے کہ ابونعیم نے کتاب الفتن میں ابن عباسؓ کی حدیث نقل کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بقرب قیامت نازل ہو کر حضرت شعیب علیہ السلام کے خاندان میں شادی کریں گے جو کہ موسیٰ علیہ السلام کی سسرال ہے اور ان کی اولاد ہوگی۔اور رسول اللہﷺ کے مقبرہ میں دفن ہوں گے۔دیکھو اس کو رسالہ تیغ غلام گیلانی کے ص۶۶،۱۱۰ کو اور ایسا ہی ابونعیم نے حلیہ میں بھی کہا ہے۔اسی ابونعیم نے یہ بھی روایت کی ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے تو امام مہدیؓ لوگوں کے سرداران سے کہیں گے کہ آیئے اور امامت کیجئے تو عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ خبردار ہو جاؤ کہ تم ہی آپس میں ایک دوسرے کے سردار ہو۔اس امت کی کرامت کے سبب سے یعنی تمہارے اوپر دوسرا آدمی سرداری اور پیشوائی نہیں کرسکتا۔اسی ابونعیم نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہﷺ نے کہ جس وقت تم دیکھو کہ ملک خراساں سے کالے جھنڈے اور نشان ظاہر ہوئے ہیں تو تم آؤ ان نشانوں میں۔اگرچہ گھٹنوں کے زور پر۔کیونکہ وہ نشان اللہ تعالیٰ کے خلیفہ امام مہدی کے ہوں گے اور اسی ابونعیم نے اس گاؤں کا نام کریمیہ لکھا ہے جس سے کہ امام مہدیؓ پیدا ہوں گے۔اسی ابونعیم نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ امام مہدی کے ہمراہ ایک فرشتہ آواز کرے گا کہ یہ مہدی ہیں۔اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ان کی

متابعت کرو۔کل قادیانیوں پرفرض ہے کہ ابونعیم کو مان کرعیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کے زندہ رہنے کے قائل ہوجائیں۔

قولہ...... اور جائے ظہور امام مہدیؑ موعود کے بارے میں اگر چہ علماء کے مختلف اقوال ہیں۔مگرایک حدیث صریح اس طرح مروی ہے کہ:''یخرج المهدی من قرية يقال لها كدعه ''اوربعض کتابیں کرعہ لکھا ہوا ہے۔بہرکیف یہ قریب قریب قادیان یا قادیان یا قادی کے ہے جواس ملک کے لوگ مختلف طور پر بولا کرتے ہیں اوراس قدرفرق پڑ جانا نام میں اہل انصاف کے نزدیک کچھ ان کا وجہ استعجاب کے موجب نہیں ہوسکتا۔

الجواب...... یہ سب مرزا نے خود ازالہ اوہام میں یہ مضمون لکھا ہے کہ موضع قادیان کا نام دراصل قادیان نہ تھا۔ بلکہ مرزا کے مؤرث اعلیٰ مسمی قاضی ماجھی نے اس کو آباد کیا۔ بابر بادشاہ کے زمانہ میں اوراس کا نام اسلام پور قاضی ماجھی رکھا۔جب اس موضع کے باشندے شریر ہوگئے تو اسلام پور جاتا رہا۔محض قاضیان رہ گیا۔تلفظ عوام میں ضاد کودال سے مناسبت صوتی ہوتی ہے۔ قاضیان کا قادیان ہوگیا۔پس ثابت ہوا کہ یہ قصبہ قادیان مدت چارسوسال سے آباد ہے۔قبل اس کے آباد نہ تھا۔پس ظاہر ہوا کہ ظہور وتولد امام مہدی صاحب کی حدیث کوموضع قادیان سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔کیونکہ حدیث شریف کو۱۳۳۶برس ہوئے اور قادیان اس وقت معدوم تھا۔اب چارسوسال سے آباد ہے اورمرزا تو (ازالہ اوہام ص۷۷،خزائن ج۳ص۱۴۰) میں کہتا ہے کہ قادیان کا نام قرآن شریف میں موجود ہے۔(''انا انزلناه قريباً من القاديان ''ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اورتین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔مکہ،مدینہ،قادیان) پھرقادیان کوکدعہ سے بنانے کی کون سی ضرورت رہ گئی ہے اور ماشاءاللہ اس کے موضع کا نام بھی خوب ہے کہ فراراور بزدلی کا معنی دیتا ہے۔قاموس میں ہے کہ قادی بمعنی جلدی،کنارہ یا جنگل سے آنے والا اورقادیان قادی کی جمع ہے اورقادیانی اسی کی طرف منسوب ہے۔اس مناسبت سے ہر بھگوڑے جنگلی کا نام قادیانی ہوااوراصل حدیث میں لفظ کدعہ کا ک،د،ع،ہ ہرگز ثابت نہیں۔یہ مرزا کا محض دھوکہ ہے اوراگرکہیں ہوبھی تو کاتب کی غلطی ہے اور صحیح لفظ کرعہ ہے۔بجائے دال مھملہ کے راء ملہ ہے اورابونعیم نے اس موضع کا نام کریمہ لکھا ہے۔ مگرصحیح کرعہ ہے۔پس مرزائیوں کا یہ سوال بھی خاک میں مل گیا۔بڑاافسوس ہے کہ لفظوں کوسوچ سوچ کرکیسے مکروحیلہ کے بیان نکالتے ہیں۔یہ بیان مفصل رسالہ تیغ میں دیکھو قولہ،اورجس حدیث سے امام مہدی کونکالا ہے اس حدیث میں مہدی کا لفظ بھی نہیں۔چہ جائیکہ مہدی آخرالزمان کی

تعیین ہو۔ بلکہ اس حدیث میں فقط رجل کا لفظ واقع ہے۔ جس کے معنی ایک مرد کے ہیں۔ فقط اٹکل سے اس کو امام مہدی آخرزمان پر لگایا گیا ہے۔

الجواب…… یہ حدیث ترمذی، ابوداؤد نے رسول اللہﷺ سے روایت کی ہے۔ فرمایا رسول اللہﷺ نے دنیا ختم نہ ہوگی جب تک کہ مالک نہ ہولے۔ عرب کا ایک مرد میری اہل بیت سے۔ اس کا نام میرا نام ہوگا اور عدل سے زمین کو پر کردے گا۔ چونکہ اور اوراحادیث میں ایسے اوصاف کے ذکر کے بعض لفظ مہدی کی تصریح بھی ہے۔ لہٰذا یہ مجمل اس مفصل کا عین ہوگا اور تصریح لفظ مہدی کی دیکھو تو وہ بھی بکثرت وارد ہے۔ چنانچہ ابوعمر دارانی اور ام شریک کی روایت میں اور نیز ابوامامہ باہلی کی حدیث مرفوع میں جس کو ابن ماجہ اور دیانی وابن خزیمہ وابوعوانہ وحاکم نے اپنی اپنی صحاح میں اور ابونعیم نے حلیہ میں بیان کیا ہے اور ایسا ہی حدیث ابن سیرین کی مصنف ابن ابی شیبہ میں اور حدیث کعب کی مطول ان سب میں امامت مہدی کی تصریح ہے۔ یہ آخر تمہارے نزدیک بھی وجود مہدی آخرزمان کا کسی صحیح حدیث ہی سے تو ثابت ہوگا۔ پھر معلوم نہیں کہ تم کو اس میں لفظ رجل سے کیوں شک ہوگیا۔ وشاک فی انہ شاک قولہ اور پھر لفظ مہدی کا عدد اور لفظ ہند کا عدد ایک ہی ہے۔ یعنی ۵۹ اور لفظ پنجاب چونکہ اصل میں پنج آب تھا اور الف ممدودہ حقیقت میں دو الف ہے۔ اس اعتبار سے اگر لفظ پنجاب میں دو الف پڑھا جاوے تو لفظ پنجاب کا عدد ۵۹ ہوتا ہے اور کسے سابق زمانے میں قادیان کا نام قاضی ماجھی تھا۔ اس کے ماجھی کے لفظ کے بھی یہی عدد ہوتے ہیں۔ یعنی ۵۹۔ پس اصل لحاظ سے جائے ظہور امام کا ملک ہند میں سے سرزمین پنجاب اور اس میں سے خاص قادیان متعین ہوجاتا ہے۔ کمالا یخفی!

الجواب…… الفاظ کے اعداد سے مرزا کو امام مہدی بنانا بازیچہ اطفال ہی آیت وحدیث وثقہ وتفسیر سے تو ناامید ہے۔ لہٰذا ابجد خوان ہوئے ہم اگر چاہیں تو بدکار اور کفار کے نام اور ان کے مواقع کے نام کے اعداد ۵۹ نکال دیں گے تو اس سے کیا ہوگا۔

قولہ…… امام مہدی کے بارے میں سب علامتیں چار قسم کی ہیں۔

۱…… ایک قسم وہ ہیں کہ بطور غلط فہمی کے لکھے گئے ہیں۔ یہ سب بالکل غلط ہیں۔ مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اور دجال خیالی کا نکلنا اور امام مہدی کا ظاہر ہوکر جبراً کافروں کو مسلمان کرنا اور جو مسلمان نہ ہوئے اس کو قتل کر ڈالنا۔ یہاں تک کہ سوائے مسلمان کے کوئی کافر بھی دنیا میں باقی نہ رہے گا اور اس کا بطلان بھی آیات بینات قرآن کریم سے ظاہر ہے۔ جیسا کہ سورۂ مائدہ میں ہے۔ ’’فاغرینا بینہم العداوۃ والبغضاء الیٰ یوم القیمۃ‘‘

ظاہر ہے کہ قیامت کے روز تک عداوت اور بغض یہود ونصاریٰ کے درمیان میں رہنا ان دونوں قوموں کے قیامت تک رہنے کا موجب ہے اور ایسا ہی دوسری آیات بھی اس پر دال ہیں اور جبراً کافروں کو مسلمان کرنا اور جو مسلمان نہ ہوئے اس کو قتل کر ڈالنا بھی قولہ تعالیٰ ''لا اکراہ فی الدین وقولہ تعالیٰ حکایة عن عیسیٰ علیه السلام ولم یجعلنی جباراً شقیا'' وغیرہ وغیرہ سے باطل ہے۔

الجواب...... ارے بدنصیب توبہ کر، کیا کہتا ہے۔ حدیث وقت کے اماموں کی بیان کی ہوئی علامتوں کو باطل غلط کہتے ہو۔ اللہ کا خوف کرو کیا ساری دنیا کے علماء غلط ہوئے اور خود رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ بھی غلط ہوگئے۔ فقط آپ اور آپ کا نبی غلام احمد راہ راست پر ہے۔ مگر قلم اور کاغذ آپ کے ہاتھ میں ہے اور زبان آپ کے منہ میں ہے جو دل چاہتا ہے۔ کہتے ہو اور لکھتے ہو۔ افسوس مرزا نے بھی (ازالہ اوہام ص ۶۲۹، خزائن ج۳ ص ۴۳۹) میں لکھا ہے کہ ''چار سو نبی کو وحی شیطانی ہوئی اور وہ جھوٹے نکلے۔'' اب آپ خود ہی ایمان سے کہو کہ یہ قول کفر کا ہے یا نہیں۔ جب مسلمانوں کو غلبہ ہو تو کفار کو جبراً مسلمان کرنا یا جزیہ لینا ورنہ قتل کرنا درست بلکہ عبادت ہے۔ اس وقت تو لیا نہ جائے گا۔ کیونکہ مال بہت ہوگا۔ لہٰذا جبریہ اسلام ورنہ قتل ہوگا۔ دیکھو کتب احادیث وکتب سیر کو اور یہ جبراً اور شقاوت نہیں بلکہ عدل وسعادت ہے۔ پس آیت ''ولم یجعلنی'' کو اس سے کوئی تعلق نہیں اور آپ کو ''لا اکراہ فی الدین'' یاد ہے۔ مگر ''واقتلوهم حیث ثقفتموهم'' کو نہیں دیکھتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قتل کرو کفار کو جس جگہ کہ تم پاؤ ان کو۔ کیا یہ آیت آپ جانتے ہیں یا نہیں۔ ''فان کنت لا تدری فتلك مصیبة وان کنت لاتدری فالمصیبة اعظم'' اور آیت ''فاغرینا الیٰ آخره'' میں ''الیٰ یوم القیمة'' کنایہ ہے۔ طول زماں سے ''کما لا یخفی علیٰ طلبة العلم'' چنانچہ ''السموات والارض'' میں اہل تفسیر نے لکھا ہے۔ جیسے کہ حدیث ''بعثت انا والساعة کهاتین وضم السبابة والوسطیٰ'' اشارہ ہے۔ بطرف قرب قیامت اور اس کی مجاورت کے اور قرینہ اس پر یہی احادیث صحیحہ متواترہ المعنی ہیں جو بارہا گذر چکی ہیں اور ایک فریق کا غلبہ بوجہ کمال جب ہی ہوتا کہ دوسرا فریق مقابل اس کا بالکل تابع ہو جائے۔ خود آیۂ کریمہ میں ہے۔ ''جاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامة'' اور باری تعالیٰ کے قول ''لیظهره علیٰ الدین کله'' کو مطالعہ کرو۔

قولہ...... اور مہدی کے بارہ میں جتنی پیش گوئیاں آنحضرت ﷺ کی احادیث

مرویہ میں مذکور ہیں یہ سب بھی دال اس پر ہیں کہ مہدی اس امت میں متعدد ہیں۔ کیونکہ صفات متضادۂ مہدی آئے ہیں اور ایک شخص کا ان سب کے ساتھ موصوف ہونا ناممکن ہے۔ مثلاً کسی روایت میں ہے کہ مہدی بنی فاطمہ سے ہوگا۔ کسی روایت میں ہے کہ مہدی بنی العباس سے ہوگا۔ کسی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدی بنی امیہ سے ہے۔ پس تینوں صفتوں کے ساتھ ایک شخص کیونکر موصوف ہوسکتا ہے۔ انتہی ص ۲۱

الجواب...... بے شک مہدی بمعنی ہدایت یافتہ شدہ یعنی صفت عامہ کے حساب سے اس امت میں لاکھوں کروڑوں ہیں جو کوئی دین واسلام پر چلے وہی مہدی ہے۔ مگر مہدی معہود جس کا نام ہے اور ہم جس کا انتظار کر رہے ہیں وہ ایک ہی ہے اور آپ جو لفظ ناممکن بولتے ہیں میں آپ کو ممکن ثابت کر کے دیتا ہوں۔ کیا خرابی ہے کہ اگر تینوں قبیلے بنی امیہ وبنی العباس وبنی فاطمہ کے بسبب خویش وقرابت کے ملتے ملتے اس وقت ایک ہو جائیں اور فی الواقع ہوگا۔ یہی ایسا ہی انشاءاللہ تعالیٰ کمافی التطبیق۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ مہدی کا ہونا بنی فاطمہ سے اخبار متواترۃ المعنی سے ثابت ہے اور ہونا اس کا بنی عباس سے یا یہ حدیث کہ: ”لا مھدی الا عیسیٰ“ ضعیف ہے۔ غیر مسموع ہے۔ ”قال الطبرانی مرفوعا قالوا الفاطمة نبینا خیر الانبیاء وھو ابوک وشھیدنا خیر الشھداء وھو عم ابیك حمزه وعمتنا من له جنا حان یطیر بھما فی الجنة حیث شاء وھو ابن عم ابیك جعفر ومناسبطا ھذه الامة الحسن والحسین وھما ابناك ومنا المھدی وفیه اخبار کثیرة متواترة المعنی واما کونه من العباسین اوخبر لا مھدی الا عیسیٰ ابن مریم فضعیف لایسمع نظم الفرائد“ کیا نہیں دیکھتے ہو کہ رسول اللہ کو مکی، مدنی، ہاشمی، قریشی، یثربی، ابطحی وغیرہ اوصاف سے متصف کیا جاتا ہے اور وہ تو ناممکن نہیں۔ پس یہ کیوں ناممکن ہوا۔ اب قادیانی کے ہاتھ میں سوائے تعجب کے اور کچھ نہ رہے گا اور حیران ہو جائے گا۔ ”فبھت الذی کفر“

مہدی معہود خلیفہ حق کا وجود باوجود تو متواتر الثبوت ہے۔ اس سے جو منکر ہوگا وہ پورا اندھا ہے۔ ”واما وجود الامام المھدی الخلیفة الحق متفق علیه تواترت به الاخبار اخرجھا احمد والخمسة والحاکم ونصیر بن حماد وابونعیم والرویانی والطبرانی وابن حبان عن جماعة من الصحابة بطرق کثیرة“

قولہ...... ص ۲۱ میں اور ایک روایت میں وارد ہے۔ اس طرح ”لن تھلك امة

انافی اولها وعیسیٰ بن مریم فی آخرها والمهدی فی اوسطها ''اس سے ظاہر ہے کہ اوسط زمانے میں ایک مہدی ہوگا۔ غیر مہدی آخر زمان کے۔

الجواب...... یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ وہ غیر مہدی آخر زمان کے ہوگا اور متعین نہ کیا کہ وہ کون سا مہدی تھا کہ جس کے بارے میں حدیث میں پیش گوئی وارد ہے۔ الحمدللہ کہ اس حدیث سے ہمارا سراسر فائدہ ہے۔ کیونکہ واقعی ایسا ہوگا کہ اوّل امام مہدی صاحب پیدا ہوکر بہت دنوں تک لوگوں کو ہدایات کرے گا۔ اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔ آسمان سے تھوڑے دن باہم دونوں مل کر خلق خدا کو ہدایت کریں گے کہ امام مہدی صاحب فوت ہو جائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مستقل ملک کا بندوبست فرمائیں گے۔ پس مہدی کا وسط ہونا اس طور پر سے وسط حقیقی مراد نہیں۔ ورنہ دلیل سے ثابت کرو اور ایک ضروری عرض ہے کہ یہ روایت جب کہ مرزائی نے اپنی کتاب میں لکھی ہے تو ضرور صحیح ہوگی۔ کیونکہ وہ اپنے گمان میں سب کچھ صحیح لکھتا ہے۔ اس حدیث میں عیسیٰ بن مریم بعینہ کا آخر امت محمدیہ میں ہونا مذکور ہے اور کسی مثیل کا ذکر بھی نہیں۔ تاکہ مرزا تاویل کر کے اپنے آپ کو مثیل عیسیٰ کر کے اپنے اوپر سے حدیث کو لگالے۔ مشہور بات یہ ہے کہ جو کوئی امر حق کا دشمن اور اس سے منکر ہوتا ہے کبھی سہو ونسیان وخطاء سے بلا اختیار وہ بات حق اس کے منہ پر آ ہی جاتی ہے۔ عرصہ پچاس سال سے مرزا اور مرزائی عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کا انکار کر رہے تھے اور یہی حدیث علمائے دین ان کے آگے پیش کرتے رہے۔ مگر اس میں بہت تاویلیں کرتے رہے۔ اب اس مردود حدیث کو خود مقبول کر لیا اور مدت العمر کی کمائی اپنے پیغمبر اور اس کے کلمہ گووؤں کی برباد کر دی۔ کیونکہ امت محمدیہ کے آخر میں ہونا عیسیٰ بن مریم کا مان لیا۔ برہمن عبارات جمع کر کے رسالہ لکھنے سے تو سارے مرزائی لاحول پڑھتے ہوں گے اور اگر مافات کے تدارک کے لئے عیسیٰ ابن مریم سے مثیل اس کا لیتا ہے تو مہدی اور محمد ﷺ سے کیوں ان کا مثیل نہیں لیتا۔ نیز واضح ہو کہ اصول ثلثہ یعنی قرآن وحدیث واجماع میں تعارض واختلاف حقیقی ہرگز ممکن نہیں۔ پس جب کہ احادیث صحیحہ متواترۃ المعنی اور اجماع امت مرحومہ اسے عیسیٰ بن مریم کے رجوع پر صراحتہً ناطق ہیں تو آیۃ قرآنیہ کا معنی بھی وہی صحیح ہوگا جو کہ سنت اور اجماع کے مخالف ہو۔ جیسا کہ یہی اعتقاد کل متقدمین کا ہے۔ پس اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اخبار نزول عیسیٰ علیہ السلام اور خروج دجال وظہور مہدی کی ظاہر المعنی وصریح المراد ہیں۔ تاویل اس میں مردود ہے اور ضرور مرزائی اور ان کے نبی نے ان احادیث کو صحیح الثبوت ومسلم المراد جان کر تاویل کی ہے اور حضرت ﷺ کے معانی مراد کو پس پشت ڈالا۔ لہٰذا تاویل ان کی مردود

ہے۔ثبوت اس کا یہ ہے کہ امروہی کی عبارت منقولہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ احادیث نزول ورجوع اوراقوال مفسرین جن سے حیات ورجوع عیسیٰ بن مریم پر استدلال کیا گیا ہے۔قائل کی مراد وہی معنی ہے۔جس کو ہم چھوڑ کرتاویلی معنی لیتے ہیں اوراس تاویل کرنے میں ہم مجبور ہیں۔ کیونکہ یہ احادیث دلائل قطعیہ کے معارض ہیں۔دیکھو امروہی مرزائی کے شمس بازغہ(ص۸۷) کو۔

قولہ...... پھر مرزا قادیانی کا سرصدی میں ظاہر ہونا خصوصاً ایسے سرصدی میں جس میں میدان بالکل خالی ہے۔دوسرا کوئی شریک سہیم نہیں پایا گیا۔

الجواب...... ملاجی کا مقصود یہ ہے کہ مرزا قادیانی مجددین کا ہے۔کیونکہ سترھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوا ہے۔حلانکہ یہ بات غلط ہے۔بلکہ ظہور اور دعویٰ مہدی موعود ہونے کا چودھویں صدی کے اندر کا ہے۔۱۸۸۲ء میں ہوا ہے اور مجدد کا نشان پیدائش سرصدی ہے نہ ظہور۔ دیکھو اپنے استاد عبدالحیؒ کا مجموعہ فتاوی۔

قولہ...... پھر ان کے وقت میں خسوف وکسوف رمضان شریف کے چاند ہونا پھر ستارہ ذوالسنین اور ستارہ دم دار کا طلوع کرنا۔

الجواب...... دروغ بےفروغ ہے۔اب تک یہ واقع نہیں ہوا بارہا علماء ہندوپنجاب نے اس کی تردید کردی ہے اور مرزا اثبات خسوف وکسوف سے عاجز ہو کر خسف ومسخ ہوگیا اور ستارہ نبالہ کا واقع تین بار ہوگا۔دو بار ہوا ہے۔ابھی تیسری بار نہیں ہوا۔دیکھو مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی کو صدہا علامات امام مہدی کی باتی ہیں۔مثلاً قریب ظہور مہدی کے دریائے فرات کھل جائے گا اور اس میں سے ایک سونے کا پہاڑ ظاہر ہوگا۔

۲...... آسمان سے ندا ہوگی۔’’الاان الحق فی آل محمدؐ ‘‘اے لوگو!حق آل محمدؐ میں ہے۔امام مہدی کی شناخت کی علامتیں ان کے پاس رسول اللہﷺ کا کرتہ وتیغ وعلم ہوگا۔یہ نشان بعد حضرتﷺ کے کبھی نہ نکلا ہوگا اور اس نشان پر لکھا ہوگا’’البیعة للہ ‘‘بیعت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے۔

۲...... امام مہدی کے سر پر ایک بادل سایہ کرے گا۔اس کے اندر سے آواز ہوگا۔’’ھذا المھدی خلیفة اللہ فاتبعوہ ‘‘یہ مہدی خلیفہ ہے۔اللہ تعالیٰ کا اس کی متابعت کرو۔

۳...... ایک خشک شاخ زمین میں لگائیں گے اور وہ ہری ہوجائے گی اور اس میں پتے اور میوہ آئے گا۔

۴...... دریا ان کے لئے اس طرح پھٹ جائے گا جیسا کہ بنی اسرائیل کے لئے پھٹ گیا تھا۔ تنبیہ امام مہدی موعود کا آنا مستقل طور پر ایسا معروف اور ثابت ہے کہ بعض علماء متقدمین نے انجیل وتورات وزبور وکتب ہندو ہند سے اس کو مفصل بیان کیا ہے۔ باوجودیکہ ان کتابوں کے اندر بہت ہی تبدل وتغیر واقع ہو چکا ہے اور کتب ہنود وغیرہ بے دینوں پر اگرچہ کوئی اعتبار نہیں۔ مگر تاہم اس امر میں وہ بھی متحد اور موافق ہیں کہ اپنے زمانہ آئندہ میں ایک شخص معین امام مہدی کے نام سے پیدا ہوگا۔ جس کی اوصاف ایسی ویسی ہوں گی۔ لہٰذا بقدر حاجت محض تائید اورتاکید کے لئے نقل کرتا ہوں۔

بشارت اوّل...... حضرت اشعیاء پیغمبر علیہ السلام نے اپنی کتاب میں ۲۶،۲۷ میں فرمایا ہے۔ ’’بیوم معھویو شرھشیر ھز بیرص یھودا غیر عازلا نو بشوع عاع حوموت واصل ‘‘ خلاصہ معنی اس پاسوک کا ساتھ مابعد کے چاسوقوں کے یہ ہے کہ اس روز یہودا کی زمین یعنی بیت المقدس میں اس کی صفت اور ستائش کی جائے گی اور کہا جائے گا کہ یہ وہ ہے کہ ہمارے شفاعت کرے گا اور قلعوں کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے جائیں گے۔ نیک کاروں کے داخل ہونے کے لئے۔

’’بخو متخنا نوء لاتی یقومیم ھا تتعوا ورننی شوخفا فارکی تل اوروں ملتکا وارص وفاھیم قیل ‘‘یعنی زندہ ہوں گے مردے اوران کی وصف کریں گے تو وہ خاک جوان کے سبب سے آباد ہوں گے اوراس کا ارشاد نور اور دین ہوگا اور سب ملتوں کو راہ حق پر ہدایت کرے گا اور تلوار سے بدلہ لے گا۔ یا ماں سے اور لیو یا تان کا معنی جرانیم نصرانی نے عبرانی اسماء کی فہرست میں اجماع لکھا ہے اور حلیف یعنی باہم عہد وپیمان کرنے والے لوگ۔ یعنی اس وقت جس قدر لوگ دین کے مخالف ان سے اگرچہ جماعات ہوں گی۔ ان سے شمشیر کے ساتھ بدلہ لے گا۔ سیمان ۳۲ میں ’’ھن لصئدق املح ملح اول صادیم ولیش بادیا سوریم ‘‘ خلاصہ معنی اس کا یہ کہ بالکل ہر کام میں شریعت محمدیہؐ کے موافق بادشاہی کرے گا۔ سب کی آنکھیں حق بیّن اور کان حق سننے والے اور دل لوگوں کے عالم اور گنگ لوگوں کی زبانیں فصیح ہو جائیں گے۔ جاہل کو کوئی پیشوا اور منافق کو بزرگ نہ جانے گا۔ ظالموں سے بدلہ لے گا۔ ایمان اوراس کا کمر بند اور عدالت اس کی میان بند ہوگی۔ اس کے وقت میں گرگ اور بکری کا بچہ ایک جگہ میں رہیں گے اور بزغالہ یعنی بکری کا بچہ ایک مقام میں چریں گے۔ گوسالہ اور بکری وشیر ایک جگہ

ہوں گے۔ گوسالہ اور ریچھ اور شیر اور مادہ گاؤ ایک جگہ کھائیں گے اور طفل شیر خوارہ سانپ کی سوراخ میں ہاتھ ڈالے گا اور اس کو نہ کاٹے گا اور یہی رسول اللہ آخرزمان محمد ﷺ کی دختر کا فرزند دلبند محمد مہدی ہوگا۔ ایسا ہی سیماں ۴۲، ۴۹ میں بھی مذکور ہے۔

بشارت دوم...... از کتاب جاماسپ حضرت پیغمبر آخرزمان کی دختر کا فرزند بحکم یزداں حضرت ﷺ کا جانشین ہوگا اور اس کی حکومت قیامت تک جائے گی اور اس کی بادشاہی کے بعد دنیا برطرف ہو جائے گی۔ زمین وآسمان اس کے مددگار ہوں گے اور بڑا دیو اللہ تعالیٰ کا بندہ عاصی گرفتار ہو کر اس وقت قتل کیا جائے گا۔ (یعنی دجال کو اس زمانے میں قتل کیا جائے گا) اور سمندع اور فرج اور عبائل اور فنفد جو کہ رئیس دجال کے ہوں گے مجوس ہوں گے۔ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف پکارے گا اور اسی کا مذہب رواج پائے گا اور اس کی خدمت میں آئیں گے۔ بسروسروش وآسمان کہ عبارت ہے۔ میکائیل و جبرائیل وعزرائیل سے، اور نازل ہوگا بہرام فرشتہ جو کہ موکل مسافروں کا ہے اور فرخ زاد موکل زمین کا اور بہمن فرشتہ بیلوں اور بھیڑوں کا اور آذر ہر ماہ کے اوّل روز کا ملک اور سب واذرکشب مؤکل آتش کا اور رواح بخش کہ روح القدس ہے اور زندہ کرے گا بہت سے نیک و بد لوگ اور بعض پیغمبر بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت سے اس کے وقت میں زندہ ہوں گے۔ چنانچہ مکان بدر خواجہ خضر اور حضرت مہراس پدر الیاس علیہم السلام اور نقوماس پدر ارسطالیس اور آصف بن برخیا وزیر جو سب کہ سلیمان علیہ السلام ہے اور ارسطوئی ماقدرونی اور سام بن بنوافریدوں کہ نوح علیہ السلام ہے اور سمہوں عابد اور سولان اور شادل اور حضرت شمول علیہ السلام اور میخا اور بخدقل اور سینہ اور حضرت شیعیا علیہ السلام اور حیواوّل وحوقون وزخریا پیغمبران اسرائیلیاں اور زندہ ہوگا۔ غابر بن سالح اور حاضر ہوگا اس کے پاس سمرغ اور بدکار لوگوں سے زندہ کرے گا۔ سویروں کو جو کہ نمبرود ہے اور یریخ وقرع جو کہ فرعون اور قارون ہیں اور ہامان فرعون کے وزیر کو اور اس کو زندہ وار پر کھینچ دے گا اور دماوند کے چاہ سے باہر نکالے گا۔ ضحاک علوایزاو کو اور اس کو ظلموں کا دفتری کرے گا اور جلادے گا بخت نصر کو کہ جس نے وشہنت یعنی بیت المقدس کو خراب کیا تھا اور زندہ کرے گا شاموکو اور پہلوپ کو اور قتل کردے گا اور زندہ کرے گا سدوم یعنی لوط علیہ السلام کے شہر کے قاضی کو اور اسقف ترسیاں کے قاضی کو اور فرد یاغ اہرمن کو جو کہ بانی عمل قوم لوط علیہ السلام کا تھا اور زروون کو جو کہ اکابر فرس سے ہے اور شیذ رنگ اور صائب کو کہ جس نے ستارہ پرستی کو نکالا تھا اور زندہ کرے گا کیوت کو اور سب کو جلا کر سہ بارہ زندہ کرے گا اور اپنی قوم کے فتنہ گر

بادشاہوں کو قتل کرے گا اور زندہ کرے گا رستم بن زال اور کیخسر وکو اور نام اس کا بادشاہ بہرام مہدی محمد موعود اولاد دختر شاہ مخلوقات سے ہوگا۔جس کا نام سین ہے (اور سین رسول ﷺ کا نام ہے) بلغت پہلوی چنانچہ قرآن مجید میں یٰسین مذکور ہے اور ظہور اس کا آخر دنیا میں ہوگا۔(مخالف ہے کتب اسلامیہ کے کیونکہ ان کی عمر اس قدر نہ ہوگی ہفت کرگس کی عمر بہت بڑی ہوتی ہے) عمر اس کی مثل سات کرگس کے ہوگی اور جب مہدی خروج کرے گا رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے لے کر اس وقت تک (امام حسنؓ کے نزدیک قرن دس سال ہے اور قتادہ نے ستر سال نخعی نے ۱۴۱ سال زرارہ بن ابی اوفیٰ نے ۱۲۰ سال عبدالملک بن امیر نے ایک سو سال کہے ہیں۔شرح مسلم) ۳۰ قرن گذرے ہوں گے۔تازی لوگ فارسیوں پر غلبہ کریں گے اور ان کے شہر لے لیں گے اور زور ویعنی دجال کو قتل کرے گا اور وہ دجال اندھا ہوگا۔گدھے پر سوار ہوگا۔خدائی کا دعویٰ کرے گا۔اس کے قتل میں امام مہدی صاحب ہوگا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قسطنطنیہ اور ہندوستان کو زیر قبضہ کر کے اسلام کے نشان اس میں قائم کردے گا اور سرخ عصا موسوی اور انگشتری سلیمان علیہ السلام کی اس کے پاس ہوگی اور یہ بہران یعنی امام مہدی موعود علیہ السلام اولاد مکرم درمان سے یعنی ابراہیم علیہ السلام سے ہوگا اور وہ اس وقت ہوگا۔انروکشب یعنی بڑا خدا پرست ہوگا۔داتا بک بزرگ دکپادنہ وشیر دیعنی شکوہ مند ہوگا اور عرب داد وبار وزنجہ وافریقہ ومقدونیہ دارالملک فیلقوس سے لے کر بحر اقصانوس تک کہ آدنیا ہے خیمہ گاڑے گا اور سب جہان میں ایک دین اسلام کردے گا کیش کبریٰ اور اوشتی نہ رہے گا اور مہدی مغرب سے واپس آکر ظلمات میں داخل ہو جائے گا اور جزیرہ نستاس کو خراب کرے گا اور صاحب بوق یعنی اسرافیل اس کے پاس آئے گا تمام ہوئی کلام جاماسب کی۔

بشارت سوم...... سیف الامتہ کا مصنف لکھتا ہے کہ میں نے قریباً ۳۰ سال قبل اس سے جاماسب کو دیکھا کہ اس میں بطریق استخراج نجوم نہ بقاعدہ منجمین ہر ستارہ کے لئے دست وپا ثابت کر کے آئندہ کا حکم نکالا۔اب تفصیل تو یاد نہیں مگر اس قدر یاد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا سرخ عصا شان ہوا۔دارا امام آخر زمان مہدی بہرام کے پاس ہوگا جو کہ بنی ہاشم کی اولاد سے ہوگا اور رسول اللہ کی مثل اولاد نرینہ اس کی نہ ہوگی اور وہ دنیا کو مثل باغ کے کردے گا۔(انتہاء)

بشارت نمبر۴...... برہمنوں کی کتابوں میں پائنگل جو کہ ہند کے بڑے کفار سے ہوا اپنی کتاب میں لکھتا ہے عمر دنیا کی چہار طور ہے۔ہر طور چہار کو اور ہر دور چالیس سال ہے جب

کل دورے تمام ہوں گے ملک کا تازہ پیدا ہوگا۔ حضرت محمد ﷺ کی اولاد نیز اولاد علیؓ کی کرامات بکثرت ظاہر ہوں گی اور باپوں کا دین قبول کرنے والا عزت دار ہوگا۔

بشارت پنجم...... شاکیونی جو کہ باعتقاد کفار ہندوستان پیغمبر کتاب ہوا ہے اور کہتے ہیں خطاؤتن کے ملک میں لوگوں پر مبعوث ہوا تھا اور بہت لوگ اس کے تابع ہوئے اور مولد اس کی شہر کیلواس ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دولت دنیا کی سید الخلایق محمد ﷺ کے فرزند پر تمام ہوگی جو کہ کشن بزرگوار ہوگا اس کا حکم پہاڑوں کے سرے پر جاری ہوگا۔ مشرق ومغرب میں وہ ابر پر سوار ہوگا اور فرشتے اس کے آگے کام کریں گے اور حکومت اسکی سودا آن خط استواء سے عرض تعین خط قطب شمالی اور ماوراء اقلیم ہفتم وباغ ارم کلی بسیط زمین پر ہوگی اور دین مسلمانی کا دین ہو جائے گا۔

بشارت ششم...... کتاب ناسک میں ہے جو کہ کفار ہندوستان میں صاحب شریعت کا ہوا ہے کہ دنیا ایسے بادشاہ پر تمام ہوگی جو کہ نبی آدم اور ملائکہ کا پیشوا ہوگا اور بنی آخر زمان کی اولاد سے ہوگا اور جو کچھ مال ودنیا دریاؤں اور پہاڑوں اور زمینوں کے اندر ہوگا۔ پوشیدہ وہ سب کو نکالے گا۔ نام اسکا بہرام محمد مہدی ہوگا۔

بشارت ہفتم...... ماہی شودنے جو کہ ہندوستان کے کفار میں صاحب شریعت کا ہوا ہے۔ اپنی کتاب وید میں جس کو ہندو آسمانی کتاب کہتے ہیں۔ دنیا کی خرابی میں بیان کیا ہے کہ آخر زمانے میں ایک بادشاہ ہوگا کہ امام خلائق ہوگا۔ سب جہان کو دین مسلمانی میں لاوے گا اور سب مؤمن وکافر اس کو شناخت کریں گے۔ وہ جو کچھ اللہ تعالیٰ سے طلب کرے گا۔ اس کو دے گا اور وہ شاہ بہرام مہدی آخر زمان ہوگا۔

بشارت ہشتم...... کرشن کی کتاب جس کا نام حوک ہے اس میں لکھا ہے کہ دنیا کی انجام اس شخص پر ہوگی جو کہ اللہ تعالیٰ کو دوست رکھے گا۔ اس کا خاص بندہ ہوگا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا رستہ بتائے گا اور لوگوں کو زندہ کرے گا۔ بحکم حبائن یعنی خداوند تعالیٰ نام اس کا محمد مہدی ہوگا اور تبہ کاروں کو یہی زندہ کرے گا۔ جنہوں نے دین اسلام میں نئی باتیں ناجائز نکالی تھیں۔ ان کو جلادے گا اور دنیا کو نیا کردے گا۔ وصدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک صدلک قمر دولت اس کی ہوگی۔ انتہی ہر لفظ دوسرے کی طرف مضاف ہے۔

بشارت نہم...... وہ پاسوق ہے جو کہ حضرت یحییٰ اور حضرت یعقوب علیہما السلام کی

پاراس میں تورات شریف سے منقول ہے اور وہ حکایت ہی اس بات کی جس کو حضرت یعقوب نے بروقت تحلت کے اپنے قبیلہ یہود سے فرمایا تھا۔ وہ عبارت یہ ہے۔ ’’لویا صور شئت مى يهودا اوم جوفق محى بن رقلا وعد كى بابو شيو ولو بقهت عميم ‘‘یعنی بادشاہی کا تاج قبیلہ یہود سے اور الیاس امامت ان کے مونڈھوں سے نہ گرے گا۔ کہیں نہ کہیں فی الجملہ ان کی شوکت باقی رہے گی۔ مگر جب کہ وہ شخص آخر زمان کا ہوگا۔ جس پر دانائی تمام ہو جائے گی۔ اس سے امام مہدی کا بیان پایا جاتا ہے۔ کمالا يخفى!

بشارت دہم...... وہ پاسوق ہیں جو کہ حضرت شعیاء کی کتاب کے ۴۲ سیمان میں موجود ہیں۔ ’’هارى شوتوت هينه بايو وحد اشوت انى مكيد بيشرم بتسمخنا اشميع اوخم ابه انشاقدار بارد نوشيروكدونائى شير خاراش فيلا تو ميقصهارص بورد هيام ايم لوايم ديوش وهم يسئيو مدبر وعارا وحصريم تشوقيد اريارونو يوشو سلع مردش هاريم ايصوحويا سيمولدوناى كاورادت هى لاتو بااى ايم يكيداله هدواريم عيستيم ولوعرويم ناسوتى احوريو شى بوشد هبوتحيم هپاسل هااوهام ريمم ليحا اثم الوهنو ‘‘یعنی ابی طائفہ مابعد والوں کا آتا ہے اور ان سے آگے میں تم کو خبر دیتا ہوں کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مداح ووصاف ہوں گے اور ان کے زمانے میں زمین کی کل اطراف میں دریاؤں جزیروں بیابانوں شہروں، مکانوں میں دین اسلام پھیل جائے گا۔ پس شرمندہ ہوگی وہ جماعت جو کہ بت پرستی کرتی تھی اور بتوں کو کہتے تھے کہ تم ہمارے خدا ہو۔ پس اس وقت کل عزت اللہ ہی کے واسطے ہوگی اور ہر جگہ میں تسبیح الٰہی ظاہر ہوگی۔

اقول...... امام مہدی کا نام اگرچہ ان عبارتوں میں ظاہر نہیں۔ مگر وہی مراد ہے کہ ایمان تمام زمین شوراہ وشیریں پر اسی وقت پر منحصر ہے۔ باتفاق احادیث صحیحہ۔

بشارت یازدہم...... حضرت یوئل بنی کی کتاب میں مذکور ہے جو کہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے ہے۔ اس عبارت کا اوّل یہ ہے۔ ’’وهابى مهر قد شواتر كزد كل لوميوهارص كيا يوم ارتى ناقى كارويوم خوشخ اراف لايوم عافار لا وعرافل ‘‘خلاصہ معنی ان فقرات کا یہ ہے کہ صدا بلند ہوگی کوہ مقدس میں جب کہ ایک بندہ نیک آئے گا اور تیرگی وتاریکی کل دنیا سے دور ہوگی۔ اس کے آگے آگ جلانے والی ہوگی اور پیچھے اس

کے شعلہ فروزاں ہوگا۔کل بے دینوں کا سب صفایا کردے گا اور کل دین دین اسلام کے دین ہو جائیں گے اور عدل اپنی انتہاء کو پہنچے گا اور حضرت خرقیل کی کتاب میں ایسا ہی مذکور ہے کہ جس کو فرنگی لوگ زکیال اورانز کیا کہتے ہیں اور سکیاس نبی کی کتاب میں بھی ایسا ہی وارد ہے۔جس کو نصاریٰ اپنے اولوالعزم پیغمبروں سے جانتے ہیں اور از دراس نبی کی کتاب میں محمد مہدی کی تصریح ہے اور ملاجی کی کتاب کے تیسویں سیماں میں ایسا ہی ہے اور آٹھویں سیماں عاموس کی کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم اور حضرت آخرزمان امام مہدی دونوں کے آنے کا ذکر ہے۔ صحیفہ لخمان بن عباس میں امام مہدی کا ذکر واضح ہے۔سوائے ان کتابوں کے اور کتب ہنود نصاریٰ و یہود میں بھی یہ مذکور ہے اور یہ کتب مذکورہ ہندوستان کے ملک میں تلاش کرنے سے ملتی ہیں۔ جس کو میرے بیان میں شک ہو وہ دیکھ سکتا ہے۔

قولہ...... چنانچہ حج الکرامہ میں ہے۔قوے از سلفا در محمد بن عبداللہ محض ملقب بہ نفس ذکیہ دعویٰ مہدویت کردہ بود۔

الجواب...... ملاجی کا مقصود اس سے یہ ہے کہ ابوداؤد کی حدیث جس پر صادق آتی ہے وہ امام مہدی تو گذر چکا ہے اور مہدی آخرزمان سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔میں کہتا ہوں جب کہ مصداق حدیث جو امام مہدی ہے وہ گذر گیا تو اب آخرزمان کا مہدی کون ہوگا۔جو ہوگا وہ ہرگز موعود اور معہود نہ ہوگا۔معہود وہی ہوگا جس پر علامات حدیث شریف صادق آتے ہیں۔اب میں بھی اس حج الکرامہ سے تحریر کرتا ہوں کہ امام مہدی آخرزمان باقی ہے۔کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک آسمان سے نہیں اترے۔حج الکرامہ کے ص۴۴۲ پر یہ حدیث منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے۔دجال کو قتل کریں گے اور کتاب اللہ اور میری سنت پر عمل کریں گے۔پھر موت پائیں گے۔مسلمان لوگ حضرت عیسیٰ ابن مریم کی جگہ ایک شخص کو قبیلہ بنی تمیم سے جس کا نام مقعد ہوگا خلیفہ بنائیں گے اور بعض کتابوں میں ہے کہ ان کی جگہ پر ایک شخص جہجاہ نام ملک یمن کا رہنے والا بیٹھے گا اور وہ قبیلہ قحطان سے ہوگا۔سواس میں تطبیق یہ ہے کہ یہ دونوں ایک ہی شخص کے نام ہوں گے۔دونوں قبیلہ سے اس کو نسبت ہوگی یا دونوں جدا جدا ہیں اور یکے بعد دیگرے ہوں گے اور ہر ایک کارنامہ چونکہ تھوڑا گذرے گا لہٰذا کسی ملک میں ایک کی شہرت ہوگی۔کسی میں دوسرے کی یا دونوں معاً ہوں گے۔مگر ایک تابع ہوگا۔دوسرا متبوع ہوگا۔التطبیق۔جب وہ بھی مرجائے گا تو اس کی وفات کے بعد بیس سال پورے نہ ہوئے ہوں گے کہ لوگوں کے سینہ سے

قرآن شریف اٹھایا جائے گا۔رواہ ابوالشیخ عن ابی ہریرہ مرفوعا۔اس سے بھی معلوم ہوا کہ مرزا ہرگز مسیح موعود نہیں۔

قولہ...... مخفی نہ رہے کہ حدیث مذکور (یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی برابر ہوگا۔ نام اس کا میرے نام پر اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر) کے ایک معنی غامض اور بھی ہیں۔ جو عوام کالانعام تو کیا ہیں۔ خواص کالعوام کے فہم سے بھی بہت دور ہیں اور وہ یہ ہیں کہ حدیث مذکور میں اشارہ ہے۔ طرف اس بات کے کہ امام مہدی آخرزمان بروز ہوں گے۔ حضرت خاتم النبیین ﷺ کے اور کوئی جداگانہ انسان نہیں ہوں گے۔ گویا کہ حضرت ﷺ کی بعثت ثانی ہوگی۔ جیسا کہ آیت ''وآخرین منهم لما یلحقوابهم ''سے پایا جاتا ہے۔ اس تقدیر میں حدیث مذکور امام مہدی آخرزمان ہی کی صفت ہوتی ہے اور اس صورت میں بعض کتب ورسائل میں جو لکھا ہے کہ مہدی کی ماں کا نام آمنہ ہوگا۔ یہ بھی صادق آتا ہے۔ اگرچہ روایات صحاح میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جیسا باخبار مثیل مسیح اسرائیلی ہونے کے مہدی آخرزمان کا نام عیسیٰ بن مریم ہوا۔ اسی طرح بروز خاتم النبیین ﷺ ہونے کی وجہ سے ان کا نام محمد بن عبداللہ ہوا فافہم وتدبر فانہ دقیق جداص۲۴۔

اقول...... اس عبارت کا خلاصہ عام فہم مطلب یہ ہوا کہ مرزا غلام احمد میں دوقسم کی صفت ہے ایک ایسی کہ اس کے سبب سے حضرت محمد صاحب کا بروز یعنی ظہور دوسری بار ہوا۔ گویا امام مہدی کچھ نہیں۔ خود حضرت محمد صاحب ہی دوبارہ ظاہر ہوئے۔ دوسری صفت وہ کہ اس کے سبب سے عیسیٰ ابن مریم کا مثیل ہوا تو مرزا قادیانی کے اندر حضرت محمد صاحب اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں کا ظہور ہوا اور مرزا حضرت محمد صاحب کا ہم مثل بھی ہے اور عیسیٰ ابن مریم کا بھی۔ پس مرزا اور کوئی شی وانسان جداگانہ نہیں ہے۔ انہیں دونوں پیغمبروں کے اوصاف وارواح کا مجموعہ ہے۔ یعنی دونوں کی روحیں اس ایک جسم مرزا میں ظاہر ہوئی ہیں اور یہ دونوں پیغمبر دنیا میں دوبارہ مرزا غلام احمد کے قالب میں ظاہر ہوئے۔

ثم اقول...... اوّل یہ کہ سب باتیں تمہارے پیر کی بناوٹیں ہیں اور تم نے وہی نقل کردی۔ اس سے ہمیشہ علماء کا مطالبہ رہا کہ ان کو کسی آیت یا صحیح حدیث سے ثابت کرو۔ مگر وہ تو اپنے دعویٰ کو ثابت نہ کر سکے اور افسوس سے ہاتھ ملتے ملتے قبر میں چلے گئے۔ اب آپ اور کل مرزائی عام وخواص ثابت کردیں۔ بلکہ قیامت تک ثابت نہ ہوگا۔ ہاں اگر یہ شریعت الٹی ہوجائے

تو شاید اس وقت ثابت ہو جائے کہ حضرت محمد صاحب اور عیسیٰ بن مریم کا دنیا میں ظہور دوبارہ بجسم مرزا غلام احمد ہوا ہے۔ دوسرا یہ کہ اگر یہی درست ہے تو مثیل عیسیٰ بن مریم کا دعویٰ کرنا کیا فائدہ مثیل حضرت محمد صاحب کا دعویٰ کیا ہوتا جو کہ خاتم النبیین ہیں۔ حالانکہ یہ کہیں بھی مرزا نے نہ کہا کہ میں مثیل محمد صاحب ہوں مگر بعد اعتراض وارد ہونے کے کہیں بھی مرزا نے نہ کہا کہ میں مثیل محمدؐ صاحب ہوں۔ مگر بعد اعتراض وارد ہونے کے کہیں کہیں لکھ مارا۔ تیسرا یہ کہ تم تو مردوں کا دوبارہ دنیا میں آنا ہرگز مانتے ہی نہ تھے۔ اصل صورت میں ہو یا کہ بروزی صورت میں ہو بروز کے ماننے پر تمہارا دعویٰ سہ پایہ جاتا رہا۔ چوتھا یہ کہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہوگیا۔ یہ تو ہندوؤں کا مذہب ہوگیا کہ وہ حشر اجساد اور قیامت کے منکر ہوگئے اور یہ کہتے ہیں کہ ایک میت کی روح دوسرے بدن میں ہو کر ظاہر ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ مذہب باتفاق کل اہل اسلام باطل ہے۔ تفصیل معنی بروز کے یہ ہے کہ اہل کمون وبروز کی اصطلاح میں بروز اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص کامل کی روح دوسرے شخص مبروز فیہ میں بصفات خود ظہور کرے۔ چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ دوسری جلد مکتوبات کے ص ۵۸ میں فرماتے ہیں کہ ”در بروز تعلق نفس بہ بدن از برائے حصول حیات نیست کہ این مستلزم تناسخ است بلکہ مقصود ازین تعلق حصول کمالات است مر آن بدن را۔ چنانچہ جنی بفرد انسانی تعلق پیدا کند و در شخص وبروز نماید ومشائخ مستقیم الاحوال بعبارت کمون وبروز ہم لب نمی کشایند۔ ونزد این فقیر قول بنقل روح از قول بتناسخ ہم ساقط تر ست زیرا کہ بعد حصول کمال نقل ببدن ثانی برائے چہ بود۔ وایضا ور نقل روح اماتت بدن اول است واحیاء بدن ثانی۔ افسوس این قسم بطلان خودرا بمند شیخی گرفتہ اند ومقتدائی اہل اسلام گشتہ اند ضلوا فاضلوا“ اور مرزا نے اپنی کتاب (ایام الصلح ص ۱۳۸، خزائن ج ۱۴ ص ۳۸۲) پر کتاب اقتباس الانوار کا حوالہ دے کر ذکر بروز کیا۔ مگر یہ بھی لوگوں کو دھوکہ دیا اور کہا کہ: ”لا مھدی الا عیسیٰ ابن مریم “یعنی مہدی کوئی نبی نہیں مگر وہی عیسیٰ ابن مریم، یعنی روح عیسوی مہدی آخر الزمان میں جو کہ میں غلام احمد ہوں۔ متصرف ہوئی ہے اور مصنف اقتباس الانوار کو جو صابری خاندان کے ہیں اکابر صوفیہ سے لکھتے ہیں۔ اسی (ایام الصلح ص ۱۳۸، خزائن ج ۱۴ ص ۳۸۲) میں ہے کہ...... اکابر صوفیہ سے تھے۔ مگر مرزا اس کو نہیں دیکھتا کہ بعد نقل کرنے قول بروز کے خود ہی وہ شیخ محمد اکرم صابری صاحب اقتباس الانوار میں فرماتے ہیں۔ ”وایں مقدمہ بغایت ضعیف است“ اور اس (اقتباس ص ۳۴) میں فرماتے ہیں ”وایں رواست“ موقول کسی را کہ میگوید مہدی ہمیں عیسیٰ علیہ السلام است وتمسک کند بایں حدیث کہ لا مہدی الا عیسیٰ

ابن مریم۔ وجواب ایں حدیث حمل است برحذف لامہدی بعد المہدی المشہور الذی ہومن اولاد محمدؐ وعلی علیہ السلام الاعیسیٰ علیہ السلام۔'' یعنی مہدی مشہور کے بعد جوکہ رسول اللہؐ کی اولاد سے ہوگا۔ دوسرا کوئی کامل مہدی نہیں۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس اقتباس الانوار کی عبارت سے مرزا کا دعویٰ بروز اور تمسک بحدیث لامہدی الاعیسیٰ بن مریم سے باطل ہوگیا۔ جیسا کہ اس کا دعویٰ بروز کا مکتوبات کی عبارت سے بھی باطل ہوا اور بروز کے دونوں معنی میں سے مرزا دل سے معتقد ہے جو کہ مستلزم تناسخ کو ہے اور وہ باتفاق باطل ہے اور اس کے اعتقاد کا ثبوت اس عبارت سے ہے جو کہ مرزا نے اپنی کتاب ست بچن کے ص۸۴، خزائن ج۱۰ص۲۰۸ میں یہ شعر لکھا ہے۔

ہفصد وہفتا دقالب دیدہ ام
بارہا چوں سبزہا روئیدہ ام

پس معلوم ہوا کہ مرزا کا اعتقاد تناسخ کا ہے اور یہ کفار کا اعتقاد ہے۔ مگر کوئی قباحت نہیں۔ کیونکہ مرزاجی مہاراج کرشنی اوتار بھی تو تھے۔ جیسا کہ کلمہ فضل رحمانی سے تیغ صفحہ ص۵۰ میں ہے اور اگر بروز کا دوسرا معنی لیتا ہے تو بھی مردود ہے۔ کمامر (وایں قول بغایت ضعیف است) غرض کہ مرزا کا مثیل عیسیٰ ومثیل محمدﷺ ہونا بالکل ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ بطلان اس کا ثابت ہے۔

ثم اقول...... علامہ سیوطی کی تفسیر درمنثور میں یہ حدیث ہے۔''قال رسول اللہﷺ للیهود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیمة'' پہلے بھی یہ حدیث ذکر ہوچکی ہے۔ یعنی حضرتﷺ نے یہود کو مخاطب کر کے فرمایا کہ محقق ہے۔ یہ بات کہ عیسیٰ نہیں مرا اور یہ بھی محقق ہے کہ وہ لوٹنے والا ہے تمہاری طرف قیامت کے دن سے پہلے۔

سوال...... ازطرف مرزائی ممکن ہے کہ لفظ راجع سے مراد عیسیٰ کا رجوع بروزی طور پر بصورت قادیانی ہو۔

جواب...... ایک جواب تو سابق میں بچند وجوہ ہوچکا ہے۔ ثانیاً سنو! مرزا جوکہ بروز عیسوی اور بروز محمدؐ دونوں کا مدعی تھا تو کیا وجہ ہے کہ حضرت محمدﷺ عیسوی رجوع سے بصورت قادیانی احادیث متواترہ میں خبر دیتے ہیں۔ جیسا کہ یہ زعم اور گمان بالکل قادیانی کا ہے اور خود حضرت محمدﷺ اپنے رجوع بروزی یعنی دوبارہ دنیا میں بصورت غلام احمد قادیانی ہوکر آنے سے ایک حدیث میں بھی بعینہ عیسیٰ علیہ السلام کا مراد ہے۔

سوال...... بروز سے مراد ہے کہ روح قادیانی روح عیسوی سے مستفیض ہوتا ہے۔

جواب...... قادیانی اور اس کے اذناب کہیں بھی یہ مراد نہیں لیتے۔ بلکہ وہ یہی اعتقاد

رکھتے ہیں کہ روح محمدؐ اور روح عیسوی دونوں مرزا کے اندر آرہی ہیں۔ کما مر مرارا اور گرمان بھی لیں کہ مرزا اس بروز سے مراد لیتا ہے تو بھی یہ مراد نامراد ہے اور اس پر دعویٰ مثلیت اور اقتباس الانوار کی پوری عبارت یہ ہے۔ (ص۵۲) پر نزول بروزی عیسیٰ علیہ السلام کی تردید فرماتے ہیں ’’وبعضے برانند کہ روح عیسیٰ درمہدی بروز کند نزول عبارت ازیں بروز است مطابق الحدیث لا مہدی الاعیسیٰ ابن مریم وایں مقدمہ بقامت ضعیف ست۔‘‘ (ص۷۲) پر ہے کہ ’’یک فرقہ جوآں رفتہ اند کہ مہدی آخر الزمان عیسیٰ بن مریم است وایں قول بغایت ضعیف است زیراکل اکثر احادیث صحیحہ ومتواتر از حضرت رسالت پناہ ﷺ ورود یافتہ کہ مہدی از بنی فاطمہ خواہد بود وعیسیٰ ابن مریم باوقتدا کردہ نماز خواہد گزارد وجمیع عارفان صاحب تمسکیں بریں متفق اند۔ چنانچہ شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ درفتوحات مکی مفصل نوشتہ کہ مہدی آخر الزمان از آل رسول ﷺ باشد از اولاد فاطمۃ الزہرہؓ ظاہر شود۔‘‘ کا خرط القتاد ہے۔ کما لا یخفی!

کیونکہ یہ استفاضہ تو مرزا قادیانی کے بغیر بہت سے لوگوں کو حاصل ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ اکبر فتوحات میں فرماتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم ہمارا پہلا شیخ ہے۔ اس کے ہاتھ پر ہم نے توجہ کی اور ہمارے حال پر ان کی بڑی عنایت ہے۔’’ کما قال وھو شیخنا الاول رجعنا علیٰ مدیر ولہ بنا عنایۃ عظمیت لا یغفل عنا ساعۃ ‘‘ اور ان کے سوا اور بھی عیسوی المشرب صوفیہ بہت گذرے ہیں اور اب موجود بھی ہیں تو کیا وجہ کہ کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور نیز اس طرح کا فیض عیسیٰ ابن مریم کا اس کے زندہ ہونے پر موقوف نہیں۔ بلکہ برتقدیر مرجانے عیسیٰ ابن مریم کے بھی قادیانی کو فیض پہنچ سکتا ہے۔ پس آنحضرت ﷺ کا فرمانا انہ راجع الیکم اگر بطریق بروز ہوتا تو ’’ان عیسیٰ لم یمت ‘‘ بے ربط رہ جاتا تھا۔ کیونکہ وہ بروز موت کی تقدیر پر بھی ہوسکتا ہے اور نیز ’’وانہ راجع الیکم ‘‘ سے بروز فی القادیانی جب لیا جاسکتا ہے کہ قادیانی صاحب یہود کی قوم سے ہوں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ تو قوم یہود کو مخاطب کر کے فرمارہے ہیں کہ: ’’(وانہ راجع الیکم) ای بارزفیکم ‘‘ جیسا کہ مولوی احمد حسن ہندوستانی نے راجع الیکم کا معنی بارزفیکم لیا ہے۔ شاید اس کو معلوم ہو چکا ہے کہ قادیانی یہود میں سے ہے اور یہ راجع الیکم کا معنی بارزفیکم جب ہی صادق آسکتا ہے کہ یہود میں سے کسی شخص کو عیسوی بروز کا مالک قرار دیا جائے۔ چنانچہ لینزلن فیکم ابن مریم کا معنی قادیانی کے نزدیک یہی ہے کہ تم مسلمانوں میں سے ایک مسلمان میں عیسیٰ کا بروز ہوگا اور آج تک کسی نے چونکہ نزول ورجوع بروزی کا دعویٰ نہیں کیا تا کہ اس پر یہودی ہونے کا الزام عائد ہو۔ لہٰذا اس کا مدعی بھی مرزا ہے اور یہ الزام بھی اسی پر وارد ہے۔

پس آفتاب جہاں تاب سے بھی زیادہ روشن ہو گیا کہ مرزا ہرگز مہدی موعود و مسیح معہود نہیں ہے اور مہدی و عیسیٰ سے مراد یہی دونوں الگ الگ بعینہ مراد ہیں۔ نہ ان کا کوئی مثیل اور انہیں کے بعینہ دنیا میں آنے پر اجماع ہے نہ ان کے کسی مثیل پر وانہ رسول اللہ کو تعلیم اس مطلب میں ہے۔ غلط کہنا ہوگا اور یہ امر منافی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی عصمت کا خصوصاً ایسے مہتمم بالشان مسئلے میں جس کے ذریعہ سے حضرت ﷺ امت مرحومہ کو دھوکہ کھانے سے بچانا چاہتے ہیں۔ بالکل منافی شان نبوت کے ہے۔ کیونکہ بجائے ہدایت کے الٹا امت مرحومہ کو دھوکے میں ڈالتا ہوا کہ نزول قادیانی کی جگہ نزول عیسیٰ بن مریم فرمادیا۔ حالانکہ پہلے لوگ ایلیا کے نزول بروزی سے دھوکہ کھا چکے تھے۔

ثم اقول...... مرزا اور مرزائیوں کا بہت زور اسی پر ہے کہ:''لا مھدی الا عیسیٰ بن مریم ''اور اسی سے بروز نکالتے ہیں۔ کما مر اسی واسطے اس مقام میں ذرہ زیادہ تفصیل کی گئی۔ اس حدیث کے متعلق میں نے (رسالہ تیغ ص۱۰۰) میں بھی مفید بحث کی ہے۔ جہاں ان کی زبان پر''لا مھدی الا عیسیٰ ''بہت ہے۔ مگر سوائے تحقیق ماسبق کے اور جوابات بھی ہیں۔ اوّل تو یہ کہ یہ حدیث ضعیف اور مضطرب ہے۔ دوسرا یہ کہ محتمل التاویل ہے۔ بعد صحت اخبار مہدی کے یقیناً ماؤل ہے۔ کیونکہ دونوں باہم متغایرٔ ہیں۔ بہ سبب تغایر اوصاف کے تو معنی حقیقی یعنی نفی وجود امام مہدی کی متعذر رہے اور ایسے وقت مجاز متعین ہوگا۔ پس بعض تاویل کرنے والوں نے مہدی کو معنی منسوب الیٰ المہدی پر محمول کیا ہے اور یہ حصر بہ نسبت انبیاء علیہم السلام کے ہے اور بعض علماء نے مہدی سے مہدی لغوی مراد لیا ہے۔ چونکہ مطلق مہدی کا ذکر ہے۔ لہٰذا اس سے مراد فرد کامل ہوگا اور مہدی ہونے میں فرد کامل نبی اور پیغمبر ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ معنی ہوا کہ بعد نبی صلعم کے ہدایت دینے کا فرد کامل عیسیٰ علیہ السلام ہوگا۔ کیونکہ بقرب قیامت کے شریروں اور گمراہوں کو ہدایت فرمائیں گے۔ ایضاً حدیث''لا مھدی الا عیسیٰ بن مریم ''کو علامہ زرقانی نے مردود ٹھہرایا ہے۔ دوم یہ کہ اس کو ابن ماجہ نے بھی اخراج کیا ہے۔ حالانکہ خود ابن ماجہ ابوامامہ کی حدیث میں تصریح فرمارہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت بیت المقدس میں ایک رجل صالح نماز کی جماعت کرارہا ہوگا کہ اتنے میں عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور وہ امام پچھلے پاؤں ہٹتے جائے گا تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آگے بڑھے اور یہی مضمون بخاری کی حدیث کا ہے جو بروایت ابوہریرہؓ مذکور ہے اور بعض زعمی مولویوں نے بروز کے مسئلے کو اس آیت سے نکالا ہے۔

''نحن قدرنا بینکم الموت وما نحن بمسبوقین علیٰ ان نبدل امثالکم وننشئکم فیما لا تعلمون ''مگر صوفی شیخ صاحب اقتباس الانوار فرماتے ہیں کہ اس کو مسئلہ

بروز سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ آیت میں انتقال روح دوسرے بدن میں عمر دنیا میں ثابت نہیں ہوتا۔ خواہ امثال کو جمع مثل بفتحتین کی مقرر کی جائے یا جمع مثل بمعنی مثیل کے برتقدیر اوّل آیت کا مفاد تغیر اوصاف ہوگا۔ یعنی طفولیت اور شباب اور کہولت اور شیخوخت اور برتقدیر ثانی یا تو تبدل اشکال دنیویہ واخرویہ پر دلالت کرے گی اور یا تبدل اشخاص دنیویہ واخرویہ پر جو متخالفۃ الروح والجسم ہوں گے اور یا تغیر اشخاص دنیویہ علی سبیل التمسیخ پر علے ما قال الحسنؒ ای نجعلکم قردۃ وخنازیر پہلی صورت تو ظاہر ہے کہ روح کا انتقال نہیں۔ صرف اوصاف طفولیت وغیرہ وغیرہ کا تغیر ہے۔ دوسری صورت میں منتقل الیہ جسم جو بشری ہے اور مرزا نے تو اس وقت جب کہ دعویٰ کیا تو دنیا ہی میں تھا اور تیسری صورت میں آیت کا حاصل یہ ہوگا کہ (تم کو دوسرے جہان میں لے جاویں اور تمہاری جگہ یہاں اور خلقت بسادیں) تو اس صورت میں مماثلت بمعنی الدخول تحت النوع الواحد ہوئی اور امثال بایں معنی مسلم بین الفریقین ہیں نہ ہم کو مضر نہ مرزا کو مفید۔ کیونکہ اہل اصطلاح بروز وکموں اس کو بروز نہیں کہتے۔ چوتھی صورت سو اس کو علاوہ مخالفت اہل اصطلاح کے مرزا اور مرزائی بھی ناگوار سمجھیں گے اور نیز تبدیل امثال آیت سے صرف تحت قدرت اور مقدور ہونا ثابت ہوتا ہے نہ وقوع اس کا حجۃ اللہ البالغہ۔

قولہ...... امام مہدی ظاہر ہونے کے بعد چاروں مذہب قائم رہیں گے یا نہیں اور ان کا خاص کوئی مذہب وطریقہ ہوگا یا نہیں۔ ہدایۃ المہتدی کے اس ص ۲۶، ۲۷ کا خلاصہ ملاجی نے یہ بیان کیا ہے کہ چاروں مذہب کا انتظام زمانہ مہدی تک رہے گا اور اپنے زمانہ میں مہدی خود مجتہد مطلق ہوگا۔ وہ کسی مذہب کی تقلید کریں گے اور دنیا میں انہیں کا مذہب جاری ہوگا۔ ایسا فیصلہ کریں گے کہ اگر رسول اللہ دنیا میں موجود ہوتے تو آنحضرت ﷺ بھی ایسا ہی فیصلے فرماتے اور مذاہب متداولہ کے اغلاط ومسائل صنیعہ کی اصلاح فرمائیں گے۔ مذہب مہدی کے بارے میں ایک مستقل رسالہ ملاعلی قاریؒ کا ہے جو مجددین میں معدود ہیں۔ جس کا نام مشرب وادی فی مذہب المہدی ہے اور سوائے اس کے فتوحات مکیہ اور یواقیت والجواہر وحجج الکرامہ وفتاوی شامیہ وغیرہ وغیرہ میں اس کا ذکر ہے۔ فلیراجع!

الجواب...... ان آٹھوں باتوں کا جواب دیتا ہوں۔

۱...... درست ہے مگر اس مہدی کاذب یعنی مرزا نے تو انتظام مذاہب کو روک نہ سکا۔

۲...... مہدی راست کے بارے میں یہ بھی درست ہے۔ مگر مرزا پر بالکل درست نہیں۔ کیونکہ وہ موت تک شرح وقایہ وہدایہ کنز الدقائق درمختار شامی وعالمگیری وغیرہ کتب

فقہ پر مسائل اجتہاد میں عمل کرتا رہا۔

۳...... مہدی صادق کسی کا مقلد نہ ہوگا۔ مگر مہدی کاذب جو کہ مرزا ہے کل ائمہ بلکہ علمائے اسلام کا مقلد رہا ہے۔ ذرہ ذرہ بات میں تقلید کا دم بھر کے نقل کرتا رہا ہے۔

۴...... ساری دنیا کیا بلکہ دنیا کے کروڑ حصہ کے ایک حصہ میں بھی مرزا کا مذہب جاری نہ ہوا۔

۵...... جتنے فیصلے مرزا کے ہیں جب کہ کتب فقہ وتفاسیر واحادیث سے مخالف ہوئے تو رسول اللہ ﷺ سے تو خود ہی مخالف ہوئے۔ مرزا نے قرآن اور حدیث اور کل ائمہ مذہب کے خلاف راہ نکالی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے معنی مراد کو سمجھ کر تاویلات شروع کرتا ہے۔ پس وہ موافق شرع محمدی کے کیسے ہوسکتا ہے۔

٦...... مذاہب کی غلطیاں نکالنے کا ادراک اور علم کہاں تھا۔ مسئلہ مہدی موعود ومسیح معہود ہونے کے سوا ان سے بہت کم قلم اٹھائی ہے اور پھر جس جگہ کچھ لکھا ہے اس پر طالب العلم کافیہ خواں بھی ہنس رہے ہیں۔ چنانچہ تفسیر القرآن جو اس نے لکھی ہے اس کے اغلاط اور مرزا کی لغزشیں اور جہالتیں اس میں جو جو ہوئی ہیں آخر میں عرض کروں گا اور ملا علی قاری کا نام تو شاید کہ آپ نے غلطی سے لے لیا ہے۔ ورنہ اگر اس کو مانتے ہو تو وہ تمہارے سارے مذہب کو جڑ سے اکھیڑتا ہے۔ مشکوٰۃ کی شرح مرقات میں انہوں نے حدیث بیان کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اترے گا عیسیٰ بن مریم زمین کی طرف اور ٹھہرے گا ۴۵ برس پھر فوت ہوگا اور دفن ہوگا میرے قبرستان میں اور فتوحات مکیہ کی عبارتیں بکرات مرات گزر چکی ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ کے زندہ آسمان پر اسی جسم خاکی کے ساتھ جانے اور قرب قیامت تک وہاں رہنے اور اتر کر دجال کو قتل کرنے وغیرہ وغیرہ کے سب سے زیادہ قائل ومعتقد اور مدعی ہیں اور ایسا ہی الیواقیت والجواہر میں مذکور ہے اور حج الکرامہ میں بھی عیسیٰ ابن مریم کی موت کے قائل کو ذلیل اور شرمندہ کیا ہے۔ دیکھو اس کا ص۴۴۲ کہ عیسیٰ ابن مریم آسمان سے نازل ہوکر دجال کو قتل کریں گے۔ چالیس سال قیام کریں گے اور میری سنت پر عمل کریں گے۔ پہلے بھی یہ حدیث گذر چکی ہے اور علامہ شامی نے بھی حاشیہ درمختار میں اوّل جلد کی ابتداء میں امام اعظمؒ کے مناقب میں ذکر عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی صاحب کا کیا ہے۔ اس سے صاف بلاغبار ظاہر ہے کہ وہ بھی حضرت عیسیٰ اور مہدی کے بارے میں سب مسلمانوں کی طرح قائل اور معتقد ہیں۔ البتہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ امام مہدی چونکہ مجتہد مطلق ہوگا اور قرآن وحدیث کا حافظ ہوگا۔ لہٰذا وہ کسی دوسرے مجتہد کی تقلید نہ کرے گا۔ نفی وجود عیسیٰ یا

مہدی یا ان کے کسی مثیل کا ہندی ہو یا پنجابی ہو شریف ہو یا ذلیل ہو ذکر تک نہیں ہے۔ الحمدللہ! کہ جن کتابوں سے مرزائی لوگ اپنی جاہلانہ بات کو ثابت کرنا چاہتے ہیں اسی سے امر حق کو ہم دکھا دیتے ہیں۔

قولہ...... (ص ۲۸) میں ہے بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جو اہل حدیث کے پاسدار ہیں۔ فرقہ اہل سنت وجماعت موسومہ کی مذمت میں رسالہ تاویل الاحادیث میں تحریر فرماتے ہیں۔ اس سے ملاجی قادیانی کا یہ مقصود ہے کہ کل روئے زمین کے مسلمان آج کل کے اہل سنت وجماعت نہیں بلکہ فقط اہل سنت وجماعت ہم ہی مرزائی لوگ ہیں۔

جواب...... ہم اسی شاہ ولی اللہ صاحب سے حیات عیسیٰ بن مریم ثابت کرے دیتے ہیں۔ شاہ صاحب ترجمۃ القرآن میں ''فلما توفیتنی'' کا معنی (ہرگاہ برداشتی مرا) لکھتے ہیں اور (میراندی مرا) نہیں لکھتے۔ دیکھو خود اس سے عیسیٰ بن مریم کا مرفوع علی السماء ہونا ثابت ہوگیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کے رسالہ فوز الکبیر میں رفع عیسیٰ سے مراد رفع روحانی نہیں بلکہ جسمی جدی رفع ہے۔

قولہ...... تنبیہ بعض دھوکہ باز مولوی (ص ۲۷، ۲۹) تک کوئی مفید مطلب مرزا اور مضر مقصود ہمارے کے بات نہیں بلکہ بیکار ایک اجنبی بات کو جو فی الواقع بے عقلی سے ملاجی نے لکھ ماری ہے۔ محض ورقوں کی تعداد کو زیادہ کر کے رسالہ کا حجم بڑھا دیا ہے۔

قولہ...... اب اصلی اہل سنت وجماعت کون لوگ ہیں۔ اس کا بیان سنئے۔ قوۃ القلوب سے دکان سہلؒ یقول السنۃ ما کان علیہ النبی ﷺ واصحابہؓ۔

الجواب...... الحمدللہ کہ ہم ہی ہر چہار مذہب کے مسلمان رسول اللہ اور اصحاب کے طریقہ پر ہیں، نہ مرزا اور نہ مرزائی لوگ کیونکہ ان کے اقوال وافعال واعتقاد سراسر کفریات اور خلاف شرع ہیں۔ محض نماز روزہ تلاوت قرآن وغیرہ ظاہری امور سے ایمان باقی نہیں رہتا۔ جب تک کہ اعتقاد موافق شرع کے نہ ہو اور ہم نے قوت القلوب سے نزول عیسیٰ بعینہ وغیرہ سب نقل کر دیا ہے۔ اس کو دیکھو۔

قولہ...... پس یہی فرقہ ناجیہ اہل وسنت وجماعت اصلی ہیں۔

الجواب...... یعنی مرزائی لوگ ہی فرقہ ناجیہ دوزخ سے نجات پانے والے ہیں اور باقی سوائے مرزائیوں کے سب ناری دوزخی بدعتی ہیں۔ یہاں تک کہ ملا عبدالواحد کے استاد وماں باپ، دادا، دادی، پردادا، پردادی، نانا، نانی، پرنانا، پرنانی، وغیرہ کل کے کل اوپر کے

دوزخی ہیں۔نعوذ باللہ منہ ایسا نالائق بیٹا کہ مسئلے کی ہار جیت میں اپنے مردگان کو ملعون اور ناری ودوزخی کہہ دے۔

قولہ...... امام مہدی کا علم شریعت وعرفان من قبیل قولہ تعالیٰ وعلمنا من لدنا علما بوساطت واقتباس انوار مشکوٰۃ نبوت کبری سرور عالم ﷺ حاصل ہونا تھا اور بفضلہٖ تعالیٰ ایسا ہی ہوا۔

الجواب...... رسالہ تیغ میں ہم نے مفصل لکھ دیا ہے کہ مرزا نے قرآن کو ناقص کہا اور انبیاء علیہم السلام کو برا کہا اور خود رسول اللہ کو غلط گو کہا اور ان کی پیشین گوئیوں کو غلط کہا اور معنی مراد حضرت کا جان کر اس میں تاویلات کرتا رہا۔ وغیرہ وغیرہ۔ معایب وکفریات مرزا کے آیت وعلمناہ من لدنا علما کے بالکل مخالف سے ببین تفاوت راہ از کجا است تا بکجا۔

قولہ...... یہ جو مشہور ہے کہ زمان مہدی میں بجز دین واسلام کے اور کوئی بالکل دنیا میں باقی نہیں رہے گا۔ یعنی دنیا میں فقط مسلمان ہی رہیں گے اور کوئی کافر یہود ونصاری میں سے باقی نہیں رہے گا۔ یہ سراسر غلط ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کے خلاف ہے۔ کمامر!

الجواب...... بیان اس کا مفصل سابق اس سے ہو چکا ہے اور مخالف کی جہالت کا پردہ اٹھایا گیا ہے۔ فلیر اجمع ثمه!

قولہ...... مگر بعض روایات سے جو پایا جاتا ہے کہ امام مہدی لوگوں کو مال دیں گے تو اس مال سے مراد دنیوی مال نہیں بلکہ خزینہ علوم دین ومعارف وحقائق مراد ہے اور یہ امر حضرت علیؓ کی ایک روایت سے بھی مؤید ہے۔ حجج الکرامہ میں ہے۔ علی مرتضیٰ گفت رحمت خدا باد بر بلدۂ طالقان کہ آنجا خدا را خزائن است امانہ زر وسیم بلکہ مردخان اند کہ خدارا شناختہ اند حق معرفت او وایشاں انصار مہدی باشند اخرجہ ابونعیم انتہی۔ اس روایت میں جو لفظ طالقاں واقع ہے ممکن ہے کہ قادیان سے بگڑا ہوا ہو۔

الجواب...... مال سے مراد دنیوی ہی ہے۔ کیونکہ کل زمین پر زراعت ہوگی۔ کوئی زکوٰۃ لینے والا نہ ملے گا۔ دیکھو رسالہ تیغ کو، اور خزانہ دین وحقائق ومعارف وہ ہیں جو موافق قرآن وحدیث واجماع کے ہوں اور مرزا جو معارف وحقائق دیتا ہے اور لوگ اس کو رد کرتے ہیں۔ وہ صاف ظاہر شریعت محمدیہ سے مخالف ہیں۔ لہٰذا وہ علوم ومعارف نہیں بلکہ وہ اباطیل اور خرافات اور تحریفات وواہیات وکفریات وبدعات سیئات ہیں۔ لہٰذا مرزا نہ تو مہدی حق ہے اور نہ اس کے علوم علوم دین ہیں اور حجج الکرامہ اور ابونعیم کی مراد کو دیکھو جو پہلے اس سے مذکور ہے کہ وہ بالکل تمہارے مخالف ہے اور یہ قول تمہارا کہ طالقاں ممکن ہے کہ قادیان سے بگڑا ہو۔ تم مدعی ہو تم کو لزوم کے طور پر

دلیل لانی ضرور ہے۔ احتمال اور نفس امکان کافی نہ ہوگا۔ خانہ ساز باتوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ قادیان اب چار سو سال سے آباد ہے اور حضرت علیؓ کی خبر دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بلدۂ طالقاں موجود تھا۔ چنانچہ بطور اخبار حالیہ کے کہہ رہے ہیں اور جب کہ مرزا کے الہام کے مطابق لفظ قادیان قرآن شریف میں موجود ہے تو اس کو بلدۂ طالقاں یا اس کو کدعہ سے نکالنے کی کون سی ضرورت ہے۔ ''ولن یصلح العطار ما افسدہ الدھر''

قولہ...... کیونکر رسول اللہ ﷺ نے نہ اپنے واسطے مال دنیا کو پسند فرمایا ہے اور نہ امت کے لئے بلکہ فرمایا: ''ما الفقر اخشی علیکم'' دفعتہً اس قدر مال دنیا کے لوگوں کو دینا کہ سب تونگر ہو جائیں۔ کوئی محتاج باقی نہ رہے یہ تو عادت الٰہی وحکمت باری عزاسمہ کے مخالف ہے۔

الجواب...... رسول اللہ ﷺ نے بے شک دنیا کو پسند نہیں فرمایا۔ ہم بھی مانتے ہیں مگر دنیا نام ہی غفلت اور حجاب عن ذکر اللہ کا، مثنوی میں ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش ونقرہ وفرزند وزن

روپیہ ومال ومتاع کی ایسی کثرت کہ کوئی محتاج نہ رہے۔ یہ دنیا نہیں دنیا جب ہے کہ غفلت، اللہ کے ذکر سے ہو جائے۔ روپیہ پیسہ پاس ہو یا نہ ہو اگر دنیا نام جمع کرنے حلال مال کا ہوتا ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام وحضرت سلطان سکندر علیہ السلام وحضرت عثمان غنیؓ وابوبکر صدیقؓ وغیرہ صحابہؓ مالدار بڑے دنیا دار کہلائیں گے۔ حالانکہ ایسے لوگوں کے شان میں یہ لفظ استعمال کرنا ان حضرات کی بدگوئی ہے۔ کما لا یخفی!

حضرت علیہ ﷺ نے بارہا بکثرت دراہم اور بکریاں اور غلہ جات اللہ تعالیٰ کے راہ میں تقسیم کیں ہیں۔ کمافی البخاری وغیرہ اور یہ عادت الٰہیہ نہیں کیونکہ اس کے لئے تو کوئی تبدیل نہیں۔ ''ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا'' بلکہ یہ ''امتداد احکم الیٰ انتھاء العلۃ وزوال الحکم بزوال العلۃ'' ہے۔

قولہ...... امام مہدی علیہ السلام نے لوگوں کو ہزاروں روپیہ انعام دینے کے اشتہارات کثیرہ دیئے ہیں۔ مگر کسی نے ان انعامات کو حاصل کرنا قبول نہ کیا۔

الجواب...... کاذب نے برائے نام اشتہار تو دیا مگر جب دیکھا کہ چاروں طرف سے جوابات موافق کتاب اللہ وکتاب الرسول کے آرہے ہیں تو خود ہی فرار کر گیا۔ جیسا کہ ہر کس

ونا کس کو معلوم ہے اور وہ بیچارہ دریوزہ گر۔ اگر سائل کسی کو کیا روپیہ دیتا وہ تو خود طرح طرح کے حیلوں سے روپیہ جمع کرتا رہا۔ چنانچہ ایک مطرب اللہ دیا سے حرام مال کی درخواست کی مگر اس کا شکار خالی گیا۔ منارہ بنانے کے لئے صدہا روپیہ لیا اور اس کی عین حیات میں مدراس وغیرہ سے لوگ ماہوار روپیہ اس کی معاش کے لئے روانہ کرتے تھے۔ دیکھو رسالہ تبلیغ وہ عبارت یہ ہے۔ مالی فتوحات آج تک پندرہ ہزار کے قریب فتوح غیب کا روپیہ آیا۔ جس کو شک ہو ڈاکخانہ کی کتابیں دیکھ لے۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۸، خزائن ج ۱۱ ص ۳۱۲)

''حاجی سیٹھ اللہ رکھا تاجر مدارس نے کئی ہزار روپیہ دیا۔''

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۸، خزائن ج ۱۱ ص ۳۱۲)

''شیخ رحمت اللہ صاحب دو ہزار سے زیادہ دے چکے ہیں۔ منشی رستم علی کوٹ انسپکٹر گورداسپور بیس روپیہ ماہوار دیتے ہیں۔ حیدر آباد کا مولوی سید مردان علی مولوی سید ظہور علی ومولوی عبدالمجید دس دس روپیہ اپنی تنخواہ سے دیتے ہیں۔ خلیفہ نورالدین صاحب پانچ سو روپیہ دے چکے ہیں۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۸، ۲۹، خزائن ج ۱۱ ص ۳۱۱، ۳۱۲)

قولہ...... حالانکہ علامات مہدی آخرزمان جن روایات حدیث سے ثابت ہیں۔ اخبار احاد سے فوق نہیں۔ جو مفید علم یقینی کے نہیں ہیں۔ (ہدایۃ المہتدی ص ۳۳)

الجواب...... مجموعہ مل کر متواترہ المعنی ہوگئی ہیں اور علم یقینی کو مفید ہیں ''الا من اضله الشیطان کما مر مرارا'' اور امام مہدی صاحب کو لوگ خود بخود شناخت کرلیں گے۔

قولہ...... اگر ایسا ہوتا تو ایمان بالغیب باقی نہ رہتا۔

الجواب...... یعنی جن جن رسولوں نے خود اپنے آپ کو بدعویٰ نبوت ظاہر کیا ہے اور لوگوں نے ان کو نشان ومعجزات سے پہنچانا ہے۔ ان کی نسبت ایمان بالغیب باقی نہ رہا۔ واہ واہ جہالت!

قولہ...... پس معلوم ہوا کہ مہدی صادق کا خود دعویٰ نہ کرنا اور فقط نشانات دیکھ کر لوگوں کا ان کو پہچان لینے کا قول محض بے دلیل وسراسر باطل ہے۔ ''ومن یدعی خلافه فعلیه البیان بالبرهان''

الجواب...... قرآن شریف وتفاسیر وکتب سیر وتصوف وتواریخ وفقہ واجماع امت سے فوق اور کیا برہان ہوگی؟۔ مگر ہدایت اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے اور ص ۳۵ قولہ درسنہ غاشی ہجری وقرآن خواہد بود۔ از پئی مہدی ودجال نشان خواہد بود۔

الجواب...... مہدی اور دجال سے مراد مرزا قادیانی کی دو قومیں یہود و نصاریٰ کی ہیں اور یہ زمانہ دراز سے موجود ہیں۔ کیا وجہ کہ اجتماع کسوف وخسوف ۱۳۱۱ھ میں ہوا۔ حالانکہ یہ محض مرزائیوں کا دعویٰ ہے۔ ورنہ اب تک واقع نہیں ہوا۔ چنانچہ پنجاب وغیرہ املاک کے لوگ بخوبی جانتے ہیں۔

قولہ...... مرزا غلام احمد صاحب تخمیناً ۱۲۵۱ھ میں یا تھوڑا آگے پیچھے تولد فرمائے تھے اور ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء کے وفات فرمائے ہیں۔ چنانچہ ۱۳۲۶ کے لے لفظ مغفور مادۂ تاریخ وفات ہے۔

الجواب...... اگر تاریخ کے مادہ پر امام مہدی ودجال کی شناخت موقوف ہے تو میں ایسے مادے تاریخ ولادت مرزا و جوانی ووفات مرزا نکال دیتا ہوں کہ اس کے لحاظ سے مرزا ظالم اور فتنہ گر اور کاذب ہو جائے گا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی محمد احمد سوڈانی سے بالکل مطابقت ہے۔ اس نے بھی مہدی معہود ومسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور آخر کو کاذب نکلا۔ مہدی سوڈانی ۱۲۵۹ھ مطابق ۱۸۴۲ اور ان کی مہدویت کے اعلان کا خلاصہ یہ تھا کہ میں وہ مہدی موعود ہوں۔ جس کا تمہیں دس گزشتہ صدیوں سے انتظار رہتا اور تم کو سچی شریعت پر چلاؤں گا وغیرہ وغیرہ اور اس نے اپنا نام محمد احمد رکھا جو غالباً زیادہ اعتبار کے لائق ہے۔ بہرحال وہ بھی تمام قرائن کے رو سے کاذب تھا۔ مگر پھر بھی ایک نہایت وجہ کا محتاط عالم تھا۔ جس کی علمی اور تمدنی لیاقتوں کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ اس وقت اس کے پاس بقدر ۳ لاکھ جانثار خدا کے واسطے لڑنے کو موجود تھے۔ مرزا کی پیدائش کی ۱۲۵۹ھ ہے۔ سیپارۂ واعلموا میں پروردگار نے گویا کہ اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ''الا فی الفتنة سقطوا'' یعنی آگاہ ہو جاؤ وہ فتنے میں گرے اور یہی تاریخ محمد احمد سوڈانی مہدی کاذب کی بھی ہے اور مرزا کتاب آئینہ کمالات میں لکھتا ہے کہ عدد ۱۲۷۵ کا جو آیت وآخرین منہم لما یلحقوا بہم سے نکلتا ہے۔ اس عاجز کی بلوغ اور پیدائش ثانی اور تولد روحانی کی تاریخ ہے۔ بلفظ یعنی ۱۲۷۵ کو مرزا جوان ہوا اور یہی ''شباب ظلم'' ہے۔ جس کے اعداد ۱۲۷۵ ہوتے ہیں۔ اس سے مرزا جوان ظالم ثابت ہوا۔ اس سے جب ۱۵ سال بلوغت کے نکالے جائیں تو ۱۲۵۹ رہتے ہیں جو کہ: ''الا فی الفتنة سقطوا'' کے اعداد ہیں اور مہدی سوڈانی کی تاریخ ۱۸۸۲ء ہے اور یہی تاریخ مرزا کے مہدی اور مسیح کے مثیل ہونے کی ہے۔ جیسا کہ اس نے خود براہین احمدیہ ص اوّل حصہ سوم پر لکھا ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے کہ میرے نام کے اعداد

پورے تیرہ سو ہیں۔اسی واسطے میں مجدد اور مسیح موعود ہوں۔یعنی میں تیرھویں صدی پر ہوا ہوں اور مرزا اس کو بڑی قوی دلیل جانتا ہے۔اب میں چند لوگوں کے نام کے اعداد تیرہ سو پورے کرے دیتا ہوں۔جن کو مرزا اور ہم کوئی مہدی یا مسیح نہیں کہتے بلکہ مرزا ان کو سخت گالیاں دیتا ہے۔

۱...... مہدی کاذب محمد احمد برم (عاجز) سوڈانی ۱۳۰۰ھ۔

۲...... مرزا امام الدین ابواوتار لال بیگیاں قادیانی۔اس کے نام کے بھی تقریباً تیرہ سو ہیں اور مرزا کا فاضل حواری نورالدین موجود ہے۔

۳...... مولوی حکیم نورالدین مستہام۔(حیران) بھیروی،علی ہذا القیاس اور جس قدر نام چاہوں تیرہ سو کے عدد والے نکالتا جاؤں۔لیکن اس سے کسی کا مجدد یا مسیح یا اس کا مثیل ہونا تو ثابت نہیں ہوتا۔

اقول...... سب سے لطیف تر قرآنی معجزہ ہے جو کہ قادیانی پر خوب لگتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔’’تنزل علیٰ کل افاك اثیم ‘‘شیطان اترتے ہیں ہر بڑے بہتان کرنے والے گنہگار پر اس آیت کریمہ کے اعداد بھی پورے تیرہ سو ہیں اور بلاشبہ مرزا پر شیطان اترتے ہیں اور انہیں کے وسوسوں کو مرزا وحی جانتا تھا۔

قولہ...... مرزا قادیانی امی محض جو مصداق اس مصرع مشہور کا ہے کہ امی قلم را بگرد بدست۔ایسے تو نہ تھے اوائل عمر میں بعض بعض اساتذہ کے نزدیک کسی قدر مختصر تعلیم پائے ہوئے تھے۔مگر علوم و حکم شرائع وادیان وحقائق ومعارف میں کوئی ان کا استاد نہ تھا۔

الجواب...... اوائل عمر میں جو بعض استادوں سے پڑھا ہے وہ کیا سوائے علوم وحکم وادیان کے کوئی ناٹک اور مسمریزم اور شعبدہ بازی اور مکاری تھی۔ضرور یہی تھی۔جیسا کہ اس کے حالات سے معلوم ہوتا ہے۔

قولہ...... اسی وجہ سے تو آیہ کریمہ’’من کان فی ھذہ اعمی فھوفی الآخرۃ اعمیٰ ‘‘ان لوگوں پر چسپاں ہوتا ہے۔

الجواب...... یہ آیت کفار نابکار کے بارے میں تھی۔اس کو اہل سنت وجماعت پر لگا دیا اور اسی صفحہ میں مسلمانوں کو ابوجہل کافر سے مشابہت دی ہے۔

قولہ...... ’’مما ینجر الیٰ الطوالہ‘‘

الجواب...... الیٰ الطّوالہ غلط ہے اور صحیح الیٰ طوالہ ہے۔مضاف کو معروف باللام نہ ہو چاہئے۔

قولہ...... ضمیرم نہ زن بلکہ آتش زنست کہ مریم صفت بکروآبستن است۔ مراد اس سے قادیانی کی یہ ہے کہ مرزا جیسا کہ مسیح موعود کے نام سے موسوم ہوا۔ ایسا ہی مریم کے نام سے بھی مسمی ہوا۔

الجواب...... مولانا نظامیؒ گنجوی سکندر نامہ میں دل کو جس کو عربی میں قلب کہتے ہیں مریم صفت بتارہے ہیں اور قلب تو مونث سماعی ہے۔ اس کو مریم صفت کہہ دینا بطور استعارہ کے کوئی مستبعد نہیں۔ مگر مرزا تو باوجود مذکر ہونے کے مریم صفت نہیں بلکہ مریم لقب ہوا۔ وبینہما بون بعید!

قولہ...... الغرض بعد مرتبہ مریمیت کے حضرت اقدس کو مرتبہ عیسویت ومیسحیت کا دیا گیا تھا۔ گویا مریم سے عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ بلکہ رموز واشارات سے قرآن کریم کے بھی اس کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ چنانچہ سورۂ تحریم کے آخر میں ہے۔ ”قوله تعالیٰ وضرب الله مثلاً للذين آمنوا امرأة فرعون الیٰ قوله تعالیٰ ومريم بنت عمران الثى احصنت فرجها فنفخنا فيه من روحنا وصد قت بكلمات ربها وكتبه وكانت من القانتين “اس آیت شریفہ میں اشارہ اس طرف ہے کہ بعض افراد اس امت مرحومہ کے مریم صدیقہ سے مشابہت پیدا کریں گے۔ یعنی اسی سبب سے مرزا غلام احمد کو ابن مریم کہا جاتا ہے۔

الجواب...... جب تک کہ حقیقت کا تعذر نہ ہو تب تک مجاز نہیں لیا جاتا۔ حالانکہ تعذر حقیقت کے دلائل کا فساد ثابت ہو چکا ہے۔ ثانیا یہ کہ قطع نظر تعذر حقیقت سے آیت کا مفاد تو صرف اتنا ہی فائدہ بخشتا ہے کہ وصف ایمان علاقہ مصححہ لارادة القادیانی ابن مریم سے ہے۔ یعنی لفظ مریم سے اگر قادیانی بعلاقہ ایمان مراد رکھا جاوے تو یہ علاقہ اس ارادہ کی صلاحیت رکھتا ہے اور صرف صلاحیت بغیر اس کے وقوع استعمال فی غیر محل النزاع قرآن یا حدیث سے ثابت کیا جاوے مفید نہیں۔ پس اگر انصاف سے کوئی دیکھے تو قرآن یا حدیث میں ایک جگہ بھی (مریم) یا (امرأة فرعون) سے مراد کوئی مؤمن نہیں۔ خود مریم اور فرعون کی عورت ہی مراد ہے۔ ثالثاً ابن مریم سے مراد ہونا قادیانی کا چنانچہ شمس بازغہ کے ص۹۳ پر امروہی نے لکھا ہے کہ ہر ایک مؤمن مثیل مریم ہے تو مؤمن کی اولاد ابن مریم ہوئی اور یہ جب ہوسکتا ہے کہ پہلے مرزا کے والد صاحب غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم لفظ مریم سے کسی استعمال سے پنجابی یا اور کسی زبان میں مراد لئے گئے ہوں اور وہ اس لفظ مریم سے کبھی پکارے گئے ہوں۔” وانی فيكون له ذلك “پس مرزا کا ابن مریم ہونا

ثابت نہیں ہوتا اور اگر فقط علاقہ مصححہ وجود ایمان ہی لیا جائے تو مرزا کی خصوصیت کیا ہے۔ ہر مؤمن کو ابن مریم کہنا درست ہے۔

قولہ...... ملخص کلام اس مقام میں یہ ہے کہ قولہ تعالیٰ ''یمحوا اللّٰہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب ''اس سے استنباط کیا جا سکتا ہے کہ پیشین گوئیوں میں جو من قبیل معجزات وکرامات ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کس قدر تبدل وتغیر ممکن ہے نہ یہ کہ سرمو تجاوز ممکن نہیں۔ جیسا کہ خیال کل عوام کالانعام اور اکثر خواص کالعوام کا ہے۔ کیونکہ اس تقدیر میں غناء ذاتی میں باری تعالیٰ کے فتور راہ پاتا ہے۔

الجواب...... اگر امکان تبدل مسلم ہی ہو تب اس واقعہ خاصہ میں کسی آیت یا حدیث قولی یا فعلی یا تقریری یا اجماع صحابہ یا مذہب مجتہد سے آپ کو ثابت کرنا ہوگا کہ وہ امکان جو تھا اب فعلیت اور وجود خارجی میں آ گیا۔ کیونکہ مقام استدلال میں ہیں اور ظاہر ہے کہ مدعی اور مستدل کو لزوم چاہئے۔ اس کو احتمال کافی نہیں ہوتا اور جب کہ کسی دلیل سے ثابت نہ کر سکو تو ویثبت ہی ثابت رہے گا اور غنا ذاتی میں نقصان جب ہو کہ غناء فعلی مستلزم ہو غناء ذاتی کو حالانکہ یہ باطل ہے۔ کیونکہ غناء ذاتی جیسی کہ بصورت تبدل وتغیر موجود ہے۔ ایسی ہی بصورت عدم تبدل وتغیر کے بھی موجود ہے۔ پس باری تعالیٰ کی غناء ذاتی میں فتور ہرگز راہ نہیں پاتا۔ بلکہ وہم بھی فتور کا نہیں ہوتا۔ پس تبدل وتغیر ممکن مگر علت بیان کرنی آپ کی باطل وعاطل ہے اور صفحہ ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶ میں جو جواز خلف لکھا ہے۔ وہ اگرچہ علماء میں مختلف فیہ ہے اور اس میں راجح ومرجوح کے قطع نظر ہونے سے مخالف کو کسی قسم کا فائدہ نہیں۔ کیونکہ اگر یہ امر مسلم بھی ہو تو ایک دو چار باتوں میں نہ یہ کہ صدہا باتوں میں جو کہ علامات امام مہدی وخواص عیسیٰ علیہ السلام وآیات دجال وغیرہ ہیں۔ سب کے سب میں وعدہ خلافی ہو جائے اور ایسا ضروری مسئلہ کہ اتنی مخلوقات گمراہ ہو جائے اور پھر حضرت ﷺ اور کل اصحابہ کرام وائمہ مجتہدین عظام کا اس تبدل وتغیر کا ذکر نہ کرنا یہی قرینہ قاطعہ یقینیہ جازمہ موجبہ للیقین والایمان ہے کہ اگر خلف وتبدل وتغیر اس میں باعتبار نفس قدر الٰہیہ کے ممکن ہے الا وقوع تبدل وتغیر کا ہرگز ہرگز نہ ہوگا۔ لعدم استلزام الامکان الفعلیة کما لا یخفی!

قولہ...... جو کچھ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کی نسبت مرزا کی تکذیب اور پیش گوئی کے غلط ہونے میں پردہ پوشی کی ہے وہ سب خلاف واقع بیان کی ہیں۔ کل پنجاب اور ہندوستان میں معلوم ہے کہ مرزا اس میں صاف نامراد گیا اور اگر کوئی پیش گوئی کسی شخص کی صادق بھی ہو جائے تو اس

سے اس شخص کا امام مہدی یا مثیل عیسیٰ ابن مریم ہونا تو ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ برہمنوں اور بت پرستوں اور کافروں کی پیش گوئیاں بھی کبھی صادق ہو جاتی ہیں اور ہدایۃ المہتدی کے ص ۴۹، ۵۰ کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا صاحب اگرچہ سچا مہدی نہ بھی ہو تو بھی اس کو مان لینے میں کوئی نقصان نہیں۔ کیونکہ اس سلسلہ میں کوئی امر بھی خلاف حجج شرعیہ قویہ نہیں ہے۔ اہل سلسلہ نے جو بانی سلسلہ کو قبول کیا ہے سو یہی قرآن وحدیث کے دلائل قویہ سے قبول کیا ہے۔ اگرچہ بدبختوں کی سمجھ میں نہ آوے۔ پس اس تقدیر میں اگر بالفرض بحال بانی سلسلہ واقعی مسیح موعود مہدی معہود نہ بھی ہو تو کیا نقصان ہوسکتا ہے۔

الجواب...... اس سلسلہ کے خلاف شرع اقوال وافعال واعتقادیات اظہر من الشمس میں جو بانی سلسلہ کے ناجائز اقوال وافعال واعتقادیات ہیں وہی سلسلہ قبول کرنے والوں کے بھی ہیں۔ جن کے سبب سے علمائے روئے زمین نے کفر کے فتوے دیئے ہیں۔ جن کا کچھ قدر ذکر اس رسالہ میں اور میرے دوسرے رسالہ تیغ غلام گیلانی میں موجود ہے۔ پس ایسے شخص کو مہدی معہود یا مسیح موعود جاننا کفر ہے۔ کیونکہ قرآن وحدیث وتفسیر وفقہ کل علوم دینیہ جس شخص کو دائرہ اسلام کے اندر نہیں چھوڑتے اور کم از کم علانیہ فسق جس کا ظاہر ہو اس کو مسیح موعود اور مہدی معہود کہنا قرآن وحدیث کو کاذب کہنا ہے۔ خبردار رہو اے مسلمانو! یہ کیسی دھوکے کی بات بنگالی قادیانی نے لکھی ہے۔ نعوذ باللہ من غضب الرب!

قولہ...... ازمنہ ماضیہ میں بعض بعض علماء نے بعض بعض حضرات کو مہدی قرار دیا ہے اور دوسرے علماء نے بعض بعض حضرات کو مہدی قرار دیا ہے اور دوسرے علماء ان کے ساتھ متفق ہوئے۔ مگر ان علمائے مخالفین نے ان علماء سابقین الذکر پر کوئی برا حکم نہیں لگایا اور ان کو کسی طرح مطعون نہیں کیا۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفاء میں ہے۔ ’’وقال وهب بن منبه ان كان فى هذه الامة مهدى فهو عمر بن عبدالعزيزؒ ويضافيه وقال الحسن ان كان مهدى فعمر بن عبدالعزيز‘‘

الجواب...... اگر مقصود قادیانی کا اس عبارت سے یہ ہے کہ جلال الدین سیوطیؒ اور امام حسنؒ کے قول میں مہدی سے مراد مہدی آخر زمان ہے تو مرزا غلام احمد کا دعویٰ کرنا کہ میں مہدی آخر زمان ہوں۔ بالکل بیہودہ اور غلط ہے اور اگر مراد اس سے یہ ہے کہ اس قدر صفات حمیدہ امام مہدی کے عمر بن عبدالعزیزؒ میں موجود تھے کہ بوجہ مبالغہ کے اس کو مہدی کہا گیا۔ جیسا کہ یہی فی

الواقع کتاب کا مقصود بھی ہے تو اس کے لانے سے ہمارا کوئی نقصان اور قادیانی کا کوئی فائدہ نہیں۔تمت۔فقط اعلان مولوی عبدالواحد باشندہ مقام برہمن بڑیہ ضلع پترہ ملکر بنگال کے رسالہ ہدایۃ المہتدی کارد ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس طور پر لکھا ہے کہ جس کتاب سے اس سن اور اس کے پیر مرزا غلام احمد متوفی یا مولوی محمد حسن امروہی یا اور کسی قادیانی نے عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر دلیل لائی تھی۔ہم نے بھی اسی کتاب سے حیات عیسوی کو ثابت کر دکھایا۔اگر ہم ایسی کتابوں کو حوالہ دیتے ہیں جو کہ ان لوگوں کے مذہب میں نہیں مانی جاتیں تو ان کو رد کرنے میں بھی اگرچہ بددیانتی اور بے ایمانی ہوتی۔مگر تاہم ایک قسم کا عذر ان کے ہاتھ میں ہوتا۔اب باوجودیکہ انہی کی مانی ہوئی کتابوں کو اور انہی کے پیشواؤں سے ہم نے حیات عیسیٰ علیہ السلام ثابت کر دیا تو ان کو شرعاء عقلاً کسی طرح سے رد کرنے کی گنجائش نہیں اور ہم نے یا اور کسی عالم سنی حنفی یا اور کسی سچے مذہب والے نے جو کہ قادیانیوں کو اپنی تصنیفات میں سخت الفاظ سے پکارا ہے۔سو یہ کوئی بری بات نہیں۔کیونکہ قادیانیوں نے اور خود مرزا قادیانی نے علمائے دیندار کو سخت گالیاں دی ہیں اور وہ ایسے سخت الفاظ ہیں کہ ہم لوگوں کے الفاظ ان کا بدلہ بھی نہیں ہو سکتے۔دیکھو رسالہ تیغ غلام گیلانی کو جو کہ ہم نے ان کی گالیوں کو نقل کیا ہے۔خاص کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کو ایسی گالیاں دی ہیں۔جس نے قادیانی مرزا اسلام سے خارج ہوگئے اور یاد رہے کہ بعضے مسلمان مولوی مرزائی مولویوں کو ادب کے لفظ سے بولتے ہیں۔چنانچہ مرزا قادیانی ومولوی صاحب سو یہ گناہ ہے۔کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب کسی فاسق کی مدح اور صفت کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا عرش مجید کانپ اٹھتا ہے۔پس مرزائیوں کو ادب کے لفظ سے یاد نہ کرنا چاہئے۔خود اسی رسالہ ہدایۃ المہتدی کو دیکھو کہ علمائے اہل سنت وجماعت کو کیسے بے ادب لفظوں سے یاد کیا ہے۔ ص۶ دھوکے میں ڈالتے ہیں۔ص۸ فیج اعوج کے کتنے علماء،ص۱۲ مخالفین سلسلہ حقہ احمدیہ بھی خواہ مولوی ہوں یا نا مولوی ہوں۔دجال کے حصہ داروں میں سے ہیں۔دیکھو اب کل روئے زمین کے علماء وصحابہ کرام وتابعین وغیرہ کو دجال کا حصہ دار یعنی دجال اور شیطان کہہ دیا۔ص۱۷ میں ہے۔احمدیوں سے مباحثہ کرنے کی جرأت اب دجال کے گروہ نہیں پاتے۔ص۲۷ بعض دھوکا باز مخالف مولوی ص۳۳ بدبخت لوگ نشان کو نشان تسلیم نہیں کرتے۔ص۳۷ ابوجہل وامثال سے اس کے دریافت کیا جاوے۔ص۳۸ دشمنان دین ومخالفان اسلام ص۳۹ سادہ لوح مخالف مولوی سے ص۴۱ جن کو اللہ تعالیٰ نے اندھا بنا رکھا ہے۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
مسلمان
قادیانیوں کو کیوں کافر سمجھتے ہیں؟
(حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی رح)

مقدمہ طباعت چہارم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ۰ الحمدللّٰہ رب العالمین ۰ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ خاتم النبیین ۰ اما بعد!

اگرچہ قادیانیت کے خطرات سے مسلمانوں کو آگاہ کرنے کے لئے روز اوّل ہی سے علماء کرام اور ہمدردان ملت اسلامیہ نے چھوٹی بڑی کئی کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔ (جن کی برکت سے بحمدہ تعالیٰ عام اہل اسلام اس فتنے سے محفوظ رہے۔ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی سب مسلمانوں کو ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھے اور علماء کرام کو دفاع عن الدین کے فریضہ کی ادائیگی کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطاء فرمائے اور اپنی رحمت سے جزاء خیر سے نوازے۔ آمین!)

مگر پھر بھی ایک ایسی کتاب کی ضرورت محسوس ہورہی تھی جس میں سادہ اور مختصر الفاظ میں قوی دلائل کے ساتھ اس فتنہ سے بچانے کے لئے ان دلائل کو ذکر کیا جائے جن کی وجہ سے قادیانی کافر ہیں۔ احقر نے آج سے چند سال قبل ایک مختصر مگر مدلل رسالہ بعنوان ’’مسلمان قادیانیوں کو کیوں کافر سمجھتے ہیں؟‘‘ شائع کیا تھا۔ جس سے بحمدہ تعالیٰ مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا۔ اس کی افادیت اور اہل اسلام کے طلب کرنے پر دوسری بار بھی شائع کیا گیا۔ اب مسلمان بھائیوں کے شدید تقاضا کے پیش نظر تیسری بار کئی مفید اضافوں اور حوالہ جات کے ساتھ شائع کرایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماوے۔ آمین!

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم!

کلمہ طیبہ

جس میں ہر مسلمان کے لئے نبوت خاتمہ اور رسالت کاملہ پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ’’لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ‘‘ ﴿ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول (آج بھی) ہیں۔﴾

ضروری عرض

بعض لوگ کسی کافر کو کافر کہنے سے یوں کتراتے ہیں گویا کافر کو کافر کہنا ان کی شرافت کے خلاف ہے۔ حالانکہ یہ امر واقع ہے کہ بیمار کو بیمار ہی کہا جاتا ہے۔ مردہ کو مردہ ہی کہا جاتا ہے۔ برے کو برا ہی کہا جاتا ہے۔ بیمار کو تندرست کہنا اور مردہ کو زندہ کہنا، بروں کو نیک کہنا کسی بھی لحاظ سے درست نہیں۔ قرآن عزیز نے کافروں کو کافر، مشرکوں کو مشرک، فاسقوں کو فاسق اور منافقوں کو منافق کے ساتھ ہی تعبیر فرمایا۔

اس لئے ان لوگوں کو جن کے عقائد کفریہ ہوں ان کو کافر کہنا نہ صرف مناسب ہے بلکہ بہت ہی ضروری ہے تاکہ مسلمان ان کے فریب سے محفوظ رہیں اور فتنہ کا شکار نہ ہوں۔ قرآن عزیز نے دین اسلام کے تحفظ کے لئے جو احکام صادر فرمائے ہیں ان میں نہایت تاکید کے ساتھ ایسے لوگوں سے میل جول سے منع کرتے ہوئے فرمایا: ”لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار وما لکم من دون اللّٰہ من اولیاء ثم لا تنصرون (ہود:۱۱۳)“ ﴿اور مت جھکو ان لوگوں کی طرف جو ظالم ہیں ورنہ تم کو آگ لگے گی اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار نہ ہوں گے اور پھر تمہاری مدد نہ کی جائے گی۔﴾

بعض ظالموں کی نشاندہی کرتے ہوئے خصوصی طور پر ان سے لاتعلق رہنے کا حکم فرمایا: ”وقد نزل علیکم فی الکتب ان اذا سمعتم اٰیت اللّٰہ یکفر بھا ویستھزأ بھا فلا تقعدوا معھم (النساء:۱۴۰)“ ﴿اور اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کتاب میں یہ بات نازل فرمائی کہ جب تم نے سنا کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا جارہا ہے۔ یا ان کے ساتھ ٹھٹھا کیا جارہا ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو۔﴾

خداوند قدوس نے رحمت دوعالم ﷺ کو حکم دیا کہ کافروں کو کافر کہیں۔ ”قل یا ایھا الکافرون“ ﴿آپ فرما دیجئے اے کافرو!﴾

اس لئے کفار سے محبت اور ان کو کافر نہ کہنا یا کافر نہ سمجھنا ازروئے قرآن عزیز مسلمانوں کے لئے خطرناک ہے۔ جس کا انجام کفر ہی ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ متعدی امراض کے شکار بیماروں کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا، کھانا پینا صحت کے لئے سخت خطرناک ہے کہ اس سے صحت مند آدمی بھی اس موذی مرض کا شکار ہوسکتا ہے۔

ضروری نوٹ!

جب ایک مسلمان کہلانے والا اپنی زبان سے ایسے کلمات بولے جو اسلامی عقائد کے خلاف ہوں تو ان کلمات کے بولنے سے وہ کافر ہو جائے گا۔ قرآن عزیز میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”ولقد قالوا کلمة الکفر وکفروا بعد اسلامھم (توبہ:۷۴)“ ﴿بے شک انہوں نے کہی بات کفر کی اور کافر ہوگئے اپنے اسلام کے اظہار کے بعد۔﴾ یعنی جب کوئی مسلمان کہلانے والا کفر کی بات کہے تو وہ کافر ہو جائے گا مسلمان نہ رہے گا۔

مختصر حالات مرزا غلام احمد قادیانی

قادیانیت کے خلاف، اسلام عقائد، نظریات کا اصلی منبع مرزا غلام احمد ہے۔ اس لئے

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس رسالہ کی مناسبت سے مرزا قادیانی کے حالات مختصر ہی ذکر کئے جائیں۔ یہ حالات مرزا قادیانی کے فرزند مرزا بشیر الدین محمود کی مرتبہ کتاب ’’سیرت مسیح موعود الشرکۃ اسلامیہ لمیٹڈ ربوہ‘‘ سے لئے گئے ہیں۔ یہ کتاب ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے اور ضیاء الاسلام پریس ربوہ طبع ہوئی ہے۔

صفحہ:۱...... ’’احمد آخری زمانہ کا رسول۔‘‘

صفحہ:۲...... احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام (نعوذ باللہ منہ)

’’احمد جو سلسلہ احمدیہ کے بانی تھے۔آپ کا پورا نام غلام احمد تھا اور آپ قادیان کے باشندہ تھے۔‘‘

صفحہ:۴،۵،۶...... ’’سر لیپل گریفن کی کتاب پنجاب چفیس میں ہے۔نونہال سنگھ، شیر سنگھ اور دربار لاہور کے دور سے غلام مرتضٰی (مرزا غلام احمد کا والد) ہمیشہ فوجی خدمات پر مامور رہا اور ۱۸۴۱ء میں یہ جرنیل ونچوار کے ساتھ منڈی اور کلو کی طرف بھیجا گیا اور ۱۸۴۲ء میں ایک پیادہ فوجی کا کمیدان بنا کر پشاور روانہ کیا گیا۔ ہزارہ کے مفسدے میں اس نے کارہائے نمایاں کئے اور جب ۱۸۴۸ء کی بغاوت ہوئی تو یہ اپنی سرکار کا نمک حلال رہا اور اس کی طرف سے لڑا۔اس موقع پر اس کے بھائی غلام محی الدین نے بھی اچھی خدمات کیں۔اس خاندان نے غدر ۱۸۵۷ء کے دوران میں بہت اچھی خدمات کیں۔غلام مرتضٰی (مرزا قادیانی کے باپ) نے بہت سے آدمی بھرتی کئے اور اس کا بیٹا غلام قادر جنرل نکلسن صاحب بہادر کی فوج میں اس وقت تھا جب کہ افسر موصوف نے تریموگھاٹ پر ۴۶ نیٹو انفنٹری کے باغیوں کو جو سیالکوٹ سے بھاگے تھے، تہ تیغ کیا۔ جنرل نکلسن بہادر نے غلام قادر کو ایک سند دی جس میں یہ لکھا ہے کہ ۱۸۵۷ء میں خاندان قادیان ضلع گورداسپور کے تمام دوسرے خاندانوں سے زیادہ نمک حلال رہا۔‘‘

صفحہ۶،۷...... ’’مسٹر گریفن کی معلومات متعلق امام الزمان ’’غلام احمد جو غلام مرتضٰی کا چھوٹا بیٹا تھا......عربی، فارسی اور اردو کی بہت سی کتابوں کا مصنف تھا۔جس میں اس نے جہاد کے مسئلہ کی تردید کی۔‘‘

صفحہ:۱۴...... ’’والد صاحب کے مشورہ سے آپ سیالکوٹ بحصول ملازمت تشریف لے گئے اور وہاں ڈپٹی کمشنر صاحب کے دفتر میں ملازم ہوگئے۔‘‘

صفحہ:۱۶...... ’’قریباً چار سال آپ سیالکوٹ میں ملازم رہے۔لیکن نہایت کراہت کے ساتھ آخر والد صاحب کے لکھنے پر فوراً استعفاء دے کر واپس آگئے۔‘‘

صفحہ:۲۱...... ’’آپ کی عمر چالیس تھی جب کہ آپ کے والد ایک دفعہ بیمار ہوئے اور گو ان کی بیماری چنداں خوفناک نہ تھی۔ لیکن حضرت مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام بتایا کہ الطارق وما الطارق...... یہ پہلا الہام تھا جو آپ کو آپ کے والد کی وفات کی خبر دی گئی۔‘‘

صفحہ:۲۲...... ’’یہ دوسرا الہام ہوا۔ الیس بکافٍ عبدہ...... تب میں نے ایک ہندو کھتری ملاوامل نام کو جو ساکن قادیان ہے اور ابھی تک زندہ ہے وہ الہام لکھ کر دیا اور سارا قصہ اس کو سنایا۔‘‘

صفحہ:۵۷...... ’’۱۹۰۱ء میں مردم شماری ہونے والی تھی۔ اس لئے ۱۹۰۱ء کے اواخر میں آپ نے اپنی جماعت کے نام ایک اعلان شائع کیا کہ ہماری جماعت کے لوگ کاغذات مردم شماری میں اپنے آپ کو احمدی مسلمان لکھوائیں۔ گویا اس سال آپ نے اپنی جماعت کو احمدی کے نام سے مخصوص کر کے دوسرے مسلمانوں سے ممتاز کر دیا۔‘‘

صفحہ:۵۹...... ’’اس سال حضرت مسیح موعود نے بعض پیش گوئیوں کی بناء پر کہ مسیح دمشق کے مشرق کی جانب ایک سفید منارہ پر اترے گا۔ ایک منارہ کی بنیاد رکھی تاکہ وہ پیش گوئی لفظاً بھی پوری ہو جائے۔‘‘

صفحہ:۶۰...... ’’۱۹۰۲ء کے آخر میں حضرت مسیح موعود پر ایک شخص کرم دین (جناب قاضی مظہر حسین صاحب کے والد ماجد مولانا کرم دین صاحب مرحوم) نے ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ کیا۔‘‘

صفحہ:۶۱...... ’’اس سال جماعت احمدیہ کے لئے ایک دردناک حادثہ پیش آیا۔ کابل میں اس جماعت کے برگزیدہ ممبر کو صرف مذہبی مخالفت کی وجہ سے سنگسار کیا گیا۔‘‘

صفحہ:۶۱...... ’’اسی (مولانا کرم دین) نے پھر گورداسپور میں آپ پر ازالہ حیثیت عرفی کی نالش کر دی۔‘‘

صفحہ:۶۳...... ’’آخر ایک لمبے مقدمے کے بعد آپ پر دوسو روپے جرمانہ کیا۔ اس پر سیشن جج صاحب امرتسر مسٹر ہیری کی عدالت میں جو ایک یورپین تھے اس فیصلہ کی نگرانی کی گئی۔‘‘

صفحہ:۶۳...... ’’اور انہوں نے دو گھنٹے کے اندر آپ کو بری کر دیا اور جرمانہ معاف کر دیا اور اس طرح دوسری دفعہ ایک یورپین حاکم نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ خدائے تعالیٰ حکومت ان ہی لوگوں کے ہاتھ میں دیتا ہے جن کو وہ اس کے قابل سمجھتا ہے۔‘‘

صفحہ:۷۱...... ’’دسمبر ۱۹۰۵ء میں آپ کو الہام ہوا کہ آپ کی وفات قریب ہے جس پر

اپ نے ایک رسالہ الوصیت لکھ کر اپنی جماعت میں شائع کر دیا اور اس میں جماعت کو اپنی وفات کے قریب کی خبر دی اور ان کو تسلی دی اور الہام الٰہی کے ماتحت ایک مقبرہ بنائے جانے کا اعلان فرمایا اور اس میں دفن ہونے والوں کے لئے یہ شرط مقرر کی کہ وہ اپنی تمام جائیداد کا دسواں حصہ اشاعت اسلام کے لئے دیں اور تحریر فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بشارت دی ہے کہ اس مقبرہ میں وہی دفن ہوسکیں گے جو جنتی ہوں گے۔ جماعت کی حفاظت اور اس کو سنبھالنے کے لئے خدائے تعالیٰ میری وفات کے بعد اس طرح انتظام کرے گا جس طرح کہ پہلے نبیوں کے بعد کرتا رہا ہے۔''

صفحہ:۲۷...... ''۱۹۰۷ء میں پنجاب میں کچھ ایجی ٹیشن پیدا ہوگیا۔ اس پر آپ نے اپنی جماعت کو گورنمنٹ کا ہر طرح وفادار رہنے کی تاکید فرمائی اور مختلف جگہ پر آپ کی جماعت نے اس شورش کے فرو کرنے میں بغیر کسی لالچ کے خدمت کی۔''

صفحہ:۲۳،۲۷...... ''سر ولسن کی ملاقات اور مسلم لیگ کی پیش گوئی کے متعلق ۳۱؍مارچ ۱۹۰۸ء میں سر ولسن صاحب بہادر فنانشل کمشنر صوبہ پنجاب قادیان تشریف لائے۔ چونکہ یہ پہلا موقعہ تھا کہ پنجاب کا ایک ایسا معزز اعلیٰ عہدیدار قادیان آیا۔ آپ نے تمام جماعت کو ان کے استقبال کرنے کا حکم دیا اور آپ نے اپنی سکول گراؤنڈ میں ان کا خیمہ لگوایا اور ان کی دعوت بھی کی۔ چونکہ آپ کی نسبت آپ کے (دنیاوی) مخالفین نے مشہور کر رکھا تھا کہ آپ درپردہ گورنمنٹ کے مخالف ہیں۔ کیونکہ افسران بالا سے باوجود اپنے قدیم خاندانی تعلقات کے کبھی نہیں ملتے۔ آپ نے عملی طور پر اس اعتراض کو دور کر دیا اور فنانشل کمشنر صاحب سے ملاقات کے لئے خود بھی تشریف لے گئے۔ میں اس وقت آپ کے ساتھ سات آٹھ آدمی آپ کی جماعت کے بھی تھے............ صاحب ممدوح نے نہایت ہی تکریم کے ساتھ اپنے خیمہ کے دروازہ پر حضرت مسیح موعود کو ریسیو کیا اور آپ سے مختلف امور آپ کے سلسلہ کے متعلق دریافت کرتے رہے۔ لیکن اس تمام گفتگو میں ایک بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ان دنوں میں مسلم لیگ نئی نئی قائم ہوئی تھی اور حکام انگریزی اس کی کونسی ٹیوشن پر ایسے خوش تھے کہ ان کے خیال میں کانگریس کے نقائص دور کرنے میں ایک زبردست آلہ ثابت ہوگی اور بعض حکام رؤسا کو اشارۃً اس میں شامل ہونے کی تحریک بھی کرتے تھے۔ فنانشل کمشنر بہادر صاحب نے بھی بر سبیل تذکرہ آپ سے مسلم لیگ کا ذکر کیا اور اس کی نسبت آپ کی رائے دریافت کی۔ آپ نے فرمایا: میں اسے پسند نہیں کرتا۔ فنانشل کمشنر نے اس کی خوبی کا اقرار کیا۔ آپ نے فرمایا یہ راہ خطرناک ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ اسے کانگریس پر قیاس نہ کریں۔ اس کا قیام تو ایسے رنگ میں ہوا تھا کہ اس کا اپنے مطالبات میں

حد سے بڑھ جانا شروع سے ہی نظر آ تا ہے۔لیکن مسلم لیگ کی بنیاد ایسے لوگوں کے ہاتھوں اور ایسے قوانین کے ذریعے پڑی ہے کہ یہ کبھی کانگریس کا رنگ اختیار کر ہی نہیں سکتی۔اس پر آپ کے ایک مرید کمال الدین نے جو وو کنگ مشن کے بانی اور رسالہ مسلم انڈیا کے مالک ہیں۔سر ولسن کی تائید کی اور کہا کہ میں بھی اس کا ممبر ہوں۔اس کے ایسے قواعد بنائے گئے ہیں کہ اس کے گمراہ ہونے کا خطرہ نہیں۔مگر دونوں کے جواب میں حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ مجھے تو اس سے بو آتی ہے کہ ایک دن یہ بھی کانگریس کا رنگ اختیار کرے گی۔"

صفحہ:۷۵...... "اسی سال (۱۹۰۸ء) ۲۶/اپریل بوجہ والدہ صاحبہ کی بیماری کے آپ کو لاہور جانا پڑا۔"

صفحہ:۷۶...... "چونکہ رؤسا ہند بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ساری دنیا کے رؤسا دین سے نسبتاً غافل ہوتے ہیں۔اس لئے آپ نے ان کو سمجھانے کے لئے یہ تجویز فرمائی کہ لاہور کے ایک غیر احمدی رئیس کی طرف سے جو آپ کا بہت معتقد تھا رؤسا کو دعوت دی اور دعوت طعام سے کچھ (قبل) تقریر فرمائی۔اس تقریر کی نسبت لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ آپ نے اپنا دعویٰ نبوت واپس لے لیا۔لاہور کے اردو روزنامہ اخبار عام نے بھی یہ خبر شائع کر دی۔اس پر آپ نے اسی وقت تردید فرمائی اور لکھا کہ ہمیں دعوائے نبوت ہے اور ہم نے اسے کبھی واپس نہیں لیا۔"

صفحہ:۷۵...... "آپ کو ہمیشہ دستوں کی شکایت رہتی تھی۔(اور یہ بہت پرانی تھی) جیسا کہ مئی ۱۹۸۳ء کے آواخر میں امرتسر گئے اور وہاں بقول عرفانی:"آپ کو اسہال کی شکایت تھی۔آخری دن تو بہت ہی زیادہ اسہال آئے تھے۔اسی مقصد کے لئے مجھے اور میاں الہ دین صاحب کو اس مکان میں اندر جانا پڑا تو آپ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور وہ اتنی چوڑی تھی کہ آپ کا نیچے کا جسم گھٹنوں تک زمین پر تھا۔" (سیرت مسیح موعود از عرفانی حصہ سوم ص ۳۸۴)

"رات کو آپ کو دست آیا اور سخت ضعف ہو گیا۔اس کے بعد ایک اور دست آیا اس سے بہت ہی ضعف ہو گیا۔جب صبح کا وقت ہوا اٹھے اور اٹھ کر نماز پڑھی؟ گلہ بالکل بیٹھ گیا کچھ فرمانا چاہا لیکن بول نہ سکے۔اس پر قلم دوات طلب فرمائی لیکن لکھ بھی نہ سکے۔قلم ہاتھ سے چھوٹ گئی۔اس کے بعد لیٹ گئے۔"

صفحہ:۸۰...... "ساڑھے دس بجے آپ فوت ہوئے............ اور شام کی گاڑی سے............ اس کے بعد خلیفہ وقت نے آپ کا جنازہ پڑھا اور دو پہر کے بعد آپ دفن کئے گئے۔"

بعض مقامات کی تشریح

مندرجہ بالا تحریر میں چند ایسے مقامات بھی ہیں جن کی تشریح ضروری ہے۔ اگریز کا نمک حلال خاندان، اسی نمک حلالی کی وجہ سے سب قادیانیوں کو (خاص مقصد کے لئے) بڑی عمدگی اور حفاظت کے ساتھ پاکستان پہنچایا گیا یعنی ''جہاں اور لوگ لاکھوں کی تعداد میں لوٹے گئے اور مارے گئے وہاں احمدی جماعت کے اکثر افراد حضور کی راہنمائی میں بڑی عمدگی اور حفاظت کے ساتھ ایک خاص انتظام کے ماتحت پاکستان پہنچ گئے۔'' (تاریخ احمدیت مطبوعہ ربوہ ص ۱۰۰)

اسی نمک حلالی کا اجراور انعام، عیسائی حکومت نے یوں دیا کہ یہاں سے جاتے جاتے بھی اسلام کے خلاف ان کے لئے ربوہ کے نام سے ایک قلعہ تعمیر کر گئے۔ جس کا مختصر سا حال درج کیا جاتا ہے:

''پنجاب کے آخری انگریز عیسائی گورنر سر فرانس موڈی نے قادیانیوں کو ۱۰۳۴، ایکڑ زمین غالباً ڈیڑھ آنہ فی ایکڑ کے حساب سے دے دی۔ جس میں قائداعظم کی وفات کے صرف نو دن بعد ۲۰؍ستمبر ۱۹۴۸ء ربوہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور ۱۴؍ستمبر ۱۹۴۹ء تک ڈاک خانہ، تارگھر اور ریلوے اسٹیشن بنادیا گیا۔'' (ہفت روزہ لیل ونہار ۲۲؍جون ۱۹۲۴ء ص ۱۱)

سید دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دمشق کے مینارہ سے ان کا نزول ہوگا۔ مرزا قادیانی نے یہاں بھی دجل اور فریب سے کام لیتے ہوئے قادیان میں ایک مینارہ بنادیا۔ یعنی مسیح تو پہلے آ گیا مگر مینارہ بعد میں مسیح نے آ کر بنایا۔ جیسا کہ استنجاء تو پہلے کرلے اور پیشاب بعد میں کرے۔

۳...... افغانستان کے صوبہ خوست کے رہنے والا عبداللطیف نامی بدقسمتی سے قادیانی ہوگیا تھا۔ جب امیر حبیب اللہ خان مرحوم کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے علماء کرام سے اس کے متعلق فتویٰ پوچھا۔ علماء کرام نے باتفاق اسے کافر اور مرتد قرار دیا۔ چنانچہ ۱۴؍جولائی ۱۹۰۳ء کو اسے سنگسار کردیا گیا۔

اسی طرح امیر امان اللہ خان کے دور حکومت میں قادیانیوں نے پھر ایک بدنصیب نعمت اللہ کو قادیانی کرلیا۔ مگر امان اللہ مرحوم نے اسے مرتد قرار دے کر ۳۱؍اگست ۱۹۲۴ء کو بعد از نماز ظہر اتوار کے دن شرپور چھاؤنی (کابل) میں ہزاروں مسلمانوں کے سامنے سنگسار کردیا۔ اس طرح بحمدہ تعالیٰ افغانستان قادیانیت کے فتنہ سے محفوظ رہا۔ اسی زمانہ میں شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے قتل مرتد کے متعلق ایک مدلل کتاب بہ نام ''الشهاب لرجم الخاطف المرتاب''

لکھی جو کئی بار طبع ہو چکی ہے۔ جزاھم اللہ خیر الجزاء!(نوٹ: یہ کتاب بھی احتساب قادیانیت کی سابقہ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ فللحمد اللہ۔ مرتب)

۴...... خواجہ کمال الدین کی حیثیت قادیانیوں کے ہاں کیا تھی؟ عرفانی نے سیرت مسیح موعود ج۳ص۳۲۲ میں یہ لکھا ہے کہ:

’’خواجہ کمال الدین حضرت مسیح موعود کی نوازشوں اور کرم فرمائیوں اور جود وعطاء کے بہت بڑے تجربہ کار ہیں۔ بیش قرار رقوم انہوں نے لیں اور باوجود لینے کے کبھی اقرار نہیں کیا اور اپنی خدمات کی ڈینگ مارتے رہے۔ ایک دفعہ دوران مقدمہ انہوں نے حضرت کو خط دکھایا جو انہیں اپنے گھر پشاور سے آیا تھا۔ (خط کیوں لکھا گیا، ایک راز ہے۔ عرفانی) اس میں خرچ کی تنگی کا ذکر تھا۔ حضرت نے فوراً پانچ سو روپے نقدان کو دے دیئے اور پھر ماہانہ ایک سو روپیہ ماہوار دیتے رہے۔ ایک قیمتی کوٹ جو افغانی طرز کا تھا خواجہ صاحب نے یہ کہہ کر مانگ لیا کہ حضور یہ کوٹ مجھے عنایت کر دیں کہ میں پہن کر عدالت میں داخل ہوا کروں اور اس کی برکت سے فریق مخالف کے وکیل اور عدالت پر میرا رعب رہے۔ حضور نے ہنس کر یہ کامدار قیمتی چغہ خواجہ صاحب کو دے دیا۔‘‘

نوٹ از مرتب نمبرا: وہ راز یہ ہوگا کہ خواجہ کمال الدین نے اپنے نبی سے روپیہ حاصل کرنے کے لئے یہ ڈھونگ رچایا ہوگا۔

نمبر۲: مرزا قادیانی کی ہنسی اسی وجہ سے ہوگی کہ یہ وکیل نہ میری برکت کا قائل ہے اور نہ چغے کی برکت کا۔ صرف قیمتی چغہ حاصل کرنے کے لئے دھوکہ دے رہا ہے۔

نوٹ! یہ وہ کمال الدین ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یورپ اور انگلستان میں اس نے بہت کام کیا ہے۔ اگر تحقیق کی جائے تو سارا کھیل صرف دولت کمانے کے لئے رچایا گیا ہے۔

۵...... وہ بو یہ تھی کہ انجام کار مسلم لیگ بھی انگریزوں کے خلاف ہو جائے گی۔ اس لئے کہ ہر مسلمان انگریز کے خلاف تھا۔ جنگ خواہ سیاسی ہی کیوں نہ ہو اس میں مختلف تدابیر اختیار کی جاتی ہیں۔ اس لئے مسلم لیگ نے بھی کچھ تدابیر اختیار کیں اور آخر کار انگریزی حکومت کی پوری مخالف ہو گئی۔ یہی خطرہ اس نمک حلال قادیانی خاندان کو تھا۔

خلاصہ حیات مرزا قادیانی

۱...... مسلمانوں سے غصب کرنے والی ظالم ترین عیسائی حکومت کا خاندانی نمک حلال۔

۲...... غلام احمد سے احمد۔

۳...... جہاد کی تردید۔

۴...... ہندو کھتری کو الہام کا قصہ سنانا اور مشرک کو لکھ کر دیا۔

۵...... اپنی جماعت کو مسلمانوں سے علیحدہ کرنا۔

۶...... انگریزوں کی حکومت کو منجانب اللہ قابل سمجھنا۔

۷...... بہشتی مقبرہ کی بنیاد۔

۸...... انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے والی ہر تحریک کو خطرناک کہنا۔

۹...... موت تک دعویٰ نبوت پر قائم رہنا۔

۱۰...... اسہال کی بیماری سے مرنا۔

۱۱...... آخر وقت گلہ بیٹھ جانا اور بول نہ سکنا۔

مسلمان قادیانیوں کو اس لئے کافر سمجھتے ہیں کہ:

۱...... مرزا قادیانی نے خداوند تعالیٰ کی ایسی گستاخی کی ہے کہ ایسی کسی نے نہیں کی۔ اس نے لکھا ہے کہ: ''اما مقامی فاعلموا ان خالقی بحمد نی من عرشه ویو،قر'' (اور میرا مقام یہ ہے کہ میرا خدا عرش پر سے میری تعریف کرتا ہے اور عزت دیتا ہے)

(اعجاز احمدی ص۶۹، خزائن ج۱۹ ص۱۸۱)

''یحمدك اللّٰه من عرشه'' (اربعین ص۲۴، خزائن ج۱۷ ص۴۱۱)

''یحمدك اللّٰه ویمشی الیك'' (تذکرہ ص۷۹)

ترجمہ: اللہ تیری حمد کرتا ہے اپنے عرش سے۔ اللہ تیری حمد کرتا ہے اور تیری طرف چل کر آتا ہے۔ ''یحمدك اللّٰه من عرشه، یحمدك اللّٰه ویمشی الیك'' (ترجمہ از مرزا: خدا عرش پر سے تیری تعریف کرتا ہے۔ خدا تیری تعریف کرتا ہے اور تیری طرف چلا آتا ہے۔)

(انجام آتھم ص۵۵، خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

حالانکہ اسلام اور تمام سماوی ادیان کا یہ عقیدہ ہے کہ حمد وثناء کا حقیقی مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی تعریف کو بھی نعت کہا جاتا ہے۔ حمد صرف اللہ تعالیٰ ہی کا خصوصی حق ہے۔ چنانچہ قرآن عزیز کی پہلی سورہ فاتحہ کی پہلی آیت ''الحمدللّٰه رب العلمین'' ہے جس کو ہر مسلمان اپنی ہر نماز میں پڑھ کر اس بنیادی عقیدہ کا اعلان کرتا ہے کہ حمد صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ اسی عقیدہ کو نماز میں رکوع سے کھڑے ہو کر پھر دہرایا جاتا ہے۔ ''ربنا لك الحمد'' اے ہمارے پالنے والے حمد تیرے ہی لئے ہے۔ قیامت کے دن

اہل جنت بھی اسی کا اقرار کرتے ہوئے کہیں گے۔’’الحمدللّٰہ رب العالمین (یونس:۱۰)‘‘ ﴿حمداللہ تعالیٰ ہی کے لئے جورب العلمین ہے۔﴾

اسی طرح سورہ (الروم:۱۸) میں فرمایا:’’ولہ الحمد فی السمٰوٰت والارض‘‘ ﴿اوراسی اللہ تعالیٰ کی حمد ہے آسمانوں میں اورزمین میں۔﴾ اس آیت میں حصر کردیا کہ حمد صرف اسی اللہ تعالیٰ کی ہے۔

سورہ (الجاثیہ:۳۶) میں فرمایا:’’فللّٰہ الحمد رب السمٰوٰت والارض رب العالمین‘‘ ﴿پس اللہ تعالیٰ ہی کے لئے حمد ہے۔جوآسمانوں اورزمین کارب ہے۔سارے جہانوں کارب ہے۔﴾

سید دوعالم ﷺ کوارشادفرمایا کہ آپ بھی یہ اعلان فرمادیں کہ:’’قل الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ (النمل:۵۹)‘‘ ﴿آپ فرمادیجئے ہرقسم کی حمد صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اورسلام ہو اللہ تعالیٰ کے ان بندوں پرجن کواللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے۔﴾

مندرجہ بالا چندآیات میں یہ فوائد ہیں کہ:

الف...... حمد صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔

ب...... وہی تمام کائنات کارب ہے۔اس لئے حمد کا مستحق بھی وہی اللہ تعالیٰ ہے۔

ج...... حمد کا کلمہ ان پاکیزہ بندوں کے لئے بھی نہ بولا جائے گا۔جن کوخود اللہ تعالیٰ نے چن کر نبی اوررسول بنایا۔بلکہ ان پرسلام کہا جائے گا۔موسیٰ علیہ السلام،عیسیٰ علیہ السلام۔

د...... اس آخری آیت میں اصطفیٰ کا کلمہ ارشادفرمایا جوکہ فعل ماضی ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ نے جن کواپنا نبی بنانا تھا بنالیا ہے۔اب آئندہ کسی کو نبی نہ بنائے گا۔

۲...... مرزاقادیانی نے لکھا ہے کہ:’’اورخداوندوہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہو۔‘‘ (تذکرہ ص۲۹۱)

اس عبارت میں ایک تو خداوندقدوس کا جسم ثابت کیا ہے۔کھڑا ہونا تو یہ بدن کا عمل ہے اور پھراس میں اللہ تعالیٰ سے اپنے آپ کو اعلیٰ بتایا ہے کہ جہاں مرزا کھڑا ہوتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ بھی کھڑا ہوتا ہے۔

مسلمان،قادیانیوں کواس لئے بھی کافرسمجھتے ہیں کہ:

۲...... مرزاقادیانی نے سب انبیاء علیہم السلام سے اپنے آپ کواعلیٰ اور برترکہا اوران کے نام لے لے کراپنی برتری کا اعلان کیا ہے۔جیسا کہ (اعجاز احمدی ص۶۹،خزائن ج۱۹ص

ص۱۸۱) میں لکھا ہے کہ: ''تکدر ماء السابقین وعیننا ، الیٰ آخر الایام لا تتکدر '' (ترجمہ از مرزا: پہلوں کا پانی مکدر ہوگیا اور ہمارا پانی آخر زمانہ تک مکدر نہ ہوگا۔) یعنی انبیاء سابقین علیہم السلام جو اللہ تعالیٰ کے سچے نبی تھے ان کا پانی تو مکدر (گدلا) ہوگیا۔ مگر مرزا کا پانی قیامت تک گدلا نہ ہوگا۔ (نعوذ باللہ)

مرزا قادیانی نے کہا ہے۔

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

(براہین احمدیہ پنجم ص۱۰۳، خزائن ج۲۱ ص۱۳۳)

مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ: ''آسمان سے کئی تخت اترے۔ مگر سب سے اونچا میرا تخت بچھایا گیا۔'' (تذکرہ ص۳۴۹)

مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ: ''خداوند تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں۔ اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہوسکتی ہے۔'' (چشمہ معرفت ص۳۱۷، خزائن ج۲۳ ص۳۳۲)

مرزا قادیانی نے اپنے ایک بیٹے مرزا بشیر احمد کا نام ''قمر الانبیاء'' رکھا۔ جس کا ترجمہ ''نبیوں کا چاند'' ہے اور اسی نام کے ساتھ بشیر احمد کی سوانح حیات اتالیق منزل ربوہ نے ۱۹۶۴ء میں شائع کی ہے۔ مرزا قادیانی کو اس کی بیوہ نے نبیوں کا چاند کہا۔ جیسا کہ سیرت مسیح موعود میں عرفانی نے لکھا ہے کہ: ''جب حضرت مسیح موعود کا جسد مبارک لاہور سے لاکر باغ میں رکھا ہوا تھا، خاکسار عرفانی بعض دوسرے دوستوں کے ساتھ جنازہ کی حفاظت پر مامور تھا۔'' حضرات ام المؤمنین تشریف لائیں اور فرمایا: ''تو نبیوں کا چاند تھا۔ تیرے ذریعہ میرے گھر میں فرشتے اترتے تھے اور خدا کلام کرتا تھا۔'' (ص۵،۴)

۳...... مسلمان قادیانیوں کو اس لئے کافر سمجھتے ہیں کہ: مرزا غلام احمد قادیانی نے سید دوعالم ﷺ کی جس قدر توہین کی ہے اتنی کسی کافر نے بھی نہیں کی۔ اس بے ادبی اور توہین کے بیان کے لئے تو دفاتر درکار ہیں۔ مگر یہاں صرف چند امور ذکر کئے جاتے ہیں۔

۴...... ختم نبوت کا وہ باب عظیم جو چودہ سو سال سے بند تھا اور اب بھی بند ہے۔ اس ڈاکو نے اسے توڑنے کے لئے بڑا زور لگایا اور اعلان کیا کہ وہ نبی ہے اور انبیاء سابقین علیہم السلام کی طرح نبی ہے۔

سب سے بڑی جرأت اور گستاخی اور سب سے بڑا کفر یہ کیا ہے کہ جو آیات خداوند قدوس نے قرآن عزیز میں سید دوعالمﷺ کی رسالت کے لئے نازل فرمائی ہیں ان کو اپنے ناپاک بدن پر پیوست کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔ حتیٰ کہ اس سارق نے وہ مبارک نام بھی اپنے لئے بتائے ہیں۔ جو صرف سید دوعالمﷺ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جیسا کہ سورۃ (الفتح:۲۸) میں ارشاد ہے۔''ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق ''﴿اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا۔﴾ مگر مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ مجھے بتایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ:''ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق'' (اعجاز احمدی ص۷، خزائن ج۱۹ ص۱۱۳)

اس سے بڑا کفر اور کون سا ہوسکتا ہے کہ اس آیت کو صرف اپنے لئے خاص کیا ہے۔ جیسا کہ تو ہی کے کلمہ سے ظاہر ہے۔ اسی سورۃ (الفتح:۲۹) میں ارشاد فرمایا:''محمد رسول اللہ'' ﴿محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔﴾

مگر مرزا قادیانی یہ کہتا ہے کہ:''اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا ہے اور رسول بھی۔'' (ایک غلطی کا ازالہ ص۳، خزائن ج۱۸ ص۲۰۷)

تنبیہ: جن مسلمانوں کو رواداری کا ہیضہ ہے وہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ قادیانی کم ازکم کلمہ تو وہی پڑھتے ہیں جو ہم پڑھتے ہیں۔ ان کو غور کرنا چاہئے کہ جب قادیانی، مرزا قایانی کو محمد رسول اللہ مانتے ہیں تو اب ان کا کلمہ، اسلام کا کلمہ کیسے ہوا؟

۲…… قرآن عزیز نے سورہ (انبیاء:۱۰۷) میں ارشاد فرمایا:''وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین''﴿اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر رحمت تمام جہانوں کیلئے۔﴾ مرزا قادیانی اپنے لئے کہتا ہے۔''وما ارسلنك الا رحمۃ للعلمین'' اور میں نے تجھے اس لئے بھیجا ہے کہ تاسب لوگوں کے لئے رحمت کا سامان پیش کروں۔ (تذکرہ ص۸۱)

۳…… قرآن عزیز نے سید دوعالمﷺ کو سب سے آخری نبی قرار دیتے ہوئے (احزاب:۴۰) میں فرمایا:''ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیٔ علیما''﴿محمدﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہ تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور سب نبیوں پر مہر تھے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جانتا ہے۔﴾

اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ:

الف…… محمدﷺ کسی مرد کے باپ نہیں۔

ب...... آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

ج...... آپؐ سب نبیوں پر مہر ہیں۔ (نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے)

د...... اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔ اس لئے کوئی یہ شک نہ کرے کہ آپؐ ہی کو کیوں خاتم الانبیاء بنایا گیا۔ آپؐ سے پہلے یہ درجہ اور اعزاز کسی دوسرے نبی علیہ السلام کو کیوں نہ دیا گیا۔

ختم نبوت کی واضح مثال دیتے ہوئے سید دو عالم ﷺ نے فرمایا: ''میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی مثال اس خوبصورت محل کی طرح ہے جسے شاندار طریقہ پر تعمیر کیا گیا۔ مگر اس میں صرف ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو۔ پس دیکھنے والے اس کے ارد گرد پھر کر اس شاندار عمارت کو بہت ہی پسند کرتے ہوں۔ مگر اس ایک اینٹ کی جگہ خالی دیکھتے ہوں۔ پس وہ آخری اینٹ میں ہوں اور میرے آنے پر وہ عمارت مکمل ہوگئی۔'' (بخاری ج۱ ص۵۰۱، باب خاتم النبیین، مسلم ج۲ ص۲۴۸، باب ذکر کونہ (ﷺ) خاتم النبیین، مشکوٰۃ ص۵۱۱، باب فضائل سید المرسلین ﷺ)

سید دو عالم ﷺ کے جسد اطہر کو غسل دیتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ فرما کر ہر قسم کی آسمانی خبر کے ختم ہونے کا اعلان فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا: ''بابی وامی لقد انقطع بموتك مالم ینقطع بموت غیرك من النبوة والانباء واخباء السماء (نهج البلاغة مترجم ص۳۰۳)'' ﴿میرا باپ اور میری ماں آپ پر قربان ہوں۔ جناب کی موت سے وہ سلسلہ بند ہوگیا۔ جو اس سے پہلے کسی نبی کی موت سے بند نہ ہوا تھا۔ نبوت، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دینی اور آسمان سے خبر آنی بند ہوگئی۔﴾

مگر مرزا قادیانی نے کہا ہے: ''فاراد الله ان یتم النبأو یکمل البناء باللبنة الاخرة فانا تلك اللبنة ایها الناظرون'' (پس خدا نے چاہا کہ اس عمارت میں وہ آخری اینٹ لگا کر اس کو مکمل کر دے۔ پس اے دیکھنے والو وہ آخری اینٹ میں ہوں۔)

(خطبہ الہامیہ ص۱۷۸، خزائن ج۱۶ ص ایضاً)

اسی طرح اس گستاخ اور شقی مرزا قادیانی نے صرف ختم نبوت کو توڑنے کی مذموم کوشش نہیں کی بلکہ قادیانیوں نے نبوت کا ڈپو کھول دیا ہے۔ جیسا کہ قادیانیوں نے قرآن مجید کی سورہ فاتحہ کی معنوی تحریف کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ: ''اس دعاء کے ذریعہ ہر ایک مسلمان کا فرض رکھا گیا ہے کہ وہ اعلیٰ سے اعلیٰ انعامات جن میں نبوت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے طلب کرے۔''

(ترجمہ قرآن مجید مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان)

چنانچہ ایسی کتابیں اب بھی لکھی جارہی ہیں اور شائع ہورہی ہیں۔ جیسا کہ ’’زندہ خدا اور سلسلہ وحی والہام‘‘ کے نام سے کتب اور رسائل شائع کئے جارہے ہیں۔ مذکورہ بالا نام کے رسالہ ص۴۵ میں نورالدین بھیروی کے متعلق لکھا ہے کہ: ’’اسے اللہ تعالیٰ کی ہم کلامی کا شرف عطاء ہوا ہے اور اس نے خدا کی آواز سنی ہے۔‘‘

مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ: ’’یہ خیال مت کرو کہ خدا کی وحی آگے نہیں۔ بلکہ پیچھے رہ گئی ہے اور روح القدس (جبریل علیہ السلام) اب اتر نہیں سکتا۔ بلکہ پہلے زمانوں میں ہی اتر چکا اور میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہر ایک دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ مگر روح القدس کے اترنے کا کبھی دروازہ بند نہیں ہوتا۔‘‘ (کشتی نوح ص۶۶، خزائن ج۱۹ ص۲۴،۲۵)

اسی طرح بدبخت مرزا قادیانی نے سید دوعالم ﷺ کی شان اقدس میں جو گستاخی کی ہے دل پر پتھر رکھ کر چند عبارتیں نقل کی جاتی ہیں۔ ’’تم خوب توجہ کر کے سن لو کہ اب اسم محمد کی تجلی ظاہر کرنے کا وقت نہیں یعنی اب جلالی رنگ کی کوئی خدمت باقی نہیں۔ کیونکہ مناسب حد تک وہ جلال ظاہر ہو چکا۔ سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں۔ اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں۔‘‘ (اربعین نمبر۴ ص۱۴، خزائن ج۱۷ ص۴۴۵)

مرزا قادیانی نے یہ بھی کہا ہے کہ: ’’اور اسلام ہلال کی طرح شروع ہوا اور مقدر تھا کہ آخر زمانہ میں بدر ہو جائے۔ خدا تعالیٰ کے حکم سے۔‘‘ (خطبہ الہامیہ ص۲۷۵، خزائن ج۱۶ ص ایضاً)

یعنی حضور انور ﷺ کا زمانہ اقدس تو پہلی رات کا چاند تھا۔ مگر قادیانی کا زمانہ چودھویں رات کا چاند ہے۔

مرزا قادیانی نے کہا کہ: اس کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا اب کیا تو انکار کرے گا۔‘‘ (اعجاز احمدی ص۷۱، خزائن ج۱۹ ص۱۸۳)

اس عبارت پر غور فرماویں۔ سید دوعالم ﷺ کے لئے مفرد کی ضمیر استعمال کی پھر معجزہ شق القمر کو جس کا ذکر قرآن عزیز نے سورۃ القمر پ۲۷ میں فرمایا اس کو خسوف کہا۔ یعنی چاند گرہن پھر اپنی فضیلت یوں ظاہر کی کہ میرے زمانہ میں چاند اور سورج دونوں کو گرہن لگا تو میرا درجہ حضور انور ﷺ سے بڑھ گیا۔ (نعوذ باللہ)

مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو سید الانبیاء ﷺ سے اعلیٰ اور افضل سمجھ کر درود شریف میں یہ تبدیلی کی۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کا ایک مرید سراج الحق کہتا ہے۔ ’’جب میں پہنچا تو فرمایا صاحبزادہ صاحب آ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضرت صلی اللہ علیک وعلیٰ محمد آ گیا...... میں نے

عرض کیا کہ حضرت صلی اللہ علیک وعلیٰ محمد مجھے کوئی تکلیف نہیں...... میں نے عرض کیا حضرت صلی اللہ علیک وعلیٰ محمد بہت اچھا...... میں نے عرض کیا حضرت صلی اللہ علیک وعلیٰ محمد جاگ اٹھا۔‘‘

(سیرۃ مسیح موعود از یعقوب علی عرفانی ج۳ص ۳۴۱ تا ۳۴۳)

’’ایک دفعہ مغرب کی نماز پڑھی گئی اور میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس کھڑا تھا۔ جب نماز کا سلام پھیرا گیا تو آپ نے بایاں ہاتھ میرے دائیں ران پر رکھ کر فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب اس وقت میں التحیات پڑھتا تھا۔ الہاماً میری زبان پر جاری ہوا کہ صلی اللہ علیک وعلیٰ محمد‘‘ (سیرۃ مسیح موعود ج۳ص ۳۴۵)

مرزا قادیانی نے کہا کہ: ’’داعی الیٰ اللہ اور سراج منیر یہ دو نام اور دو خطاب خاص آنحضرت ﷺ کو قرآن شریف میں دیئے گئے ہیں۔ پھر وہی دو خطاب الہام میں مجھے دیئے گئے۔‘‘ (اربعین نمبر۲ص ۵، خزائن ج۱۷ص ۳۵۱)

مرزا قادیانی نے سید دوعالم ﷺ کی حدیث کو بھی اپنی وحی کے تابع قرار دیتے ہوئے لکھا ہے۔ ’’تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے تابع ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔‘‘

(اعجاز احمدی ص۳۰، خزائن ج۱۹ص ۱۴۰)

الغرض کہاں تک اس مختصر رسالہ میں ان کفریات کو ذکر کیا جائے۔ جو مرزا قادیانی نے سید دوعالم ﷺ کی شان اقدس میں کہے ہیں۔ نعوذ باللہ منہا۔

مسلمان قادیانیوں کو اس لئے بھی کافر سمجھتے ہیں کہ:

۵...... مرزا قادیانی نے ازواج نبی کریم ﷺ (امہات المؤمنینؓ اور اولاد سید دوعالم ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے) جیسا کہ:

۱...... اپنی بیوی کو شعائر اللہ کہا۔ (خدا کی عظمت کی نشانی)

’’ڈاکٹر صادق نے بیان کیا ہے کہ کسی دیوار کے متعلق حضرت ام المؤمنین کی رائے تھی کہ یوں بنائی جائے اور مولوی عبدالکریم کی رائے اس کے خلاف تھی۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف نے حضرت اقدس سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا۔ خدا تعالیٰ نے مجھے لڑکوں کی بشارت دی ہے اور وہ اس بی بی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ اس لئے میں اسے شعائر اللہ سے سمجھ کر اس کی خاطر داری رکھتا ہوں اور جو وہ کہے مان لیتا ہوں۔‘‘ (سیرۃ مسیح موعود از عرفانی ج۳ص ۳۹۷)

۲...... حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا نام یوں لیا ہے۔ ’’اذکر نعمتی رأیت

خـــدیـــجتـــی ’’مجھے بشارت دی گئی کہ تمہاری شادی خاندان سادات میں ہوگی......اور فقرہ خدیجتی سے مراد اولاد خدیجہ یعنی بنی فاطمہ ہے۔ (اربعین نمبر۲ص۳۶، خزائن ج۱۷ص۳۸۵)

۳...... سیدہ ومکرمہ حضرت فاطمہؓ کے بارہ میں کہا ہے کہ:’’ایک مرتبہ نماز مغرب کے بعد عین بیداری میں ایک تھوڑی سی غیبت سے جو خفیف سے نشاء سے مشابہ تھی۔ ایک عجیب عالم ظاہر ہوا کہ پہلے یک دفعہ چند آدمیوں کے جلد جلد آنے کی آواز آئی۔ جیسے بسرعت چلنے کی حالت میں پاؤں کی جوتی اور موزہ کی آواز آتی ہے۔ پھر اسی وقت پانچ آدمی نہایت وجیہہ اور مقبول اور خوبصورت سامنے آ گئے۔ یعنی پیغمبر خدا(ﷺ) وحضرت علی وحسنین وفاطمہ زہرہؓ اور ایک نے ان میں سے اور ایسا یاد پڑتا ہے کہ حضرت فاطمہﷺ نے نہایت محبت اور شفقت سے مادر مہربان کی طرح اس عاجز کا سر اپنی ران پر رکھا۔‘‘ (تذکرہ ص۲۰)

سیدہ مکرمہ ومحترمہ کی شان تو یہ ہے کہ قیامت کے دن جب اس جگر گوشہ سید دوعالمﷺ کا گذر ہوگا تو سب انسانوں کو ادب اور احترام کے ساتھ آنکھیں بند کرنے کا حکم دیا جائے گا۔’’حتی تمر بنت محمدﷺ‘‘

امام عالی مقام سیدنا امام حسین بن علی علیہما السلام کا درجہ اسلام میں جس قدر بلند ہے وہ سب دنیا جانتی ہے۔ مگر مرزا قادیانی نے یہاں بھی خبث باطن کا یوں اظہار کیا۔’’اور انہوں نے کہا کہ اس شخص نے امام حسن اور امام حسین سے اپنے تئیں اچھا سمجھا۔ میں کہتا ہوں کہ ہاں میرا خدا عنقریب ظاہر کر دے گا اور مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے۔ کیونکہ مجھے تو ہر وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے۔ مگر حسین پس تم دشت کربلا کر یاد کرلو۔ اب تک تم روتے ہو۔ پس سوچ لو اور میں خدا کا کشتہ ہوں۔ لیکن تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے۔ پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے۔‘‘ (اعجاز احمدی ص۵۲، خزائن ج۱۹ص۱۶۴)

قادیانیوں کو مسلمان اس لئے بھی کافر سمجھتے ہیں کہ:

۶...... مرزا قادیانی نے قرآن عزیز کی توہین کی ہے۔ جیسا کہ:

الف...... مرزا قادیانی نے اپنے کلام کو بھی قرآن عزیز کی طرح معجزہ کہا ہے۔’’اس کے معجزات میں سے معجزانہ کلام بھی تھا۔ اسی طرح مجھے وہ کلام دیا گیا جو سب پر غالب ہے۔‘‘

(اعجاز احمدی ص۷۱، خزائن ج۱۹ص۱۸۳)

اس کلام میں ایک تو حسب عادت مرزا قادیانی نے سید دوعالمﷺ کو ’’اس کے‘‘ گستاخانہ کلمہ سے تعبیر کیا ہے اور دوسرا ادھر اشارہ کیا ہے کہ سید دوعالمﷺ کا معجزانہ کلام ’’تھا‘‘ یعنی

اب نہیں رہااور تیسرا اپنے کلام کو بھی قرآن عزیز کی طرح معجزانہ کلام کہا۔

ب...... قرآن شریف کے بارہ میں اس نے کہا ہے کہ:’’قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔‘‘ (تذکرہ ص۹۹)

آج تک مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے کہ قرآن شریف اس کلام پاک کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے سید دوعالم ﷺ پر نازل فرمایا اور وہ اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے۔ اس لئے کسی بھی سچے نبی علیہ السلام کے کلام کو بھی قرآن شریف نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ خود سید دوعالم ﷺ کے ارشادات عالیہ کو اس کے باوجود کہ قرآن عزیز نے سورہ النجم آیت نمبر۴ میں آپؐ کے نطق کو وحی فرمایا ہے۔ ہم قرآن شریف نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ حدیث ہی کہہ سکتے ہیں اور یہی مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے۔

مگر مرزا قادیانی نے اپنے منہ کی باتوں کو قرآن شریف کہا ہے اور ان باتوں کے پڑھنے کو قرأت اور تلاوت کے ساتھ تعبیر کیا۔ جیسا کہ قرآن عزیز کی قرأت اور تلاوت کی جاتی ہے۔ تذکرہ ص۵۲ پر یہ کلمات ذکر کئے گئے۔’’واتل علیهم ما اوحی الیك من ربك‘‘

اس بدبخت نے ارشاد قرآن عزیز کے ارشاد:’’اتل ما اوحی الیك من الکتاب (العنکبوت:۴۵)‘‘میں لفظی تحریف بھی کردی۔ حالانکہ قرآن کا اعلان ہے کہ دنیا بھر کے انسان اور جن سب اکٹھے ہوکر بھی اس قرآن کی مثل ہرگز نہ لاسکیں گے۔ ارشاد قرآن عزیز ہے کہ:’’قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یأتوا بمثل هذا القرآن لا یأتون بمثله ولوکان بعضهم لبعض ظهیراً (بنی اسرائیل:۸۸)‘‘﴿آپ فرمادیجئے اگر سارے انسان اور جن اکٹھے ہوکر بھی اس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو ہرگز نہ لاسکیں گے اگر وہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد بھی کریں۔﴾

مگر مرزا قادیانی کا عقیدہ اور دعویٰ یہ ہے کہ قرآن شریف صرف خدا کی کتاب کا نام نہیں بلکہ اس کے ساتھ اس کے منہ کی باتوں کو بھی ملایا جائے۔ تب قرآن شریف کہلایا جائے گا۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ مرزا نے اپنا الہام یہ بیان کیا ہے۔’’انا انزلناه قریباً من القادیان (تذکرہ:۷۴)‘‘اس کلام میں مسلمانوں کے ہاں تو صرف’’انا انزلناه‘‘ قرآن شریف ہے۔ باقی مرزا قادیانی کی خرافات ہیں۔ مگر قادیانیوں کے ہاں انا انزلناه قرآن نہیں جب تک کہ’’قریباً من القادیان‘‘نہ ملایا جائے۔

قادیانیوں کو مسلمان اس لئے بھی کافر کہتے ہیں کہ:

ے...... مرزا قادیانی نے اپنے بیٹے بشیر الدین محمود کے بارہ میں یہ الہام بیان کیا

ہے کہ: ''انا نبشرك بغلام حليم مظهر الحق والعلاء كأن الله نزل من السماء''
ترجمہ:...... ''ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جو حق اور بلندی کا مظہر ہوگا۔ گویا خدا آسمان سے اترا۔'' (انجام آتھم ص ۶۲، خزائن ج ۱۱ ص ایضاً)

چنانچہ قادیانی بیس فروری کو اس کا دن مناتے ہیں۔ ان کے ہاں بھی بشیر الدین کا یہی مقام ہے۔ قیس مینائی قادیانی کی ایک طویل نظم سے چند اشعار درج کئے جاتے ہیں:

شور ہے اک ملاء اعلیٰ پر ۔۔۔ ہر فرشتہ کی ہے زبان پر درود
ہے جہاں تک خیال کی پرواز ۔۔۔ ہر فرشتہ ہے سربسجود
آسماں سے ہے قدسیوں کا نزول ۔۔۔ ہورہا ہے ملائکہ کا ورود
کس کی تکریم کے لئے اترے ۔۔۔ آسماں سے ملائکہ کے جنود
جس کو حاصل ہے منصب عالی ۔۔۔ جس کو کہتے ہیں مصلح موعود
مظہر ذوالجلال والاکرام
مظہر الحق والعلا محمود

اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ توہین آمیز مندرجہ ذیل کلام ہے جو الفضل میں شائع ہوا ہے۔

لقد جاء ذكرك فى حديث محمد
وفى الصحف الاولىٰ التى للاوائل

(الفضل مورخہ ۲۷ر جولائی ۱۹۴۹ء، الفضل مورخہ ۱۹ر فروری ۱۹۵۰ء)

ترجمہ: بیشک تیرا ذکر محمد (ﷺ) کی حدیث میں آیا ہے اور پہلی کتابوں میں بھی آیا ہے۔

''ناظرین! باانصاف کی خدمت میں باپ (مسیح موعود) اور اس کے بیٹے (مصلح موعود) کا ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے۔ جس سے ان دونوں کے تشخص کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

جاڑے کا موسم تھا۔ محمود نے جو اس وقت بچہ تھا آپ کی واسکٹ کی جیب میں ایک بڑی اینٹ ڈال دی۔ آپ جب لیٹیں وہ اینٹ چبھے، میں موجود تھا۔ آپ حامد علی سے فرماتے ہیں حامد چند روز ہوئے ہماری پسلی میں درد ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کوئی چیز چبھتی ہے۔ وہ حیران ہوا اور آپ کے جسد مبارک پر ہاتھ پھیرنے لگا اور آخر اس کا ہاتھ اینٹ سے جالگا۔ جھٹ جیب سے نکالی اور عرض کی، اینٹ تھی جو آپ کو چبھتی تھی۔ مسکرا کر فرمایا، چند روز ہوئے محمود نے میری جیب میں ڈال دی تھی اور کہا تھا اسے نکالنا نہیں میں اس سے کھیلوں گا۔''

(سیرت مسیح موعود از عرفانی حصہ سوم ص ۳۶۹)

’’یہ وہ بیٹا ہے جس کے لئے باپ نے کہا:’’کان اللّٰہ نزل من السماء‘‘(نعوذ باللہ منہ) (سیرت مسیح موعود از عرفانی ص۶۱۹)

قادیانیوں کی قرآن مجید کے خلاف خطرناک سازش

اللہ تعالیٰ نے قرآن عزیز کو کتاب کامل قرار دیا۔ جس طرح دین اسلام کو دین کامل قرار دلایا، ارشاد خداوند قدوس ہے۔’’وتمت کلمت ربك صدقاً وعدلاً (الانعام:۱۱۵)‘‘ ﴿اور پوری ہو چکیں تیرے رب کی باتیں سچائی اور انصاف کے لحاظ سے۔﴾

اسی طرح ارشاد قرآن عزیز ہے۔’’الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی (المائدہ:۳)‘‘ ﴿آج میں پورا کر چکا تمہارے لئے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر احسان اپنا۔﴾

ساتھ ہی قرآن عزیز نے ایک خطرہ سے آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:’’وکذلك جعلنا لکل نبی عدواً شیاطین الانس والجن یوحی بعضهم الیٰ بعض زخرف القول غرورا (الانعام:۱۱۲)‘‘ ﴿اور اسی طرح کر دیا ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن شریر آدمیوں کو اور جنوں کو جو کہ سکھلاتے ہیں ایک دوسرے کو ملمع کی ہوئی باتیں فریب دینے کے لئے۔﴾

چنانچہ مرزا قادیانی پر جو شیطانی وحی نازل ہوتی ہے اس کا مختصر سا حال یہ ہے۔ ادھر تو قرآن عزیز کو اپنے منہ کی بات قرار دیا اور پھر قرآنی آیات میں قطع برید کر کے اپنی من مانی باتیں اس طرح ملا دیں کہ قرآن عزیز کا تشخص بالکل بدل گیا۔ اگر اس خطرناک سازش کا ازالہ نہ کیا جاتا تو کچھ عرصہ بعد قرآن عزیز، قرآن عزیز نہ رہتا۔ دراصل یہودیوں اور قادیانیوں کی ملی جلی سازش ہے۔ قادیانی اسی وحی شیطانی کو وحی ربانی سمجھتے ہیں اور نمازوں میں بھی پڑھتے ہیں جیسا کہ:’’رؤیا میں، میں نے ایک سفید تہ بند باندھا ہوا ہے۔ مگر وہ بالکل سفید نہیں کچھ کچھ میلا ہے۔ اسی اثناء میں مولوی صاحب نماز پڑھانے لگے ہیں اور انہوں نے سورۂ الحمد جہر سے پڑھی اور انہوں نے یہ پڑھا:’’الفارق وما ادراك ما الفارق‘‘ اسی وقت مجھے یہی معلوم ہوا کہ قرآن شریف میں سے ہی ہے۔ رؤیا۔ مولوی حکیم نورالدین صاحب نے نماز جہری میں سورہ فاتحہ پڑھ کر’’الفارق وما ادراك ما الفارق‘‘ پڑھا۔‘‘ (تذکرہ ص۵۲۲)

از مرتب: یہ کلام نہ تو قرآن عزیز میں ہے اور نہ ہی حدیث میں ہے۔ برادران اسلام کی آگاہی کے لئے اس شیطانی وحی کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ جسے آسمانی اور حقیقی وحی (قرآن

عزیز) میں داخل کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو: ’’انا انزلناہ قریباً من القادیان وبالحق انزلناہ وبالحق نزل صدق اللّٰہ ورسولہ وکان امر اللّٰہ مفعولا ۰ ان السمٰوٰت والارض کانتا رتقا ففتقنھما ھما ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ومن یبتغ غیرہ ۰ قاتلھم اللّٰہ انی یوفکون قل یا ایھا الکفار انی من الصادقین فسیکفیکھم اللّٰہ ویردھا الیک لا مبدل لکلمات اللّٰہ ان وعد اللّٰہ حق وان ربک فعال لما یرید قل ای وربی انہ لحق ولاتکن من الممترین انا زوجناکھا انما امرنا اذا اردنا شیئا ان تقول لہ کن فیکون‘‘ (اربعین نمبر۳ ص۳۲ تا ۳۵، خزائن ج۱۷ ص۳۸۰ تا ۳۸۳)

’’خسفنا القمر والشمس فی رمضان فبای آلاء ربکما تکذبان‘‘

(تذکرہ ص۴۴۱)

’’خلقنا الانسان فی احسن تقویم وکنا کذالک خالقین‘‘

(تذکرہ ص۹۱۰)

’’یا احمد فاضت الرحمة علی شفیتک انا اعطیناک الکوثر ۰ فصل لربک وانحر واقم الصلوٰة لذکری انت معی وانا معک سرک سری وضعنا عنک زرک الذی انقض ظھرک ورفعنا لک ذکرک انک علیٰ صراطٍ مستقیم وجیھا فی الدنیا والآخرة ومن المقربین‘‘ (تذکرہ ص۹۴)

مرزا قادیانی کے نزعومہ الہامات میں بہت سے کلمات قرآن عزیز کے ہیں جن کا خطاب سید دوعالم ﷺ کو ہے۔ آخری آیت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہے۔ مرزا قادیانی نے قرآن عزیز میں خلط کر کے سب کا مخاطب اپنی ذات کو بنایا ہے۔ یہ بھی سب سے بڑا کفر ہے۔

نوٹ! اربعین کی مذکورہ بالا وحی محمدی بیگم مرحومہ کے متعلق ہے۔ جس سے مرزا محروم ہی رہا۔ رسالہ کے طوالت کے خوف سے انہی چند عبارات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

مسلمان قادیانیوں کو اس لئے بھی کافر سمجھتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی توہین کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

۸...... ’’میرا دعویٰ ہے کہ تمام دنیا میں گورنمنٹ برطانیہ جیسی کوئی ایسی گورنمنٹ نہیں جس نے زمین پر ایسا امن قائم کیا ہو۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو کچھ ہم پوری آزادی سے اس گورنمنٹ کے تحت میں اشاعت حق کر سکتے ہیں یہ خدمت ہم مکہ معظّمہ یا مدینہ منورہ میں بیٹھ کر بھی

ہرگز بجانہیں لاسکتے۔‘‘

(کشتی نوح ص ۶۹، حاشیہ خزائن ج۱۹ص ۷۵، ازالہ اوہام ص ۵۶ حاشیہ، خزائن ج۳ ص ۱۳۰)

مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ: ’’کشفی طور پر میں نے دیکھا ہے کہ میرے بھائی مرحوم غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر بآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے ان فقرات کو پڑھا ’’انا انزلناہ قریباً من القادیان ‘‘تو میں نے سن کر بہت تعجب سے کہا کہ کیا قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے؟ تب انہوں نے کہا یہ دیکھ لکھا ہوا ہے۔ تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ پر شاید قریب نصف کے موقع پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔ تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے۔ مکہ اور مدینہ اور قادیان۔‘‘

(تذکرہ ص ۷۵، ازالہ ص ۷۶، ۷۷، خزائن ج۳ ص ۱۴۰ حاشیہ)

قادیان چھن جانے کے بعد اب ربوہ کے متعلق توہین آمیز عقیدہ ملاحظہ فرماویں۔ رسالہ کے اختصار کی وجہ سے صرف چند عبارتیں باحوالہ نقل کی جاتی ہیں۔ ربوہ کی عبادت گاہ کا سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب پر الفضل نے جو مقالہ لکھا ہے اس کی آخری سطور یہ ہیں۔ ’’ربوہ کی مسجد کا سنگ بنیاد صرف اسی مسجد کا سنگ بنیاد نہیں بلکہ مسجد قادیان، مسجد نبوی کے استحکام اور کعبۃ اللہ کی مرکزی حیثیت کا اعتراف ہے۔‘‘ (الفضل مورخہ ۷؍اکتوبر ۱۹۴۹ء)

مرزا بشیرالدین نے ’’خدا تعالیٰ سے خطاب‘‘ کے گستاخانہ عنوان سے ایک نظم کہی ہے جس کے چند اشعار درج ہیں۔

آپ آکے محمد کی عمارت کو بنائیں ہم کفر کے آثار کو دنیا سے مٹائیں
پھر ناف میں دنیا کی ترا گاڑدیں نیزہ پھر پرچم اسلام کو عالم میں اڑائیں
جس شان سے آئے تھے مکہ میں مری جاں اک بار اسی شان سے ربوہ میں آئیں

ازمرتب! مرزا بشیرالدین نے خدا تعالیٰ کو خطاب کیا ہے کہ مکہ کی طرح ربوہ میں آجا۔ جس طرح بیت اللہ مکرمہ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ دنیا کے عین وسط میں ہے۔ اسی طرح بشیر نے ربوہ کو مرکز ارضی قرار دے کر گستاخی کا ارتکاب کیا ہے۔ دربار رسالت خاتمہ کے گستاخ اکمل قادیانی نے بھی ایک نظم کہی جس میں یہ کہا ہے۔

غیر ذی زرع ہے مولا تیرے ربوہ کی زمیں جلد دیکھیں اسے ہم ذات قرار ومعین

حضرت احمد مرسل ہیں مسیح موعود　　حسن واحسان میں نظران کے ہیں فرزند مہین
وہ براہیمی ہیں اس واسطے من کل ثمرات　　پائیں گے بہرہ وافی نہ کبھی ہوں گے حزیں

(الفضل مورخہ یکم راکتوبر ۱۹۴۸ء)

بڑے میاں نے تو قادیان کو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جیسی عظمت کی بستی قرار دیا تھا اور چھوٹے میاں نے ربوہ کو بھی اس فہرست میں شریک کرلیا۔ اناللہ!

ازمرتب! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ کے قریب یہ دعا فرمائی تھی۔ ”ربنا انی اسکنت من ذریتی بوادغیر ذی ذرع (ابراهیم:۳۷)“ تو قادیانیوں نے ربوہ کو اس پاک سرزمین کا نام دیا اور مرزا بشیرالدین کو ابراہیمی کہا۔ اس کی دلیل میں اسی شاعر نے مرزا کا یہ قول درج کیا ہے۔

نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، خزائن ج۲۱ ص۱۳۳)

مسلمان قادیانیوں کو اس لئے بھی کافر سمجھتے ہیں کہ:

۹...... مرزا قادیانی نے تمام مکاتب فکر کے علماء کرام اور اولیاء عظام کو مغلظ گالیاں دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے برصغیر جب سے نور اسلام سے منور ہوا ہے اس وقت سے لے کر آج تک حفاظت اسلام کی سعادت برصغیر کے علماء کرام اور اولیاء عظام کو حاصل رہی ہے۔ جب بھی کوئی فتنہ دین اسلام کے خلاف نمودار ہوا یہ پاکیزہ لوگ کمربستہ ہوگئے اور اس کو ملیامیٹ کردیا۔ کیونکہ برصغیر کے عامتہ المسلمین کو علماء کرام اور اولیاء عظام پر اعتماد رہا ہے اور آج بھی ہے۔ (فالحمدللہ)

ورنہ اسپین جہاں آٹھ سو سال تک مسلمانوں نے حکومت کی، آج وہ پورا عیسائیت کی گود میں جاچکا ہے اور برائے نام بھی کوئی مسلمان موجود نہیں۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ وہ ملک علماء کرام اور اولیاء عظام کی سرپرستی سے محروم تھا۔ مگر برصغیر میں جب بھی کوئی فتنہ اٹھا تو علماء کرام بے خطر اس کے مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان ہی کی برکت سے برصغیر تمام فتنوں سے محفوظ رہا اور انشاءاللہ محفوظ رہے گا۔ برصغیر کے بادشاہ اکبر نے جب دین الٰہی اور دین اکبری کا فتنہ کھڑا کیا تو مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے اس عظیم بادشاہ کے ساتھ ایسی ٹکر لی کہ وہ فتنہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مٹ گیا۔ چنانچہ ہر لادینی تحریک نے علماء کرام ہی کو نشانہ بنایا۔ مگر علماء کرام کامیاب رہے۔ اسی طرح جب مرزا قادیانی نے دین اسلام کے خلاف سازش شروع کی تو تمام مکاتیب فکر

کے علماء کرام اور اولیاء عظام نے یک آواز ہو کر اس فتنہ سے لوگوں کو آگاہ کر کے بچانے کی مہم کا آغاز کیا تو اسی وقت سے علماء کرام اور اولیاء عظام اس بدزبان کی گالیوں کا نشانہ بن گئے۔ جن میں سے چند گالیوں کو ذکر کیا جاتا ہے۔

چونکہ تمام مکاتیب فکر کے علماء کرام نے مرزا کے کفر پر اتفاق کر لیا تھا۔ اس لئے سب کو اس نے گالیاں دیں۔ جیسا کہ علامہ علی حائری شیعہ کے متعلق کہا: ''تو مجھے گالی دیتا ہے اور میں نہیں جانتا کہ کیوں مجھے گالی دیتا ہے۔ کیا امام حسینؓ کے سبب تجھے رنج پہنچا۔ پس تو برافروختہ ہوا۔ کیا تو اس کو تمام دنیا سے زیادہ پرہیزگار سمجھتا ہے اور یہ تو بتلاؤ کہ اس سے تمہیں دینی فائدہ کیا پہنچا ہے۔ اے مبالغہ کرنے والے۔ میں تمہیں حیض والی عورت کی طرح دیکھتا ہوں۔ نہ اس عورت کی طرح جو حیض سے پاک ہوتی ہے۔'' (اعجاز احمدی ص ۶۸، خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۰)

مولانا ثناء اللہ امرتسری ثم پاکستانی کو یوں خطاب کیا: ''اے عورتوں کے عار ثناء اللہ کب تک مردان جنگ کی طرح پلنگی دکھلائے گا۔'' (اعجاز احمدی ص ۸۳، خزائن ج ۱۹ ص ۱۹۶)

قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کے متعلق لکھا ہے کہ: ''واخرھم الشیطان الاعمی والغول الاغویٰ یقال له رشید احمد الججوھی'' اس کا مرزا نے خود فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔ مگر ناظرین کو سمجھانے کے لئے اردو میں ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ ''اور ان سب سے آخر وہ اندھا شیطان اور گمراہ دیو جس کو رشید احمد گنگوہی کہا جاتا ہے۔''

(انجام آتھم ص ۲۵۲، خزائن ج ۱۱ ص ایضاً)

ان ہی اکابر کے ساتھ حضرت مرشد عالم شیخ اللہ بخش تونسوی اور شیخ نظام الدین تونسویؒ کے خلاف بھی کہا ہے۔ جامع شریعت وطریقت مرشد عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ کے بارہ میں بدبخت نے یہ لکھا ہے:

''مجھے ایک کتاب کذاب کی طرف سے پہنچی ہے۔ وہ خبیث کتاب اور بچھو کی طرح نیشن زن۔ پس میں نے کہا اے گولڑہ کی زمین تجھ پر لعنت تو ملعون کے سبب سے ملعون ہو گئی۔ پس تو قیامت کو ہلاکت میں پڑے گی۔ اے دیو تو نے بدبختی کی وجہ سے جھوٹ بولا۔ اے موت کے شکار خدا سے ڈر۔ کیوں دلیری کرتا ہے۔'' (اعجاز احمدی ص ۷۶، ۷۷، خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۸، ۱۸۹)

کہاں تک ان دلخراش باتوں کو نقل کیا جائے گا۔ جو آج تک کسی نے نہ کہیں اور نہ کوئی شریف کہہ سکتا ہے۔ عام علماء کرام کے متعلق کہا ہے کہ: ''ان مولویوں پر افسوس! اگر ان میں دیانت ہوتی تو وہ تقویٰ کی راہ سے اپنی تسلی ہر طرح سے کراتے۔ مگر وہ لوگ جو ابوجہل کی مٹی سے

بنے ہوئے ہیں وہ اسی طریق کو اختیار کرتے ہیں جو ابوجہل نے اختیار کیا تھا۔''

فائدہ! ان علماء کرام اور اولیاء عظام کا قصور یہ ہے کہ وہ ایک کافر کو کافر کہتے ہیں اور یہ قصور عین ایمان کامل ہے۔ اللہ تعالیٰ علماء کرام کو جزاء خیر دے کہ امت کو ایک فتنہ سے بچالیا۔

۱۰...... قادیانی کو مسلمان اس لئے بھی کافر سمجھتے ہیں کہ: اس نے مسلمانوں کو گالیاں دی ہیں اور کافر کہا ہے۔''کل مسلم یقبلنی ویصدق دعوتی الا ذریة البغایا'' کل مسلمانوں نے مجھے مان لیا ہے اور تصدیق کی ہے۔ مگر کنجریوں کی اولاد نے مجھے نہیں مانا۔

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۷، خزائن ج۵ ص ایضاً)

مرزا قادیانی کی موت ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء میں ہوئی اور ۲۰؍مئی ۱۹۰۸ء کی مطبوعہ کتاب چشمہ معرفت میں مسلمانوں کے بارہ میں یہ لکھا۔''اور خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہوسکتی ہے۔ لیکن چونکہ یہ آخری زمانہ تھا اور شیطان کا مع اپنی ذریت کے آخری حملہ تھا۔ اس لئے خدا نے شیطان کو شکست دینے کے لئے ہزارہا نشان ایک جگہ جمع کر دیئے۔ لیکن پھر بھی وہ لوگ جو انسانوں میں سے شیطان میں وہ نہیں مانتے۔''

(چشمہ معرفت ص۳۱۷، خزائن ج۲۳ ص۳۳۲)

اگر کوئی کافر، مسلمان ہوجائے یعنی''لا اله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه''پڑھ لے تو اس کو قادیانی کافر ہی سمجھتے ہیں۔ جب تک کہ مرزا قادیانی پر ایمان نہ لائے۔ مندرجہ ذیل واقعہ اس کی تصدیق کرتا ہے۔ ملک کے سابق وزیراعظم ملک سر فیروز خان نونؒ نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ: ''ایک شخص نے انگلینڈ میں اسلام قبول کیا۔ اسی رات ایک احمدی قادیانی مبلغ ان سے ملنے گئے اور کہا جب تک آپ مرزا غلام احمد کو نبی تسلیم نہیں کریں گے آپ مسلمان نہیں بن سکیں گے۔ اس شخص نے جواب دیا میں نے تو اسلام اس لئے قبول کیا تھا کہ اس میں فرقے نہیں۔ لیکن چونکہ فرقہ بندی آپ کے ہاں بھی ہے اس لئے میں عیسائی ہی بھلا۔''

(کتاب چشم دید از فیروز خان نون مرحوم مطبوعہ فیروز سنز ص۱۱۱)

۱۱...... مسلمان قادیانیوں کو اس لئے بھی کافر سمجھتے ہیں کہ:

۱...... مرزا قادیانی نے تمام انبیاء علیہم السلام کی توہین کی اور اپنے آپ کو محمد اور احمد کا نام دے کر سید الانبیاء ﷺ کی توہین کی ہے۔

۲...... مرزا قادیانی کے الہامات کو وحی مقدس کا نام دیا گیا۔

۳...... مرزا کی بیوی کو ام المؤمنین اور شعائر اللہ کہا۔

۴...... مرزا کی اولاد کو خاندان نبوت کہا گیا۔

۵...... مرزا پر ایمان لانے والے بدبختوں کو صحابی کہا گیا۔

۶...... بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے والوں کو جنتی کہا۔

۷...... قادیان اور ربوہ کو مثیل مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کہا گیا۔

یعنی سید دو عالم ﷺ کی ذات پر انوار، حضور انور ﷺ کی ازواج مطہرات و اولاد حضور انور ﷺ کے جان نثار صحابہ کرامؓ اور شعائر اللہ کی پوری نقالی کی ہے اور سید دو عالم ﷺ پر آنے والی وحی کے مقابلہ میں اپنے الہامات کو قرآن شریف اور کتاب مقدس کہا۔ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع کا مقابلہ کرتے ہوئے بہشتی مقبرہ بنایا۔ اس لئے ایسے نقال اور گستاخ کو کافر کہنا اور کافر سمجھنا از روئے اسلامی تعلیمات ضروری ہے۔ واللہ الموفق!

ضروری

اس رسالہ میں قادیانیوں کے عقائد وغیرہ مرزا قادیانی اور قادیانیوں کی کتابوں سے نقل کئے گئے ہیں۔ اس لئے ہم پوری دیانت سے اعلان کرتے ہیں کہ اس میں مندرجہ حوالہ جات کو غلط ثابت کرنے والے کو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔

خوشخبری! اس رسالہ کا انگریزی ترجمہ عنقریب شائع کیا جائے گا۔ خواہش مند حضرات ہم سے رابطہ قائم فرمائیں۔ ناشر!

ایک غلطی کا ازالہ

بعض دین سے بے بہرہ پڑھے لکھے لوگ اس مغالطہ کا شکار ہو جاتے ہیں کہ اگر قادیانی کافر ہوتے تو اتنے بڑے بڑے قانون دان، ڈاکٹر، سائنس دان کیوں قادیانی ہوتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کفر اور اسلام کا تعلق قرآن و حدیث اور اجماع امت کے ساتھ ہے۔ جس نظریہ کو قرآن و حدیث نے کفر قرار دیا وہ کفر ہی ہے۔ اگر کسی بڑے قانون دان یا سائنس دان کا کسی نظریہ کو قبول کرنا ہی معیار صداقت ہے تو پھر دنیا جانتی ہے کہ بھارت کا سابق ہندو وزیر اعظم خود اپنا پیشاب پینا ہی اپنی صحت کا راز بتاتا تھا۔ اخبارات میں اس کے بیان اور اس کی تصاویر اپنے پیشاب سے بھرے ہوئے گلاس کے ساتھ کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہیں تو پھر کیا اس لئے لوگ اپنا پیشاب پینا پسند کر لیں گے کہ ایک بہت بڑے ملک کا وزیر اعظم یہ عمل کرتا ہے؟۔

انی خاتم النبیین لا نبی بعدی
اہل وطن کے لئے
دعوت
غور و فکر
(حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

مقدمہ

جب سے آزاد کشمیر کی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تجویز متفقہ طور پر پاس کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اس دن سے قادیانیت کے ایوان میں زلزلہ آرہا ہے اور ایسی چالوں سے کام لیا جارہا ہے کہ جس سے عام مسلمان اس مسئلہ کو معمولی مسئلہ خیال کرتے ہوئے خاص توجہ نہ کریں۔

قادیانیوں کا آرگن ''الفضل'' اور دوسرے پمفلٹ اور اشتہارات یہ تاثر دینے کی سعی باطل کر رہے ہیں کہ قادیانی مسلمان ہیں اور ان کی ساری محنت اور کوشش اسلام کی اشاعت کے لئے ہے۔ اس مختصر سے رسالہ میں جذبات سے خالی رہ کر قادیانیوں کے لٹریچر سے ہی ثابت کیا جائے گا کہ قادیانیت ایک سیاسی تحریک ہے جو اسلام کے نام پر تسلط حاصل کرنا چاہتی ہے۔ قادیانیت ایک مستقل علیحدہ امت ہے جو اپنے متنبّی مرزاغلام احمد قادیانی کے دین کو پھیلاتے ہیں اور پھر اسی بل بوتے پر اقتدار کا خواب بھی دیکھ رہے ہیں۔ ناظرین سے استدعاء ہے کہ ازراہ کرم بالکل خالی الذہن ہو کر اس رسالہ کو اوّل تا آخر مطالعہ فرماویں۔ اگر یہ معروضات درست معلوم ہوں تو ان کے مطابق توجہ فرماویں تاکہ یہ فتنہ جو سارے پاکستان کے لئے علمی، دینی، روحانی فتنہ ہے۔ اس ملک سے مٹ جائے اور ہم سب اپنے محبوب آقا سیدالانبیاء رحمت دوعالم محمد رسول اللہﷺ کو منہ دکھانے کے قابل ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ عطاء فرماویں۔

ساتھ ہی قادیانی اہل وطن سے بھی درخواست ہے کہ آپ میں سے غالب اکثریت ان لوگوں کی ہے جنہوں نے قادیانیت کو باپ دادا کا دین سمجھ کر اپنایا ہوا ہے۔ آپ نے نہ تو بانی قادیانیت مرزاغلام احمد قادیانی کا لٹریچر دیکھا اور نہ ہی کبھی تحقیق کی نظر سے اس تحریک کو دیکھا۔ اس لئے درخواست ہے کہ اپنی عاقبت کو سنوارنے کے لئے اس تحریک پر غور وفکر کریں۔ انشاءاللہ نور بصیرت حاصل ہو جائے گا اور امام الانبیاءﷺ کی غلامی کی ابدی وسرمدی سعادت حاصل ہو جائے گی۔ واللہ الموفق!

قادیانیت کا پس منظر

مرزاغلام احمد قادیانی نے کسی خارجی اشارہ کی بناء پر نبوت اور رسالت کا دعویٰ کیا۔ مگر اسے علم تھا کہ جناب رسول کریمﷺ کے امتی آپؐ کے بعد کسی کو نبی ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

اس لئے کہ ایسا دعویٰ آپؐ کے بعد نہ کسی صحابی نے کیا، نہ تابعی نے کیا، نہ اہل بیت کے کسی گوہر آبدار نے کیا، نہ کسی ولی نے کیا، نہ کسی عالم اور کسی مسلمان فلسفی نے کیا۔ اس لئے مرزا قادیانی نے ایک طرف تو دعویٰ نبوت کا کیا اور دوسری طرف نہایت ہوشیاری سے اپنے آپ کو دامن اسلام سے وابستہ رکھنے کا دعویٰ بھی کیا۔ شتر مرغ کی چال اختیار کر کے اس نے مسلمانوں کو اپنے جال میں پھنسایا اور آج تک بعض کوتاہ نصیب پھنس رہے ہیں۔ حالانکہ مرزا قادیانی نے بالکل واضح الفاظ میں اپنے آپ کو نبی کہا۔ چنانچہ اس کا دعویٰ اس کی اپنی کتاب (اعجاز احمدی ص۷، خزائن ج۱۹ ص۱۱۳) پر اس ہی کے الفاظ میں درج کیا جاتا ہے۔

''اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے۔'' ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علیٰ الدین کلہ''

مندرجہ بالا عبارت میں مرزا قادیانی نے اس امر کا دعویٰ کیا ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت میں جو سورۃ الفتح پارہ نمبر۲۶ کی آیت نمبر۲۸ ہے۔ جس سے سید دو عالم ﷺ کی نبوت اور رسالت کا اعلان کیا جارہا ہے۔ اس آیت سے مراد جناب محمد رسول اللہ ﷺ نہیں بلکہ اس سے مراد غلام احمد قادیانی ہے۔ آپ حضرات ہی انصاف سے فیصلہ فرمائیں کہ کیا مرزا قادیانی کا یہ کہنا درست ہے؟ کیا مرزا قادیانی نے اس دعویٰ میں اپنے آپ کو جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے اعلیٰ نہیں بتایا؟۔ یعنی آیت تو نازل ہوئی محمد رسول اللہ ﷺ پر، مگر آپ کے لئے نہیں بلکہ آپ کو مرزا قادیانی کے لئے اعلان کرنے والا بتایا گیا کہ آپ اس کی نبوت کا اعلان کریں۔ یہی بات مرزا نے اپنے پیروکاروں کو سمجھائی اور وہ بدبختی سے یوں ہی سمجھنے لگے۔ جیسا کہ مرزا کے پیروکار عرفانی نے لکھا ہے'' آپ اپنی نبوت پر یقین رکھتے تھے اور آپ علی وجہ البصیرت دوسرے انبیاء علیہم السلام کے طرز پر اپنی صداقت کو پیش کرتے تھے۔'' (سیرت مسیح موعود مطبوعہ قادیان ۱۹۲۴ء ص۴۵۵)

مرزا کی یہی کوشش تھی کہ سید الانبیاء کی ذات عالی کو کچھ اس طرح پس منظر میں رکھا جائے کہ آپؐ کا نام تو استعمال ہوتا رہے۔ مگر اشاعت مرزا غلام احمد کی ہوتی رہے۔ چنانچہ یہی عرفانی اپنی ایک روداد حاضری بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:'' ایک رات اس نے حضرت کی خدمت گزاری اور جب حضرت سے تخاطب کا موقع ملا تو یوں خطاب کیا۔ فرمایا: صاحبزادہ صاحب آ گئے۔ میں نے عرض کیا حضرت صلی اللہ علیک وعلیٰ محمد آ گیا۔ اللہ درود بھیجے تجھ پر اور (پھر) محمد پر۔

آپ نے فرمایا صاحبزادہ صاحب رات بہت چلی گئی سو جا۔ میں نے عرض کیا حضرت صلی اللہ علیک وعلیٰ محمد کوئی تکلیف نہیں۔ پھر فرمایا کہ میں بایاں پاسا بدل لوں۔ یعنی بائیں کروٹ لے لوں میں نے عرض کیا کہ حضرت صلی اللہ علیک وسلم وعلیٰ محمد بہت اچھا۔ فرمایا صاحبزادہ صاحب جاگ اٹھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت صلی اللہ علیک وعلیٰ محمد جاگ اٹھا۔ یہ چند سطور اسی کتاب سیرت مسیح موعود کے صفحہ ۳۴۱ تا ۳۴۳ سے نقل کی گئی ہیں کہ ناظرین ان کو دیکھ کر خود فیصلہ کرلیں کہ مرزا کے ہاں اپنا ہی مقام رفیع تھا۔ وہ ذات بابرکات جس کو خداوند قدوس نے سب نبیوں کا امام بنایا۔ اس کا درجہ بھی مرزا کے ہاں دوسرے نمبر پر تھا۔ امام الانبیاء پر مسلمانوں کو جو درود پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس میں سے تو آپ کے جد اعلیٰ خلیل اللہ علیہ السلام کا ذکر عالی بھی آپؐ کے بعد ہے۔ سارے مسلمان جو درود پڑھتے ہیں وہ یہ ہے۔

''اللھم صلی علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انك حمید مجید'' اسی پر بس نہیں بلکہ مرزا قادیانی جب ایسا کلام اور ایسے اشعار سنتا تھا۔ جس میں اسے سید دو عالم ﷺ پر فضیلت دی جاتی تو وہ خوش ہوتا تھا جیسا کہ:

قاضی اکمل نے مرزا قادیانی کے سامنے یہ شعر پڑھا۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
وہ آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

(اخبار البدر قادیان نمبر ۴۳ ج ۲ ص ۱۴، مورخہ ۲۵ ر اکتوبر ۱۹۰۶ء)

ناظرین! خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ کوئی مسلمان کہلانے والا یہ تصور بھی کرسکتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے اس کی شان بڑھ کر ہے۔ قرآن مجید تو آپ کو ''ورفعنا لك ذكرك'' کا خطاب عطاء کرے اور کائنات ساری آپ کی رحمت کی محتاج ہو۔ ''وما ارسلناك الا رحمة للعالمين'' آپ کی شان قرآن مجید بیان کرے۔ بالفاظ مولانا ظفر علی خان مرحوم۔

اگر ارض وسماء کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
وہ نور نہ ہو سیاروں میں یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں

تو آپ ﷺ سے مرزا کو بڑھ کر مانا جائے اور مرزا غلام احمد قادیانی یہ سنے اور سن کر خوش ہو۔ پھر بھی مسلمان بات کو نہ سمجھے تو افسوس ہے۔

تنبیہ: بے ادبی بے ادبی ہے بے ادب اور گستاخ کو بھی کبھی احساس ہو جاتا ہے۔ چنانچہ باپ کی اس گستاخی کو بیٹے نے بھی محسوس کر لیا۔ محمد نذیر لائکپوری قادیانی نے لکھا ہے کہ: ''اگست ۱۹۳۲ء کو میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں یہ شعر پیش کیا۔ چونکہ یہ شعر بے ادبی پر مشتمل نظر آتا تھا۔ اس لئے (مرزا محمود) نے اسے ناپسند کیا اور بے ادبی قرار دیا۔''

(الحق المبین مطبوعہ ربوہ ص ۲۷۷)

ہماری دلی دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ سب مرزائیوں کو توفیق دے کہ وہ ان سب الہامات فاسدہ کو بے ادبی سمجھ کر ان سے توبہ کریں۔ جن سے سید دو عالم محبوب رب العالمین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی بے ادبی ظاہر ہوتی ہے۔ ہماری دلی دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو راہ ہدایت پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین!

مرزا قادیانی اور اس کی جماعت کا تحریک آزادئ وطن میں کردار

قادیانیت کی تاریخ جاننے والے جانتے ہیں کہ اس جماعت نے عقیدہ کے طور پر جہاد کو منسوخ قرار دیا۔ اس لئے ہر اس جماعت کی مخالفت کی جس نے عیسائیوں کی جابرانہ حکومت سے آزادی حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کی۔ منسوخی جہاد اور انگریزوں کی وفاداری اور ان کی شکرگزاری میں مرزا قادیانی کی کتابیں اور دوسرا لٹریچر بھرا پڑا ہے۔ رسالہ کے اختصار کے پیش نظر صرف ایک حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔

آزاد قبائل نے آزادی وطن تک فرنگی سامراج کے خلاف جہاد کا علم بلند رکھ کر ساری امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا۔ جس کے لئے وہ امت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ مگر مرزا قادیانی کو ان کا یہ مجاہدانہ عمل کس قدر ناپسند ہے اور اس کو کس دلفریب انداز میں معیوب بنایا۔ اس کے لئے مرزا قادیانی کی کتاب اربعین مطبوعہ ۱۹۰۰ء سے ایک حوالہ درج ہے۔

''آج کل بھی بعض سرحدی نادان اس قسم کے مولویوں کی تعلیم سے دھوکہ کھا کر محمدی جلال کے ظاہر کرنے کے بہانہ سے لوٹ مار اپنا شیوہ رکھتے ہیں اور آئے دن ناحق کے خون کرتے ہیں۔ مگر تم خوب توجہ کر کے سن لو کہ اب اسم محمد کی تجلی ظاہر کرنے کا وقت نہیں یعنی اب جلالی رنگ کی کوئی خدمت باقی نہیں۔ کیوں مناسب حد تک وہ جلال ظاہر ہو چکا سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں۔ اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں۔'' (اربعین نمبر۴ ص ۱۶، خزائن ج ۱۷ ص ۴۴۵)

مندرجہ بالا عبارت کو غور سے پڑھ لیا جائے کہ کس طرح سید الانبیاء ﷺ کی گستاخی کے

ساتھ جہاد جیسے عظیم حکم پر عمل کرنے والوں کو نادان، لٹیرے، ناحق خون کرنے والے کہا گیا۔

بلکہ جب کبھی آزادی کے متوالوں نے انگریزوں کا مقابلہ کیا اور قربانی دی تو بجائے خراج تحسین ادا کرنے کے انگریز کی ظالمانہ اور سفاکانہ کارروائی کو مرزا قادیانی نے اور اس کی امت نے مرزا کی مخالفت کی آسمانی سزا سے تعبیر کیا۔ چنانچہ جب جلیانوالہ باغ امرتسر کا اندوہناک واقعہ پیش آیا تو اس پر قادیانیوں نے جو تبصرہ کیا وہ مندرجہ ذیل ہے۔

’’جہاں جہاں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو اعلائے کلمتہ الحق کے لئے خداتعالیٰ کے اشارہ سے سفر کرنا پڑا ہر جگہ اس قسم کے مناظر پیش آئے۔ دہلی، لدھیانہ، امرتسر میں اس کی نظیریں موجود ہیں۔ امرتسر کے مقام پر تو وہ طوفان بے تمیزی برپا کیا گیا کہ وہاں کی پولیس اور مقامی حکام کو انتظام قائم رکھنے اور حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) اور ان کے خدام کی حفاظت کا خاص طور پر انتظام کرنا پڑا۔ آپ کی گاڑی پر دور تک پتھروں کی بارش ہو رہی تھی۔ اسی امرتسر میں جہاں اس کے مرسل پر پتھر برسائے گئے تھے۔ گولیوں کی بارش کرادی اور تاریخی طور پر یہ عبرت بخش نظارہ ایک یادگار کے طور پر جلیانوالہ باغ کی صورت میں قائم رہ گیا۔ احمق اور نادان اس قسم کے واقعات سے سبق اور عبرت حاصل نہیں کیا کرتے۔ لیکن سنت الٰہی یہی ہے کہ وہ اپنا عتاب وعذاب مختلف صورتوں میں نازل کرتا ہے اور خصوصاً ایسے اوقات میں کہ اہل قریہ بالکل غافل ہوجاتے ہیں۔‘‘ (سیرت مسیح موعود مرتبہ عرفانی حصہ سوم ص۴۶۱، مطبوعہ ۱۹۲۴ء)

فائدہ! مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جلیانوالہ باغ کے اس حادثہ کا مختصر سا تذکرہ کردیا جائے تاکہ ناظرین کو ان دونوں باتوں کا اندازہ ہوسکے۔

حادثہ جلیانوالہ باغ کا مختصر سا تعارف

جنگ عظیم کے خاتمہ پر انگریزوں نے ایک قانون بنایا جس کی رو سے ملکی آزادی کے لئے کام کرنے والوں کے لئے شدید سزائیں مقرر کی گئیں۔ اس قانون کو کالا قانون کہا گیا۔ اس کالے قانون کی مخالفت صوبہ پنجاب (جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی) سے شروع ہوئی۔ صوبہ پنجاب کے لوگوں نے سینہ تان کر اس کی مخالفت کی۔ اسی سلسلہ میں اس قانون کے خلاف امرتسر کے جلیانوالہ باغ میں ایک زبردست جلسہ ہوا۔ جس میں بیس ہزار لوگ جمع ہوئے۔ اس موقع پر ایک انگریز افسر جنرل ڈائر نے مجمع پر گولی چلانے کا حکم دے دیا اور جب تک گولیوں کا ذخیرہ ختم نہیں ہوگیا وہ مجمع پر برابر آگ برساتا رہا۔ اس مجمع میں تقریباً چار سو آدمی مارے گئے اور بیشمار زخمی ہوئے۔

اس ظالمانہ کارروائی کو خود برطانیہ کی حکومت نے کس قدر برا سمجھا۔ اس کے لئے ’’برطانیہ کے وزیر جنگ مسٹر ونسٹن چرچل کا فیصلہ‘‘ ڈائر نے فیصلہ کرنے میں غلطی کی اور اسے نصف تنخواہ پنشن پر سبک دوش کیا جاتا ہے۔ اس تصریح کے ساتھ کہ اب کوئی فوجی منصب اسے نہیں دیا جاسکتا۔‘‘ (جلیانوالہ باغ ص۱۲۲ از ابوالہاشم ندوی)

حکومت برطانیہ کے وزیر جنگ نے تو اس ظالمانہ فعل کے مرتکب کو سخت ترین سزادی۔ مگر مرزا قادیانی نے اس کو آسمانی انتقام کا ہیرو بتایا۔ اس تاریخی شہادت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قادیانی مسلمانوں کو عذاب کا مستحق سمجھتے اور دنیا میں جب بھی مرزا قادیانی کے جھوٹے دعویٰ نبوت کے بعد مسلمانوں کو تکلیف پہنچی انہوں نے خوشی منائی۔ جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ یہ قادیانی امت کا مذہبی رخ تھا۔ اب مختصر الفاظ میں اس امت کا سیاسی رخ بھی مشاہدہ فرمالیجئے۔ اس جماعت نے اپنے ظہور کے روز اوّل ہی سے عیسائی حکومت کی فرمانبرداری اور اس کی بقاء کے لئے ہر قسم کی محنت کرنا اپنا فریضہ بنایا ہوا تھا۔

انگریزوں کے لئے دعائیں اور ان کی عظمت کا اعتراف

ہندوستان کی اسلامی حکومت پر جونہی انگریزوں نے قبضہ کیا اور آخری مسلمان تاجدار بہادر شاہ ظفر کی آنکھوں کے سامنے اس کے لخت جگر بچوں کو ذبح کر کے اس بادشاہ کو اندھا کر کے برما (رنگون) لے جا کر ہمیشہ کے لئے نظر بند کردیا۔ اسی وقت سے بلکہ اس سے بھی کچھ پہلے علماء اسلام نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر انگریزوں کے خلاف جہاد کا علم بلند کردیا تھا۔ مگر مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریزی بادشاہت اور اس ظالمانہ حکومت کو مکہ اور مدینہ سے بھی بہتر سمجھا۔ جیسا کہ اس کا اعلان ہے کہ: ’’ان (انگریزوں) کا شکر ہمیں اس لئے لازم ہے کہ ہم اپنا کام یعنی (قادیانی مذہب) مکہ اور مدینہ بھی نہیں کرسکتے تھے۔ مگر ان کے ملک میں یہ خدا کی طرف سے حکمت تھی کہ مجھے اس ملک میں پیدا کیا۔‘‘ (کشتی نوح ص۶۸، خزائن ج۱۹ ص۷۵)

تو جو آدمی انگریزوں کی حکومت کو مکہ اور مدینہ سے بھی بہتر سمجھے وہ کب ان کے خلاف اعلان جہاد کرے گا یا وہ کس طرح ان کے ہندوستان سے جانے کو برداشت کرسکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنی ساری جماعت کو انگریزوں کے ساتھ گہرا تعلق اور ان کے لئے دعائیں کرنے کا حکم دے رکھا تھا۔ رسالہ کے اختصار کے پیش نظر صرف ایک حوالہ لکھا جاتا ہے۔

چوہدری سر ظفر اللہ خان نے اپنی ماں کے حالات پر ایک کتاب ’’میری والدہ‘‘ لکھی ہے۔ جس کی طباعت چہارم ص۸۰ میں ہے کہ: ’’والدہ صاحبہ نے فرمایا لیڈی ولنگڈن (وائسرائے

ہند کی اہلیہ) میرے ساتھ بہت محبت کا اظہار کرتی ہیں اور میں بھی محسوس کرتی ہوں کہ انہیں ضرور میرے ساتھ لگاؤ ہے۔'' چنانچہ ظفراللہ خان نے وائسرائے ہنداوراس کی بیوی کے ساتھ اپنی اور اپنی والدہ کی ملاقات کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

''لیڈی ولنگڈن کا معمول تھا کہ جب والدہ صاحبہ کے پاس بیٹھتی ہیں تو ایک بازو والدہ صاحبہ کے کمر کے گرد ڈال لیا کرتی تھیں اور بالکل ان کے ساتھ مل کر بیٹھا کرتی تھیں۔ اب بھی دونوں ویسے ہی بیٹھی ہوئی تھیں۔ لیڈی ولنگڈن کسی کسی وقت اپنے فارغ ہاتھ سے والدہ صاحب کے ہاتھ بھی دباتی تھیں۔'' (میری والدہ ص۸۱)

اس چار رکنی خصوصی مجلس میں جس میں سرظفراللہ خان اس کی والدہ لارڈ ولنگڈن وائسرائے ہنداوراس کی بیوی تھی۔ سرظفراللہ خان کی والدہ نے وائسرائے ہند سے جو گفتگو کی وہ بھی ظفراللہ خان کی زبانی سن لیجئے۔ ''میں احمدیہ جماعت کی ایک فرد ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو ہمارے سلسلہ کے بانی تھے نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ سلطنت برطانیہ کے وفادار رہیں اور اس کے لئے دعاء کرتے رہیں۔ کیونکہ اس کی علمداری میں ہمیں مذہبی آزادی حاصل ہے اور بغیر خوف وخطر کے اپنے دین (اسلام نہیں زاہد) کے احکام بجالا سکتے ہیں۔ میں باقی جماعت کے متعلق تو نہیں کہہ سکتی۔ لیکن اپنے متعلق وثوق سے کہہ سکتی ہوں اور یہاں والدہ صاحب نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیا کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس ہدایت پر باقاعدہ عمل کر رہی ہوں اور سلطنت برطانیہ کی بہبودی کے لئے متواتر دعاء کرتی ہوں۔'' (میری والدہ ص۸۲)

یہ ۱۹۳۵ء کا واقعہ ہے۔ جب کہ برصغیر میں تحریک آزادی جواں ہورہی تھی۔ اسی ۱۹۳۵ء میں مسئلہ دستور ہند پر تنقید کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح یہ باطل شکن اعلان کررہے تھے۔'' میں ابھی انگریزوں کا کان پکڑ کرانہیں ہندوستان سے باہر کردوں گا۔ جس کے بعد سارا قصہ ہی پاک ہو جائے گا۔ (خطبات قائداعظم ص۹۳، مرتبہ رئیس احمد جعفری)

اسی لئے قیام پاکستان تک کوئی خدمت تحریک آزادی میں قادیانیوں نے نہ کی۔ بلکہ قیام پاکستان تک ان کو صرف اپنی ہی فکر رہی۔ رسالہ کے اختصار کے پیش نظر میں صرف چند حوالہ جات پیش کرتا ہوں۔

۱...... کیا اس وقت کے خلیفہ بشیرالدین محمود نے یہ حکم نہیں دیا تھا کہ: ''اس لئے اپنے دوستوں کو ۱۱؍اگست ۱۹۴۷ء تک خاص طور پر دعائیں کرنی چاہئیں کہ جو بھی فیصلہ ہو جائے وہ ہمارے حق میں مفید ہو اور شماتت اعداء کا باعث نہ ہو۔'' (الفضل قادیان ۸؍اگست ۱۹۴۷ء)

گویا ابھی تک پاکستان کی تائید اور طلب نہ تھی۔ اس لئے دعاء میں اپنے بھلے کا خیال رکھا نہ کہ مسلمانوں کی بہتری اور بہبود کا۔

۲...... کیا یہ حقیقت نہیں کہ مرزائیوں کے خلیفہ نے پاکستان بنتے ہی جو تاثر دیا وہ یہ نہ تھا کہ: ''اوّل تو مسلمانوں کو بھاگنا ہی نہ چاہئے تھا۔ لیکن اگر بھاگتے بھی تو انہیں بجائے پاکستان کی طرف آنے کے دہلی کی طرف جانا چاہئے تھا۔''

(الفضل لاہور ج ۱ نمبر ۸۶ ص ۲، مورخہ ۲۸ر دسمبر ۱۹۴۷ء)

۳...... پاکستان منتقل ہوتے ہوئے لاکھوں مسلمان شہید ہوئے۔ ہزاروں معصوم کلیوں کو نوچا گیا۔ ہندوؤں اور سکھوں نے انسانیت کا جامہ پھاڑ کر پوری درندگی کا مظاہرہ کیا کوئی خاندان، کوئی قبیلہ، کوئی گھرانہ ایسا نہیں جس نے اسلام کے لئے پاکستان کے لئے قربانی نہ دی ہو۔ مگر صرف مرزائی ہی صحیح سلامت لاہور پہنچ گئے۔

کیا (الفضل ج ۳ نمبر ۲۳۴ ص ۶، لاہور، مورخہ ۱۳ر اکتوبر ۱۹۴۹ء) نے یہ اعتراف نہیں کیا کہ قادیانی قادیان سے لاہور بالکل محفوظ پہنچے۔ اندریں حالات قادیانیوں کا یہ کہنا کہ انہوں نے قیام پاکستان کے لئے قربانیاں دی ہیں۔ حقیقت سے کوسوں دور ہے۔

قادیانیوں کا مسلمانوں سے بائیکاٹ

قادیانی مذہب کے ماننے والے بظاہر اپنے آپ کو مسلمانوں کے ساتھ ملا ہوا جتاتے ہیں۔ ان کی غمی، شادی کی مجلسوں میں شریک ہوجاتے ہیں۔ مگر یہ سب میل ملاپ اس لئے نہیں کہ وہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی امت کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ بلکہ وہ اپنے مقاصد کی برآری کے لئے ظاہری طور پر یہ سلسلہ رکھتے ہیں۔ ورنہ انہوں نے تو زندگی کے تمام دینی رشتوں کو مسلمانوں سے کاٹا ہوا ہے۔

نکاح

ان کے ہاں کسی قادیانی لڑکی کا نکاح کسی بھی مسلمان سے ناجائز ہے۔ اگر کسی قادیانی نے اپنی لڑکی کا نکاح کسی مسلمان کے ساتھ کر دیا تو اس کو جماعت سے خارج کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعہ اس کی شہادت میں درج کیا جاتا ہے۔

''چونکہ عبدالغنی ڈپو ہولڈر ابن میاں عبداللہ مہاجر قادیان حال وارد گجرات نے اپنی لڑکی کی شادی باوجود سمجھانے کے خلاف تعلیم احمدیت غیر احمدیوں میں کر دی ہے۔ نیز یہ قولاً وعملاً جماعت کے نظام سے علیحدہ ہیں۔ اس لئے انہیں بعد منظوری حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح

الثانی اخراج از جماعت کی سزا دی جاتی ہے۔احباب مطلع رہیں۔‘‘

(الفضل ج ۴، ۳۸، نمبر۱۳۴ص ۷ لاہور، مورخہ ۹؍جون ۱۹۵۰ء)

بلکہ قادیانیوں کے دین میں اگر کوئی مسلمان بے غیرت ہوکر اپنی لڑکی کسی قادیانی کو دینا چاہے تو ایسے قادیانی کو بھی سختی سے منع کر دیا گیا۔جیسا کہ مرزا بشیر الدین محمود نے کہا: ’’جب لڑکا احمدی اور لڑکی غیر احمدی (مسلمان) ہو تب بھی نکاح نہ کرنا چاہئے کہ ۹۵ فیصدی ایسے لڑکے ہمارے ہاتھ سے جاتے رہے ہیں اور غیر احمدی لڑکیاں ان کو اور اپنی اولاد کو ارتداد کی طرف لے جاتے ہیں۔‘‘ (الفضل لاہور مورخہ ۱۲؍ستمبر ۱۹۴۸ء)

گویا کسی قادیانی کا مسلمان ہو جانا ان کے ہاں مرتد ہو جانا ہے۔

نماز جنازہ

کوئی قادیانی کسی مسلمان کا جنازہ نہیں پڑھتا۔حتیٰ کہ اس برصغیر کے مسلمانوں کے محسن قائداعظم محمد علی جناحؒ کی نماز جنازہ ظفر اللہ قادیانی نے جنازہ گاہ میں موجود ہوتے ہوئے اس لئے نہیں پڑھی کہ قائداعظمؒ مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے تھے۔بلکہ قادیانی تو اس مسلمان کے چھوٹے معصوم بچے کا جنازہ بھی اسی طرح حرام سمجھتے ہیں۔جیسا کہ کافر کے بیٹے کا۔

ایک مرزائی نے پوچھا کہ: ’’غیر احمدی کے بچے کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے وہ تو معصوم ہے اور کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ بچہ جوان ہوکر احمدی ہوتا۔اس کے متعلق میاں محمود صاحب خلیفہ قادیان نے فرمایا۔جس طرح عیسائی بچے کا جنازہ نہیں پڑھا جاسکتا اگرچہ وہ معصوم ہی ہوتا ہے۔اسی طرح ایک غیر احمدی کے بچے کا بھی جنازہ نہیں پڑھا جاسکتا۔‘‘

(الفضل قادیان ج ۱۰ نمبر ۳۲ص ۶، مورخہ ۲۳؍اکتوبر ۱۹۲۲ء، قادیانی مذہب ص ۵۸۲)

مطلب یہ کہ قادیانی مسلمانوں سے بالکل علیحدگی اختیار کرتے ہیں۔حتیٰ کہ تعلیم کے میدان میں بھی قادیانی سکولوں اور کالجوں کو ترجیح دیتے ہیں۔اس سے بڑھ کر علیحدگی کی اور دلیل کیا ہوسکتی ہے کہ قادیانیوں نے کیلنڈر بھی اپنا علیحدہ بنا رکھا ہے۔مثلاً (الفضل ج ۲۷،۶۲، نمبر ۱۰۸، مورخہ ۱۲؍ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ) ۱۶؍ہجرت ۱۳۵۲ھ، ۱۶؍مئی ۱۹۷۳ء، ہجری اور عیسوی کے درمیان قادیانی علیحدگی کا واضح گواہ ہے۔اندریں حالات ان کا مسلمانوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنا واضح اور عیاں ہے۔

اس لئے ہماری قادیانی اہل وطن سے مخلصانہ درخواست ہے کہ آپ میں سے اکثریت ان کی ہے جنہوں نے قادیانی والدین کی گود میں پرورش پائی۔اس لئے اس مذہب کو موروثی سمجھ کر

اپنالیا۔اگر آپ حضرات صاف دل سے مرزا قادیانی کی کتابوں کا مطالعہ کریں تو انشاءاللہ آپ کو اس مذہب کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ہم دل سے دعاء کرتے ہیں کہ آپ حضرات اس چھوٹی سی برادری سے نکل کر اسلام کی عظیم گود میں آجائیں اور اگر آپ کو اسی مذہب پر اصرار ہے تو پھر ازخود ہی رضا کارانہ طور پر بہائیوں کی طرح علیحدگی اختیار کرلیں۔اس سے بھی آپ کے حقوق محفوظ ہو جائیں گے۔اسلامی مملکت آپ کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کرے گی۔ ہمارا یہ مطالبہ کسی دنیاوی عداوت کی بناء پر نہیں ہے۔ بلکہ یہ ہمارا دینی اور ملی مطالبہ ہے۔

سوال: قادیانیوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ جو آدمی اپنے آپ کو مسلمان کہے بس وہ مسلمان ہے۔جیسا کہ (الفضل ج ۶۲، ۲۷ نمبر ۱۰۸ص ۲ ربوہ، مورخہ ۱۶ رمئی ۱۹۷۳ء) میں ہے کہ:''ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے مسلمان ہے۔''اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ بات درست ہے تو پھر بہائیوں اور بابیوں کو قادیانی کیوں کافر کہتے ہیں۔حالانکہ مرزائی خود مانتے ہیں کہ بہائی اور بابی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔جیسا کہ قادیانیوں کی تبلیغی پاکٹ بک (مہتمم نشرواشاعت قادیان ص ۲۴۰، دسمبر ۱۹۴۵ء) میں ہے۔''بابی یا بہائی عوام کو دھوکہ دیتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں۔حالانکہ بہاء اللہ کی اصل کتابوں کی رو سے وہ اسلام سے کوسوں دور ہیں۔''تو اگر کسی جماعت یا فرد کا اپنے آپ کو مسلمان کہنا ہی اس کے مسلمان ہونے کی دلیل ہے تو پھر قادیانی بہائیوں کو کیوں کافر کہتے ہیں۔ اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں کی رو سے قادیانی کافر ٹھہرائے جاتے ہیں۔

ف...... بہائی اور بابی وہ لوگ ہیں جو بہاءاللہ کو نبی اور رسول مانتے ہیں۔ یہ فرقہ ایران میں پیدا ہوا۔مگر وہاں ان کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا۔ پاکستان میں یہ بھی پائے جاتے ہیں۔

مغالطہ

قادیانیوں نے روز اوّل سے ان کی تکفیر کے مسئلہ کو علماء کرام کا ایک مشغلہ قرار دیا ہے۔ عام لوگوں کو وہ یہی تأثر دیتے ہیں کہ عام مسلمان اور لکھے پڑھے مسلمان تو ہم کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ مگر یہ چند مولوی حضرات ہم کو کافر کہتے،اس مغالطہ کا جواب یہ ہے کہ تمام عالم اسلامی قادیانیوں کو کافر سمجھتا ہے۔کسی مسلمان نے آج تک ان کو مسلمان نہیں سمجھا اور نہ ہی سمجھ سکتا ہے۔محسن ملت اسلامیہ فلسفی دنیائے اسلام عاشق سید المرسلین فدائے خاتم الانبیاء علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے قادیانیوں کے متعلق جو فیصلہ فرمایا اس کا ایک حصہ درج ذیل ہے:

الف......   قادیانی جماعت کا مقصد پیغمبر عربﷺ کی امت سے ہندوستانی پیغمبر کی امت تیار کرنا ہے۔

ب......   پنڈت نہرو اور قادیانی دونوں مختلف وجوہ کی بناء پر مسلمانان ہند کے مذہبی اور سیاسی استحکام کو پسند نہیں کرتے ہیں۔

ج......   ملت اسلامیہ کو اس مطالبہ کا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کر دیا جائے۔ اگر حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانوں کو شک گزرے گا کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیحدگی میں دیر کر رہی ہے۔

(فیضان اقبال ص ۴۲۸ تا ۴۳۰، طباعت یکم؍مارچ ۱۹۶۸ء، اشاعت اوّل، ۲۱؍اپریل ۱۹۶۸ء)

مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت اور رسالت کا دعویٰ کیا اور اس دلیری کے ساتھ کیا کہ قرآن مجید کی جن آیات سے سید دو عالمﷺ کی رسالت بالکل واضح ہوتی ہے ان کو اپنے اوپر چسپاں کر لیا۔ جیسا کہ اس کی کتابوں میں تفصیل سے موجود ہے اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ قادیانی مرزا غلام احمد کو نبی اور رسول مانتے ہیں۔ ان کے ہاں مرزا قادیانی کی نبوت بھی از روئے قرآن مجید ثابت ہے۔ بالفاظ دیگر جس آیت میں سید دو عالمﷺ کی بشارت بطور اسم گرامی احمد ہے۔ اس کو بھی مرزا نے اپنے اوپر چسپاں کر رکھا ہے۔ جیسا کہ حوالہ پہلے دیا جا چکا ہے۔ قادیانیوں کے ہاں ان انبیاء کی فہرست جن کا نام نامی قرآن مجید میں آیا ہے مندرجہ ذیل ہے۔

’’حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت اسماعیل، حضرت یعقوب، حضرت یوسف، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت شعیب، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت الیاس، حضرت یونس، حضرت ذوالکفل، حضرت الیسع، حضرت ادریس، حضرت ایوب، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت لقمان، حضرت عزیر، حضرت ذوالقرنین علیہم السلام، حضرت محمدﷺ اور حضرت احمد علیہ السلام۔‘‘

(رسالہ دینی معلومات ص ۱۰، ۱۱، شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ)

اس لئے قادیانیوں کے ہاں مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر کوئی آدمی سید دو عالمﷺ جناب محمد رسول اللہﷺ کو تو نبی اور رسول مان لے۔ مگر مرزا کو نہ مانے۔ اگرچہ اس کو اس کا پتہ بھی نہ ہو تو وہ قادیانیوں کے ہاں مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اس کی شہادت میں ملک فیروز خان صاحب نون (مرحوم) سابق وزیر اعظم پاکستان کا ایک بیان درج ذیل ہے۔

’’ایک شخص نے انگلینڈ میں اسلام قبول کیا۔اسی رات ایک احمدی قادیانی مبلغ ان سے ملنے گئے اور کہا جب تک آپ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی تسلیم نہیں کریں گے۔ آپ مسلمان نہیں بن سکیں گے۔اس شخص نے جواب دیا میں نے تو اسلام اس لئے قبول کیا تھا کہ اس میں فرقے نہیں ہیں۔لیکن چونکہ فرقہ بندی آپ کے ہاں ہے۔اس لئے میں عیسائی ہی بھلا۔‘‘

(کتاب چشم دید از فیروز خان نون،مطبوعہ فیروز سنز ص ۱۱۱)

توجب مرزا قادیانی کو یہ لوگ نبی مانتے ہیں تو لامحالہ ایک علیحدہ امت بن گئی۔یہی وجہ ہے کرامت سید دو عالم ﷺ کے ساتھ یہ کسی بھی سطح پر اتفاق نہیں کرتے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

قادیانیوں کی طرف سے عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ بانی پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ نے قادیانیوں کو ساتھ ملایا اور ان پر اعتماد کرتے ہوئے پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ ظفر اللہ خان قادیانی کو مقرر فرمایا۔مگر اس کو ظفر اللہ کے اسلام یا قادیانیوں کے اسلام کی دلیل نہیں کہا جاسکتا۔جب کہ آپ خود مانتے ہیں کہ یہ سیاسی اتحاد تھا۔جیسا کہ (الفضل ج ۶۲، ۲۷نمبر ۱۰۸ص ۲، مورخہ ۱۶رمئی ۱۹۷۳ء) کے ایڈیٹوریل میں تصریح ہے کہ یہ اتحاد سیاسی تھا اور یہ سیاسی اتحاد دوسرے غیر مسلموں کے ساتھ بھی کیا گیا۔سب جانتے ہیں کہ پاکستان کا پہلا وزیر قانون سر جوگندر ناتھ منڈل تھا تو کیا اس سے یہ دلیل لی جاسکتی ہے کہ قائداعظم کے نزدیک منڈل بھی مسلمان تھا یا یحییٰ خان کے دور میں تو وزیر قانون بھی کارنیلس تھا جو اسلامی قانون بنا رہا تھا۔محترم قائد عوام کے ایک ہی نعرۂ حق نے مستعفی ہونے پر مجبور کر دیا۔میرے خیال میں کارنیلس سمجھدار، مدبر، ماہر قانون ہے۔جس نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا کہ ایک عیسائی کس طرح اسلامی قانون کی تدوین کر سکتا ہے۔کاش یہ فکر قادیانیوں میں پیدا ہو جائے او وہ از خود اپنے دل کی بات پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں سے علیحدگی کا اعلان واضح طور پر کر دیں۔

مسلمان بھائیوں کی خدمت میں دردمندانہ درخواست

۱...... اس میں شک نہیں کہ آپ سب بھائیوں اور بہنوں کے دل میں اسلام سے عقیدت اور سید دو عالم جناب رسول اللہ ﷺ سے بے پناہ محبت ہے۔آپ اگر مرزائیوں اور قادیانیوں کے بارہ میں کسی شک میں مبتلا ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو ان کے عقائد اور لٹریچر سے واقفیت نہیں۔اس لئے ضروری ہے کہ آپ ’’قادیانی مذہب‘‘ کتاب کا مطالعہ کریں۔بلکہ

جس بستی میں یہ مذہب موجود ہو وہاں کے ائمہ مساجد روزانہ اس کتاب کا کم از کم ایک صفحہ نمازیوں کو سنادیا کریں۔ یہ کتاب پروفیسر محمد الیاس صاحب برنی کی مرتبہ ہے۔ اس میں انہوں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا بلکہ مرزا قادیانی اور قادیانیوں کی کتاب سے اس مذہب کا پورا نقشہ پیش کیا ہے۔

۲...... قادیانیوں کے عقائد سمجھنے اور سمجھانے اور عام مسلمانوں تک پہنچانے کے لئے کسی قسم کا ضعف یا خطرہ محسوس نہ کریں۔ پاکستان اسلامی ملک ہے۔ اس میں اگر اقلیتی فرقوں کو اپنے عقائد اور نظریات کی اشاعت کا حق مل سکتا ہے تو اکثریت کو کوئی محروم نہیں رکھ سکتا۔ مگر اتنی بات عرض ہے کہ تحریر وتقریر میں قانون سے باہر قدم نہ رکھا جائے۔ یہ وطن ہمارا اپنا وطن ہے۔ ہم اس کے محافظ ہیں۔ اس میں کسی قسم کا غلط عمل اسلامی ملک کے لئے غیر مفید ہے۔

۳...... قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے لئے اپنے اپنے حلقہ کے ممبران صوبائی اسمبلی اور قومی اسمبلی کو توجہ دلاتے رہیں کہ وہ آئینی جدوجہد جاری رکھیں۔

ارباب اقتدار سے

آپ حضرات کو یہ عظیم وطن اور اس وطن میں اقتدار کی کرسی اور اس کی عزت سید دوعالم ﷺ کی برکات سے عطاء ہوئی ہے۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ آپ حضرات کے دل میں ہم سے زیادہ امام الانبیاء ﷺ کے ساتھ محبت ہے اور آپ کے دل محبت نبوی سے سرشار ہیں۔ اس مملکت کی ملکی حدود کا تحفظ جس طرح ضروری ہے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ ملی اور دینی حدود کا تحفظ ضروری ہے۔ اگر آپ حضرات اس دینی اور ملی مسئلہ کو آئینی شکل سے حل کر دیں گے تو اس کے لئے آپ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطاء فرماوے گا۔ آخر بہائی مذہب ایران میں پیدا ہوا اور ایرانی لوگوں کو شکار کیا۔ مگر ایران ہی میں اس مذہب کو خلاف قانون قرار دیا۔ ایران میں جب کہ بہائیوں کی تعداد سات لاکھ تھی اس فرقہ کو ختم کر دیا گیا۔

بحوالہ (تعمیر راولپنڈی ۱۹؍مئی ۱۹۵۵ء، رائٹر) ایران کے وزیر داخلہ اسد اللہ نے ایرانی پارلیمنٹ میں یہ کہا کہ حکومت بہائی فرقہ کو ختم کرنے کا فیصلہ کر چکی ہے۔ آپ حضرات اگر مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیں گے تو تمام امت محمدیہ پر آپ کا احسان ہوگا۔ واللہ الموفق!

جب آپ کے نزدیک اقلیت کے حقوق کا تحفظ ضروری ہے تو اس اکثریت کے جائز حقوق کا بھی تحفظ فرمائیے جن کے ووٹوں سے آپ کو اقتدار ملا۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں
مرزا غلام احمد قادیانی کا
قرآن عزیز میں
ردوبدل کا نمونہ
(حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی رح)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم!

الحمدللّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ!

آج سے تقریباً پون صدی پہلے مرزاغلام احمد قادیانی نے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا۔ مگراس بیباکی سے بڑھ کر یہ بیباکی کی کہ قرآن مجید کی ان آیات کو جو سید دوعالمﷺ کی نبوت اور رسالت کے لئے خداوند قدوس نے نازل فرمائیں۔ ان کو اپنے کرم خاکی پر منطبق کرنے کا دعویٰ کیا۔ جیسا کہ سورۃ الفتح کی آیت نمبر ۲۸ (جس میں سید دوعالمﷺ کی رسالت کاملہ کوارشاد فرمایا ہے) کے متعلق مرزاقادیانی نے کہا ’’اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن وحدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے۔‘‘ (اعجاز احمدی ص۷، خزائن ج۱۹ص۱۱۳)

اسی طرح اس بے ادب اور گستاخ نے نہایت دیدہ دلیری کے ساتھ قرآن کریم کی آیات میں تحریف کر کے اپنا الہام قرار دیا۔ جس سے قرآن کریم کی آیات کا تحفظ خطرہ میں پڑ جانے کا امکان تھا۔ علماء حق نے پوری توجہ اور محنت کے ساتھ مسلمانوں کو اس فتنے سے باخبر رکھا۔ اسی سلسلے میں جناب محمد شفیع صاحب میر پوری کا ایک مضمون اخبارات میں شائع ہوا جسے انجمن اشاعت القرآن والحدیث کیمبل پور کی طرف سے رسالہ کی شکل میں شائع کیا جارہا ہے۔ دعاء ہے کہ خداوند قدوس مسلمانوں کو اس فتنے کے سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے اور اپنے فضل وکرم سے اس فتنے کے خطرناک نتائج سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین! محمد زاہد الحسینی ۵؍دسمبر ۱۹۷۳ء

بعض کتب میں آیات قرآنی کی تحریف

(محمد شفیع جوش میر پوری لاہور)

گذشتہ کچھ عرصہ سے اخبارات میں اس قسم کی اطلاعات شائع ہوتی رہی ہیں کہ بعض لوگوں نے قرآن مجید کی آیات میں تحریف کی ہے اور قرآن مجید کے تحریف شدہ نسخے تقسیم ہوتے رہے ہیں۔ یہ مسئلہ صوبائی اسمبلی (پنجاب) میں اٹھایا گیا تھا۔ جس پر قائد ایوان نے یقین دلایا تھا

کہ اس کا جائزہ لیا جارہا ہے۔اگر الزام درست ہوا تو ایسے نسخے ضبط کر لئے جائیں گے اور اس کے ناشرین کو سزا دی جائے گی۔ہم نے اپنے ادارتی کالموں میں چند روز قبل دعوت دی تھی کہ اگر کسی شخص کی نظر سے قرآن پاک کا تحریف شدہ نسخہ گذرا ہے تو وہ اسے منظر عام پر لائے۔اس کے جواب میں ہمیں زیر نظر مضمون ملا ہے جو ہم شائع کر رہے ہیں۔ادارہ!

میرا وطن لاہور سے بہت دور، ایسی جگہ ہے جہاں قادیانیت کی بحث کبھی سننے میں نہیں آئی۔لاہور آنے کے بعد عام لوگوں کی زبانی قادیانی عقائد کا ذکر اذکار سنا تو دل نہیں مانتا تھا کہ ایسے عقائد بھی ہو سکتے ہیں۔خیال ہوتا تھا کہ ضرور یہ لوگ تعصب اور مبالغے سے کام لے رہے ہیں۔مسئلے میں میری دلچسپی بڑھی تو انصاف اسی میں نظر آیا کہ خود جناب مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریروں سے ان کے عقائد معلوم کئے جائیں۔چنانچہ پچھلے چند ماہ سے میں قادیانی کتب کا مطالعہ کر رہا ہوں کہ مجھے شبہ گزرا کہ کچھ آیات قرانی جو ان میں نقل کی گئی ہیں صحیح نقل نہیں کی گئیں۔ قرآن شریف میں سے یہی آیات نکال کر دونوں کا مقابلہ کیا گیا، تو دیکھا کہ کتابوں میں منقول آیات واقعی چھپی ہیں۔ پہلے تو یہی خیال رہا کہ یہ محض سہو کتابت ہے جو کتابوں کے دوسرے ایڈیشنوں میں درست کر دیا گیا ہوگا۔لیکن جب دوسری جگہوں پر بھی انہی غلطیوں کا تکرار دیکھا تو میرے شبہات گہرے ہو گئے۔ بالخصوص جب شرکت اسلامیہ ربوہ کی ۱۹۵۷ء کی شائع شدہ کتابوں میں (بسلسلہ روحانی خزائن) یہ پڑھا کہ مرزا قادیانی کی کتابوں کے نئے ایڈیشنوں میں کتابت وغیرہ کی تمام سہو برقرار رکھے گئے ہیں۔الا قرآن وحدیث کے منقولہ ٹکڑوں کے جنہیں اب درست کر دیا گیا ہے تو یقین ہو گیا کہ قرآن شریف کی منقولہ آیات میں جو اغلاط مجھے نظر آئی تھیں وہ سہو کاتب تو نہ تھیں بلکہ قادیانی جماعت کے سربراہ انہیں گویا اسی طرح (محرفہ) ہی قرآن سمجھتے تھے۔جیسا کہ خود نقل کرتے تھے۔فیاللعجب۔قرآن حکیم کے صحیح نسخہ کے سوا دیگر ہر طرح کی منقول آیات کی اشاعت پر پابندی ہونی چاہئے۔مگر مرزا قادیانی انہی آیات کو قرآن شریف کی تصحیح جانتے اور مانتے ہیں اور انہیں ویسے کا ویسا رکھنا چاہتے ہیں۔

قارئین میں سے بعض حضرات یقیناً باخبر ہوں گے کہ مرزاغلام احمد قادیانی کے کچھ اپنے الہامات بھی عربی زبان میں ہیں۔ان الہاموں کے الفاظ اور قرآنی الفاظ میں بعض اوقات ایک قریبی مماثلت پائی جاتی ہے۔ان مذکورہ ٹکڑوں سے یہاں بحث نہیں۔کیونکہ مرزاقادیانی انہیں قرآن نہیں بلکہ اپنا الہام کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ان کا الہام ان کا اپنا ذاتی معاملہ ہے۔جس پر یہاں ردوقد نہیں ہورہی۔زیر بحث شے یہاں وہ آیات ہیں جسے قرآن پاک سے نقل کیا گیا ہے ان میں یقیناً تحریف کی گئی ہے اوراس تحریف سے میری مرادترجمے کا ادل بدل نہیں میری مراد خودقرآن پاک کے اپنے حروف والفاظ سے ہے کہ انہیں نقل کرنے میں بدل دیا گیا ہے اور متعدد بار چھپنے والے ایڈیشنوں میں انہیں درست نہیں کیا گیا۔اب ان کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

تحریف شدہ آیات کے حوالے

قرآن مجید میں	مرزاقادیانی کی کتابوں میں
الم یعلموا انه من یحادد اللّٰہ ورسوله فان له نار جهنم خالدا فیها ذالك الخزی العظیم (توبه:٦٣)	الم یعلموا انه من یحادد اللّٰہ ورسوله یدخله ناراً خالداً فیها ذالك الخزی العظیم (الجز نمبر ١٠ سورہ توبه) (حقیقت الوحی ص١٣٠)

نوٹ: مرزاقادیانی نے یدخله اپنی طرف سے داخل کیااور فان له اور جهنم کو خارج کر کے قرآن مجید کی تصحیح فرمائی۔(نعوذباللہ)

قرآن مجید میں	مرزاقادیانی کی کتابوں میں
وجاهدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللّٰہ (توبه:٤١)	ان یجاهدوا فی سبیل اللّٰہ باموالهم وانفسهم (سورہ توبه، ع٦، جنگ مقدس ص١٧٦، مرزاغلام احمد قادیانی)

مرزاقادیانی نے ان یجاهدو اپنی طرف سے داخل کیااور وجاهدوا خارج کر کے فی سبیل اللّٰہ کوآخر سے اٹھاکردرمیان میں رکھ دیا۔

وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطن فی امنیته (حج:۵۲)	اللہ جل شانہ قرآن کریم میں اشارہ فرماتا ہے: وما ارسلنا من رسول ولا نبی اذا تمنی القی الشیطان فی امنیته (ازالہ اوہام ص۶۲۹، آئینہ کمالات ص۲۳۹، مرزا غلام احمد)

مرزا غلام احمد قادیانی نے قرآن شریف کی آیت سے قبلك خارج کردیا ہے۔ کیونکہ اگر قبلك یہاں رہتا تو مرزا قادیانی کی نبوت کا ٹھکانہ نہ بنتا۔

ولقد اتینك سبعا من المثانی والقرآن العظیم (حجر:۸۷)	انا اتیناك سبعا من المثانی والقرآن العظیم (براہین احمدیہ ص۴۸۸ حاشیہ نمبر۱۱ چہار حصص)

ولقد غائب انا زائد قرآن میں ن پر زبر ہے اور کتاب میں زیر ہے۔ العظیم کے م پر قرآن مجید میں زبر ہے اور مرزا قادیانی کی کتاب میں زیر ہے۔

کل من علیها فان ویبقی وجه ربك ذوالجلال والاکرام (رحمن:۲۶،۲۷)	کل شئی فان ویبقیٰ ربك ذوالجلال والاکرام (ازالہ اوہام ص۱۳۶، طبع اوّل ۱۳۰۸ھ، باہتمام لالہ کاشی رام، کاشی رام پریس لاہور)

مرزا قادیانی نے مزید من علیها غائب کردیا اور شئیٌ زائد کردیا ہے۔

یـآیها الذین اٰمنوا ان تتقوالله یجعل لکم فرقانا ویکفر عنکم سیاتکم ویغفرلکم دوالله ذوالفضل العظیم (انفعال:۲۹)	یـایها الذین آمنو ان تتقوالله یجعل لکم فرقاناً ویجعل لکم نوراً تمشون به (آئینہ کمالات اسلام ص۹۷)

ویجعل لکم نوراً تمشون به مرزا قادیانی نے داخل کیا۔ ویغفر لکم والله ذوالفضل العظیم خارج کیا۔

وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحی الیه انه لا اله الا انا فاعبدون (الانبیاء:۲۵)	وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی ولا محدث الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیته فینسخ اللّٰه ما یلقیٰ الشیطان ثم یحکم اللّٰه آیاته (براہین احمدیہ ص۵۴۸ حاشیہ،خزائن ج۱ص۶۵۵)

اصل آیت من رسول تک تحریر کی۔آ گے اپنی طرف سے ساری عبارت لگائی اور محدث کا لفظ جو سارے قرآن مجید میں نہیں ہے داخل کر دیا۔یہ کتابیں مرزا غلام احمد قادیانی کی ان کے اپنے دور میں چھپی ہوئی خلیفہ ثانی مرزا بشیر الدین محمود کے دور کی چھپی ہوئی۔خلیفہ ثالث مرزا ناصر کے دور کی مطبوعہ میرے پاس موجود ہے جو دکھائی جاسکتی ہے۔

ہمیں خوف ہے کہ ان تحریف شدہ آیات کی موجودگی میں اغیار ہمیں طعنہ دیں گے کہ لو جی وہ تمہارے رب کا جو وعدہ ’’انا له لحفظون ‘‘ کا تھا وہ غلط ثابت ہوا۔اگر تمہارے قرآن میں اس دور میں جب کہ ذرائع نشر و اشاعت اتنے اچھے اور عام ہیں تحریف ہوسکتی ہے تو پچھلی چودہ صدیوں میں کیا کچھ نہ ہوا ہوگا۔اس لئے ہم ربوہ کے ارباب اختیار سے اپیل کریں گے کہ وہ مرزا قادیانی کی تمام نقل کردہ آیات قرآنی پر مصحفوں والی نظر ڈالیں اور ایسی تحریفات کی بھی جو ابھی تک ہماری نظر سے نہیں گذریں تصحیح کر دیں۔اگر وہ ایک مناسب عرصے کے اندر یہ نہیں کرتے یا الگ اغلاط نامے شائع کر کے ان کی کماحقہ اشاعت نہیں کرتے تو ہم حکومت پاکستان سے یہ اپیل کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ وہ قادیانی لٹریچر میں سے ان تمام کتابوں اور رسالوں کو اس وقت تک ضبط شدہ قرار دیئے رکھیں۔جب تک کہ ان کی تصحیح نہیں کر دی جاتی اور تصحیح کو باقاعدہ مشتہر نہیں کیا جاتا۔ (بشکریہ روزنامہ نوائے وقت ۲ر دسمبر ۱۹۷۳ء)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں
برأۃ امام
از
افتراء پیغام
(حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ)

انہ من سلیمان وانہ، بسم اللہ الرحمن الرحیم!

مرزا غلام احمد قادیانی کی عمر کا اکثر حصہ خداوند تعالیٰ کی شان میں گستاخی، انبیاء علیہم السلام کی تحقیر اور سید الرسل خاتم النبیین ﷺ کی شان اقدس میں بے باکی، اولیاء کرام اور علماء ملت اسلامیہ پر الزامات واقع کرنے میں گزرا۔ اگر اس نے اپنے لڑکے کو خداوند تعالیٰ کی ذات پاک سے تشبیہہ دیتے ہوئے ''کأن اللہ نزل من السماء'' کا دعویٰ کر دیا تو جناب محمد ﷺ کی شان پاک میں یہ کہلوا کر مسرت کے شادیانے بجائے۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
آگے سے بڑھ کر ہیں اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

امام حسین علیہ السلام کے متعلق یہ کہنے میں باک نہ کیا۔ ''مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے۔ کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید مل رہی ہے۔ مگر حسین پس تم دشت کربلا کو یاد کرلو۔ اب تک تم روتے ہو۔ پس سوچ لو اور میرا مقام یہ ہے کہ مرا خدا عرش پر سے میری تعریف کرتا ہے اور عزت دیتا ہے۔'' (اعجاز احمدی ص۶۹، خزائن ج۱۹ ص۱۸۱)

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کے بارے میں کہا: ''اے گولڑہ کی زمین تجھ پر لعنت ہو۔ تو ملعون کے سبب سے ملعون ہوگئی۔ پس تو قیامت کو ہلاکت میں پڑے گی۔''

(اعجاز احمدی ص۷۵، خزائن ج۱۹ ص۱۸۸)

اسی مرزا غلام احمد قادیانی کی امت نے اپنے نبی کی سنت میں امام اعظمؒ کی شان میں یہ گستاخی کی کہ جب ان سے مرزا کی قبر کے متعلق پوچھا گیا کہ سکھوں نے اس کی تذلیل وتحقیر کر دی تو اس کے جواب میں یہ کہا کہ: ''شاہ اسماعیل نے ابوحنیفہ کوفی کی قبر جو کہ بغداد میں تھی کھدوایا اور ہڈیوں کو جلا دیا اور اس جگہ ایک کتے کو گاڑا گیا۔ اس مقام پر اہل بغداد کا پاخانہ بنایا گیا۔''

(پیغام صلح مورخہ ۱۲؍نومبر ۱۹۴۷ء بحوالہ مجالس المؤمنین ص۳۸۱، اخبار الہلال ص۱۶،۲۲، مورخہ ۲۶؍نومبر ۱۹۱۳ء)

ایسی بدزبانی کے متعلق مرزا غلام احمد کا فیصلہ یہ ہے کہ: ''بدتر ہر ایک بد سے وہ ہے جو بدزبان ہے۔ جس دل میں یہ نجاست بیت الخلاء یہی ہے۔'' (درثمین ص۱۸۲ اردو)

یہ الزام اور افتراء جس طرح شرافت اور اخلاق سے دور ہے۔ اسی طرح حقیقت سے بھی

کوسوں دور ہے اور یہ افتراء پورا افتراء ہے۔اس میں ایک ذرہ بھی صداقت نہیں ہے۔ ایسے پر آشوب اور پرفتن زمانہ میں جب کہ مسلمانوں میں اتحاد اور اتفاق کی ضرورت ہے۔مرزائی آئے دن مسلمانوں میں اختلاف اور انتشار پیدا کرنے میں مصروف عمل ہیں۔ان کا ہر مضمون اور تقریباً ہر ایک تقریر، شرافت، اخلاق سے نہ صرف بعید ہوتی ہے بلکہ انتشار اور اختلاف میں جدوجہد کی جاتی ہے کہ کسی طرح امت کا شیرازہ بکھر جائے۔آپ خیال تو فرمائیں کہ جس پاکستان میں مرزائیوں کو جائے پناہ ملی۔امن ملا، یہ ابوحنیفہؒ امام اعظم کے مقلدین سے آباد ہے۔وہ مجاہدین جو آج کشمیر میں اپنے خون بہا کر پاکستان کو بچا رہے ہیں۔امام اعظم کے جانثار ہیں۔مگر ان مرزائیوں نے ان کروڑوں مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کرتے ہوئے امام ابوحنیفہؒ کی شان بابرکات میں یہ گستاخانہ الفاظ تشہیر کر دیئے۔کسی مؤرخ یا سیرت نگار نے اس واقعہ کو نقل نہ کیا۔ بلکہ خواجہ عباد اللہ امرتسری جو مرزائیوں کے ہاں بھی معتمد علیہ ہیں۔تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں کہ ۴۷۹ھ کو شاہ سلجوقی اور اس کا وزیر نظام الملک جناب امام اعظمؒ کی زیارت کو آیا تو اس وقت بھی قبر پر ایک گنبد تھا۔

۵۸۰ء میں ابن جبیر اندلسی بغداد آیا تو اس نے بھی قبہ کی تصدیق کی۔۷۳۷ھ کو ابن بطوطہ وہاں آیا۔اس نے بھی اس کی تصدیق کی۔نادر شاہ ایرانی نے جب بغداد پر حملہ کیا تو امام صاحب کے مزار پر ایک دستہ اس لئے متعین فرمایا کہ شیعہ مزار شریف کی بے ادبی نہ کریں۔ حضرت کا مقبرہ ہی بغداد شریف میں ایک ایسی عمارت میں ہے۔جو بغداد کی بنیاد سے اس وقت تک قائم ہے۔زمانہ نے شہر کی یادگاریں ایک ایک کر کے مٹا دیں۔مگر یہ روضۂ پاک اسی طرح قائم ہے۔ (تاریخ بغداد جلد دوم ص ۸۲)

یہ بہتان اکابر ملت اسلامیہ کی نظر میں نہایت ہی فساد انگیز اور شرارت افشاں واقع ہوا ہے۔

۱...... علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ بلاشبہ اس طرح کی رکیک حکایات کا بے تحقیق نقل کر دینا اشتعال انگیز ہے۔جس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ان چیزوں کی اشاعت سے عام جذبات کو بہت ٹھیس لگتی ہے اور اندیشہ ہوتا ہے کہ کوئی فساد نہ ہو جائے۔اس لئے ایسی تحریرات کی اشاعت کی روک تھام کرنی چاہئے۔ شبیر احمد عثمانی، ۱۵رمئی ۱۹۴۸ء

۲...... مولانا عبدالماجد دریابادی کا ارشاد ہے کہ خدا معلوم وہ دنیا کی کون سی عجب العجائب قسم کی کتاب ہے۔جس میں روایت بھی ایسی پوچ قسم کی درج ہے۔

(صدق ۹رجنوری ۱۹۴۸ء)

۳...... مولانا سید محمد داؤد صاحب غزنوی ایم۔ایل،اے فرماتے ہیں۔ امام

ابوحنیفہ صاحب کی قبر کے متعلق پیغام صلح کا بیان بالکل کذب وافتراء ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ (۷؍فروری ۱۹۴۸ء)

۴...... مولانا السید گل بادشاہ صاحب سجادہ نشین اکوڑہ فرماتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے متعلق اس طرح بیہودہ اور بے بنیاد باتیں شائع کرنا عقل اور تدبر سے باہر ایک متعصب اور دشمن اسلام کا کام ہے۔

اس افتراء اور بہتان کا حوالہ پیغام صلح نے دو چیزوں سے دیا ہے۔ ایک تو الہلال کا اور دوسرا مجالس المؤمنین کا دارالاشاعت شمس آباد کی طرف سے لاتعداد خطوط اخبار مذکورہ کو لکھے گئے کہ الہلال سے کون سا الہلال مراد ہے اور مجالس المؤمنین کس کی کتاب ہے۔ مگر جواب نہ آیا۔ آخر مجبوراً مورخہ ۶؍فروری ۱۹۴۸ء کو رجسٹرڈ نوٹس بھیجا گیا۔ مگر اس کا بھی تاحال جواب نہ آیا اور نہ ہی انشاءاللہ آئے گا۔ الہلال سے متبادر مولانا ابوالکلام آزاد کا الہلال ہے اور مجالس المؤمنین ایک شیعہ کی کتاب ہے۔ دارالاشاعت کی طرف سے مولانا آزاد کی توجہ اس افتراء کی طرف مبذول کرائی گئی۔ مگر مولانا نے بیزاری کا اعلان کرتے ہوئے مندرجہ ذیل جواب دیا۔

(اخبار پیغام صلح میں الہلال کا حوالہ غلط ہے، ۱۳؍فروری ۱۹۴۸ء)

مجالس المؤمنین کے متعلق عرض ہے کہ اس کتاب میں یہ عبارت موجود نہیں ہے۔ میں نے خود اس کو دیکھا۔ نیز شیعہ حضرات کے ممتاز الافاضل محمد بشیر صاحب نے بھی اس کو مطالعہ کیا۔ مگر یہ عبارت نہ ملی۔ جناب محمد بشیر صاحب نے تحریر فرمایا کہ: ''میں نے کتاب مجالس المؤمنین ص۳۸۱ بغور مطالعہ کیا۔ مگر مجھے آپ کی پیش فرمودہ عبارت نظر نہیں آئی۔ احتیاطاً میں نے ص۳۸۰،۳۸۲ بھی دیکھا۔ مگر مجھے اس عبارت کا کوئی جزو بھی نہیں ملا۔'' (محمد بشیر ۲۲؍اکتوبر ۱۹۴۸ء)

مرزائیوں کے اخبار پیغام صلح نے یہ افتراء شائع کر کے مندرجہ ذیل مذموم حرکات کا ارتکاب کیا۔

۱...... اخلاقی

قرآن پاک کی تعلیم یہ ہے کہ تم غیر مسلموں کے معبودوں کو بھی برا نہ کہو۔ مگر مرزائیوں نے جناب امام اعظمؒ کی شان میں ایک نہایت ہی بری اشاعت کا ارتکاب کر کے اپنا اخلاقی دیوالیہ نکالا۔

۲...... سیاسی

آج جب کہ مسلمانوں میں تنظیم اتحاد کی ضرورت ہے۔ مختلف فیہ مسائل اور اہم امور پر بھی اطمینان اور اخلاص سے بحث کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر مرزائیوں نے ایک ایسے نشتر کو شائع کرنا مصلحت سمجھا کہ جس سے کروڑوں مسلمانوں کے دل زخمی ہوں اور اشتعال پیدا ہو۔ وہ مخلص

اور جانثار مجاہدین جو اپنے خون سے محاذ کشمیر اور دوسری خطرناک جگہوں پر تحفظ ملک کی خاطر قربانی کررہے ہیں۔ سب کے سب امام اعظمؒ کے مقلد ہیں۔ ان پر اس کا کیا اثر پڑتا۔ اگر وہ صبر اور تحمل سے کام نہ لیتے۔ پھر مجالس المؤمنین کا حوالہ دے کر شیعہ اور سنی مسلمانوں میں افتراق اور انتشار پیدا کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔ یہ بہت ہی خطرناک چال ہے۔

۳......صحافتی

ایک اخبار کا بلا دلیل اور بلا کسی حوالہ کے ایک خطرناک مضمون کا نقل کردینا اور پھر حوالہ بھی بالکل غلط اور جھوٹا دے دینا صحافت کے لحاظ سے ایک مذموم فعل ہے اور دوسرے اخبارات کے متعلق یہ رائے قائم کرنے کا پیش خیمہ ہے کہ اخبارات غلط اور جھوٹے حوالہ جات کے ذریعہ خبریں شائع کرتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس رکیکانہ حملے کے خلاف جس طرح مسلمان اخبارات ورسائل نے صدائے احتجاج بلند کی۔ اسی طرح عیسائی رسالہ المائدہ نے بھی اس کو نقل کر کے صحافتی معیار کا حق ادا کیا ہے۔ بہرکیف پیغام صلح نے اس مضمون کو شائع کر کے مذہبی اور اخلاقی جرم کے ساتھ ساتھ صحافت پر بدنما داغ لگایا ہے۔ جس کا ازالہ ہرگز نہ ہوسکے گا۔ مسلمانوں کو عموماً اور حکومت کو خصوصاً ایسے فساد انگیز اخبارات سے باخبر رہنا چاہئے۔

امام اعظمؒ

کروڑوں انسانوں کے پیشوا ہوگزرے ہیں۔ آپ کا فقہ حنفی اکثر بلاد اسلامیہ میں نافذ اور مقبول ہے۔ خصوصاً ہندوستان پر تو جتنے مسلمان بادشاہوں نے حکومت کی وہ سب کے سب حنفی ہی تھے۔ سلاطین اسلامیہ میں سے سلطان محمود غزنوی فقہ حنفی کے زبردست عالم تھے۔ ان کی تصنیف یادگار کتاب التفرید آج بھی کتب خانوں میں موجود ہے۔ عالمگیر کی یادگار فتاویٰ عالمگیری کئی جلدوں میں موجود ہے۔ سلطان فیروز شاہ کی یادگار فتاویٰ تتارخانیہ اس امر کی دلیل ہے کہ سلاطین اسلام فقہ حنفی کے عامل تھے اور امام اعظم ہی کو اپنا امام اور مقتداء سمجھتے تھے۔ ہر زمانہ میں امام صاحب کا مزار مرجع خلائق اور عقیدت گاہ خواص وعوام رہا ہے۔ شاہ سلجوقی اور نظام الملک مزار پرانوار پر حاضری سے مشرف ہوئے۔ الپ ارسلاں نے وہاں ایک مدرسہ جاری کرایا۔ ناصر الدین قاچار شاہ ایران نیازمندانہ دربار ابی حنیفہ پر حاضر ہوا۔

امام صاحب کی مختصر سوانح حیات

اس گرامی نعمان والد صاحب کا نام ثابت ہے۔ فارسی نسل میں سے تھے۔ ۸۰ھ میں

بمقام کوفہ پیدا ہوئے۔کافی صحابہ رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اوران سے روایت کی۔اس لئے آپ کا تابعی ہونا ایک ایسا وصف ہے۔ جو دوسرے اماموں میں نہیں۔ بہت ہی زبردست عالم اور امام گزرے ہیں۔تقویٰ میں بھی آپ کی نظیر کم ملے گی۔کئی سال تک عشاء کے وضو کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی اور تیس برس تک برابر ایک رکعت میں قرآن ختم کرتے اور دن کو روزہ رکھتے تھے۔ بہت ہی زیادہ پرہیز گار تھے۔ پچپن حج کئے۔آپ کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے۔ساری عمر اشاعت دین اور تبلیغ مذہب میں گزاری۔

۱۵۰ھ میں شوال کے مہینہ میں انتقال فرمایا۔ جنازہ کی نماز میں پچاس ہزار آدمی شریک ہوئے اور بیس روز تک آپ کی قبر پر دعاء کرتے رہے۔ ۴۹۵ھ میں سلطان محمد خوارزمی نے آپ کی قبر پر ایک بہت بڑا گنبد اور اس کے قریب ایک بڑا مدرسہ جاری کیا۔ ہر زبان میں آپ کی سوانح حیات لکھی گئی ہیں۔آپ کی وفات میں متعدد اقوال ہیں۔ اکثر مورخین کی رائے یہی ہے کہ منصور خلیفہ نے آپ کو زہر دلوا کر مروا ڈالا اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے قضا کا عہدہ قبول نہ کیا۔مگر اصلی وجہ یہ ہے کہ امام اعظمؒ بہت بڑے شجاع اور حق گو تھے۔آپ نے منصور کی خلافت کو ناجائز سمجھ کر زید بن علی بن حسینؓ کی تائید فرمائی تھی۔اس لئے ابن ہبیرہ نے عہدۂ قضا کو بہانہ بنا کر آپ کو زہر دلوا دیا۔رحمة الله تعالیٰ رحمةً واسعةً!

مسلمانوں کی خدمت

مسلمانوں کی خدمت میں مؤدبانہ عرض ہے کہ آپ کم از کم اتنا تو کریں کہ حکومت سے ''تحفظ ناموس اکابر'' کے نام سے ایک ایسا قانون بنوائیں کہ جس کی رو سے کسی انسان کو یہ طاقت اور یہ اجازت نہ ہو کہ وہ جو دل میں آئے بلاتحقیق کسی معزز برگزیدہ انسان کے بارے میں کہہ ڈالے اور اس کی اشاعت سے اپنی دکان کو فروغ دے کر مسلمانوں میں انتشار اور اختلاف پیدا کرے۔علمائے کرام اور صوفیائے عظام کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ ضرور اس طرف توجہ فرمائیں۔ بلکہ اس توہین آمیز اشاعت پر صدائے احتجاج بلند کر کے حکومت کو اس طرف متوجہ فرمائیں اور دارالاشاعت جیسے واحد تبلیغی ادارہ کے ممبر کثرت سے بن کر غیروں کے حملوں کا دفاع کریں۔ یہی واحد ادارہ ہے کہ جس نے تمام غیر مسلم اقوام کے جارحانہ حملوں کے دفاع میں اپنا سب کچھ نثار کرنا اپنا شعار بنایا ہوا ہے۔اس کا تقریباً سارا لٹریچر اردو، گجراتی، انگریزی زبانوں میں مفت شائع ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ سب کا حامی و ناصر ہو۔وهو نعم الوكيل!

۶/ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ، قاضی محمد زاہد الحسینی غفرلہ

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں
ایک خطرناک
انقلاب
(حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی رح)

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

تاریخ عالم کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ ابتدائے آفرینش ہی سے خداوند تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے ہر زمانہ میں اپنے بندوں کو بھیجا۔ جن کو رسول پیغمبر رشی وغیرہ کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان پاک بندوں نے اپنے اپنے اوقات میں اپنے فرض کو ادا کرنے میں ہر طرح کی تکالیف کا سامنا کیا۔ دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں یہ مقدس لوگ تشریف نہ لائے ہوں۔ خدا کا آخری اور مکمل قانون اس بات کا شاہد ہے کہ ہر قوم اور ہر بستی میں خدا کے رسول تشریف لائے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ارشاد ہے کہ اس سرزمین ہند میں بھی بعض انبیاء علیہم السلام تشریف لائے اور ان کی قبور کا پتہ بھی اہل کشف حضرات کو ہو سکتا ہے۔ مگر ان لاتعداد انبیاء اور مبلغین حضرات کا علم آج ہم کو کس قدر ہے ان کا لایا ہوا قانون آج کہاں ہے ان کی امت ان کی قوم آج کہاں گئی؟۔ یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب نہ تو تاریخ دے سکتی ہے اور نہ ہی واقعات بتلا سکتے ہیں۔ یہ واضح حقیقت ہے کہ سرکش قوموں نے بعض کو بالکل تسلیم نہیں کیا۔ ان پر ایک فرد بھی ایمان نہیں لایا۔ بعض پر ایک یا دو ایمان لائے اور جن پر کافی تعداد ایمان لائی وہ اس نبی کے تشریف لے جانے پر قوم ہی ختم ہو گئی۔ ان کا قانون راہ عمل نیست و نابود ہو کر رہ گیا۔ اکثر کے تو نام ہی معلوم نہیں رہے۔ اسی دوران میں مصلح اعظم، نجات دہندہ کائنات، محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ کا اعلان نبوت و اظہار حکومت اس حال میں ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا پیغام سننے کے لئے ماحول کے حالات ناسازگار، ذرائع پیغام رسانی معدوم، نہ اخبارات و رسائل، نہ ریڈیو، نہ ہوائی جہاز، نہ موٹر۔ ان ناسازگار حالات میں تمام لوگوں کی طرف اللہ کا پیغام بر ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ خاص قوم، خاص ملک، خاص وقت، خاص حالات کے ماتحت نہیں جس ذات پر جس جگہ جس وقت انسانیت صادق آگئی اسی کو پیغام پہنچانے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اللہ کا مقدس اور محبوب رسول ﷺ کمر ہمت باندھ کر اٹھتا ہے اور تمام دنیا کو خطاب کرتا ہے۔ مصائب کے زبردست طوفانوں میں سر کو ہتھیلی پر رکھ کر اللہ کا پیغام پہنچاتا ہے۔ چند ہی ایام میں عرب کے ہر طبقہ کے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے ہیں۔ صرف خود مسلمان ہی نہیں ہوتے بلکہ ان کے ذہن میں یہ

بات راسخ کردی جاتی ہے کہ تمہاری زندگی کا مقصد اعظم یہی ہے کہ: ''لوگوں تک میری طرف سے احکام پہنچاؤ۔ اگرچہ ایک ہی بہتر بات کیوں نہ ہو۔''

اللہ کی لاکھ لاکھ رحمتیں ہوں ان پاک روحوں پر جنہوں نے اس پیغام کو اپنی زندگی کا معمول بنایا۔ وہ اگر تاجر بن کر دوسرے ممالک میں گئے تو بڑی تجارت کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اگر دن بھر تجارت کی تو شام کو گلیوں میں پھر کر اللہ کا پیغام پہنچایا۔ وہ اگر غریب الوطن مسافر رہے تب بھی ان کا مقصد یہی رہا۔ انہوں نے ملک کے بادشاہوں کو اللہ کا پیغام ایسی حالت میں دیا کہ ان کے مخالف ان کی جان کو تباہ کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ مگر ان کی سچی تڑپ نے بادشاہوں کو ان کا غلام بنایا۔ اسی پر بس نہیں۔ وہ سردار بھی اسی پیغام کو سنا کر کئی بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ راست پر لانے میں کامیاب ہوگئے۔ یہی وہ جذبہ تھا جس کے زیر اثر محمد رسول اللہ ﷺ نے بشیر ونذیر ہر دو صفات سے موصوف ہو کر زندگی کے ہر لمحہ کو اس پر نثار کر دیا۔ بلکہ ہر وقت خواہ آپ کسی بڑی سے بڑی عبادت میں مشغول ہوئے اپنے اصلی فرض تبلیغ کو نہ چھوڑا۔ اگر آپؐ حج بیت اللہ جیسی مقدس عبادت میں مشغول ہو کر خانہ خدا کا طواف فرما رہے تھے اور کسی انسان نے خواہ وہ عورت ہی ہو اللہ کا حکم پوچھا تو پاک نبی اس عبادت کو ملتوی کر کے اس عورت کی طرف متوجہ ہو کر اسے پیغام الٰہی پہنچانے لگا۔ اگر اتباع اسماعیل علیہ السلام میں جمرات ثلثہ کی رمی کرتے ہوئے کوئی بات پوچھی گئی۔ فوراً ادھر توجہ فرمائی۔ اگر مردوں کو پیغام پہنچانے سے فرصت ملی تو عورتوں کو رموز ایمان وحکمت بتانے میں مصروف ہوگئے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ صرف ۲۳ سال کی قلیل مدت میں ایک لاکھ کے قریب قدسی نفوس (صحابہ کرامؓ) محبوب رب العالمین ہو کر شاہان عالم بن جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ لازمی طور پر دس لاکھ مربع میل سے بھی زیادہ رقبہ زیر اقتدار آجاتا ہے۔ گویا جہاں روزانہ دو سو ستر میل ملک فتح ہوا وہاں بارہ آدمی روزانہ اسلام جیسی نعمت سے مشرف ہو کر دوسروں کو مسلمان بنانا اپنا فرض یقین کر لیتے ہیں۔ نائبان رسول اعظم ﷺ کی جدوجہد نے یہ کر دکھایا کہ عرب کے سوا، افریقہ، اندلس، ترکی، افغانستان، ایران، ہندوستان، بلکہ جاوا، ساٹرا، چین تک اسلامی ندا جا پہنچی اور اللہ اکبر کی حقیقی صدا سے بحر وبر گونج پڑے۔ اس زمانہ کے حالات سفر کا اندازہ لگا کر

انصاف سے فرمادیں کہ یہ کارنامہ اعجاز سے کم ہے یا مجسم اعجاز ہے؟۔ان پاک نفوس کی جدوجہد نے سلطانوں کو بھی ولایت کے مرتبہ عالی پر فائز فرمادیا تھا۔ یہ دلیل کافی نہیں کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد ہندوستان کا تاجدار اس مرتبہ ولایت وعظمت پر جلوہ افروز ہوجاتا ہے کہ جب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا وصال ہوتا ہے اور ان کی حسب وصیت اعلان کیا جاتا ہے کہ: ''نماز جنازہ وہ پڑھائے جس کی کبھی عصر کی سنتیں اور تکبیر اولیٰ فوت نہ ہوئی ہو۔''

آپ مشکل سے یقین کریں گے کہ اس کی نماز جنازہ حسب وصیت پڑھانے والا نہ کوئی مولوی ہے، نہ متقی ہے، نہ پیر ہے، نہ سید ہے، جس نے نماز جنازہ پڑھائی وہ ہندوستان کی وسیع سلطنت کا فرمانروا سلطان شمس الدین التمش ہے۔

خلاصہ یہ کہ محمدؐ کے جان نثار غلاموں نے بڑے سے بڑے مرکز اقوام وادیان میں بھی جاکر نبی کا نام اور خدا کا کلمہ بلند کیا۔ غیروں نے نہایت ہی حسرت اور افسوس سے اس امر کا اظہار کیا کہ: ''یروشلم میں جو مسیح کا مولد ہے۔ دن میں پانچ دفعہ محمدؐ کے نام کی منادی کی جاتی ہے۔ مگر مکہ میں جو محمدؐ کا مولد ہے آج تک مسیح علیہ السلام کے نام کی منادی نہ ہوسکی۔''

اتنے عروج کے بعد ایک دم انقلاب آیا اور حالت یہ ہوگئی کہ ان کی تعلیمات کے بقول: ''وہ مسیحی قوم جس نے اپنے پیغمبر کو صلیب پر اکیلا چھوڑ دیا اور جو تنیس زبانی طور جان نثاری کا دعویٰ کرنے والے تھے ان میں سے ایک بھی نہ رہا۔ مگر جب انہوں نے مسلمانوں کا یہ نعرہ سنا کہ ہر مسلمان مبلغ ہے۔ فوراً اس نعرہ کو اپنا لیا اور یہ کہنے لگے کہ ہر مسیحی مبلغ ہے۔ یہ مسیحی قوم اپنے راہنما کے حکم کے باوجود کہ غیر قوتوں کی طرف نہ جانا (متی ۱۰/۵) بحر وبر میں پھیل گئے اور جہاں انسان کا وجود ممکن تھا وہاں پہنچ گئے۔ کیا یہ امر قابل ستائش نہیں کہ یروشلم سے ہزاروں میل دور غیر مہذب وغیر متمدن جزیرہ نیوگنی میں ۱۷۹۱ء میں مشن قائم کردیا۔ ۱۸۷۱ء میں جب وہاں کا مسیحی سیاح لندن بائبل سوسائٹی کو مایوسی کی حالت میں یہ رپورٹ بھیجتا ہے کہ: ''یہاں تو بس مگر مچھ، سانپ، کنکھجورے ہیں اور جو انسان ہیں وہ بھی ایسے ظالم خونخوار کہ ان کے درمیان قدم رکھنے کا بھی خیال نہ کیجئے۔''

لندن سے جواب ملتا ہے۔اتنی اطلاع کافی ہے۔بس انسان جہاں کہیں آباد ہیں مشنری کا وہاں پہنچنا ضروری ہے۔

یہی جذبہ تبلیغ جب ۱۸۸۶ء میں طامس کوریا میں صرف اس لئے قتل کراتا ہے کہ وہ انجیل کا مبلغ ہے۔اسی کوریا میں ۱۹۳۴ء میں سترہ آدمی روزانہ کے حساب سے تین لاکھ افراد کو عیسائی ۳۷۹ گرجا گھر تعمیر کرادیتا ہے۔آج ہندوستان میں ان مسیحیوں کی تعداد ۷۵ لاکھ ہے جو ہندوستانی ہیں۔۱۹۰۴ء سے ۱۹۳۰ء تک برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی کا مختصر سا تبلیغی کام یہ رہا کہ ۶۵۵ زبانوں میں انجیل کے تراجم شائع کئے گئے۔ ہندوستانی ایک سو بارہ زبانوں میں انجیل کو شائع کیا اور اندھوں کی تعلیم کے لئے چالیس زبانوں میں ابھرے ہوئے حروف کی انجیل شائع کی۔لندنی مشن نے ۱۸۹۵ء سے لے کر اب تک اٹھارہ سو مشنریوں نے چین، افریقہ، ہند، مڈغاسکر، پاپوا اور جنوبی سمندروں میں بشارت کا کام کیا جس پر ایک کروڑ تیس لاکھ پونڈ خرچ کئے۔ اسی جذبے کو لے کر ہر ایک مسیحی کہتا ہے۔

سارے جہاں کا مالک ہے ابن رب ہمارا
سارا عجم ہمارا سارا عرب ہمارا

یہ جذبہ صرف مردوں تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ عورتوں کا کام مردوں سے بھی زیادہ ہے۔اسی ہندوستان میں عیسائی عورتوں کی تبلیغی یونین ۱۹۲۸ء میں ایک کرایہ کے مکان میں منعقد ہوئی۔مگر صرف چھ سال میں ۱۹۳۴ء میں اسی یونین کا سالانہ اجلاس دہلی میں چالیس ہزار کی رقم سے تیار کردہ بلڈنگ میں زیر صدارت لیڈی ویلنگڈن منعقد ہوئی جس میں امریکہ، انگلینڈ، آسٹریلیا کی نمائندہ عورتوں نے شرکت کی۔

ذرا کلیجہ تھام کر سنئے۔ یہ نزلہ سارے کا سارا کس پر گر رہا ہے کس کا شکار کیا جا رہا ہے۔ اس سوال کا جواب عیسائیوں کے ترجمان اخوت، المائدہ وغیرہما کی زبانی سن لیں:

۱...... مراقش قلعہ اسلام ۱۸۸۳ء میں شمالی افریقہ میں مشن قائم ہوئی اور اب ہر دو مراقش اور الجیریا کے شمالی علاقوں میں تبلیغی مقامات کی ایک لمبی زنجیر بن گئی۔ ان تمام جگہوں میں تعلیمی اور طبی خدمات کے ساتھ ساتھ بشارت انجیل بھی باقاعدہ ہوتی ہے۔

۲...... عرب بسرعت تمام بدل رہا ہے۔

۳...... عرب میں مسیحی کلیسا معرض وجود میں آ رہی ہے۔ بحرٔین میں ایک انتظامیہ کلیسائی جماعت منظّم کی جائے گی۔

۴...... مسقط مرکز تبلیغ ہے۔

۵...... آرام گاہ ابوایوب انصاریؓ (ترکی) کے مسیحی امیدیں یہ ہیں۔

اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کمال پاشا کی موت کے ساتھ ترکی حکومت کی سابقہ پالیسی میں فرق آ گیا ہے اور اب از سر نو اسلام کی ترقی و بہبود پر زور دیا جانے لگا ہے۔

۶...... چین میں ایک کروڑ مسلمانوں کو مسیحی بنانے کے لئے مشن جاری ہو رہا ہے۔

۷...... سویڈن میں چینی لوگوں کے لئے ایک لاکھ کی تعداد میں بائیبل چینی زبان میں شائع ہو رہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں ساٹھ کروڑ روپیہ عیسائی بنانے میں خرچ کیا جاتا ہے۔

مشہور مسیحی مبلغ پادری زویمر کہتا ہے: ''مراکش اسلام کے زوال کا نمونہ بن چکا ہے۔ ایران میں اسلام کا شیرازہ بکھر رہا ہے۔ عرب میں اسلام جمود کی حالت میں ہے۔ چین میں اسلام کس مپرسی کی حالت میں ہے۔ جاوا میں اسلام مسیحیت سے بدل رہا ہے۔ ہندوستان میں ہم کو اسلام مسیحیت کی دعوت دے رہا ہے۔ افریقہ اسلام کو ایک خطرے کی شکل میں پیش کر رہا ہے۔ ممالک اسلامیہ کی گوناگوں کیفیتیں گویا فرداً فرداً عیسائیت سے اپیل کر رہی ہیں کہ دنیائے اسلام کی سب سے بڑی ضرورت یسوع مسیح ہے۔''

آپ مشکل سے یقین کریں گے مگر پادری برکت اللہ کا بیان ہے کہ: ''اس احاطہ کے اندر ایک پرانی قبر تھی۔ جس پر ایک بڑا گنبد تھا۔ اس قبر کے چوگرد آٹھ محراب دار کمرے تھے۔ یہ

محرابیں بند کردی گئیں اوران میں خشت اور کھڑکیاں وغیرہ لگادی گئیں اوران کمروں میں لاہور پادری فورمین نے ۱۸۴۹ء میں رہائش اختیار کی۔''

پادری فرنچ صاحب ۱۸۷۸ء میں لاہور میں ایک گرجا گھر کے تعمیر کی تحریک کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''بڑے شرم کی بات ہے کہ لاہور میں صرف دو ہی گرجا گھر ہوں اور وہ بھی مسلمانوں کے مقبرے ہوں جوانگریزوں کی عبادت کے واسطے درست کئے گئے ہوں۔'' (صلیب کے علمبردار)

ایک شبہ کا ازالہ

آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہرقوم ومذہب کے نمائندوں کوحق ہے کہ وہ اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ کریں۔اس میں عیسائیوں کا کونسا قصور ہے اوران کا رویہ تبلیغ کیوں قابل گرفت؟۔

میں ضروراس کا قائل ہوں کہ ہرایک مذہب کواس کی اشاعت کا موقع دیا جائے۔یہ اسلام کی وسعت نظر تھی کہ زمانہ رسول اللہ ﷺ سے لے کر اسلامی عروج کے آخری دور تک عیسائیت کو فروغ رہا۔ اگر آپ غور سے واقعات کا اندازہ لگائیں گے تو یقین کرلیں گے کہ ہندوستان جیسے بے نظیر ملک پر عیسائیوں کی حکومت مسلمانوں کی اخلاقی وسعت کا ثمرہ ہے۔ بہرکیف عیسائی قوم اپنے مذہب کی اشاعت نہیں کرتی۔ بلکہ وہ اس کے درپردہ رہ کر خوددارقوم کوفنا کرکے اپنی سلطنت قائم کرنا چاہتی ہے۔جس سے اس کی منڈیاں اور کارخانے قائم ہوکر سرمایہ داری زوروں پر ہو۔

سرولیم جانس ہیک نے ۱۹۲۵ء میں پارلیمنٹ کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا: ''ہمارے مسیحی مشنری اپنے جلسوں میں کہا کرتے ہیں کہ ہم نے ہندوستان اس لئے فتح کیا ہے کہ ہندوستانیوں کے مرتبہ میں ترقی ہو۔ یہ دعویٰ محض دھوکہ کی ٹٹی ہے۔ہم نے ہندوستان اس لئے فتح کیا ہے کہ برطانیہ کے مال واسباب کے فروخت کے لئے ایک منڈی ہاتھ آئے۔''

بلکہ پادری صاحبان جہاں تشریف لے گئے۔ اخلاق، عادات کو بگاڑ کر قوموں کو تباہ کردیا۔ چنانچہ سرآربتھ ناٹ لین کا بیان ہے کہ: ''کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ جس کسی دیسی قوم پر

پہلے ہمارے بحری تاجروں اور ہمارے پادریوں کا سایہ پڑا ہے۔اس میں کسی قوم کو ہم نے خفیف ترین مادی فائدہ بھی پہنچایا ہے۔ہمارے بحری تاجروں نے تو وہاں پہنچ کر شراب خوری اور بیماریوں کی افراط پہنچادی۔پادریوں نے پہنچ کر ان عادات کو ایسا بدل دیا اور ان کو ایسی اخلاقی تعلیم دی ہے جس کا انجام ہمیشہ ان کی تباہی اور بربادی پر ہوا ہے۔" (مسلمانوں کے تنزل سے نقصان ص ۱۷۵)

جے ای کلیز میکفارلین نے اپنی کتاب دی کیس فار پولی گالی میں تصریح کی ہے کہ:

"ہمارا کلیسا ایک راہنما محافظ کی بجائے ایک ڈکٹیٹر رہا ہے۔ایک طرف یہ محبت کا پیغام دیتا ہے جس سے شہید اور ولی پیدا ہوں۔دوسری طرف تلوار چلاتا ہے۔انسانی روح کو غلام بنانے کے لئے اس نے وحشیانہ جنگ کی ترغیب دی ہے اور ایسی لڑائیاں لڑی ہیں۔مختلف العقیدہ لوگوں پر خونی مظالم کئے ہیں۔ارتداد کے بہانے انسانوں کو جلایا ہے اور انسانی غلامی کو دور کرنے کی شدید مخالفت کی ہے۔" (کتاب مذکور ص ٦٦، برہان جولائی ۱۹۴۵ء)

ان مختصر حوالہ جات پر غور کرنے سے معلوم ہو گیا کہ عیسائی لوگ جو تبلیغ کرتے ہیں اس میں وہ ہرگز اس مذہب کی اشاعت نہیں کرتے بلکہ ان کا مقصد وحید اپنی ملکی منڈیوں کو فروغ دینا اور پھر اپنی قومی سلطنت کا قیام کرنا ہے۔ہندوستان ہی کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہو گا کہ ہندوستان کی باگ دوڑ سنبھالنے میں پادریوں کا کافی حصہ رہا ہے اور اس تمام نزلہ کا شکار مسلمان قوم ہی ہوئی۔مسلمانوں کے مذہب کو صاف کرنے کی سعی کی گئی۔مگر اس کا علاج کیا ہے۔اس کا علاج صرف یہی ہے کہ ہر ایک مسلمان مبلغ بن جائے۔وہ جس رنگ میں ہو جس ڈیوٹی پر ہو جس پوزیشن میں ہو اسے مبلغ بننا ضروری ہے۔وہ پہلے مبلغ ہو اور پھر جو کچھ چاہے بنے۔

آج مسلمانوں میں اسی جذبہ تبلیغ کے فقدان سے سب بربادی اور تباہی ہو رہی ہے۔ مگر مسلمان خواب غفلت میں مدہوش ہے اور اسے احساس تک نہیں کہ کیا ہو رہا ہے اور اس کا انتظام کیا جانا ضروری ہے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

ایک زبردست مغالطہ

ادھر مسلمانوں کی تباہی کا یہ عالم ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک عجیب چال سے مسلمانوں کو زیادہ مدہوش کر کے ان کی رہی سہی بیداری کو بھی فنا کر دیا۔ اگر کبھی اللہ کی مہربانی سے کسی جماعت یا فرد نے جذبہ تبلیغ کا اظہار بھی کیا تو یہ واحد ٹھیکیدار تبلیغی مشن کا نام لے کر سامنے آ گئے اور سیدھے سادھے مسلمانوں کو یہ کہہ کر قابو کر لیا کہ یورپ میں تبلیغ ہم نے کی۔ یہاں ہم کر رہے ہیں۔ کسر صلیب، عیسائیت کی شکست مسیح موعود کا نام ہے۔ جو ہم نے ادا کر دیا۔ مگر یہ زبردست مغالطہ ہے جس سے مسلمانوں کو اور بھی غفلت میں ڈالا جاتا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے متبع دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو وہ جو اسے نبی مانتے ہیں۔ ان کو تو آج تک کوئی معتد بہ تبلیغی کام میں کامیابی ظاہر طور پر نہیں۔ اس جماعت کا کام ہے محض سرکار برطانیہ کی خوشنودی۔ چنانچہ مولوی محمد علی امیر انجمن احمدیہ کا بیان ہے کہ: ''لیکن جماعت قادیان کی توجہ اور کاموں کی طرف لگ گئی۔ اس لئے باوجود اس اعلان کے کہ ہم ایک ماہ میں ایک پارہ نکالا کریں گے۔ بیس سال تک بھی ایک انگریزی ترجمہ پورا نہ ہوا۔ یہ کیوں۔ اس لئے کہ جماعت کی توجہ اس طرف نہ رہی اور جماعت کو اس سیاسی شغل میں لگا دیا گیا کہ کانگریس کی مخالفت کر کے گورنمنٹ میں ہر دلعزیزی حاصل کی جائے اور یہ اعتراف سال گزشتہ میاں محمود احمد کر چکے ہیں کہ انہوں نے لاکھوں روپے کانگریس کی مخالفت میں صرف کئے۔'' (پیغام صلح ۱۰ ذی الحجہ ۱۹۵۵ء)

دوسری جماعت جو مرزا قادیانی کو مجدد مانتی ہے ان کا پروپیگنڈہ حد سے زیادہ ہے کہ یورپ میں تبلیغ کے وہی واحد ٹھیکیدار ہیں۔ دیگر ممالک میں اسلام ان ہی کی بدولت پھیلا مگر واقعات اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ ایک جرمن نومسلم مصطفیٰ صاحب کا خط برلن سے آیا تھا جو ۱۹۳۶ء کے اخبارات میں چھپا تھا۔ اس میں انہوں نے اس امر کو مدلل ثابت کیا ہے کہ صرف دستاویز پر دستخط کرا لئے جاتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ وہ دستخط کنندہ اپنے سابق مذہب سے علیحدہ ہو۔ موصوف نے کافی امثلہ سے واضح کیا تھا کہ برلن اور اسی طرح اور ممالک میں تبلیغ کی نوعیت کیا ہے اور اس کا مقصد حصول زر ہے۔ اسی طرح مبلغ یورپ علامہ خالد شیلڈرک نے اپنے ایک مبسوط و مدلل مضمون میں اس راز کو فاش فرمایا ہے۔ یہ بالکل غلط بات ہے کہ دیگر ممالک میں اسلام قادیانیوں نے پھیلایا۔ اسلامی اشاعت کا حال جاننے والے سمجھ سکتے ہیں کہ ممالک دیگر میں اسلام جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے زمانہ ہی میں پہنچ چکا تھا۔ سینہ یورپ قسطنطنیہ میں ابوایوب انصاریؓ کی آخری آرام

گاہ اس امر کا واضح اور بین دلیل ہے کہ یورپ میں اسلام اسی وقت پھیل چکا تھا۔آسٹریا، بوسینیا، ہرزیگوینا میں مسلمان کافی تعداد میں موجود ہیں اوران اطراف کے جملہ مسلمان حنفی المذہب اور عقاید اہل سنت والجماعت ہیں۔روس، سائبیریا وغیرہ میں پانچ کروڑ حنفی مسلمان، البانیہ، بلغاریہ، یونان پانچ کروڑ احناف اور طرابلس، ٹیونس، جنوبی افریقہ میں حنفی مسلمان ہیں۔علیٰ ہذا، چین میں پانچ کروڑ سے زیادہ حنفی مسلمان ہیں۔ (تانیب الخطیب علامہ زاہد کوثری ص۱۴)

ان ممالک میں ۱۹۳۲ء تک حاجیوں کی تعداد تقریباً تین سو تک پہنچ چکی تھی۔یہی نہیں بلکہ ممالک غیر کے مذہبی پیشواؤں نے پوری پوری حملہ آور طاقتوں کا مقابلہ کیا۔الجزائر میں ایک درویش عالم امیر سید عبدالقادر ۱۸۰۸ء، ۱۸۸۳ء گزرے ہیں۔انہوں نے چودہ سال تک فرانسیسی مظالم کو اپنی قوت اور طاقت سے روکے رکھا۔طاغستان میں مشائخ نقشبندیہ روس کے مقابلہ میں میدان میں آئے۔ان کا قائد غازی محمد شہید ہوا۔ان کے جانشین ۳۵ برس تک روسیون سے مقابلہ جاری رکھا۔(حاضر العالم اسلامی)

اسی ہندوستان میں دس کروڑ مسلمان خواجہ اجمیریؒ اور مجدد الف ثانیؒ کی تبلیغی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔مگر کیا کسی نے اپنے نام کی جماعت بنا کر اسلام کے نام پر دنیاوی وجاہت اور زر چندہ حاصل کیا۔اس وقت بھی مشائخ اسلام کی کوششوں سے ہزاروں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں۔خواجہ غلام حسن کروڑوی قدس سرہ نے تقریباً پانصد سکھوں کو مسلمان کیا جن میں سے اکثر عالم فاضل صوفی۔سیالکوٹ کے ایک صاحب علم گرنتھ صاحب کا ترجمہ کر رہے ہیں۔کئی رسائل لکھ کر کافی تعداد میں سکھوں کو مسلمان کیا۔

علیٰ ہذا القیاس احمدیوں کا یہ امتیازی دعویٰ ہے کہ انہوں نے انگریزی اور دوسری چند زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ شائع کر دیا۔اس لئے ان کے مجدد کو ماننا ضروری ہے۔مگر یہ بات بھی حقیقت سے دور ہے۔احمدیوں سے پہلے بھی کئی زبانوں میں قرآن شریف کے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ذیل میں ان کی مختصر فہرست درج ہے:

زبان	تعداد تراجم	زبان	تعداد تراجم
انگریزی	۱۷	چینی	۴
جرمنی	۱۳	فارسی	۶

اٹلی	۸	بنگالی	۵
فرنچ	۷	گجراتی	۴
اسپین	۶	پنجابی	۴
ہالینڈ	۵	ہندی	۲

(برہان ماہ فروری ۱۹۴۰ء)

مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ عیسائیت کو اسلام کی طرف لانے کے لئے مبعوث ہوا۔ اس نے کہا ہے کہ۔

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی وادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

مگر واقعات اس کی تکذیب کر رہے ہیں۔ اس نور کا لازمی نتیجہ تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ اسلام کی زیادہ ترقی ہوتی اور عیسائی کافی تعداد میں مسلمان ہوتے۔ مگر یہاں معاملہ برعکس ہے۔
پیغام صلح ۶ مارچ ۱۹۲۸ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ: "عیسائیت دن بدن ترقی کر رہی ہے۔"
خود گرداسپور کی عیسائی آبادی کی رپورٹ ملاحظہ کر کے معلوم کر لیں کہ عیسائیت کو فروغ ہوا یا شکست:

۱۸۹۱ء	۲۴۰۰
۱۹۰۱ء	۴۴۷۱
۱۹۱۱ء	۲۳۳۵۶
۱۹۲۱ء	۳۲۸۳۲
۱۹۳۱ء	۴۳۲۴۳

(محمدیہ پاکٹ بک ص ۵۳۴)

اس وقت صوبہ پنجاب میں پانچ لاکھ سے زائد عیسائی ہیں۔ (المائدہ)

مرزا غلام احمد کی حقیقت

یہ جماعت جس مشن کی تعلیم دے رہی ہے جس کی اشاعت کر رہی ہے وہ دراصل

اسلامی تعلق کی بنا پر ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ خود ایک مستقل دین اور مذہب کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ سادہ لوح مسلمان یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ اشتراک کلمہ کی وجہ سے وہ اور ہم ایک ہیں۔ مرزائی لا الہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ کی تبلیغ کرتے ہیں۔ مگر اس کا اجمالی اور خلاصہ جواب یہ ہے کہ:

اس کلمہ میں محمدؐ صاحب سے مراد جناب رسول اللہ ﷺ نہیں ہیں۔ بلکہ مرزا قادیانی نے اپنا نام محمد بھی رکھا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ ؎

منم محمد واحمد کہ مجتبیٰ باشد

اس مصرعہ کی تشریح ان قادیانیوں کی زبانی سن لیں۔ مرزا قادیانی خود کہتا ہے کہ:

’’محمد رسول اللّٰہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔‘‘

’’محمد اور احمد سے مسمیٰ ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں۔‘‘

’’اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ، خزائن ج۱۸ ص۲۰۷، ازالہ ص۳)

یہی وجہ ہے کہ مرزائی قوم مسلمانوں کا شکار کر رہی ہے۔ اگر اس کی تبلیغ اسلامی تھی تو مسلمانوں کو قادیانی کرنے کا کیا مطلب تھا۔ ۱۹۴۵ء میں قادیانی ہونے والوں کی تعداد کا موازنہ کر کے فیصلہ کر لیں کہ کون سی قوم کو شکار کیا گیا۔

مسلمان ۲۶۹۰ عیسائی ۱۸ (الفضل ۱۷ جنوری ۱۹۲۶ء)

اب تو واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ مسلمانوں کو دیگر اقوام خصوصاً عیسائیت کے شکار سے محفوظ کرنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان اپنے نبی کے ارشاد کی تعمیل کریں اور ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر اس بات پر عمل کریں کہ ہر مسلمان مبلغ بن جائے۔

محمد زاہد

۳۰ رمضان شریف ۱۳۶۵ھ...... ۱۲۷ اگست ۱۹۴۶ء

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کر رہ گئے
صاحب کو اپنے حسن پہ کتنا غرور تھا
محاسبہ
یعنی
عدالت تحقیقات فسادات پنجاب (۱۹۵۳ء)
کی رپورٹ پر ایک جامع اور بلیغ تبصرہ
(مولانا مرتضیٰ احمد خان میکشؒ درانی)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم!

پیش لفظ

عدالت تحقیقات فسادات ۱۹۵۳ء کی رپورٹ جو مسٹر چیف جسٹس محمد منیر سابق چیف جسٹس ہائیکورٹ پنجاب حال چیف جسٹس فیڈرل کورٹ پاکستان اور مسٹر جسٹس محمد رستم کیانی جج ہائیکورٹ پنجاب نے دس ماہ کی لگاتار محنت شاقہ کے بعد تیار کی ہے۔ بہت ہی قیمتی اور غور طلب مندرجات کی حامل ہے۔ اس رپورٹ میں پاکستانی معاشرے کے متعدد اہم عناصر کے انداز فکر وطرز عمل کے نقائص پر تحقیقات کی تیز روشنی ڈالی گئی ہے۔ پاکستان کے ارباب دانش وبینش اگر چاہیں تو اس رپورٹ کے مندرجات کی روشنی میں اپنے ہاں کی کیفیات کا جائزہ لے کر ان نقائص کی اصلاح اور ان مسائل کے حل کی تدابیر سوچ سکتے ہیں۔ جن کی نشاندہی فاضل جج صاحبان نے مکمل اور ہمہ گیر تحقیقات کے بعد کر دی ہے۔

یہ مجمل سا تبصرہ اس خیال سے سپرد قلم کیا گیا ہے کہ عامتہ الناس کو بالعموم اور ملک کے ارباب فہم وفکر کو بالخصوص ان اہم کوائف ومسائل کی طرف توجہ دلائی جائے۔ جن کا ذکر فاضل جج صاحبان نے اس رپورٹ میں نہایت ہی فاضلانہ انداز سے کیا ہے۔ رپورٹ کے مندرجات کے متعلق پڑھے لکھے لوگوں میں بھی فکر وذہن کا بہت کچھ الجھاؤ نظر آرہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بہت کم لوگوں نے اس رپورٹ کو اس توجہ کے ساتھ پڑھا جس کی وہ مستحق تھی۔ اس تبصرہ یا تعبیہ کو ضبط تحریر میں لانے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اس ذہنی الجھاؤ کو دور کرنے کی سعی کی جائے جو رپورٹ کے متعلق عامتہ الناس میں ترقی پذیر ہے۔ فقط!

۲۱؍اگست ۱۹۵۴ء، مرتضٰی احمد خان میکش

عدالت تحقیقات فسادات پنجاب (۱۹۵۳ء) کی رپورٹ پر تبصرہ

ایک ضخیم اور متنوع دستاویز

عدالت تحقیقات فسادات پنجاب (۱۹۵۳ء) کی رپورٹ جو ایک ضخیم کتاب کی شکل میں شائع ہوئی ہے۔ اس ہاتھی کی مانند ہے جس کے مختلف اعضاء کو چھ اندھوں نے اپنے ہاتھوں سے ٹٹولا اور اپنی حس لامسہ کی مدد سے ہاتھی کے متعلق ہر ایک نے اپنا جدا جدا مخصوص تصور قائم کر لیا۔ ایک نے کہا، ہاتھی ایسا تھا جیسے عمارت کا ستون، دوسرا بولا ایک بہت بڑا چھاج، تیسرے

نے کہا موٹا سا اژدھا، چوتھے نے کہا کہ ہاتھ بھر کی موٹی رسی، پانچویں نے کہا ناہموار سا چبوترہ، چھٹے نے ارشاد فرمایا وہ تو ایک دیوار سی تھی اور بس۔ اس رپورٹ نے بعینہ اسی قسم کی کیفیت عامتہ الناس میں پیدا کر رکھی ہے اور ہر شخص اپنی سمجھ کے مطابق اس کے متعلق اپنا خیال اور تصور قائم کر چکا ہے یا کر رہا ہے۔

عدالت تحقیقات محض فسادات کی ذمہ داری کا سراغ لگانے اور فسادات کے سلسلے میں حکومت پنجاب کے اختیار کردہ ذرائع کا مکتفی یا نا مکتفی ہونا معلوم کرنے کے لئے معرض وجود میں لائی گئی تھی۔ لیکن اس کا دائرہ کار بتدریج وسیع تر ہوتا چلا گیا اور اس عدالت نے فسادات کے اسباب وعلل کی کنہ تک پہنچنے کی کوشش میں ایسے علمی اور عملی کوائف کا جائزہ بھی لینا چاہا جو اس عدالت کے بجائے اگر کسی علمی بحث ومناظرہ کی مجلس میں پیش کئے جاتے تو مفید تر نتائج حاصل کئے جاسکتے تھے۔

عدالت کن نتائج پر پہنچی

حکومت کی کوتاہی

اہم امور تنقیح پر عدالت اس نتیجے پر پہنچی کہ پنجاب کی حکومت (میاں ممتاز محمد خان دولتانہ کی مسلم لیگی وزارت) نے فسادات کا سدباب کرنے یا ان سے عہدہ برآ ہونے کے لئے جو ذرائع اختیار کئے وہ مکتفی نہ تھے۔ بلکہ حکومت قانون ملکی کے احترام کو قائم رکھنے اور امن وآئین کی حفاظت کرنے کے فرض کی کما حقہ بجا آوری سے قاصر رہی۔

فسادات کی ذمہ داری

ا...... احرار

دوسرے امر تنقیح یعنی فسادات کی ذمہ داری کے بارے میں عدالت کی تفتیش کا نتیجہ یہ ہے کہ ہنگامہ آرائی اور خلل امن کے اس حمام میں مارشل لاء کے حکام کے سوا باقی سب ننگے ہیں۔ عدالت نے فسادات کی کیفیت پیدا کرنے کی ذمہ داری بدرجہ اوّل مجلس احرار اور زعمائے احرار پر عائد کی ہے۔ جنہوں نے ایک مذہبی سوال کو عامتہ الناس میں ہر دل عزیزی حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا اور قادیانیوں کے مقابلے میں ان سے شدید تر جارحانہ طرز عمل اختیار کیا۔

۲......قادیانی

قادیانیوں کے بارے میں عدالت تحقیقات اس نتیجے پر پہنچی کہ ان کے معتقدات مسلمانوں کے معتقدات سے متغائر ہیں اور مسلمانوں کے لئے ان کا طرز عمل، ان کی جارحانہ تبلیغ اور ان کے عزائم بدرجۂ غایت دل آزارانہ اور اشتعال انگیز ہیں۔ خود ان کے امام مرزابشیرالدین محمود، چوہدری ظفراللہ خان اور مرزائی سرکاری افسروں نے منافرت کے اس جذبے کو ترقی دی جو مسلمانوں میں مرزائیوں کے متعلق پہلے ہی سے بدرجۂ اتم موجود تھا۔ عدالت نے قادیانیوں کو فسادات کی براہ راست ذمہ داری سے بری قرار دیا۔ یعنی بالواسطہ ذمہ داری کا مورد ٹھہرایا۔

حکومت پنجاب اور میاں دولتانہ

عدالت نے حکومت پنجاب، بالخصوص پنجاب کے وزیراعلیٰ میاں ممتاز محمد خان دولتانہ کو فسادات کی ذمہ داری میں اس بناء پر شریک گردانا کہ اس حکومت نے احرار کی ایسی سرگرمیوں کو روکنے میں چشم پوشی اور رعایت سے کام لیا جو قانون کی زد اور گرفت میں آسکتی تھیں اور پبلک میں ہردلعزیز بننے کی خاطر قانون وآئین کا احترام قائم رکھنے کے معاملے میں کوتاہی اور غفلت سے کام لیا اور ایسے اخبارات کو مالی امداد دی۔ جو ڈائریکٹر پبلک ریلیشنز کے ایما پر تحریک کو خاص رخ پر ڈالنے کے لئے مضامین شائع کرتے تھے۔

مرکزی حکومت اور خواجہ ناظم الدین

عدالت نے خواجہ ناظم الدین وزیراعظم پاکستان کی مرکزی حکومت کو اس وجہ سے فسادات کا ذمہ دار قرار دیا کہ اس نے چوہدری ظفراللہ خان کو محض باہر کے ملکوں کی چہ میگوئیوں کے خوف سے وزارت سے برطرف نہ کیا اور مسلمانوں کے مطالبات کو مسترد کر کے ہیجان عمومی کو ترقی دی۔ مزید برآں عدالت نے تعلیمات اسلامیہ کے سرکاری بورڈ کو بھی ذمہ داری کا شریک ٹھہرایا۔ کیونکہ اس بورڈ کے ارکان بھی مجلس عمل کے اقدامات سے متفق تھے۔

مجلس عمل

عدالت کی رائے میں آل مسلم پارٹیز کنونیشن کی مجلس عمل اور علمائے دین کی وہ انجمنیں جنہوں نے مجلس عمل کی ساخت میں حصہ لیا اس بناء پر فسادات کی ذمہ داری میں شریک ہیں کہ مجلس عمل نے اپنی بات منوانے اور اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لئے راست اقدام کا فیصلہ کیا۔

جماعت اسلامی

مجلس عمل کو جن دینی انجمنوں نے تشکیل کیا تھا ان میں سے جماعت اسلامی نے عدالت تحقیقات کے سامنے اپنا کیس اس شکل میں پیش کیا تھا کہ جماعت اسلامی کو مجلس عمل کے فیصلہ ''راست اقدام'' سے اتفاق نہ تھا اور مجلس مذکور کا یہ فیصلہ آئینہ ہی نہ تھا۔ لہٰذا فسادات کی ذمہ داری سے جماعت اسلامی کا دامن پاک ہے اور وہ لوگ فسادات کی ذمہ داری میں شریک ہیں۔ جنہوں نے راست اقدام کا فیصلہ کیا۔

جماعت اسلامی نے اپنے آپ کو بری الذمہ ثابت کرنے کے لئے شہادتیں پیش کیں اوران کے وکیل نے راست اقدام اور فسادات کی ذمہ داری کا بوجھ مجلس عمل کے ارکان پر ڈالنے کے لئے بہت کچھ زور استدلال صرف کیا۔ لیکن عدالت تحقیقات نے جملہ بیانات کی جرح وتعدیل کر کے اس نقطہ پر حسب ذیل فیصلہ دیا۔

۱...... جماعت اسلامی مجلس عمل پنجاب کا عضو تھی۔

۲...... یہ جماعت اس مجلس عمل کا ایک عضو بھی تھی۔ جسے آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن نے برپا کیا اور جس نے ۱۸؍جنوری ۱۹۵۳ء کو بمقام کراچی ''راست اقدام'' کی قرارداد منظور کی۔

۳...... مولانا سلطان احمد نے جو مجلس عمل کے اجلاس کراچی مورخہ ۲۶؍فروری میں حاضر تھے۔ مجلس عمل کی سرگرمیوں سے بے تعلقی کا اظہار نہیں کیا اور یہ پروگرام کہ گورنر جنرل اور وزیراعظم کے دولت کدوں کی طرف رضا کار بھیجے جائیں۔ اس کی موجودگی میں اور اس کی طرف سے کسی قسم کے احتجاج کے بغیر طے ہوا تھا۔

۴...... جماعت اسلامی کا کوئی نہ کوئی نمائندہ مجلس عمل کے اجلاسوں میں بمقام لاہور وکراچی شامل ہوتا رہا۔

۵...... اس تاریخ سے لے کر جس دن کہ راست اقدام کی قرارداد منظور ہوئی اس وقت تک جب کہ فسادات اپنے عروج پر تھے۔ جماعت اسلامی نے کوئی پبلک اعلان اس مضمون کا نہیں دیا کہ راست اقدام سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور وہ ان سرگرمیوں سے جو مجلس عمل کے طے کردہ پروگرام کو چلانے کے لئے کی جارہی ہیں۔ اپنے آپ کو الگ کرتی ہے۔

۶...... مولانا مودودی نے ۵؍مارچ کو گورنمنٹ ہاؤس میں تقریر کرتے ہوئے یہ

کہا کہ عامتہ الناس اور حکومت کے درمیان سول وار جاری ہے اور جب تک حکومت طاقت کا استعمال ترک کر کے عوام کے نمائندوں کے ساتھ بات چیت پر آمادہ نہیں ہوتی۔ امن کی اپیل شائع کرنے کا کوئی موقعہ نہیں۔

۷...... جماعت اسلامی نے ۵ر مارچ کی قرارداد میں انہی خیالات وآراء کا اظہار کیا جو مودودی صاحب نے اسی دن گورنمنٹ ہاؤس میں ظاہر کئے تھے۔

(رپورٹ انگریزی ص ۲۵۱،۲۵۲)

فاضل جج صاحبان نے جماعت اسلامی کے بیانات کا تجزیہ کرتے ہوئے اس رائے کا اظہار کیا۔ ''ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے جماعت اسلامی کے ذہن کا صحیح طور پر مطالعہ کر لیا ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگرچہ جماعت مذکورہ اس پروگرام کی موزونیت کی قائل نہ تھی جو راست اقدام کی قرارداد کو عملی جامہ پہنانے کے لے طے ہوا تھا۔ لیکن وہ پبلک کے سامنے اپنے حقیقی خیالات کا کھلا اور دیانتدارانہ اظہار کرنے سے خائف تھی۔ تاکہ کہیں عوام میں نامقبول نہ ہو جائے۔ گویا اس ذہنیت اور روش میں وہ دوسری سیاسی جماعتوں یا شخصیتوں سے مختلف نہ تھی۔ یہ جماعت بھی دوسری کی طرح کوئی ایسی بات کرنے سے خائف تھی جو اسے عوام کی نکتہ چینی کا تختہ مشق بنادے۔''

(رپورٹ انگریزی ص ۲۵۳)

مسلم لیگ

عدالت کے خیال میں مسلم لیگ اس لئے ذمہ دار ہے کہ اس کی صوبائی کونسل نے ایسی قرارداد منظور کی۔ جس میں قادیانیوں کو مسلمانوں سے جداگانہ عقائد رکھنے والا گروہ قرار دیا اور مسلم لیگ کے بعض لیڈروں اور کارکنوں نے تحفظ ختم نبوت اور راست اقدام کی تحریکات میں عملی حصہ لیا اور مجلس عمل کا ساتھ دیا اور دوسرے لیڈروں اور کارکنوں نے راست اقدام کی تحریک کی مخالفت نہ کی۔ مزید برآں مسلم لیگ نے مقتدر سیاسی نظام کی حیثیت میں ان مسائل پر پبلک کی صحیح رہنمائی نہ کی۔

مجلس عمل کے مطالبات

فسادات کی ذمہ داری کے بارے میں عدالت تحقیقات کے فاضل جج صاحبان جن نتائج پر پہنچے ہیں۔ ان سے مترشح ہے کہ اگر اس ذمہ داری کی سزا موت تجویز کی جائے تو احرار کے زعما کو قادیانی کے لیڈروں اور قادیانی سرکاری افسروں کو۔ علمائے اسلام کی ایک کثیر جماعت کو خواجہ ناظم الدین اور ان کی کابینہ کے جملہ ارکان کو تعلیمات اسلامیہ کے سرکاری بورڈ کے ممبروں کو میاں ممتاز محمد خان دولتانہ اور مسلم لیگ کے رہنماؤں کو تختہ دار پر لٹکا دینا ضروری ہو جاتا ہے۔ لیکن

اس کے باوجود فاضل جج صاحبان کے ارشاد کے مطابق مطالبات کا بچہ یعنی فساد کا مرکزی نقطہ پھر بھی زندہ رہتا ہے۔ اگر اس بچے کی پرورش کر کے اس سے کام لینے کے لئے کوئی طالع آزما گردہ کھڑا ہو جائے تو ملک میں پھر اسی قسم کی کیفیات پیدا ہو سکتی ہیں۔ جو مارچ ۱۹۵۳ء کے اوائل میں لاہور اور پنجاب کے دوسرے مقامات پر دیکھنے میں آئیں۔

رپورٹ میں فاضل جج صاحبان نے احرار کی مذمت کرنے میں پورا زور قلم صرف کیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے ایک دینی موضوع کو دنیوی مقصد کی خدمت پر لگا کر اس کا استخفاف کیا اور اپنی ذاتی اغراض کی خاطر عامتہ الناس کے مذہبی جذبات سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔

(رپورٹ انگریزی ص ۲۵۹)

لیکن جہاں تک موضوع فساد کے دینی ہونے کا تعلق ہے عدالت کو اس کی صحت، اہمیت اور موجودگی سے انکار نہیں۔ بلکہ عدالت نے پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان مذہبی حیثیت سے اہم بنیادی اختلافات روز اوّل ہی سے موجود تھے اور موجود ہیں۔ اس سلسلے میں جس قدر نقاط مجلس عمل کی طرف سے عدالت کے سامنے پیش کئے گئے عدالت نے اپنی رپورٹ میں اس سب کا ذکر کر دیا ہے اور ان کی صحت کو تسلیم کر لیا ہے۔ اس سلسلے میں تنقیدات حسب ذیل ہیں۔

مسلمانوں اور قادیانیوں کے بنیادی مذہبی اختلافات

احمدی، قادیانی یا مرزائی

سرکاری کاغذات اور پولیس کی رپورٹوں میں اس کیفیت کو جو فسادات معلومہ پر منتج ہوئی۔ ''احرار احمدی اختلاف'' کی اصلاح سے تعبیر کیا جاتا تھا اور قادیانی اپنے آپ کو احمدی اور مسلمانوں کو غیر احمدی لکھنے کے عادی تھے۔ مجلس عمل اور اس کی حلیف جماعتوں کی طرف سے ان الفاظ وتراکیب کے استعمال پر اعتراضات وارد کئے گئے۔ جن کی صحت کو عدالت نے صحیح تسلیم کرتے ہوئے رپورٹ میں لکھا ہے۔ ''ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ مسلمانوں کے سواد اعظم کو جو مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان نہیں رکھتا۔ ان لوگوں سے جو اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ ممیّز کرنے کے لئے لفظ ''مسلمان'' استعمال کریں اور احمدیوں کی قادیانی جماعت کے لئے جو مرزا غلام احمد کے نبی ہونے پر ایمان رکھتی ہے۔ ''احمدی'' قادیانی یا ''مرزائی'' کی اصطلاح استعمال کریں۔''

(رپورٹ انگریزی ص ۹)

مرزاغلام احمد کا دعویٰ نبوت

مرزاغلام احمد کے دعویٰ نبوت کے سلسلے میں فاضل جج صاحبان نے مسلمانوں اور قادیانیوں کے عقائد کی وضاحت کرتے ہوئے اس خیال کا اظہار کیا ہے۔ ’’اگرچہ مرزاغلام احمد نے شروع شروع میں لوگوں کے سامنے اپنا ہاتھ اس ہدایت کے ساتھ پیش کیا کہ وہ اسے قبول کر لیں۔ تاہم یہ سوال تحقیق طلب ہے کہ آیا اس نے اپنی وحی کے متعلق وحی نبوت کے درجے کا دعویٰ کیا تھا یا نہیں۔ جس پر ایمان لانے سے کوتاہی بعض روحانی اور اخروی نتائج کی حامل ہے۔ احمدیوں نے اور ان کے موجودہ امام نے احتیاط کوشانہ غوروفکر کے بعد ہمارے سامنے یہ پوزیشن اختیار کی ہے کہ مرزاغلام احمد نے ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ لیکن فریق ثانی شدت اصرار کے ساتھ مجادل ہے کہ اس نے ایسا کیا۔ احمدیوں کے لٹریچر میں جس میں مرزاغلام احمد اور احمدیہ جماعت کے موجودہ امام کی بعض تحریرات بھی شامل ہیں۔ بعض ایسے اظہارات موجود ہیں جو فریق مجاول کے دعویٰ کی تائید کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے سامنے اب جو پوزیشن اختیار کی گئی ہے وہ ظاہر کرتی ہے کہ مرزاغلام احمد نے اپنے آپ کو محض اس لئے نبی کہا کہ اس کے الہام میں خدا نے اسے اسی طرح ظاہر کیا تھا۔ وہ کوئی نئی شریعت نہیں لایا۔ نہ اس نے اصلی شریعت کو منسوخ کیا۔ نہ اس میں کچھ اضافہ کیا۔ نیز یہ کہ کوئی شخص مرزا قادیانی کی وحی پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے یا اس وحی پر ایمان لانے سے محروم یا قاصر رہ جانے کے باعث دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ ہم پیش ازیں لکھ چکے ہیں کہ ہمارا منصب یہ نہیں کہ ہم اس بات کا فیصلہ کریں کہ آیا احمدی دائرہ اسلام سے خارج ہیں یا نہیں۔ ہم نے اس نقطہ کا ذکر محض اختلافات کی تشریح کرنے کے خیال سے کیا ہے جو احمدیوں اور غیراحمدیوں کے درمیان مبینہ طور پر موجود ہیں۔ ہم اس امر کا فیصلہ غیراحمدیوں پر چھوڑتے ہیں کہ (اس نئی پوزیشن کے اعلان کے بعد) وہ احمدیوں کو مسلمان سمجھیں یا نہ سمجھیں۔‘‘

(رپورٹ انگریزی ص۱۸۹)

قادیانی وکیل نے عقیدہ اجرائے نبوت کی تائید میں قرآن پاک کی جو آیات پیش کیں اور جس نوعیت کے استدلال سے کام لیا۔ اس پر فاضل جج صاحبان نے رائے زنی کرتے ہوئے تحریر کیا ہے۔ ’’ایک سلسلہ استدلال کی بناء پر قرآن پاک کی ان آیات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مستقبل میں یعنی ہمارے رسول اقدس واطہر ﷺ کے بعد بھی ایسے لوگ ظاہر ہوتے رہیں گے جن پر لفظ نبی یا رسول کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ یہاں س سلسلہ استدلال کی تشریح

کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ نہ تو ہم اس امر کا فیصلہ کرنے کے مکلّف ہیں نہ ہم سے اس کی توقع کرنی چاہیئے کہ آیات مذکورہ کی کون سی مخصوص تفسیر صحیح یا غلط ہے۔'' (رپورٹ انگریزی ص ۱۸۸)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات وممات

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور قیامت کے قریب ان کے نزول کے بارے میں قادیانیوں کے عقائد اور آیات متعلقہ کی قادیانی تفسیر کا ذکر کرتے ہوئے فاضل جج صاحبان لکھتے ہیں کہ: ''مولانا مرتضیٰ احمد خان نے مجلس عمل کی جانب سے بحث کرتے ہوئے بتایا کہ ان آیات اور بعض دیگر آیات قرآنی کی احمدی تفسیریں تاویل وتحریف کے درجے تک پہنچ جاتی ہیں اور اس قسم کی تاویل وتحریف کفر وارتداد پر مستلزم ہے جو اس کے مرتکب کو حلال الدم والمال کے فتویٰ کا مستوجب بنا دیتی ہے۔ یعنی ایسے شخص کا خون اور مال (از روئے شریعت اسلام) مباح ہو جاتا ہے۔ ہمیں اس اختلاف کے حسن وقبح پر اپنی رائے ظاہر کرنے کا مکلّف نہیں بنایا گیا۔ جس کا مرکزی نقطہ سورہ ۳ کی آیت ۵۷ کے لفظ اور مادہ ''وفی'' کے مشتقات جو آیات محولہ بالا میں آئے ہیں۔ نیز سورہ ۳ کی آیت ۶۱ کا لفظانہ ہے۔'' (رپورٹ انگریزی ص ۱۹۱)

جہاد کے بارے میں قادیانی عقائد

جہاد کے قرآنی حکم کی تنسیخ کے بارے میں قادیانیوں کی طرف سے جو صفائی پیش کی گئی اس کا ذکر بالوضاحت کرتے ہوئے فاضل جج صاحبان نے تحریر کیا ہے۔

''جہاد کے بارے میں مرزا قادیانی کی نشریات کا عام انداز ظاہر کرتا ہے کہ یہ تحریریں ان واقعات کے سلسلے میں لکھی گئیں جو ان دنوں سرحد پر رونما ہو رہے تھے اور جہاں برطانوی افسروں کے پے درپے قتل کی وارداتیں واقع ہوتی رہتی تھیں۔ ہر برطانی افسر کو جو ہندوستان میں آتا تھا ہدایت کی جاتی تھی کہ وہ غازی یعنی افغان یا قبائلی مذہبی دیوانے سے محتاط رہے۔ جو کافر کو قتل کرنا مذہبی حیثیت سے کار ثواب اور مالی حیثیت سے نفع بخش خیال کرتا ہے تاکہ بہشت میں اجر پائے۔ ایسے حملے اگر ان کا محرک مذہبی جوش تھا بلاشبہ اسلامی عقیدۂ جہاد کے منافی تھے اور مرزا قادیانی نے اس اعتقاد کی تردید کر کے اچھا کام کیا۔ لیکن حکم جہاد کی جو تشریح مرزا قادیانی نے کی اسے انہوں نے ان متملقانہ اور خوشامدانہ بیانات سے جو اس تشریح میں مہربان حکومت برطانیہ اور اس کی مذہبی رواداری کی پالیسی کے بارے میں لکھے۔ مشتبہ بنا لیا جب مرزا قادیانی نے اس عدم رواداری جو مسلمان ملکوں میں پائی جاتی تھیں اور انگریزوں کی فراخ دلانہ مذہبی حکمت عملی کے درمیان تحقیر آمیز مقابلہ وموازنہ شروع کر دیا تو مسلمانوں میں مزید غصہ واشتعال پیدا ہوا۔ معلوم

ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کو اس امر کا بخوبی احساس تھا کہ ان کے پیش کردہ عقائد کو اسلامی ملکوں میں ارتداد کی نشر و اشاعت پر محمول کیا جائے گا۔ جب افغانستان میں عبداللطیف (نامی ایک قادیانی) کو سنگسار کر دیا گیا تو ان کے اس خیال کی تصدیق ہوگئی ہوگی۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران میں جس میں ترکی نے شکست کھائی جب ۱۹۱۸ء میں انگریزوں نے بغداد فتح کیا تو قادیان میں جشن فتح منایا گیا۔ اس بات نے مسلمانوں کے قلوب میں سخت رنج اور تلخی پیدا کر دی اور وہ احمدیت کو برطانیہ کی لونڈی خیال کرنے لگے۔'' (رپورٹ انگریزی ص۱۹۶)

اسلامی اصطلاحات کا استعمال

عدالت تحقیقات نے قادیانیوں کے خلاف مسلمانوں کی ایک اور بہت بڑی شکایت کی صحت کو بھی من وعن تسلیم کر لیا ہے کہ مرزا غلام احمد نے اپنی تحریرات میں انبیاء کرام علیہم السلام اور حضور سید المرسلین ﷺ پر اپنی فضیلت کا اظہار کر کے مسلمانوں کی سخت دل آزاری کی ہے اور قادیانی اپنی مطبوعات میں مسلمانوں کی مقدس مصطلحات مثلاً امیر المؤمنین، ام المؤمنین، سیدۃ النساء، صحابہ کرامؓ کو جن کا محل استعمال مخصوص ہو چکا ہے۔ اپنے اکابر کے لئے استعمال کر کے دل آزاری کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ فاضل جج تحریر فرماتے ہیں کہ: ''ہمارا وظیفہ یہ نہیں کہ ہم اس امر کا فیصلہ کریں کہ آیا یہ نام صحیح طور پر استعمال کئے گئے یا نہیں۔ لیکن ان اصطلاحات کے استعمال سے مسلمانوں کے احساسات پر جو اثر ہوتا ہے اس کے متعلق ہمیں ذرہ بھر شک نہیں۔ یہ اصطلاحات اپنے مخصوص اور محدود استعمال کی وجہ سے مقدس بن چکی ہیں اور تاریخ اسلام کی بعض اعلیٰ ہستیوں کی یاد سے مختص ہو چکی ہیں۔ اس طرح احمدیوں کے لٹریچر میں حضرت رسول اکرم ﷺ کے خاندان (اہل بیت) کی بعض خواتین کے متعلق جو ذکر ہوا ہے اس کے بارے میں بھی ہماری رائے یہی ہے۔ اگرچہ اس شکایت کی ایک مثال غالباً زیادہ بیہودہ صورت میں قلائد الجواہر میں بھی موجود ہے۔ بلاشبہ حضرت رسول اکرم ﷺ اور کسی اور زندہ یا مردہ شخص کے درمیان کسی قسم کا موازنہ ہر مؤمن کے لئے دل آزاری کا موجب ہے۔'' (رپورٹ انگریزی ص۱۹۷)

پاکستان کی مخالفت

عدالت تحقیقات نے اس امر پر بھی مہر تصدیق ثبت کر دی ہے کہ قادیانی نہ صرف دیگر اسلامی مملکتوں پر برطانیہ کے راج کو ترجیح دیتے تھے۔ بلکہ تقسیم ملکی سے پہلے وہ پاکستان کی اسلامی مملکت کے قیام کے بھی مخالف تھے اور اب بھی اس امر کے خواہاں ہیں کہ ہندوستان پھر سے متحد ہو کر اکھنڈ بھارت بن جائے۔ فاضل جج صاحبان نے اس نقطہ پر حسب ذیل رائے ظاہر کی ہے۔

’’جب تقسیم ملکی کے ذریعے سے مسلمانوں کے لئے ایک جداگانہ وطن کے امکانات افق پر نمودار ہونے لگے تو آنے والے واقعات کا سایہ احمدیوں کو فکرمند بنانے لگا۔ ۱۹۴۵ء سے لے کر ۱۹۴۷ء کے آغاز تک احمدیوں کی بعض تحریرات منکشف ہیں کہ وہ برطانیہ کا جانشین بننے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ لیکن جب پاکستان کا دھندلا سا رؤیا ایک آنے والی حقیقت کی شکل اختیار کرتا نظر آنے لگا تو وہ محسوس کرنے لگے کہ ان کے لئے اپنے آپ کو ایک نئی مملکت کے تصور پر راضی کرنا ذرا ٹیڑھی کھیر ہے۔ وہ ضرور اپنے آپ کو ایک عجیب مخمصے میں مبتلا محسوس کرتے ہوں گے۔ کیونکہ وہ نہ تو ایک ہندو دینوی حکومت یعنی ہندوستان کو اپنے لئے پسند کر سکتے تھے۔ نہ پاکستان کو منتخب کر سکتے تھے۔ جہاں اس امر کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ اعتزال وتفریق کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ ان کی بعض تحریرات ظاہر کرتی ہیں کہ وہ تقسیم ملکی کے خلاف تھے۔ لیکن اگر تقسیم معرض عمل میں آ جائے تو وہ ملک کو از سر نو متحد کرنے کے لئے کوشاں رہیں گے۔‘‘ (رپورٹ انگریزی ص ۱۹۶)

مسلمانوں سے علیحدگی

عدالت نے اس امر کو بھی تسلیم کر لیا کہ احمدی سرکاری افسر اور ملازم دوسروں کا مذہب تبدیل کراتے رہے ہیں۔ (رپورٹ انگریزی ص ۱۹۷)

اور اپنی جداگانہ جماعتی تنظیم رکھتے ہیں۔ اس تنظیم کے دفاتر میں امور خارجہ کا محکمہ بھی ہے اور امور داخلہ۔ امور عامہ اور نشر و تبلیغ کے محکمے بھی قائم ہیں۔ ان کے ہاں رضا کاروں کا ایک جیش بھی ہے۔ جس کا نام خدام الدین؟ (خدام الاحمدیہ) ہے جو فرقان بٹالین یعنی کشمیر میں کام کرنے والے مخصوص احمدی بٹالین پر مشتمل ہے۔ وہ مسلمانوں سے رشتے ناطے کا تعلق بھی نہیں رکھتے اور نہ مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ (رپورٹ انگریزی ص ۱۹۸)

وہ کسی مسلمان کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھتے۔ اس سلسلے میں قادیانی فریق نے عدالت کے سامنے اپنے طرز عمل کی جو تصریح پیش کی اور نئی پوزیشن بیان کی۔ اس بارے میں عدالت کا فیصلہ یہ ہے کہ: ’’یہ توجیہہ صورت حال کو بہتر نہیں بناتی۔ کیونکہ اس خیال کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ایسے متوفی کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے جو مرزا غلام احمد پر ایمان نہیں رکھتا۔ اس طرح یہ نئی توجیہہ درحقیقت ان کے موجودہ طرز عمل کی تصدیق کرتی ہے۔‘‘ (رپورٹ انگریزی ص ۱۹۹)

تکفیر مسلمین

تکفیر مسلمین کے بارے میں قادیانی فریق کی طرف سے جو نئی توجیہات عدالت کے سامنے پیش کی گئیں ان کے بارے میں فاضل جج صاحبان کی رائے یہ ہے کہ: ’’ہم نے اس

موضوع پر احمدیوں کے سابقہ اعلانات دیکھے ہیں۔ جن کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ہمارے نزدیک یہ اعلانات اس کے سوا...... اور کسی تشریح کے حامل نہیں کہ جو لوگ مرزا غلام احمد پر ایمان نہیں رکھتے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو مسلمان حضرت رسول اقدس واطہر ﷺ کے بعد کسی مامور من اللہ کے دعویٰ کو قبول نہ کرے وہ اللہ اور رسول کا منکر نہیں۔ لہٰذا وہ امت میں داخل ہے۔ یہ توجیہہ ان کے سابقہ اعلانات سے مختلف نہیں کہ دوسرے مسلمان کافر ہیں۔ حقیقتاً یہ الفاظ ان کے سابقہ اعتقاد کی بالواسطہ ازسر نو تصدیق کرتے ہیں کہ ایسے لوگ صرف اس معنی میں مسلمان ہیں کہ وہ حضرت رسول اکرم ﷺ کی امت میں سے ہیں اور اس لحاظ سے ایسے سلوک کے مستحق ہیں جو مسلمانوں کے معاشرہ کے افراد سے ہونا چاہئے۔ یہ بات یہ کہنے سے بہت مختلف ہے کہ وہ مسلمان ہیں کافر نہیں۔'' (رپورٹ انگریزی ص ۱۹۹)

اشتعال انگریزیاں

عدالت نے قادیانی اکابر کی تحریروں اور تقریروں کے اشتعال انگیز ہونے کا نوٹس بھی لیا ہے۔ خونی ملا کے آخری دن کے عنوان والے مضمون کے بارے میں فاضل جج صاحبان نے لکھا ہے کہ: ''یہ مضمون قطعی طور پر اشتعال انگیز ہے۔ اس مضمون میں مولانا احتشام الحق اور مولانا محمد شفیع ایسے علماء کے بارے میں جو مجلس دستور ساز سے ملحقہ تعلیمات اسلامیہ بورڈ کے رکن ہیں۔ نیز مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے بارے میں جن کے وسیع مبلغ علم دین سے کسی کو مجال انکار نہیں جو استہزاء آمیز کلمات درج ہیں۔ ان سے نہ صرف ان علماء کی جن کے نام اس مضمون میں لئے گئے ہیں۔ بلکہ سارے علماء کی دل آزاری ہوئی ہوگی۔'' (رپورٹ انگریزی ص ۱۹۷، ۱۹۸)

اسی سلسلے میں فاضل جج صاحبان نے مرزا بشیر الدین محمود کی تقریر کوئٹہ (مطبوعہ الفضل مورخہ ۱۳؍اگست ۱۹۴۸ء) جس میں بلوچستان کو خالص مرزائی صوبہ بنا کر تبلیغ احمدیت کا بیس بنانے کے عزائم کا اظہار کیا گیا۔ ان کے خطبہ جلسۂ ربوہ (مطبوعہ الفضل مورخہ ۳؍جنوری ۱۹۵۲ء) جس میں مخالفین احمدیت کو دھمکی دی گئی ہے کہ عنقریب مرزا قادیانی یا ان کے کسی جانشین کے سامنے مجرموں کی طرح پیش ہوں گے اور ان کے خطبہ جمعہ (مطبوعہ الفضل مورخہ ۱۱؍جنوری ۱۹۵۲ء) جس میں احمدیوں کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ فوجی محکمہ کی طرح گورنمنٹ کے دوسرے محکموں میں بھی بھرتی ہونے کی کوشش کریں۔ تاکہ تبلیغی پروگرام کو تقویت پہنچے اور اعلان (مطبوعہ الفضل مورخہ ۱۶؍جنوری ۱۹۵۲ء) جس میں احمدیوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ ایسے حالات پیدا کردو کہ ۱۹۵۲ء کے گزرنے سے پہلے پہلے دشمن احمدیت کے آغوش میں گرنے پر مجبور ہو جائے اور بعض

دوسری تحریرات کی اشتعال انگیزانہ ماہیت کا اعتراف کیا ہے اور لکھا ہے کہ احمدیوں کی جارحانہ تبلیغ نہ صرف پاکستان میں بلکہ دوسرے ملکوں میں بھی ہنگاموں اور حملوں کی وجہ بنتی رہی ہے۔

(رپورٹ انگریزی ص ۱۹۹،۲۰۰)

فاضل جج صاحبان نے قادیانیوں کی اشتعال انگیزیوں کے سلسلے میں چوہدری ظفر اللہ خان وزیر خارجہ پاکستان کی اس تقریر کا تذکرہ اس موقع پر تو نہیں کیا جو انہوں نے جہانگیر پارک کراچی کے ایک جلسۂ عام میں مورخہ ۱۸ر مئی ۱۹۵۲ء کو کی تھی اور جس کی وجہ سے ملک بھر میں غصہ واشتعال کی ایک زبردست لہر پیدا ہوگئی تھی۔ البتہ رپورٹ کے ابتدائی حصے میں جہاں واقعات کی رفتار کو سلسلہ وار درج کیا گیا ہے۔ اس تقریر کا اور اس سے پیدا ہونے والے ہیجان اور ہنگاموں کا جامع تذکرہ فاضل جج صاحبان کی طرف سے کسی قسم کے تبصرے کے بغیر موجود ہے۔

(رپورٹ انگریزی ص ۷۵تا۷۷)

قادیانیوں کی ذمہ داری

رپورٹ کے حصہ بعنوان ذمہ داری میں فاضل جج صاحبان نے احمدیوں کے متعلق حسب ذیل شذرہ سپرد قلم کیا ہے۔ ''احمدی براہ راست یا بلاواسطہ فسادات کے ذمہ دار نہیں۔ کیونکہ فسادات حکومت کے اس اقدام کا نتیجہ تھے جو اس پروگرام کے خلاف اختیار کیا۔ جس پر چلنے کا فیصلہ آل مسلم پارٹیز کنونشن نے قرارداد راست اقدام کے ماتحت کیا تھا۔ لیکن مطالبات احمدیوں کے متعلق تھے اور وہ احمدیوں کے عجیب وغریب مخصوص عقائد اور ان کی سرگرمیوں نیز ان کی طرف سے دوسرے مسلمانوں پر اپنے ممتاز ہونے پر زور دیئے جانے کی وجہ سے وضع ہوئے۔ ازبس کہ یہ عقائد اور سرگرمیاں بلاشبہ مطالبات کے وقوع میں آنے کا سبب تھیں۔ اس لئے اس بات کا فیصلہ کرنا ضروری ہے کہ آیا احمدی فسادات کا محرک ہونے میں حصہ دار ہیں یا نہیں۔ مسلمانوں کے سواد اعظم سے ان کے اختلافات نصف صدی سے زیادہ عرصہ سے چلے آرہے تھے اور تقسیم ملکی سے پہلے احمدی کسی قسم کی رکاوٹ یا بندش کے بغیر اپنا پروپیگنڈا کیا کرتے تھے اور لوگوں کو مرتد بنانے کی سرگرمیوں میں مصروف رہتے تھے۔ پاکستان کے قیام کی بدولت کیفیت حال تمام وکمال بدل گئی۔ اگر احمدیوں نے یہ خیال کیا کہ اس بارے میں حکومت کی طرف سے کسی قسم کی پالیسی کے اعلان کا نہ ہونا کہ پاکستان کے اندر اسلام کے سوا دیگر مذہب یا دائرہ اسلام کے فرقہ وارانہ عقائد کی تبلیغ واشاعت کی اجازت کس حد تک دی جاسکتی ہے۔ یہ معنی رکھتا ہے کہ اس نئی مملکت میں ان کی سرگرمیاں خفگی پیدا نہیں کریں گی اور نوٹس میں آئے بغیر جاری رکھی جاسکیں گی تو وہ اپنے آپ کو بیوقوف بنارہے تھے۔

تبدیل شدہ حالات نے ان کی سرگرمیوں میں کسی قسم کی جوابی تبدیلی پیدا نہ کی۔ ان کی جارحانہ تبلیغ اور غیر احمدی مسلمانوں کے متعلق ان کے دل آزارانہ اظہارات جاری رہے۔ مرزا بشیر الدین محمود کی کوئٹہ والی تقریر جس میں اس نے اس صوبے کی ساری آبادی کو احمدی بنا لینے اور اسے مزید کارروائیوں کے لئے بیس (مرکز) بنانے کی کھلم کھلا تلقین کی نہ صرف بداندیشہ نہ تھی۔ بلکہ اس کے علاوہ نادانشمندانہ اور اشتعال انگیز بھی تھی۔ اسی طرح اپنے متبعین کو اس کی یہ ہدایت کہ وہ احمدیت کی تبلیغ کے لئے اپنے پروپیگنڈا کو اس قدر تیز کر دیں کہ ساری مسلمان آبادی ۱۹۵۲ء کے اختتام سے پہلے پہلے احمدیت کی آغوش میں آ گرے۔ مسلمانوں کے لئے ان کی ارتداد آفرین سرگرمیوں کا ایک کھلا نوٹس تھی اور ان لوگوں کو جو مرزا غلام احمد پر ایمان نہیں رکھتے۔ دشمن یا مجرم یا صرف مسلمان کے الفاظ سے یاد کرنا ایسے اشخاص کو اشتعال دلائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جن کی توجہ ان الفاظ کی جانب مبذول کرائی جاتی۔ احمدی افسر سمجھتے تھے کہ ارتداد پھیلانے کے معرکے میں پوری تن دہی اور دل جمعی کے ساتھ حصہ لینا ان کا مذہبی فرض ہے۔ احمدی افسروں کی اس روش نے احمدیوں کے حوصلے اور بھی بڑھا دیئے اور وہ ایسی جگہوں پر جہاں انہیں افسروں کی تائید حاصل تھی یا وہ اس کی توقع رکھتے تھے۔ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے زیادہ قوت کے ساتھ کام کرنے لگے۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ اگر منٹگمری کا انتظامی افسر اعلیٰ احمدی نہ ہوتا تو احمدی کبھی غیر احمدیوں کے ایک مجموعہ دیہات کی طرف تبلیغی مشن پر جانے کی جرأت نہ کرتے۔ جب کوئی سرکاری افسر اپنے فرقہ وارانہ خیالات کا اظہار کھلے بندوں کرنے لگے۔ جیسا کہ بعض احمدی افسروں نے کیا تو اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ایسے جھگڑوں میں جہاں اس کی اپنی جماعت کا کوئی فرد شامل ہو اس کی غیر جانب داری اور بے طرفی پر سے اعتماد یکسر اٹھ جائے۔ اس کا فیصلہ خواہ کتنا ہی صحیح اور دیانت دارانہ ہو۔ لیکن اگر وہ فیصلہ کسی ایسے شخص کے خلاف ہے جو اس کی جماعت سے تعلق نہیں رکھتا تو وہ یہ اثر لئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اسے فرقہ وارانہ وجوہ کی بناء پر بے انصافی کا شکار بنایا گیا ہے۔ لہٰذا ان افسروں کا طرز عمل بہت ہی افسوس ناک اور بدبختانہ تھا اور ظاہر کرتا تھا کہ یہ افسر اس اصول کو سمجھنے اور اخذ کرنے سے قاصر ہیں۔ جسے ہر سرکاری افسر کو اپنی روش پر حکم فرما بنانا چاہئے۔ بنابریں ہم مطمئن ہیں کہ اگرچہ احمدی فسادات کے براہ راست ذمہ دار نہیں۔ لیکن ان کی اپنی روش نے ان کے خلاف ایک عام شورش کو ابھرنے کا موقع بہم پہنچایا۔ اگر (عوام کے) احساسات ان کے خلاف اس قدر تیز نہ ہوتے تو ہمارا خیال ہے کہ احرار کبھی اپنے ارد گرد مختلف العقائد مذہبی جماعتوں کو جمع کرنے میں کامیاب نہ ہو سکتے۔“

(رپورٹ انگریزی ص۲۶۰، ۲۶۱)

فاضل جج صاحبان نے اگرچہ قادیانیوں کو فسادات کا براہ راست ذمہ دار قرار نہیں دیا۔ تاہم اس سلسلے میں مجلس عمل کے پیش کردہ نقاط کو من وعن صحیح تسلیم کرتے ہوئے تحریر فرمادیا ہے کہ فسادات کی بالواسطہ ذمہ داری قادیانیوں کے عجیب وغریب عقائد، ان کی جارحانہ اور اشتعال انگیزانہ سرگرمیوں اور قادیانی سرکاری افسروں کے ناروا شوق تبلیغ پر عائد ہوتی ہے۔ جو پاکستان میں مذہبی تفوق حاصل کرنے کی غرض سے اختیار کیا گیا۔

علمی دینی اور نظریاتی حیثیت کے مسائل

فاضل جج صاحبان نے اس رپورٹ میں ان علمی، دینی اور نظریاتی حیثیت کے مسائل ونقاط پر بھی تبصرہ آرائی اور خامہ فرسائی کی ہے جو تحقیقات کے دوران میں زیر تدقیق آئے۔ راقم الحروف کے خیال میں عدالت مذکور کا ایوان ان علمی اور نظریاتی مسائل کی تحقیق وتدقیق کے لئے موزوں مقام نہ تھا۔ اس کے بجائے اگر یہ مسائل کسی جداگانہ علمی مجلس یا دیوان عالی کے سامنے زیر بحث لائے جاتے تو مفید تر نتائج حاصل ومترتب کئے جاسکتے تھے۔ فاضل جج صاحبان نے چند ایک علمائے دین اور دیگر گواہوں کے ان بیانات کی بناء پر جو ان سے عدالت کے اندر برسبیل تعجیل وارتجال حاصل کئے گئے۔ ان اہم ترین مسائل کا تذکرہ رپورٹ میں کر دیا ہے۔ جو بہت کچھ غور وفکر اور تحقیق وتعدیل کے محتاج ہیں۔ ان مسائل کے متعلق صحیح نتائج حاصل کرنے کے لئے ضروری تھا کہ اس مقصد کے لئے مخصوص دیوان عالی مقرر کیا جاتا اور اس میں تنقیحات معین کر کے ارباب علم کو اظہار فکر ورائے کی دعوت دی جاتی۔ عدالت مذکور کے لئے افراد وجماعات کے اعمال کا جائزہ لینا تحقیقات کی معینہ تنقیحات کے پیش نظر ضروری تھا۔ لیکن عدالت نے علمی نظریات وتصورات کو بھی کٹہرے میں لاکر کھڑا کر لیا اور ان ''ملزمان'' کو موقع نہیں دیا گیا کہ وہ اپنی صفائی میں اپنے حسب منشاء گواہ یا وکیل پیش کرسکیں۔ ایسے ملزمان جو فاضل جج صاحبان کے ریمارکس کا تختۂ مشق بنے۔ حسب ذیل ہیں۔

۱...... آل مسلم پارٹیز کنونشن کے مطالبات۔
۲...... مسلم ومؤمن کی تعریف۔
۳...... مسئلہ قتل مرتد۔
۴...... مسئلہ جہاد۔

۵...... مسئلہ مال غنیمت وخمس۔

۶...... اسلامی ریاست۔

۷...... جمہوریت۔

۸...... نمائندہ حکومت اور نفاذ قانون واستحفاظ آئین۔

۹...... لہوولعب اور اسلام۔

۱۰...... آرٹ اور اسلام۔

۱۱...... بین الاقوامی قوانین ومجالس اور اسلام۔

۱۲...... حدیث وسنت۔

۱...... مجلس عمل کے مطالبات

فاضل جج صاحبان نے آل مسلم پارٹیز کنونشن کے سہ گانہ مطالبات کو ''فسادات کی براہ راست علت'' قرار دیا ہے۔ (رپورٹ انگریزی ص۱۸۴،۱۸۵) لیکن اس کے ساتھ ہی اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ مقصد جس کے لئے تحریک اٹھائی گئی۔ خالصۃً دینی تھا۔ (رپورٹ انگریزی ص۲۵۹) عدالت نے اپنی رپورٹ میں کسی مقام پر بھی مطالبات کو فضول اور بیہودہ قرار نہیں دیا۔ جیسا کہ بعض سرکاری افسروں نے اپنے بیانات میں اور اپنی رپورٹوں میں جو عدالت کے سامنے پیش کی گئیں ظاہر کیا تھا۔ بلکہ یہ لکھا ہے کہ: ''مطالبات ایسے خوشنما انداز میں پیش کئے گئے کہ اس زور تاکید کے پیش نظر جو اسلامی یا اسلامی ریاست سے دور کا تعلق رکھنے والی کسی بات پر دیا جانا ضروری تھا۔ کسی شخص کو ان کی مخالفت کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ حتیٰ کہ مرکزی حکومت کو جرأت نہ ہوئی کہ ان چند مہینوں میں جب کہ تحریک اپنی جملہ پیچیدگیوں کے ساتھ عروج اظہار پر تھی۔ اس موضوع پر کوئی ایک آدھ اعلان عام ہی شائع کر دیتی۔'' (رپورٹ انگریزی ص۲۳۵)

فاضل جج صاحبان نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا ہے کہ علمائے اسلام کے یہ مطالبات مان لئے جاتے تو فساد برپا نہ ہوتا۔ اس صورت میں ''چوہدری ظفر اللہ خان کے عزل وطرد پر بین الاقوامی حلقوں میں کچھ ہلچل مچتی۔ لیکن پاکستان کی آبادی (حکومت کے) اس اقدام پر نعرہ ہائے تحسین بلند کرتی۔'' (رپورٹ انگریزی ص۲۸۲)

فاضل جج صاحبان نے کیفیت حالات کا تجزیہ کر کے ان اسباب وعلل کو ڈھونڈ نکالنے کی سعی کی ہے۔ جن کی بناء پر خواجہ ناظم الدین اوران کی حکومت نے اپنے ہاں کے عوام کے یہ سادہ سے مطالبات منظور کرنے کے بجائے ملک کو ایسے خطرات میں ڈالنا گوارا کر لیا جو مارشل لاء کے نفاذ پر منتج ہوئے۔ اگر خدانخواستہ مارشل لاء بھی امن وآئین کے قیام وتحفظ کے مقصد میں ناکام رہ جاتا تو نہ معلوم پاکستان کا حشر کیا ہوتا؟ فاضل جج صاحبان اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ خواجہ ناظم الدین نے کسی ملکی مفاد کے پیش نظر ایسا نہیں کیا۔ بلکہ انہیں باہر کے ان ملکوں کی رائے کا خوف لاحق تھا۔ جہاں چوہدری ظفر اللہ خان کو بہت کچھ عزت واحترام کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ بقول عدالت انہیں خوف تھا تو یہ کہ: ''چوہدری ظفر اللہ خان بین الاقوامی دنیا میں بہت شہرت رکھتے ہیں اوراحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ ان کی برطرفی کی خبر بڑے وسیع پیمانے پر نشر ہوگی اور بین الاقوامی تنقیدات کا مورد بنے گی۔ اس برطرفی کی کوئی ایسی تشریح جو بین الاقوامی ضمیر کو مطمئن کر سکتے تلاش کرنا مشکل ہوگا...... لہٰذا مطالبات کی منظوری بین الاقوامی دنیا میں چہ میگوئیوں کے دروازے کھول دیتی اور بین الاقوامی دنیا کی توجہ نفیاً یا اثباتاً پاکستان کے واقعات کی رفتار کی طرف جلب ہونے لگتی۔'' (رپورٹ انگریزی ص۲۳۳)

فاضل جج صاحبان نے یہ بھی لکھا ہے کہ خواجہ ناظم الدین کو یہ خیال بھی تھا کہ ہندوستان بھی اسی صورت میں پاکستان کو بدنام کرنے کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا۔

(رپورٹ انگریزی ص۲۳۳،۲۳۴)

قصہ مختصر فاضل جج صاحبان اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ: ''اگر مطالبات منظور کر لئے جاتے تو پاکستان کو بین الاقوامی سوسائٹی سے خارج کر دیا جاتا۔'' (رپورٹ انگریزی ص۲۸۲)

فاضل جج صاحبان نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ خواجہ ناظم الدین محض باہر کی دنیا کی نظروں میں پاکستان کو نکو بنانے کے خوف سے پہلے تو مطالبات کے بارے میں علماء سے گفت وشنید کرتے رہے تاکہ وہ اپنے اصرار سے باز آجائیں اورآخر کار انہوں نے مطالبات کو مسترد کر دیا اوراس بچے کو قتل کر کے اسے ختم کر دینے کے درپے ہوگئے۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کے باوجود فاضل جج صاحبان کی رائے میں مطالبات کا یہ بچہ جسے احرار نے پیدا کیا اور علمائے اسلام نے اپنایا اوردولتانہ نے کراچی کی جانب نہر کھدوائی اوراس بچے کو صندوق میں ڈال کر اس نہر میں

مرکزی حکومت کی طرف بہادیا۔

”ابھی زندہ ہے اور انتظار کر رہا ہے کہ کوئی آئے اور اسے اٹھالے۔ پاکستان کی دولت خداداد میں سیاسی زہر نوں طالع آزماؤں اور مجہول الکیفیت لوگوں سب کے لئے پنپنے کا موقع ہے اور کوئی بھی اس بچے کو اپنی گود میں لے کر اپنے مقاصد کے لئے استعمال کر سکتا ہے۔ ہمارے سامنے جن دو شخصوں نے ایسے کیریئر سے انکار کیا ہے۔ ان میں سے ایک تو خان سردار بہادر خان وزیر مواصلات پاکستان ہیں اور دوسرے مسٹر حمید نظامی ایڈیٹر ”نوائے وقت“ ان دونوں نے اس بچے سے بیزاری کا اظہار کیا۔ خواہ اس کے نتائج کچھ بھی کیوں نہ ہوں۔“ (رپورٹ انگریزی ص ۲۸۶)

فاضل جج صاحبان کے ان ریمارکس سے واضح طور پر کوئی نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ آیا عدالت نے اس بچے کو جسے باشندگان ملک کی بھاری اکثریت کی سرپرستی حاصل ہے۔ عصر حاضر کی بین الاقوامی دنیا کی چہ میگوئیوں کے خوف سے کشتنی اور گردن زدنی قرار دے دیا ہے یا اس کے زندہ رہنے کا حق تسلیم کیا ہے۔ لیکن یہ چاہا ہے کہ سیاسی رہزن، طالع آزما اور مجہول الکیفیت اشخاص اس کے سرپرست نہ بننے پائیں اور اسے اپنے دنیوی اغراض کے لئے استعمال نہ کریں۔

۲...... مسلم کی تعریف

عدالت تحقیقات کے فاضل جج صاحبان نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ ہم نے بعض سرکردہ علماء سے مسلم کی معین تعریف کرنے کے متعلق سوالات کئے۔ لیکن ”تحقیقات کے اس حصے کے نتائج اور کچھ بھی کیوں نہ ہوں۔ لیکن تسلی بخش نہ تھے۔ اگر ایسے آسان سے مسئلے پر علماء کے دماغوں میں کافی حد تک الجھاؤ موجود ہے تو خیال کیا جاسکتا ہے کہ پیچیدہ تر امور میں ان کے باہمی اختلافات کی حالت کیا ہوگی۔“ (رپورٹ انگریزی ص ۲۱۵)

اس کے بعد رپورٹ میں بعض علمائے کرام کے وہ جوابات درج کئے گئے ہیں جو انہوں نے عدالت کے سوالات پر بیان کئے اور یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ: ”(مسلم کی) ان متعدد تعریفات کو جو علماء نے پیش نظر رکھتے ہوئے ہم اس کے سوا اور کیا تبصرہ کر سکتے ہیں کہ کوئی سے دو عالم دین اس بنیادی مسئلے پر متفق نہیں۔ اب اگر ہم ان علماء کی طرح اپنی طرف سے مسلم کی تعریف لکھیں اور وہ تعریف ان سب علماء کی پیش کردہ تعریف سے مختلف ہو تو ہم ان سب کے اتفاق سے دائرہ اسلام سے خارج کر دیئے جائیں گے اور اگر ہم ان میں سے کسی ایک عالم کی پیش کردہ تعریف کو اختیار کریں تو ہم اس عالم دین کی رائے کے مطابق تو مسلمان رہیں گے۔ لیکن

دوسرے علماء کی پیش کردہ تعریف کے مطابق ''کافر'' بن جائیں گے۔'' (رپورٹ انگریزی ص ۲۱۸)

مجھے یہ کہنے میں تأمل نہیں ہونا چاہئے کہ فاضل جج صاحبان کا استنباط صحیح نہیں۔ علمائے دین نے عدالت کے اس سوال کے جواب میں جو بیانات دیئے وہ الفاظ وعبارت کے لحاظ سے تو بلاشبہ ایک نہیں۔ لیکن معنی اور مفہوم کے اعتبار سے ان میں کسی قسم کا اختلاف نظر نہیں آتا۔ جن علمائے دین سے یہ سوال کیا گیا ان سب نے توحید باری تعالیٰ اور رسالت محمدیہ پر ایمان لانے اور ضروریات دین کا اقرار کرنے کو مسلم کہلانے کے لئے ضروری قرار دیا۔ اگر وہ علمائے دین جن سے یہ سوال کیا گیا۔ عدالت کے سامنے مسلم کی جامع ومانع تعریف پیش کرنے سے قاصر رہ گئے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں اچانک اس سوال کا سامنا کرنا پڑا اور انہیں معلوم نہ ہوسکا کہ عدالت ان سے مسلم کی ایسی جامع ومانع تعریف حاصل کرنا چاہتی ہے۔ جسے اسلامی مملکت کے دستور اساسی میں شامل کیا جاسکے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے صحیح طریق کار یہ ہے کہ یہ سوال علمائے دین کی ایک مجلس کے سامنے پیش کر کے مسلم کی جامع تعریف معین کرالی جائے۔

۳...... ارتداد

فاضل جج صاحبان نے ارتداد اور کفر وتکفیر کے بارے میں علمائے دین کے باہمی اختلافات کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ تکفیر کے ان فتوؤں کی موجودگی میں جو مختلف فرقوں کے علماء نے ایک دوسرے کے بارے میں دے رکھے ہیں۔ ارتداد کے جرم کے اطلاق کا دائرہ بہت وسیع ہو جائے گا اور وہابیوں، دیوبندیوں، بریلویوں، شیعوں اثنا عشریوں وغیرہ میں سے ایک فرقہ کو چھوڑ کر دوسرے فرقے کے عقائد قبول کرنے والے شخص کو مرتد متصنف پڑے گا۔ فاضل جج صاحبان نے کفر وارتداد کی بحث کے دوران میں جن مشکلات کا نوٹس لیا ہے وہ بلاشبہ غور طلب ہے اور ایک اسلامی مملکت کے علمائے دین کو ان مسائل کے بارے میں معین اصول وقواعد ضبط تحریر میں لانے پڑیں گے۔ جن کو دستور اساسی اور قوانین ملکی کے لئے مشعل راہ بنایا جاسکے۔ فاضل جج صاحبان رپورٹ کے اس مقام پر اگر تکفیر کی وہ تصریح درج کر دیتے جو مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری نے عدالت کے سامنے پیش کی تھی اور بتایا تھا کہ ان کے نزدیک کفر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کفر قطعی اور ایک کفر فقہی، کفر قطعی کی صورت میں اس کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور کفر فقہی کی صورت میں دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا تو رپورٹ کے پڑھنے والوں کو اس اشکال کی ماہیت سمجھنے میں بہت مدد ملتی۔ جس کی طرف فاضل جج صاحبان نے ملک کے ارباب دانش وبینش کو توجہ دلائی ہے۔

۴......مسئلہ جہاد اسلامی

فاضل جج صاحبان نے شارٹر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی تحریرات، ان کے بیانات نیز بعض علماء کے جوابات سے فریضۂ جہاد بالسیف اور اس کے متعلقہ نقاط مثلاً غنیمت، خمس، اسیران جنگ، دارالحرب، دارالسلام، ہجرت، غازی اور شہید وغیرہ پر بھی مجمل سا تبصرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ جہاد اور اس کے متعلقہ مسائل کے بارے میں جو آراء عدالت کے سامنے پیش کی گئیں وہ ان خیالات وافکار سے لگاؤ نہیں کھاتیں جو عصر حاضر کے فکر نے جارحیت، نسل کشی، بین الاقوامی جرائم کی عدالتی گیرائی اور بین الاقوامی قوانین کے مسلمات وقواعد وغیرہ کے متعلق قائم کر لئے ہیں۔ اسی فصل میں فاضل جج صاحبان نے قرآن پاک کی آیات کے ناسخ ومنسوخ ہونے کی بحث کا ذکر بھی کیا ہے۔ جو قادیانی فریق کی طرف سے پیش کی گئی۔ مجھے یہ کہنے میں تأمل نہیں ہونا چاہئے کہ ان مسائل کے بارے میں فاضل جج صاحبان کے افکار جس التباس کا شکار ہوئے ہیں وہ نتیجہ ہے۔ اس بات کا کہ جہاد اور اس کے متعلقہ مسائل کے اسلامی تصورات نامکمل صورت میں عدالت کے سامنے آئے۔ اگر عدالت ان مسائل کے بارے میں پوری تحقیقات کرنے کی زحمت گوارا کرتی تو جج صاحبان کے ضمائر پر یہ بات روشن ہو جاتی کہ جنگ اور اس کے متعلقہ کوائف کے بارے میں اسلام کے تصورات ان تصورات سے کہیں افضل اور نوع انسانی کے لئے آیہ رحمت وموجب خیر وبرکت ہیں۔ جو عصر حاضر کے مفکرین نے صدہا سال کے تجربوں پر غور وفکر کرنے کے بعد قائم کئے۔ قوانین جنگ کے بارے میں اسلام کے صحیح تصورات اگر بین الاقوامی محافل کے سامنے پیش کئے جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ عصر حاضر کا دماغ جو نوع انسانی کی مشکلات کا حل تلاش کرنے کی جستجو میں ہے۔ انہیں قبول نہ کرے۔ اسلام کے جہاد کا بنیادی نقطہ دین اسلام اور مسلمانوں کے جان ومال، عزت وآبرو اور شؤن ملی کے دفاع کی خاطر لڑنا یعنی اسلحہ کے ساتھ جنگ کرنا ہے اور جب تک اسلام اور مسلمانوں کے شؤن ملی سے برسر پیکار رہنے والی توہین موجود ہیں۔ مسلمانوں کے لئے شمشیر بکف رہنا اور قرآن پاک کے بتائے ہوئے قواعد واصول کے مطابق دفاعی جنگ جاری رکھنا ضروری ہے۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار نے یا مودودی صاحب نے جہاد کا مقصد جو یہ بیان کیا ہے کہ تلوار کی طاقت کے بل پر دین اسلام کی اشاعت کی جائے وہ صحیح نہیں۔ اس بنیادی نقطہ کو سمجھ لینے کے بعد دارالحرب، دارالسلام، عام

کیفیت میں جہاد کے فرض کفایہ ہونے اور خاص حالات میں فرض لازم بننے کے مسائل بخوبی سمجھ میں آسکتے ہیں۔ مال غنیمت، اسیران جنگ اور دشمن سے بحالت جنگ اور بعد از جنگ سلوک کرنے کے بارے میں اسلام کے احکام ان قواعد وضوابط سے کہیں زیادہ افضل ہیں۔ جن پر عصر حاضر کی متمدن دنیا عمل پیرا ہے۔ اسلام کو جارحیت اور نسل کشی کا حامی قرار دینا دشمنان اسلام کا پروپیگنڈا ہے۔ مسلمانوں نے عملاً جارحیت اور نسل کشی سے اجتناب کیا ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ میں نسل کشی کی کوئی مثال دکھائی نہیں جاسکتی۔ حالانکہ اسلام سے پہلے اور بعد عصر حاضر تک بعض اقوام دشمن کی نسل کشی کو جائز سمجھتی چلی آئی ہیں اور اس پر عمل پیرا ہوتی رہی ہیں۔ ایک صحیح اسلامی مملکت کو اس امر کا خوف لاحق نہیں ہوسکتا کہ عصر حاضر کے بین الاقوامی قوانین کے ساتھ اسلام کے قوانین منطبق نہیں ہوتے۔ بلکہ صحیح اسلامی مملکت اگر بین الاقوامی محافل کے سامنے اسلام کے قوانین پیش کرے تو دنیا کے مذاق سلیم کو اپنا ہم نوا بنا سکتی ہے۔

۵......مال غنیمت اور خمس

مال غنیمت اور خمس کے بارے میں اسلام کے قانون کے متعلق فاضل جج صاحبان نے اس اندیشے کا اظہار کیا ہے۔ ''البتہ اگر غنیمت اور خمس کو جہاد کے لوازم خیال کیا جائے تو بین الاقوامی سوسائٹی اسے خالصۃً لوٹ مار کے اقدام سے تعبیر کرے گی۔'' (رپورٹ انگریزی ص ۲۲۷)

اس معاملے میں بھی فاضل جج صاحبان کو اس وجہ سے التباس ہوا کہ ان کے سامنے مسئلے کی ماہیت جامع صورت میں پیش نہیں ہوئی۔ اسلام کے نزدیک جہاد ایک مذہبی فریضہ ہے۔ جو خالصۃً فی سبیل اللہ ادا کیا جاتا ہے۔ جہاد کی نیت کو اگر کسی قسم کے دنیوی لالچ سے آلودہ کرلیا جائے تو وہ جہاد نہیں رہتا۔ لیکن جنگ میں مال غنیمت کا ہاتھ آنا ایک لازمی امر ہے۔ عصر حاضر کی جنگوں میں بھی فاتح فریق مال غنیمت پر قبضہ جمالیتا ہے اور وہ مال فاتح فریق کا حق متصور ہوتا ہے۔ یہی قانون اسلام کا ہے۔ اسلام کے رو سے اصولاً مال غنیمت بیت المال کا حق متصور ہوتا ہے۔ ''یسئلونك عن الانفال قل الانفال الله ولرسول (۱:۹)'' کی آیہ کریمہ اس پر دال ہے۔ اس کے بعد خمس یعنی پانچویں حصے کو بیت المال میں رکھنے اور باقی مال کو مجاہدین پر بحصہ رسدی تقسیم کر دینے کا جو حکم قرآن پاک میں مذکور ہے وہ مخصوص حالات سے متعلق ہے۔ یہ مال صرف ان مجاہدین پر بانٹا جاتا ہے جو محض اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کی نیت خالص کے ساتھ اپنے

خرچ پر اور اپنا ساز و سامان لے کر میدان جنگ میں حاضر ہوں۔ اسلام نے عربوں کے رواج کو کہ وہ فتح کی حالت میں مدمقابل کے اموال کو لوٹنا اپنا حق سمجھتے تھے۔ کلیۃً محو کرنے کے احکام صادر کئے ہیں اور انفرادی حیثیت سے دشمن کا مال لوٹ کر اپنے قبضے میں لینا قطعاً ممنوع قرار دیا ہے۔ خمس و تقسیم کا حکم صرف اس مال کے لئے ہے جو جنگ کے نتیجے میں خود بخود ہاتھ لگ جائے اور اس کی تقسیم بھی امیر کی مرضی پر موقوف ہے۔ امیر چاہے تو سارے مال غنیمت کو بیت المال میں داخل کر کے مجاہدین کے وظائف مقرر کر سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے فتح ایران کے بعد کیا۔ اگر مال غنیمت اور اسیران جنگ کے بارے میں دنیا کی اقوام باہمی مشورے سے ایسا قانون بنائیں جس پر عمل کرنا سب کے لئے ضروری ہو تو اسلام مسلمانوں کو ایسے بین الاقوامی معاہدات طے کرنے سے نہیں روکتا۔ جس کا فائدہ متحارب فریقوں کو یکساں طور پر پہنچتا ہو۔ ایسے متبادل معاہدات کرنے میں مسلمانوں کو کسی قسم کی دقت پیش نہیں آ سکتی۔ البتہ جہاں اسیران جنگ کا تبادلہ ممکن نہ ہو وہاں اسلام نے ہزیمت خوردہ دشمن کے ساتھ انسانیت کا سلوک کرنے کے لئے انہیں اجتماعی طور پر یا انفرادی طور پر غلام بنا لینے کی اجازت دی ہے اور دنیا جانتی ہے کہ اسلام کے ہاں جس کیفیت کو غلامی کی اصطلاح سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وہ کس قدر رحمدلانہ سلوک کی حامل ہے۔ دنیا کی ''مہذب ترین'' قومیں عصر حاضر میں اسیران جنگ کو موت کے گھاٹ اتارنے، انہیں بدترین صورتوں میں غلام بنا کر رکھنے کی مرتکب ہو رہی ہیں اور بدنام اسلام کو کیا جا رہا ہے کہ اس نے اسیران جنگ کو مخصوص حالات میں غلام بنا کر رکھنے کی اجازت دے دی۔ اس بات کو کوئی نہیں دیکھتا کہ اسلام کے ہاں غلام کے حقوق کیا ہیں؟ اس کا درجہ کیا ہے؟ عصر حاضر کا دماغ اسیران جنگ کے متعلق کوئی ایسا قاعدہ وضع نہیں کر سکا جو اسلام کے بتائے ہوئے قاعدے سے بہتر ہو اور جس کی رو سے جنگی اسیر امن و عافیت کی زندگی بسر کرنے کے قابل بن سکتا ہو۔

۶......اسلامی ریاست

ریاست اور حکومتی نظام کے متعلق اسلام کے تصورات کیا ہیں؟ اس موضوع پر فاضل جج صاحبان نے بعض گواہوں کے بیانات کی روشنی میں مسئلے کا تجزیہ کرنے کی کوشش کی ہے اور لکھا ہے کہ اسلامی ریاست و امر کے بارے میں علمائے کرام نے جو تصورات پیش کئے ہیں وہ جموری ریاست کے ان تصورات سے بہت مختلف اور متصادم ہیں جو عصر حاضر کے سیاسی فکر نے وضع کر

رکھے ہیں۔اس سلسلے میں فاضل جج صاحبان نے افکار کے اس الجھاؤ کا بھی ذکر کیا ہے۔جو پاکستان کی اسلامی مملکت کا تصور پیدا کرنے والے زعمائے فکر وعمل کے دماغوں میں پایا جاتا ہے اور لکھا ہے کہ قرارداد مقاصد جس پر پاکستان کے دستور اساسی کی بنیاد رکھی گئی ہے۔خود اسلامی ریاست کے اس تصور سے لگاؤ نہیں کھاتی جو بعض علماء نے عدالت کے سامنے پیش کیا۔فاضل جج صاحبان نے اس بارے میں فکر وتخیل کے غیر واضح ہونے کے متعلق جو تجزیہ کیا ہے اس کی صحت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔اسلامی سٹیٹ کی ہیت ترکیبی کے بارے میں افکار کا الجھاؤ ان متصادم ومتخالف نظریات کا نتیجہ ہے جو دنیا میں آج سے نہیں بلکہ بہت پہلے سے موجود ہیں اور سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ علمائے اسلام نے کسی دور میں بھی سٹیٹ کے متعلق خالص اسلامی تصورات کو پوری طرح مدون کرنے کے لئے اس توجہ تدقیق اور محنت سے کام نہیں لیا۔جس سے کہ انہوں نے فقہ، حدیث، اخلاقیات اور دیگر دینی اور دنیوی علوم کی تدوین کی۔اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اگر دنیا کے کسی خطے میں اسلامی نظام سیاست قائم کیا گیا تو اس کے خدوخال ان نظام ہائے سیاسی سے مختلف ہوں گے جو جمہوری نظریات کے نام پر دنیا کے مختلف ملکوں میں قائم ہیں اور چہرے مہرے کے اعتبار سے خود اپنے درمیان بہت کچھ مختلف انداز رکھتے ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان مفکرین تحقیق وتدقیق اور بحث وتمحیص سے کام لے کر اسلامی ریاست کا ایک جامع نظام نامہ مرتب کریں تاکہ افکار کے اس الجھاؤ کو دور کیا جاسکے جو اس سلسلے میں دماغوں کے اندر پایا جاتا ہے۔

۷......لہو ولعب اور آرٹ

فاضل جج صاحبان نے بعض علماء سے فنون لطیفہ اور لہو ولعب کے متعلق بھی سوالات کئے اور ان کے جوابات کی بناء پر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کے بعد مجسمہ سازی، مصوری، فوٹوگرافی، موسیقی، ناچ، مخلوط اداکاری، سینما، تھیٹر اور تاش، شطرنج وغیرہ کو بند کرنا پڑے گا۔یہ صحیح ہے کہ اسلام مخرب اخلاق آرٹ اور تضیع اوقات کرنے والے کھیل تماشوں کی اجازت نہیں دیتا اور ایک معاشرہ جو اسلامی تصورات کو زندگی بسر کرنے کے لئے راہ عمل بنائے گا۔ ہر اس بات کو معیوب سمجھے گا جو اسلام کے معیار اخلاق پر پوری نہیں اترتی۔لیکن اس کا معنی یہ نہیں کہ اسلام فنون لطیفہ اور ایجادات عصری کے صحیح استعمال کا بھی مخالف ہے۔فنون لطیفہ ایجادات کے متعلق جواز وعدم جواز کا بنیادی معیار اسلام کے نزدیک یہ ہے کہ اگر وہ لہو ولعب کے لئے ہیں تو

ان کا یہ استعمال ناجائز ہے اور اگر ضرورت وافادیت کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں تو ان پر شرعی حیثیت سے کسی قسم کا اعتراض وارد نہیں ہوسکتا۔ بنابریں اسلامی ریاست کو فنون لطیفہ اور کھیل تماشوں کے بارے میں امتناع وعدم امتناع کا فیصلہ ان کی افادی حیثیت کے پیش نظر کرنا پڑے گا۔ خواہ یہ بات تہذیب عصری کے دل دادگان کے طبائع پر گراں گزرے۔

۸......جمہوریت، قیادت اور نمائندہ حکومت

عدالت تحقیقات کو ان ذرائع کے مکتفی یا نامکتفی ہونے کا جائزہ لینا تھا جو حکومت پنجاب نے فسادات کو دبانے کے لئے اختیار کئے۔ اس سلسلے میں فاضل جج صاحبان نے جمہوریت، قیادت اور نمائندہ حکومت کے موضوعات پر بھی ضمناً تبصرہ کیا ہے اور لکھا ہے: ''فریق ہائے مقدمہ کے فاضل وکلاء ہمارے سامنے جمہوری اصولوں کی بناء پر اپیل کی اور بڑی شدومد کے ساتھ اس بات پر زور دیا کہ مطالبات متفقہ تھے اور ایک جمہوری ملک میں جب کسی مطالبے کو اتنی طاقت ور اور ہمہ گیر تائید حاصل ہو تو حکومت اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے لئے مجبور ہے۔ خواہ اسے منظور کرنے کے نتائج کچھ بھی کیوں نہ ہوں۔ ہمیں بتایا گیا کہ ہمارے سیاسی لیڈر جنہیں عوام اپنے ووٹ سے منتخب کرتے ہیں۔ اقتدار کی گدیوں پر متمکن ہونے کی پوزیشن محض اس لئے پاتے ہیں کہ عوام انہیں اس جگہ پر بٹھاتے ہیں۔ اس لئے وہ اپنے ووٹروں کی خواہشات کے مطابق عمل کرنے پر مجبور ہیں۔ وزارت اور مسلم لیگ کی جانب سے بھی ہمارے سامنے اسی اصول کا اعادہ کیا گیا اور اس بات پر زور دیا گیا کہ نمائندہ طرز کی حکومت میں سیاسی لیڈر کو اسی صورت میں عوام کا نمائندہ قرار دیا جاسکتا ہے جب کہ وہ عوام کے احساسات، معتقدات اور خواہشات کا احترام کرے اور انہیں جامعہ عمل پہنائے۔ لیکن ایک ایسے ملک میں جس کے عوام کا حصہ غالب جاہل ہو اور نہایت معمولی شرح فیصد تعلیم یافتہ اشخاص کی ہو۔ اس مؤقف کا اعتراف اس اضطراب آفرین نتیجہ پر لے جائے گا کہ ہمارے لیڈر بلند خیالات کی طرف سے کورے رہتے ہوئے عوام کی جہالت وعصبیت کے پیکر بنے رہیں۔ جن ملکوں کے انتخاب کنندگان اپنے ووٹ کی قدر وقیمت سے واقف ہوں اور اپنے ہاں کے مخصوص مسائل اور دنیا کے عمومی واقعات ورحجانات کو سمجھنے کے لئے فہم وذکاوت کا کافی سرمایہ رکھتے ہوں اور قومی اہمیت کے جملہ امور پر صحیح فیصلہ کرنے کے لئے کافی حد تک ترقی یافتہ فکر کے مالک ہوں۔ وہاں لیڈروں کو عوام کے فیصلے کے مطابق عمل کرنا چاہئے یا

اقتدار کی کرسیوں کو چھوڑ دینا چاہئے۔ لیکن ایک ایسے ملک میں جیسا کہ ہمارا ملک ہے ہم ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا ہو کر کہتے ہیں کہ لیڈروں کا حقیقی وظیفہ عوام کی رہنمائی کرنا ہے نہ کہ ہر بات میں ان کی خواہشات کے سامنے چلنا۔''

(رپورٹ انگریزی ص ۶۷۵،۶۷۶)

انہی تفکرات کی بناء پر فاضل جج صاحبان نے اپنی رپورٹ کو حسب ذیل فقرہ پر ختم کیا ہے۔ ''بالآخر ایک شے جسے انسانی ضمیر کہا جاتا ہے۔ ہمیں یہ سوال کرنے پر مجبور کر رہی ہے کہ آیا ہمارے سیاسی ارتقاء کی موجودہ حالت میں آئین وقانون کے انتظامی مسئلے کو اس کے جمہوری ہم بستر یعنی وزارتی حکومت سے الگ کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ جس کے سینے پر سیاسیات کا کابوس سوار رہتا ہے۔ اگر جمہوریت کے معنی یہ ہیں کہ قانون وآئین کو سیاسی اغراض کا تابع بنادیا جائے تو واللہ اعلم بالصواب اور ہم اپنی رپورٹ کو ختم کرتے ہیں۔'' (رپورٹ انگریزی ص ۳۸۷)

عدالت کے یہ ریمارکس بہت غور طلب ہیں۔ حکومت خواہ کسی شکل کی ہو یعنی جمہور کی نمائندہ حکومت ہو یا کسی مطلق العنان حکمران کی استبدادی حکومت یا غیر ملکی غلبہ واستعمار کی حکومت، اس کا اولین وظیفہ بلاشبہ ضبط ونظم اور امن وآئین کو قائم رکھنا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہر قسم کی حکومت کے فرائض میں یہ بات بھی داخل ہے کہ عوام کے مطالبے کی طرف مناسب توجہ دے۔ نمائندہ حکومتیں تو اس کے بغیر ایک قدم بھی نہیں چل سکتیں۔ البتہ استبدادی حکومتیں طاقت وقوت کے بل پر عوام کی خواہشات کو عارضی طور پر کچلنے اور دبائے رکھنے میں کامیاب ہوسکتی ہیں۔ عدالت تحقیقات کی اس دریافت کے بعد کہ ہمارے عوام تعلیم یافتہ اور عصری افکار سے باخبر نہیں۔ اس لئے یہاں نمائندہ جمہوری حکومتیں قانون وآئین کے احترام کو ملحوظ خاطر نہیں رکھ سکتیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ وظیفہ کس کے سپرد کیا جائے؟ تاکہ عوام کو ایسے مطالبات وضع کرنے سے روکا جاسکے۔ جن پر ارباب حکومت کسی نہ کسی وجہ سے توجہ نہیں دے سکتے یا جن کو وہ اپنی سمجھ کے مطابق لغو اور بیہودہ یا ناقابل عمل خیال کرتے ہیں اور نہ اس بات کی جرأت رکھتے ہیں کہ عوام پر ان کی ''لغویت'' ظاہر کرنے کے لئے سامنے آسکیں۔ انہی مطالبات کو لیجئے جو خود عدالت کی رائے میں مذہبی احساسات پر مبنی اور اشتعال انگیزی کا نتیجہ ہیں۔ جو ایک قلیل التعداد مذہبی گروہ نے ملک کی ساری آبادی کے احساست کے علی الرغم شدومد کے ساتھ جاری تھی۔ ان مطالبات کو ارباب حکومت نے

شروع ہی سے درخور اعتنا خیال نہ کیا اور سیاسی جماعتوں کے لیڈر جن میں مسلم لیگ کی با اقتدار ہستیاں بھی شامل ہیں ان کے بارے میں آج تک کوئی رائے قائم نہیں کر سکے۔ چہ جائیکہ وہ عوام کی رائے کو ہم نوا بنانے کے لئے ساعی ہوتے۔ کیا یہ کیفیت ان مطالبات کے وزن پر شاہد و دال نہیں؟ اور اگر ارباب حکومت و قیادت کی کم نگاہی، بزدلی اور بے بصیرتی کی وجہ سے عوام کا اضطراب ترقی پذیر ہو کر ایسی صورت اختیار کر لیتا ہے کہ آئین و قانون کے مسائل کھڑے کر دے تو اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟

۹...... مغرب زدہ فکر کی خوف زدگی

اس رپورٹ میں منجملہ دیگر امور کے یہ بات نہایت واضح طور پر اور عام اشجار کے مقابلے میں شمشاد و صنوبر کی بلند قامتی کے ساتھ نمایاں طور پر ظاہر ہو رہی ہے کہ ہمارے ملک کا وہ طبقہ جو برسر اقتدار ہے اور جس کے اذہان نے مغربی افکار اور صرف مغربی افکار کی گود میں پرورش پائی ہے۔ بے طرح ذہنی غلامی کا شکار ہو رہا ہے اور اپنے ہاں کی ہر چیز کو حتیٰ کہ دینی معتقدات و شعائر کو بھی قدروں کے اسی معیار پر پرکھنے کا عادی ہے جو اہل مغرب کے فکر نے عصر حاضر میں مقرر کر لیا ہے اور جس میں مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ دوسری جانب ہمارا وہ طبقہ جس نے علوم دینیہ کے مطالعہ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے۔ عصری افکار سے ناآگاہ ہونے کے باعث اسلام کی تعلیمات کو ایسے انداز میں پیش کرنے سے قاصر ہے جو عصر حاضر کے دماغوں کے لئے قابل فہم ہو۔ رپورٹ میں جابجا اس امر کے اعترافات و اظہارات موجود ہیں کہ ہمارے ارباب اقتدار کو جن ملحوظات و مفکورات نے عامتہ المسلمین کے سہ گانہ مطالبات پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے سے روکے رکھا۔ وہ یہی تھے کہ باہر کی دنیا ہمیں کیا کہے گی؟ چنانچہ فاضل صاحبان لکھتے ہیں کہ: ''بلاشبہ وہ (خواجہ ناظم الدین) مطالبات کو منظور کر سکتے تھے یا ذاتی طور پر وعدہ کر سکتے تھے کہ وہ مطالبات کی حمایت کریں گے۔ اس صورت میں کوئی گڑبڑ نہ ہوتی اور اگر کچھ ہوتی تو شاید اس وقت جب کہ یہ معاملہ دستور ساز اسمبلی کے سامنے پیش ہوتا۔ احمدی ایک قلیل التعداد قوم ہیں۔ وہ غالباً مزاحمت نہ کر سکتے اور بدامنی پھیلانے کے قابل نہ ہوتے۔ چوہدری ظفر اللہ خان کے الگ کئے جانے پر بین الاقوامی حلقوں میں کچھ چہ میگوئیاں ہوتیں۔ لیکن پاکستان کی آبادی (خواجہ صاحب کے) اس اقدام پر تحسین و آفرین کے پھول نچھاور کرتی۔ پھر خواجہ ناظم

الدین نے یہ پیش پا افتادہ اقدام کیوں نہ کیا؟ صرف اس لئے نہیں جیسا کہ وہ کہتے ہیں کہ اس قسم کا اعلان دوسرے اسلامی ملکوں میں مؤثر نہ ہوتا۔ بلکہ انہوں نے ان دوررس نتائج کے خوف سے ایسا نہ کیا جن کا ذکر اس رپورٹ کے دوسرے مقام پر کر دیا گیا ہے۔ اگر مطالبات منظور کر لئے جاتے تو پاکستان کو بین الاقوامی سوسائٹی سے خارج کر دیا جاتا۔'' (رپورٹ انگریزی ص۲۸۲)

''وہ (خواجہ ناظم الدین) مطالبات کو منظور نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ ایسا کرنا پاکستان کو مضحکہ خیز پوزیشن میں ڈال دیتا اور بین الاقوامی دنیا کی آنکھیں کھل جاتیں کہ مشرقی، متصادم اور جمہوری ریاست ہونے کے بارے میں پاکستان کے دعاوی کی حقیقت کیا ہے؟''

(رپورٹ انگریزی ص۲۶۴،۲۶۵)

فاضل جج صاحبان نے خواجہ ناظم الدین کے فکری الجھاؤ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ انہیں یہ فکر تھا کہ: ''چوہدری ظفر اللہ خان بین الاقوامی دنیا میں بہت شہرت رکھتے ہیں اور احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ ان کی برطرفی کی خبر بڑے وسیع پیمانے پر نشر ہوگی اور بین الاقوامی تنقیدات کا مورد بنے گی۔ اس برطرفی کی کوئی ایسی تشریح جو بین الاقوامی ضمیر کو مطمئن کر سکے۔ تلاش کرنا مشکل ہوگا...... لہٰذا مطالبات کی منظوری بین الاقوامی حلقوں میں چہ میگوئیوں کے دروازے کھول دیتی اور بین الاقوامی دنیا کی توجہ نفیاً یا اثباتاً پاکستان کے واقعات کی رفتار کی طرف جلب ہونے لگتی۔'' (رپورٹ انگریزی ص۲۳۳)

۱۰...... تجدید اسلام اور احیائے دین

اور ان مفکورات کی بناء پر فاضل جج صاحبان نے یہ نتیجہ اخذ کیا: ''(بحالات موجودہ) اسلام کو عالمگیر تخیل کی حیثیت سے محفوظ رکھنے کی اور مسلمان کو اس دقیانوسی ناموزونیت سے نکال کر جس میں وہ مبتلا ہے عالم حاضر و دنیائے مستقبل کا شہری بنانے کی صورت یہ ہے کہ جرأت سے کام لیتے ہوئے اسلام کی تجدید کر کے اس کی زندہ و عامل خصوصیات کو بے جان خصوصیات سے الگ کر دیا جائے۔'' (رپورٹ انگریزی ص۲۳۲)

یہ ہے مغرب زدہ طبقہ کی پکار جو مغرب کے افکار، اہل مغرب کی معاشرت اور ان کے طرز بود و باش سے اس حد تک مسحور ہو چکا ہے کہ زندگی کے متعلق اسلام کے تصورات کی عظمت و ماہیت کا اخذ کرنا بھی اس کے دماغ کے لئے بڑا مشکل اور کٹھن کام بن رہا ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتا کہ سیاسیات و معاشرت میں بین الاقوامی فکر ابھی ارتقائی منازل طے کر رہا ہے اور ان تلخ تجربوں

کی روشنی میں جو نوع انسان کو ہر شعبہ حیات میں آئے دن پیش آتے رہتے ہیں۔ کسی مستقل اور پائدار حل کو تلاش کرنے میں سرگرداں ہے۔ اسلام اب سے کوئی چودہ سو سال پہلے ان جملہ مشکلات کا حل نوع انسان کے سامنے پیش کر چکا ہے۔ اگر نوع انسان کا فکر اس چراغ کی روشنی سے استفادہ کرتے ہوئے جو اسلام نے روشن کر رکھا ہے۔ راستہ تلاش کرے تو انسانیت صراط مستقیم پر سرعت رفتار کے ساتھ گامزن ہو سکتی ہے اور ان منازل مقصود تک جلد پہنچ سکتی ہے۔ جن تک پہنچنے کے لئے اس کے شعوری اور لاشعوری تقاضے اسے بیقرار رکھتے ہیں۔ نوع انسانی کو یہ روشنی دینا اور یہ صراف مستقیم دکھانا مسلمانوں سے مفلوج ہو کر رہ گئی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان صلاحیتوں کو بروئے کار لایا جائے اور اقوام عالم کے سامنے ان مسائل کا صحیح حل پیش کرنے کے لئے اسلام کی تعلیمات یعنی قرآن وسنت سے رہنمائی حاصل کرنے کی سعی کی جائے اور اس بارہ میں پوری تحقیق اور کاوش سے کام لیا جائے۔ تجدید اسلام یا احیائے دین اسی سعی وکوشش کا نام ہے اور یہ سعی وکوشش ایسے ادوار میں ضروری ہو جاتی ہے جب مسلمانوں میں بیرونی اثرات کی وجہ سے فکر وعمل کی گمراہیاں ترقی پذیر ہو جاتی ہیں۔ اگر تجدید اسلام کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی تعلیمات کو توڑ مروڑ کر یا تاویلات وتحریفات کے بل پر عصری افکار کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی جائے تو یہ تجدید اسلام کی نہیں بلکہ تخریب اسلام کی کوشش ہوگی۔ اس قسم کی سعی پر وقت اور طاقت ضائع کرنے سے یہی بہتر ہے کہ مغرب زدہ لوگ اسلام کو اپنے حال پر چھوڑ دیں اور سیاسی، معاشرتی، معاشی اور قانونی امور میں عصر حاضر کے ترکوں کی طرح افکار مغرب کا پورا تتبع کرتے ہوئے پاکستان کو ایسی مملکت بنالیں جسے عصر حاضر کی اصطلاح میں متجد، مترقی، متقادم اور جمہوری کہا جاتا ہے اور اجتماعی اور انفرادی زندگی کے تصورات کے اسی میدان میں ناچنے اور دوڑنے لگیں۔ جس میں کہ اقوام مغرب دوڑیں لگا رہی ہیں اور صحیح تجدید اسلام اور احیائے دین کا کام کسی اور قوم کے لئے یا آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ رہنے دیں۔ جس کار عظیم سے عہدہ برآ ہونے کے ہم اہل نہیں۔ اسے کرنے کی حامی بھرنے یا اس پر ہاتھ ڈالنے سے یہی بہتر ہے کہ ہم اس کا خیال ہی ترک کر دیں۔ لیکن ایسا کرنے کے باوجود مسائل بدستور حل طلب رہیں گے۔ جن کو حل کرنے سے گریز کی راہ اختیار کر کے ہمارے ارباب سیاست وقیادت نے ملک کو ۱۹۵۳ء کے فسادات سے دوچار کر دکھایا۔ جب تک ہم اس ذہنیت کے ساتھ چلنے پر مجبور ہیں کہ اگر ہم نے یہ

کام کیا یا وہ کام کیا تو دنیا ہمیں کیا کہے گی؟ اس وقت تک ہم اپنے داخلی اور خارجی امور کو اپنے حسب منشاء اور اپنے لوگوں کے آرام وآسائش کے لئے سرانجام نہیں دے سکیں گے۔ اس مفروضہ یعنی ''دنیا ہمیں کیا کہے گی۔'' کے ماتحت عدالت تحقیقات کے فاضل جج صاحبان نے مغرب زدہ طبقہ کی جن دماغی الجھنوں کا اور جن مسائل کا تذکرہ کیا ہے۔ ان پر اگر ٹھنڈے دل ودماغ سے غور کیا جائے اور ان کے حل کی مناسب تدابیر اپنے لوگوں کے محسوسات کے پیش نظر سوچی جائیں تو یہ عقدے اتنے لاینحل نہیں۔ جس قدر کہ سمجھے جارہے ہیں۔ مصیبت صرف یہ ہے کہ ہمارے ارباب حل وعقد کی فکری صلاحیتیں محض اس خوف سے کہ دنیا ہمیں کیا کہے گی۔ شل ہوکر رہ جاتی ہیں اور ان کیفیات ومسائل کو حل کرنے سے جو ملک کے اندر رونما ہوتے ہیں گریز کی راہ اختیار کر لیتی ہیں اور یہ بات عدالت تحقیقات کے سامنے اظہر من الشّمس اور بیّن من الامس ہوکر ظاہر ہوچکی ہے۔ ہمارے ارباب قیادت نے متفق اللسان ہوکر یہ کہا کہ ہمارے دماغوں نے ابھی تک مطالبات کے حسن وقبح یا ان کی صحت وعدم صحت کے بارے میں کوئی فیصلہ ہی نہیں کیا۔ ایسی حالت میں وہ عوام کی رہنمائی کیا کریں گے۔

۱۱......ارباب سیاست وقیادت کی کوتاہیاں

بہرکیف جہاں تک مطالبات کا تعلق ہے۔ تحقیقات نے یہ بات ایک دفعہ پھر ثبت کر دی ہے کہ عوامی مطالبہ کی طرف سے ارباب سیاست وقیادت کا آنکھیں موند لینا ہمیشہ ناگوار کیفیات پیدا کرنے کا موجب بنتا ہے۔ ان کو دیکھنا چاہئے کہ اگر عوامی مطالبات میں وزن ہے اور وہ معقولیت پر مبنی ہیں تو انہیں کسی اندرونی یا بیرونی خوف سے متأثر ہوئے بغیر عوام کو ان مطالبات کے بارے میں مطمئن کرنے کی تدابیر اختیار کرنے میں تأمل سے کام نہ لینا چاہئے اور گر مطالبات لغو اور بیہودہ ہوں جیسا کہ بعض پولیس افسروں نے سیاسئین کا لبادہ پہن کر اپنی رپورٹوں میں مجلس عمل کے مطالبات کو قرار دینا شروع کر دیا۔ (رپورٹ انگریزی ص۱۴۴،۸۰)

تو ارباب سیاست کا وظیفہ یہ ہے کہ وہ عوام پر ان کے مطالبات کی لغویت واضح کرنے کے لئے آگے بڑھیں اور اپنے ہم خیالوں کی جمعیت کو تقویت دیں۔ فاضل جج صاحبان نے بھی اپنی اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ: ''ہمارے عوام اتنے بیہودہ نہیں کہ وہ معقول بات پر کان نہ دھریں اور اگر ان کو سمجھایا جائے تو نہ سمجھیں۔'' (رپورٹ انگریزی ص۲۷۵)

ظاہر ہے کہ اگر مدعیان قیادت یہ طرز عمل اختیار کرتے تو مطالبات کی منظوری یا

نامنظوری کا معاملہ جمہوری سیاسی اختلاف کی نوعیت اختیار کر لیتا اور ان معاملات کو طے کرنے کی آئینی جمہوری صورتیں پیدا ہو جاتیں۔ مطالبات کے حامیوں کو ڈائرکٹ ایکشن کی راہ اختیار کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی۔ جس کو عدالت نے منجملہ اسباب فسادات کے ایک سبب قرار دیا ہے۔

۱۲......علمائے دین

طبقہ علمائے دین کے بارے میں عدالت نے اس رائے کا اظہار کیا ہے؟ علماء فاضل طبقہ کے لوگ ہیں۔ لہٰذا جملہ پرستاران علم کی طرح واجب الاحترام ہیں۔ لیکن ان فاضلین کی طرح جو اپنی قوتوں کو کسی خاص موضوع کے لئے وقف کر دیتے ہیں۔ ان کے اذہان کا ارتقاء ایک ہی راستے پر ہوا ہے اور ایک راہ ذہن خطرناک امکانات کا حامل ہوتا ہے۔ تاہم آپ متخصصین کے بغیر گزارا بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن اس کے لئے ایک عمومی پیشہ ور یعنی ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو ان تمام مضامین پر جو کسی متخصص کے خصوصی دائرہ علم وفکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ حاوی ہو، اپنے مضمون کے سوا دیگر مضامین کے متعلق متخصص کے زاویہ نگاہ کا تنگ ہونا ایک لازمی امر ہے۔ ہم ''ملائیت'' اور ''مذہبی دیوانگی'' ایسی ارزاں اور عمومی اصطلاحات کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ ایک عام گریجویٹ جو اپنے مضامین کے سطحی علم سے زیادہ اور کچھ مبلغ علم نہیں رکھتا۔ ایسے جملوں کے استعمال میں خوشی محسوس کرتا ہے۔ گویا کہ وہ برتر شخصیت کا مالک ہے۔ کیا اسی طرح آپ ایک ماہر علم النبات کو نباتیات کا ایک ماہر علاج امراض پا کر معالجہ یا کا طعنہ دے سکتے ہیں۔ اس لئے ہم یہ نہیں کہتے کہ علماء کا زاویہ نگاہ اس لئے تنگ ہے کہ وہ علماء ہیں۔ وہ اس لئے تنگ ہے کہ علماء زندگی کے ایک ہی شعبہ کے متخصصین ہیں۔ (رپورٹ انگریزی ص ۲۹۸،۲۹۹)

علمائے دین پر مخالف فریق کی طرف سے ان کے تشدد پسند ہونے کے بارہ میں جو اعتراضات وارد کئے گئے ان کا ذکر کرتے ہوئے فاضل جج صاحبان نے لکھا ہے کہ: ''یہ دلیل کہ وزیراعظم نے علماء سے متصادم ہونے کی جو ممانعت کر رکھی تھی وہ صوبائی دائرہ میں ان کے خلاف کوئی اقدام نہ کرنے پر منتج ہوئی۔ اس مفروضہ کی حامل ہے کہ علماء شورشی اور بدزبان مذہبی دیوانوں کا ایک گروہ ہیں۔ جو تشدد کی تلقین کرتے ہیں اور خون نظاروں سے خوش ہوتے ہیں۔ علماء کو مذہبی دیوانے پکارا جائے تو غالباً انہیں اس سے انکار نہ ہوگا۔ لیکن ان سے ایک بھی ہمارے سامنے اس

امر کا اعتراف کرنے کے لئے تیار نہ تھا کہ وہ تشدد کی مذمت نہیں کرتا۔ مولانا میکش نے جنہوں نے علماء کے مقدمہ کی وکالت نمایاں سرگرمی کے ساتھ کی احمدیوں کے خلاف دیوانہ وار جوش کا حامل ہونے کے باوجود چھوٹے لیڈروں کی بدزبانی اور تیز کلامی کی مذمت کی۔ ایسی تیز کلامیوں کے مرتکب جو حوالہ جات میں پائی جائیں گی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، سید مظفر علی شاہ شمسیؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ اور چند دیگر اشخاص۔ ہمیں اس سلسلہ میں مولانا اختر علی خان کو بھی فراموش نہ کرنا چاہیئے۔ لیکن یہ حضرات علم دین کی گہرائیوں سے آگاہ ہونے کے مدعی بھی نہیں اور نہ اپنے آپ کو علماء کی جماعت میں سے خیال کرتے ہیں۔"

(رپورٹ انگریزی ص ۲۹۷)

خاتمہ کلام

فاضل جج صاحبان نے ان اہم کوائف ومسائل کو بے نقاب کرنے میں جو ہمارے ملک کو درپیش ہیں پاکستانی معاشرے کی بہت بڑی خدمت سرانجام دی ہے۔ اب پاکستانی معاشرے کے مختلف عناصر کا کام یہ ہے کہ عدالت تحقیقات کی اس رپورٹ کے آئینے میں اپنے اپنے چہرے دیکھیں اور ایسا طرز عمل اختیار کریں جو ملک میں امن وسکون کی فضاء کو تقویت دینے کا موجب ہو۔ واخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العلمین! ۲۱/اگست ۱۹۵۴ء

احقر العباد! مرتضیٰ احمد خان میکش درانی

عرض حال

یہ تبصرہ جو کتابچہ کی صورت میں ہدیہ قارئین کرام ہے۔ پہلے پہل روزنامہ "نوائے پاکستان" کے خاص رپورٹ نمبر مورخہ ۲۹/اگست ۱۹۵۴ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔ اس تبصرہ کی تحریر واشاعت کے لئے جو مفکورات محرک ہوئے وہ اخبار مذکور کے اداریہ میں مشرح طور پر بیان کر دیئے گئے تھے۔ یہ اداریہ بھی توضیح مطالب کے پیش نظر کتابچہ میں شامل کیا جاتا ہے۔ وھوھذا!

"آج کی اشاعت عدالت تحقیقات فسادات کی رپورٹ پر سیر حاصل تبصرے کی نذر کی جارہی ہے۔ یہ تبصرہ کتابچہ کی صورت میں شائع کرنے کی نیت سے لکھا گیا تھا۔ لیکن اس خیال کے پیش نظر کہ معروضات زیادہ سے زیادہ ہاتھوں میں پہنچ جائیں۔ اسے اخبار کی ایک ہی اشاعت میں درج کیا جارہا ہے۔

اس تبصرہ کی اشاعت کا ابتدائی مقصد جیسا کہ پیش لفظ میں ظاہر کردیا گیا ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ان لوگوں کو جنہیں ضخیم رپورٹ پڑھنے کی فرصت نہیں۔ ایک مرتب اور اجمالی صورت میں ملک کے اہم کوائف ومسائل پر فاضل جج صاحبان کی تنقیدات سے روشناس کرادیا جائے۔ جنہوں نے دس ماہ کی محنت شاقہ سے کام لینے کے بعد اس رپورٹ کی صورت میں نہایت ہی قیمتی دستاویز تیار کر کے ملک کے سامنے پیش کردی ہے۔

اس تبصرہ کی اشاعت کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ ان غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کی سعی کی جائے جو اس رپورٹ کے مندرجات پر پوری توجہ نہ دینے کی وجہ سے عامتہ الناس میں بلکہ پڑھے لکھے حلقوں میں پھل پھول رہی ہیں۔

تیسرا مقصد یہ ہے کہ مملکت عزیز پاکستان کے جملہ عناصر کو توجہ دلائی جائے۔ وہ اس کے مندرجات کی روشنی میں اپنے فکروعمل کے رجحانات کا جائزہ لیں اور آئندہ کے لئے ان رجحانات سے بچنے کی کوشش کریں۔ جو مارچ ۱۹۵۳ء کے افسوسناک حادثات کی تخلیق کا موجب بنے۔

جان لینا چاہئے کہ ہمارے ملک کو اس سلسلے میں اہم فکری اور حسیاتی مسائل درپیش ہیں۔ جن کو خوش اسلوبی کے ساتھ اور وطن خواہی کی اسپرٹ میں حل کئے بغیر ہم امن وسکون کی وہ فضاء پیدا نہیں کر سکتے۔ جو کسی ملک کو یا کسی معاشرے کو ترقی وبلندی کی شاہراہ پر گامزن کرنے کے لئے ضروری ہے۔ ایسے اہم مسائل کی طرف سے آنکھیں بند کر لینے یا ان کو حل کرنے کی سعی سے گریز کرنے کی روش معاملات کو مزید الجھاؤ ہی میں ڈالنے پر منتج ہوسکتی ہے۔ سلجھاؤ پیدا نہیں کرسکتی۔ یہ مسائل جن کی نشاندہی فاضل جج صاحبان نے اپنی رپورٹ میں کی ہے۔ ایسے ہیں جو کسی نہ کسی لحاظ سے پاکستان کے ہر فرد کے دل ودماغ کو متاثر کر رہے ہیں۔ طبائع عمومی کا یہ اضطراب وانتشار اس وقت تک دور نہ ہوگا۔ جب تک کہ ارباب حکومت سیاسی پارٹیاں اور ارباب قیادت اور ملک کے دیگر عناصر ان مسائل کا خوشگوار حل تلاش کرنے کے لئے کمر ہمت باندھ کر آگے نہیں بڑھیں گے اور باہمی مشورت اور افہام وتفہیم سے ایسے نتائج پر پہنچنے کی کوشش نہیں کریں گے جو تصادموں کو روکنے والے اور فسادات کے سرچشموں کو بند کردینے والے ہوں۔

ان گذارشات کے ساتھ قارئین کرام کی خدمت میں یہ ''رپورٹ نمبر'' پیش کیا جارہا ہے۔ امید ہے کہ ارباب فہم وبصیرت اسے اسی توجہ کے ساتھ پڑھیں گے۔ جس کی امید میں نویسندۂ عاجز نے یہ تبصرہ سپرد قلم کیا ہے۔ مرتضٰی احمد خان میکش درانی!

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں
کمبخت منافق ہے ادھر بھی ہے ادھر بھی
قادیانی سیاست
(مولانا مرتضیٰ احمد خان میکشؒ درانی)

پاکستان سے بیزاری، بھارت سے وفاداری

پاکستان کی اسلامی مملکت کے اندر جو تخریبی فتنے پرورش پا رہے ہیں ان میں سب سے زیادہ خطرناک فتنہ مرزائیت کا ہے۔ کیونکہ مرزائیت دین اسلام کی کھلی تحقیر و تضحیک کا دوسرا نام ہے۔ اس مذہب کے پیرو نہ تو اسلام کے وفادار ہیں نہ مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں اور نہ پاکستان کے ساتھ کسی قسم کا انس رکھتے ہیں۔ اس فتنہ کے سب سے زیادہ خطرناک ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ مرزا کے پیرو خارج میں اپنے آپ کو مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ ظاہر کرتے ہیں اور باطن میں اپنے آپ کو مسلمانوں سے یکسر الگ قوم سمجھتے ہوئے دین اسلام کے بنیادی عقائد کی بیخ کنی کے درپے رہتے ہیں۔ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے کے باوجود یہ منافقین کسی مسلمان کی نماز جنازہ میں شامل ہونا اور مؤمن میت کے لئے دعائے مغفرت کرنا بھی اپنے مذہبی عقیدہ کی رو سے حرام سمجھتے ہیں[1] اور ادھر مسلمانوں کی غفلت اور بے خبری کا یہ عالم ہے کہ وہ ان کی حقیقت و ماہیت سے صحیح طور پر آگاہ نہ ہونے کے باعث انہیں بھی مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کی طرح ایک فرقہ سمجھ رہے ہیں اور جب کوئی مرزائی مر جاتا ہے تو اس کے مسلمان رشتہ دار اس کی نماز جنازہ میں شامل ہونے اور اس کے لئے دعائے مغفرت کرنے میں کسی قسم کی عار یا ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے۔ ظاہر ہے کہ کھلے دشمن کی بہ نسبت وہ چھپا دشمن زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ جس کے خبث باطن کی طرف سے انسان غافل ہو، اور یہی حالت پاکستان اور دنیائے اسلام کے عام مسلمانوں کی ہے۔ جو مرزائیوں کو مسلمانوں کا ایک فرقہ سمجھ کر ان کی ان ظاہری اور مخفی سرگرمیوں سے بے خبر رہتے ہیں۔ جو کہ منافقین کے اس گروہ کی طرف سے پیہم کی جا رہی ہیں۔

---

[1] منافقوں کی یہ ہے نشانی زباں پہ دیں ہو تو کفر دل میں...... اسی نشانی سے قادیانی تعارف اپنا کرا رہے ہیں! (ظفر علی خان)

یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ مرزائی مسلمان نہیں۔ کیونکہ وہ قادیان کے ایک مدعی کاذب ودجال ومفتری کی نبوت پر ایمان لانا ذریعہ نجات قرار دیتے ہیں۔لیکن سیاسی حیثیت سے مرزائیوں کو جوملت پاکستان کا ایک جزو اور پاکستان کا خیرخواہ اور وفادار سمجھا جارہا ہے۔وہ پاکستان کے عوام اوران کے ارباب سیاست کی بہت بڑی کم نظری اور نافہمی پر دال ہے۔ہم جانتے ہیں کہ اس کم نظری اور نافہمی کی وجہ محض یہ ہے کہ مسلمان مرزائیوں کی سرگرمیوں اوران کے رجحانات کا جائزہ لینے کی طرف سے غافل ہیں اوراپنی اس غفلت کی وجہ سے مرزائیوں سے دھوکا کھاتے چلے جارہے ہیں۔ چند ماہ ہوئے ہم نے مرزائیوں کے سیاسی عزائم کا تجزیہ کرتے ہوئے مسلسل مقالات کی دس قسطیں شائع کی تھیں۔جن میں ناقابل تردید حقائق ودلائل سے ثابت کردکھایا تھا کہ اس فرقہ کے لوگ پاکستان میں مرزائیوں کی حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں اور اس کے ساتھ ہی وہ بھارت کو بھی اپنے ان برے دنوں کا ملجاو ماویٰ سمجھ رہے ہیں۔ جب پاکستان میں ان کے عزائم پر پروان چڑھنے سے یکسر ناکام رہ جائیں گے۔معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کے مسلمانوں کی آنکھیں کھلنے کے آثار دیکھ کر مرزائی اپنے اوّل الذکر مقصد یعنی پاکستان پر مرزائیوں کی حکومت مسلط کرنے کے خیال کی تکمیل کی طرف سے مایوس ہورہے ہیں اوراب اس فکر میں ہیں کہ بھارت کی زمین انہیں اپنے آغوش میں لے لے۔ ’’ٹائمنرآف انڈیا‘‘ بمبئی کے نامہ نگار کی اطلاع مظہر ہے کہ امت مرزا کے افراد کا جو اجتماع ۲۶،۲۷ر دسمبر کو قادیانی ضلع گورداسپور میں منعقد ہوا اور جس میں پاکستان سے جانے والے یکصد کے قریب مرزائی یاتری بھی شامل ہوئے۔اس میں پاکستان کو مرزائیت کے نقطۂ نگاہ سے بہت کوسا گیا اور بھارت کی اس قدر تعریف کی گئی کہ بھارت کی حکومت کواللہ کی نعمت اور بھارت کو مرزائیوں کا دارالامان ظاہر کیا گیا۔ ٹائمنرآف انڈیا کے نامہ نگار کا بیان یہ ہے۔

’’ایک نشست میں جس کے صدر لاہور کے ایک بیرسٹر شیخ بشیر احمد تھے۔علی الاعلان

کہا گیا کہ پاکستان کی حکومت جو اسلامی تحریک کا نتیجہ ہے۔مرزائیوں کی حفاظت سے قاصر رہی ہے۔وہاں تین مرزائی قتل ہو چکے ہیں۔اس کے بالمقابل ہندوستان کی حکومت نے بیدین ہونے کے باوجود ہر مذہب کے پیروؤں اور بالخصوص مرزائیوں کی حفاظت کا خاطر خواہ سامان مہیا کر رکھا ہے۔پاکستان میں ابوالاعلیٰ مودودی کی جماعت نے ادھم مچا رکھا ہے۔مگر ہندوستان میں ہمیں ہر قسم کا امن واطمینان میسر ہے۔ان امور کی روشنی میں ہندوستان کی حکومت کو اللہ کی نعمت قرار دیا گیا اور اعلان کیا گیا کہ اس حکومت کے وفادار ہیں۔''

اس کے علاوہ اخبار''بندے ماترم'' کی اطلاع مظہر ہے۔''قادیان ۲۸ر دسمبر کل یہاں احمدیوں کا سہ روزہ سالانہ جلسہ شروع ہوگیا۔جس میں پاکستان سے آمدہ ۹۷،احمدیوں اور ہند کے مختلف حصوں کے ۵۲۰۰ احمدیوں کے علاوہ مقامی ہندوؤں اور سکھوں کی بھاری تعداد بھی شامل ہوئی۔جلسہ میں ایک ریزولیوشن پاس کیا گیا۔جس میں ہند سرکار سے درخواست کی گئی کہ وہ قادیان میں موجودہ احمدیوں کی وہ تمام جائیداد واپس کر دے جو نکاسی قرار دی جا چکی ہے۔ ایک اور ریزولیوشن میں ہند و پنجاب کی حکومتوں سے درخواست کی گئی ہے کہ قادیان کی زیارت کے لئے سہولیات دی جائیں اور ان نکاسیوں کی واپسی کی اجازت دی جائے۔جو کہ ۱۹۴۷ء کی گڑبڑ میں قادیان سے چلے گئے تھے اور ہر دو مہینوں میں آنے جانے کے عارضی پرمٹ دیئے جائیں۔مسٹر بشیرالدین احمد نے ہندوستانی احمدیوں کو تلقین کی کہ وہ ہند سرکار کے وفادار رہیں اور کوئی شرارت نہ کریں۔''

مرزائیوں کے سالانہ جلسہ منعقدہ قادیان کی یہ تقریریں اور قراردادیں مرزائیوں کے باطنی رجحانات اور دلی احساسات کو بخوبی ظاہر کر رہی ہیں۔اس حقیقت کبریٰ کے باوجود کہ پاکستان نے مرزائیوں کو پناہ دی اور مرزائیوں نے اپنی عیاریوں سے اپنے حق سے کہیں زیادہ عمارتیں، کارخانے، دکانیں اور اقتصادی ادارے الاٹ کرالئے۔ پنجاب کے انگریز گورنر

سرفرانس موڈی کی خصوصی نظرعنایت سے ربوہ میں اپنا نیا مرکز بنانے اور نیا شہر بسانے کے لئے کوڑیوں کے مول زمین کے وسیع قطعات حاصل کر لئے۔ پاکستان کے کوتاہ اندیش ارباب اقتدار کی چشم پوشی اورکوتاہ نظری سے فائدہ اٹھا کر چوہدری ظفراللہ خان قادیانی کو پاکستان کا وزیرخارجہ بنوالیا اوراس چوہدری کے اثرورسوخ کی بدولت مرزائیوں نے آبادکاری کے محکموں میں بڑے بڑے عہدے حاصل کر لئے تاکہ ناجائز الاٹمنٹوں کے بل پر مرزائیوں کو مالا مال کرسکیں۔ وزارت خارجہ کی ملازمتوں میں مرزائیوں کو اتنی کثیر تعداد میں بھرتی کرلیا گیا کہ پاکستان کے سفارت خانے بیرونی ملکوں میں دین مرزائیت کی تبلیغ کے اڈے بن گئے اورتواورخود چوہدری ظفراللہ خان وزیرخارجہ پاکستان نے فلسطین اوردوسرے عرب ملکوں کے مسلمانوں پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ وہ حکومت پاکستان کے وزیرنہیں بلکہ مرزائیوں کے امیر المؤمنین مرزابشیرالدین کے سفیر ہیں۔ القصہ مرزائیوں نے ایک بھاری سازش کے ماتحت اپنی قومی تنظیم کے بل پر پاکستان کی دولت وثروت کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا اور پاکستان کی کلیدی آسامیوں پر قبضہ جما کر اسے ایک مرزائی مملکت بنانے کی پوری کوشش کی۔

مسیلمہ کے جانشین گرہ کٹوں سے کم نہیں...... کتر کے جیب لے گئے پیمبری کے نام سے۔ (ظفرعلی خان)

لیکن اب کہ عامتہ المسلمین میں مرزائیوں کے عزائم بد کی طرف سے ایک حدتک باخبر ہونے کے آثار پیدا ہونے لگے ہیں۔ مرزائی بھارت کی حکومت کو اللہ تعالیٰ کی نعمت قرار دے کر اس سے درخواستیں کرنے لگے ہیں کہ ہماری جائیدادیں واپس کردی جائیں اورہمیں قادیان میں لوٹ آنے کی اجازت دی جائے۔ بلاشبہ مرزائیوں کوحق پہنچتا ہے کہ وہ بھارت سرکار سے واپس بھارت جانے کی اجازت حاصل کرنے کے لئے درخواستیں کریں اورہم دل سے خواہاں ہیں کہ ایسے لوگ جو اسلام کے بدترین دشمن اور پاکستان کے باطنی بدخواہ ہیں۔ پاکستان سے نکل

جائیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ دین مرزائیت کے پیرو، انگریز کے، ہندو کے، یہودی کے اور اسلام کے ہر دشمن حکومت کے وفادار اور خیر خواہ بن سکتے ہیں۔ وہ اگر کسی کے وفادار نہیں بن سکتے تو وہ اسلام ہے اور اسلامی حکومت ہے۔ ہم پاکستان میں ایسی منافق غیر مسلم قوم کی موجودگی کو پاکستان اور دین اسلام کے بہترین مقاصد کے لئے سخت خطرناک سمجھتے ہیں اور ہمیں ڈر ہے کہ پاکستان کے بھولے بھالے اور بے خبر مسلمان ایک نہ ایک دن ان منافقین کے ہاتھوں بہت بڑی مصیبتوں کی طرف سے یکسر غافل ہیں جو اس فتنہ کے آغوش میں پل رہی ہیں۔ صرف مجلس احرار اسلام ایک ایسی جماعت ہے جو اس فتنہ کے شر کا سدباب کرنے اور مسلمانوں کو اس سے بچانے کے لئے جدوجہد کر رہی ہے۔ مسلمانوں کو مجلس احرار اسلام کی ان خالص دینی خدمات کی قدر کرنی چاہئے اور ان سرگرمیوں میں مجلس احرار اسلام کا ہاتھ بٹانا چاہئے[۱]۔

اس کے ساتھ ہی ہم مرزائیوں کو ان کے دنیوی بھلے کی خاطر یہ مشورہ دیں گے کہ وہ جلد سے جلد اپنے آپ کو بھارت کے دارالامان میں پہنچانے کا بندوبست کر لیں۔ بلاشبہ آج کے بعض نام نہاد سیاسی لیڈر مرزائیوں کے ووٹ حاصل کرنے کے لئے مرزا بشیر الدین قادیانی کی خوشامد کر رہے ہیں اور اپنی لاعلمی کی وجہ سے مرزائیوں کو مسلمان اور پاکستان کے وفادار لوگ سمجھ رہے ہیں۔ لیکن یہ حالت دیر تک قائم نہیں رہے گی۔ پاکستان کے مسلمان بیدار ہوں گے اور مرزائیوں سے ان کی اسلام دشمنی اور پاکستان آزاری کا حساب لے کر رہیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

۵؍جنوری ۱۹۵۱ء، مرتضیٰ احمد خان!

---

[۱] یقیناً ان پرفتن ایام میں تاج وتخت ختم نبوت کی حفاظت اور فتنہ مرزائیت کی سرکوبی کے لئے مجلس احرار اسلام سے اشتراک وتعاون کرنا ہر مسلم کا ملی فرض ہے اور بخدا ہمارا یہ اشتراک وتعاون عنداللہ یقیناً ذریعہ نجات ثابت ہوگا۔ (فاروق)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
پاکستان میں
مرزائیت
(مولانا مرتضیٰ احمد خان میکشؒ درانی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

پیش لفظ

۱۸۵۷ء کے بعد فتنۂ مرزائیت کو جن اغراض کے تحت برطانوی استعمار نے جنم دیا۔ وہ مرزاغلام احمد قادیانی کی اپنی تحریرات سے ظاہر ہیں۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کو سلطنت برطانیہ کے زیرسایہ آنے کی دعوت دی۔ نیز انگریز کو اسلام کا خالق قرار دیا اور اپنے مشن کی بنیاد اطاعت حکومت برطانیہ اور حرمت عقیدہ جہاد پر رکھی۔ تمام عمر اپنی پالیٹکل اغراض کے لئے اسلام اور مسلمانوں کی بربادی کی خاطر برطانوی سلطنت کی جاسوسی کرتے رہے اور آج تک ان کا بیٹا موجود خلیفہ بشیرالدین محمود احمد اور ان کے تمام مرید اسی راہ پر چل رہے ہیں۔ اسلامیان پاکستان کی آ گاہی کے لئے صرف دو حوالے پیش کرتا ہوں۔ جن سے واضح ہوگا کہ مرزائیت اور برطانوی سلطنت لازم وملزوم ہیں۔

ممالک اسلامیہ میں مرزائیوں کا پروگرام

’’ایرانی گورنمنٹ نے جو سلوک مرزاعلی محمد باب، بانی فرقۂ بابیہ اور اس کے بیکس مریدوں کے ساتھ محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے کیا اور جو ستم اس فرقہ پر توڑے گئے وہ ان دانشمند لوگوں پر مخفی نہیں ہیں۔ جو قوموں کی تاریخ پڑھنے کے عادی ہیں اور پھر سلطنت ٹرکی نے جو ایک یورپ کی سلطنت کہلاتی ہے جو برتاؤ بہاءاللہ بانی فرقۂ بہائیہ اور اس کے جلاوطن شدہ پیروؤں سے ۱۸۶۳ء سے لے کر ۱۸۹۲ء تک پہلے قسطنطنیہ، پھر ایڈریانوپل اور بعد ازاں مکہ کے جیل خانہ میں کیا۔ وہ بھی دنیا کے اہم واقعات پر اطلاع رکھنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے۔ دنیا میں تین ہی بڑی اسلامی سلطنتیں کہلاتی ہیں اور تینوں نے جو تنگ دلی اور تعصب کا نمونہ اس شائستگی کے زمانے میں دکھایا وہ احمدی قوم کو یہ یقین دلائے بغیر نہیں رہ سکتا کہ احمدیوں کی آزادی تاج برطانیہ کے ساتھ وابستہ ہے اور چونکہ خدا نے برٹش راج میں سلامتی کے شہزادہ، مرزاقادیانی کو دنیا کی رہنمائی کے لئے بھیجا۔ گویا خدا نے تمام دنیا کی حکومتوں پر بلحاظ فیاضی، فراخدلی اور بے تعصبی کے برٹش گورنمنٹ کو ترجیح دی۔ لہٰذا تمام سچے احمدی جو حضرت مرزاقادیانی کو مامور من اللہ اور ایک مقدس انسان تصور کرتے ہیں۔ بدون کسی خوشامد اور چاپلوسی کے دل سے یقین کرتے ہیں کہ برٹش گورنمنٹ ان کے لئے فضل ایزدی اور سایہ رحمت ہے اور اس کی ہستی کو وہ اپنی ہستی خیال کرتے ہیں۔‘‘ (اخبار الفضل قادیان ج۲ نمبر۳۸، مورخہ ۱۳؍ستمبر ۱۹۱۴ء)

قادیانی تلوار

''حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ میں وہ مہدی موعود ہوں اور گورنمنٹ برطانیہ میری وہ تلوار ہے جس کے مقابلے میں ان علماء کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ اب غور کرنے کا مقام ہے کہ پھر ہم احمدیوں کو اس فتح سے کیوں خوشی نہ ہو۔ عراق، عرب ہو یا شام ہم ہر جگہ اپنی تلوار کی چمک دیکھنا چاہتے ہیں۔'' (اخبار الفضل قادیان ج ۶ نمبر ۴۲، مورخہ ۷ر دسمبر ۱۹۱۸ء)

یہ تو دنیائے اسلام کے متعلق معتقدات ہیں۔ دولت خداداد پاکستان کے متعلق آئندہ صفحات سے ظاہر ہوگا کہ یہ مرتد گروہ اس نوزائیدہ مملکت کے متعلق کیا عزائم رکھتا ہے۔

جس شرح وبسط کے ساتھ حضرت مولانا مرتضٰی احمد خان صاحب میکش مدیر اعلیٰ روزنامہ مغربی پاکستان نے اپنے اخبار مغربی پاکستان میں مسلسل دس اقساط میں ملت اور ملک کو اس گروہ کے ناپاک ارادوں سے آگاہ کیا ہے۔ یہ شرف موصوف کو ہی حاصل ہے۔ میری صرف اتنی استدعاء ہے کہ اسلامیان پاکستان اس بروقت انتباہ سے استیفادہ حاصل کریں اور ملک وملت کو اس سازشی گروہ کی ریشہ دوانیوں سے بہرحال بچائیں۔

یہ کتابچہ ادارۂ ملیہ کی طرف سے شائع کیا جارہا ہے۔ اس کی جس قدر زیادہ اشاعت ہوگی۔ پاکستان کے مستقبل کے لئے اتنا ہی بہتر ہوگا۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادی!

۲۲ر اپریل ۱۹۵۰ء

پاکستان میں مرزائیت کا مقام اور مستقبل

پیروان مرزا کے لئے لمحہ فکریہ

پاکستان کی مرزائی اقلیت جو قادیان کے مدعی نبوت ''مرزا غلام احمد'' کی پیرو ہے اور ''احمدی'' کہلاتی ہے۔ پاکستان کے داخلی مسائل میں سے ایک نہایت ہی الجھا ہوا مسئلہ ہے۔ جس کے حدود اگر ابھی سے متعین نہ کر لئے گئے تو یہ مسئلہ آگے چل کر مسلمانان پاکستان، اور دولت پاکستان، حکومت پاکستان اور خود مرزائی قوم کے لئے بہت بڑی مشکلات اور پیچیدگیاں پیدا کرنے کا موجب بن جائے گا۔ پھر ان مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے جمہور پاکستان اور حکومت پاکستان کو ان سے بہت زیادہ شدید تر ذرائع اختیار کرنے پڑیں گے۔ جو آنے والے فتنوں سے بچنے کے لئے آج آسانی سے اختیار کئے جاسکتے ہیں۔

مرزائیت جس کے موٹے موٹے خدوخال ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ اپنی

پیدائش کے دن ہی سے امت مسلمہ کے لئے شدید ترین روحانی اور فکری اذیتوں کا موجب بنی رہی ہے اور جب تک وہ اپنے موجودہ معتقدات وتاویلات کو بحال وبرقرار رکھتی ہوئی موجود ہے۔ امت مسلمہ کے لئے روحانی اور فکری اذیتوں کا موجب بنی رہے گی اور کسی وقت مادی طاقت حاصل کر کے مسلمانوں کے دینی اور دنیوی شئون پر ایسی ضرب لگائے گی۔ جس کے زخم کی تلافی کرنے کے لئے مسلمانوں کو بہت کچھ کرنا پڑے گا۔ مرزائیت کے مذہبی معتقدات، دین حقہ اسلام کا کھلا استہزاء ہیں۔ بلکہ اللہ اور اس کے بھیجے ہوئے نبیوں اور رسولوں (علیہم السلام والصلوٰۃ) اور حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفیٰ ﷺ (بآ بائنا ھووا مہاتنا) کی توہین وتضحیک کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اس امر کے شواہد صاف نظر آ رہے ہیں کہ مرزائیت کے پیروؤں کی گروہ بندی سیاسی اور تمدنی اعتبار سے پاکستان کے وجود اور اس کے داخلی امن کے لئے ایک مستقل خطرہ ہے۔ جس کی طرف سے تسامح نہ صرف پاکستان کے لئے بلکہ پورے عالم اسلام اور دین حقہ اسلام کے لئے بدرجۂ غایت مضرت رسان ثابت ہوسکتا ہے۔ ہم اسلام کی، پاکستان کی، عام مسلمانوں کی اور خود اس فرقہ ضالہ کے لوگوں کی فلاح وبہبود کے جذبہ سے متأثر ہوکر اس موضوع پر قلم اٹھا رہے ہیں۔ ایسا کرنے سے ہمارا مقصد حاشاوکلا یہ نہیں کہ ہم پاکستان کی حدود میں بسنے والی دوقوموں کے درمیان منافرت کے ان جذبات کو ترقی دیں۔ جو پہلے ہی سے طرفین کے دلوں میں موجود ہیں۔ ہمارا مقصد اپنے ملک کے داخلی کوائف کی اصلاح کے سوا اور کچھ نہیں۔ اگر ہم اپنے ہاں کے جمہور کو جن میں مرزائی بھی شامل ہیں اپنے ارباب حکومت کو اور اصحاب فکر وبصیرت کو ان خطرات سے آ گاہ نہیں کرتے جو ہمیں صاف نظر آ رہے ہیں تو ہم ان فرض منصبی سے قاصر رہنے کے مجرم متصور ہوں گے۔ جو ذمہ دارنہ صحافت کی جانب سے ہم پر عائد ہوتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ مرزائی جماعت کے لوگ اور ان کے ساتھ دوستی رکھنے والے کج فہم اور کوتاہ نظر مسلمان حکومت کے احتسابی دوائر کو ہمارے خلاف حرکت میں لانے کی کوشش کریں گے اور وہ دوائر بھی مرزائیوں کے اور ان کے دوستوں کی تحریک سے متأثر ہوکر ہمیں بلاوجہ وبلاسبب پریشان کرتے رہیں گے۔ لیکن مخالفوں اور کج فہموں کی یہ روش ہمیں کلمۃ الحق کے اعلاء سے باز نہیں رکھ سکتی۔ ہم محسوس کر رہے ہیں کہ پاکستان کے لوگوں کو جن میں ارباب حکومت بھی شامل ہیں۔ ان خطرات سے آ گاہ کر دینا ضروری ہے۔ جو ان کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ لیکن ہمیں مرزائی جماعت کے رجحانات وعزائم اور اس کی سرگرمیوں کا جائزہ لینے کے بعد صاف نظر آ رہے ہیں۔

دجل وتلبیس کے کھیل

مرزائیت بعض مخصوص عقائد وعزائم کی ایک ایسی تحریک ہے جو طرح طرح کی ابلہ فریبیوں کے بل پر قائم ہے۔ مرزائیت کے پیرو جملہ مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ دینی امور میں ان سے الگ تھلگ رہنا اپنے مذہبی عقیدے کی بناء پر لازمی تصور کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی نمازوں میں شریک نہیں ہوتے۔ ان کی میتوں کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کرتے۔ اسلام کے بنیادی ارکان وعقائد میں مسلمانوں کے ہم نوا نہیں۔ حج بیت اللہ پر قادیان کے سالانہ اجتماع کو مرجح سمجھتے ہیں اور قادیان کے چھن جانے کے بعد پاکستان میں اپنا نیا کعبہ بنانے کی فکر میں ہیں۔ اپنے آپ کو مسلمانوں سے یکسر الگ قوم متصور کرتے ہیں۔ لیکن مسلمان کہلاتے ہیں۔ عامتہ المسلمین کو دھوکہ دینے کے لئے بوقت ضرورت اپنے آپ کو مسلمانوں کے سواد اعظم کے فروعی اختلافات رکھنے والے فرقوں یا صلحائے امت میں سے کسی کے ساتھ اپنی نسبت ظاہر کرنے والی جماعتوں میں سے ایک فرقہ یا ایک جماعت ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ یہ لوگ ان مسلمانوں کو جو مرزائیت کی حقیقت وماہیت سے آگاہ نہیں۔ یہ کہہ کر دھوکہ دیتے ہیں کہ احمدی بھی شیعہ، سنی، حنبلی، مالکی، شافعی، حنفی، اسماعیلی، اثناعشری فرقوں کی طرح امت مسلمہ ہی کا ایک فرقہ ہیں۔ یا صوفیائے کرام کے خانوادوں نقشبندی، قادری، سہروردی، چشتی، صابری، نظامی، نوشاہی وغیرہ کی طرح ایک خانوادہ ہیں جو مرزاغلام احمد سے بیعت کرنے کی بناء پر احمدی کہلاتے ہیں۔ بہت سے مسلمان جن کو ان کے بنیادی عقائد اور ان کی جداگانہ گروہ بندی کی ماہیت کا صحیح صحیح علم نہیں۔ ان کے اس فریب واستدلال کا شکار ہو کر انہیں بھی مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ سمجھنے لگتے ہیں۔ حالانکہ وہ خود اپنے آپ کو ایسا نہیں سمجھتے۔ محض دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے بوقت ضرورت ایسا کہہ دیتے ہیں۔

یہ لوگ یعنی دین مرزائیت کے پیرو، اس وقت حکومت کی وفاداری کا دم بھرتے ہیں لیکن اپنے پیشوا کو امیرالمؤمنین قرار دے کر کسی قدر ظاہر اور کسی قدر خفیہ طور پر ایک متوازی حکومت کا نظام رکھتے ہیں۔ مرزائی فرقہ کے لوگ اس حکومت کے بجائے جس کے زیرسایہ وہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اپنے ''امیرالمؤمنین'' کے اطاعت گذار ہیں۔ جو صرف ان کا مذہبی پیشوا نہیں۔ بلکہ سیاسی حیثیت کا امیر بھی ہے۔ یہ لوگ قادیان کو اپنا دینی مرکز ومتبرک مقام، سیاسی دارالخلافہ خیال کرتے ہیں جو اب ہندوستان کے قبضہ میں جاچکا ہے۔ لیکن پاکستان میں ''ربوہ'' بنا رہے ہیں۔ ان کا امام اور امیر ہندوستان کو احمدیت کے فروغ کے لئے اللہ کی دی ہوئی وسیع بیس (مرکز) سمجھتا ہے اور اس کے ساتھ ہی پاکستان کو مرزائیوں کا ملک بنالینے کی فکر میں ہے۔ یہ لوگ یعنی دین

مرزائیت کے پیرو مسلمانوں کو کافر اور ان کے اسلام کو مردہ قرار دیتے ہیں اور انہی کی دینی اور ملی اصطلاحیں بلا تکلف استعمال کر رہے ہیں۔ مرزائے قادیان کو اللہ کا بھیجا ہوا نبی اور رسول جملہ انبیائے کرام علیہم السلام، صلحائے امتؒ، صدیقینؒ، شہداءؒ، صحابہ کرامؓ، اہل بیتؓ پر ہر طرح کی فضیلت رکھنے والا شخص سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی کفر وارتداد اور الحاد بے دینی کے حکم سے بچنے کی خاطر یا لوگوں کو مبتلائے فریب کرنے کی خاطر، ظل و بروز، صوفیائے کرام کے مقامات سیر وسلوک وغیرہ کی اصطلاحوں کا سہارا لینے لگتے ہیں۔ غرض مرزائیت دینی اور سیاسی اعتبارات سے دجل وتبلیس کے رنگ برنگے پردوں کا ایک تماشہ ہے۔ جو مسلمانوں کو دینی حیثیت سے نقصان پہنچانے کی غرض سے دکھایا جا رہا ہے۔ مرزائیت کی ہر بات اور ہر حرکت دجل وفریب اور منافقت پر مبنی ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ ان کے حال کی کیفیت مذہبی اور دنیوی حیثیت سے وہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے قرآن حکیم میں منافقوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے ارشاد فرمائی۔

”واذ لقوا الذین آمنوا قالوا آمنا واذا خلوا الیٰ شیطینهم قالوا انا معکم انما نحن مستهزؤن (البقرہ:۱٤)“ ﴿اور یہ لوگ جب مؤمنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب اپنے شیطانوں میں جاتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو (مسلمانوں سے) مذاق کر رہے ہیں۔﴾

۲......

اشاعت دیروز میں ہم لکھ چکے ہیں کہ مرزائیت دجل وتلبیس کا ایک کھیل ہے جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے انہیں فریب دینے اور مادی حیثیت سے انہیں نقصان پہنچانے کی غرض اور نیت سے کھیلا جا رہا ہے۔

مرزائیت کے متعدد چہرے اور متعدد زبانیں ہیں۔ جن میں سے کبھی ایک کو، کبھی دوسرے کو مرزائیت کے پیرو دنیا کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ مرزائیوں کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی، اللہ کا بھیجا ہوا نبی اور رسول تھا۔ اس کی نبوت اور رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے اور جو اس پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر ہے اور جو اس پر ایمان لائے ہیں وہی مؤمن کہلانے کے مستحق ہیں۔ صرف یہ ہی نہیں بلکہ مرزائی اپنے مذہب کے بانی کو مسیح موعود، نبی آخر زمان، رودر گوپال، کرشن اور نہ جانے کیا کیا مانتے ہیں اور اس کی ذات کو تمام نبیوں، رسولوں اور جملہ ادیان کی برگزیدہ ہستیوں سے برتر اور بہتر سمجھتے ہیں۔ اس لحاظ سے وہ اپنے آپ کو دوسری ملتوں سے الگ یکسر نئی ملت خیال کرتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے اور خود کو

مسلمان ظاہر کر کے دنیوی فائدے حاصل کرنے کے لئے وہ اپنے کو مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ یا ایک جماعت ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ ہمارا یہ دعویٰ کہ مرزائی اپنے عقائد کے رو سے اپنے آپ کو مسلمانوں سے جداگانہ ملت سمجھ رہے ہیں اور اسی بنیادی عقیدہ کی بناء پر اپنی مذہبی اور سیاسی تنظیم کر رہے ہیں۔ خود ان کے اکابر کے دعوؤں اور قولوں سے ظاہر ہے۔ جن میں سے چند ایک ہم بر سبیل تذکرہ ذیل میں درج کئے دیتے ہیں۔

۱...... ’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات رسول کریم ﷺ، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔ غرضیکہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ان سے اختلاف ہے۔‘‘ (خطبہ میاں محمود احمد مندرجہ الفضل ج۱۹ نمبر۱۳، مورخہ ۳۰؍جولائی ۱۹۳۱ء)

۲...... ’’کیا مسیح ناصری نے اپنے پیروؤں کو یہود بہبود سے الگ نہیں کیا۔ کیا وہ انبیاء جن کی سوانح کا علم ہم تک پہنچا ہے اور ہمیں ان کے ساتھ جماعتیں بھی نظر آتی ہیں۔ انہوں نے اپنی ان جماعتوں کو غیروں سے الگ نہیں کر دیا۔ ہر ایک شخص کو ماننا پڑے گا کہ بیشک کیا ہے۔ پس اگر مرزا قادیانی نے بھی جو کہ نبی اور رسول ہیں۔ اپنی جماعت کو منہاج نبوت کے مطابق غیروں سے علیحدہ کر دیا تو نئی اور انوکھی بات کون سی ہے۔‘‘

(الفضل ج۵ نمبر۶۹،۷۰، ص۴، مورخہ ۲۴،۲۷؍فروری ۱۹۱۸ء)

۳...... ’’ہمارا فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدائے تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔ یہ دین کا معاملہ ہے۔ اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔‘‘ (انوار خلافت ص۹۰، مصنفہ مرزا محمود احمد)

۴...... ’’غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں۔ ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا۔ ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ اب باقی کیا رہ گیا جو ہم ان کے ساتھ مل کر کر سکتے ہیں۔ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک دینی اور دوسرا دنیوی۔ دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے اور دنیوی تعلقات کا بھاری ذریعہ رشتہ وناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لئے حرام قرار دیئے گئے...... غرض ہر ایک طریق سے ہم کو حضرت مسیح موعود نے غیروں سے الگ کیا ہے۔‘‘ (کلمۃ الفصل ص۱۶۹، مصنفہ بشیر احمد قادیانی)

ہمارا اعتراض اس بات پر نہیں کہ مرزائی اپنے آپ کو کیوں مسلمانوں سے علیحدہ ملت سمجھ رہے ہیں؟ ان کا یہ اعتقاد ان کو مبارک ہو اور ہم جانتے ہیں کہ حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفیٰ ﷺ (ان پر ہماری جانیں اور ہمارے ماں باپ قربان ہیں) کی بعثت کے بعد نبوت ورسالت کے کسی مدعی کے دعویٰ پر ایمان رکھنے والے لوگ مسلمانوں میں سے نہیں ہو سکتے۔ لیکن ہمیں اس پر دکھ ہے کہ یہ لوگ بوقت ضرورت اپنے آپ کو امت مسلمہ کا ایک فرقہ یا مسلمانوں کی ایک جماعت کیوں ظاہر کرنے لگتے ہیں اور اپنے اس منافقانہ طرز عمل سے بے خبر اور بھولے بھالے مسلمانوں کو فریب کیوں دیتے ہیں؟

تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری کے مسیلمہ کذاب مرزا غلام احمد قادیانی کی یہ امت جس پر مسلمانوں سے کسی قسم کا دینی یا دنیوی تعلق رکھنا حرام ہے۔ مصیبت اور ضرورت کے وقت امت مسلمہ کے آغوش میں پناہ لینے کی کوشش کیوں کرتی ہے؟ اور امت مسلمہ کی پناہ میں آنے کے بعد عقرب کی دم کی طرح اس امت پر نیش زنی کیوں جاری رکھتی ہے؟ مرزائیوں کی متذکرہ صدر ذہنیت اور ان کے محولہ بالا عقائد کے ساتھ ان کا اپنے آپ کو مسلمانوں کے سواد اعظم کا ایک حصہ ظاہر کرنا منافقت اور عیاری نہیں تو اور کیا ہے؟ مرزائیت کا سارا لٹریچر مسلمانوں کے خلاف منافرت انگیزی اور انبیائے کرام علیہم السلام اور صلحائے امتؒ کے ہتک آمیز تذکار سے بھرا پڑا ہے۔ ہم بر سبیل تذکرہ بھی غلاظت کے ان انباروں کی نمائش نہیں کر سکتے۔ جو مرزائیوں کے بدزبان متنبّی نے اپنی تصنیفات میں ذخیرہ کر رکھے ہیں۔ جس قوم کی بنیادیں ہی مسلمانوں کے خلاف منافرت ومغایرت کے جذبے کی خشت وگل سے استوار کی گئی ہوں۔ اس کا مسلمانوں میں مسلمانوں کی طرح گھل مل کر رہنا کس حد تک صحیح، جائز اور قابل برداشت سمجھا جاسکتا ہے؟ تاہم یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ پاکستان کی اسلامی مملکت میں اس قسم کی خطرناک ذہنیت رکھنے والی ایک جماعت موجود ہے جو دینی معتقدات کے لحاظ سے مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں اور اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ ایک نئے دین کے پیروؤں کی جماعت سمجھ رہی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی پناہ لینے کے لئے نوکریاں اور عہدے حاصل کرنے کے لئے، ناجائز الاٹ منٹیں کرانے کے لئے دنیوی اور سیاسی فوائد حاصل کرنے کے لئے اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے بوقت ضرورت اپنے آپ کو مسلمانوں میں سے ظاہر کرنے لگتی ہے۔ ظاہر ہے کہ مرزائیوں کی یہ منافقانہ روش مسلمانوں اور مرزائیوں کے درمیان جذبات وحسیات کی تلخی اور کشیدگی کو نہ صرف جاری رکھے گی۔ بلکہ ترقی دیتی چلی جائے گی۔ لہٰذا دین مرزائیت کے پیروؤں کو سب سے پہلے اپنے مذہبی

معتقدات کا معاملہ صاف کر لینا چاہئے اور دجل و تلبیس منافقت، تاویل اور فریب استدلال کے تمام ہتھکنڈوں کو بالائے طاق رکھ کر جنہیں وہ اپنی امت کے ظہور کے وقت سے لے کر استعمال کرتے چلے آرہے ہیں۔ واضح اور معین الفاظ میں اعلان کر دینا چاہئے کہ وہ کیا ہیں اور کیا بن کر پاکستان میں رہنا چاہتے ہیں؟ اگر وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت و رسالت پر ایمان رکھتے ہوئے مسلمانوں سے الگ ایک قوم بن کر رہنا چاہتے ہیں تو انہیں صاف طور پر اپنی اس خواہش کا اعلان کر دینا چاہئے تاکہ پاکستان کے جمہور اور پاکستان کے آئین و قانون کے نزدیک ان کا مقام معین ہو جائے۔ اگر وہ مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ یا ایک جماعت بن کر رہنے کے خواہاں ہیں تو انہیں اپنے ان عقائد باطلہ سے دست برداری کا کھلم کھلا اعلان کر دینا چاہئے جن کی انہیں مسلمان کہلانے کی خاطر طرح طرح کی تاویلیں کرنی پڑتی ہیں۔

۳...... مغشوش ذہنیت اور سیاسی منافقت

گذشتہ صحبت میں ہم دینی اور مذہبی حیثیت سے مرزائیوں کی منافقانہ روش پر روشنی ڈال چکے ہیں اور دکھا چکے ہیں کہ اس جماعت کے افراد مذہبی عقیدے کی رو سے اپنے آپ کو مسلمانوں سے ایک الگ قوم سمجھنے پر مجبور ہیں۔ لیکن دنیوی فوائد کے حصول کی خاطر، حسب ضرورت خود کو مسلمانوں ہی کے سواد اعظم کا ایک فرقہ یا ان میں کی ایک جماعت ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ لہٰذا مذہبی حیثیت سے پاکستان میں ان کے مقام و موقف کی تعیین خود ان کے لئے اور مسلمانوں کے لئے ضروری ہے۔ تاکہ حدیں متعین ہو جائیں تو اس مسلسل اور متواتر کشمکش اور بحث و جدال میں کمی واقع ہو جائے جو مرزائیت کے پیدائش کے دن سے مسلمانوں اور مرزائیوں کے درمیان جاری ہے اور دونوں قوموں کے لئے اذیت کا موجب بنی رہی ہے۔ آج ہم سیاسی اعتبار سے اس فرقہ کی مغشوش ذہنیت اور منافقت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ جس کی طرف حال ہی میں ملک کے مقتدر اخبارات ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

مخفی نہ رہے کہ دین مرزائیت پچھلے دور کی برطانوی حکومت کی سیاسی مصلحتوں کا ''خود کاشتہ پودا'' ہے۔ جس کا اعتراف خود اس مذہب کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ پچھلی صدی کے دوران میں برطانیہ کی استعمار خواہانہ سیاست کو جس نے زوال پذیر اسلامی ملکوں کو یونین جیک کے زیر سایہ لانے کی زبردست مہم جاری کر رکھی تھی۔ اسلامی ملکوں میں جا بجا مسلمانوں کے جذبہ جہاد کا مقابلہ درپیش تھا اور برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر گلیڈ سٹون نے پارلیمنٹ میں قرآن کریم کو اپنے ہاتھ میں لے کر یہ کہا تھا کہ جب تک یہ کتاب موجود ہے اس

وقت تک برطانیہ کو اسلامی ملکوں پر تسلط جمانے میں دقتیں پیش آتی رہیں گی۔اس دور میں انگریز ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی طاقت کو پامال کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا اور پٹے ہوئے اور سہمے ہوئے مسلمان دل سے فرنگی حکومت کے استیلاء کو برا محسوس کر رہے تھے۔مسلمانوں کے صحیح الخیال علماء ہندوستان کو دارالحرب قرار دے رہے تھے۔ان حالات میں مرزا غلام احمد قادیانی نے مہدی، مسیح موعود، نبی اور رسول ہونے کے دعوؤں کے ساتھ مسلمانوں میں سے ایک ایسی جماعت تیار کرنے کا کام شروع کر دیا جو برطانیہ کی حکومت کو منجاب اللہ آیہ رحمت سمجھے۔اس کی غیر مشروط وفاداری کا دم بھرے۔جہاد بالسیف کے عقیدہ کو مذہباً باطل ٹھہرا کر حکام وقت کی خوشنودی حاصل کرے۔کیونکہ مسلمانوں کا یہی وہ جذبہ تھا جو دنیا میں ہر جگہ برطانیہ کی استعماری سیاست کی راہ میں مزاحم ہو رہا تھا اور مسلمانوں کے اسی جذبہ سے برطانیہ کی حکومت کو ہندوستان میں خطرہ تھا کہ کہیں یہ جذبہ ملک میں پھر ۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی کی سی کیفیت پیدا نہ کر دے۔مرزائیت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی نے مسلمانوں کے ان عقائد پر ضرب لگانے کے لئے سرکار انگریزی کی وفاداری اور جہاد بالسیف کے عقیدے کی تنسیخ کے حق میں اتنا لٹریچر تصنیف کیا جس سے خود اس کے قول کے مطابق پچاس الماریاں بھر سکتی تھیں۔اس نے اپنی تحریروں میں بڑے فخر سے دعویٰ کیا ہے کہ میں نے جہاد کے عقیدہ کی تردید میں اشتہارات چھپوا چھپوا کر روم، شام اور دوسرے اسلامی ملکوں میں بھجوائے۔صرف یہی نہیں بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے دین مرزائیت کی بنیاد رکھنے کے بعد اپنے مریدوں کو جو پہلی فہرست شائع کی اس کی تمہید میں صاف طور پر یہ لکھ دیا کہ سرکار عالیہ اور اس کے حکام اپنے ان وفادار بندوں کا خاص خیال رکھے اور ان پر ہر طریق سے مہربان رہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے سرکار انگریزی کے سائے کو اپنی نبوت ورسالت کے لئے ربوہ یعنی جائے پناہ قرار دیا اور خدمت سرکار کے جوش میں نبی ہونے کا دعویٰ رکھنے کے باوجود جاسوسی اور مخبری کی رضاکارانہ خدمات سرانجام دیں۔جو اس کی حسب ذیل تحریر سے ظاہر ہیں جو اس کی کتاب (تبلیغ رسالت ج۵، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۲۲۷) میں اب بھی موجود ہے۔

’’قابل توجہ گورنمنٹ از طرف مہتمم کاروبار تجویز تعطیل جمعہ مرزا غلام احمد قادیان ضلع گورداسپور پنجاب۔

چونکہ قرین مصلحت ہے کہ سرکار انگریزی کی خیرخواہی کے لئے ایسے نافہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کئے جائیں جو در پردہ اپنے دلوں میں برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتے ہیں اور ایک چھپی ہوئی بغاوت کو اپنے دلوں میں رکھ کر اسی اندرونی بیماری کی وجہ سے فرضیت

جمعہ سے منکر ہوکر اس کی تعطیل سے گریز کرتے ہیں۔لہٰذا یہ نقشہ اسی غرض کے لئے تجویز کیا گیا کہ تا اس میں ان ناحق شناس لوگوں کے نام محفوظ رہیں کہ جو ایسے باغیانہ سرشت کے آدمی ہیں۔اگرچہ گورنمنٹ کی خوش قسمتی سے برٹش انڈیا میں مسلمانوں میں ایسے لوگ معلوم ہوسکتے ہیں جن کے نہایت مخفی ارادے گورنمنٹ کے برخلاف ہیں۔اس لئے ہم نے اپنی محسن گورنمنٹ کی پولیٹکل خیر خواہی کی نسبت اس مبارک تقریب پر یہ چاہا کہ جہاں تک ممکن ہو ان شریر لوگوں کے نام ضبط کئے جائیں۔جو اپنے عقیدے سے اپنے مفسدانہ حالت کو ثابت کرتے ہیں۔کیونکہ جمعہ کی تعطیل کی تقریب پر ان لوگوں کا شناخت کرنا ایسا آسان ہے کہ اس کی مانند ہمارے ہاتھ میں کوئی بھی ذریعہ نہیں۔وجہ یہ کہ جو ایک ایسا شخص ہو جو اپنی نادانی اور جہالت سے برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتا ہے۔وہ جمعہ کی فرضیت سے ضرور منکر ہوگا اور اسی علامت سے شناخت کیا جائے گا کہ وہ درحقیقت اسی عقیدہ کا آدمی ہے۔لیکن ہم گورنمنٹ میں بہ ادب اطلاع کرتے ہیں کہ ایسے نقشے ایک پالیٹکل راز کی طرح اس وقت تک ہمارے پاس محفوظ رہیں گے۔ جب تک گورنمنٹ ہم سے طلب کرے۔ہم امید رکھتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ حکیم مزاج بھی ان نقشوں کو ایک ملکی راز کی طرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی اور بالفعل یہ نقشے جن میں ایسے لوگوں کے نام درج ہیں گورنمنٹ میں نہیں بھیجے جائیں گے۔صرف اطلاع دہی کے طور پر ان سے ایک سادہ نقشہ چھپا ہوا جس پر کوئی نام درج نہیں۔فقط یہی مضمون درج ہے۔ہمراہ درخواست بھیجا جاتا ہے اور ایسے لوگوں کے نام معہ پتہ ونشان یہ ہیں۔نمبر شمار......نام معہ لقب وعہدہ......سکونت......ضلع......کیفیت۔‘‘

۴......مغشوش ذہنیت اور سیاسی منافقت

قسط ماسبق میں ہم اجمالی طور پر بیان کر چکے ہیں کہ دین مرزا برطانیہ کی استعماری سیاست کا ایک خودکاشتہ پودا ہے۔یعنی ایک ایسی سیاسی تحریک ہے جو انگریزوں کے مقبوضہ ہندوستان میں ایک ایسی مذہبی جماعت پیدا کرنے کے لئے شروع کی گئی جو سرکار برطانیہ کی وفاداری کو اپنا جزو ایمان سمجھے۔غیر اسلامی حکومت یا نامسلم حکمرانوں کے استیلاء کو جائز قرار دے اور ایک ایسے ملک کو شرعی اصطلاح میں دارالحرب سمجھنے سے عقیدہ کا بطلان کرے۔جس پر کوئی غیر مسلم قوم اپنی طاقت وقوت کے بل پر قابض ہوگئی ہو۔انگریز حکمرانوں کی قہاریت اور جباریت کو مسلمان ازروئے عقیدہ دینی اپنے حق میں اللہ کا بھیجا ہوا عذاب سمجھتے تھے اور ان کی رضاکارانہ اطاعت کو گناہ متصور کرتے تھے۔انگریز حکمران مسلمانوں کے اس جذبے اور عقیدے سے پوری

طرح آ گاہ تھے۔لہٰذاانہوں نے اس سرزمین میں ایک ایسا پیغمبر کھڑا کر دیا جوانگریزوں کو''اولی الا مر منکم '' کے تحت میں لاکران کی اطاعت کو مذہباً فرض قرار دینے لگااوران کے پاس ہندوستان کو دارالحرب سمجھنے والے مسلمانوں کی مخبری کرنے لگا۔جس طرح باغبان اپنے خودکاشتہ پودے کی حفاظت وآبیاری میں بڑے اہتمام سے کام لیتا ہے۔اسی طرح سرکارانگریزی نے دین مرزائیت کوفروغ دینے کے لئے مرزائی جماعت کی پرورش کرنا اپنی سیاسی مصلحتوں کے لئے ضروری سمجھا اوراس دین کے پیروؤں سے مخبری، جاسوسی اور حکومت کے ساتھ جذبہ وفاداری کی نشرواشاعت کا کام لیتی رہی۔ ۱۹۱۹ء میں جب مولانا محمد علیؒ جوہر نے خلافت اسلامیہ ترکی کی شکست سے متاثر ہوکر مسلمانوں کوانگریزوں کی قابو چیانہ گرفت سے چھڑانے اورارض مقدس کو عیسائیوں کے ہاتھ میں جانے سے بچانے کے لئے تحریک احیائے خلافت کے نام سے مسلمانوں کو بیدارکرنے کی مہم شروع کی اور عام مسلمان مولانا محمد علیؒ اوردیگرزعمائے اسلام کی دعوت ونفیر پر کان دھرکرانگریزی حکومت سے ترک موالات کرنے پرآمادہ ہوگئے تو مرزائی جماعت نے اس دور کے وائسرائے کے سامنے سپاسنامہ پیش کرتے ہوئے سرکارانگریزی کو یقین دلایا کہ مسلمانوں کے اس جہاد آزادی کا مقابلہ کرنے کے لئے آپ کے خادم موجود ہیں جو سرکارانگریزی کی وفاداری کو مذہبی عقیدہ کے روسے اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ چوہدری ظفراللہ خان کا سیاسی عروج جسے پاکستان کی حکومت نے اپناوزیرامورخارجہ بنارکھا ہے۔اس نقطہ سے شروع ہوتا ہے۔کیونکہ مذکورہ بالا سپاسنامہ اسی چوہدری نے پڑھا تھا۔جواس زمانہ میں ایک معمولی پایہ کاوکیل تھا۔اس سپاسنامہ کی بدولت وہ برطانوی سرکار کی نظروں میں چڑھ گیا۔جس نے اسے اتنا نوازا اتنا نوازا کہ آج پاکستان کی حکومت نے بھی اسے اپناوزیرخارجہ بنارکھا ہے۔خیر یہ توایک جملہ معترضہ تھا۔ہم یہ کہہ رہے تھے کہ انگریزی حکومت کے عہد میں مرزائیوں کی سیاست کا جوانداز تھاوہ اوپر مذکور ہوا۔اس پس منظر کے ساتھ مرزائیت کو نئے حالات سے دوچار ہونا پڑا۔کیونکہ عوامی تحریکوں نے سرکار انگریزی کو مجبور کر دیا کہ وہ ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے مطالبۂ آزادی کے سامنے سر جھکاتے ہوئے بھارت اور پاکستان کی دوآزاد مملکتیں پیدا ہونے دے۔ یہاں سے بھارت اور پاکستان کے متعلق مرزائیوں کی منافقانہ سیاست کا آغاز ہوا۔جب تک مرزائی جماعت کے اکابر کو اس امر کا یقین نہ ہوگیا کہ پاکستان بن کر رہے گا۔اس وقت تک وہ ہندوستان کواکھنڈ رکھنے کے حامی بنے رہے۔ بلکہ مرزائیوں کے دین کا موجودہ پیشوا مرزابشیرالدین محمود اپنے پیروؤں کوحسب

معمول اپنے رؤیاؤں اور الہاموں کے بل پر یہ نکتہ سمجھا تا رہا ہے کہ اکھنڈ ہندوستان ''احمدیت'' کے فروغ کے لئے اللہ کی دی ہوئی وسیع بیس ہے۔ اس لئے مرزائیوں کو چاہئے کہ وہ اس معاملہ میں ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ مشارکت کرتے ہوئے ہندوستان کو اکھنڈ رکھنے کی کوشش جاری رکھیں۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ پاکستان تو بن کر رہے گا اور ہندو اور سکھ ان کی مشارکت کو قبول نہ کریں گے تو مرزا محمود نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم پاکستان کی حمایت اس لئے کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کا حق ہے۔ اس مقام پر یہ نقطہ نوٹ کر لینے کے قابل ہے کہ اکھنڈ ہندوستان کی حمایت کا جذبہ تو مرزا محمود کے رؤیا اور الہام پر مبنی تھا۔ لیکن پاکستان کی حمایت کا اظہار محض واقعات کی رفتار کا نتیجہ ہے۔ جس کے لئے مرزائیوں کے پاس کوئی رویائی یا الہامی سند موجود نہیں۔

پاکستان میں اس مغشوش ذہنیت کے ساتھ داخل ہونے کے بعد مرزائیوں نے مسلمانوں کے بھیس میں ڈاکوؤں کی ایک منظّم جماعت کی طرح اس لوٹ گھسوٹ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جو قیام پاکستان کے ابتدائی اضطرابی دور میں عام ہوگئی تھی۔ جائز اور ناجائز الاٹ منٹوں کے بل پر انہوں نے جلد ہی اپنی حالت درست کر لی اور مرزا محمود نے پنجاب کے انگریز گورنر سر فرانسس موڈی سے دریائے چناب کے کنارے ''ربوہ'' کے نام سے مرزائیت کا نیا مرکز بنانے کے لئے کوڑیوں کے مول زمین کا ایک قطعہ خرید لیا اور نو آبادی کی بنیاد رکھ دی۔ ادھر قائداعظمؒ نے جنہیں عمر بھر مرزائیوں کی منافقانہ سیاست اور چوہدری ظفر اللہ خان کی پست ذہنیت کے مطالعہ کا موقعہ نہ ملا تھا۔ غالباً انگریزوں کی سفارش پر چوہدری ظفر اللہ خان کو پاکستان کا وزیر خارجہ بنالیا۔ ان کیفیات نے مرزائیوں کے حوصلے بہت بلند کر دیئے اور وہ اپنے آپ کو پاکستان کے مستقبل کا حکمران سمجھنے لگے۔ ان کی تنظیمی سرگرمیوں کا رخ ان دو مقاصد کی طرف منعطف ہوگیا کہ اپنی جماعت کو پاکستان کا حکمران طبقہ بنالیں اور مرزائیت کے مرکز قادیان کو ہر ذریعہ سے حاصل کرنے کی کوشش جاری رکھیں۔ پاکستان سے وفاداری پاکستان کی خیر خواہی اور پاکستان کا استحکام ان کے سیاسی عزائم میں نہ کبھی پہلے داخل تھا نہ اب داخل ہوا۔ غرض مرزائی پاکستان میں آباد ہونے اور اس کے سایہ عاطفت میں ہر قسم کی آسائشیں اور رعائتیں حاصل کرنے کے باوجود سیاسی اغراض ومقاصد میں ملت اسلامیہ کے سواد اعظم سے اسی طرح الگ کھڑے ہیں جس طرح وہ مذہبی حیثیت سے الگ ہیں۔ سیاسی اعتبار سے ان کا لائحہ عمل یہ ہے کہ اپنی تنظیمی طاقت کے بل پر پاکستان کا حکومتی اقتدار حاصل کر لیا جائے اور قادیان کی بستی کو ہر ذریعہ سے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ خواہ اس کی خاطر پاکستان کے کسی بڑے سے بڑے مفاد کو یا پاکستان کو قربان ہی کیوں

نہ کرنا پڑے اس نکتہ کی وضاحت ہم آئندہ اقساط میں کریں گے۔

۵......اکھنڈ ہندوستان اور قادیان

پاکستان کے متعلق مرزائیوں کی مغشوش ذہنیت اور سیاسی منافقت تو اسی امر سے ظاہر ہے کہ ان کا موجودہ پیشوا اپنے ایک رؤیا کی بناء پر اکھنڈ ہندوستان کو احمدیت کے فروغ کے لئے خدا کی دی ہوئی ایک وسیع بیس سمجھتا تھا اور شاید اب بھی سمجھ رہا ہو۔ کیونکہ اس نے پہلے اس خیال یا عقیدہ کی تردید اب تک نہیں کی۔ صرف اتنا کہا کہ اپریل ۱۹۴۷ء تک میں ذاتی طور پر اکھنڈ ہندوستان کا حامی تھا۔ لیکن مئی ۱۹۴۷ء میں پاکستان کے نصب العین کا حامی بن گیا۔ اس کے علاوہ قادیان کی بستی کے ساتھ ان کی مذہبی عقیدت کا معاملہ بھی سیاسی حیثیت سے مرزائیوں کی ذہنیت کو مغشوش رکھنے کی خبر دے رہا ہے۔ کیونکہ مرزائی قادیان کو اسی طرح اپنا قبلہ وکعبہ، مقدس مقام اور متبرک سمجھتے ہیں۔ جس طرح مسلمان مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ اور القدس کو سمجھتے ہیں اور مرزائیوں کا یہ متبرک مقام بھارت کے حصے میں جا چکا ہے۔ جس کے تحفظ کے لئے وہ ہمیشہ بھارت کی حکومت کے دست نگر اور محتاج رہیں گے۔ مرزائیت کے مرکز کا بھارت کی ہندو حکومت کے قبضے میں ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ مرزائیوں کی مذہبی جان ہندوؤں کی مٹھی میں ہے اور اس جان کی خاطر مرزائی بھارت کی ہندو حکومت کی ہر طرح خوشامد اور چاپلوسی کرتے رہیں گے۔ اس سلسلہ میں یہ امر ہمیشہ پیش نظر رکھنے کے قابل ہے کہ چوہدری ظفر اللہ خان مرزائی نے پاکستان کا وزیر خارجہ بننے کے بعد بھارت کے ارباب حکومت سے قادیان سے سکھوں کے متبرک مقام ننکانہ کا تبادلہ کرنے کی بات چیت کی تھی۔ جس کا حال انہی دنوں بھارت کے اخباروں نے شائع کر دیا تھا۔ چوہدری ظفر اللہ خان کا مدعا یہ تھا کہ ننکانہ صاحب کا قصبہ بھارت کو دینے کے لئے پاکستان کی مملکت کا ایک معتدبہ ٹکڑا بھارت کے حوالے کر دیا جائے تا کہ مرزائی قادیان کی بستی کو حاصل کر لیں۔ مرزائیوں کی یہ خطرناک تجویز حکومت پاکستان کے کسی ہوشمند رکن کی بروقت فراست کے باعث عملی صورت اختیار نہ کر سکی۔ لیکن چوہدری ظفر اللہ خان نے ننکانہ میں سکھ سیوا داروں کی ایک جماعت کو سکھوں کے متبرک مقامات کی دیکھ بھال کی اجازت دے کر بھارت کی حکومت سے پاکستان کے لئے نہیں اور پاکستان کے مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ اپنی مرزائی قوم کے لئے یہ حق حاصل کر لیا کہ مرزائی درویشوں کی ایک تعداد قادیان میں بودوباش رکھے۔

پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خان کے متذکرہ صدر کارنامے کے بعد یہ حقیقت الم نشرح ہو جاتی ہے کہ مرزائی جماعت کے لوگ قادیان کی خاطر پاکستان کا بڑے سے بڑا

مفاد بھی قربان کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ چنانچہ ہر مرزائی نے اپنے پیشوا کو اس مضمون کا تحریری حلف نامہ دے رکھا ہے کہ وہ قادیان کے حصول کے لئے ہر قسم کی کوشش اور جدوجہد کرتا رہے گا۔ اس عہد نامہ کے الفاظ بصورت ذیل ہیں۔

ہمارا عہد

''میں خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے قادیان کو احمدیہ جماعت کا مرکز مقرر فرمایا ہے۔ میں اس حکم کو پورا کرنے کے لئے ہر قسم کی کوشش اور جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس مقصد کو کبھی بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دوں گا اور میں اپنے نفس کو اور اپنے بیوی بچوں کو اور اگر خدا کی مشیت یہی ہو تو اولاد کی اولاد کو ہمیشہ اس بات کے لئے تیار کرتا رہوں گا کہ وہ قادیان کے حصول کے لئے ہر چھوٹی اور بڑی قربانی کرنے کے لئے تیار رہیں۔ اے خدا مجھے اس عہد پر قائم رہنے اور اس کو پورا کرنے کی توفیق عطاء فرما۔''

بظاہر یہ عہد نامہ بے ضرر سا نظر آتا ہے اور کہا جائے گا کہ اگر مرزائی اپنے دینی مرکز کو دوبارہ حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں اور اس کے لئے ہر قسم کی کوشش جاری رکھنے کا عہد کرتے ہیں تو اس میں ہرج کی کون سی بات ہے۔ ہمارے نزدیک اس میں پاکستان کے لئے اور پاکستان کے مسلمانوں کے لئے ہرج کی بات یہ ہے کہ قادیان کے حصول کے لئے ہر قسم کی کوشش کرنے کے ضمن میں ایسی کوششیں بھی آجاتی ہیں جو پاکستان اور مسلمانان پاکستان کے مفاد کو خطرہ میں ڈالنے والی ہوں۔ مثلاً مرزائی ایک وقت ننکانہ صاحب سے قادیان کا تبادلہ کرنے کے لئے آمادہ ہوگئے تھے۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اور کسی وقت وہ قادیان حاصل کرنے کے لئے ہندوؤں سے ہندوستان کو پھر سے اکھنڈ بنانے کی جدوجہد کا سودا کر سکتے ہیں یا بھارت سرکار سے قادیان کی واپسی کا وعدہ لے کر پاکستان میں بھارت کا ففتھ کالم بننے کے لئے آمادہ ہو سکتے ہیں۔ ہمارے نزدیک مرزائیوں کی یہ ذہنیت وکیفیت اس قابل نہیں کہ اسے سرسری طور پر نظر انداز کر دیا جائے۔ ان کے دینی مرکز کی یہ ضعیف اور ان کا خود پاکستان میں رہنا ایسی کیفیات ہیں جو انہیں ہمیشہ پاکستان کا وفادار شہری بننے سے روکتی رہیں گی اور پاکستان کے متعلق ان کی مغشوش ذہنیت ہمیشہ انہیں پاکستان کے متعلق سیاسی منافقت کی روش جاری رکھنے پر آمادہ کرتی رہے گی۔

۶...... متوازی نظام حکومت

گذشتہ اقساط میں ہم روشن شواہد اور بیّن دلائل سے دکھا چکے ہیں کہ مرزائیت مذہبی اعتبار سے دجل وتلبیس کے ایسے کھیلوں کا دوسرا نام ہے جو تاویلات اور فریب استدلال کے بل پر

رچائے جارہے ہیں۔ اس کے معتقدات، دین اسلام کے بنیادی معتقدات سے یکسر متغائر اور مسلمانوں کے لئے شرعاً وایماناً ناقابل برداشت ہیں۔ ہم یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ مرزائی ازروئے عقیدہ مذہبی اپنے آپ کو مسلمانوں سے ایک الگ قوم سمجھتے ہیں۔ لیکن دنیوی فوائد حاصل کرنے کے لئے پہلے بھی اپنے آپ کو مسلمانوں کے سواد اعظم کا ایک فرقہ ظاہر کرنے کی منافقانہ کوشش کرتے رہے ہیں اور اب بھی کرتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد ہم سیاسی اعتبار سے مرزائیت کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے اس امر کو واضح کر چکے ہیں کہ پاکستان کے متعلق مرزائیوں کی ذہنیت مغشوش اور ملت اسلامیہ کی سیاسی رفتار کے متعلق ان کی روش صریح منافقت پر مبنی ہے۔ سیاسی اعتبار سے وہ من حیث الجماعت مسلمانوں سے الگ اغراض ومقاصد رکھتے ہیں جو کسی نہ کسی وقت مسلمانوں کے مقاصد سے متصادم ہو کر ہمیں نقصان پہنچانے کا موجب بن سکتے ہیں۔ آج ہم ان کی سیاسی تنظیم کا تجزیہ کر رہے ہیں۔ جو مذہبی تنظیم کے نام پر چلائی جارہی ہے اور جو پاکستان میں اس کے جمہوری نظام حکومت کے مقابلے میں متوازی نظام حکومت قائم کر چکی ہے یا کر رہی ہے۔

امیر المؤمنین

اس سلسلے میں سب سے پہلی اور سب سے زیادہ اہم حقیقت یہ ہے کہ مرزائیوں نے اپنے مذہبی پیشوا اور اپنے سیاسی لیڈر کو ''امیر المؤمنین'' کا لقب دے رکھا ہے۔ مسلمانوں کی روایات میں ''امیر المؤمنین'' کا لقب اس بلند ترین سیاسی مقام کا مظہر ہے جو عصر حاضر کے جمہوری نظام ہائے حکومت میں صدر جمہوریت کو حاصل ہوتا ہے۔ ''امیر المؤمنین'' کی اصطلاح خالصتہً سیاسی اصطلاح ہے۔ جس کا استعمال صرف اسی شخصیت کے لئے حصر ہونا چاہئے جسے مسلمانوں نے خود منتخب کر کے ''امیر'' یعنی طے شدہ حکومتی اختیارات کا حامل ومجاز بنا دیا ہو۔ مرزائیوں کی طرف سے اپنے پیشوا کے لئے ''امیر المؤمنین'' کے لقب کا استعمال ہی ان کے اس معہود ذہنی کو ظاہر کر رہا ہے۔ وہ پاکستان میں جمہور پاکستان کے مشورے کے بغیر اس کا ایک امیر بنائے بیٹھے ہیں اور ملت پاکستان کے نظام حکومت کو باطل سمجھتے ہیں۔ کسی اسلامی مملکت میں دو ہی اقسام کے شخص اپنے آپ کو امیر المؤمنین کہلا سکتے ہیں۔ ایک وہ جن کے دماغوں میں اختلال ہو اور اختلال دماغی کے باعث وہ یہ سمجھ رہے ہوں کہ اس جلیل القدر عہدہ پر فائز ہونے کے حقدار وہ ہیں لیکن واقعات نے انہیں ایسا بننے نہ دیا۔ دوسرے وہ لوگ جو ملک کا امر یعنی حکومتی اقتدار غصب کرنے کے خواہشمند ہوں اور اس کے لئے ساز باز وتیاری اور کوشش کرنے کے سلسلہ میں پہلے قدم کے طور پر حکومت مؤقتہ قائم کر کے خود امیر المؤمنین بن بیٹھیں۔ ظاہر ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود حواس باختہ لوگوں کے زمرے میں سے

نہیں بلکہ ایک عیار آدمی ہے جو پاکستان میں ''امیر المؤمنین'' بننے کے خواب دیکھ رہا ہے اور مقصد کے حصول کے لئے جمہور پاکستان کے بنائے ہوئے نظام حکومت کے مقابلے میں اپنا الگ نظام حکومت قائم کر رہا ہے تاکہ وقت آنے پر اپنے مؤقتہ نظام حکومت کو نافذ کر سکے۔ مرزا بشیر الدین محمود کا امیر المؤمنین کہلانا تو کئی اعتبارات سے قابل اعتراض بات ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر وہ امیر المرزائین یا امیر الاحمدئین کا لقب بھی اختیار کرتا تو جمہور پاکستان اور حکومت پاکستان کے لئے یہ دیکھنا ضروری تھا کہ آیا یہ شخص متوازی نظام حکومت چلانے کا مرتکب تو نہیں ہو رہا اور امیر کہلانے کے متعلق اس کی خواہش سیاسی بغاوت کے ارادوں کی حامل تو نہیں؟

مرزائی تنظیم کا رنگ وروغن

صرف یہی نہیں کہ مرزائی اپنے پیشوا کو امیر المؤمنین کے لقب سے پکارتے ہیں۔ بلکہ مرزائیوں کے اس امیر نے ایک قسم کا متوازی نظام حکومت بھی قائم کر رکھا ہے۔ جس میں حکومتی نظام کی طرح الگ الگ شعبے اور نظارتیں موجود ہیں۔ نظارت امور داخلہ، نظارت امور خارجہ، نظارت نشر واشاعت، نظارت امور عامہ، نظارت امور مذہبی وغیرہ کے نام سے مرزائیوں کی اس امارت کے باقاعدہ شعبے کام کر رہے ہیں اور تمام مرزائی بدرجہ اوّل اپنے امیر المؤمنین اور اپنے نظام حکومت کے تابع فرمان ہیں اور ملکی نظام حکومت کے کاموں میں اسی کے حکم اور اسی کی اجازت سے حصہ لیتے ہیں۔ ان میں سے کوئی ملکی وزیر بنالیا جاتا ہے یا کسی بڑے عہدے پر فائز کیا جاتا ہے۔ فوج میں بھرتی ہوتا ہے یا کوئی اور ملازمت اختیار کرتا ہے تو معہود ذہنی کے ساتھ ایسا کرتا ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے امیر المؤمنین کا تابع فرمان ہے۔ جس نے اسے مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت کے مقاصد کی پیش بردکی غرض سے ایسا کرنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ یہ بات کہ مرزائی جماعت کے لوگ بدرجہ اوّل اپنے امیر المؤمنین کے نظام حکومت کے تابع فرمان ہیں۔ اس امر سے ظاہر ہے کہ مرزائیوں کی حکومت اس شخص کو اپنی تنظیم سے خارج کر دیتی ہے۔ جو امیر المؤمنین کی اجازت کے بغیر یا اس کے حکم کی پرواہ کرتے ہوئے پاکستان کی کوئی ملازمت اختیار کر لیتا ہے۔ اس حقیقت کے شواہد مرزائیوں کے سرکاری گزٹ ''الفضل'' کی ورق گردانی سے بہت مل سکتے ہیں۔ مرزائیوں کے اس معہود ذہنی کا ثبوت حضرت علامہ اقبالؒ کے ایک بیان سے بھی ملتا ہے جو انہوں نے ۱۹۳۳ء میں کشمیر کمیٹی کی صدارت سے مستعفی ہونے کے بعد دیا۔ اس بیان میں حضرت علامہ اقبالؒ اپنے استعفیٰ کے وجوہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ بدقسمتی سے کمیٹی میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے مذہبی فرقہ کے امیر کے سوا کسی دوسرے کا اتباع کرنا سرے سے گناہ سمجھتے ہیں۔ چنانچہ احمدی

وکلاء میں سے ایک صاحب نے جو میر پور کے مقدمات کی پیروی کر رہے تھے حال ہی میں اپنے ایک بیان میں واضح طور پر اس خیال کا اظہار کر دیا۔ انہوں نے صاف طور پر کہا کہ وہ کسی کشمیر کمیٹی کو نہیں مانتے اور جو کچھ انہوں نے یا ان کے ساتھیوں نے اس ضمن میں کیا وہ ان کے امیر کے حکم کی تعمیل تھی۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں نے ان کے اس بیان سے اندازہ لگایا کہ تمام احمدی حضرات کا یہی خیال ہوگا اور اس طرح میرے نزدیک کشمیر کمیٹی کا مستقبل مشکوک ہوگیا۔

۷...... متوازی نظام حکومت

حضرت علامہ اقبالؒ کا متذکرۃ الصدر بیان (جو ہم سابقہ قسط میں درج کر چکے ہیں) اس امر کا روشن ثبوت ہے کہ مرزائی جہاں کہیں ہو اور جس نظام کار میں کام کر رہا ہو وہاں بھی اپنے ہی امیر کے حکم پر چلنا ضروری سمجھتا ہے اور وہیں سے احکام حاصل کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مرزائی جماعت کے افراد کشمیر کمیٹی میں ہوں یا مسلم لیگ میں ملکی سرکاری ملازمت میں ہوں یا پاکستان کی افواج میں قانون ساز اسمبلیوں میں ہوں یا مجلس وزراء میں ہر جگہ اپنے فرقہ کے امیر المؤمنین کے تابع فرمان ہیں اور اس دوسرے نظام کی اطاعت وفاداری کو جس میں وہ منافقانہ ذہنیت کے ساتھ منسلک ہو جاتے ہیں اپنے اس نظام حکومت کی اطاعت و وفاداری کا تابع خیال کرتے ہیں جو انہوں نے کسی قدر ظاہر اور کسی قدر مخفی حیثیت سے قائم کر رکھا ہے۔ مرزائیوں کے اس ذہنی تحفظ کا نتیجہ یہ ہے کہ مرزائی افسر اپنی سرکاری حیثیت کو مرزائیت کے فروغ اور اپنے متوازی نظام حکومت کے مقاصد کی پیش کرد کے لئے استعمال کرتے رہتے ہیں۔ پاکستان کے مرزائی ملازمین کے اس ذہنی تحفظ کے بہت سے ثبوت مہیا کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن ہم بر سبیل تذکرہ اپنے دعوے کی تائید میں صرف چند مثالیں پیش کرنے پر اکتفاء کریں گے۔

چوہدری ظفر اللہ خان کی منافقت

سب سے پہلے پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خان ہی کو لیجئے۔ اس شخص پر مرحوم و مغفور قائداعظم نے احسان کیا اور اسے کسی قسم کی عوامی تائید کے بغیر پاکستان کا وزیر امور خارجہ بنا لیا تاکہ اقوام متحدہ کی بحثوں میں حکومت پاکستان کے زاویہ نگاہ کی وکالت کا وظیفہ ادا کرے۔ راقم الحروف چوہدری ظفر اللہ خان کی قانونی قابلیتوں اور وکیلانہ صلاحیتوں کا بھی چنداں قائل نہیں اور سمجھتا ہے کہ اس کام کے لئے چوہدری ظفر اللہ خان کی بہ نسبت بہتر صلاحیتوں کا کوئی اور شخص مقرر کیا جا سکتا تھا۔ جو اس کام کو احسن طریق سے سرانجام دے سکتا۔ لیکن قائداعظم مرحوم کی نگاہ انتخاب چوہدری ظفر اللہ خان پر پڑی۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ یہ مرزائی وکیل وزارت خاجہ کے منصب

پر فائز ہو جانے کے بعد اپنی سرگرمیوں کو پاکستان کی خدمت کے لئے وقف کر دیتا۔ جس کے خزانے سے وہ بھاری بھرکم تنخواہ اور الاؤنس لے رہا ہے۔ لیکن اس نے اپنے بلند منصب سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے باہر کے ملکوں پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش شروع کر دیں کہ پاکستان میں ایک امیر المؤمنین بھی ہے۔ جس کے حکم سے وہ یو۔این۔او کی بحثوں میں پاکستان کے زاویہ نگاہ کی وکالت کرنے پر مامور ہے اور اس کی اجازت کے بغیر وہ عرب ممالک کی مجلس متحدہ کبیر کی اس خواہش کو پورا نہیں کر سکتا کہ انجمن اقوام متحدہ کے دوائر کی تعطیل کے دنوں میں بھی وہیں ٹھہرے اور بین الاقوامی سیاسی حلقوں میں فلسطین کے مسائل کے متعلق عرب ملکوں اور پاکستان کے زاویہ نگاہ کی وضاحت اور نشر و اشاعت کرے۔ چوہدری ظفر اللہ خان کی اس عیارانہ چال سے متأثر ہو کر فلسطین کے عربوں کی انجمن نے مرزائیوں کے امیر المؤمنین کی خدمت میں اس مضمون کی درخواست بزبان برق بھیجی کہ آپ پاکستان کے وزیر خارجہ کو یو۔این۔او کے کام کے تعطل کے دوران میں واپس نہ بلائیں۔ بلکہ اسے یہیں رہنے کا حکم صادر فرمائیں۔ چوہدری ظفر اللہ خان کی یہ حرکت یقیناً اس قابل تھی کہ پاکستان کی حکومت اس سے اس کا جواب طلب کرتی۔ اگر پاکستان میں کوئی حقیقی امیر المؤمنین ہوتا تو اپنی حکومت کے اس وزیر خارجہ سے بھی جواب طلب کرتا اور اس خود ساختہ ''امیر المؤمنین'' سے بھی پوچھ لیتا جو لاہور کی ایک الاٹ شدہ بلڈنگ میں بیٹھ کر حکومت پاکستان کے وزیر خارجہ کے نام احکام صادر کرنے کی جرأت کا مرتکب ہو رہا ہے۔ لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ابھی پاکستان کا بنیادی دستور حکومت وضع ہو کر نافذ نہیں ہوا اور اس کے موجودہ ارباب حکومت بیدار مغز نہیں۔ جو پاکستان کے متعلق عزائم بد رکھنے والے اور جمہور کے برپا کئے ہوئے نظام حکومت کے سائے میں ایک متوازی نظام حکومت چلانے والے لوگوں کی حرکات کا نوٹس لیں۔

ڈپٹی سیکرٹری اور ڈپٹی کسٹوڈین

مرزائیت کے فروغ کے لئے سرکاری حیثیت کے استعمال کی ایک افسوسناک مثال حال ہی میں حکومت پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری شیخ اعجاز احمد اور کراچی کے ڈپٹی کسٹوڈین چوہدری محمد عبداللہ خان برادر اصغر چوہدری ظفر اللہ خان نے پیش کر دکھائی۔ ۲۰ر فروری کو مرزائیوں نے ملک کے متعدد مقامات پر ''یوم مصلح موعود'' منایا۔ اس روز مرزائیوں نے کراچی کے خالق دینا ہال میں بھی ایک تبلیغی جلسہ منعقد کیا۔ اس جلسہ کی صدارت شیخ اعجاز احمد ڈپٹی سیکرٹری فوڈ ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ پاکستان نے کی اور اس میں چوہدری عبداللہ خان ڈپٹی کسٹوڈین کراچی نے بھی تقریر کی۔ اپنے مذہبی تبلیغی جلسے میں سرکاری اور حکومت کے بڑے عہدے داروں کی شمولیت

تو ایک حد تک جائز اور قابل عفو سمجھی جا سکتی ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں مرزائیوں نے کراچی میں جو قد آدم پوسٹر شائع کئے ان میں جلی قسم سے ان سرکاری عہدے داروں کے نام اور عہدے خصوصیت کے ساتھ درج کر دیئے گئے اور ان دونوں سرکاری عہدے داروں نے جلسہ میں نمایاں اور ذمہ دارانہ حیثیت سے شرکت کی۔ تاکہ لوگوں پر یہ ظاہر ہو کہ حکومت پاکستان سرکاری حیثیت کے استعمال کی اس حرکت پر کراچی کے اخبار ''نوروز'' نے احتجاج کی صدا بلند کی۔ لیکن مرزائی ایسی احتجاجوں کو کب خاطر میں لاتے ہیں۔ ان کے متوازی نظام حکومت کی ہدایات یہی ہیں کہ پہلے عہدے حاصل کرو اور پاکستان کے نظام ملازمت سرکار میں منسلک ہو جاؤ۔ پھر اپنی سرکاری حیثیت کو مرزائیت کے فروغ کے لئے استعمال کرو۔ تاکہ کسی وقت مرزائیوں کا متوازی نظام حکومت جمہور پاکستان کے از روئے آئین وقانون قائم کئے ہوئے نظام حکومت کو برطرف کر کے اس کی جگہ خود لے سکے۔

ملازمت کے لئے اجازت کی شرط

متذکرہ مثالیں یہ ظاہر کرنے کے لئے کافی سے زیادہ ہیں کہ جو مرزائی پاکستان کے سرکاری عہدوں پر فائز ہیں یا سرکاری ملازمتوں میں کام کر رہے ہیں وہ اپنے آپ کو اس نظام حکومت کا ملازم نہیں سمجھتے۔ جس کے خزانہ میں سے وہ تنخواہیں لے رہے ہیں۔ بلکہ وہ اپنے آپ کو اس متوازی نظام حکومت کا ملازم خیال کرتے ہیں۔ جو مرزائیوں نے الگ قائم کر رکھا ہے۔ جس کا ایک امیرالمؤمنین بھی ہے۔ نظارتیں بھی ہیں محکمے اور شعبے بھی قائم ہیں۔ یہ نظام حکومت اپنی رعایا میں نظم وضبط قائم رکھنے کے لئے اس قدر متعصب ہے کہ اگر کوئی مرزائی اس نظام حکومت سے اجازت لئے بغیر کوئی سرکاری ملازمت قبول کر لیتا ہے تو اسے جماعت سے خارج کر دیا جاتا ہے اور اس کو مقاطعہ کی سزا دے دی جاتی ہے۔ ایسے حکم کی ایک مثال ہم ذیل میں درج کر رہے ہیں۔ جو مرزائیوں کے سرکاری گزٹ (الفضل ج۳ نمبر۱۸۳ ص۴، مورخہ ۱۲/اگست ۱۹۴۹ء) پر شائع ہوئی۔ وھو ھذا!

چونکہ شریف احمد گجراتی واقف زندگی ابن ماسٹر محمد الدین صاحب لائبریرین تعلیم الاسلام کالج لاہور بغیر اجازت متعلقہ دفتر والٹن سکول لاہور میں سٹیشن ماسٹری کی ٹریننگ کے لئے داخل ہو گئے تھے۔ ان کے اس فعل پر حضور نے انہیں اخراج از جماعت اور مقاطعہ کی سزا دی ہے۔ احباب کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ ناظر: امور عامہ سلسلہ عالیہ احمدیہ!

پاکستان کے ارباب حکومت وقیادت کی غفلت اور کم نگاہی کا نتیجہ ہے کہ مرزائی جماعت نے پاکستان میں آکر پاکستان کے نظام حکمرانی کے مقابلے میں اپنا ایک متوازی نظام قائم کرلیا اور پاکستان کی سرکار کے مرزائی ملازم جو ہر صیغہ اور ہر شعبہ میں بڑے بڑے عہدوں اور کلیدی اسامیوں پر فائز نظر آتے ہیں۔ پاکستانی سرکار کے بجائے مرزائیوں کے اپنے نظام حکومت کے ظاہری اور مخفی احکام پر چلنے لگے۔ پاکستان کے وزیر خارجہ نے توعلی الاعلان بیرونی اسلامی ملکوں پر یہ ظاہر کرنا چاہا بلکہ ظاہر کردیا کہ پاکستان میں ایک ''امیر المؤمنین'' بھی ہے جس کے حکم اور ہدایت سے وہ پاکستان کی وزارت امور خارجہ کے وظائف ادا کررہا ہے۔ ظاہر ہے کہ عربوں کی انجمن نے چوہدری ظفر اللہ خان سے لیک سکسس میں قیام کرنے اور مسئلہ فلسطین کے متعلق بین الاقوامی سیاسی حلقوں میں عربوں کے زاویۂ نگاہ کی وضاحت کرنے کی جو درخواست کی تھی وہ ان کی پرائیویٹ یا مرزائیانہ حیثیت سے نہ تھی۔ بلکہ ان کی درخواست پاکستان کے اس وزیر امور خارجہ سے تھی جو انجمن اقوام متحدہ کے دوائر میں پاکستان کی نمائندگی کرنے پر مامور تھا۔ اس درخواست کے جواب میں چوہدری ظفر اللہ خان کا یہ کہنا کہ مجھے ٹھہرانے کی ضرورت ہے تو حکومت پاکستان سے نہیں۔ بلکہ امیر المؤمنین سے استدعا کرو۔ مرزا بشیر الدین محمود کو پاکستان کا امیر المؤمنین ظاہر کرنے کی کوشش نہیں تو اور کیا ہے۔

فرقان بٹالین

اور لیجئے مرزائیوں کا متوازی نظام حکومت صرف امیر المؤمنین اور محکمے شعبے اور نظارتیں ہی نہیں رکھتا بلکہ اس نے باقاعدہ فوج کی بنیاد بھی رکھ لی ہے۔ چنانچہ آزاد کشمیر کی افواج میں مرزائیوں کی ایک الگ پلٹن ''فرقان بٹالین'' کے نام سے قائم ہوچکی ہے۔ جس کو آزاد کشمیر کی حکومت سے اسلحہ، گولی بارود، وردی اور راشن مہیا کیا جاتا ہے۔ کہا جائے گا کہ اگر مرزائی اپنے شوق سے کشمیر کے جہاد آزادی میں حصہ لے رہے ہیں تو ان کی الگ بٹالین بنادینے میں ہرج کی بات ہی کیا ہے؟ لیکن سوال یہ ہے کہ آزاد کشمیر کی حکومت نے مرزائی مجاہدین کو الگ بٹالین بنانے کی اجازت کس بناء پر دی۔ کیا مرزائی دوسرے مجاہدین کی طرح آزاد کشمیر کی افواج میں عام لوگوں کی طرح بھرتی نہیں ہوسکتے تھے؟ ہوسکتے تھے۔ لیکن مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت کو اپنی جداگانہ تربیت یافتہ فوج تیار کرنا مقصود تھا۔ اس لئے مرزائی اکابر نے آزاد کشمیر کی کم نظر حکومت سے فرقان بٹالین بنانے کی اجازت حاصل کرلی تاکہ مرزائی جوان جنگی تربیت حاصل کرلیں اور جب مرزا بشیر الدین محمود کو کوئی نیا خواب آئے یا وہ کوئی نیا رؤیا دیکھنے کا دعویٰ کر بیٹھے تو یہ فوج

مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت کے کام آسکے۔

صیغۂ راز یا خفیہ امور

مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت میں مختلف محکمے اور نظارتیں اور دارالقضاء یعنی فیصلے صادر کرنے والے ادارے ہی نہیں بلکہ ان کے ہاں دوسرے حکومتی نظاموں کی طرح ''راز'' کا ایک صیغہ بھی ہے۔ چنانچہ ''الفضل'' جنوری کے صفحات ۳،۴ پر مقامی امیروں (مرزائی گورنروں) اور مقامی جماعتوں کے پریذیڈنٹوں وغیرہ کے وظائف واختیارات کے متعلق جو نظام نامہ شائع کیا گیا اس میں حسب ذیل قواعد کی شقیں بھی موجود ہیں۔

۵...... ایسی صورت (یعنی ویٹو پاور کے استعمال کی صورت) میں مقامی امیر کا یہ فرض ہوگا کہ وہ ایک باقاعدہ رجسٹر میں جو سلسلہ کی ملکیت تصور ہوگا اپنے اختلاف کی وجوہ ضبط تحریر میں لائے یا اگر ان وجوہ کا اس رجسٹر میں لکھنا سلسلہ کے مفاد کے خلاف سمجھے تو کم ازکم یہ نوٹ کرے کہ میں ایسی وجوہ کی بناء پر جن کا اس جگہ ذکر کرنا سلسلہ کے مفاد کے خلاف ہے۔ کثرت رائے کے خلاف فیصلہ کرتا ہوں۔

۶...... لیکن اس مؤخر الذکر صورت میں مقامی امیر کا یہ فرض ہوگا کہ اپنے اختلاف کی وجوہ تحریر کر کے بصیغۂ راز مرکز میں ارسال کرے۔

مرزائیوں کے نظام حکومت کے ان قواعد سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اس مذہبی جماعت کی بعض باتیں بصیغۂ راز بھی ہیں۔ جن کی روداد کو وہ رجسٹر میں درج کرنا خلاف مصلحت سمجھتے ہیں۔ یہ سب مرزائیوں کی تنظیم کی ظاہری علامات ہیں جو ثابت کررہی ہیں کہ اس جماعت کے لوگوں نے ایک متوازی نظام حکومت قائم کر رکھا ہے اور مرزائی جہاں بھی ہے۔ اس نظام حکومت کا تابع اور وفادار ہے اور اس کی ترقی اور تحکیم کے لئے کام کررہا ہے۔

قادیان کا ایک نظارہ

مرزائیوں کے رجحانات، عزائم اور اعمال کو پوری طرح جانچنے اور سمجھنے کے لئے ایک نگاہ ان کے ان مصدقہ کوائف پر بھی ڈال لی جائے جو زمانہ قبل از تقسیم کے ایک عدالتی فیصلہ میں ثبت ہوچکے ہیں۔ تو بے جانہ ہوگا۔ گورداسپور کے سیشن جج نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے مشہور مقدمہ کا فیصلہ لکھتے ہوئے جس میں فاضل جج نے شاہ صاحب موصوف کو مرزائیوں کے خلاف منافرت پھیلانے کے جرم کا مرتکب ٹھہرایا۔ مرزائیوں کی تنظیم پر بھی تبصرہ کیا۔ جس کے ضمن میں اس نے لکھا۔

’’قادیانی مقابلتاً محفوظ تھے۔اس حالت نے ان میں متمردانہ غرور پیدا کر دیا۔انہوں نے اپنے دلائل دوسروں سے منوانے اور اپنی جماعت کو ترقی دینے کے لئے ایسے حربوں کا استعمال شروع کیا جنہیں ناپسندیدہ کہا جائے گا۔جن لوگوں نے قادیانیوں کی جماعت میں شامل ہونے سے انکار کیا۔انہیں مقاطعہ قادیان سے اخراج اور بعض اوقات اس سے بھی مکروہ تر مصائب کی دھمکیاں دے کر دہشت انگیزی کی فضاء پیدا کی۔ بلکہ بسا اوقات انہوں نے ان دھمکیوں کو عملی جامہ پہنا کر اپنی جماعت کے استحکام کی کوشش کی۔قادیان میں رضا کاروں کا ایک دستہ (والنیٹر کور) مرتب ہوا اور اس کی ترتیب کا مقصد غالباً یہ تھا کہ قادیان میں ’’لمن الملك اليوم‘‘ کا نعرہ بلند کرنے کے لئے طاقت پیدا کی جائے۔انہوں نے عدالتی اختیارات بھی اپنے ہاتھ میں لے لئے۔دیوانی اور فوجداری مقدمات کی سماعت کی دیوانی مقدمات میں ڈگریاں صادر کیں اور ان کی تعمیل کرائی گئی۔کئی اشخاص کو قادیان سے نکالا گیا۔یہ قصہ یہیں ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ قادیانیوں کے خلاف کھلے ہوئے طور پر الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے مکانوں کو تباہ کیا۔جلایا اور قتل تک کے مرتکب ہوئے۔اس خیال سے کہ کہیں ان الزامات کو احرار کے تخیل ہی کا نتیجہ نہ سمجھ لیا جائے۔میں چند ایسی مثالیں بیان کر دینا چاہتا ہوں جو مقدمہ کی مثل میں درج ہیں۔‘‘یہاں چند مثالیں بیان کرنے کے بعد جو عدالت کی رائے میں پایۂ اثبات کو پہنچ چکی تھیں اور مسل پر لائی جا چکی تھیں فاضل جج نے لکھا۔

’’یہ افسوس ناک واقعات اس بات کی منہ بولتی شہادت ہیں کہ قادیان میں قانون کا احترام بالکل اٹھ گیا تھا۔ آتشزنی اور قتل تک کے واقعات ہوئے تھے۔ مرزا نے کروڑوں مسلمانوں کو جو اس کے ہم عقیدہ نہ تھے شدید دشنام طرازی کا نشانہ بنایا۔اس کی تصانیف ایک اسقف اعظم کے اخلاق کا انوکھا مظاہرہ ہیں۔ جو صرف نبوت کا مدعی نہ تھا۔ بلکہ خدا کا برگزیدہ انسان اور مسیح ثانی ہونے کا مدعی تھا۔معلوم ہوتا ہے کہ (قادیانیت کے مقابلہ میں) حکام غیر معمولی حد تک مفلوج ہو چکے تھے۔دینی اور دنیوی معاملات میں مرزا کے حکم کے خلاف کبھی آواز بلند نہیں ہوئی۔ مقامی افسروں کے پاس کئی مرتبہ شکایت پیش ہوئی۔لیکن وہ اس کے انسداد سے قاصر رہے۔مثل پر کچھ اور شکایات بھی ہیں۔لیکن ان کے مضمون کا حوالہ دینا غیر ضروری ہے۔اس مقدمہ کے سلسلہ میں صرف یہ بیان کر دینا کافی ہے کہ قادیان میں جور و ستم رانی کا دور دورہ ہونے کے متعلق نہایت واضح الزامات عائد کئے گئے۔لیکن معلوم ہوتا ہے کہ قطعاً کوئی توجہ نہ ہوئی۔‘‘

قصہ مختصر متوازی نظام حکومت بنا کر چلنا مرزائیوں کی پرانی عادت ہے۔سوال یہ ہے

کہ سرکار انگریزی نے تو اپنے خود کاشتہ پودے کی ترقی کے لئے مرزائیوں کو متوازی نظام حکومت بنانے کی کھلی چھٹی دے رکھی تھی۔ کیا پاکستان کی حکومت بھی اس امر کو گوارا کر سکتی ہے کہ مرزائی اس ملک میں بیٹھ کر متوازی نظام حکومت چلائیں۔ جو کسی وقت پاکستان کی صحیح حکومت اور پاکستان کے عوام کے لئے طرح طرح کی مشکلات پیدا کرنے کا موجب بن سکتا ہے اور بن کر رہے گا۔

۹...... پاکستان کے لئے ایک مستقل خطرہ

ہم نے اقساط ماسبق میں ''مرزائیت'' کے خدوخال کا جو نقشہ قارئین کرام کے سامنے پیش کیا ہے اور مرزائی جماعت کی تنظیم کا جو تجزیہ کر دکھایا ہے وہ ٹھوس حقائق پر مبنی ہے اور ایسا کرتے وقت ہم نے کسی قسم کی مبالغہ آرائی، داستان سرائی اور متعصّبانہ قیاس آرائی سے کام نہیں لیا۔ ہر دعویٰ کے ساتھ ہم نے محض بر سبیل تذکرہ خود مرزائی اکابر کے اعمال واقوال کے ناقابل تردید حوالے پیش کر دیئے ہیں۔ انہی بین اور روشن شواہد کی بناء پر ہم نے وہ نتائج اخذ کئے ہیں جو مرزائیت اور مرزائیوں کی تنظیم کے خطرناک رجحانات وعزائم کا پتہ دے رہے ہیں۔ اپنی صحافتی ذمہ داریوں کے پیش نظر ہمارا فرض منصبی یہ ہے کہ جمہور پاکستان اور اس کے ارباب فکر وقیادت نیز ارکان اعضائے حکومت کو اس کیفیت کی طرف توجہ دلائیں جو پاکستان میں دجل وتلبیس اور فریب ومکاری کے پردوں کے پیچھے نشوونما پا رہی ہے اور اس کا بروقت انسداد نہ کیا گیا تو کسی دن پاکستان کو کئی قسم کے خطرات سے دوچار کرنے اور پاکستان کے باشندوں کو بے طرح مبتلائے آلام بنانے کا موجب بن سکتی ہے۔ بلاشبہ ہم مرزا بشیر الدین محمود یا اس کے باپ کی طرح یہ پیشین گوئی کسی وحی، الہام، رؤیا یا خواب کی بناء پر نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ اس بصیرت کی بناء پر جو اللہ تعالیٰ اپنے عام بندوں کو عطاء فرماتا ہے۔ ایسا کہہ رہے ہیں لیکن ہم کہے دیتے ہیں کہ مرزا غلام احمد الہامی پیش گوئیاں اور مرزا بشیر الدین محمود کی رؤیائی تعبیریں تو غلط ہو سکتی ہیں۔ لیکن ہمارا یہ پیش اندازہ حرف بحرف صحیح ثابت ہو کر رہے گا کہ مرزائیت مسلمانان پاکستان کو بھاری تکالیف اور ہمت آزما آلام میں مبتلا کر کے رہے گی۔ ان تکالیف وآلام سے بچنے کا واحد طریق یہ ہے کہ مرزائیت کی حدود ابھی سے متعین کر دی جائیں اور مرزائیوں کی تنظیم پر سرکاری اور غیر سرکاری حیثیت سے کڑی نگاہ رکھی جائے۔ ورنہ اس طرف سے غافل رہنے کا خمیازہ مسلمانوں کو بھاری نقصانات کی صورت میں بھگتنا پڑے گا۔ وما علینا الا البلاغ!

حرف مطلب

اقساط ماسبق میں ہم نے مرزائیت کا جو تجزیہ کیا ہے اس کا لب لباب بصورت ذیل

بیان کیا جا سکتا ہے۔

۱...... مرزائی مسلمانوں سے الگ ایک اور قوم ہیں۔ جس کا بنیادی اعتقادی نقطہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت ورسالت پر ایمان لانا ہے۔ لیکن یہ قوم دنیوی فوائد حاصل کرنے کے لئے بوقت ضرورت اپنے آپ کو مسلمانوں ہی کے متعدد فرقوں کا ایک فرقہ ظاہر کرنے لگتی ہے جو فروعی اختلافات یا بزرگان دین سے نسبتی امتیاز ظاہر کرنے کے باعث بن چکے ہیں۔

۲...... دین مرزائیت کے پیرو مسلمانوں کی دینی اور ملی اصطلاحات ان کے صحیح محل کے علاوہ اپنے کابر کے لئے بالاصرار استعمال کر کے دین اسلام اور عامتہ المسلمین کی غیرت کا استہزاء کرتے ہیں اور اس طرح مسلسل استعمال انگیزی کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ مرزا غلام احمد کے لئے صلوٰۃ وسلام مرزا کے ساتھیوں کو ''صحابہ کرام'' کا لقب دے کر ان کے لئے ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کی دعاء کا استعمال مرزا قادیانی کی بیویوں کے لئے ''امہات المؤمنین'' کا لقب۔ مرزا قادیانی کی بیٹی کے لئے ''سیدۃ النساء'' کا لقب۔ اپنے پیشوا کے لئے ''امیرالمؤمنین'' کا لقب اور مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت کے لئے ''خلافت'' کی اصطلاح بلا تکلف استعمال کر رہے ہیں۔ ان کی یہ حرکتیں پاکستان کی مسلمان اکثریت کے لئے ناقابل برداشت ہیں اور ان کے استعمال پر مرزائیوں کا اصرار ایک قسم کی شرارت ہے جو فساد انگیزی کی نیت سے مسلسل کی جارہی ہے۔

۳...... پاکستان کی اسلامی مملکت کے متعلق مرزائیوں کی ذہنیت مغشوش ہے۔ وہ اکھنڈ ہندوستان کو ''احمدیت'' کے فروغ کے لئے خدا کی دی ہوئی وسیع بیس سمجھنے پر مجبور ہیں اور پاکستان کی حمایت محض منافقت کے انداز میں کر رہے ہیں۔ قادیان حاصل کرنے کی خاطر وہ بھارت کی حکومت سے ہر قسم کا سودا کرنے کے لئے تیار ہیں اور اس مقصد کی خاطر پاکستان کے ہر مفاد کو بلکہ خود پاکستان کو بھی قربان کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔

۴...... مرزائیت کے دینی اور دنیوی مقاصد حاصل کرنے کے لئے انہوں نے ایسی تنظیم استوار کر رکھی ہے جو صریح طور پر پاکستان کے نظام حکومت کے مقابلے میں مرزائیوں کا متوازی نظام حکومت بن چکی ہے۔

۵...... پاکستانی سرکار کے مرزائی ملازم اپنے آپ کو پاکستان کے نظام حکومت کا تابع فرمان نہیں سمجھتے۔ بلکہ اپنے ''امیرالمؤمنین'' کی حکومت کا تابع خیال کرتے ہیں۔ ان کی یہ ذہنیت پاکستان کے تحفظ کے لئے بدرجہ غائت خطرناک ہے۔

یہ وہ کیفیات ہیں جن کے موجود ہونے سے کسی کو خواہ وہ کتنا بڑا مرزائی یا ان کا دوست یا ان کا تنخواہ دار ہو۔ مجال انکار نہیں ہو سکتی اور ان کی کیفیات کی طرف مسلمانوں کے دینی عالم، سیاسی مفکر، واعظ، خطیب اور مقرر۔ نیز مسلمانوں کے اخبارات کم وبیش توجہ مبذول کرتے رہے ہیں۔ لیکن پاکستان کے ارباب حکومت وقیادت کو دینی حیثیت کے ان فتنوں اور سیاسی نوعیت کی ان شرارتوں کی طرف توجہ مبذول کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ جو پاکستان کے خرمنوں کے لئے برق خرمن کی طرح پرورش پا رہی ہے۔ ان کیفیات وخطرات سے پاکستان کو بچانے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ مرزائی جماعت کے لوگ اپنی دینی پوزیشن اور اپنے سیاسی عزائم پر از سر نو غور کریں اور ان تمام لغویتوں کو جو انہوں نے انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کے دینی معتقدات کی تخریب اور ان کی دنیوی حیثیتوں کو نقصان پہنچانے کی نیت سے انگریزوں ہی کی شہ پر اختیار کر رکھی تھیں۔ خود ہی ترک کر کے مسلمان بن جائیں اور مرزا غلام احمد قادیانی اور مرزا بشیر الدین محمود کی ساری خرافات کو دریائے چناب کے پانی میں بہا دیں جس کے کنارے وہ اپنا اپنا مرکز ربوہ کے نام سے تعمیر کر رہے ہیں۔ مرزائے قادیان کی ہفوات واہیہ کو برقرار رکھتے ہوئے حسب ضرورت وحسب موقع ان کی توجیہیں اور تاویلیں کرنے سے یہ گتھی سلجھ نہیں سکتی۔ اگر وہ رشد وہدایت کی سیدھی راہ اختیار کرنے کے خواہاں ہیں تو انہیں اپنے پرانے قصے انگریزی حکومت کے اقتدار کے ساتھ اسی جگہ دفن کر دینے چاہئیں۔ جہاں زمانے کی رفتار نے انگریزوں کا اقتدار دفن کر دیا ہے۔ کیونکہ ''مرزائیت'' کا ڈھونگ انہی کی خاطر رچایا گیا تھا اور انہی کے حکم وایما سے رچایا گیا تھا۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں، ان کی آنکھوں اور ان کے کانوں پر مہریں لگا دی ہیں اور وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو انگریز کی سیاست کے بجائے اللہ کا بھیجا ہوا رسول، نبی، مسیح، مہدی، کرشن اور نہ جانے کیا کیا ماننے پر مصر ومقرر رہنا ضروری سمجھتے ہیں تو انہیں اپنے آپ کو مسلمانوں میں کا ایک فرقہ ظاہر کرنے کی تلبیسی کوششیں یک قلم ترک کر دینی چاہئیں اور اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ مرزا غلام احمد قادیانی کو اللہ کا رسول ماننے والی ایک قوم قرار دے لینا چاہئے۔ اسی صورت میں مرزائی کہلائیں یا احمدی۔ لیکن ان کو مسلمانوں کی دینی اور ملی مصطلحات استعمال کرنے کا وتیرہ خود ہی ترک کر دینا چاہئے۔ مسلمانوں کی دینی وملی اصطلاحوں کے بجائے وہ اپنی ہی اصطلاحیں وضع کر لیں اور مرزا کے لئے ''علیہ الصلوٰۃ والسلام'' اور اس کی بیویوں کے لئے ''امہات المؤمنین'' اس کے ساتھیوں کے لئے ''صحابہ کرام'' اور اس کی بیٹی کے لئے ''سیدۃ النساء'' اور اس کے متعلقین کے لئے ''رضی اللہ تعالیٰ'' کی قبیل کے القاب اور دعائیں استعمال کر کے اسلام کی روایات سے تلعب

واستہزاء نہ کیا کریں۔ اس طرح مسلمانوں کے دل دکھا کر انہیں اشتعال نہ دلائیں۔ اس کے ساتھ ہی مرزائیوں کو اپنی وہ بدرجۂ غایت بری عادت بھی ترک کرنی پڑے گی۔ جو انہوں نے مرزاغلام احمد قادیانی کے کارخانہ نبوت کو صحیح اور ممکن ثابت کرنے کے لئے انبیاء کرام اور صلحائے عظامؒ کی توہین کی صورت میں اپنے اندر راسخ کر رکھی ہے۔ ایک غیر مسلم قوم بن کر مرزائی لوگ اپنے دین کی تبلیغ اور اپنے دنیوی اور سیاسی حقوق کے تحفظ کے لئے پاکستان کی مسلم اکثریت سے ایسے تحفظ حاصل کر سکتے ہیں جو ان کے لئے ضروری ہوں اور ملک کی دوسری غیر مسلم اقلیتوں کو حاصل ہوں۔ لیکن انہیں اپنی ایسی حرکات سے باز آنا پڑے گا۔ جو مسلمانوں کی اکثریت اور پاکستان کی دوسری اقلیتوں کی دل آزاری کا موجب ہیں۔ مرزائیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ابھی سے اپنی دینی اور دنیوی حیثیت پر از سر نو غور کر لیں۔ کیونکہ پاکستان میں انہیں مسلمانوں کے دین سے استہزاء اور تلعب کرنے اور ان کی دل آزاریاں کر کے ان کے کلیجے چھلنی کرنے کا وہ لائسنس نہیں ملے گا۔ نہیں مل سکتا۔ جو انہیں پچھلے دور کی انگریزی حکومت کے عہد میں حاصل رہا ہے۔

۱۰......تتمۂ کلام

راقم الحروف کا خیال تھا کہ مرزاغلام احمد قادیانی کے الہاموں اور مرزابشیر الدین محمود کے رؤیاؤں کے علی الرغم پاکستان کے بن جانے کے بعد اور مرزائیوں کو پاکستان کے سوا اور کسی جگہ جائے پناہ نہ ملنے کے بعد مرزائی دین کے پیرو خود ہی دین حقہ اسلام اور امت مسلمہ کے متعلق اپنی بیہودہ اور از سرتاپا لغو بلکہ شرارت افروز اور فتنہ پرور روش پر خود ہی غور کر کے مائل بہ اصلاح ہو جائیں گے اور سوچ لیں گے کہ پاکستان کی جمہوری اسلامی مملکت میں بود و باش رکھنے کے لئے ان کو ضروری ہے کہ دینی اور سیاسی حیثیت کی فساد آرائیوں کا وتیرہ ترک کر دیں۔ لیکن مرزائیوں نے بدلے ہوئے حالات میں اپنے مقام، موقف اور مستقبل پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کے بجائے پاکستان میں آکر اپنی مفسدانہ سرگرمیاں تیز تر کر دیں۔ اپنے آپ کو پاکستان کا حکمران بنا لینے کے خواب دیکھنے لگے۔ پنجاب کے فرنگی گورنر فرانسس مودی نے انہیں پاکستان میں اپنا نیا مرکز بنانے کے لئے کوڑیوں کے مول سرکاری زمین دے دی۔ مسلمان مہاجرین کے لئے اس قسم کی کوئی گنجائش آج تک نہیں نکالی گئی۔ الاٹ منٹوں کے سلسلے میں ابتدائی دور میں جو اندھیر مچا اس سے مرزائی افسروں نے خوب ہی فائدہ اٹھایا اور مرزائیوں کو اچھے اچھے مکان اچھے اچھے کارخانے، عمدہ باغات اور بڑی بڑی دکانیں ناجائز طریقوں سے الاٹ کر دیں۔

چوہدری ظفر اللہ خان کو وزیر خارجہ بنالیا گیا تو مرزائیوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے اور

وہ سمجھنے لگے کہ پاکستان تو ان کے لئے اور ان کے امیر المؤمنین ہی کے لئے بنایا گیا ہے۔ مسلمانوں کو تو خدا نے محض ان کے طفیل اور انہی کے صدقے میں اس لئے بچالیا ہے کہ وہ مرزائیوں کے محکوم بن جائیں اور مرزائیت کے فروغ اور ترقی کے لئے غذا کا کام دیں۔ عامتہ المسلمین کو اور پاکستان کی حکومت کو غافل اور دوسرے معاملات میں الجھا ہوا دیکھ کر مرزائیوں نے اپنے اس متوازی نظام حکومت کو مستحکم بنانے کا عمل شروع کر دیا جو انہوں نے کسی قدر ظاہر اور کسی قدر مخفی طور پر قائم کر رکھا ہے۔ جسے ہم دلائل ساطعہ و براہین قاطعہ سے اوپر ثابت کر آئے ہیں۔ اگر مرزائی اپنی تنظیمی اور جنگی طاقت کی آزمائش کرنے کے لئے سیالکوٹ کا وہ تبلیغی جلسہ منعقد نہ کرتے۔ جس میں چند اضلاع کی مرزائی جمعیتیں مسلح ہو کر اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کی پوری طیاری کر کے حتیٰ کہ زخمیوں کی مرہم پٹی تک کا انتظام کر کے شامل ہوئی تھیں تو یہ لوگ اندر ہی اندر اپنا کام کرتے رہتے اور مسلمانوں کے اخبارات کی توجہ ابھی چندے اور اس فتنہ کی طرف منعطف نہ ہوتی۔ جو پاکستان کے اندر پاکستان کی تخریب کرنے کے لئے پرورش پا رہا ہے۔ مرزائیوں کا سرکاری گزٹ الفضل اس حقیقت کو تسلیم کر چکا ہے کہ اگر سیالکوٹ کے حکام غفلت سے کام لیتے اور مرزائیوں کے فتنہ آرائی کے ارادوں کے پیش نظر پولیس کی جمعیت کا انتظام نہ کر لیتے تو مرزائی مسلمانوں کی ایسی سرکوبی کر دیتے کہ مرزائیت کی مخالفت کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند ہو جاتے۔

قصہ مختصر سیالکوٹ کے ہنگامہ نے جو ۱۵؍جنوری کو رونماء ہوا۔ ہمیں اس امر کی ضرورت کا احساس دلا دیا کہ مرزائیوں کی سرگرمیوں اور ان کے ارادوں کا پوری طرح جائزہ لیں اور حسن ظن میں مبتلا نہ رہیں کہ مرزائیوں نے خود ہی اپنے آپ کو سدھارنے کی ضرورت محسوس کر لی ہوگی۔ اس جائزہ کے نتائج ہم نے دلائل وشواہد کے ساتھ گزشتہ نو قسطوں میں عامتہ المسلمین کی خدمت میں پیش کر دیئے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے مستقبل کو آنے والے خطرات سے محفوظ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ مرزائی خود ہی اپنے مقام اور مؤقف کی تعیین وتحدید کر لیں اور پاکستان کے وفادار، شریف اور امن پسند باشندوں کی طرح اس کے سایہ عاطفت میں زندگی بسر کرتے رہیں۔ ایسا کرنے کی دو واضح صورتیں ہم قسط نمبر۹ میں پیش کر چکے ہیں۔ مرزائیوں کو ان دونوں صورتوں پر اچھی طرح غور کر کے اپنے مستقبل کی روش کا فیصلہ کر لینا چاہئے۔ اگر وہ ایسا کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے اور اپنے مسلک پر جو مسلمانوں کے لئے بدرجہ غایت دل آزار اشتعال انگیز اور ناقابل برداشت ہے۔ اصرار کرنے کے خواہاں ہیں تو عامتہ المسلمین کو چاہئے کہ

وہ مملکت پاکستان کو آنے والے خطروں اور فتنوں سے بچانے کے لئے ابھی سے ہوشیار ہو جائیں اور دستور ساز اسمبلی کی وساطت سے ان امور کا فیصلہ کرانے کے لئے آواز بلند کریں جو دینی اور سیاسی حیثیت سے مسلمانوں اور مرزائیوں کے درمیان موضوع بحث وجدال ہیں۔ مسلمانوں کو اس امر پر ٹھنڈے دل ودماغ اور پوری سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہئے کہ وہ:

۱...... کسی غیر مسلم اقلیت کو کس حد تک اس امر کی اجازت دے سکتے ہیں کہ وہ انبیائے کرام علیہم التحیۃ والسلام کی توہین کے ارتکاب کو اپنا حق سمجھے۔

۲...... حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ ﷺ کے مرتبہ ختم الرسل وسید المرسلین ہونے کا صریح انکار کرنے کے باوجود مسلمان کہلائے۔ نہ صرف مسلمان کہلائے بلکہ اس کی بناء پر تمام مسلمانوں کو کافر قرار دے۔

۳...... مسلمانوں کی دینی اور ملی اصطلاحات کو جو امت مسلمہ کے ساڑھے تیرہ سو سال کے عمل سے تخصیص کا مقام حاصل کر چکی ہیں۔ اپنے اکابر کے لئے استعمال کرتی رہے۔ مثلاً مرزا غلام احمد کے لئے ''علیہ الصلوٰۃ والسلام'' میرزا کے ساتھیوں کے لئے ''صحابہ'' اور ''رضی اللہ تعالیٰ عنہم'' مرزا کی بیوی کے لئے ''ام المؤمنین'' مرزا کی بیٹی کے لئے ''سیدۃ النساء'' اپنے دینی اور دنیوی پیشوا کے لئے ''خلیفہ'' اور ''امیر المؤمنین'' اور اپنے نظام حکومت کے لئے ''خلافت'' کی اصطلاحیں بلاتکلف استعمال کرے۔

مرزائیوں کی یہ حرکات نہ صرف دین حقہ اسلام اور امت مسلمہ کی مقدس روایات سے ایک کھلا ہوا تلعب واستہزاء ہیں۔ بلکہ عملاً چالیس کروڑ مسلمانان عالم کے وجود کی نفی کر رہی ہیں۔ ہر مسلمان کو اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر اپنے دل سے پوچھنا چاہئے کہ وہ کس حد تک مرزائیوں کی ان لغویتوں کو برداشت کر سکتا ہے۔ اگر مسلمان رواداری، فیاضی، مصلحت یا مساحت سے مرزائیوں کو اپنی یہ لغویات جاری رکھنے کا حق دینے کے لئے تیار ہیں تو انہیں یا تو مرزائی ہو جانا چاہئے یا اپنے آپ کو مسلمان کہلانا چھوڑ دینا چاہئے۔ کیونکہ معطلحات کا وہ سرمایہ جو دین اسلام اور امت مسلمہ سے مختص تھا۔ مرزائیوں اور صرف مرزائیوں کی مملکت بن چکا ہے اور اس سرقہ اور ڈاکہ کا نوٹس نہ لینے کے معنی یہ ہیں کہ ہم اسے عملاً صحیح تسلیم کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کے علمائے دین اور ارباب فکر وقیادت کو چاہئے کہ وہ ان خطوط کی روشنی میں جو ہم نے اس سلسلہ مضامین میں بیان کر دیئے ہیں۔ مرزائیت کے مقام اور مستقبل پر پوری طرح غور کر کے دستور اسمبلی کی رہنمائی کے لئے اپنے مطالبات کا ایک نقشہ تیار کر لیں اور اس نقشہ کو جامۂ عمل پہنانے کے لئے کوشاں ہو جائیں۔ اگر وہ

ایسا کرنے کے لئے تیار نہیں تو ہم اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عصر حاضر کے غفلت شعار مسلمانوں کے حال پر رحم کرے اور انہیں دینی اور دنیوی فتن سے آگاہ ہونے کے لئے صحیح بصیرت عطاء فرمائے۔

ضمیمہ

مرزائیوں کے سرکاری گزٹ ''الفضل'' کو شکایت ہے کہ ہم نے اس سلسلۂ مضامین میں گورداسپور کے سشن جج کے فیصلے سے جو حوالے دیئے ہیں۔ انہیں اپیل پر پنجاب ہائی کورٹ کا ایک انگریز جج جسٹس کولڈ سٹریم مسترد کر چکا ہے۔ مخفی نہ رہے کہ جسٹس کولڈ سٹریم نے اپنے فیصلے میں سشن جج گورداسپور کے بعض ریمارکس کو صرف غیر متعلقہ قرار دیا تھا۔ ان کی صحت وعدم صحت کے متعلق کسی قسم کی رائے ظاہر نہیں کی سیشن جج کے ریمارک ان شہادتوں پر مبنی ہیں جو مقدمہ کے دوران میں اس کے سامنے پیش کی گئیں۔'' وما علینا الا البلاغ واخردعوانا ان الحمدلله رب العلمین''

پاکستان کا وجود عارضی ہے

مرزا بشیرالدین محمود کا الہامی عقیدہ

ہم نے ۱۱؍فروری کی اشاعت میں ملتان سے موصول شدہ ایک اشتہار کا تذکرہ کرتے ہوئے پاکستان کی مرزائی اقلیت کے پیشوا اور سیاسی لیڈر مرزا بشیرالدین محمود کی ایک عرفانی گفتگو کا پردہ چاک کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اپریل ۱۹۴۷ء کے آغاز میں اس شخص نے اپنے پیروؤں میں اس امر کی تلقین کی تھی کہ مرزائیوں کے خدا نے اکھنڈ ہندوستان کو مرزائیت کے فروغ کے لئے بیس کے طور پر منتخب کر رکھا ہے۔ لہٰذا ہندوستان کو اکھنڈ رکھنے کی کوشش کرنا ہر مرزائی کا مذہبی فریضہ ہے۔

مسلمان جو پاکستان بنانے کی کوشش کر رہے ہیں افتراق پسند ہیں۔ اگر وہ ہلاکت کے اس گڑھے یعنی پاکستان میں گرنے کے ارادہ سے باز نہ آئے تو مرزائیوں کو بھی اپنی کھوپڑی بچانے کے لئے عارضی طور پر ان کا ساتھ دینا چاہئے۔ مرزا بشیرالدین محمود کی یہ عرفانی گفتگو جو ۵؍اپریل ۱۹۴۷ء کے الفضل میں شائع ہوئی اور اب اشتہارات کی صورت میں مرزائی جماعت کے لوگوں میں بانٹی جارہی ہے۔ پاکستان کے متعلق اس فرقہ کے لوگوں کی منافقانہ ذہنیت کا ایک کھلا ثبوت ہے۔ یہ گفتگو ظاہر کرتی ہے کہ مرزائی جماعت کے لوگ اپنے مذہبی عقیدہ کی رو سے

اکھنڈ ہندوستان کو مرزائیت کے فروغ کے لئے بیس تصور کرتے ہیں اور اس بیس کو قائم رکھنے کی کوشش کرنا اپنا مذہبی فریضہ خیال کرتے ہیں۔ پاکستان کے وجود کو محض عارضی سمجھتے ہیں اور ہلاکت کا گڑھا خیال کرتے ہیں۔ پاکستان میں وہ محض بہ امر مجبوری (عقیدہ عارضی طور پر) پناہ لے رہے ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کی افتراق پسندی نے اکھنڈ ہندوستان کے وجود کا خاتمہ کر دیا اور مرزائیوں کو بھی مسلمانوں کے ساتھ یہ کیفیت جسے وہ عقیدۂ عارضی سمجھ رہے ہیں۔ قبول کرنی پڑی۔

معاصر مؤقر زمیندار اور مرزائیوں کے اخبار الفضل کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس مضمون کے ٹریکٹ اور اشتہار ملتان کے علاوہ لائل پور اور گوجرانوالہ میں بھی نشر کئے گئے ہیں۔ مرزائیوں کا اخبار الفضل یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ ان اشتہاروں اور ٹریکٹوں کو چھاپنے اور نشر کرنے والے لوگ احمدی یعنی مرزائی نہیں بلکہ احراری ہیں جو مرزائیوں کو بدنام کرنے کے لئے ایسا کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی الفضل مرزا بشیر الدین محمود کی کسی سابقہ تقریر یا تحریر کے ایک فقرہ کو اچھال کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ اپریل ۱۹۴۷ء میں اکھنڈ ہندوستان کو احمدیت کے فروغ کے لئے اللہ کا دیا ہوا بیس قرار دینے والا اور اسے قائم رکھنے کی کوشش کو مرزائیوں کے لئے مذہبی فرض قرار دینے والا بشیر الدین واقعات کی رفتار کو بھانپ کر مئی ۱۹۴۷ء میں یہ کہنے لگا تھا کہ:

''ہم پاکستان کی حمایت اس لئے کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا جائز حق ہے اور وہ انہیں ملنا چاہئے اور اگر حق کی تائید میں ہمیں پھانسی پر بھی لٹکا دیا جائے تو یہ ہمارے لئے موجب راحت ہوگا۔''

مرزائی جماعت کے پیشواؤں اور مقتداؤں کی الہامی اور عرفانی گفتگوئیں بلاشبہ بھان متی کا ساپٹارا ہوتی ہیں۔ جن سے بوقت ضرورت ہر قسم کی چیز نکالی جاتی ہے اور مرزا بشیر الدین محمود بھی اپنے باپ کی طرح اپنے خوابوں، رویاؤں اور الہاموں کی تعبیر وتفسیر بیان کرتے وقت اس بات کی خاص احتیاط کر لیتا ہے کہ اس کا مطلب یوں بھی ہوسکتا ہے اور یوں بھی نکل سکتا ہے اور عام طور پر کہہ دیتا ہے کہ یہ میرا خواب مبشر بھی ہے اور منذر بھی ہوسکتا ہے۔ اس لئے ہم الفضل اور دوسرے مرزائیوں کے اس استدلال سے مطمئن نہیں ہوسکتے کہ مرزا بشیر الدین محمود کے بیانات میں ایسے فقرے بھی موجود ہیں جو پاکستان کے حق میں ہیں۔ بلکہ ایسی متضاد باتیں جن سے اکھنڈ ہندوستان اور پاکستان دونوں کی حمایت کے پہلو نکلتے ہیں۔ ہمارے اس دعویٰ کی صحت کا ایک اور روشن ثبوت ہے کہ پاکستان کے متعلق مرزائی جماعت کے پیشوا کی ذہنیت اور روش منافقانہ ہے۔ جس سے پاکستان کی حکومت اور پاکستان کے عوام کو ہر وقت ہوشیار رہنا چاہئے۔ باقی رہا الفضل یا

لائل پور اور گوجرانوالہ کی مقامی مرزائی جماعتوں کے سکریٹریوں کا یہ دعویٰ کہ محولہ بالا اشتہار اور ٹریکٹ مرزائیوں کی طرف سے نہیں بلکہ احراریوں کی طرف سے مرزائیوں کو بدنام کرنے کے لئے شائع کئے جارہے ہیں۔ اس کے متعلق ہمیں تحقیق وتفتیش کے خلجان میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہوسکتا ہے کہ احراری، مرزا بشیر الدین محمود کی اس عرفانی گفتگو کو نشر کررہے ہوں تاکہ مسلمان عوام پر مرزائیوں کی منافقانہ روش ظاہر ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ خود مرزائی جماعت کے لیڈر اپنی جماعت کو اپنے پیشوا کی بنیادی تلقین یاد دلانے کے لئے اور ان کے دلوں اور دماغوں میں یہ عقیدہ قائم رکھنے کے لئے اس حرکت کا ارتکاب کررہے ہوں کہ مرزائیوں کے خدا نے اکھنڈ ہندوستان کو مرزائیت کے فروغ کے لئے بیس بنایا تھا۔ جو مسلمانوں کی افتراق پسندی نے ختم کر دیا۔ لیکن مرزائیوں کو اپنے خدا کی بات پوری کرنے کے لئے ہندوستان کو پھر اکھنڈ بنانے کی کوشش جاری رکھنی چاہئیں اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ان کا پیشوا آغاز اپریل کی ایک عرفانی مجلس میں اس امر کا اعلان کر چکا ہے کہ اگر مسلمان پاکستان بنانے میں کامیاب ہو بھی گئے تو یہ کیفیت عارضی ہوگی۔

یہ سوال اتنا اہم نہیں کہ مرزائیوں کے اس بنیادی مذہبی عقیدہ کی اشاعت کہ اکھنڈ ہندوستان خدا کی طرف سے احمدیت کے فروغ کے لئے بیس بنایا جاچکا ہے اور پاکستان کا قیام ایک عارضی کیف ہے۔

مرزائی کررہے ہیں یا احراری کررہے ہیں۔ اہم سوال یہ ہے کہ پاکستان اور اکھنڈ ہندوستان کے متعلق مرزائیوں کے بنیادی، مذہبی عقائد حقیقتاً کیا ہیں؟ وہ عقائد مرزا بشیر الدین کی اس عرفانی گفتگو سے ظاہر ہیں جو ۵؍اپریل ۱۹۴۷ء کے الفضل میں چھپ چکی ہے اور اب اشتہاروں اور ٹریکٹوں کی شکل میں چھاپ چھاپ کر نشر کی جارہی ہے۔ اکھنڈ ہندوستان کو احمدیت کے فروغ کے لئے خدا کا دیا ہوا بیس سمجھنے اور پاکستان کے وجود کو عارضی کیفیت قرار دینے کے متعلق نہ تو الفضل کو کچھ کہنے کی توفیق حاصل ہوئی ہے۔ نہ مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی اس عرفانی گفتگو کی کوئی نئی تفسیر یا تاویل کرنے کی ضرورت محسوس کی ہے۔ پاکستان کے متعلق اس قسم کے خطرناک مذہبی عقائد رکھنے والی اقلیت کس حد تک اس ترجیحی سلوک کی مستحق ہے جو پاکستان میں مرزائیوں کے ساتھ کیا جارہا ہے۔ ایسا اہم سوال ہے جس کا جواب ہم پاکستان کی حکومت اور اس کے وفادار عوام سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن سردست انہیں اس سوال کا جواب دینے کے لئے آمادہ و مائل نہیں پاتے۔ (مولانا) مرتضیٰ احمد خان میکش درانی!

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں
مرزائی نامہ
(مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش رح درانی)

عرض ناشر

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم!

الحمدللّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذی اصطفیٰ ۰ اما بعد!

قادیانیت پر بے شمار حضرات نے اپنے اپنے ذوق وانداز کے مطابق خامہ فرسائی کی ہے۔ اس موضوع پر جو اچھی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ کتاب ہے جو آپ کے ہاتھ میں ہے۔ جناب مرتضیٰ احمد خان میکش اپنے دور کے ممتاز ادیب اور صحافی تھے۔ انہیں قادیانی مسئلہ سے بطور خاص دل چسپی تھی۔ ۱۹۵۳ء کی منیر تحقیقاتی عدالت میں مجلس عمل کی وکالت کے فرائض بھی انہوں نے انجام دیئے۔

موصوف کی یہ کتاب قادیانیوں کے سوالوں کا جواب ہے۔ مصنف نے روزنامہ احسان میں اعلان کیا تھا کہ قادیانیوں کو اگر اسلامی عقائد میں شبہات ہیں تو پیش کریں۔ ان کے حل کی پوری کوشش کی جائے گی۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے خطوط لکھے جنہیں مصنف نے منقح کر کے نو سوالوں میں ان کی تلخیص کی اور پھر ان کے جوابات دیئے۔ یہ جوابات اخبار میں شائع ہوئے۔ بعد میں متعدد اضافوں کے ساتھ انہیں کتابی شکل میں تاج کمپنی نے شائع کیا۔ مصنف نے اپنے دور کے ان تین اکابر کا بطور خاص شکریہ ادا کیا ہے۔ جن سے مصنف نے اپنی کتاب میں استفادہ کیا ہے۔ مولانا ابوالحسنات، حکیم سید محمد احمد صاحب خطیب مسجد وزیر خان لاہور، مولانا عبدالحنان صاحب خطیب مسجد آسٹریلیا لاہور، مولانا احمد علی صاحب خطیب مسجد اندرون شیرانوالہ۔ جس سے ان کی بے نفسی اور جامعیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی طرف سے تاج کمپنی کے مطبوعہ نسخہ کا عکس شائع کیا جارہا ہے (اور اب کمپیوٹر ایڈیشن۔ مرتب) ہمیں توقع ہے کہ ہمارا جدید طبقہ اس رسالہ سے مستفید ہوگا اور قادیانیوں کو بھی اپنے شکوک وشبہات دور کرنے کا موقع ملے گا۔ واللّٰہ ھوالموفق!

محمد یوسف عفا اللّٰہ عنہ

۱۹؍ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ، بمطابق ۱۲؍جنوری ۱۹۸۵ء

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم!

تقدیمہ

چار سال ہوئے قادیانیت کے کاسہ سر پر ’’اسلام کے البرزشن گرز کی ضرب کاری‘‘ کے

مستقل عنوان کے ماتحت میرے مضامین کا ایک سلسلہ زمیندار اور احسان میں چھپا تھا۔ بعض نکتہ رس جو ہر شناس اصحاب نے انہی دنوں خاکسار کو توجہ دلائی تھی کہ ان مضامین کا کتابی شکل میں مرتب ومحفوظ کر لینا نہایت ضروری ہے۔ لیکن اخبار نویسی کی مہلت نہ دینے والی مصروفیتوں میں مجھے چار سال کے بعد اب فرصت ملی ہے کہ ان مضامین کو ترتیب دے کر اور ان پر نظر ثانی کر کے اپنے پبلشرز (تاج کمپنی لمیٹڈ) کے حوالے کر سکوں۔

قادیانی مذہب کے پیروؤں نے تاویل بازی کے بل پر مسلمانوں کے مسلمہ مذہبی عقائد خراب کرنے کا جو معرکہ شروع کر رکھا ہے اور اس مقصد کے لئے جس قسم کے فریب استدلال کے لئے کام لیا جارہا ہے وہ عام نوجوان ان کے شکار ہیں۔ دینی عقائد کے متعلق کئی طرح کی الجھنیں پیدا کر کے انہیں گمراہی کی طرف لے جانے والا ہے۔ پس فرقہ ضالہ کی متاع حیات معتقدات سے تعلق رکھنے والے معدودے چند مخصوص مباحث پر منحصر ومشتمل ہے۔ جنہیں اس مذہب کے پیرو بے خبر، کم علم اور کوتاہ نظر لوگوں کے سامنے بیان کر کے کام نکالنے کے عادی ہیں۔ ان اوراق میں قادیانی فرقہ کے انہی مخصوص مباحث پر بعض نئے گوشوں سے روشنی ڈال کر قادیانی فریب کے پردے چاک کئے گئے ہیں۔

ان مضامین کے سپرد قلم کئے جانے کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ راقم الحروف نے احسان کے ایک تبلیغی نمبر میں یہ اعلان کیا کہ قادیانی مذہب کے پیروؤں کو اگر دین اسلام کی حقیقت سمجھنے میں بعض اشکالات درپیش ہیں تو وہ اس عاجز سے اپنے اشکالات بیان کریں۔ جن کے رفع وحل کی پوری کوشش کی جائے گی۔ اس اعلان پر بعض قادیانیوں کی طرف سے متعدد استفسارات موصول ہوئے۔ لیکن وہ سب کے سب مطالب کے لحاظ سے حسب ذیل نو سوالوں کی گیرائی کے دامن سے باہر نہ تھے۔ جنہیں میں نے جواب دینے کے لئے چنا اور یہ سلسلہ مضامین سپرد قلم کیا۔ مرزائی مستفسرین کے سوالات حسب ذیل ہیں۔

۱...... آپ کے نزدیک اسلام کے وہ کون سے عقائد ہیں جو اصل الاصول کہلانے کے مستحق ہیں؟

۲...... کیا آپ قرآن مجید میں اختلاف کے قائل ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں تو پھر یہ آیہ شریفہ ’’لوکان من عند غیراللّٰہ لوجد وافیہ اختلافاً کثیراً‘‘ کو مدنظر رکھتے ہوئے تطبیق کی صورت آپ کے نزدیک مسئلہ ناسخ ومنسوخ ہے یا کوئی اور طریق؟۔

۳...... قرآن مجید کی وہ کون سی آیت ہے جس سے بطور صراحت النص کے باب نبوت غیر تشریعی تابع شریعت محمدیہ مسدود ثابت ہوتا ہے؟۔

۴...... آیہ شریفہ ''ولو تقول علینا بعض الا قاویل لا خذنا منه بالیمین ۰ ثم لقطعنا منه الوتین (الحاقه) '' جو بطور دلیل آنحضرت ﷺ کو شاعر اور کاہن کہنے والوں کے سامنے پیش کی گئی ہے۔ یہ بطور قاعدہ کلیہ کے ہے یا نہیں۔ اگر بطور قاعدہ کلیہ کے نہیں تو پھر دلیل مخالفین کے لئے کس طرح وجہ تسکین ہوسکتی ہے۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال کو مدنظر رکھ کر جواب دیں۔

۵...... آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بہ ایں جسد عنصری آسمان پر تا ایں دم زندہ مانتے ہیں۔ یا دیگر انبیاء کی طرح فوت شدہ اور ان کی آمد ثانی کے قائل ہیں یا نہیں؟۔

ان سوالات کے جواب قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اور اقوال سلف صالحین۔ (جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے خلاف نہ ہوں) سے دیں۔

۶...... امت مسلمہ میں باب نبوت کا مسدود ہوجانا تسلیم کرلیا جائے تو کیا آنحضرت ﷺ کے رحمۃ اللعالمین ہونے اور اس امت کے خیر الامم ہونے پر زد نہیں پڑتی؟

۷...... کیا مجدد وقت یا امام زمان کا ماننا اور پہچاننا رکن ایمان ہے اور اس کے بغیر نجات نہیں ہوسکتی؟

۸...... حضرت مسیح موعود کو مجدد ماننے سے آپ کے خیال میں ایمان پر کیا زد پڑتی ہے؟۔

۹...... احادیث صحیحہ کی رو سے آپ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام، مہدی آخر الزمان، دجال، یاجوج ماجوج وغیرہ کے متعلق مسلمان کو کیا عقائد رکھنے چاہئیں؟۔

ان سوالات سے پیدا ہونے والے مباحث کی تشریح کے علاوہ اس کتاب میں زلازل اور دیگر آیات ارضی وسماوی کے سلسلہ میں قادیانی مدعی کی پیش گوئیوں پر علمی بحث کی ایک فصل۔

نیز اس مدعی کے بلند بانگ اور بے ہنگام دعاوی اور صوفیائے کرام کے شطحیات کی بحث کے متعلق ایک فصل بھی شامل کردی ہے۔ غرض قادیانی تلبیس کے تمام بڑے بڑے ہتھکنڈوں کی جن کے بل پر وہ عام انسانوں کو دھوکا دیتے ہیں تشریح وتوضیح ان اوراق میں ہے جو نہ صرف فریب خوردہ مرزائیوں کے لئے مشعل ہدایت کا کام دے گی۔ بلکہ عام مسلمانوں کو اس فتنہ سے بچے رہنے کے لئے ہر قسم کے دلائل سے مسلح اور ہر نوع کے فریب استدلال سے آگاہ کرنے میں مفید ومد ثابت ہوگی۔ وما توفیقی الا باللّٰه!

ان سطور کے ساتھ میں اس مرزائی نامہ کو حق کی جستجو رکھنے والے اصحاب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ یکم رنومبر ۱۹۳۸ء، مرتضٰی احمد خان!

تمہید

مرزا غلام احمد قادیانی کے متبعین میں بعض لوگ تو ایسے ہیں جو اپنے پیشوا کی دی ہوئی تعلیمات کے کھلے ہوئے نقائص سے پوری طرح آگاہ ہیں اور جانتے ہیں کہ طائفہ بندی اور خلافت سازی کا سارا ڈھونگ کن دنیوی مقاصد کے لئے رچایا گیا تھا۔ کس نے رچایا تھا اور کیوں رچایا تھا؟ ان لوگوں کے نزدیک دین کا نام بعض پیش پا افتادہ ذلیل مقاصد کے حصول کے لئے ایک وسیلہ کے سوا زیادہ اہمیت نہیں رکھتا اور ان کا وجود ہی دین حقہ اسلام کی تخریب اس کے شئون وارکان میں رخنہ اندازی اور ملت بیضائے اسلام کی تذلیل کے لئے خریدا جاچکا ہے۔ لہٰذا ان کے دفع شر کے لئے مسلمانان ہند کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں کہ سواد اعظم کو ان کے مکائد ودسائس سے آگاہ کرتے رہیں اور ان کی ملحدانہ سرگرمیوں پر رقابت واحتساب کی کڑی نگاہیں لگائے رکھیں۔

لیکن مرزائیوں میں بعض ایسے لوگ بھی نظر آتے ہیں جو اپنی بے خبری، علمی کم مائیگی اور ضعیف الاعتقادی کے باعث متذکرہ صدر شوربختان ازلی کے اس دام فریب کا شکار ہوچکے ہیں۔ جوانہوں نے دین اسلام کے نام سے سادہ لوح اشخاص کو الحاد کی الجھنوں میں گرفتار کرنے کے لئے پھیلا رکھا ہے۔ خطاب ذیل میں میرا روئے سخن زیادہ تر انہی مؤخر الذکر مرزائیوں کی طرف ہوگا۔ مقصد یہ ہے کہ وہ سعید روحیں جو دین حقہ اسلام کے سرمدی فیضان کے سرچشمہ سے اپنے طلب کی پیاس بجھانے کی خواہاں تھیں۔ لیکن اپنی سادگی اور بے خبری کے باعث عصر حاضر کے ایک دجالی فتنہ کے ہتھے چڑھ گئیں۔ ان گذارشات کو پڑھ کر دین اسلام کی کھلی ہوئی صداقتوں سے شناسا ہوجائیں اور مرزائیت کی ان الجھنوں سے چھٹکارا حاصل کرلیں۔ جن میں انہیں اسلام کا نام لے کر گرفتار کردیا گیا ہے اور وہ مجبور ہوگئے ہیں کہ قادیانیت کی منافی اسلام تعلیم کو مطابق اسلام ظاہر کرنے کے لئے دوراز کار تاویلوں سے کام لیں تاکہ اپنے فریب کھائے ہوئے دلوں کی ڈھارس کا کچھ سامان تو ان کے پاس موجود ہو۔ ایسی ژرف شناس نگاہیں بہت کم ہوتی ہیں جو قلبی تسکین کے سامان کے کھرے یا کھوٹے ہونے کی پہچان کرسکیں۔ جن نگاہوں کی رسائی کبھی زرخالص تک نہ ہوسکی ہو وہ مس کو زر سمجھنے کی غلطی میں پھنسے رہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

ایسے مرزائی حضرات کے سوالات کی فہرست دیباچہ میں درج کی جاچکی ہے۔ جو راقم الحروف سے بعض مطالب کی تشریح اور بعض مسائل کی توضیح کے طالب ہوئے۔ ان میں سے ایک

ایک سوال، جواب کے لئے بڑی طویل صحبتوں کا محتاج ہے۔ ہر چند عدیم الفرصت اور علوم دینی کے میدان میں ہیچ میرز ہوں۔ لیکن میرا فرض ہے کہ ان سوالات کا مشرح جواب لکھوں اور وقت کی اس منہ بولتی ہوئی ضرورت پر لبیک کہتا ہوا آگے بڑھوں جس کی پکار ہر گوشہ و دیوار سے سنی جا رہی ہے۔ اگر میری ان کاوشوں سے خدا کے بندوں کی ایک تعداد راہ راست پر آ جائے یا کم از کم اس فتنۂ آخر زمان کے دجل کا شکار ہونے سے بچ رہے تو میں سمجھوں گا کہ میں نے اپنی عاقبت کے لئے بضاعت مزجات فراہم کر لی جو روز حساب میں مجھے حضور سرورکونین رحمت العالمینؐ کے دامن شفاعت کے سایہ میں پناہ دلانے کا موجب ہوگی۔

اسلام کا اصل الاصول

سوال کیا گیا ہے کہ اسلام کے وہ کون سے عقائد ہیں جو اصل الاصول کہلانے کے مستحق ہیں؟ واضح ہو کہ اسلام کا اصل الاصول کلمہ طیبہ ''لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ'' ہے اور اس دین کے تمام عقائد اساسی جو ایمان کے لئے ضروری ہیں۔ اسی اصل الاصول کے ماتحت ہیں یا ان میں سے کسی ایک کے فقدان و ہبوط کی صورت میں ایمان نامکمل رہ جاتا ہے۔ بلکہ الحاد و زندقہ وارد ہو جاتا ہے۔ ان عقائد کا بیان اپنے اپنے محل اور موقع پر اسی مضمون میں کر دیا جائے گا۔

توحید ذات باری تعالیٰ

خدائے جلیل وقدیر کو ایک اور محمد عربی ﷺ کو اس کا فرستادہ مان لینے کے بعد خدا کے اس پیغام کو صحیح اور کامل ومکمل صنف ہر فرد مؤمن پر واجب آتا ہے۔ جو خدا کے رسول محمد ﷺ پر نازل ہوا اور آپؐ کی وساطت سے نوع بشر کو ملا۔ ذرا دقت نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ توحید و رسالت کا عقیدہ بھی اسی پیغام ربانی کی وساطت سے ہمیں پہنچا ہے۔ جو رسول خدا ﷺ پر نازل ہوا۔ پس دین اسلام کی قومیت کا اوّلین ستون حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی رسالت ہے۔ جس کی وساطت سے ہم ذات باری تعالیٰ کی توحید کے اوّلین مسئلہ اساسی سے شناسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ خدا نے اسی رسول کی معرفت اپنے بندوں کو بتایا ہے کہ وہ ایک ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسری ہستی کائنات کے ظاہر و باطن میں ایسی موجود نہیں۔ جس کی طرف موجودات عالم کے سرہائے نیاز و عبدیت جھکیں۔ ''انما الٰھکم اللہ واحد'' کے ساتھ ہی ہمیں بتا دیا گیا ہے کہ اس معبود حقیقی کے اسماء وصفات کیا ہیں۔ جن کو تسلیم کرنے اور سمجھنے کے بغیر عقیدۂ توحید کامل نہیں ہوتا۔ کہنے کو تو بتوں، پتھروں، قدرت کی مخفی قوتوں اور اپنے فہم و پندار کے کرشموں کی پرستش کرنے والے بھی ناقص شکل میں خدا کی ہستی کے قائل بلکہ اسے ایک سمجھنے اور ایک جاننے کے دعویدار

ہیں۔لیکن وہ اس توحید کے ماننے والے نہیں کہلا سکتے۔جس کی تعلیم قرآن پاک نے دی ہے ذات باری تعالیٰ کو اس کی بیان کردہ صفات میں سے کسی ایک صفت کے بغیر جاننے والا شخص مسلمان اور صاحب ایمان نہیں ہوسکتا۔کسی شخص کے اسلام اور ایمان کے صحت وتکمیل جانچنے کے لئے اس کے خیالات وعقائد واقوال کو قرآن حکیم کے بیان کردہ معیار پر پرکھنا ضروری ہے۔لہٰذا اے مرزا غلام احمد قادیانی کی وساطت سے اسلام کی حقیقتوں کو ڈھونڈنے والو۔دیکھو کہ ذات باری تعالیٰ کے متعلق قرآن پاک کی تعلیم کیا ہے؟اور اس شخص نے جسے تم اپنا دینی پیشوا سمجھتے رہے ہو۔تمہیں اس تعلیم سے کس طرح دور لے جانے کی کوشش کی ہے۔

اسلام کا خدا

ارشاد ربانی اپنی ذات کے متعلق یہ ہے۔''لیس کمثله شئ، اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض ۰ مثل نوره کمشکوٰة فیها مصباح ۰ المصباح فی زجاجة ۰ الزجاجة کانها کوکب دری یوقد من شجرة مبارکة زیتونة لا شرقیة ولا غربیة یکاد زیتها یضئ ولولم تمسسه نار ۰ نور علیٰ نور یهدی اللّٰہ لنوره من یشاء ویضرب اللّٰہ الامثال للناس ۰ واللّٰہ بکل شئ علیم (النور:۳۵)''﴿اس کی مانند کوئی شئے نہیں۔اللہ (ذات باری تعالیٰ عزاسمہ) آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی طاق ہو۔جس میں چراغ ہو۔وہ چراغ فانوس کے اندر ہو اور فانوس اس طرح نظر آئے کہ گویا چمکتا ہوا ستارہ ہے جو زیتون کے ایسے شجرہ مبارکہ سے روشن کیا گیا ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔اس کا تیل برابر روشن ہے۔اگر آگ اس کے نزدیک تک نہیں آئی۔نور پر نور اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت بخش دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے اور وہ ہر شے کا جاننے والا ہے۔﴾

مرزائے قادیانی کا خدا

مرزائیوں کا پیشوا اس ذات بحث کے متعلق حسب ذیل عقیدہ کا اظہار کرتا ہے۔جو قرآن حکیم کے پیش کردہ تصور سے سراسر مختلف اور ذات باری تعالیٰ کی توہین وتحقیر کرنے والا ہے۔مرزا لکھتا ہے کہ:''ہم فرض کر سکتے ہیں کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجود اعظم ہے۔جس کے بے شمار ہاتھ بیشمار پیر اور ہر یک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لا انتہاء عرض اور طول رکھتا ہے۔تیندوے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریں بھی ہیں۔''

(توضیح مرام ص۷۵، خزائن ج۳ ص۹۰)

وله

''ربنا عاج'' ہمارا پروردگار ہاتھی دانت ہے۔

(براہین احمدیہ ص۵۵۵ حاشیہ در حاشیہ، خزائن ج۱ص۶۶۲)

خدا کو تیندوے کی شکل میں تصور کرنے والا اور ذات باری تعالیٰ کو عاج یعنی ہاتھی دانت قرار دینے والا مسلمان نہیں ہوسکتا۔ چہ جائیکہ اس کے متبعین کو اسلام کی نعمت سرمدی سے حصہ ملے۔

اسلام کا خدا

''قال اللّٰہ تبارك وتعالیٰ ۰ قل ھواللّٰہ احد ۰ اللّٰہ الصمد ۰ لم یلد ولم یولد ۰ ولم یکن له کفوا احد (اخلاص)'' ﴿(اے محمدؐ) کہہ دے کہ وہ معبود حقیقی ایک ہی ہے۔ اللہ بے نیاز اور پاک ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ اسے کسی نے جنا اور نہ اس کے لئے کوئی کفو ہے۔﴾

''تکاد السمٰوٰت یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال ھداً ان دعوا للرحمن ولداً (مریم:۹۰،۹۱)'' ﴿قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑوں کے ٹکڑے اڑ جائیں جبکہ اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹا پکارا جائے۔﴾

''لم یتخذ ولدا سبحانه (بنی اسرائیل:۱۱۱)'' ﴿وہ کسی کو بیٹا نہیں بناتا۔ وہ پاک ذات ہے (یعنی ایسی لغویات سے مبرا ہے)﴾

یہی وہ اعلان تھا جس کی تفسیر جابجا قرآن پاک میں پائی جاتی ہے اور جس کے رو سے مشرکین، یہود، نصاریٰ صائبین اور دیگر مذاہب کے لوگوں کے غلط عقائد پر یک قلم خط نسخ کھینچ کر ذات باری تعالیٰ کے متعلق صحیح عقیدہ قائم کیا گیا۔ یہود ونصاریٰ کے عقائد باطلہ کا ابطال معرض عمل میں آیا اور ذات باری تعالیٰ کے ساتھ انسانی علائق کی نسبت دینے والوں کی تکذیب کی گئی۔ اب اس ارشاد ربانی کی روشنی میں مرزائے قادیانی کے حسب ذیل اقوال کو پرکھ لیجئے۔ صاف نظر آجائے گا کہ اس شخص کا مقصد خالص اسلامی عقیدہ کو مغشوش کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

مرزا اور اس کے خدا کے تعلقات بوقلموں

''انت منی بمنزلة ولدی'' اے مرزا تو مجھ سے بمنزلہ مرے فرزند کے ہے۔

(حقیقت الوحی ص۸۶، خزائن ج۲۲ص۸۹)

''اسمع ولدی'' اے میرے بیٹے سن۔ (البشریٰ ج اوّل ص۴۹)

فرزند دلبند گرامی ارجمند ''مظھر الحق والعلا کان اللّٰہ نزل من السماء ''

فرزند، دل بند، گرامی ارجمند۔ حق وعلا کا مظہر ایسا جیسا کہ خود خدا آسمان سے اتر آیا۔
(ازالہ اوہام ص۱۵۶، خزائن ج۳ ص۱۸۰)

’’یا قمر یا شمس انت منی وانا منک‘‘ اے چاند اے خورشید تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے۔ (حقیقت الوحی ص۷۴، خزائن ج۲۲ ص۷۷)

’’حضرت مسیح موعود نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی قوت کا اظہار فرمایا۔‘‘ (اسلامی قربانی ص۱۲، مصنفہ قاضی یار محمد قادیانی)

’’مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ الہام مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔‘‘ (کشتی نوح ص۴۷، خزائن ج۱۹ ص۵۰)

’’ومثل ذلک من الخرافات‘‘ ظاہر ہے کہ ایک ایسے شخص کو جو ذات باری تعالیٰ کے ساتھ اپنی نسبتیں باپ بیٹے اور بیوی کی طرح ظاہر کرتا ہے۔ اسلام سے دور کی نسبت بھی نہیں ہوسکتی۔ متذکرہ صدر اقوال سے یہی مستنبط ہوتا ہے کہ قائل نے ذات باری تعالیٰ کی تضحیک وتحقیر کی ہے۔ ایسا شخص مسلمان کہلانے کا مستحق کس طرح ٹھہر سکتا ہے؟ چہ جائیکہ اسے مسلمانوں کے ایک فرقہ کا دینی امام وپیشوا سمجھا جائے۔

مرزائے قادیانی کے خدا کی دیگر صفات

جس خدا کے ساتھ مرزائے قادیانی نے اپنے گوناگوں تعلقات کا اظہار کیا ہے وہ اس خدائے واحد وقدیر سے سراسر مختلف ہے۔ جس کی صفات قرآن پاک میں بیان کی گئی ہیں۔ ذات باری تعالیٰ کے تصور کے متعلق مرزائے قادیانی کے متذکرہ صدر اقوال مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ ورنہ اس کی تصانیف میں تو خدا کے متعلق نہایت عجیب وغریب خیالات بھرے پڑے ہیں۔ مرزا کا خدا نماز پڑھتا اور روزے رکھتا ہے۔ (تذکرہ ص۴۶۰)

مرزا کا نام لینے سے شرما جاتا اور اسے ادب سے بلاتا ہے۔
(حقیقت الوحی ص۳۵۶، خزائن ج۲۲ ص۳۶۹)

اس کی حمد وثناء کرتا ہے۔ (انجام آتھم ص۷۷، خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

مرزا کے حیض کو بمنزلہ اطفال اللہ کے بچہ بناتا ہے۔
(تتمہ حقیقت الوحی ص۱۴۳، خزائن ج۲۲ ص۵۸۱)

اس پر رجولیت کا اظہار کرتا ہے۔(حوالہ اوپر ملاحظہ ہو) اس کے کاغذ پر سرخ روشنائی سے دستخط کرتا قلم جھاڑتا اور اس روشنائی کے چھینٹے اس کے کپڑوں پر ڈالتا ہے۔

(تریاق القلوب ص ۳۴، خزائن ج ۱۵ص ۱۹۷، حقیقت الوحی ص ۲۵۵، خزائن ج ۲۲ص ۲۶۷)

اگر آپ مرزائے قادیان کے خدا کا پورا جلال دیکھنا چاہیں تو اس کے حسب ذیل بیان کو پڑھ کر اندازہ لگالیں کہ اس شخص کو کیسے خدا کی بندگی کا شرف حاصل تھا۔

''پھر اس کے بعد ہی زور سے جس سے بدن کانپ اٹھا الہام ہوا۔''دی کین ویٹ دی ول ڈو'' (جو ہم چاہتے ہیں کر سکتے ہیں) اور اس وقت ایسا لہجہ اور تلفظ معلوم ہوا کہ گویا ایک انگریز ہے جو سر پر کھڑا بول رہا ہے۔'' (براہین احمدیہ ص ۴۸۰، خزائن ج ۱ص ۵۷۲)

مرزائیوں سے خطاب

اس صحبت میں عاجز نے اسلام کے اصل الاصول کی ایک شق یعنی عقیدہ توحید ذات باری تعالیٰ کا اجمالی طور پر ذکر کیا ہے۔واضح رہے کہ کوئی شخص اس وقت تک''لا الہ الا اللّٰہ'' کا قائل نہیں سمجھا جاسکتا جب تک ذات باری تعالیٰ عزاسمہ کی تمام ان صفات اثباتی وسلبی کا قائل نہ ہو۔جو اسمائے حسنیٰ میں اور دیگر مقامات پر جابجا قرآن پاک میں مذکور ہوئی ہیں۔اسلام کا عقیدہ تمہارے سامنے ہے۔اس عقیدہ کی کسوٹی پر مرزا غلام احمد کے عقائد واقوال کو پرکھ کر دیکھ لو اور خود فیصلہ کرلو کہ جو لوگ تمہارے سرنیاز کو اس شخص کی چوکھٹ پر جھکا رہے ہیں۔اس کے اپنے عقائد کا حال کیا ہے؟ آیا اس کی پیروی کر کے تم اسلام کی تعلیم سے قریب جارہے ہو یا اس سے بہت بعد اختیار کر چکے ہو۔اگر خوش عقیدتی کی بناء پر تم نے مرزائے قادیانی کے متذکرہ صدر اور دوسرے اقوال کی تاویل وتفسیر کر کے دل کو تسلی دینے کی کوشش کی تو تمہیں اسلام اور قرآن کے ان تمام اعتراضات کو باطل قرار دینا پڑے گا جو خدائے اسلام نے مشرکوں، یہودیوں، عیسائیوں اور صابیوں کے عقائد باطلہ پر کئے ہیں۔ان تمام مذاہب کے پیرو یہی کہتے ہیں کہ بت پرستی یا خدا سے ولد وکفو وغیرہ کی نسبت دینے کے معاملات ان کے ہاں استعارہ کے رنگ میں آئے ہیں۔ جن کی بڑی خوشنما تاویلیں کی جاسکتی ہیں۔

شاید بعض قادیانی یہ کہنے لگیں کہ وہ اپنے پیشوا کے ان الہامات واقوال کو لغو سمجھتے ہیں اور انہیں اس قسم کی اہمیت نہیں دیتے۔جیسی کہ عیسائیوں نے انجیل میں باپ اور بیٹے کے الفاظ دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دینی شروع کردی تھی۔اگر یہ بات ہو تو میں کہوں گا کہ پھر تمہیں اپنے پیشوا کے دوسرے دعاوی کو برحق قرار دینے میں کیوں اصرار ہے۔انہیں بھی متذکرہ صدر دعاوی

کی طرح لغو سمجھو اور مجذوب کی بڑ قرار دے لو۔ اگر مرزائیوں کا ایک گروہ آج مرزا کے دعاوی نبوت ومسیحیت کو اپنے لئے اساس دین قرار دے رہا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ کل مرزائیوں کا کوئی دوسرا گروہ مرزا کے متذکرہ صدر اقوال کو لے کر اس کی الوہیت، شرکت فی ذات باری تعالیٰ، ابن اللہی اور زوجیت خداوندی کا اعلان کرنے لگے اور اسی کو اساس دین قرار دے لے۔

لہٰذا میرے فریب خوردہ مرزائی دوستوں کو اس امر پر غور کرنا چاہئے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے متبع بن کر وہ قصر اسلام کے اوّلین سنگ بنیاد یعنی عقیدہ توحید سے کس قدر دور جا پڑے ہیں اور ذات باری تعالیٰ اور اس کی صفات کاملہ کے متعلق ان کا عقیدہ کس حد تک مغشوش کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا انہیں اس دن کی فکر کر لینی چاہئے۔ جس کے متعلق صاف الفاظ میں یہ بتا دیا گیا ہے کہ: ’’تلفح وجوههم النار وهم فيها كالحون ۰ الم تكن اٰيتي تتلىٰ عليكم فكنتم بها تكذبون (مؤمنون:۱۰۴،۱۰۵)‘‘ ﴿آگ ان کے چہروں کو جھلس رہی ہوگی اور اس میں پیچ وتاب کھائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ تم پر میری آیات پڑھ کر نہیں سنائی گئی تھیں۔ سنائی گئیں تھیں۔ لیکن تم ان کو جھٹلایا کرتے تھے۔﴾

اساس اسلام کا دوسرا جزو

محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان اور اس کا اقرار

ذات باری تعالیٰ عز اسمہ کی توحید اور تمام صفات لازم پر ایمان لانے اور ان کا اقرار کر لینے کے ساتھ ہی مسلم ہونے کے لئے ضروری ہے کہ انسان خدا کے اس رسول مقبول ﷺ کا بدل معترف ہو اور زبان سے اس کی رسالت ونبوت کا اقرار کرے۔ جس کی معرفت اسے دین اسلام اپنی کامل ومکمل صورت میں ملا۔ محمد عربی ﷺ کو رسول مان لینے کے یہ معنی ہیں کہ حضور ﷺ کے دیئے ہوئے پیغام کو خدا کا آخری مکمل اور قائم پیغام سمجھے۔ حضور کی سکھائی ہوئی شریعت کو آخری، مکمل اور قائم شریعت جانے، حضورؐ کے بتائے ہوئے دین کو قیامت تک کے لئے نوع بشر کی ہر گونہ ضروریات زندگی کا کفیل اور اس کی دنیوی اور اخروی فوز وفلاح کا موجب تصور کرے۔

ارشاد ربانی: ’’اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا (مائده:۳)‘‘ ﴿آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین پایۂ تکمیل کو پہنچا دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا۔﴾

اس پر شاہد ودال ہے۔ مخفی نہ رہے کہ قرآن پاک ایسا فصیح وبلیغ، جامع واکمل کلام جو

اپنے خدائی کلام ہونے کی خود دلیل ہے۔ محمد عربی ﷺ کی رسالت کا مصدق وشاہد ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ ایسے صادق وامین رسول کی سیرت پاک اور حضور کا اسوۂ حسنہ قرآن کے خدا کا کلام ہونے کا ثبوت ہے۔ ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ دونوں حضرت باری تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے ایسے عدیم النظیر مظہر ہیں۔ جن کے اجتماع پر دین اسلام کی حقانیت کا قصر قائم ہے۔ لہٰذا ان کے صحیح رتبہ کو کما حقہ نہ پہچاننا یا ایسے خیالات کا اظہار کرنا جن سے ان کی صحیح منزلت پر مخالفانہ زد پڑتی ہو۔ انسان کے نقص ایمان کا موجب ہے۔ تکمیل دین واتمام نعمت ربانی کے بعد اگر کوئی شخص یہ کہے کہ قرآن پاک کی مانند کوئی اور کلام بھی نوع بشر کے پس موجود ہے یا ہوسکتا ہے۔ تو وہ شرائط اسلام کا منکر ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ حضور سرور کائنات ﷺ کے بعد بھی نوع انسانی میں کوئی رسول مبعوث ہوا یا ہوسکتا ہے۔ تو وہ بھی اسلام کے دعوائے تکمیل واتمام نعمت کا منکر ہوگا۔ جس کی نص سطور بالا میں مذکور کی جاچکی ہے۔ قرآن کے بعد کسی اور کلام کے متعلق ارشاد ربانی کا ادعا کرنا اور محمد ﷺ کے بعد کسی اور فرد بشر کو رسول قرار دینا اسلام کی اساس پر تبر چلانے کا مترادف ہے۔ کیونکہ اس سے قرآن پاک کے دعوائے تکمیل دین اور اتمام نعمت کی نفی ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ مرزائیوں کی طرح اسلام کی شرط اولین مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت ورسالت کو قرار دیا جائے اور یہ کہا جائے کہ اسے نبی یا مجدد یا کچھ اور مانے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اگر مرزائیوں کے دعوے کو صحیح سمجھا جائے تو تکمیل دین اور اتمام نعمت الٰہی کا باعث قرآن اور محمد عربی ﷺ کو نہیں بلکہ نعوذ باللہ اس دوسرے شخص کو منسوب ہوگا۔ جس کی ارادت کا حلقہ کان میں ڈالے بغیر مرزائیوں کے عقیدہ کے مطابق کوئی شخص مسلم نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا ایسا عقیدہ جو قرآن پاک کے بغیر کسی دوسرے کلام کو کلام خداوندی اور محمد ﷺ کے بغیر کسی دوسرے شخص کو نبی یا رسول قرار دینے والا ہو۔ قرآن اور محمد ﷺ کا بتایا ہوا اسلام نہیں بلکہ اس کی نفی ہے۔ اس کے مکمل واکمل ہونے کا صریح انکار ہے اور اس کی حقانیت کا کفر ہے۔

اس اسلام کے آخری، قطعی اور مکمل دین ہونے پر جو قرآن اور خدا کے رسول محمد ﷺ نے نوع بشر کو دیا۔ قرآن پاک کی حسب ذیل آیت بھی شاہد ودال ہے۔

”ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ (صف:۹)“

﴿وہ (خدا) جس نے اپنے رسول کو ہدیٰ کے ساتھ اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ تمام دینوں پر غالب آجائے۔﴾

اس مکمل دین اور نعمت تام کے بعد جو قرآن اور محمد ﷺ کی وساطت سے نوع بشر کو

قیامت تک کے لئے مل گئی۔ خدا کے مزید کلام اور اس کے دیگر ایلچیوں کی ضرورت جاتی رہی۔ لہٰذا متذکرہ صدر نصوص قرآنی کے علی الرغم جو شخص بھی اس کے برعکس کوئی دعویٰ کرے گا۔ وہ قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے اسلام کا منکر اور مسلمانوں کے نزدیک مفتری اور کذاب ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا۔

پس ان مرزائیوں کو جو اسلام کے نام پر مرزائیت کے دام میں پھنسے ہوئے ہیں۔ غور کرنا چاہئے کہ وہ حقیقت اسلام سے کتنی دور پڑے ہیں اور انہیں اپنے دام فریب میں گرفتار کرنے والوں نے حقیقی اسلام کے بنیادی عقیدہ سے کس قدر دور پھینک دیا ہے۔ انہیں دیکھنا چاہئے کہ جس شخص کی نبوت و رسالت کے اقرار کو انہیں شرط اسلام بتایا گیا ہے۔ اس نے حقیقی اسلام کی صداقتوں سے روگردانی کر کے اپنی نبوت کا ڈھونگ رچانے کے لئے نبوت کے مرتبہ عالیہ کی تحقیر وتذلیل پر اپنا سارا زور صرف کر دیا۔ تاکہ سادہ لوح اشخاص اس منصب جلیل کو اس عامیانہ اور سہل الحصول سی چیز سمجھ کر اس کے دام فریب کا شکار ہو جائیں اور سمجھنے لگیں کہ حقیقی اسلام یہی ہے۔ جو ان کو سکھایا جارہا ہے۔ میرے قلم میں یارا نہیں کہ مرزائے قادیانی کی اس خرافات کو نقل کر سکوں۔ جس میں اس نے ان انبیائے کرام و مرسلین یزدانی علیہم وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کی عمداً تحقیر کی ہے۔ جن کی تعظیم وتکریم کا حکم ہمیں قرآن پاک میں مل چکا ہے۔ مرزا کی تصانیف کو خوش عقیدتی کے ساتھ تاویلات کرنے والے مرزائی خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس شخص کو جسے وہ ہادی ومہدی رسول ونبی بلکہ خاتم النبیین تک مان رہے ہیں۔ اپنی نبوت کا ڈھونگ رچانے کے لئے کیسے کیسے رنگ بدلنے پڑے۔ دین اسلام کے صحیح عقیدہ یعنی ختم نبوت کے اقرار سے لے کر محدثیت ومہدویت، مسیحیت، ظلی وبروزی نبوت، امتی خالص غیر تشریعی نبوت، تشریعی نبوت، حتیٰ کہ ختم المرسلینی کے دعویٰ تک طرح طرح کے منطقیانہ استدلال سے کام لینا پڑا اور آخر نوبت اس درجہ تک پہنچ گئی کہ خود کو حضرت سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفی ﷺ سے (نعوذ باللہ) افضل ظاہر کرنے میں بھی تامل سے کام نہیں لیا گیا اور اب اس کا فرزند کھلم کھلا اپنے باپ کی افضلیت تام کا ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے۔ کیا یہ اسی اسلام کی تعلیم دی جارہی ہے۔ جس کی تکمیل خدائے لایزال نے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پیشتر ملک عرب میں کی تھی اور جس کی اساس جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں قرآن پاک اور حضرت محمد مصطفی ﷺ کی رسالت پر رکھی گئی تھی۔ واضح ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبی کہلانے کے شوق میں جس قدر ہفوات سے اپنے کام وزبان کو آلودہ کیا ہے اس میں سے ایک ایک سطر اور ایک ایک فقرہ دین اسلام کے ان مسلمات کی نفی ہے جو قرآن حکیم میں

مذکور ہو چکے ہیں۔اس موقع پر مجھے تفصیلی بحث میں جانے کی ضرورت نہیں۔ جب مرزائیت کی اساس ہی دین اسلام کی اساس سے مختلف ثابت ہوگئی تو جزئیات کی بحث میں پڑ کر وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔مرزائی جانتے ہیں کہ مرزائیت کی اساس مرزاغلام احمد کو نبی اور نبی کے علاوہ اور بہت کچھ ماننے اور اس کی تصانیف کو الہامی قرار دینے پر قائم ہے اور اسلام کی اساس یہ ہے کہ قرآن پاک کو خدا کا صحیح ومکمل پیغام اور حضرت محمد مصطفےٰ علیہ ﷺ کو خدا کا آخری رسول مانا جائے۔

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

مرزائی کہیں گے کہ ہم بھی دین اسلام کی اساس ''لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ'' کے قائل ہیں اور اس کے منکر نہیں لیکن انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اسلام وایمان کے لئے متذکرہ صدر اساس کا ان شرائط لازم کے ساتھ جو قرآن پاک میں آچکی ہیں۔ ماننا ضروری ہے جس طرح مرزاغلام احمد کا تصور ذات باری تعالیٰ عزاسمہ دجل جلالہ کے متعلق سراسر غیر اسلامی ہے اور وہ اپنے دعاوی بوقلموں کے باعث توحید کے صحیح عقیدہ سے محروم ہو چکا ہے۔ اسی طرح مرزائیوں کے محمد رسول اللہ کہنے میں بھی کوئی معنی پیدا نہیں ہوتے۔ کیونکہ وہ اپنے دین کی اساس محمد رسول اللہ پر نہیں بلکہ مرزا نبی اللہ وغیرہ پر قائم کرتے ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ ''اذا جاء ك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنافقين لكذبون (منافقون:۱)'' ﴿جب منافق تیرے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تو اس کا رسول ہے۔لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق لوگ بلاشبہ جھوٹے ہیں۔﴾

ارکان واحکام اسلام

اس امر کی تشریح سطور بالا میں کی جاچکی ہے کہ دین اسلام ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ ﷺ کی وساطت سے ملا اور وہ دین اس کلام ربانی میں درج ہے۔ جسے قرآن مجید اور فرقان حمید کہا جاتا ہے۔ ہمارے آقا ومولا علیہ ﷺ کی زندگی اس دین کی عملی تفسیر اور حضور کے ارشادات اس کی توضیح ہیں۔ نیز یہ کہ دین اسلام دین کامل ہے۔جس میں قیامت تک کے لئے ردوبدل، ترمیم وتنسیخ یا تحریف وتاویل کی گنجائش وضرورت نہیں۔

ارکان اسلام جو قرآن حکیم اور اسوۂ حسنہ نبوی علیہ ﷺ سے ہمیں پہنچے ہیں۔ ذات باری تعالیٰ کی توحید منزہ عن الخطاء اور صمدیت منزہ عن الشرک ودیگر صفات پر نیز محمد عربی علیہ ﷺ کی کامل

واکمل رسالت پر ایمان لانے کے بعد نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ایسے فریضوں کے ادا کرنے پر مشتمل ہے۔ان فریضوں کی بجا آوری کے احکام کی تفصیلات حدیث کی کتابوں میں اچھی طرح بیان ہوچکی ہیں اور ساڑھے تیرہ سو سال سے مسلمانوں کا تعامل ان پر مہر تصدیق ثبت کر چکا ہے۔ جس میں کسی کے لئے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی اور خدا اور اس کے رسول نے کہیں یہ خبر نہیں دی کہ کوئی ''مامور من اللہ'' روز قیامت سے پہلے پہلے نئے خدائی احکام کے ماتحت ان میں ردوبدل کرے گا۔

نماز ادا کرنے کے لئے قرآن پاک میں اس امر کی نص صریح موجود ہے کہ روئے زمین کے تمام مسلمان اس مسجد حرام کی طرف منہ کر کے خدا کی بندگی کیا کریں۔ جو مکہ معظّمہ میں واقع ہے اور حج کا فریضہ ادا کرنے کے لئے بھی اسی مسجد حرام کا رخ کریں۔جس کے مناسک دین کے شعائر سے تعلق رکھتے ہیں۔ بیت اللہ شریف امت مسلمہ کا قبلہ اور اس کی وحدت کا مرکز ہے اس سے الگ ہوجانا یا منہ پھیر لینا اسلام کے ایک بڑے رکن یعنی خود اسلام سے انکار کر دینے کا مترادف ہے۔

اسلام کا قبلہ اور مسلمانوں کا حج

خانۂ کعبہ یعنی مسجد حرام کی فضیلت ومرکزیت پر حسب ذیل آیات کلام ربانی شاہد ہیں۔''فولّ وجهك شطر المسجد الحرام وحيث ما كنتم ولّوا وجوهكم شطره (بقره:۱٤٤) ''﴿پس مسجد حرام کی طرف اپنا منہ پھیر لے اور تم جہاں کہیں بھی ہو اسی کی طرف منہ پھیر لیا کرو۔﴾

''ومن دخله كان اٰمناً (آل عمران:۹۷) ''﴿اور جو اس میں داخل ہوگیا امان پا گیا۔﴾

''ان الصفا والمروة من شعائر الله فمن حج البيت اواعتمر فلا جناح عليه ان يتطوف بهما ومن تطوع خيرا فان الله شاكر عليم (البقرة.۱٥۷) ''﴿اور بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔پس جو کوئی بیت کا حج یا عمرہ کرے اور ان دونوں کے بیچ میں پھرے تو کچھ برا نہیں اور جو کوئی شوق سے نیک کام کرے تو اللہ قدر دان اور اس کی نیت کو جاننے والا ہے۔

''واتموا الحج والعمرة لله (البقره:۱۹٦) ''﴿اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے تمام کرو۔﴾

''ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا ٠ ومن كفر

فان اللّٰه غنی عن العلمین (آل عمران:۹۷) ''﴿اورلوگوں پراللہ کی طرف سے بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے جو اس تک راہ پاسکیں اور جو کوئی منکر ہوتو (وہ جان لے) کہ اللہ دونوں جہانوں سے غنی ہے۔(یعنی کسی کے حج کا محتاج نہیں)﴾

''واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا وعلیٰ کل ضامر یاتین من کل فج عمیق (الحج:۲۷) ''﴿اورلوگوں میں حج کی منادی کردے وہ تیرے پاس پیدل اور دبلے پتلے اونٹوں پرسوار جو دور کے راستے سے آرہے ہوں گے۔﴾

مرزائیوں کا قبلہ اور حج

متذکرہ صدر احکام صریح جان لینے کے بعد ذرا قادیانیوں کے خیالات اور عمل پر بھی نگاہ ڈال لیجئے۔اس مذہب کا بانی کہتا ہے کہ:''بیت الفکر سے مراد وہ چوبارہ ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف کے لئے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے اور بیت الذکر سے مراد وہ مسجد ہے جو اس چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے اور آخری فقرہ مذکورہ بالا''ومن دخله کان اٰمنا ''اسی مسجد کی صفت میں بیان فرمایا ہے۔'' (براہین احمدیہ ص۵۵۸ حاشیہ،خزائن ج۱ص۶۶۷)

زمین قادیان اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

(درثمین ص۵۰)

باپ کے بعد بیٹے کی باری آئی تو مرزا بشیرالدین محمود نے مرزا غلام احمد قادیانی کے متذکرہ صدر ملفوظات کی تشریح یوں کی:''کیونکہ حج کا مقام ایسے لوگوں کے قبضہ میں ہے جو احمدیوں کو قتل کردینا بھی جائز سمجھتے ہیں۔اس لئے خداتعالیٰ نے قادیان کو اس کام کے لئے مقرر کیا ہے۔''

''جیسا حج میں رفث فسوق اور جدال منع ہیں۔ایسا ہی اس جلسہ میں بھی منع ہیں۔''

(خطبۂ جمعہ از میاں محمود احمد ۱۹۱۴ء)

اسی طرح ۱۹۳۲ء میں مرزا بشیرالدین محمود احمد نے اسی سالانہ جلسہ کی اہمیت جتاتے ہوئے اپنے مریدوں کو ہدایت کی کہ اس جلسہ میں شامل ہونے کا ثواب حج کے ثواب سے کم نہیں۔لوگ جوق جوق آئیں اور شعائر اللہ کو دیکھیں۔شعائر اللہ مرزا غلام احمد قادیانی کا حرم۔اس کے صحابی اور اس کے اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کے مقامات اور ایسی ہی دیگر اشیاء بیان کی گئیں۔اس وقت الفضل کا وہ پرچہ جس میں یہ تقریر چھپی تھی۔میرے سامنے نہیں جس کو تحقیق کی ضرورت

ہو۔وہ دسمبر۱۹۳۲ء کے الفضل کی فائیل دیکھ سکتا ہے۔قادیانیوں کے اس عقیدہ پر کہ قادیان کے سالانہ جلسہ کی شرکت بیت اللہ شریف کے حج کا بدل ہے۔ایک قادیانی بزرگ کا حسب ذیل ارشاد بھی شاہد ہے۔

''جیسے احمدیت بغیر پہلا یعنی حضرت مرزا قادیانی کو چھوڑ کر جو اسلام باقی رہ جاتا ہے۔ وہ خشک اسلام ہے۔اس طرح اس ظلی حج کو چھوڑ کر مکہ والا حج بھی خشک رہ جاتا ہے۔کیونکہ وہاں پر آج کل حج کے مقاصد پورے نہیں ہوتے۔'' (پیغام صلح ج۲۱ نمبر۲۲)

مرزائیوں سے خطاب

اب آپ ہی اندازہ فرمالیں کہ توحید ورسالت کے بعد ارکان اسلام کے معاملہ میں بھی اس مذہب کے پیشوا اپنے متبعین کو اسلام کی حقیقی تعلیم سے کس طرح دور لے جارہے ہیں۔ زکوٰۃ کا مصرف تو انہوں نے اپنی جیبیں اور اپنے خزانے بنا ہی رکھے ہیں۔(ان چندوں کی طرف اشارہ ہے جو ٹیکس کے طور پر قادیانیوں سے وصول کر کے خزانہ خلافت میں داخل کئے جاتے ہیں) حج کو بھی اپنے گھر کی طرف کھینچا جارہا ہے اور اسلام کے حقیقی حج کو کبھی خشک اور کبھی ساقط اور کبھی ناممکن ظاہر کر کے کوشش کی جارہی ہے کہ قادیان ہی کو اس نئے مذہب کے پیروؤں کا قبلہ ومرجع بنادیا جائے۔پس ان مرزائیوں کو جو قادیانیت کو اسلام سمجھ کر اس کے دام تزویر کا شکار ہورہے ہیں۔اپنی نجات کی فکر کرنی چاہئے اور اسلام کی اصلی تعلیم قادیان کے سوا کسی دوسری جگہ ڈھونڈنی اور حاصل کرنی چاہئے۔حج اور زکوٰۃ کو اپنے ڈھب پر ڈھال لینے اور عقیدۂ توحید ورسالت میں تحریف وتاویل کر لینے کے بعد ارکان اسلام میں صرف نماز اور روزہ ایسے رکن رہ جاتے ہیں جن میں ترمیم وتنسیخ کر دینے سے اس مذہب کے پیشواؤں کو کوئی ذاتی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔شاید یہی وجہ ہے کہ اسلام کے یہ دو ارکان قادیانیت میں جا کر اس کے بانی ومبدع کی ''الہامی'' دست برد کا شکار ہونے سے بچ گئے۔قادیانیوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان کے پیرومرشد نے تو حج وزکوٰۃ پر ہاتھ صاف کیا ہے۔اسی سطح ارضی پر بعض لوگ ایسے بھی ہوگزرے ہیں۔جن کی تاویلات سے نماز اور روزہ بھی محفوظ نہ رہ سکے۔بہرحال ایسے لوگوں نے حسب ضرورت اور حسب موقع ومحل اسلام کے احکام میں تصرف سے کام لیا۔لیکن ان سب پر اسلام کا حکم یہی ہے کہ وہ اس کی حقیقی تعلیم سے بہت دور چلے گئے ہیں کہ اب ان کا کسی قسم کی تاویل کے بل پر اسلام میں واپس لانا (یعنی مسلمان ثابت کرنا) امر محال ہوگیا ہے۔اگر تمہیں اپنی عاقبت کی کچھ فکر ہے تو سیدھے سادے مسلمان بن جایئے اور ان لوگوں کا دامن چھوڑ دیجئے جو تمہیں کشاں کشاں اسلام کے دامن فوز سے دور براہ

راست جہنم کی طرف جارہے ہیں۔ وقوله تعالیٰ عزاسمه!

''ان الذین کفروا ویصدون عن سبیل اللّٰه والمسجد الحرام الذی جعلنه للناس سواءن العاکف فیه والباد ومن یرد فیه بالحاد بظلم نذقه من عذاب الیم (الحج:۲۵)'' ﴿جولوگ انکار کرتے ہیں اور خدا کے راستے سے دوراس مسجد حرام سے لوگوں کو روکتے ہیں جسے ہم نے لوگوں کے لئے یکساں (عبادت کا مقام) ٹھہرایا ہے۔ وہاں کا رہنے والا اور باہر سے آنا والا دونوں برابر ہیں اور جو کوئی اس میں شرارت سے ٹیڑھی راہ چلنا چاہے اسے ہم تکلیف کا عذاب چکھائیں گے۔﴾

جہاد فی سبیل اللہ

قرآن حکیم میں جس طرح نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ایسے فرائض اساسی کی ادائیگی کے لئے مسلمانوں کو جابجا صاف اور صریح احکام دیئے گئے ہیں۔ اسی طرح حضرت باری تعالیٰ عزاسمہ نے مسلمانوں کو دین مبین کی حفاظت اور اپنے ناموس، جانوں اور اموال کی مدافعت کے لئے جابجا قتال فی سبیل اللہ کی تاکید کی ہے اور اس فریضہ مقدس کی بجاآوری کے لئے اس قدر وضاحت کے ساتھ احکام صادر فرمائے ہیں جن میں ہر قسم کی صورتحال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے پورے پورے قواعد وضوابط بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اسلام چونکہ دین کامل ہے اس لئے وہ ظلم وجور اور امنہز وحق ناشناسی سے بھری ہوئی اس دنیا میں اپنے متبعین کو اولین لازمہ حیات یعنی حق دفاع سے محروم نہیں کر سکتا تھا۔ قرآن حکیم چونکہ خدا کا آخری اور مکمل پیغام ہے۔ اس لئے اس میں قیامت تک کے لئے ایک دفاعی دستور العمل کا بالتصریح بیان ہونا لازمی امر تھا۔ حضرت ختمی مرتبت ﷺ (بابی هو وامی) نے اپنے اسوۂ حسنہ سے اور قرآن پاک نے نہایت کھلے الفاظ میں زندگی کی یہ ضرورت مسلمانوں پر واضح کر دی اور بتادیا کہ مسلمانوں کو قتال کے دفاعی حق سے ''حتیٰ لا تکون فتنة ویکون الدین کله للّٰه (انفال:۳۹)'' کی کیفیت کے پیدا ہونے تک یا بالفاظ دیگر ''حتیٰ تضع الحرب اوزارها (محمد:٤)'' کا وقت آنے تک غافل نہیں ہونا چاہئے۔ قتال فی سبیل اللہ کی اہمیت پر حکمائے امت اور مفسرین ام الکتاب نے اس حد تک استدلال فرمایا ہے کہ تمام فرائض انفرادی واجتماعی یعنی نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا ماحصل اسے اور فقط اسے قرار دیا ہے اور اس حقیقت کو ساری دنیا تسلیم کرتی ہے کہ قتال کے دفاعی حق کو استعمال کئے بغیر نہ تو دنیا سے ظلم وتعدی کا استیصال ممکن ہے اور نہ کوئی قوم عزت وآزادی کی زندگی بسر کر سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے سورۂ صف میں قتال فی سبیل اللہ کو ایسی تجارت بیان فرمایا ہے جو

انسانوں کو عذاب الیم سے بچانے کی کفیل ہے اور جس کے معاوضہ میں مسلمانوں کو جنت کا وعدہ دیا گیا ہے۔ ''یا ایھا الذین اٰمنوا ھل ادلکم علیٰ تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم (صف:۱۰)'' اور صحابہ کرامؓ کے استفسار کے جواب میں کہ خدا کے نزدیک احب الاعمال کیا ہے۔ ارشاد فرمایا ہے: ''ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا۰ کانھم بنیان مرصوص (صف:۴)'' ﴿البتہ اللہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صف بصف ہو کر اس طرح لڑتے کہ گویا وہ سیسہ پگھلائی دیوار ہیں۔﴾

قتال فی سبیل اللہ کے متعلق خدائے جلیل وقدیر عزاسمہ کے چند صاف صاف احکام جو قرآن حکیم میں مذکور ہیں بطور تذکار لازم ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ ''وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین (البقرہ:۱۹۰)'' ﴿اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔ لیکن (کسی پر) زیادتی نہ کرو۔ کیونکہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔﴾

''کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم وعسیٰ ان تحبوا شیئاً وھو شر لکم واللہ یعلم وانتم لا تعلمون (البقرہ:۲۱۶)'' ﴿تم پر قتال فرض کر دیا گیا اور وہ تم پر شاق گزرتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ ایک بات تم کو بری لگے۔ لیکن (درحقیقت) وہ تمہارے لئے اچھی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی بات کو پسند کرو اور وہ تمہارے لئے بری ہو۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔﴾

''واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم واٰخرین من دونھم لا تعلمونھم اللہ یعلمھم (انفال:۶۰)'' ﴿اور تم کافروں کے مقابلہ میں جہاں تک تم سے ہو سکے اپنا زور تیار رکھو اور گھوڑے باندھے رکھو۔ اس سامان سے، اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن اور ان کے سوا دوسروں پر تمہاری دھاک رہے گی۔ جن کو تم نہیں جانتے اللہ جانتا ہے۔﴾

متنبّی قادیان کا انحراف

خدائے بزرگ وبرتر کے متذکرہ صدر واضح احکام مؤکدہ کے بعد ذرا مرزاغلام احمد قادیانی کے ان کارناموں پر بھی ایک نگاہ ڈال لیجئے۔ جو جہاد وقتال کے رد میں حکام وقت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے سرانجام دیئے گئے۔ توحید کو مغشوش، رسالت کو ناتمام اور حج کو ساقط کرنے کے بعد اس شخص نے حکم جہاد کی تنسیخ کا اعلان کر دیا اور اس پر اپنے خاص تاویلی انداز

میں رسائل واشتہارات لکھے جن کا حصل اسی کے الفاظ میں درج ذیل ہے۔

''جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خداتعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے...... اور پھر مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کو حکم موقوف کر دیا گیا۔'' (اربعین نمبر۴ص۱۳حاشیہ،خزائن ج۱۷ص۴۴۳)

''وہ گھنٹہ جو اس منارہ کے کسی حصہ دیوار میں نصب کرایا جائے گا اس کے نیچے یہ حقیقت مخفی ہے تاکہ لوگ اپنے وقت کو پہچان لیں۔ یعنی سمجھ لیں کہ آسمان کے دروازہ کھلنے کا وقت آ گیا۔ اب سے زمینی جہاد بند ہو گیا ہے اور لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا...... سو آج سے دین کے لئے لڑنا حرام کیا گیا۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۳ص۲۸۴)

''میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔''

(درخواست مرزا بحضور حاکم پنجاب مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ہفتم ص۱۷، مجموعہ اشتہارات ج۳ص۱۹)

''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید وحمایت میں گذرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارہ میں اس قدر کتابیں لکھی اور اشتہارات طبع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچایا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیرخواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے خیالات جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں۔ ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔'' (تریاق القلوب ص۱۵، خزائن ج۱۵ص۱۵۵)

''میں نے مناسب سمجھا کہ اس رسالہ کو بلاد عرب یعنی حرمین اور شام ومصر وغیرہ میں بھی بھیج دوں۔ کیونکہ اس کتاب کے صفحہ۱۵۲ میں جہاد کی مخالفت میں ایک مضمون لکھا گیا ہے اور میں نے بائیس برس سے اپنے ذمہ یہ فرض کر رکھا ہے کہ ایسی کتابیں جن میں جہاد کی مخالفت ہو اسلامی ممالک میں ضرور بھیج دیا کرتا ہوں۔''

(تحریر مرزا مندرجہ تبلیغ رسالت ج۱۰ص۲۶، مجموعہ اشتہارات ج۳ص۴۴۳)

''ہم نے کئی کتابیں مخالفت جہاد اور گورنمنٹ کی اطاعت میں لکھ کر شائع کیں اور کافر وغیرہ اپنے نام رکھوائے۔'' (اشتہار مرزا مندرجہ تبلیغ رسالت ج۱۰ص۲۸، مجموعہ اشتہارات ج۳ص۴۴۵)

''ہر ایک شخص جو میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیح موعود جانتا ہے اسی روز سے اس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانے میں جہاد قطعاً حرام ہے۔'' (ضمیمہ رسالہ جہاد ص۶، خزائن ج۱۷ص۲۸)

مرزائیوں سے خطاب

حکام وقت کی خوشنودی کے حصول کے لئے قرآن پاک کی تعلیم پر بے باکانہ خط نسخ کھینچنا۔ کسی مسلمان اور حضرت ختمی مرتبت ﷺ کے سچے متبع کا کام نہیں ہوسکتا۔ قرآن کے ایک حصہ کا انکار صریح جیسا کہ جہاد وقتال کے بارہ میں کیا گیا ہے۔ کلام ربانی کا انکار یعنی اسلام کا انکار ہے۔ لاہوری مرزائی تلبیس سے کام لے کر عام طور پر یہ کہا کرتے ہیں کہ ہمارے امام زماں نے دیگر علمائے اسلام کی طرح عدم استطاعت کی بناء پر فریضۂ جہاد کو عارضی طور پر ساقط عن العمل قرار دیا تھا۔ لیکن مرزائے قادیانی کی اپنی تحریرات اس کے لاہوری متبعین کے دعویٰ کی تکذیب کرتی ہیں۔ جو جہاد کو حرام قرار دیتا ہے اور آئندہ زمانے کے لئے مسلمانوں سے قتال فی سبیل اللہ کا دفاعی حق چھین لینے کا خواہشمند ہے۔ عدم استطاعت کی بناء پر روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد ایسے فریضوں کی ادائی سے غیر مستطیع مسلمانوں کو بلاشبہ اسلام نے ایک حد تک رخصت دی ہے۔ لیکن کسی مسلمان کو قرآن پاک کے صریح احکام پر خط نسخ کھینچنے کی جرأت نہیں ہوسکتی۔ خواہ وہ حکام وقت کا کتنا ہی مقرب بننے کا آرزومند ہو۔ میں دین اسلام کے موٹے موٹے بنیادی اصول کی کسوٹی پر مرزا غلام احمد قادیانی کی تعلیمات کو پرکھ کر دکھا چکا ہوں کہ وہ کسی امر میں بھی حقیقی اسلام کے مطابق نہیں۔ جس شخص کے عقائد توحید ذات باری تعالیٰ کے متعلق تعلیم قرآنی کے خلاف ہیں جو رسالت میں شرک کرنے کے گناہ کا مرتکب ہے اور حج اور جہاد کو ساقط ومنسوخ قرار دے رہا ہے۔ اس کے متعلق یہ حسن ظن رکھنا کہ اس کی تعلیم اسلام کی صحیح تعلیم ہے۔ سراسر ہٹ دھرمی ہے جو شخص اسلام کے بنیادی عقائد کی جڑھوں پر تبر چلانے سے دریغ نہیں کرتا۔ اس کے متعلق یہ کہنا کہ وہ بعث بعد الموت اور آخرت کے حساب کتاب کا معتقد اور قائل تھا۔ ایک بعید از قیاس امر ہے۔ پس اے فرقۂ مرزائیہ کے فریب خوردہ لوگو! اگر نجات کے صراط مستقیم کے طالب ہو تو ایسے شخص کی متابعت سے باز آجاؤ اور دین اسلام کو دنیا کے سامنے ضحوکہ نہ بناؤ۔ تائب ہوجاؤ ورنہ یاد رکھو کہ اس خدائے قدیر کی گرفت بڑی ہی سخت ہوتی ہے۔ جس کی سنت میں کفار ومشرکین کو ایک حد تک ڈھیل اور مہلت دینا بھی داخل ہے۔ ’’قال اللّٰہ تعالیٰ عزاسمه وجل جلاله‘‘

’’بل زین للذین کفروا مکرهم وصدوا عن السبیل ومن یضلل اللّٰہ فما له من هاد لهم عذاب فی الحیوٰة الدنیا ولعذاب الاخرة اشق وما لهم من اللّٰہ من واق (الرعد:۳۴،۳۳)‘‘ ﴿اور یہ کہ ان منکروں کو اپنا مکر اچھا معلوم ہوتا ہے اور وہ

سیدھی راہ سے بھٹک چکے ہیں اور جن کو اللہ گمراہ کرے اس کے لئے کوئی ہادی نہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے دنیوی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت سخت ہے اور اللہ کے عذاب سے انہیں بچانے والا کوئی نہیں۔ ﴾

گزارشات

اوراق ماقبل میں مرزائے قادیانی کے اقاویل ودعاوی کو جن پر قادیانیت کے قصر کی بنیادیں قائم ہیں۔ اسلام کے اصل الاصول یعنی ''لا اله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه '' کے اٹل عقیدہ کی بناء پر رکھ کر دکھا چکا ہوں کہ اس شخص کے خیالات وعقائد اور اس کی تعلیمات جسے یہ کم فہم حضرات ذریعہ نجات سمجھ رہے ہیں۔ اصول وارکان اسلام سے کس قدر بعد بلکہ تضاد رکھتی ہیں۔ دین اسلام ایک یسیر الفہم سیدھا سادا دین ہے جو بینات یعنی صاف صاف اور واضح واضح عقائد کی براہان ثابتہ لے کر آیا ہے۔ اسے سمجھنے کے لئے ان موشگافیوں میں جانے کی ضرورت نہیں۔ جن میں گرفتار ہوکر یہودی اور نصرانی بارگاہ ایزدی سے مغضوبین وضالین کے سرٹیفکیٹ حاصل کر چکے ہیں اور جن میں آج مرزائی یا قادیانی مذہب کے پیروؤں کو الجھا دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم کے نصائص محکم کے باوجود لاہوری جماعت کے لیڈر میاں محمد علی کا یہ کہنا کس قدر مضحکہ خیز اور معقولیت کی بین توہین ہے کہ مرزائے قادیانی نے خدا کا باپ، خدا کا بیٹا، خدا کی بیوی وغیرہ بننے کے متعلق جو کچھ کہا ہے وہ بطور مجاز اً ہے۔ (رسالہ مغرب میں تبلیغ اسلام ص۲۴) میں اس امر کی تصریح کر چکا ہوں کہ جن یہودیوں اور عیسائیوں کے متعلق قرآن پاک میں حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا ولد قرار دینے پر سخت وعید آئی ہے۔ وہ بھی آسمانی باپ اور ابن اللہ کی اصطلاحوں کو مجازی طور پر استعمال کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ قرآن پاک میں یہ بھی مذکور ہے کہ حشر کے روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اس امر کی شدید جواب طلبی کی جائے گی کہ آیا انہوں نے اپنی امت کو ایسی لغویات کی تعلیم دی تھی؟ جس کے جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی برأت کا اظہار فرمائیں گے۔

''واذ قال اللّٰه یعیسیٰ ابن مریم ء انت قلت للناس اتخذونی وامی الهین من دون اللّٰه قال سبحنك ما یكون لی ان اقول ما لیس لی بحق (المائدہ:۱۱۶) '' ﴿جب اللہ کہے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کو چھوڑ کر معبود بنالو۔ تو وہ جواب دے گا تیری ذات پاک ہے۔ کب سزاوار تھا کہ ایسی بات کہتا ہے کہ جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا۔ ﴾

خیرہ چشمی کی اور بات ہے۔لیکن کوئی فہمیدہ انسان جو اسلام کے عقیدہ توحید ذات باری تعالیٰ کو کسی نہ کسی حد تک صحیح طور پر سمجھ چکا ہے۔خدا کے ساتھ ایسی مجازی نسبتیں دینے والے کو مسلمان نہیں سمجھ سکتا اور میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ مرزائی محمد علی ایسے لوگ ان حقائق کو جاننے کے باوجود بعض دنیوی فوائد کی خاطر گمراہی پر اصرار کر رہے ہیں۔خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔اوراق گذشتہ میں بیان کیا جا چکا ہے کہ پیشوائے قادیانیت کی تعلیم اسلام کے عقیدۂ توحید کے خلاف، عقیدہ تکمیل دین وختم نبوت کے خلاف، رکن حج واصول جہاد کے خلاف ہے اور یہ اختلاف بین میں مرزائے قادیانی کے اقاویل کو قرآن پاک کی آیات محکمات کے بالمقابل رکھ کر دکھا چکا ہوں۔ اگر اس کے باوجود مرزائیوں کو مرزائی رہنے پر اور بعض مسلمانوں کو ان کے مسلمان ہونے پر اصرار ہو۔تو میرے لئے اس سے زیادہ حیرت واستعجاب کا مقام اور کوئی ہو نہیں سکتا۔

مرزائی حضرات کے دیگر سوالات

اب میں مرزائی اور قادیانی مستفسرین کے دیگر سوالات کو لیتا ہوں۔جن کی بھول بھلیاں میں یہ لوگ دانستہ یا نادانستہ طور پر پھنسے ہوئے ہیں اور جن میں دوسرے کم علم مسلمانوں کو الجھا کر ان کے مبلغ اپنے دام فریب کو توسیع دینے کے عادی ہیں۔ان سوالات کا جواب دینے سے قبل ضروری ہے کہ مرزائے قادیانی کے دعاوی کا ایک مجمل سا جائزہ لے لیا جائے۔جن میں اسے حق بجانب ثابت کرنے کے لئے اس کے پیرووں کو اس قسم کے سوالات وضع کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔جن کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ ان دعاوی کے جواز کے لئے دور از کار تاویلیں وضع کی جائیں۔آیات قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ کے معانی کی تحریف کے لئے راہیں نکالی جائیں۔لاطائل دلیلوں کا سہارا ڈھونڈا جائے اور طرح طرح کی موشگافیوں کے بل پر اپنی غلطیوں کے جواز کے پہلو پیدا کر کے دل کی ڈھارس کا سامان مہیا کیا جائے۔مرزائے قادیانی کے دعاوی باطلہ کی بھول بھلیاں ایسی پیچ در پیچ ہیں کہ تاویلوں اور تحریفوں کے بغیر کوئی عقلمند آدمی ان کے دام کا گرفتار نہیں ہوسکتا۔یہی وجہ ہے کہ مرزائیوں کو اسلامی تعلیمات کا سیدھا سادا مفہوم چھوڑ کر ایسے ایسے مسائل گھڑنے کی ضرورت لاحق ہو جاتی ہے جو کوتاہ نظروں اور کم علموں کے دماغ کو پریشان کر کے انہیں شکوک وشبہات میں ڈالنے والے ہوتے ہیں۔جتنے سوالات بھی مرزائی حضرات نے کئے ہیں وہ متذکرہ بالا کلیہ کی تحت میں آتے ہیں۔

مرزائے قادیانی کے دعاوی

اب ذرا مرزائے قادیانی کے دعاوی پر ایک چھچھلتی ہوئی نظر ڈال لیجئے۔جن پر قادیانی

مذہب کی بنیادیں رکھی گئی ہیں۔ مرزائے قادیانی کی کتابوں اور اس کے متبعین کی تصانیف کے مطالعہ کے بعد قادیانی مذہب اور اس کے پیشوا کی تعلیمات کے متعلق جو نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں وہ یہ ہیں کہ ایک زمانہ میں مرزا قادیانی عام مسلمانوں کی طرح مسلمان تھے اور وہ اسلام کے عقائد پر سختی سے کاربند رہنے کو فخر کا مقام سمجھا کرتے تھے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد اس شخص نے اپنے آپ کو دوسرے رنگوں میں ظاہر کرنا شروع کر دیا اور یہ دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے تاکہ لوگ اس کے ولی اللہ ہونے کا اعتبار کرنے لگیں۔ ولایت سے ایک قدم آگے بڑھا کر پھر اس نے محدث ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر اس پر خط تنسیخ کھینچ کر چودھویں صدی کا مجدد اور امام بنا۔ آہستہ آہستہ مثیل مسیح، مسیح موعود، امتی نبی، ظلی و بروزی نبی، خالص نبی، مرسل یزدانی، غیر تشریعی نبی اور پھر تشریعی نبی بننے کی نوبت آئی۔ اس پر بھی اکتفا نہ کیا گیا تو انبیائے کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے افضل بننے کی ٹھان لی اور حضور سرور کائنات ﷺ سے منصب ختم نبوت و تکمیل رسالت چھین کر اپنے خاتم الانبیاء جامع کمالات انبیاء علیہم السلام اور خدا کا برگزیدہ ترین رسول کہلانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے کفریات کا ایک ایسا طومار جمع کر دیا جس کی دادا ابلیس لعین کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتی۔ اس طومار میں سے مرزائے قادیانی کے چند اقوال بطور مشتے نمونہ از خروارے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

''میرا دعویٰ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیش گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔''

(تحفہ گولڑویہ ص۱۱۸، خزائن ج۱۷ص۲۹۵)

''ہم پر کئی سال سے وحی نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں۔ اس لئے ہم نبی ہیں۔'' (اخبار بدر قادیان مورخہ ۵؍مارچ ۱۹۰۸ء)

''سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں۔ اس وقت تک جب اس دنیا سے گذر جاؤں۔'' (مرزا کا خط بنام اخبار عام لاہور، مورخہ ۲۴؍مئی ۱۹۰۸ء)

''حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں۔ نہ ایک دفعہ بلکہ ایک صدہا دفعہ۔''

(ایک غلطی کا ازالہ ص۲، خزائن ج۱۸ص۲۰۶)

''پس میں جب کہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیش گوئی کے قریب خدا کی طرف سے پا کر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیوں کر انکار کر سکتا ہوں۔'' (ایک غلطی کا ازالہ ص۶، خزائن ج۱۸ ص۲۱۰)

''اللہ تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں۔ اس قدر نشان دکھلائے کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان سے نبوت ثابت ہوسکتی ہے۔''

(چشمہ معرفت ص۳۱۷، خزائن ج۲۳ ص۳۳۲)

''خدا نے اپنے ہزارہا نشانوں سے میری وہ تائید کی ہے کہ بہت ہی کم نبی گذرے ہیں۔ جن کی یہ تائید کی گئی ہے۔'' (تتمہ حقیقت الوحی ص۱۴۸، خزائن ج۲۲ ص۵۸۷)

''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔''

(دافع البلاء ص۱۱، خزائن ج۱۸ ص۲۳۱)

''نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا۔ وہ پیش گوئی پوری ہوجائے۔'' (حقیقت الوحی ص۳۹۱، خزائن ج۲۲ ص۴۰۷)

آنچہ من بشنوم زوحی خدا
بخدا پاک دانمش زخطا
ہمچو قرآں منزہ اش دانم
از خطاہا ہمیں ست ایمانم

(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

''مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توراۃ اور انجیل اور قرآن کریم پر۔''

(اربعین نمبر۴ ص۱۹، خزائن ج۱۷ ص۴۵۴)

''میرے پاس آئیل آیا۔ (اس جگہ ائیل خدا تعالیٰ نے جبرائیل کا نام رکھا ہے۔ اس لئے کہ بار بار رجوع کرتا ہے۔ حاشیہ) اور اس نے مجھے چن لیا اور اپنی انگلی کو گردش دی اور یہ اشارہ کیا کہ خدا کا وعدہ آ گیا۔ پس مبارک ہے وہ جو اس کو پاوے اور دیکھے۔''

(حقیقت الوحی ص۱۰۳، خزائن ج۲۲ ص۱۰۶)

''اور خدا کا کلام اس قدر مجھ پر نازل ہوا ہے کہ اگر وہ تمام لکھا جائے تو بیس جزو سے کم نہیں ہوگا۔'' (حقیقت الوحی ص۳۹۱، خزائن ج۲۲ ص۴۰۷)

’’میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام............ ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی اور اگر کہو شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند احکام بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہو گیا۔‘‘

(اربعین نمبر۴ ص۷، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵، ۴۳۶)

’’مجھے الہام ہوا جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔‘‘

(تبلیغ رسالت ج۹ ص۲۷، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۷۵)

انبیاء اگرچہ بودہ اند بسے
من بعرفان نہ کمترم زکسے
آنچہ داد است ہر نبی راجام
داد آں جام را مرا بہ تمام
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقیں
ہر کہ گوید دروغ ہست لعیں

(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷، ۴۷۸)

’’اس کے (یعنی نبی کریم کے لئے صرف) چاند کے گرہن کا نظام ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کے گرہن کا، اب تو انکار کرے گا۔‘‘

(اعجاز احمدی ص۷۱، خزائن ج۱۹ ص۱۸۳)

’’ہمارے نبی کریم ﷺ کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا اور وہ زمانہ اس روحانیت کی ترقی کا انتہا نہ تھا۔ بلکہ اس کے کمالات کے معراج کے لئے پہلا قدم تھا۔ پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اس وقت پوری طرح سے تجلی فرمائی۔‘‘

(خطبہ الہامیہ ص۲۶۶، خزائن ج۱۶ ص ایضاً)

’’غرض اس زمانہ کا نام جس میں ہم ہیں۔ زمان البرکات ہے۔ لیکن ہمارے نبی ﷺ کا زمانہ زمان التائیدات ودفع الآفات تھا۔‘‘

(تبلیغ رسالت ج۹ ص۴۴، بقیہ حاشیہ ص۴۳، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۹۲)

''میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ یعنی بروزی طور پر جب کہ خدا نے اسی کتاب میں یہ سب نام مجھے دیئے اور میری نسبت جری اللہ فی حلل الانبیاء فرمایا۔ یعنی خدا کا رسول نبیوں کے لباس میں سو ضرور ہے کہ ہر ایک نبی کی شان مجھ میں پائی جائے۔''

(تتمہ حقیقت الوحی ص ۸۴، ۸۵، خزائن ج ۲۲ ص ۵۲۱)

''اور ہر ایک نبی کا نام مجھے دیا گیا ہے۔ چنانچہ جو ملک ہند میں کرشن نام ایک نبی گذرا ہے جس کو ردر گوپال بھی کہتے ہیں۔ (یعنی فنا کرنے والا اور پرورش کرنے والا) اس کا نام بھی مجھے دیا گیا ہے۔'' (تتمہ حقیقت الوحی ص ۸۵، خزائن ج ۲۲ ص ۵۲۱)

تمام امراض کی جڑ

یہ ہے مرزائے قادیانی کے ان تمام دعاوی کا مجمل سا ماحصل جن میں اسے حق بجانب اور اصدق ثابت کرنے کے لئے اسے اور اس کے متبعین کو قرآن پاک کی آیات کے معانی میں تحریف کرنے، کلمتہ اللہ کو اپنے مواضع سے ہٹا کر دوسری جگہ چسپاں کرنے، احادیث وآیات کے معانی میں تاویل سے کام لینے کے علاوہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین، صلحائے امت کی تذلیل، معجزات کے انکار، مسلمہ عقائد اسلامی سے انحراف وغیرہ کی ضرورتیں لاحق ہوتی ہیں اور وہ طرح طرح کے سوالات اٹھانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ہر اس الزام کو جو مرزائے قادیانی اور اس کی تضاد وتخالف سے پر تحریرات پر عائد ہوتا ہے۔ انبیائے کرام بلکہ حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی ذات قدسی صفات اور قرآن پاک پر لوٹا دینے کی جسارت کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ قرآن کریم اور دیگر کتب سماوی کی ان بشارتوں کو جو حضور سرور کونین ﷺ کے لئے آئی ہیں۔ اپنے گرو پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قادیان کو دمشق اور کعبۃ اللہ ظاہر کرنے، وہاں پر لقنار بنانے، مسجد اقصیٰ کو قادیان میں ثابت کرنے اور مرزائے قادیانی کے سلسلہ نسب کو رجل من فارس سے ملانے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور خود مرزائے قادیانی کشف واستعارہ کے بھیس میں مریم بننے (حقیقت الوحی ص ۳۳۷، خزائن ج ۲۲ ص ۳۵۰)، خدا کے پانی سے (انجام آتھم ص ۵۵، خزائن ج ۱۱ ص ایضاً)، حاملہ ہونے (کشتی نوح ص ۴۷، خزائن ج ۱۹ ص ۵۰)، اور اس حمل کے نتیجہ کے طور پر خود پیدا ہو کر مسیح موعود کہلانے (کشتی نوح ص ۴۷، خزائن ج ۱۹ ص ۵۰)، کی ضرورت محسوس کرنے لگتا ہے۔ تاکہ ابن مریم بن کر مسیح موعود کا دعویٰ کرنے کے قابل بن سکے۔ ذرا اس بھول بھلیاں کی تفصیل دیکھنا

چاہوتو مرزائے قادیانی کے حسب ذیل ارشادات پر عقل سلیم کی روشنی میں غور کر کے فیصلہ کرلو کہ جن دعاوی کی بنیاد ایسی لچر اور پورچ تاویلوں اور توجیہوں پر قائم کی گئی ہو۔انہیں برحق تسلیم کرنے والوں کی اور خود اس کے مدعی کی ذہنی کیفیات کا عالم کیا ہوگا۔لکھا ہے:''مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرادیا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں۔ بذریعہ الہام مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔'' (کشتی نوح ص ۴۷، خزائن ج ۱۹ ص ۵۰)

''اس بارہ میں قرآن کریم میں بھی ایک اشارہ ہے اور وہ میرے لئے بطور پیش گوئی کے ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اس امت کے بعض افراد کو مریم سے تشبیہ دیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ وہ مریم عیسیٰ سے حاملہ ہوگئی اور اب ظاہر ہے کہ اس امت میں کسی نے بجز میرے اس بات کا دعویٰ نہیں کیا کہ میرا نام خدا نے مریم رکھا اور پھر اس مریم میں عیسیٰ کی روح پھونک دی ہے اور خدا کا کلام باطل نہیں۔ضرور ہے کہ اس امت میں کوئی اس کا مصداق ہو اور خوب غور کر کے دیکھ لو اور دنیا میں تلاش کرلو کہ قرآن شریف کی اس آیت کا بجز میرے کوئی مصداق نہیں۔ پس یہ پیش گوئی سورۂ تحریم میں خاص میرے لئے ہے اور وہ آیت یہ ہے۔'''' ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجها فنفخنا فیه من روحنا (تحریم:۱)''

(حقیقت الوحی ص ۳۳۷، ۳۳۸ حاشیہ، خزائن ج ۲۲ ص ۳۵۰، ۳۵۱)

اب اگر مرزا قادیانی کے اس ''ارشاد گرامی'' پر یہ خاکسار کہہ دے کہ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند تو کیا ہرج واقع ہوگا۔ مرزائے قادیانی نے ابن مریم بننے کے لئے تاویلیں تو خوب کی ہیں۔جن کی داد دینی چاہئے۔لیکن ایک امر میں وہ چوک گئے۔یعنی اپنے کو بنت عمران ثابت کرنے کے لئے استعارہ کے رنگ میں کوئی مکاشفہ بیان نہیں کیا۔یعنی یہ نہیں بتایا کہ ان کے والد ماجد عمران کس طرح بن گئے۔

معارف قرآنی کو سمجھنے کا طریق

قادیانی مذہب کے مبلغین کا قاعدہ ہے کہ وہ عام مسلمانوں کو جو عربی زبان اور دینیات کی تعلیم سے پوری طرح آگاہ نہیں ہوتے۔ یہ دکھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن حکیم میں اختلاف موجود ہے۔ تاکہ ان کی تاویلات کے لئے راستہ صاف ہو جائے۔ ہمارے قادیانی مستفسر کا دوسرا سوال اسی مسئلہ کے متعلق ہے پوچھا گیا ہے۔'' کیا آپ قرآن مجید میں اختلاف

کے قائل ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں تو آیہ شریفہ ’’ولوکان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا ‘‘(اگر (قرآن) غیراللہ کی طرف سے ہوتا تو لوگ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے) کو مدنظر رکھتے ہوئے تطبیق کی صورت آپ کے نزدیک مسئلہ ناسخ ومنسوخ ہی ہے یا کوئی اور طریق۔‘‘

جواباً عرض ہے کہ کوئی مسلمان قرآن مجید میں اختلاف کا قائل نہیں ہوسکتا۔ خود آیت کلام ربانی جو مستفسر نے اپنے سوال میں لکھ دی ہے۔ اس پر شاہد ودال ہے۔ اگر کسی بے بصیرت کو قرآن کریم کی ایک آیت کا مفہوم دوسری آیت سے ٹکراتا ہوا نظر آتا ہے تو یہ اس کے نقص علم ونقص فہم پر دال ہے۔ اگر کسی مسلمان کو اس قسم کا اشتباہ پیدا ہوجائے یا عیسائی اور قادیانی معترضین کسی مسلمان کے دل میں قرآن حکیم کی بعض آیات کے متعلق اس قسم کا اشتباہ پیدا کردیں تو اسے چاہئے کہ ان آیات کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے ان کے شان نزول، ان کے سیاق وسباق اور ان کے محل اطلاق کو جاننے اور قرآن حکیم کی دوسری آیات کی روشنی میں اس کے معانی سمجھنے کی کوشش کرے اور نزول کے تقدم وتأخر کو پیش نظر رکھ کر ان احکام کی حکمت جاننے کے درپے ہو۔ تاکہ تکمیل احکام اور تکمیل دین کا مسئلہ اس پر واضح ہوسکے۔

جس امر کو دین اسلام کے قادیانی اور عیسائی معترضین نے مسئلہ ناسخ ومنسوخ بنا رکھا ہے۔ اس کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ ذات باری تعالیٰ نے بعض امور میں اپنے احکام میں تبدیلی کی ہے۔ مثلاً یہود کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا تھا۔ جسے تبدیل کر کے مسلمانوں کو مسجد حرام کی طرف رخ پھیر لینے کا حکم دیا گیا۔ اسی تبدیلی کی طرف ذات باری تعالیٰ عزاسمہ نے آیہ ’’ما ننسخ من آیۃ اوننسھا نات بخیر منھا اومثلھا (بقرہ:۱۰۶)‘‘ ﴿ہم کسی آیت کو منسوخ نہیں کرتے نہ اسے محو کرتے ہیں۔ مگر یہ کہ اس کی جگہ اس سے بہتر یا اس جیسی دوسری لے آتے ہیں۔﴾

میں اپنی سنت بیان فرمادی ہے اور یہ صورت اسی وقت تک کے لئے تھی جب تک کہ خدائے بزرگ وبرتر نے حضرت رسول خدا ﷺ کی وساطت سے اپنے دین کو نوع بشر کے لئے کامل نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس دین کامل کی طرف انسانوں کی راہنمائی کی جارہی تھی۔ جب ’’الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (مائدہ:۳)‘‘ ﴿آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت مکمل کردی

اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کرلیا۔﴾ کا حکم آ گیا۔تو تبدیلی احکام کی ضرورت بھی باقی نہ رہی۔ کیونکہ خیر الکتب میں تمام سابقہ ادیان کو منسوخ کر کے کامل دین نوع انسانی کو دے دیا گیا۔ احکام الٰہی جس قدر کہ نوع بشر کی دنیوی اور اخروی فلاح کے لئے ضروری تھے۔اپنی مکمل شکل میں آ گئے اور اس مجموعہ احکام کے متعلق یہ بھی کہہ دیا گیا کہ:''انا لہ لحفظون ''(ہم اس کے نگہبان ہیں)

اس سوال کے مستفسر سے راقم الحروف کی گزارش ہے کہ اسے قرآن پاک کی بعض آیات کے سمجھنے میں دقت محسوس ہو رہی ہے تو سوال کو متذکرہ بالا شکل میں پیش کرنے کے بجائے وہ ان آیات کو پیش کرے جن کا مطلب سمجھنے سے وہ قاصر ہے۔ یاد رہے کہ قرآن حکیم کے حقائق ومعارف انسان کے قلب پر اسی قدر زیادہ وضاحت کے ساتھ روشن ہوں گے جس قدر کہ اس کا قلب تاویلات کے گورکھ دھندوں سے الگ ہو کر نہایت سادگی اور صفائی کے ساتھ انہیں اخذ کرنے کی طرف مائل ہوگا۔ اگر کوئی شخص قادیانیوں کی طرح قرآن پاک کی آیات کے معانی کی لاطائل تاویلات کی الجھنوں میں گرفتار ہونے کی کوشش کرے گا یا ان الفاظ کو اپنی فرمایہ دانش اور اپنے ناقص علم کے مطابق معانی پہنانے کے مرض میں مبتلا ہو جائے گا تو وہ قرآن پاک کی بیان کردہ اس وعید الٰہی کا مستوجب ہوگا جو علمائے یہود کے تذکار کے سلسلہ میں مذکور ہوئی ہے۔

''فبما نقضهم ميثاقهم لعنهم وجعلنا قلوبهم قسية يحرفون الكلم عن مواضعه ونسوا خطا مما ذكروا به (المائدہ:۱۳)''

سائل کو معلوم ہونا چاہئے کہ قادیانی مذہب اور اس کے بانی کے دعاوی کی بنیاد ہی آیات قرآنی کی بے سروپا تاویلات اور کلام الٰہی کے معانی کی تحریف پر رکھی گئی ہے۔ تا آنکہ بعض آیات کلام ربانی کو جو حضور سرور کونین ﷺ کے متعلق یا ان کی صفت وتعریف میں نازل ہوئیں۔ قادیانی مذہب کے پیشوا نے اپنے متعلق ظاہر کرنے اور اپنے حال پر چسپاں کرنے میں بھی تأمل سے کام نہیں لیا۔ اس سے بڑھ کر جسارت اور دیدہ دلیری اور کیا ہو سکتی ہے؟ دین حقہٗ اسلام اور کلام مجید کی آیات کا استخفاف اس سے زیادہ اور کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ ارشاد ربانی کو کھینچ تان کر اپنی خواہشات کے مطابق معانی پہنانے کی کوشش کی جائے اور یہ دعویٰ کر دیا جائے کہ ان آیات کا شان نزول وہ نہیں جو فی الواقع ہو گزرا ہے۔ بلکہ وہ ہے جس کے لئے ایک مدعی کاذب کی ضرورت داعی ہو رہی ہے۔ مثال کے طور پر میں مرزائے قادیانی کے بعض ان اقوال کو اس جگہ درج کرتا

ہوں جس کے متعلق اس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ آیات ربانی جو قرآن پاک میں مذکور ہیں۔ خدا نے دوبارہ میرے حق میں نازل کی ہیں۔ یا قرآن پاک میں میرے لئے موجود ہیں۔

''مارمیت اذرمیت ولکن اللّٰہ رمیٰ (انفال:۱۷)'' ﴿جو کچھ تو نے پھینکا وہ تو نے نہیں چلایا بلکہ خدا نے چلایا۔﴾

یہ آیت شریف خدائے بزرگ اور برتر نے سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ کو مخاطب کر کے نازل فرمائی۔ اس میں جنگ بدر کے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ جس میں حضور ﷺ نے پتھر کی چند کنکریاں مٹھی میں لے کر کفار کے لشکر کی طرف پھینکیں۔ لیکن مرزائیوں کا پیشوا اپنی کتاب (حقیقت الوحی ص۷۰، خزائن ج۲۲ ص۷۳) پر لکھتا ہے کہ یہ الفاظ مجھ پر میرے لئے نازل ہوئے۔ کلام اللہ کو اپنے مواضع سے محرف کرنے کی جسارت اس سے زیادہ اور کیا ہوگی۔ اسی طرح قرآن پاک کی حسب ذیل آیات کو اس نے اپنے حال پر چسپاں کرنے کا دعویٰ کر کے بارگاہ الٰہی کی وہ سند وعید حاصل کر لی جس کا تذکرہ میں سطور بالا میں کر چکا ہوں۔

''لقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون''

(حقیقت الوحی ص۷۱، خزائن ج۲۲ ص۷۴)

''ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ'' (حقیقت الوحی ص۷۱، خزائن ج۲۲ ص۷۴)

''وما ارسلنك الا رحمۃ للعالمین'' (حقیقت الوحی ص۸۲، خزائن ج۲۲ ص۸۵)

''انا فتحنا لك فتحا مبینا لیغفر اللّٰہ ما تقدم من ذنبك وما تاخر''

(حقیقت الوحی ص۹۴، خزائن ج۲۲ ص۹۷)

''انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا'' (حقیقت الوحی ص۱۰۱، خزائن ج۲۲ ص۱۰۵)

''انا اعطیناك الکوثر'' (حقیقت الوحی ص۱۰۲، خزائن ج۲۲ ص۱۰۵)

''مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد''

(اربعین نمبر۳ ص۳۱، خزائن ج۱۷ ص۴۲۱)

جو شخص قرآن پاک کی ان آیات کو حضرت ختمی مرتبتؐ پر خود حضورؐ کی ذات اقدس وانور کے متعلق نازل ہوئیں۔ اپنے پر چسپاں کرنے کی جسارت کر کے قرآن، خدا اور رسول خدا ﷺ

سب سے استہزاء کا مرتکب ہوتا ہے۔اس کے ملحد ہونے میں کس کو کلام ہوسکتا ہے۔اگر قرآن کو سمجھنے کے معنی قادیانی لوگ یہی لیتے ہیں تو۔

وائے گردر پس امروز بود فردائے

دین الٰہی کی تکمیل وسلسلہ نبوت کا اختتام

قادیانی مستفسر کا تیسرا سوال یہ ہے ''قرآن مجید کی وہ کون سی آیت ہے جس سے بطور صراحۃ النص کے باب نبوت غیرتشریعی تابع شریعت محمدیہ مسدود ہوتا ہے۔''

گردش روزگار کی نادرہ کاریاں ہیں کہ چودھویں صدی کے ایام پرفتن میں بعض ایسے لوگ بھی پیدا ہوگئے ہیں جو ایک مدعی کاذب کے دعاوی باطلہ کے جواز کے لئے بحث وجدال کا بازار گرم کرنے کی نیت سے نبوت کی قسمیں بنانے اور باب نبوت کے مسدود، یا وا ہونے کے متعلق سوال پیدا کرنے لگے ہیں۔سوال ہے کہ قرآن مجید کی کوئی آیت بتاؤ جس سے باب نبوت کے مسدود ہونے کا ثبوت ملتا ہو؟ حالانکہ سارا کلام مجید شروع سے لے کر آخر تک اس امر پر شاہد ودال ہے کہ اس کتاب کی موجودگی میں کسی نئے نبی کے مبعوث ہونے کی (خواہ وہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی، ظلی ہو یا بروزی) ضرورت باقی نہیں رہتی۔خدا کا دین جب تک اپنی مکمل شکل میں نوع بشر کے سامنے نہیں آیا تھا اور نوع بشر کی استعداد حمل امانت ابھی ناقص تھی تو خدا کے رسول اور نبی مبعوث ہوتے رہے تاکہ نوع بشر کو خدا کا آخری پیغام سننے کے لئے تیار کریں اور حسب ضرورت وقتی اسے خدائی احکام کی خبر دیتے رہیں۔نوع انسانی پر جب تک ضلالت وگمراہی بلکہ کفر وطغیان کی اندھیری رات مسلط رہی۔انبیائے کرام رہنمائی کرنے والے ستاروں کی طرح اس کے آسمان بخت پر تعداد کثیر میں جلوہ افروزی کرتے رہے۔جب نبوت ورسالت کا آفتاب عالم تاب دین کامل کی ضیاء لے کر نمودار ہوگیا۔تو ستاروں کی ضرورت باقی نہ رہی۔یہ روشنی اس قدر بین، اس قدر واضح اور اس قدر کامل ہے کہ شپرہ چشم اور بوم صفت کم نظروں اور بصارت وبصیرت کے اندھوں کے سوا باقی ساری کائنات اس کے فیض عمومی سے بہرہ اندوز ہورہی ہے۔جو لوگ آفتاب رسالت محمدی کے طلوع ہونے کے بعد چراغ لاؤ کی رٹ لگا رہے ہیں اور یہ کہہ رہے کہ انہیں حصول ہدایت کے لئے کسی متنبّی کی ضرورت ہے۔وہ اندھے نہیں تو اور کیا ہیں؟ نبوت اور رسالت کے خدائی انعام کے مل چکنے کے بعد جو امت محمدیہ کو نبی آخرزمانﷺ کی ذات میں کامل ومکمل طور پر دیا جاچکا جو لوگ ہل من مزید پکار رہے ہیں۔ان سے زیادہ بیوقوف اور نادان اور کون ہوسکتا

ہے؟ کوتاہ اندیشو! رشد وہدایت کامل کے خدائی انعام کا چشمہ اپنی مکمل حالت میں تمہارے لئے موجود کیا جاچکا اور تم اس سے منہ موڑ کر، یا اسے ناقص سمجھ کر سراب کی طرح بھاگتے ہو۔ تاکہ اپنی تشنگی کے لئے تسکین کا سامان حاصل ہو۔ اس لئے اور محض اس لئے کہ جس شخص کو تم اپنا ہادی ورہبر سمجھ چکے ہو۔ اس نے نبوت کا مدعی ہونے کی جسارت کی ہے۔ تم سوال کرنے لگے ہو کہ قرآن پاک میں باب نبوت کے مسدود ہونے کی نص کونسی ہے؟ اگر تم قرآن پاک کے ماننے والے ہو تو جان لو کہ جس دین کی تکمیل کی خاطر حضرت رب العزت جل جلالہ اپنے تشریعی اور غیر تشریعی پیغمبر جنہیں وہ انبیاء ومرسلین کے نام سے موسوم کرتا ہے بھیجا کرتا تھا۔ وہ آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا۔ جس پر قرآن پاک کی حسب ذیل آیت شاہد ودال ہے۔

’’الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (المائدہ:۳)‘‘ ﴿آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اور تم پر اپنی (نعمت ورسالت) تمام کر دی اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو پسند کر لیا۔﴾

غور کرو اور جان لو کہ جس مقصد کے لئے انبیائے کرام مبعوث ہوا کرتے تھے۔ جب وہ پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا اور نوع انسانی کی ایک جماعت اس دین کو تاقیام قیامت زندہ رکھنے اور اسے تمام دوسرے ادیان پر غالب کرنے کے لئے تیار ہوگئی تو نئے نبیوں کے آنے کی ضرورت بھی جاتی رہی۔ اس دین کے مکمل ہونے سے پہلے تشریعی نبی تو نوع انسانی کو نئے احکام خداوندی سے روشناس کرانے کے لئے مبعوث ہوتے تھے۔ تاکہ بشری روحانیت اس کے اخلاق اور اس کی ذہنی ودماغی کیفیت کو منزل مقصود کی طرف چند قدم آگے لے جائیں اور غیر تشریعی نبی اس لئے آتے تھے تاکہ تشریعی نبی کی امت کو ضلالت وگمراہی کے ان گڑھوں سے نکالیں۔ جن میں وہ خدا کے دیئے ہوئے احکام کو بھلا کر گر جانے کے عادی تھے۔ تکمیل دین کے بعد جب وہ کتاب جس میں اس دین کے حکام بیان کئے گئے ہیں۔ اپنی مکمل شکل میں تیار ہوگئی اور نوع بشری کی ملک بن گئی۔ نیز اس میں ردوبدل آمیزش وحک ونسخ وتحریف کی گنجائش بھی خدائے آمرزگار نے ’’انا لہ لحفظون‘‘ کہہ کر مفقود کر دی۔ تو کسی نئے فرستادہ خداوندی کے آنے کی ضرورت ہی کیا تھی کہ وہ لوگوں کو خدا کے نئے احکام سنائے۔ یہی وجہ ہے کہ فرمان فرمائے عالم وعالمیاں نے اپنے اس نامہ کو مکمل کرنے کے بعد جو اسے نوع انسانی کو بھیجنا تھا۔ اس پر اپنی آخری مہر ثبت کر دی اور ساتھ ہی اس امر کا ذمہ لے لیا کہ قیام قیامت بلکہ اس سے بھی میں اس کی حفاظت کروں گا اور فرمایا: ’’ما

کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین (احزاب:۴۰)'' ﴿محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں البتہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں پر مہر یعنی ان کے ختم کرنے والے۔﴾

لفظ خاتم کے معنی اور مفہوم

خاتم النبیین کے معنی میں تحریف کے جرم کے مرتکب ہونے والے قادیانی کہتے ہیں کہ لفظ خاتم یعنی مہر سے مراد یہ ہے کہ حضورﷺ کی ذات قدسی صفات آنے والے نبیوں کی نبوت کے اجراء کے لئے بمنزلہ مہر کے ہے۔ ظاہر ہے تکلیف سے پیدا کئے ہوئے یہ معانی سراسر بیہودہ ہیں۔ حضور سرور کائناتﷺ آخری نبی اور ختم المرسلین ہونے کی حیثیت میں تمام انبیائے گذشتہ علیہم الصلوٰۃ اجمعین کی نبوتوں کی تصدیق کے لئے خاتم قرار دیئے گئے۔ اس لئے کہ حضورﷺ کے بعد انبیائے کرام کی نبوت ورسالت کا ایسا مصدق جو اللہ کی طرف سے اسی غرض کے لئے بھیجا جاتا کوئی اور آنے والا نہ تھا اور رسول مقبولﷺ اور حضور کی ذات گرامی پر نازل ہونے والی کتاب سے بڑھ کر انبیائے سابق کے خدا کی طرف سے مرسل ہونے کی کوئی اور مکمل ومعتبر شہادت بن نہیں سکتی تھی۔ اگر خاتم کے معنی حضورﷺ کے بعد آنے والے نبیوں کی نبوت پر تصدیق کرنے کے لئے جائیں۔ جیسا کہ قادیانی لوگ اپنے ایک متنبّی کے لئے بہ تکلف لے رہے ہیں تو انہیں ثابت کرنا پڑے گا کہ حضورؐ کی طرف سے کسی مدعی نبوت کو کون سا تصدیق نامہ ملا ہے۔ ایسے واضح تصدیق نامے کے بغیر خاتم النبیین کے وہ معنی جو قادیانی لے رہے ہیں باطل ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ اپنے آپ کو حضورؐ کی امت میں سے ظاہر کرنا اور اپنی نبوت کو حضورﷺ کی نبوت ورسالت کا ظل وبروز قرار دینا ہی اس خاتم کی طرف سے تصدیق نامہ ہونے کے لئے کفایت کرتا ہے تو یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ تمام مسلمان جو حضورﷺ پر ایمان لے آئے اور آپ کی امت میں داخل ہوگئے نبی ہیں۔ کہنے کو تو یہ قادیانی مفتری خاتم النبیین کے معنی آئندہ آنے والے یعنی حضرت ختمی مرتبتﷺ سے بعد میں آنے والے انبیاء ؑ بصیغہ جمع کا خاتم قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان معنوں کا اطلاق صرف ایک مرزائے قادیانی کی نبوت کے دعویٰ پر کر کے خاموش ہو جاتے ہیں اور یہ نہیں بتاتے کہ اس امت میں بہت زیادہ نبی کیوں مبعوث نہ ہوئے۔ کم از کم بنی اسرائیل کے انبیائے کرام کی تعداد سے امت محمدیہ کے انبیاء کی تعداد کا بڑھ جانا لازمی امر تھا تا کہ قرآن پاک کی آیت کا وہ مفہوم جو قادیانی بتا رہے ہیں۔ صحیح ثابت ہو جاتا۔

حضورؐ کے خاتم النبیین یعنی نبیوں پر مہر ہونے کی حیثیت اس امر سے بھی واضح ہے کہ تمام انبیائے گذشتہ علیہم الصلوٰۃ اجمعین نے اس خاتم النبیین کے آنے کی خبر دی تھی۔ جو دین کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے والا تھا اور تمام انبیائے کرام اور ان کی امتوں سے حضرت باری تعالیٰ عزاسمہ نے یہ میثاق کر رکھا تھا کہ جب وہ خاتم النبیین آئے گا تو اس کے زمانہ کو پانے والے لوگ اس کی اطاعت کریں گے۔ اس میثاق کا ذکر قرآن پاک میں متعدد مقامات پر آیا ہے اور پرانے زمانہ کی کتب سماوی جیسی حالت میں بھی اس وقت تک موجود ہیں۔ اس میثاق اور ان بشارتوں کے ذکر سے خالی نہیں جو حضور ختم المرسلین ﷺ یعنی اس رسول کے متعلق جس پر دین خداوندی کی تکمیل ہونے والی تھی مذکور ہوئیں اور جن کی تصدیق کے لئے ضروری تھا کہ ایک آخری پیغمبر، دین الٰہی کو کامل کرنے والا اور سلسلۂ نبوت کو ختم کر دینے والا آئے۔ تاکہ ازمنہ گذشتہ کے انبیائے کرام علیہم السلام کے ارشادات پر تصدیق کی مہر لگ جائے۔ یعنی ان کی نبوت نوع انسانی کے نزدیک مصدق ہو جائے۔ دیکھئے قرآن حکیم کیسے واضح الفاظ میں اس میثاق کا ذکر کرتا ہے۔ ”واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جآء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ء اقررتم واخذتم علیٰ ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین (آل عمران:۸۱)“ ﴿جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ میں جو تم کو کتاب اور شریعت دیتا ہوں (تو اس شرط پر) کہ جب تمہارے پاس وہ رسول پہنچے جو اس دین کی جو تمہارے پاس ہے تصدیق کرنے والا ہو تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ کہا کیا تم نے یہ اقرار کیا۔ ان سب نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا دیکھو اس امر پر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔﴾

مصدق لما معکم کی تصدیق سے کلام ربانی بھرا پڑا ہے اور ذات باری تعالیٰ عزاسمہ نے قرآن پاک میں اس امر کی پوری پوری تصریح کر دی ہے کہ قرآن سابقہ کتب سماوی کی تصدیق کے لئے نازل ہوا ہے اور حضور سرور کونین ﷺ کی بعثت کی ایک غرض یہ بھی تھی کہ تمام سابقین انبیائے کرام علیہم السلام کی نبوت کی تصدیق کریں۔ ملاحظہ ہوں ارشادات ربانی۔ ”ھذا کتب انزلنہ مبارک مصدق الذی بین یدیہ (الانعام:۹۲)“ ﴿اور یہ کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا برکت والی اور اس شے کی تصدیق کرنے والی جو پہلے سے موجود ہے۔﴾

”نزل علیک الکتاب بالحق مصدقالما بین یدیہ (آل عمران:۳)“

﴿اس نے تجھ پر ٹھیک کتاب اتاری اس کی تصدیق کرنے والی جو پہلے سے موجود ہے۔﴾
اسی طرح مصدقا لما معکم کی تراکیب قرآن کریم کے حق میں اکثر جگہ مذکور ہوئی ہیں اور حسب ذیل ارشاد ربانی نے لفظ خاتم کی پوری پوری تشریح کردی ہے۔ قولہ تعالیٰ! ’’بل جاء الحق وصدق المرسلین (صّٰفّٰت:۳۷)‘‘ ﴿البتہ وہ حق لے کر آیا اور اس نے تمام رسولوں کی تصدیق کردی۔﴾

یعنی تمام انبیائے گذشتہ کے خدا کی طرف سے سچے نبی ہونے کی حقیقت پر مہر تصدیق ثبت کردی۔ جو خاتم النبیین کے آنے اور دین الٰہی کے پایۂ تکمیل تک پہنچنے کی خبریں دیتے رہے تھے۔ اگر خاتم (مہر) کے معنی وہ ہوتے جو مرزائے قادیانی نے اپنے دعویٰ نبوت کے اجرائے جواز کے لئے بہ تکلف پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ تو قرآن حکیم میں آئندہ آنے والے نبیوں کے متعلق بھی اسی صراحت کے ساتھ ذکر کا آنا ضروری تھا۔ جس صراحت کے ساتھ زمانہ ماسبق کے مرسلین یزدانی کا ذکر آیا ہے۔ اگر خدا کے خوف کو بالائے طاق رکھ کر کوئی سر پھرا شخص یہ کہنے لگے کہ تمام وہ آیات جو قرآن پاک میں حضرت ختمی مرتبت ﷺ سے متعلق ہیں۔ کسی دوسرے کی نبوت کے لئے مذکور ہوئی ہیں تو اس قسم کے دعویٰ کی بناء پر اسے مفتری اور کذاب کے سوا اور کوئی خطاب نہیں دیا جاسکتا۔

اتمام نعمت

قادیانی اور ان کے پیشوا جہلاء کو دھوکے میں ڈالنے کے لئے یہ کہنے کے بھی عادی ہیں کہ اس سے بڑا ظلم کسی امت پر اور کیا ہوسکتا ہے کہ اس کے افراد سے نبی ہونے کا امکان سلب کر لیا جائے اور حضور سرور کائنات ﷺ کے افضل الانبیاء ومرسلین ہونے کے لئے ضروری ہے کہ حضور کی امت میں بھی بنی اسرائیل کی طرح بہت سے نبی بلکہ دوسری تمام امتوں سے بڑھ کر نبی نازل ہوں۔ اس سے زیادہ تلبیس حق بالباطل اور کیا ہوسکتی ہے کہ ہنر کو عیب اور عیب کو ہنر ظاہر کیا جائے۔ احمقو! پچھلی امتوں میں تشریعی اور غیر تشریعی نبی اس لئے نازل ہوتے تھے کہ دین ابھی کامل نہیں ہوا تھا اور ان امتوں اور قوموں کے لوگ بہت جلد گمراہ ہو جانے اور صحائف آسمانی کو گم کر دینے یا ان میں تحریف کر لینے کے عادی تھے۔ اس لئے ان کی ہدایت کے لئے نبی بھی جلد جلد بھیجنے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ جب نوع انسانی میں خدا کے مکمل دین کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگئی تو آخری نبی کے ذریعے ہدایت کا آخری پیغام بھی پہنچا دیا گیا جو سارے عالموں اور

سارے زمانوں کے لئے ہے۔ لہٰذا ایسی امت کو جو خیر الامم ہے جس کے اختیار کا گروہ اور جس کی آسمانی کتاب قیام قیامت تک کے لئے محفوظ ہے۔ اس میں نئے تشریعی یا غیر تشریعی نبیوں کا مبعوث ہونا کیا معنی رکھ سکتا ہے۔ امت محمدیہ پر باب نبوت کا مسدود ہو جانا اس کی سعادت وافضلیت کی دلیل ہے۔ کیونکہ اس نے خدا کے آخری نبی کا پیغام سنا اور قبول کر لیا اور یاد رکھا اور اس کے پھیلانے کے لئے کوشاں رہی اور رہے گی۔ امت محمدیہ کی افضلیت اسی میں ہے کہ وہ خدا کے کامل دین کی حامل اور اس کے آخری رسول کی امت ہے۔ جس کا عہد پانے کے لئے بنی اسرائیل کے انبیاء آرزو کرتے رہے۔ خدا کا سب سے بڑا انعام یہی ہے کہ اس نے ہمارے آقا ومولاﷺ کو آخری نبی ہونے کی بناء پر اپنی نعمت ہم پر تمام کر دی۔

ایک مغالطہ کی تصریح

تم کہو گے کہ دوسری امتوں کی طرح امت محمدیہ میں بھی غیر تشریعی نبیوں کے مبعوث ہونے کی ضرورت اسی لئے ہے کہ امت کے افراد کو گمراہی سے بچائیں۔ لیکن قرآن حکیم کا دعویٰ یہ ہے کہ ختم المرسلین کے بعد اس امت کو کسی نئے نبی کی تعلیم وتربیت کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ کیونکہ قرآن حکیم نے کسی جگہ بھی کسی نئے نبی کے آنے کی خبر نہیں دی۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ امت تا قیام قیامت گمراہ نہیں ہوگی اور اگر ہوگی تو کسی نئے نبی کے آنے کے بجائے نوع بشر پر وہ الساعت آجائے گی۔ جس کے آنے پر زندگی ختم اور بالکل نئی زندگی شروع ہو جائے گی۔ دین کے کامل ہونے کے معنی یہی ہیں کہ اگر اسے نوع بشر قبول کرنے سے انکار کر دے تو اس کی اصلاح کے لئے کسی نبی کو بھیجنے کی بجائے وہ احکم الحاکمین اسے یوم الحساب میں لا کھڑا کرے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا کے آخری پیغام میں اس آنے والی الساعۃ کی خبر کامل وضاحت، پوری تشریح، مکمل تحکم اور پورے زور کے ساتھ جابجا دی گئی ہے۔ خدائے بزرگ وبرتر نے اس امت کو دین حقہ پر قائم رکھنے اور اس دین کی نشر واشاعت کرنے کے لئے مزید نبی بھیجنے کا وعدہ نہیں کیا۔ بلکہ بتادیا ہے کہ خود مسلمانوں کو یہ کام کرنا ہوگا۔ ملاحظہ ہو ارشاد ربانی۔ ’’کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله (آل عمران:۱۱۰)‘‘ ﴿تم بہترین قوم ہو جو عام لوگوں کے لئے نکال کھڑی کی گئی (تاکہ) تم نیک کاموں کا حکم کرو اور برے کاموں سے منع کیا کرو اور اللہ پر ایمان لائے رکھو۔﴾

’’ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف وينهون

عن المنكر واولیك هم المفلحون (آل عمران:۱۰٤)‘‘﴿اورتم میں ایک گروہ ایسا ہو جو نیک کاموں کے لئے کہتا رہے اور برے کاموں سے روکتا رہے۔(جب لوگ ایسا کریں گے) وہی فلاح پانے والے ہیں۔﴾

پس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والوں کو تم نبی کہنا چاہتے ہو تو سارے مسلمانوں کو نبی کہو۔اس میں کسی مرزائے قادیانی کی تخصیص نہیں۔ورنہ قرآن حکیم کا یہ حکم چون وچرا کئے بغیر تسلیم کرلو کہ حضرت ختمی مرتبتﷺ کے بعد کسی تشریعی یا غیر تشریعی نبی آنے کی ضرورت نہیں۔

مرزائیوں کے لئے لمحۂ فکریہ

مرزائی مستفسر کو اور اس کے رفقائے مسلک کو جو غیر تشریعی نبوت کا باب وار کھنے کے خواہشمند نظر آتے ہیں سوچنا چاہئے کہ ان کے پیشوا نے اپنی نبوت تسلیم کرانے کے لئے تو طرح طرح کی موشگافیوں سے کام لیا اور بحث وجدال کے نئے دروازے کھول دیئے۔لیکن یہ نہ بتایا کہ غیر تشریعی نبوت کا باب صرف اسی کے لئے کیوں کھولا جائے۔کیا وجہ ہے کہ تیرہ سو سال پہلے کے مسلمانوں کو اس سے محروم رکھا اور سمجھا جائے۔پھر انہیں سوچنا چاہئے کہ ان کا پیشوا تو ظلی، بروزی، امتی، نقلی، مجازی، غیر تشریعی نبی ہونے کے دعویٰ کے ساتھ ہی صاحب شریعت نبی ہونے کا مدعی بھی ہے۔بلکہ اپنے کو مجموعہ کمالات انبیاء اور حضرت ختمی مرتبتﷺ سے افضل قرار دینے کی جسارت بھی کرتا ہے۔جس کے ثبوت میں میں ان کے پیشوا کے بعض الفاظ قسط ہفتم میں جو اس بحث کی تمہید کے طور پر لکھی گئی پیش کر چکا ہوں۔پھر وہ کس منہ سے امت محمدیہ پر فقط غیر تشریعی نبوت کے دروازے مسدود ہونے کے ثبوت میں نص قرآنی کے طالب ہوئے ہیں۔اپنے پیشوا کی اس خرافات کو چھپانے کے لئے کیوں کوشاں ہیں۔جس کے جواز کے لئے انہیں کسی قسم کی تاویل نہیں مل سکتی۔امر واقعہ یہ ہے کہ تم میں سے اکثر لوگ اپنے پیشوا کے کذاب ومفتری ہونے کے قائل وشاہد ہیں۔لیکن اغراض اور ہٹ دھرمی کی بناء پر اپنے کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں یا اپنے پیشوا کی طرح دین کو تمسخر خیال کر کے اسے حصول دنیا کا سلسلہ بنائے بیٹھے ہیں۔اگر یہ نہیں تو کیا وجہ ہے کہ تم اپنے پیشوا کی تعلیمات کے بھان متی کے پٹارے کی ہر شے کو صحیح سمجھ کر یہ نہیں کہتے کہ ہم مرزائے قادیانی کو تمام انبیاء سے افضل ختم المرسلین اور صاحب شریعت نبی خیال کرتے ہیں۔اگر تمہارا دین یہ ہے تو میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ تم مسلمان نہیں۔کیونکہ دین اسلام وہی دین کامل

ہے جو نوع بشر کو محمد عربی ﷺ نے دیا اور جس کے احکام قرآن پاک میں موجود ہیں اور جس کے اصول اساسی کی مختصر تشریح میں کر چکا ہوں۔ ’’لکم دینکم ولی دین‘‘

رسول مکتفی اور دین کامل

اب میں ان مرزائیوں سے جو چالاک اور عیار قادیانی گروہ کی تاویلات کے گورکھ دھندے میں اپنی کم علمی اور کوتاہ نظری کے باعث گرفتار ہیں۔ مخاطب ہوکر کہتا ہوں کہ راہ ہدیٰ کی طرف آ ؤ اور اسی صراط مستقیم پر چلو جو خدا نے نوع انسانی کو محمد ﷺ کی وساطت سے دکھایا ہے۔ محمد ﷺ کے بعد ہمیں کسی قسم کے نبی کی ضرورت باقی نہیں رہی اور قرآن کے بعد کوئی کلام ربانی نہیں ہوسکتا جو کسی بندے پر خدا کی طرف سے لوگوں کی اصلاح کے لئے اتارا گیا ہو۔ اگر کسی کو محمد ﷺ کی رسالت اور قرآن کی صداقت میں کلام ہو تو وہ علیحدہ سوال ہے۔ جس کے متعلق اس کی تسکین کے سامان مہیا کئے جاسکتے ہیں۔ سردست میں ان مرزائیوں سے مخاطب ہوں جو قادیانیت کو محمد عربی ﷺ کا لایا ہوا دین اسلام سمجھ کر اس کے دام تزویر میں گرفتار ہیں۔ حضرت باری تعالیٰ عزاسمہ اپنے حبیب پاک ﷺ کو تمام لوگوں کے لئے ساری نوع بشر کے لئے رسول مکتفی ہونے کی سند دیتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ ’’وما ارسلنك الا كافة للناس بشيرا ونذيرا ولكن اكثر الناس لا يعلمون (السبا:۲۸)‘‘ ﴿اور ہم نے تجھے ایسا رسول بنا کر بھیجا ہے جو بشیر ونذیر ہونے کی حیثیت میں الناس یعنی تمام نوع بشر کے مکتفی ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔﴾

نیز فرمایا: ’’یا ایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعاً (الاعراف:۱۵۹)‘‘ ﴿اے نوع بشر میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔﴾

اسی طرح ’’انما انت منذر ولکل قوم هاد (الرعد:۱)‘‘ ﴿تو ڈرانے والا اور تمام اقوام کو ہدایت کا پیام دینے والا ہے۔﴾

اور ’’للعالمین نذیرا‘‘ ﴿تمام جہانوں کے لئے نذیر﴾ اور ’’رحمة للعالمین‘‘ ﴿تمام جہانوں کے لئے رحمت۔﴾ کہہ کر قصہ ختم کر دیا گیا کہ نوع بشر کے لئے رسول مکتفی آ گیا۔

پھر اے قادیانیو! اس بشیر ونذیر کو چھوڑ کر تم کسی دوسرے کو اپنے لئے بشیر ونذیر کس طرح تسلیم کر سکتے ہو۔ جب کہ خدا ساری نوع بشر کے لئے محمد ﷺ کو مکتفی قرار دے چکا ہے۔ اس خدائے جبار کی بازپرس سے ڈرو۔ جس نے اپنی شان حسب ذیل الفاظ میں بیان کرتے ہوئے

بتادیا ہے کہ دین وہی ہے جو اس کے رسول مقبول ﷺ کی وساطت سے مل چکا اور یہی دین تمام ادیان پر غالب آ کر رہے گا۔ ملاحظہ ہو ارشاد ربانی۔ ’’ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون (صف:۹)‘‘ وہ جس نے اپنا رسول ہدیٰ دے کر اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ یہ دین حق تمام ادیان پر غالب آ جائے۔ خواہ مشرکوں کو یہ بات بری ہی کیوں نہ لگے۔

اختتام سلسلۂ نبوت کی برکات

تکمیل دین اتمام نعمت اور ختم نبوت کے متعلق صریح احکام وبین شواہد آ جانے کے باوجود جن سے کسی کو مجال انکار نہیں ہوسکتی۔ یہ حال ہے کہ ذریات ابلیس نے دین اسلام میں رخنہ اندازی کے لئے نبوت ورسالت کے بیسیوں جھوٹے مدعی کھڑے کر دیئے۔ جن میں مسیلمہ کذاب سے لے کر مرزائے دجال تک کئی لوگ شامل ہیں۔ اگر کہیں امت محمدیہ پر بنی اسرائیل یا دوسری اقوام کی طرح نبوت کا باب کھلا ہوتا یعنی دین کی تکمیل معرض عمل میں نہ آئی ہوتی اور انبیاء کی بعثت ہونے کی ضرورت باقی رہتی تو مسلمانوں کی ہر بستی میں کوڑیوں جھوٹے نبی پیدا ہونے لگتے اور عموم ملت کے لئے جھوٹے اور سچے کی پہچان میں اتنی مشکلات پیش آتیں کہ کسی کو اپنے راستے کی درستی کے متعلق اطمینان قلب کی نعمت حاصل نہ ہوسکتی۔ بنی اسرائیل کی تاریخ کے اکثر ادوار میں نبوت کے متعلق یہی انارکی پیدا ہوئی جس کا ثبوت بنی اسرائیل کی کتابوں میں جابجا ملتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی امت محمدیہ پر ختم نبوت وتکمیل دین کا ہو جانا خدا کی ایسی دین ہے جسے وہ خود اتمام نعمت کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ اسی کی بدولت دین اسلام خدا کا آخری دین ٹھہرا اور اس کی ایسی جامع وپائیدار حیثیت قرار پائی۔ جو ہر طرح کی مکانی اور زمانی قیود سے آزاد ہے اور صرف کرۂ ارضی کے مساکنین پر نہیں۔ بلکہ دیگر اجرام سماوی کی باشعور مخلوق پر بھی اس کے احکام محیط ہیں اس اتمام نعمت کی بدولت امت محمدیہ پر لامحدود مادی، روحانی، دماغی، نفسیاتی اور معاشرتی ترقیات کے دروازے کھل گئے اور نوع انسانی کو اپنے پروردگار کی طرف سے کائنات اور اس کی ساری موجودات کو مسخر کرنے اور اللہ کی موجود، کی ہوئی تمام حاضر وآئندہ نعمتوں سے جائز تمتع حاصل کرنے کا پروانہ مل گیا۔ تکمیل دین کے ساتھ ہی نوع انسانی پر شعور کا زمانہ شروع ہوگیا۔ اس کے زاویہ نگاہ میں خدا کے آخری پیغام نے حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دی اور امت محمدیہ کو بتادیا گیا کہ کائنات کی تمام اچھائیاں اور خوبیاں اس کے لئے ہیں جنہیں وہ ایمان اور تقویٰ میں ترقی کرنے

کی شرط کے ساتھ حاصل کر سکتے ہیں۔نوع انسانی کی تاریخ اس عظیم الشان انقلاب پر شاہد عادل ہے جودین اسلام کی بعثت کے باعث اس کی زندگی میں رونما ہوا۔ارشاد نبوی خیر القرون قرنی وخیر الامم امتی میں اسی حقیقت حال کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

تکمیل دین کی ایک مثال

تکمیل دین، اتمام نعمت اور وظیفۂ نبوت کے اپنی معراج کمال تک پہنچنے کی مثال خود حضور سرور کائنات ﷺ (بابی ہو وامی) نے ارشاد فرما کر مسلمانوں کو کسی نبی کے انتظار کی زحمت سے آزاد کر دیا ہے۔ارشاد ہوا ہے۔"عن ابی هريرة ؓ ان رسول الله ﷺ قال ان مثلی ومثل الانبياء من قبلی کمثل رجل نبئ بيتا فاحسنه واجمله الاموضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به ويتعجبون له ويقولون هلا وضعت هذه اللبنة قال فانا للبنة وانا خاتم النبيين (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۱، باب خاتم النبيين)" ﴿حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اور انبیائے گذشتہ کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص نے ایک عمدہ اور خوبصورت گھر بنایا۔مگر اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی۔پس لوگ اس گھر کے گرد پھرنے لگے اور تعجب کرنے لگے کہ یہ ایک اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی۔فرمایا کہ میں وہ اینٹ ہوں اور نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں۔﴾

ظاہر ہے کہ قصر نبوت کے اس طرح پایۂ تکمیل کو پہنچ کر نوع انسانی کے لئے ہدایت ورشد کا لقنار ضیا بننے کے بعد اس امر کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ اس پر مزید اضافہ کیا جائے۔ دوسری امتوں کے لئے مرسلین یزدانی مبعوث ہوتے رہے۔لیکن کسی امت کو یہ سعادت حاصل نہ ہو سکی کہ خدا کے دین کو اپنی مکمل صورت میں پا سکے۔امت محمدیہ پر اللہ کی اس نعمت کا اتمام ہو گیا اور وہ خیر الامم اور شاہد علی الناس قرار پائی اور اسے بتا دیا گیا کہ اس کی زندگی کا مقصد ساری نوع بشر کو اسی دین کامل کا حلقہ بگوش بنانا ہے۔جو حبیب خدا ﷺ کی وساطت سے مل چکا۔اس ظاہر و باہر حقیقت کو تو نہایت موٹی عقل کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ نوع بشر کی نجات اس وقت تک کے لئے ممکن نہیں ہو سکتی۔جب اس کے سلیم الفطرت طبائع کو ایک مرکز پر جمع کرنے کا اصول موجود نہ ہو اور یہ اصول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے سوا اور کوئی ہو نہیں سکتا۔اگر نوع بشر کو ایک مرکز پر لانے کا وظیفہ محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی اور شخص کے لئے مقدر ہوتا تو قرآن پاک تکمیل دین اور اتمام نعمت کا دعویٰ کبھی نہ کرتا۔جو شخص مرد مسلم وفرد مؤمن ہو کر قرآن پاک کے اس دعویٰ کو برحق نہ...

ہے اس کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ حضور سرورکونین ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہوسکتا ہے۔ چہ جائیکہ کسی اور کو افضل الانبیاء جامع کمالات انبیاء اور خاتم الانبیاء سمجھا جائے۔ اس قسم کے دعویٰ کرنے والا شخص ملحد اور خدا کا منکر ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ اللہ کے قائم کئے ہوئے شعائر کی تذلیل وتضحیک کرنے کی جسارت کا مرتکب ہورہا ہے اور جان بوجھ کر دین اسلام کے مسلمات سے استہزاء کررہا ہے۔ ایسے ہی لوگوں سے بچنے کے لئے ہمارے آقا ومولیٰ حضور ﷺ نے ہمیں بتادیا کہ بہت سے مفتری پیدا ہوں گے۔ جو نبوت ورسالت کا دعویٰ کریں گے۔ لیکن ان سب کو دجال اور فریب کار سمجھنا اور ان کے دام تزویر سے بچنا۔ کیونکہ میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ یعنی وظیفۂ نبوت کا اجرا نہیں کرے گا۔ کیونکہ یہ وظیفہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے میں نے پایۂ تکمیل تک پہنچادیا۔ ارشاد نبوی ہے۔ ’’لا تقوم الساعة حتیٰ یخرج کذابون ثلاثون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی (رواہ طبرانی عن نعیم ابن مسعود ورواہ مسلم عن ثوبان) ‘‘ ﴿رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ تیس کذاب نہ نکل لیں۔ جو سب یہی گمان کریں گے کہ وہ نبی ہیں۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔﴾

مرزائے قادیانی کا دعویٰ

قرآن پاک کی ان تصریحات جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں اور حضور سرور کائنات ﷺ کے ان ارشادات کے بعد نبوت کا باب وا ثابت کرنے والوں کی ضلالت وگمراہی کے متعلق کسی مسلمان کو شک نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا مجھے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت کے بطلان کے لئے اس کی عجیب وغریب زندگی۔ اس کے اخلاق واطوار اور اس کی عادات وخصائل کو زیر بحث لانے کی ضرورت نہیں۔ جن میں سے ایک ایک چیز اس کی تکذیب کر رہی ہے۔ مرزائے قادیانی نے اپنی نبوت کو واضح نشان دکھانے کے لئے اپنے ہی خاندان کی ایک لڑکی محمدی بیگم کو اپنے حبالۂ عقد میں لانے کے لئے جو سرتوڑ اور خلاف آداب معاشرت کوششیں کیں وہ نہ مجھ سے مخفی ہیں نہ قادیانی ان پر پردہ ڈال سکتے ہیں۔ اس لڑکی کے حصول کے لئے مرزائے موصوف نے اپنے بیٹے کو اس بناء پر عاق کردیا کہ اس نے اپنی بے قصور بیوی کو جو محمدی بیگم کے قرابت داروں میں سے تھی طلاق کیوں نہیں دی۔ اپنے لڑکے اور اپنی بہو کی ازدواجی زندگی کو اپنی ایک خواہش پر

بلاوجہ اور بلاقصور قربان کر دینے کا اقدام جس اخلاق کے شخص سے ہوسکتا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اگر قادیانی حضرات اس دلچسپ داستان کو از سر نو سننے کے متمنی ہوئے تو انہیں اپنے پیغمبر کی یہ کہانی خود اس کی زبانی سنادی جائے گی۔ کیا اسی معیار شرافت کا اظہار کرنے والے شخص کے دعاوی کے لئے قادیانی حضرات کو تشریعی یا غیر تشریعی نبوت کا باب وا کرنے کی ضرورت لاحق ہو رہی ہے۔ اگر صحت عقائد وسلامتی ایمان کی ذرہ بھر پرواہ بھی ہے تو اے مرزائیو! تمہیں اپنی عاقبت کی فکر کر لینی چاہئے اور اگر ہٹ دھرمی کے ساتھ تمہیں اپنی ضلالت وگمراہی پر قائم رہنا ہے تو تم جانو اور خدائے جبار وقہار کی وہ ڈھیل جو تم ایسے لوگوں کی رسی دراز ہونے کے لئے وہ دے دیا کرتا ہے۔ ’’قاتلهم الله فانّٰی یوفکون (منافقون:٤)‘‘ ﴿ان پر خدا کی مار یہ کہاں بھٹکے جا رہے ہیں۔﴾

قرآن پاک کی ایک آیت کا مفہوم

قادیانی مستفسر کا چوتھا سوال حسب ذیل ہے۔ آیہ شریفہ ’’ولو تقول علینا بعض الاقاویل لا خذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین (الحاقه)‘‘ جو بطور دلیل آنحضرت ﷺ کو شاعر اور کاہن کہنے والوں کے سامنے پیش کی گئی ہے۔ یہ بطور قاعدہ کلیہ کے ہے یا نہیں۔ اگر بطور قاعدہ کلیہ کے نہیں تو پھر یہ دلیل مخالفین کے لئے کس طرح وجہ تسکین ہوسکتی ہے۔ جاء الاحتمال بطل الاستدلال کو مدنظر رکھ کر جواب دیں۔

مستفسر نے اپنے سوال میں جس آیت شریفہ کا حوالہ دیا ہے اس کے سیاق وسباق کو پیش نظر رکھنے کے بعد صاف طور پر یہ حقیقت مترشح ہو جاتی ہے کہ حضرت باری تعالیٰ جل شانہ نے یہ آیات منکرین رسالت ومعترضین کلام الٰہی کے سامنے بطور استدلال نازل نہیں فرمائیں اور نہ ان میں کسی قسم کا قاعدہ کلیہ بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ صرف ان مشککین کی تسلی کے لئے آئی ہے جو حضور ﷺ کی رسالت کو برحق جاننے کے باوجود اس شبہ میں گرفتار تھے کہ شاید محمد ﷺ خدا کے کلام میں بعض اپنی باتیں بھی شامل کر دیتے ہوں۔ لفظ بعض الاقاویل (بعض باتیں) اس پر شاہد ودال ہے۔ اس امر کو جاننے کے لئے ان آیات میں نہ تو کوئی قاعدہ کلیہ بیان کیا گیا ہے اور نہ ان سے کسی قسم کا استدلال مقصود ہے۔ سورۂ الحاقہ کے آخری رکوع پر جن میں یہ آیات مذکور ہیں۔ ایک نظر ڈال لینا ضروری ہے تاکہ سیاق وسباق پر غور کرنے کے بعد اس تحریف مطلب کی قلعی کھل جائے۔ جس کے مرتکب قادیانی ماوّل اپنے نظریہ کو ثابت کرنے کے لئے ہو رہے ہیں۔

’’قال الله تعالیٰ عزاسمه ۰ فلا اقسم بما تبصرون ۰ وما لا

تبصرون ۰ انه لقول رسول كريم ۰ وماهو بقول شاعر قليلا ما تؤمنون ۰ ولا بقول كاهن قليلا ما تذكرون ۰ تنزيل من رب العالمين ولو تقول علينا بعض الاقاويل ۰ لاخذنا منه باليمين ۰ ثم لقطعنا منه الوتين ۰ فما منكم من احدعنه حاجزين وانه لتذكرة للمتقين ۰ وانا لنعلم ان منكم مكذبين وانه لحسرة على الكفرين وانه لحق اليقين ۰ فسبح باسم ربك العظيم (الحاقه:۳۸تا۵۲) ’’﴿پس میں ان اشیاء کی قسم کھاتا ہوں جو تم دیکھ رہے ہو اور ان اشیاء کو جنہیں تم نہیں دیکھتے (اس امر پر) کہ بے شک یہ معزز رسول کا قول ہے اور کسی شاعر کا قول نہیں تم لوگ بہت کم ایمان لاتے ہو۔ نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے تم لوگ بہت کم غور کرتے ہو۔ رب العلمین کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ اگر وہ (رسول) بعض باتیں ہم پر گھڑ کر لگا دیتا تو ہم اس کو داہنے ہاتھ سے پکڑتے اور اس کی شاہ رگ کاٹ ڈالتے۔ پھر تم میں سے کوئی بھی آڑے نہ آتا۔ بے شک یہ قرآن پرہیزگاروں کے لئے تذکرہ ہے اور ہم جانتے ہیں کہ بے شک تم میں سے بعض لوگ اس کے جھٹلانے والے ہیں اور بیشک یہ قرآن نہ ماننے والوں کے لئے حسرت لانے کا باعث ہوگا اور بیشک یہ قرآن یقینی اور حتمی ہے۔ پس اپنے رب عظیم کے نام کا ورد کیا کر۔﴾

استشہاد کا حقیقی مرجع

ظاہر ہے کہ اس رکوع میں قرآن پاک کے تنزیل من رب العالمین ہونے پر استشہاد واستدلال کے طور پر وہ چیز پیش نہیں کی گئی جو قادیانی مستفسر نے بیان کی ہے۔ بلکہ اصول کلام ربانی کے مطابق خدائے پاک نے ’’بما تبصرون وما لا تبصرون ‘‘﴿جسے تم دیکھ رہے ہو اور جسے تم نہیں دیکھتے۔﴾ یعنی ساری کائنات اور اس کے مخفی عوامل کی طرف انسانوں کو توجہ دلائی ہے اور ایمانداری کے ساتھ ان پر غور کرنے کا حکم دیا ہے۔ جس کے بعد اس امر میں شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ سکتی کہ قرآن خدا کا کلام ہے اور خدائی کلام میں بعض من گھڑت باتیں اپنی طرف سے شامل کرنے اور اس کے نتیجہ میں سزا پانے کے متعلق جو کچھ مذکور ہوا ہے۔ وہ خاص حضرت رسول کریم ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق ہے۔ سباق کی عبارت پر غور کرنے کے بعد جب معترض قرآن کے خدائی کلام ہونے کا قائل ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں رسول کریم ﷺ کے متعلق یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس امر کی کیا ضمانت ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ اپنی طرف سے بعض اقاویل کلام ربانی میں شامل نہیں کرتے تو اسے بتا دیا جاتا ہے کہ اگر رسول کریم جو شروع ہی سے

صادق الامین چلے آرہے ہیں ایسی جسارت کے مرتکب ہوتے تو خدا انہیں سخت سزا دیتا۔ اس آیت سے کسی طرح یہ معنی نہیں نکالے جاسکتے کہ اس میں تمام رسولوں کے متعلق سنت الٰہی بیان کی گئی ہے اور خدا پر یکسر افتراء باندھنے والوں کی سزا کے لئے کوئی قاعدہ کلیہ بیان کر دیا گیا ہے۔

واقعات کی شہادت بیّن

اپنے پیرومرشد کی خرافات کو اس آیت کے تحریف کردہ معانی کے بل پر خدائی الہام ثابت کرنے کے لئے مضطرب ہونے والے مرزائیوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ جس بات کو وہ اپنے محرف معانی کے بل پر سنت الٰہی قرار دے رہے ہیں واقعات اس کی تغلیط کرتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں بے شمار جھوٹے نبی پیدا ہوئے۔ جنہوں نے باب نبوت کے وا ہونے کی رخصت سے فائدہ اٹھا کر مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح لوگوں کو دھوکے میں مبتلا کرنے کی کوشش کی اور خدائے بزرگ و برتر نے ایسی مفتریوں کی رسی دراز کی اور انہیں ڈھیل دی۔ قادیانی مستفسر کو ایسے جھوٹے نبیوں کے حالات معلوم کرنے کا شوق ہو تو کتاب مقدس کا پرانا عہد نامہ پڑھ لے اسے معلوم ہو جائے گا کہ خدا کے بعض سچے نبی ابتلاؤں اور مصیبتوں میں مبتلا ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ بعض شہید بھی کر دیئے گئے اور اللہ پر افتراء باندھنے والوں نے بادشاہوں کے مقرب بن کر زندگی گزاری۔ بنی اسرائیل کا قصہ جانے دیجئے۔ خود امت محمدیہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح اللہ پر افتراء باندھنے والے متنبّی پیدا ہوئے۔ لیکن بطش ایزدی نے انہیں قادیانی نظریہ کے مطابق سخت پکڑ کرنے کے بجائے اپنی سنت جاریہ کے مطابق مہلت دی۔ جن میں بعض کے نام حسب ذیل ہیں۔ ’’محمد ابن تومرت ساکن جبل سوس۔ جس نے برابر ۲۴ سال اپنی جھوٹی نبوت و مہدویت کا چکر چلایا۔‘‘ (فتوحات اسلامیہ بحوالہ تاریخ کامل، ج۹ص ۱۹۵)

طریف ابوصبیح وصالح بن طریف جن میں موخر الذکر نئی کتاب کے نزول کا مدعی تھا جس کی چند سورتوں کے نام الدیک، الحمر، الفیل، آدم، نوح، ہاروت و ماروت، ابلیس، غرائب الدنیا وغیرہ تھے۔ انہوں نے سلطنت کی بنیاد ڈالی اور ان کے بعد پشتوں تک ان کے خاندان کی سلطنت قائم رہی۔ (ابن خلدون)

پس ثابت ہو گیا کہ: ’’ولو تقول علینا بعض الاقاویل لا خذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین ‘‘ میں ذات باری تعالیٰ نے معترضین نبوت کو قائل کرنے کے لئے کوئی قاعدہ کلیہ بیان نہیں فرمایا۔ بلکہ متشککین کا شک دور کرنے کے لئے خود حضورﷺ کی

صداقت پر اپنی طرف سے شہادت بیان کی ہے۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ قرآن پاک کو کلام ربانی تسلیم نہیں کرتے ان سے یہ کہنا کہ اگر پیغمبر ﷺ نے بعض باتیں اپنی طرف سے بنالیں تو ہم اس سے یہ سلوک کریں گے۔ ان کی تسلی کا موجب نہیں ہوسکتا۔ یہ ارشاد ربانی انہیں لوگوں کو تسلی دے سکتا ہے جو حضور پر نزول وحی کے قائل تو تھے لیکن اس میں ملاوٹ کئے جانے کا شبہ کرتے تھے۔

مرزائیوں سے خطاب

''یحرفون الکلم عن مواضعہ'' کے جرم کے مرتکب ہونے والے مرزائیوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ انہیں اپنے پیشوا کے باطل دعاوی کو برحق ثابت کرنے کی کوششوں میں کیسی کیسی تاویلیں کرنے اور کیسے کیسے مسائل گھڑنے کی ضرورت محسوس ہورہی ہے اور یہی وہ دجل وتلبیس ہے جس کے دام میں وہ بعض سادہ لوح اشخاص کو پھنسا لیتے ہیں اور قرآن پاک کی آیات کے غلط معنی کر کے ان کے اصلی مطلب کو توڑ مروڑ کر اور انہیں اپنے صحیح محل استعمال سے ہٹا کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ یہ دین اسلام کو سمجھنے اور حاصل کرنے کی صورتیں نہیں بلکہ طرح طرح کی مفسدہ پردازیوں کے دروازے کھول کر اس کی تخریب کے درپے ہونے کی باتیں ہیں۔ اسے اپنی ہواوہوس کے مطابق بنانے کی کوششیں ہیں۔ میں اس سلسلۂ مضمون گزشتہ اوراق میں قادیانی متنبّی کی تعلیم اور اس کے اقوال کو اسلام کی تعلیم اور قرآن پاک کے نصائص کے مقابل رکھ کر دکھا چکا ہوں کہ قادیانیت اسلام کے اصل الاصول کی کسوٹی پر پوری نہیں اترتی۔ اس کے پیشواء نے توحید ذات باری تعالیٰ عزاسمہ کے اسلامی تصور کو مسخ کر کے عیسائیوں اور آریوں کی طرح خدائے تعالیٰ کے متعلق مغشوش اور غلط تصور کو پیش کیا۔ نبوت رسالت کے اسلامی عقیدہ کو پس پشت ڈال کر اس سے استہزاء بلکہ اس کی توہین کا مرتکب ہوا۔ جہاد کے احکام پر جو قرآن پاک میں کامل تصریح کے ساتھ مذکور ہوئے ہیں۔ خط نسخ کھینچنے کی کوشش کی، حج باطل کر دیا۔ مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور دیگر شعائر اللہ کی تحقیر کا مرتکب ہوا۔ پھر میں ایک قادیانی مستفسر کے جواب میں اس امر کی تصریح بھی کر چکا ہوں کہ قرآن پاک کے معارف سمجھنے کے لئے دوراز کار تاویلیں کرنا جسے شرعی اصطلاح میں تفسیر بالرائے کہتے ہیں۔ اسلام سیکھنے کا طریق نہیں بلکہ اس سے دور بھاگنے کے کرتوت ہیں اور نصائص قرآنی پیش کر کے اتمام حجت پیش کر چکا ہوں کہ حضور سرورکونین ﷺ کی رسالت کے بعد قیامت تک ہر قسم کی نبوت رسالت کے دعاوی باطل ہیں۔ صحبت امروز میں قادیانی مستفسر کے کھائے ہوئے اس فریب کی قلعی بھی کھول دی گئی۔ جس میں عیار مرزائیوں نے اسے اور اس جیسے

دوسرے قادیانیوں کو سورۂ الحاقہ کے آخری رکوع کے غلط معانی بتا کر مبتلا کر رکھا ہے۔ اس کے باوجود اگر حق کی روشنی ان کے قلوب میں سرایت نہیں کرتی تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

''ختم اللّٰہ علیٰ قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب عظیم (البقرہ:۷)'' ﴿اللہ نے ان کے دلوں پر ان کے کانوں پر مہر کر دی اور ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے اور ان کے لئے عذاب عظیم تیار ہے۔﴾

قادیانیوں کو واضح ہو کہ وہ ختم اللہ کے معنی ہی سے لفظ خاتم کے معنی کا استنباط کر سکتے ہیں اور جان سکتے ہیں کہ جس چیز پر اللہ اپنی مہر کر دیتا ہے وہ پھر وا نہیں ہوا کرتی۔

آگے چل کر میں ان فریبوں کی ردال چاک کروں گا جو مرزائے قادیانی نے اپنی مہدویت اور مسیحیت منوانے کے لئے سادہ لوح مرزائیوں کے لئے تیار کر رکھی ہے اور جس کے دجالی تار و پود کے نیچے مرزائی حضرات سر چھپا کر یہ سمجھ لینے کے عادی ہیں کہ وہ بڑے ہی محفوظ مامن میں بیٹھے ہیں۔ متذکرہ صدر تصریحات کے بعد ان مباحث میں پڑنے کی ضرورت تو نہ تھی۔ لیکن بعض مرزائیوں نے ان کے متعلق استفسارات کئے ہیں۔ لہٰذا لگے ہاتھوں ان کی توضیح کر دینا بھی ضروری ہے۔ قادیانیوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ حق کی بینات کے مقابلہ میں تاویلات لاطائل کی تدلیس کے سوا اور کوئی وزنی شے پیش نہیں کر سکتے۔

''ومنھم امیون لا یعلمون الکتاب الا امانی وان ھم الا یظنون فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللّٰہ لیشتروا بہ ثمناً قلیلاً فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل مما یکسبون (البقرہ:۷۸،۷۹)'' ﴿اور ان میں کچھ جاہل لوگ بھی ہیں جو کتاب کو اپنی ہوا و ہوس کا ذریعہ سمجھنے کے سوا اور کچھ اہمیت نہیں دیتے۔ یہی لوگ ہیں جو محض گمان پر چلتے ہیں۔ پس ان لوگوں پر افسوس جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے معاوضہ میں تھوڑی سی قیمت حاصل کر لیں۔ پس ان پر افسوس اس کے باعث جو وہ اپنے ہاتھوں لکھتے ہیں اور اس کے لئے بھی افسوس جو وہ (اس کے معاوضہ میں) کمائی کرتے ہیں۔﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ...... عرض حال

جن لوگوں کو روزانہ اخبارات کے کاروبار سے ذرہ بھر بھی واقفیت ہے وہ جانتے ہیں کہ ایک روزنامہ نویس کی مصروفیتیں کس قدر بڑھی ہوئی اور اس کے اوقات کس طرح بٹے ہوئے

ہوتے ہیں۔ لہٰذا اگر محولہ بالا عنوان کے سلسلۂ مضامین کی اقساط کی اشاعت کچھ عرصہ کے لئے معرض تعویق اور محل التواء میں پڑی رہی تو راقم الحروف کے مشاغل کی اس بھرمار کو سبب قرار دینے میں قارئین کرام سراسر حق بجانب ہیں۔ جن سے ایک روزنامہ نویس کی زندگی کو ہر وقت دوچار رہنا پڑتا ہے۔ لیکن ہمارے قادیانی دوستوں نے اس التواء کو اپنے متنبّی کی کرامت کہنا شروع کر دیا کہ قادیانیت کے کاسہ سر پر اسلام کا البرز شکن گرز چلانے والے مدیر وسردبیر کے ہاتھ شل ہوگئے۔ اس کے دماغ کی ساری قوتیں سلب کر لی گئیں۔ اس کا گرز پاش پاش ہوگیا اور وہ سر پکڑ کر بیٹھنے پر مجبور ہورہا ہے۔ راقم الحروف قادیان کے اخبار الفضل کی اس قسم کی تعریضات کو متبسم ہوہو کر ایک گونہ خوش مزگی کے ساتھ پڑھتا رہا اور ان اثرات کے نتائج کا منتظر رہا جو ان تمہیدی مضامین کی اشاعت سے اطراف واکناف مملکت میں پیدا ہورہے تھے۔ یہ امر میری انتہائی خوشی، دل جمعی اور حوصلہ افزائی کا موجب ہے کہ میرے قلم سے نکلے ہوئے ان مضامین نے جہاں قادیانیت کی دنیا میں ایک تہلکہ عظیم برپا کر دیا۔ وہاں مسلمانوں کے ہر طبقہ نے اسے انتہائی پسندیدگی اور مقبولیت کی نگاہ سے دیکھا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

قادیانیوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ اسلام کا البرز شکن گرز بفضل ایزدی وفیض سرمدی ان کے دجل وزور کی ایسی سرکوبی کر کے چھوڑے گا کہ پھر اسے سر اٹھانے کی سکت ہی نہ رہے گی اور ان کی تلبیس حق بالباطل کے پردے اس طرح چاک کر دیئے جائیں گے کہ دیکھنے والی آنکھیں پھر دھوکا نہیں کھائیں گی اور دین حقۂ اسلام میں رخنہ اندازیوں کا وہ طلسم جو قادیانی متنبّی اور اس کے متبعین نے عامتہ المسلمین کی علم دین سے بےخبری سے فائدہ اٹھا کر مسیحی حکومت کے ایما اور عیسائی کلیساؤں سے عقد کر کے شروع کر دیا تھا یکسر ٹوٹ کر رہے گا۔ ’’یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولوکرہ الکفرون‘‘

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اب میں قادیانی مستفسرین کے ان سوالات کو لیتا ہوں جو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی ان کے رفع الی السماء اور نزول الی الارض وغیرہ کے متعلق کئے ہیں۔ ان سوالات میں الفضل قادیان کے وہ سوالات بھی شامل ہیں جو اس نے ’’تثلیثی مسیحیت‘‘ کی نمائندگی کرتے

ہوئے اس خاکسار سے کئے ہیں اور جن کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ قادیانی متنبیؔ کی اس خرافات کے لئے جواز کا پہلو پیدا کر کے دکھایا جائے۔ جو اس نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ملحدانہ دریدہ دہنی سے کام لے کر اپنی تصنیفات میں متعدد مقامات پر کی ہے۔قادیانی مستفسرین کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان کے تمام سوالات کا جواب تذکار ذیل میں اپنے اپنے موقع پر آ جائے گا اور حسب موقع ان کے سوالوں کا ذکر بھی کر دیا جائے گا۔

مرزا کے دعاوی کی بنیاد

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت، زندگی، وفات یا رفع الیٰ السماء، نزول وغیرہ کے مباحث سے جن پر یہودیوں، عیسائیوں، مسلمانوں، قادیانیوں میں کئی قسم کے جھگڑے رونما ہو چکے ہیں اور ان مذاہب کے پیرووں کے مختلف فرقوں کے مابین کئی قسم کے اختلافی خیالات موجود ہیں سردست قطع نظر کر کے ہم مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی کی اساس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جس پر اس نے اپنے نئے مذہب کی عمارت کھڑی کرنے کی کوشش کی اور جس کے جواب کے لئے اسے دلیل و برہان کے میدان میں قدم قدم پر ٹھوکر کھا کر بے شمار قلابازیاں کھانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ کیا کہ قیامت کے نزدیک جس مسیح کے آنے کی خبر مختلف کتب سماوی اور احادیث رسول مقبول ﷺ میں دی گئی ہے وہ میں ہوں اور میرے سوا ان پیشگوئیوں کے مورد کا مستحق اور کوئی نہیں۔ ازبس کہ کسی دوسری شخصیت کی جگہ دنیا کو دھوکا دینے کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنا آسان کام نہ تھا۔ لہٰذا اسے اپنے دعویٰ کی بنیاد انتہا درجہ کے بودے اور لچر استدلال پر رکھنی پڑی اور وہ مجبور ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فوت شدہ قرار دے کر ان کے نزول یا ظہور کے امکانات کو مسدود ثابت کر دے تاکہ اخبار کی روشنی میں لوگوں کو کسی دوسرے مسیح کی جستجو پیدا ہو تو وہ طرح طرح کے حیلوں سے کام لے کر اپنی مسیحیت کا اقرار لینے کے درپے ہو جائے۔ مشکل یہ تھی کہ اخبار مذکورہ میں صاف طور پر اسی عیسیٰ ابن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کے آنے کی خبر دی گئی تھی۔ جو حضرت رسول کریم ﷺ کی بعثت سے کوئی چھ سو سال پہلے ملک شام کے یہودیوں کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور جن کی الوہیت کے افسانے تراش تراش کر عیسائیوں نے خدائی دین کی صورت کو مسخ کر دیا تھا۔ اس مشکل کے ارتفاع کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کو طرح طرح کی حیلہ جوئیوں سے کام لینا پڑا۔ جن کی ایک مثال میں کسی سابقہ قسط میں

برسبیل تذکرہ بیان کر چکا ہوں اور جسے دوبارہ یہاں اس لئے نقل کرتا ہوں کہ قارئین کو یاد آجائے کہ مرزائے موصوف نے ''ابن مریم'' کہلانے کے لئے کیسی کیسی بیہودہ دلیلوں سے کام لیا اور تعجب کا مقام یہ ہے کہ اس کے پیرو اسی قسم کے استدلال کو جس کی لغویت اظہر من الشمس ہے۔ دلیل آسمانی سمجھتے اور قبول کر لیتے ہیں۔ مرزاغلام احمد نے لکھا: ''مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرادیا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ الہام مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔''

(کشتی نوح ص۴۷، خزائن ج۱۹ ص۵۰)

''اس بارہ میں قرآن کریم میں بھی ایک اشارہ ہے اور وہ میرے لئے بطور پیش گوئی کے ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اس امت کے بعض افراد کو مریم سے تشبیہ دیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ وہ مریم عیسیٰ سے حاملہ ہوگئی اور سب ظاہر ہے کہ اس امت میں کسی نے بجز میرے اس بات کا دعویٰ نہیں کیا کہ میرا نام خدا نے مریم رکھا اور پھر اس مریم میں عیسیٰ کی روح پھونک دی ہے اور خدا کا کلام باطل نہیں۔ ضرور ہے کہ اس امت میں کوئی اس کا مصداق ہو اور خوب غور کر کے دیکھ لو اور دنیا میں تلاش کرلو کہ قرآن شریف کی اس آیت کا بجز میرے کوئی مصداق نہیں۔ پس یہ پیش گوئی سورۂ تحریم میں خاص میرے لئے ہے اور وہ آیت یہ ہے۔'' ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجها فنفخنا فیه من روحنا (مریم)'' (حقیقت الوحی ص۳۳۷ حاشیہ، خزائن ج۲۲ ص۳۵۰)

مرزائے قادیانی کی متذکرہ صدر تحریر زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ اس کا گوئندہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم بنت عمران کی آمد کا قائل ہونے کے ساتھ ہی خود مسیح موعود کہلانے کا شائق ہے اور اس شوق میں وہ یہ بھی نہیں دیکھ سکتا کہ جو الفاظ اس کے منہ سے نکل رہے ہیں ان کی حیثیت فہم عامہ اور عقل سلیم کی روشنی میں کیا ہے؟ پس جس شخص کو مسیح موعود کہلانے کا شوق، مریم یا مثیل مریم بن کر استعارہ کے رنگ میں خدا کی روح سے حاملہ ہونے اور پھر اس عمل کے نتیجہ کے طور پر خود ہی پیدا ہو کر عیسیٰ یا مسیح کہلانے کی لچر اور پوچ بات کہنے پر آمادہ کر سکتا ہے۔ اس کے لئے اپنی مسیحیت کا ڈھول پیٹنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اور قبر وغیرہ کے افسانے تراشنے اور کئی قسم کے اشتباہات پیدا کر کے اپنے دعویٰ کے لئے راستہ صاف کرنے میں کیا تأمل ہو سکتا ہے۔ لطف یہ ہے کہ مرزاغلام احمد قادیانی نے اپنے مریم بننے، حاملہ ہونے اور اپنے

استعاراتی شکم سے خود پیدا ہو کر مثیل عیسیٰ بننے پر اپنے دعویٰ کے سوا اور کوئی شہادت پیش نہیں کی۔ بلکہ صرف یہ کہہ دیا کہ امت محمدیہ میں مثیل مریم بننے کا دعویٰ میرے سوا کسی نے نہیں کیا۔ لہٰذا میں نے حاملہ ہو کر خود اپنے آپ کو جنا اور عیسیٰ بن گیا۔ ”لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم“

اگر اس قسم کی دور از کار تاویلات گھڑنے کے بجائے جو ماؤں کی کیفیت ذہنی وساخت دماغی کا پتہ دے رہی ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی یہ کہہ دیتے کہ قریہ شام کے جس لقنار پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر دی گئی وہ لقنار میری ذات ہے اور اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح آسمان دوم سے اتر کر حلول کر چکی ہے تو متذکرہ صدر تاویل کی بہ نسبت اکثر لوگوں کو زودتر فریب میں مبتلا کر سکتے۔ لیکن وہ جو کہا جاتا ہے کہ عیب کرنے کے لئے ہنر چاہئے۔ ہمارے متنبّی کی ذات ہنر سے یکسر خالی تھی۔

ختم نبوت اور نزول مسیح

ان تمہیدی اشارات کے قلمبند کرنے کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ قارئین پر اس حقیقت کو واضح کر دیا جائے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت، حیات، ممات، رفع الیٰ السماء، نزول وظہور وغیرہ کے متعلق جتنے سوالات تثلیثی مسیحیوں کے ساتھ مل کر پیدا کر رکھے ہیں اور جو ناواقف اور کم آگاہ اشخاص کے دماغوں میں طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا کرنے کا موجب بن جاتے ہیں ان سب کی علت اس ناشدنی خواہش میں مضمر ہے کہ کسی طرح مرزائے قادیانی کی مسیحیت کا ڈھونگ کھڑا کیا جائے۔ آئندہ ان تمام سوالات کا تجزیہ کر دیا جائے گا جو اس سلسلہ میں لوگوں کو فریب دینے کے لئے خواہ مخواہ گھڑے گئے ہیں اور دکھا دیا جائے گا۔ ایک ایسے مبحث کو جس کا عقائد اسلامی کی اساس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ خواہ مخواہ کی اہمیت دے کر امت محمدیہ میں طرح طرح کے فتن کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو مبدء فیاض سے یہ سرمدی تعلیم مل چکی ہے کہ دین الٰہی اپنی مکمل صورت میں انہیں مل چکا۔ جو تا قیام قیامت زندہ وقائم رہے گا۔ خدا کا کوئی فرستادہ اس دین میں اضافہ کرنے کے لئے نہیں آئے گا۔ نوع انسانی کو اس مکمل دین تک پہنچانے کے لئے جتنے پیغمبر مبعوث ہونے تھے ہو چکے اور ہر ایک نبی نے مخلوق خداوندی کو من حیث دین پہلے کی بہ نسبت آگے لے جانے کی خدمت ادا کی۔ اس عقیدہ کے ہوتے ہوئے مسلمانوں پر کسی نئے نبی پر ایمان لانے کی ضرورت کے تمام دروازے مسدود ہو گئے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول، احیاء ظہور کی صورت

میں اگر اسے ضروری سمجھ لیا جائے، اسلام کے دین کامل کے پیرووں کے معتقدات اساسی پر کوئی زد نہیں پڑتی اور انہیں مسلمان ہونے کے لئے اس امر کا تسلیم کرنا یا نہ کرنا ضروری نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیوی مستقبل کے متعلق کیا عقیدہ رکھیں۔ ان کے لئے یہ ضروری ہے کہ نبوت ورسالت کے کسی نئے دعویٰ دار کو کذاب سمجھیں۔ کیونکہ اس کے بغیر وہ مسلمان نہیں رہ سکتے۔ خدا کے اسی جلیل القدر پیغمبر یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن حضرت مریم علیہا السلام کا قیامت کے نزدیک اس دنیا میں تشریف لانا اس لئے نہیں مانا جارہا ہے کہ وہ دین اسلام کے کسی نقص کو پورا کرنے کے لئے ازسرنو مبعوث ہوں گے۔ کیونکہ دین اسلام تو دین کامل ہے۔ بلکہ ان کی آمد وتشریف آوری کی غرض وغایت بالکل دوسری ہے۔ جسے میں اپنے موقع پر بالتصریح بیان کردوں گا۔ اس موقع پر صرف اتنا عرض کردینا ضروری ہے کہ جس کل کو نوع انسانی کی ملک بنانے کے لئے انبیائے کرام مبعوث ہوتے رہے اور اس کل کی تکمیل کے لئے سابقہ طے شدہ کام پر اضافہ کرتے رہے۔ اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا سہرا صرف ایک ہی ذات قدسی کے لئے مختص تھا۔ جب اس وجود قدسی کا ظہور ہوگیا تو اس کے عہد میں کسی سابقہ پیغمبر کا موجود ہونا اس کے خاتم النبیین ہونے کی نفی نہیں کرتا۔ البتہ کسی نئے شخص کے نبی ہوکر مبعوث ہونے کی ضرورت اسی وقت قابل تسلیم ہوگی جب دین اسلام کو ناقص اور اس کے الفاظ میں تحریف وتبدیلی یا ان کی گم شدگی کا امکان تسلیم کرلیا جائے۔ اس صورت میں ماننا پڑے گا کہ خاتم الانبیاء یعنی وہ نبی جس کی وساطت سے خدا کا دین پایۂ تکمیل کو پہنچے اور اللہ کی وہ نعمت جو روز ازل میں نوع انسانی کی نجات کے لئے مقدر ہوچکی تھی اور انبیائے کرام علیہم السلام کی وساطت سے اس تک جزأ جزأ پہنچتی رہی، تمام ہو۔ اس صورت میں قرآن پاک کے وہ تمام ربانی ارشادات جو ''الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا'' اور ''نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون'' کی صورت میں مذکور ہوئے ہیں، غلط ٹھہرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر حضرت ختمی مرتبت ﷺ کے عہد تک تمام انبیائے کرام علیہم السلام یا ان کی ایک تعداد کثیر زندہ رہتی تو ان کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار ہی نہ تھا کہ اسی دین کو جس کے بعض حصوں کو نوع انسانی کی مختلف اقوام تک پہنچانے کا کام وہ سرانجام دیتے رہے تھے۔ اپنی کامل ومکمل شکل میں پاکر اس کے سامنے سر تسلیم واطاعت جھکا دیتے اور حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی امت میں داخل ہوجاتے۔ جو اس دین کامل کو قبول کرنے اور اسے تا قیام قیامت برقرار رکھنے کی سعادت کے باعث خیر الامم کہلانے کی

مستحق بنی۔ میں لکھ چکا ہوں کہ قرآن پاک کی آیت:’’واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین لما آتیتکم من الکتاب والحکمۃ ثم جاء کم رسول مصدقالما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ء اقررتم واخذتم علیٰ ذلکم اصریٰ قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشھدین (آل عمران:۸۱) ‘‘﴿جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ میں جو تم کو کتاب اور شریعت دیتا ہوں (تو اس شرط پر) کہ جب تمہارے پاس وہ رسول پہنچے جو اس دین کی جو تمہارے پاس ہے تصدیق کرنے والا ہو تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا کہا کیا تم نے یہ اقرار کیا سب نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا دیکھو اس امر پر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔﴾

اسی مطلب پر شاہد و دال ہے۔ اس آیۂ شریفہ میں تمام نبیوں کو ایک طرف اور آنے والے رسول کو جس پر ایمان لانے کے لئے میثاق لیا جارہا ہے ایک طرف رکھا گیا ہے۔ یہ حقیقت تورات اور انجیل کے صحائف پڑھنے کے بعد اور بھی روشن ہو جاتی ہے۔ جن میں جا بجا بنی اسرائیل کے انبیاء نے آنے والے رسول کی نہ صرف خبر دی ہے۔ بلکہ اپنے آپ پر اس آنے والے کی فضیلت و برتری کا اعتراف بھی کیا ہے اور حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی بعثت کا انتظار حضورؐ کی تشریف آوری سے قبل اس قدر شدید تھا کہ قرآن پاک نے ان اہل کتاب کے متعلق جو انتظار کرنے، جاننے، سمجھنے اور پہچاننے کے باوجود حضرت ختمی مرتبت ﷺ پر ایمان لانے میں متذبذب و متأمل تھے۔’’الذین اٰتینھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم وان فریقا منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون (البقرہ:۱۴۶) ‘‘﴿جن لوگوں کو ہم نے کتاب دے رکھی ہے وہ (رسول ختمی مرتبت کو) اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ لیکن بے شک ان میں ایک گروہ حق کو چھپا رہا ہے۔ حالانکہ وہ حقیقت حال سے آگاہ ہے۔﴾

’’الذین اٰتینٰھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم الذین خسروا انفسھم فھم لا یؤمنون (انعام:۲۰) ‘‘﴿وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دے رکھی ہے اسے (رسول آخری کو) اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ لیکن ان میں سے جن لوگوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈال رکھا ہے وہ ایمان نہیں لاتے۔﴾

قادیانیوں کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول یا ان کی حیات کو حضور سرور کونین ﷺ کے مرتبہ خاتمیت کی نفی ثابت کرنے کی جتنی کوششیں کی جاتی ہیں وہ یکسر فضول

ہیں۔ لطف یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو تو وہ حضور سرورکونین ﷺ کے مرتبۂ خاتمیت کی نفی قرار دے کر لوگوں کو اس عقیدہ سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن خود امت محمدیہ میں نبوت کا باب وا رکھ کر حضور ﷺ کے مرتبہ خاتمیت کے ایسے منکر ہو جاتے ہیں کہ اساس اسلام ہی کو خیرباد کہہ دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں ایک پرانے اور سچے نبی کا زندہ رہنا آسمان پر اٹھایا جانا حضرت ختمی مرتبت پر ایمان لانا اور ایک امتی کی حیثیت میں زمین پر نازل ہونا حضور سرورکونین ﷺ کی شان فضیلت کے منافی ہے۔ لیکن مرزائے قادیانی کا دعویٰ نبوت کر کے اسلام کو ناقص ٹھہرانا قرآن پاک کی تکذیب کرنا، اساس دین کو اڑا دینا اور مرتبہ خاتمیت کا منہ چڑانا حضور کی شان فضیلت کو دوبالا کرنے والا ہے۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

ایک مابہ النزاع زندگی

اس سے قبل کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت، زندگی اور حالات مابعد کے متعلق قرآن حکیم کے قول فیصل کو بیان کیا جائے۔ ان اختلافات ونزاعات کا بیان کر دینا ضروری ہے جو اس پیغمبر کے متعلق ظہور اسلام سے قبل یہودیوں اور نصرانیوں اور ان کے مختلف فرقوں کے مابین پائے جاتے تھے اور آج تک موجود ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک شام کے راہ گم کردہ یہودیوں کو راہ راست پر لانے کے لئے مبعوث ہوئے، یہودیوں نے انہیں قبول نہ کیا۔ ان کا خیال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے سچے نبی نہ تھے۔ ان کی پیدائش بھی آیات الٰہی کا کوئی محیر العقول واقعہ نہ تھی۔ یعنی وہ باپ کے بغیر پیدا نہیں ہوئے۔ ان کی زبانیں حضرت مریم علیہا السلام کی عفت وعصمت پر حملہ آور ہوئیں اور آج تک ہیں۔ وہ تاحال اس مسیح کی بعثت کے منتظر ہیں۔ جس کی خبر ان کے آسمانی صحیفوں میں موجود ہے۔ مسیح ناصری یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہ جھوٹا سمجھتے ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد نے اسے شام کے رومی حاکم پر دباؤ ڈال کر صلیب دلوادی تھی جو اس کی زندگی کا خاتمہ کرنے پر منتج ہوئی۔

عیسائی عام طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بے باپ کے معجزنما طور پر پیدا ہونا تسلیم کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بچہ جو خدا کی قدرت سے حضرت مریم علیہا السلام کی گود میں آ گیا تھا۔ خدا کا بیٹا تھا جس نے نوع انسانی کے دردوں اور دکھوں کو دور کرنے کی کوشش کی۔ لیکن یہودیوں نے اسے نہ مانا۔ بلکہ صلیب پر لٹکوا دیا۔ صلیب دیئے جانے اور دفن ہو جانے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام تیسرے دن پھر زندہ ہو گئے اور اپنے بعض حواریوں سے ہم کلام ہونے

کے بعد بادلوں پر سوار ہوکر آسمانوں کی طرف چلے گئے۔ جہاں وہ اپنے باپ یعنی خدائے ذوالجلال کے پاس اس وقت کا انتظار کررہے ہیں۔ جب انہیں دنیا کی اصلاح کے لئے دوبارہ کرۂ ارضی پر بھیجا جائے گا۔

عیسائیوں کے کئی فرقے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف نجار کا جائز فرزند قرار دیتے ہیں۔لیکن یہ کہتے ہیں کہ خدا خود اس شکل میں زمین پر اتر آیا تھا۔ یہ عقیدہ بالکل ایسا ہی ہے۔جیسا ہندوؤں میں اوتاروں وغیرہ کے متعلق پایا جاتا ہےاور جس کی تشریح کرشن کی کتاب گیتا میں موجود ہے۔ وہ حضرت عیسیٰ کے مصلوب ہونے، وفات پا جانے، دوبارہ زندہ ہونے، آسمان پر اٹھائے جانے کے عقائد میں دوسرے عیسائیوں سے اتفاق کرتے ہیں۔

عصر حاضر کے عیسائیوں کا ایک گروہ جس پر مادیت کا اثر غالب ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وجود ہی کا منکر ہورہا ہےاور کہتا ہے کہ یہ سب عقائد انسان کے فکری ارتقاء کا نتیجہ ہیں۔ایک گروہ اس امر کا قائل بھی ہے کہ رومی حاکم نے یہودیوں کے پرزور مطالبہ سے متأثر ہوکر انہیں صلیب پر تو لٹکا دیا تھا۔لیکن ابھی وہ زندہ ہی تھے کہ خفیہ طور پر صلیب پر سے اتروالیا۔ کیونکہ وہ دل سے ان کی نیکی اور صداقت کا قائل تھا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود گرامی اوران کی زندگی کے حالات ظہور اسلام سے قبل لوگوں میں اس قدر مسئلہ مابہ النزاع بن چکے تھے کہ سوچنے والوں کے افکار کی پریشانی کا موجب بنے ہوئے تھے۔آج بھی ان مسائل کے متعلق یہودیوں عیسائیوں اور خود مسلمانوں میں جتنی بحثیں نظر آرہی ہیں وہ انہی بحثوں کی صداہائے بازگشت ہیں۔ جوقبل ازظہور اسلام پائی جاتی تھیں۔قرآن حکیم نے ان عقائد مختلفہ میں سے ان کی تردید کردی جو خدا کے صحیح دین میں رخنہ اندازی کا موجب ہورہے تھے اور یہودیوں اور نصرانیوں کے ان جھگڑوں کا فیصلہ چکادیا۔ جوان کی باہمی سر پھٹول کا موجب بنے ہوئے تھے۔ یہ امر کس قدر افسوس ناک ہے کہ بعض لوگوں نے امت محمدیہ کو بھی بعض ایسے مباحث میں الجھانے کی کوششیں شروع کردیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے متعلق پیدا ہوچکے تھے۔لیکن اساس عقیدہ اسلام سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھتے تھے۔ایسے لوگوں کی کوششیں اس وقت اور بھی قابل افسوس ہوجاتی ہیں جب وہ اپنے معہود ذہنی کے لئے جواز کے پہلو نکالنے کے لئے دین سلام کے اساسی عقائد میں رخنہ اندازی کا موجب بن جاتے ہیں۔ خدا کے اوتار بن کر زمین پراترنے، ایک روح کے دوسرے جسم میں حلول کرجانے، نبوت کے دروازے کھولنےاور دین اسلام کے کامل ہونے کے مسلمہ کو معرض بطلان میں ڈالنے کے سراسر ملحدانہ عقائد کی

نشرواشاعت پر کمر باندھ لیتے ہیں۔ قادیانیت کا سارا تاد پودا نہی مؤخر الذکر قسم کے لوگوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ جسے دین اسلام سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ اب ہمیں دیکھنا چاہئے کہ قرآن پاک نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا گواہی دی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش آیت اللہ تھی

قرآن حکیم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق متضاد بیانات کی اس تمام افراط تفریط کی اصلاح کردی۔ جن میں یہودی اور عیسائی اور ان کے مختلف گروہ مبتلا ہو چکے تھے۔ جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت پر معترض ہوکر حضرت مریم علیہا السلام کے دامن عصمت کو آلودہ بہ عصیان ظاہر کرنے کے درپے تھے۔ انہیں صاف الفاظ میں بتادیا گیا کہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش کا واقعہ دراصل یوں ہے۔

”اذ قالت امرة عمران رب انی نذرت لك ما فی بطنی محرراً فتقبل منی انت انت السمیع العلیم فلما وضعتها قال رب انی وضعتها انثیٰ واللّٰہ اعلم بما وضعت ولیس الذکر کالانثیٰ وانی سمیتها مریم وانی اعیذها بك وذریتها من اشیطن الرجیم فتقبلها ربها بقبول حسن وانبتها نباتاً حسناً وکفلها زکریا (آل عمران:۳۵،تا۳۷) “ ﴿جب عمران کی بیوی نے کہا اے میرے پروردگار میں تیرے لئے نذر مانتی ہوں کہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے وہ تیری عبادت کے لئے آزاد کردیا جائے گا۔ پس تو میری یہ نذر قبول کر بے شک تو سنتا اور جانتا ہے۔ پس جب اس نے بیٹی جنی تو کہا اے میرے پروردگار میں نے بیٹی جنی، اللہ بہتر جانتا تھا کہ اس نے کیا جنا۔ (کیونکہ) بیٹا (جو اس کی مراد تھی) اس بیٹی کی طرح نہ ہوتا (اس نے کہا) میں نے اس لڑکی کا نام مریم رکھا اور میں اس کو اس کی اولاد کو شیطان رجیم سے تیری پناہ دیتی ہوں۔ پس اس کے پروردگار نے اس کی نذر کو اچھی طرح قبول کرلیا اور اس لڑکی کو پروان چڑھایا اور زکریا کو اس کا کفیل مقرر کردیا۔﴾

”واذکر فی الکتٰب مریم اذا نتبذت من اهلها مکانا شرقیا، فاتحذت من دونهم حجابا فارسلنا الیها روحنا فتمثل لها بشراً سویا قالت انی اعوذ بالرحمن منك ان کنت تقیا، قال انما انا رسول ربك لا هب لك علما زکیا۔ قالت انّی یکون لی غلٰم ولم یمسسنی بشر ولم اك بغیاً قال کذلك قال ربك هو علی هین ولنجعله اٰیة للناس ورحمة منا وکان امراً مقضیا فحملته فاتتبذت به مکانا قصیا، فاجآء المخاض الیٰ جذع النخلة قالت یلیتنی مت قبل هذا

وكـنـت نسيـا مـنسيا فناداٰهما من تحتها الا تحزنى قد جعل ربك تحتك سريا وهزى اليك بـجـذع الـنـخـلة تسقط عليك رطبا جنيا، فكلى واشربى وقرى عيـنـا فـامـا تـريـن من البشر احدً فقولى انى نذرت للرحمن صوما فلن اكلم اليـوم انسيـا، فـاتـت به قومها تحمله قالوا يمريم لقد جئت شيئاً فريا ياخت هـرون مـا كـان ابـوك امرا سوءٍ وما كانت امك بغيا، فاشارت اليه قالوا كيف تـكـلـم مـن كـان فـى الـمهد صبيا، قال انى عبداللّٰه اٰتٰنى الكتب وجعلنى نبيا وجـعـلـنـى مبٰـركا اين ما كنت واوصانى بالصلوٰة والزكوة مادمت حيا وبرا بـوالـدتـى ولم يجعلنى جباراً شقيا والسلم علّى يوم ولدت ويوم اموت ويوم ابـعـث حيـاه ذلك عيسـىٰ ابـن مـريـم قـول الـحـق الـذى فيـه يـمتـرون (مـريم:١٦تا٣٤) ’’(اے محمدؐ) قرآن میں مریم کا قصہ بیان کر جب وہ اپنے لوگوں سے الگ ہوکر (ہیکل سے) مشرق کی طرف ایک جگہ پر جا بیٹھی اور اپنے اور ان کے درمیان اس نے پردہ حائل کرلیا تو ہم نے اس کی طرف اپنی روح کو (حضرت جبرائیل کو) بھیجا جو اسے صحیح سالم انسان کی شکل میں نظر آیا۔ مریم نے کہا اگر تو خدا سے ڈرنے والا ہے تو میں تجھ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔ اس نے جواب دیا میں تو تیرے پاس تیرے پروردگار کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں تا کہ تجھے ایک پاک لڑکا دوں۔ مریم نے جواب دیا مجھے لڑکا کیونکر ہوگا۔ حالانکہ کسی مرد نے مجھے چھوا تک نہیں اور نہ میں بدکار عورت ہوں۔ فرشتے نے کہا کہ یوں ہی ہوگا۔ کیونکہ تیرا پروردگار کہتا ہے کہ یہ بات میرے لئے آسان ہے (کہ تجھے مس بشر کے بغیر ہی بچہ ہو جائے) تا کہ ہم اس کو نوع بشر کے لئے آیت یعنی نشانی بنائیں اور اپنے طرف سے رحمت بنائیں اور یہ بات (بے باپ کے لڑکا ہونا) طے شدہ امر ہے۔ پس وہ لڑکے سے حاملہ ہوگئی اور وہ اس حالت میں ایک دور کے مکان میں چلی گئی۔ پھر درد اسے کھجور کی جڑ کی طرف لے گیا تو وہ کہنے لگی اے کاش میں اس وقت سے پہلے مرجاتی اور مرمٹ کر بھولی بسری ہوئی جاتی۔ پھر نیچے کی طرف سے (فرشتے نے) اسے آواز دی کہ تو فکر نہ کر تیرے پروردگار نے تیرے نیچے سرداب رکھا ہے اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اسے اپنی طرف ہلا تجھ پر تازی پکی کھجوریں گریں گی۔ پس کھا اور پی اور اپنی آنکھیں (نومولود کو دیکھا کر) ٹھنڈی کر۔ پس اگر تو کسی بشر کو دیکھے تو کہہ دے کہ میں نے اللہ کی منت کا روزہ رکھا ہے۔ پس میں آج کسی سے کلام نہیں کرسکتی۔ پھر مریم لڑکے کو گود میں لئے ہوئے اپنی قوم کی طرف آئی۔ لوگوں نے کہا اے مریم تو نے یہ کیا غضب کیا۔ اے ہارون کی بہن تیرا باپ بھی برا آدمی نہ تھا اور نہ تیری

ماں بدکار تھی۔ پس مریم نے (ان سوالات کے جواب میں) اپنے لڑکے کی طرف اشارہ کر دیا (کہ اس سے پوچھ لو) انہوں نے کہا یہ پنگوڑے میں لیٹا ہوا بچہ کس طرح بتائے گا۔ (لیکن) وہ لڑکا بولا میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے اور جہاں میں رہوں اس نے مجھے برکت والا بنایا ہے اور جب تک میں زندہ رہوں اس نے مجھے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے اور اپنی ماں کا تابعدار بنایا ہے۔ اس نے مجھے جبار اور شقی نہیں بنایا۔ سلام ہو اس دن پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن از سرنو زندہ کیا جاؤں گا۔ یہ ہے عیسیٰ بن مریم کا صحیح حال سچی بات جس میں وہ جھگڑا کر رہے ہیں۔﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا یہ حال اور حضرت مریم علیہا السلام کے دامن عصمت کی پاکیزگی کی شہادت قرآن حکیم نے سورۂ مریم کے علاوہ اور بہت سے مقامات پر دی ہے اور صاف طور پر ظاہر کر دیا ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو اپنی آیت بنایا اور اس آیت کے ظہور کے لئے حضرت مریم علیہا السلام کو دنیا بھر کی عورتوں سے چن لیا۔ سورۂ آل عمران میں مذکور ہے۔ ’’واذ قالت الملئكة يمريم ان الله اصطفك وطهرك واصطفك على نساء العلمين (آل عمران:۴۲)‘‘ ﴿جب فرشتوں نے کہا اے مریم بیشک اللہ نے تجھے چن لیا اور تجھے پاک کیا اور سارے جہانوں کی عورتوں میں سے تجھے (اس آیت کے لئے) چن لیا۔﴾

قرآن حکیم کے اس بیان سے یہودیوں کے اس بہتان عظیم کی تکذیب کے ساتھ ساتھ جو وہ حضرت مریم علیہا السلام کی عصمت پر لگانے کے عادی ہو چکے تھے۔ بعض عیسائی فرقوں کے اس خیال کی تردید بھی ہو جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوسف نجار کے جائز فرزند تھے اور یہ کہ حضرت مریم علیہا السلام بچپن ہی سے یوسف مذکور کے ساتھ نامزد ہو چکی تھیں۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں کوئی ندرت نہ ہوتی تو قرآن پاک اس واقعہ کو کبھی آیۃ للناس قرار نہ دیتا اور یہ نہ کہتا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی ندرت کو جاننا چاہو تو آدم کی پیدائش کے مسئلہ کو سامنے رکھ لو۔ ملاحظہ ہو ارشاد ربانی: ’’ان مثل عيسىٰ عند الله كمثل اٰدم خلقه من تراب ثم قال له كن فيكون الحق من ربك فلا تكن من الممترين (آل عمران:۵۹،۶۰)‘‘ ﴿بے شک اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی پیدائش کی مثال بالکل ایسی ہے جیسی آدم کی پیدائش۔ آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر کہا کہ آدم بن جا۔ پس وہ آدم بن گیا۔ تیرے پروردگار کی طرف سے یہ حق ہے۔ پس تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔﴾

جولوگ آدم یعنی نوع بشر کو حیات کے ارتقائی عمل کا نتیجہ مانتے ہیں وہ بھی یہ نہیں بتا سکتے کہ ماء وطین کے درمیان حیات کی اولین صورت جو بعد میں ترقی کر کے حیوانات وانسان کے مدارج تک پہنچی۔ کس طرح پیدا ہوئی تھی۔ جب حیات کے لئے ایک دفعہ ماء وطین سے خود بخود ابھر آنے کا امکان تسلیم کرتے ہو تو اس امکان سے تمہاری عقلیں کس طرح انکار کر سکتی ہیں کہ ایک عورت کے شکم میں حیات انسانی اس عمل مروجہ کے بغیر ظہور پذیر ہو گئی۔ جو تولید وتناسل کے لئے عام ہو چکا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر عقل کے اعتبار سے اعتراض کرنے والے لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر دو، سروں اور چھ ٹانگوں کے جانور پیدا ہونے یا عورت کے پیٹ سے سانپ یا کسی اور قسم کے جانور کے تولد ہو جانے یا اسی قسم کی کسی اور واردات کے ظاہر ہونے کی خبر سنائی جائے تو (Freak of Nature خرق عادت) کہہ کر فوراً باور کر لیتے ہیں۔ لیکن اس امر کو باور کرنے میں انہیں تأمل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بے باپ کے پیدا ہو گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے واقعہ کو قرآن حکیم نے آیت اللہ ظاہر کیا ہے اور صاف اور صریح الفاظ میں اعلان کر دیا ہے۔ یہ ولادت بقائے سلسلۂ تناسل کے اس عام طریق کے مطابق نہ تھی جو اولین آدم کی پیدائش کے بعد اس کی نسل میں مروج ہو چکا ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے واقعات کے متعلق قرآن حکیم نے اس امر کی تصدیق کر دی کہ ان کی زندگی بھی آیات اللہ سے پر تھی۔ ارشاد ربانی ہے: ”ویعلمه الکتٰب والحکمة والتورٰة والانجیل ورسولا الیٰ بنی اسرائیل انی قد جئتکم بایة من ربکم انی اخلق لکم من الطین کهیئة الطیر فانفخ فیه فیکون طیرا باذن اللّٰه وابری الاکمه والابرص واحی الموتیٰ باذن اللّٰه وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذلك لایة لکم ان کنتم مؤمنین (آل عمران:۴۸،۴۹)“ ﴿اللہ اسے کتاب وحکمت اور تورات وانجیل سکھادے گا۔ وہ بنی اسرائیل کی طرف خدا کا رسول بن کر آئے گا (اور کہے گا) میں تمہارے پاس پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں۔ میں مٹی کا ایک پتلا پرندے کی شکل کا بناتا ہوں۔ پھر اس میں پھونک مارتا ہوں اور وہ اللہ کے حکم سے (میرے کمال سے نہیں) پرندہ بن جاتا ہے اور میں اللہ کے حکم سے مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کر دیتا ہوں اور مردے کو جلا دیتا ہوں اور تم جو کھا کر آؤ یا گھروں میں چھوڑ کر آؤ۔ اس کی تمہیں خبر دے دیتا ہوں۔ اگر تم ایمان لانے والے ہو تو (ان امور میں) تمہارے لئے (اللہ کی قدرت) کا نشان ہے۔﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے آیات الٰہی کے ظہور کا تذکرہ قرآن حکیم میں دوسرے مقامات پر بھی آیا ہے اور پنگوڑے میں لیٹے لیٹے کلام کرنا اور اپنی ماں کی عصمت کی شہادت دینا اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ بعض انسانوں کی حیرت زدہ عقلیں معجزے کو قبول نہیں کرتیں تو نہ کریں۔ لیکن خرق عادت کا ظہور سنن الٰہی میں سے ایک ایسی سنت ہے جس کے مشاہدوں سے نوع انسانی کو بارہا سابقہ پڑ چکا ہے۔ دانش فروشان اسباب ظاہری کو اگر یہ بتایا جائے کہ علم طب اتنا ترقی کر چکا ہے کہ مادر زاد اندھوں اور جذامیوں کا علاج ممکن ہو گیا ہے تو وہ باور کر لیں گے۔ اگر ان سے یہ کہا جائے گا کہ میڈیکل سائنس کی ترقی کے امکانات مردوں کو زندہ کرنے کی کامیابی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں تو مان لیں گے۔ لیکن اگر ان سے یہ کہا جائے کہ یہی باتیں معجزہ کے طور پر پہلے بھی ظہور پذیر ہو چکی ہیں تو بول اٹھیں گے کہ یہ بات عقل کے منافی اور غیر ممکن ہے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے معجزے نوع انسانی کی ممکنات مضمر کو ظاہر کر کے اس پر علمی ترقیوں کے دروازے کھولنے کی خبر دے رہے ہیں۔ معجزات پر بحث کرنے کا یہ وقت نہیں۔ کبھی موقع ہوا تو اس موضوع پر بھی دیدہ افروز روشنی ڈالی جائے گی۔ اس موقع پر صرف یہی ظاہر کرنا مقصود ہے کہ پروردگار عالم نے عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے لئے اپنی ایک نشانی بنا کر پیدا کیا اور ان کی زندگی ان کے لئے خدا کا ایک واضح نشان بنی رہی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الیٰ السماء

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جسمانی زندگی کے خاتمہ کے متعلق یہود کا یہ دعویٰ تھا کہ انہوں نے رومی حاکم پر زور ڈال کر اسے صلیب پر لٹکوا دیا۔ جہاں وہ جانبر نہ ہو سکا اور اس کی لاش کو دفن کر دیا گیا۔ عیسائی کہتے ہیں کہ بلاشبہ حضرت عیسیٰ کو صلیب دے دی گئی اور انہیں مٹی کے نیچے دفن بھی کر دیا گیا۔ لیکن حضرت مسیح علیہ السلام دفن ہونے کے تیسرے روز دوبارہ زندہ ہو کر قبر سے باہر نکل آئے۔ اپنے بعض حواریوں سے ملے اور بادل پر سوار ہو کر آسمانوں کی طرف چلے گئے۔ قرآن حکیم نے ان غلط عقائد کی تصحیح کرتے ہوئے اعلان کیا: ”بل طبع اللّٰہ علیھا بکفرھم فلا یؤمنون الا قلیلا وبکفرھم وقولھم علیٰ مریم بھتانا عظیما وقولھم انا قتلنا المسیح ابن مریم رسول اللّٰہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ ما لھم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللّٰہ الیہ وکان اللّٰہ عزیزا حکیما۔ وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا (النساء:۱۵۵تا۱۵۹)“

﴿حالانکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر مہر کر دی۔ پس وہ ایمان نہ لائیں گے۔ مگر تھوڑا (ان پر لعنت کی گئی) بسبب ان کے کفر اور ان کے اس قول کے (جس سے) مریم پر بہتان عظیم لگایا اور بسبب ان کے اس قول کے کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح ابن مریم کو قتل کر دیا۔ حالانکہ (امر واقعہ یہ ہے) کہ نہ انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ انہوں نے اسے صلیب دیا۔ لیکن اس امر میں انہیں اشتباہ ہوگیا۔ بے شک وہ لوگ جنہوں نے اس کے بارہ میں اختلاف کیا وہ اس کے متعلق شک میں ہیں اور ان کے پاس اس (واقعہ کا) کوئی علم نہیں۔ (صرف وہ) ظن وگمان کی پیروی کرتے ہیں۔ (حتمی بات یہ ہے) کہ انہوں نے یقینی طور پر اسے قتل نہیں کیا۔ بلکہ اسے اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا اور بے شک اللہ زبردست حکمت والا ہے اور یہ بھی واضح ہو کہ اہل کتاب میں سے کوئی ایسا شخص نہیں رہے گا۔ جو اس (حضرت عیسیٰ) کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لے آئے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا۔﴾

یہی وہ صاف اور صریح ارشاد ربانی ہے جو یہودیوں اور نصرانیوں کے جھگڑوں اور ان کے ظنوں کا فیصلہ کرنے کے لئے بطور حکم فیصل نازل ہوا۔ اس ارشاد میں پروردگار عالم نے یہودیوں کے اس دعویٰ کی تکذیب کر دی کہ انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے اور صلیب دینے کے معاملہ میں کامیابی حاصل ہوگئی تھی اور عیسائیوں کے اس ظن کی بھی تغلیط کر دی گئی کہ ان کے خداوند کو صلیب دی گئی تھی۔ البتہ اس ارشاد ربانی میں عیسائیوں کے اس بیان کی تصدیق کر دی گئی کہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا تھا۔

قادیانی ’’بل رفعه اللّٰه اليه‘‘ سے اپنے حسب دل خواہ یہ معنی نکالنے کے خوگر ہیں کہ اس رفع سے وہ رفع روحانی مراد ہے جو ہر انسان پر موت آنے کے بعد وارد ہوتا ہے۔ لیکن انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اگر عیسائیوں کا یہ عقیدہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الیٰ السماء کا عقیدہ صلیب وقتل کے عقیدہ کی طرح غلط اور بے بنیاد ہوتا تو پروردگار عالم کو اس جگہ لفظ موت کا کوئی مشتق استعمال کرنے سے کوئی عیسائی روکنے والا نہ تھا۔ جہاں قرآن پاک نے یہودیوں کے بے شمار عقائد باطلہ کی تردید وتصحیح نہایت صاف اور واضح الفاظ میں کی ہے۔ وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الیٰ السماء کے عقیدہ کی تغلیط کرتے ہوئے (بشرطیکہ وہ غلط ہوتا) اسے کوئی عار نہیں ہوسکتی تھی۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ انہی آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے موت کا لفظ صاف طور پر استعمال نہیں کیا گیا ہے۔ تو صاف ثابت ہوجاتا ہے کہ: ’’بل رفعه اللّٰه اليه‘‘ میں رفع کا لفظ موت کے معنی میں استعمال نہیں ہوا۔ بلکہ اس کے معنی وہی ہیں جو لفظ رفع سے سیدھی

سادی عربی زبان میں مراد لئے جاتے ہیں۔

عیسائیوں کے دیگر معتقدات کی تکذیب

ازبس کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا واقعہ ان کی زندگی کے دوسرے اموراوران کا آسمان پر اٹھایا جانا ایسے غیر معمولی واقعات تھے جن سے نوع انسانی کو بہت کم واسطہ پڑا تھا۔لہٰذا عیسائیوں میں یہ واقعات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت یا ابن اللّٰہی کے عقائد پیدا کرنے کا موجب بن گئے۔قرآن حکیم نے جہاں ان کے صحیح عقائد کی تصدیق کی۔وہاں ان کے غلط عقائد کی تردید بھی کردی۔جن میں سب سے بڑی تردید ان کے صلیب دیئے جانے کے واقعہ کے متعلق ہے۔عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے غیر معمولی اور محیر العقول واقعات سے مرعوب ہوکر انہیں الوہیت کا درجہ دے رہے تھے اور جسم انسانی میں خدا کے حلول کرنے، نیز حضرت مریم علیہا السلام پر خدا کی بیوی ہونے اور خدا پر نکاح کرنے کے اتہام باندھ کر تثلیث کا عقیدہ قائم کرنے کے مرتکب ہوگئے تھے۔قرآن حکیم نے انہیں اوران کے ساتھ تمام نوع انسانی کو بتایا کہ یہ محیر العقول واقعات جن سے تم اس قدر مرعوب ہورہے ہو محض اللہ کے نشان ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے مظہر نہیں۔خداوہی خدائے واحد لاشریک ہے۔عیسائیوں کے ان عقائد کی تردید قرآن پاک نے بڑے زور اور تحدی کے ساتھ کی اور فرمایا:”لقد کفر الذین قالوا ان اللّٰہ ھو المسیح ابن مریم ۰ قل فمن یملك من اللّٰہ شیئًا ان اراد ان یھلك المسیح ابن مریم وامه ومن فی الارض جمیعا (المائدہ:۱۷)“ ﴿بے شک وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہ مسیح ابن مریم تھا۔(اے محمدؐ) کہہ دے کہ اگر اللہ مسیح ابن مریم، ماں اس کی اور جو کوئی بھی زمین میں ہے سب کو ہلاک کرنے پر آجائے تو اسے کون روک سکتا ہے۔﴾

”لقد کفر الذین قالوا ان اللّٰہ ھو المسیح ابن مریم وقال المسیح یٰبنی اسرائیل اعبدوا اللّٰہ ربی وربکم (المائدہ:۷۲)“ ﴿بے شک کافر ہیں وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہ مسیح ابن مریم ہی تھا۔حالانکہ مسیح نے تو کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل تم (میری نہیں بلکہ) اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔﴾

”لقد کفر الذین قالوا ان اللّٰہ ثالث ثلثة وما من اله الا اله واحد (المائدہ:۷۳)“ ﴿بے شک وہ لوگ کافر ہوئے جو کہتے ہیں کہ اللہ تین میں کا ایک ہے۔حقیقت یہ ہے کہ خدائے واحد کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔﴾

”ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل وامه

صدیقه کانا یاکلٰن الطعام (المدئدہ:۷۵)'' ﴿مسیح ابن مریم کچھ نہ تھا مگر رسول تھا۔ ایسا ہی جیسے اس سے قبل اور بہت سے رسول ہو گزرے ہیں اور اس کی ماں بڑی ایماندار تھی دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔﴾

''ان ھوالا عبدانعمنا علیه وجعلناہ مثلا لبنی اسرائیل ولو نشاء لجعلنا منکم ملٰئکة فی الارض یخلفون (الزخرف:۵۹،۶۰)'' ﴿وہ (ابن مریم) کچھ نہ تھا مگر بندہ۔ اس پر ہم نے انعام کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لئے ہم نے (اپنی قدرت کا) ایک نمونہ بنایا (ہماری قدرت ایسی ہے کہ) اگر ہم چاہیں تو تم میں سے فرشتے بنادیں جو زمین میں تمہاری جگہ رہیں۔﴾

نوٹ: اس آیت شریفہ میں پروردگار عالم فرماتے ہیں کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش زندگی اور ان کے رفع الی السماء کے واقعات پر تعجب کر کے مرعوب کیوں ہوئے جارہے ہو۔ یہ سب ہماری قدرت کاملہ کے مختلف ظہور ہیں۔ ہم تو اس سے زیادہ حیرت انگیز کام کر کے دکھا سکتے ہیں۔ یعنی تمہیں میں سے تمہارے اخلاف کو فرشتے بنا سکتے ہیں۔ یعنی جو نہ کھائیں نہ پئیں اور عوارض بشری سے بالا ہو کر زندگی بسر کریں۔ پس اگر آج ہمیں کسی انسان کی زندگی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی سے بھی زیادہ محیر العقول نظر آئے تو سچے مسلمان کبھی اس کو الوہیت کا درجہ دینے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ بلکہ یہی سمجھیں گے کہ یہ بھی خدا کی قدرت کاملہ کا ایک مظہر ہے۔ میرے خیال میں یہ آیت نوع انسانی کے ارتقاء کی ایک آئندہ منزل کی طرف بھی اشارہ کر رہی ہے۔ جس میں پہنچ کر انسان فرشتے بن جائیں گے۔ یعنی وہ صفات حاصل کر لیں گے جو فرشتوں کو حاصل ہیں۔

''وقال اتخذ الرحمن ولداً۰ لقد جئتم شیئاً اداً۰ تکاد السمٰوٰت یتفطرن منه وتنشق الارض وتخرالجبال ھداً۰ ان دعوا للرحمن ولدا۰ وما ینبغی للرحمن ان یتخذ ولداً۰ ان کل من فی السمٰوٰت والارض الا اتی الرحمن عبدا (مریم:۸۸تا۹۳)'' ﴿کہتے ہیں کہ رحمٰن نے بیٹا بنایا (اے کفار) تم نے تو ایسی بات گھڑ لی کہ عجب نہیں آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر جائیں۔ اس لئے کہ انہوں نے خدا کے لئے بیٹا پکارا۔ خدا کی شان اس سے ارفع واعلیٰ ہے کہ وہ بیٹا لے۔ آسمانوں اور زمین میں جتنے لوگ بھی ہیں سب اس کے سامنے عبد یعنی غلام اور ناچیز بندے بن کر آئیں گے۔﴾

یہ تمام آیات جو اوپر مذکور ہوئیں قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کے تذکار کے سلسلہ میں نازل ہوئیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور زندگی کے متعلق جتنی باتیں بھی یہود اور نصاریٰ میں پھیل چکی تھیں ان کی صحت وعدم صحت کا فیصلہ قرآن حکیم نے نہایت صاف اور واضح الفاظ میں کر دیا۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الیٰ السماء کا عقیدہ جو عیسائیوں میں مروج اور عام تھا، غلط یا دین الٰہی کی مسلمات کے خلاف ہوتا تو قرآن حکیم اس کی اصلاح بھی کر دیتا۔ لیکن قرآن پاک نے عیسائیوں کے ان عقائد کو جو حضرت مریم علیہا السلام کی عفت عصمت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بلا اب۔ ان کی زندگی کے معجزات اور ان کے رفع الیٰ السماء کے متعلق تھے۔ برحق قرار دیا اور ان کے صلیب دیئے جانے، قتل ہو کر دفن ہونے اور ان کی الوہیت کے تمام فسانوں کی تردید کر دی اور بتا دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی خواہ عام انسانوں کی زندگیوں کے اسلوب سے کسی قدر مغائر ہی واقع ہوئی ہے۔ لیکن ان کی ہستی اس سے زیادہ نہ تھی کہ وہ دوسرے انسانوں کی طرح خدا کے ایک بندے اور اس کے ویسے ہی رسول تھے۔ جیسے ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ وہ خوارق عادات اور معجزے جو ان کی زندگی میں نظر آ رہے ہیں اس سے زیادہ کوئی اور اہمیت نہیں رکھتے کہ وہ خدا کی قدرت کاملہ کے عجائب میں سے اس کا ایک واضح اور بین نشان ہیں۔ جو بنی اسرائیل کو حق کی طرف بلانے کے لئے دکھایا گیا۔

قادیانیوں سے ایک سوال

''بل رفعہ اللہ الیہ '' کی تفسیر میں رفع کو رفع روحانی سے تعبیر کرنے والے قادیانیوں سے میں پوچھتا ہوں کہ اگر یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر لٹکانے میں کامیاب ہو جاتے اور ان کی زندگی کا اختتام وہیں ہو جاتا۔ یعنی ان کی روح ان کے بدن سے الگ ہو جاتی تو کیا اس صورت میں حضرت عیسیٰ کی روح اوپر نہ اٹھائی جاتی اور وہ یہیں مقید رہتی۔ ''بل رفعہ اللہ الیہ '' کو ''ما قتلوہ وما صلبوہ '' کے بالمقابل لانے کے معنی یہی ہیں کہ جس جسم کو یہودی صلیب پر لٹکانے کے درپے تھے اسے خدا نے اپنی طرف اٹھا لیا۔ رفع کو رفع روحانی پر محمول کر کے مطلب نکالنا ہرگز صحیح نہیں۔ کیونکہ روح کا جسم سے الگ ہونا خواہ وہ قتل، صلیب، مرض یا حادثہ کی وجہ سے ہو۔ ہر صورت میں روح کے رفع اور جسم کے سقوط پر منتج ہوتا ہے اور وہ جو لفظ توفی ومتوفی سے موت کے معانی نکالنے کی کوششیں کی جاتی ہیں وہ بھی مبنی بر اغراض تکلف کا نتیجہ ہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس زندگی کے خاتمہ کے لئے جو ان کے رفع الیٰ السماء سے پہلے گزر چکی ہے۔ لفظ توفی کا استعمال ہی یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ موت سے کچھ مغائر کیفیت کا نام ہے۔

کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت وفات کے لئے جو اسلام کے صحیح عقیدہ کے مطابق نزول کے بعد وقوع پذیر ہوگی۔قرآن حکیم نے موت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ان الفاظ اوران کے معانی کی بحث پر قادیانی ماوّل ہمارے علماء کرام کا کافی وقت ضائع کر چکے ہیں۔لہٰذا مجھے ان جھگڑوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔اپنے استدلال کے لئے میں اسی امر کو مکتفی سمجھتا ہوں کہ قادیانیوں کو دکھادوں کہ قرآن حکیم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الیٰ السماء کی صاف اور صریح الفاظ میں تصدیق کرتا ہےاوراس زندگی کے خاتمہ کے لئے جو اس رفع کے واقعہ سے پہلے گزر چکی ہے موت کا لفظ استعمال نہیں کرتا۔بلکہ توفی کے مشتق استعمال کرتا ہے۔جس کے معنی پورا ہونے کے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں

’’بل رفعه اللّٰه اليه ‘‘ کے معنی کو رفع جسمانی پر محمول کرنے پر معترضین کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا اور ایسا ہونا ممکنات سے نہیں۔لیکن قدرت خداوندی کی ممکنات کا فیصلہ کرنا میرا اور آپ کا کام نہیں۔ ہماری عقلیں تو ان ممکنات مضمر کا اندازہ بھی نہیں لگاسکتیں۔ جو خدائے قدوس وجلیل نے انسان کے اندر ودیعت کر رکھی ہیں اور جن کی طرف نوع انسانی بڑی سرعت رفتار کے ساتھ گامزن ہے۔اگر قرآن پاک کو کلام ربانی سمجھتے ہو تو جان لو کہ اس کے واضح اور بین بیانات کو اپنی رائے کے تابع بنانا ملحدوں کا کام ہے۔مسلمان کا کام یہی ہے کہ اسے من وعن قبول کرلے اوراس کی روشنی میں اپنی عقل کو چلانے کی کوشش کرے تاکہ منزل مقصود سے نزدیک تر ہوتا چلا جائے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الیٰ السماء کے بعد ان پر کیا گزری۔اس کا جواب قرآن پاک نے اس سے اگلی آیت میں دیا ہے جو اس کے بالکل متصل آئی ہے ارشاد ہوا ہے:’’وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا (النساء:۱۵۹)‘‘ ﴿اہل کتاب میں سے کوئی لازمی طور پر اس پر (حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی موت سے پہلے ایمان لائے بغیر نہیں رہے گا اور قیامت کے دن وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) ان پر گواہ ہوں گے (کہ ہاں یہ ایمان لے آئے تھے)﴾

اس آیت شریفہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مستقبل کے متعلق حسب ذیل امور واضح ہو جاتے ہیں۔

ا...... ان کا رفع الیٰ اللہ موت کے مرادف نہ تھا۔

۲...... ان کے لئے موت کا وقت معین ہے۔ یعنی اس رفع ہی پر اس دنیا سے ان کا چھٹکارا نہیں ہوا۔

۳...... ان کے مرنے سے پہلے پہلے تمام اہل کتاب کا ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔

۴...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام اہل کتاب کے ایمان لانے کے واقعہ کی شہادت قیامت کے روز بارگاہ ذوالجلال میں پیش کریں گے اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ ان کی زندگی میں ان کی آنکھوں کے سامنے وقوع پذیر ہو۔

اب دیکھنا چاہئے کہ آیا اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکے ہیں۔ اس سوال کا جواب نفی میں ہے۔ یہود آج تک انہیں جھوٹا نبی قرار دے رہے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد نے انہیں صلیب دلوادی تھی۔ عیسائی آج تک انہیں مصلوب قرار دے کر اور اللہ ابن اللہ، ثالث ثلاثہ کہہ کر ان کی رسالت کے منکر ہیں۔ صرف مسلمان ہی ایک ایسی قوم ہیں جو دیگر انبیائے کرام کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی خدا کا نبی برحق سمجھتی ہے۔ یعنی ان پر ایمان لا چکی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ابھی وقت نہیں آیا۔ جس کے متعلق خدائے پاک نے متذکرہ صدر آیت میں ارشاد کیا ہے۔ یعنی ابھی اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے۔ چونکہ ان کا ایمان لانا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے ساتھ مشروط کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں۔ ''لیؤمنن به قبل موته '' کی طرف سورۂ آل عمران کی اس آیت میں بھی ارشاد موجود ہے۔

''اذ قال اللّٰه یعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ ومطهرك من الذین كفروا وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین كفروا الیٰ یوم القیمة ثم الیٰ مرجعكم فاحكم بینكم فیما كنتم فیه تختلفون (آل عمران:۵۵)'' ﴿جب خدا نے فرمایا اے عیسیٰ میں تیرا عہد پورا کروں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا اور تجھے ان لوگوں کے (الزامات اور شرارتوں سے) پاک کروں گا۔ جنہوں نے کفر کیا اور جن لوگوں نے تیری پیروی کی ان کو کفر کرنے والوں پر قیامت کے دن تک غالب رکھوں گا۔ پھر تم سب میری طرف لوٹ آؤ گے اور میں ان امور میں جن میں تم اختلاف کر رہے تھے فیصلہ کروں گا۔﴾

''مطهرك من الذین كفروا '' کی آیت اپنے منہ سے بول رہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جتنے بہتان بھی تراشے جارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کو پاک کر کے دکھائے گا اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ قتل اور صلیب

کے ذریعے موت کا الزام دینے والے یا مرزائے قادیانی کے متبعین کی طرح طبعی موت وارد ہوچکنے کا بہتان لگانے والے یا ان کو الوہیت کا درجہ دینے والے لوگوں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود ظاہر ہوکر اتمام حجت کردیں۔ جب ''مطهرك من الذين كفروا '' کو ''ليؤمنن به قبل موته '' کے ساتھ رکھ کر حقیقت حال کو جاننے کی کوشش کی جائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور ثانی کا مقصد بالکل واضح ہوجاتا ہے اور اس امر میں شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک زندہ ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے پر سورۂ آل عمران کی وہ میثاق النبیین والی آیت بھی گواہی دے رہی ہے۔ اس امر میں تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ سورۂ آل عمران کا حصہ غالب عیسائیوں کو دین اسلام کی تبلیغ کرنے کے متعلق ہے۔ اسی سورۃ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ اور عیسائیوں کے عقائد کا تذکرہ زیادہ وضاحت سے پایا جاتا ہے اور اسی تذکار کے سلسلہ میں میثاق والی آیت مذکور ہوئی ہے۔ جس میں عیسائیوں کو بتایا گیا ہے کہ حضور ختم المرسلین ﷺ سے پہلے جتنے انبیائے کرام علیہم السلام گزر چکے ہیں ان سب سے اس امر کا عہد لیا جاچکا ہے کہ اگر وہ ان کی امتوں کے افراد اپنی زندگی میں حضور سرور کائنات ﷺ کو پالیں گے تو حضور ﷺ پر ایمان لائیں گے اور حضورؐ کی مدد کریں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ آیت عیسائیوں کے اس شبہ کو دور کرنے کے لئے نازل ہوئی کہ جب ہمارا خداوند زندہ ہے تو ہمیں کسی نبی پر ایمان لانے کی کیا ضرورت ہے۔ انہیں بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود حضرت رسول اکرم ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا وعدہ کر چکے ہیں۔ اگر مرسلین سابقین میں سے کوئی نبی حضور سرور کائنات ﷺ کے زمانہ تک زندہ نہ رہتے اور ان پر ایمان لاکر ان کی مدد نہ کرتے تو خدائے جلیل کے اس فرمان کی جو میثاق والی آیت میں مذکور ہوا۔ اس دنیا میں عملی تصدیق کا سامان کیا تھا؟۔ حضرت ایزدمتعال جل جلالہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو زندہ رکھا ہے تو اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ عملی طور پر انبیائے کرام علیہم السلام کے اس میثاق کی تصدیق ہوجائے جو ان سے خدا نے ان سب کی رسالتوں اور کتابوں کے مصدق رسول خاتم الانبیاء وافضل المرسلین ﷺ (بابی وامی) پر ایمان لانے اور اس کی مدد کرنے کے لئے لے رکھا تھا۔ یادرہے کہ جب تک قرآن پاک کے بیان کردہ حقائق کا شوشہ شوشہ عملی طور پر منکشف اور وارد ہوکر نوع بشر پر اتمام حجت نہیں کرے گا اس وقت تک قیامت نہیں آسکتی۔ میرا عقیدہ ہے کہ ماضی اور مستقبل کے متعلق جتنی باتیں قرآن حکیم میں مذکور ہوئی ہیں۔ ان کی حقیقت وواقعیت قیامت سے پہلے پہلے نوع بشر پر آئینے کی طرح روشن

ہوکر رہے گی اور قیامت ان لوگوں پر آئے گی جو حجت کامل کا اتمام ہوچکنے کے باجود محض اپنی رعونتوں کے باعث خدا کے دین کے منکر ہو جائیں گے۔ کیا ان نصائص واضح کے علی الرغم کسی شخص کو جو قرآن پر ایمان رکھتا ہے۔ یہ کہنے کی جرأت ہوسکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ نہیں۔ بلکہ کسی نہ کسی طریق سے کسی نہ کسی مقام پر فوت ہو چکے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں ہیں؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ جان لینے کے بعد کہ وہ زندہ ہیں سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کہاں ہیں؟ قرآن پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا۔ ایک مسلمان کے لئے اس نص صریح کے بعد اس کے معنی کے تعمق میں جانے کی ضرورت نہیں کہ خدا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جسم وروح کی اس مجموعی حیثیت سے جس میں انہوں نے اپنی زندگی کے حسب روایت انجیل ۳۳ سال اس کرۂ ارض پر بسر کئے اٹھا کر کہاں رکھا؟ خدائے قدیر کی کائنات بہت وسیع ہے۔ اس کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ارض کے سوا عوالم سماوی میں کوئی مسکن دے دینا چنداں مشکل امر نہیں۔ انسان اپنی علمی کاوشوں میں ترقی کر کے آج اس نقطہ پر پہنچ چکا ہے کہ وہ ان اجرام فلکیہ کے متعلق جو کائنات کی لامتناہی فضا میں کرۂ ارضی کی طرح تیر رہے ہیں کچھ کچھ معلومات حاصل کرنے لگا ہے اور اسے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ اجرام فلکی بھی ارض سے مختلف نہیں۔ بعض اس وقت ایسی حالت میں ہیں جو ارض پر کروڑوں سال پہلے گزر چکی ہے۔ بعض ایسی حالت میں ہیں جو کروڑوں سالوں کے بعد زمین پر وارد ہو کر رہے گی۔ بعض ارضی حالت کے اس قدر قریب ہیں اور اس سے اسی قدر مماثل ہیں کہ ان کی فضاؤں میں نباتی اور حیوانی زندگی کو تربیت کرنے کی صلاحیتیں رکھنے کا امکان تسلیم کیا جارہا ہے۔ اگر ان علمی تحقیقاتوں سے جن کو ابھی ۲*۲=۴ کے مطابق واقعیت کی حیثیت حاصل نہیں ہوئی قطع نظر کر لیا جائے تو بھی مسلمان کے لئے یہ ماننا ضروری ہے کہ اجرام فلکی میں سے بعض کی کیفیات ارض کے مماثل ہیں اور کائنات میں ارض کے علاوہ اور بھی بہت سے عوالم موجود ہیں جن میں نباتات، حیوانات بلکہ حیات باشعور کی کوئی نہ کوئی ترقی یافتہ شکل آباد ہے۔ اس حقیقت کو قرآن حکیم نے جا بجا بیان کیا ہے۔ چند آیات مثال کے طور پر ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

’’ومن اٰیتہ خلق السمٰوٰت والارض وما بث فیھما من دابۃ وھو علی جمعھم اذا یشاء قدیر (الشوریٰ:۲۹)‘‘ ﴿اور اس کی نشانیوں میں سے اجرام فلکی اور زمین کا نیز جانداروں کا جو ان میں نشوونما پا کر پھیل چکے ہیں پیدا کرنا بھی ہے اور وہ ان سب کو یک جا کر

کرنے پر جب چاہے قادر ہے۔﴾

''تسبح له السمٰوٰت السبع والارض ومن فيهن (بنی اسرائیل:٤٤)''

﴿سارے آسمان اور زمین اور جو ذی شور ہستیاں ان میں ہیں۔ سب اس کی تسبیح کرتے ہیں۔﴾

''وربك اعلم بمن فی السمٰوٰت والارض (بنی اسرائیل:٥٥)''﴿اور تیرا پروردگار ان سے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں زیادہ باخبر ہے۔﴾

''من فی السمٰوٰت والارض'' کی ترکیب قرآن پاک میں جابجا آئی ہے اور من کی ضمیر عربی زبان میں عام طور پر ذی شعور جاندار ہستی کے لئے استعمال ہوتی ہے۔

پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام، رفع کے بعد کسی ایسے سیارے میں پہنچ گئے ہوں۔ جس کی کیفیات، ارض کی کیفیتوں سے متماثل ہوں تو وہاں پر جسم وروح کے اتحاد کے ساتھ زندہ رہنا ایک غیر اغلب امر نہیں۔ بلکہ عین ممکن ہے۔ یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کسی دوسرے سیارے پر پہنچانے کے اسباب عالم مادی میں کیا تھے؟ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کے پیچھے انسان کو سرگرداں ہونا پڑے۔ اگر آج انسان کی عقلیں اسے اور اس جیسے دوسرے معجزات کو سمجھنے سے قاصر ہیں تو ہوا کریں۔ ایک وقت آئے گا جب نوع انسانی پر یہ سارے اسرار منکشف ہو جائیں گے۔ قرآن حکیم کے بیان کردہ ان حقائق کو جن کے سمجھنے سے ابھی تک انسان کی محدود عقلیں قاصر ہیں۔ تسلیم نہ کرنا، ایک کھلا ہوا الحاد ہے۔ فرد مسلم ومرد مؤمن کا فرض یہ ہے کہ قدرت خداوندی کے مظاہر کو اپنے علم وفہم کے مطابق سمجھنے کی کوشش جاری رکھے اور جو باتیں اس کی سمجھ میں نہ آئیں انہیں اپنے قصور فہم کا اعتراف کرتے ہوئے قبول کرلے اور جان لے کہ اعلم وخبیر صرف خدا کی ذات ہے۔''وما اوتیتم من العلم الاقلیلا''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور اس کی غرض وغایت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور زندگی کو قرآن حکیم نے جابجا آیت اللہ سے تعبیر کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس زندگی کے محیر العقول واقعات جو نوع انسانی کے عام طریق سے بہ ظاہر مختلف ومتغائر نظر آتے ہیں۔ محض اس لئے ہیں کہ انسان ان میں خدائے لایزال کی قدرتوں کا مطالعہ کرے اور جان لے کہ اسکی قدرت کاملہ سے بڑی سے بڑی حیرت زا واردات کا ظہور بھی بعید از قیاس امر نہیں۔ میں لکھ چکا ہوں کہ قرآن حکیم نے عیسائیوں کے اس عقیدہ کی تکذیب وتغلیط کی ہے۔ جو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے محیر العقول واقعات کی بناء پر ان کی الوہیت کے متعلق قائم کرلیا تھا۔ قرآن پاک نے نوع انسانی کو بتایا کہ جن عجیب مظاہر پر تم

حیرت زدہ اور خوف زدہ ہو کر اپنی عبدیت کی گردنیں غیر اللہ کے آگے جھکانے پر آمادہ ہو رہے ہو وہ سولہ آنے صحیح ہیں۔ لیکن یہ سب آیات اللہ ہیں۔ اللہ نہیں۔ اس کی قدرت کاملہ کے ظہور ہیں جن کو ضرورت سے زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہئے۔ بلکہ ان کی ندرت کو عرفان کبریائی سے قریب تر جانے کا ایک وسیلہ سمجھنا چاہئے۔ قرآن حکیم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کے متعلق عیسائیوں کے عقیدہ کی تکذیب نہیں کی۔ بلکہ اس عقیدہ کی تغلیط کی۔ جو اس رفع اور متوقع نزول کی بدولت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے متعلق ان میں پیدا ہو گیا تھا۔

اب دیکھنا چاہئے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ قرآن حکیم ان کے بیان کے کس حصہ کی تردید کرتا ہے اور کسے صحیح قرار دے کر امر واقعہ کے طور پر تسلیم کر رہا ہے۔

متی کی انجیل باب ۲۴ میں مذکور ہے: ’’اور جب وہ زیتون کے درخت پر بیٹھا تھا تو اس کے شاگرد الگ اس کے پاس آکر بولے۔ ہمیں بتا کہ یہ باتیں کب ہوں گی اور تیرے آنے اور دنیا کے آخر ہونے کا نشان کیا ہوگا۔ یسوع نے جواب میں ان سے کہا کہ خبردار کوئی تمہیں گمراہ نہ کردے۔ کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے اور تم لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہ سنو گے۔ خبردار گھبرا نہ جانا۔ کیونکہ ان باتوں کا واقع ہونا ضرور ہے۔ لیکن اس وقت خاتمہ نہ ہوگا۔ کیونکہ قوم پر قوم اور بادشاہت پر بادشاہت چڑھائی کرے گی اور جگہ جگہ کال پڑیں گے۔ لیکن یہ سب باتیں مصیبتوں کا شروع ہی ہوں گی اس وقت لوگ تمہیں تکلیف دینے کے لئے پکڑوائیں گے اور ایک دوسرے سے عداوت رکھیں گے اور بہت سے جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور بہتیروں کو گمراہ کریں گے اور بے دینی کے بڑھ جانے کے سبب بہتیروں کی محبت ٹھنڈی پڑ جائے گی۔ مگر جو آخر تک برداشت کرے گا وہ نجات پائے گا اور بادشاہت کی اس خوشخبری کی منادی تمام دنیا میں ہوگی تا کہ سب قوموں کے لئے گواہی ہو اور اس وقت خاتمہ ہوگا۔ بس جب تم اس اجاڑنے والی مکروہ چیز کو جس کا ذکر دانیال نبی کی معرفت ہوا مقدس مقام میں کھڑا ہوا دیکھو تو جو یہودیہ میں ہوں وہ پہاڑوں پر بھاگ جائیں جو کوٹھے پر ہو وہ اپنے گھر کا اسباب لینے کو نیچے نہ اترے اور جو کھیت میں ہو وہ اپنا کپڑا لینے کو پیچھے نہ لوٹے۔ مگر ان پر افسوس ہے جو ان دنوں میں حاملہ ہوں اور جو دودھ پلاتی ہوں۔ پس دعا مانگو کہ تمہیں جاڑوں میں یا سبت کے دن بھاگنا نہ پڑے۔ کیونکہ اس وقت ایسی بڑی مصیبت ہوگی کہ دنیا کے شروع سے نہ اب تک ہوئی ہے نہ ہوگی اور اگر وہ دن گھٹائے نہ جاتے تو کوئی بشر نہ بچتا۔ مگر

برگزیدوں کی خاطر وہ دن گھٹائے جائیں گے۔اس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں ہے تو یقین نہ کرنا۔ کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائیں گے۔اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرلیں۔دیکھو میں نے تم سے کہہ دیا ہے۔پس اگر تم سے کہیں کہ دیکھو وہ بیابان میں ہے تو باہر نہ جانا۔دیکھو وہ کوٹھریوں میں ہے تو یقین نہ کرنا۔کیونکہ جیسے بجلی پورب سے کوند کر پچھم تک دکھائی دیتی ہے ویسے ہی ابن آدم کا آنا ہوگا۔ جہاں مردار ہے وہاں گدھ جمع ہو جائیں گے اور فوراً ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گریں گے اور آسمانوں کی قوتیں ہلائی جائیں گی اور اس وقت ابن آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا اور اس وقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی اور وہ نرسنگے کی بڑی آواز کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور وہ اس کے برگزیدوں کو چاروں طرف سے آسمان کے اس سرے سے اس سرے تک جمع کریں گے۔''

بعض دوسری اناجیل میں بھی اسی قسم کے بیانات آئے ہیں۔جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آثار قیامت اور نوع انسانی کی موجودہ زندگی کے خاتمہ کی علامات کے سلسلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی آمد ثانی کا بھی ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی جھوٹے نبیوں اور دجال مسیحوں سے بچنے اور ان کے دھوکے سے محتاط رہنے کی تاکید بھی کردی ہے۔ نیز بتادیا ہے کہ ان کی آمد معمولی واقعہ نہ ہوگی۔ بلکہ جس طرح مشرق سے مغرب کی طرف کوندنے والی بجلی کو دیکھنے والی آنکھیں دیکھتی اور پہچانتی ہیں۔اس طرح انسان کی نگاہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو دیکھیں گی اور پہچان لیں گی۔

قرآن حکیم نے اناجیل کے اس بیان کی کہیں تغلیط نہیں کی۔ بلکہ انہیں صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی علامتہ من علامات قیامت تسلیم کیا ہے۔سورۂ الزخرف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے حضرت باری تعالیٰ عزاسمہ کہتا ہے۔''ان هــــوا الا عبدانعمنا علیه وجعلنه مثلا لبنی اسرائیل ولوا نشاء لجعلنا منکم ملئکة فی الارض یـخـلـفـون وانـه لـعـلـم لـلسـاعة فلا تمترن بها واتبعون هذا صراط مستـقـیـم ولا یصدنکم الشیطن انه لکم عدو مبین (زخرف:۵۹،۶۲)''۔(پس) وہ تو ہمارا ایک بندہ تھا جس پر ہم نے اپنا انعام کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لئے اپنی قدرت کا نمونہ بنایا (تم اس زندگی کے محیر العقول حالات پر حیران کیوں ہوتے ہو۔ہماری قدرت تو وہ ہے) کہ

اگر ہم چاہیں تو تم میں سے فرشتے پیدا کر دیں جو زمین میں تمہارے وارث بن جائیں اور وہ (عیسیٰ) البتہ الساعت (قیامت) کے لئے (بمنزلہ) علم کے ہے۔ (جو تمہیں دیا جائے گا) پس تم قیامت کے آنے میں شک نہ کرو اور میری (محمد ﷺ) کی پیروی کرو۔ یہی صراط مستقیم ہے۔ (دیکھنا کہیں) شیطان تمہیں اس راستے سے گمراہ نہ کر دے۔ بیشک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔﴾

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھانے اور زندہ رکھنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ انہیں قیامت کے قریب اس ساعت کے آنے کے نشان کے طور پر نوع انسانی کے سامنے پیش کیا جائے۔ جس کی خبر تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنے صحائف میں دی ہے اور جس کے متعلق قرآن پاک میں جا بجا تذکرے موجود ہیں۔ آثار قیامت اور بھی بہت سے قرآن پاک میں مذکور ہوئے ہیں۔ جو تمام کے تمام بڑے ہی حیرت افزا ہیں۔ تاہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا غائب ہو کر صدیوں کے بعد نوع انسانی پر نمودار ہو جانا ایسا واقعہ ہوگا جس کے ظہور کے بعد قرآن کے ماننے والوں کو قیامت کے نزدیک آ جانے کا کلی طور پر یقین ہو جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حیثیت از روئے قرآن کریم علم للساعۃ یعنی علامت ظہور قیامت سے زیادہ نہیں اور انا جیل کا دعویٰ بھی صرف اسی قدر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی آمد ثانی کو قیامت کی خبر کے طور پر بیان فرمایا تھا۔ پس ایمانی حیثیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کا انتظام اور انہیں ایک نئے پیغمبر کی حیثیت سے جو گمراہوں کو راہ راست پر لانے کے لئے مبعوث ہوا ہو قبول کرنے کا لزوم اسلام کی اساس سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ قرآن ہمیں صرف اتنا بتاتا ہے کہ قیامت کے قریب قیامت کی علامت کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نازل ہوں گے اور یہ علامت اسی صورت میں علامت کہلائی جا سکے گی جب نوع انسانی جان لے کہ نازل ہونے والی شخصیت وہی ہے جو صدہا سال پیشتر فلسطین میں باپ کے بغیر پیدا ہوئی تھی اور جسے دشمنوں کے نرغہ سے بچا کر آسمانوں کی طرف اٹھالیا گیا تھا۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد اس وقت کسی قسم کا مابہ النزاع مسئلہ نہیں رہے گی۔ بلکہ ان کے موافق ومخالف سب جان لیں گے کہ یہ وہی ابن مریم ہیں جو زندگی کا کچھ عرصہ پہلے اس کرۂ ارضی پر بسر کر چکے ہیں۔ اس علامت کے ظہور کے بعد جو لوگ حق کی طرف رجوع کر لیں گے۔ وہ ناجی ہوں گے اور جو اپنے کفر وطغیان پر مصر رہیں گے۔ ان پر قیامت آ جائے گی۔

آیت کے ظہور کا وقت

کہا جائے گا کہ خدائے بزرگ وبرتر نے اس قسم کی واضح آیت کے ظہور کا وقت قرب

قیامت کیوں مقرر کیا۔ اس وقت سے پہلے آنے والے انسانوں کو اس قسم کا کوئی واضح اور بین نشان کیوں نہ دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت کے نزدیک زمانہ کے حالات ایسے دگرگوں ہوجائیں گے کہ اس وقت اس قسم کے بین نشان کے ظہور کی اشد ضرورت پیش آجائے گی۔ مسیحیت اور نبوت کا دعویٰ کرنے والے اشخاص جن کو کئی قسم کی طاقتیں حاصل ہوں گی۔ ظاہر ہونے لگیں گے جو نوع انسانی کے لئے زبردست فتنہ کا موجب بن جائیں گے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود ظاہر ہوکر ان سب کے قصوں کو پاک کردیں گے۔ خدا کی آیتیں اپنے موقع ومحل پر ظاہر ہوتی ہیں اور جس دور میں جیسی آیت کی ضرورت ہو ویسی ہی ظہور پذیر ہوجاتی ہے۔ اگر ہم غور سے دیکھنے والی نگاہیں پیدا کرلیں تو ہمیں اپنے گردوپیش اور تحت وفوق ہر سمت خدا کی آیات نظر آئیں گی۔ جو زمانے کے حسب حال ہوں گی اور جان سکیں گے کہ خدا کے بڑے بڑے نشان جو کتب سماوی میں مذکور ہوچکے ہیں اپنے اپنے وقت پر ظاہر ہوتے آئے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ ایسی ہی ایک آیت بین کو نوع انسانی ۱۹۰۸ء میں ملاحظہ کرچکی ہے۔ قرآن کریم نے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پیشتر چار پانچ ہزار سال پہلے کے واقعہ یعنی آل فرعون کی غرقابی کا ذکر کرتے ہوئے کہہ دیا تھا کہ: ’’فالیوم ننجیك ببدنك لتکون لمن خلفك اٰیة وان کثیرا من الناس عن اٰیٰتنا لغٰفلون (یونس:۹۲)‘‘ ﴿(اے فرعون) پس آج ہم نے تیرے بدن کو (غرقابی سے) بچالیا۔ تاکہ اس کے لئے جو تیرے بعد آرہا ہے۔ آیت کا کام دے اور تحقیق اکثر لوگ ہمارے نشانیوں کی طرف سے غافل ہیں۔﴾

فرعون کی لاش بعد میں آنے والے فرعونوں کی عبرت کے لئے آیت کے طور پر بچالی گئی اور یہ لاش عصر حاضر میں جب انسان پھر خدائی دعویٰ کرنے کے نزدیک جارہا ہے۔ لندن کے عجائب گھر میں پڑی اپنے آیت اللہ ہونے کا اعلان کررہی ہے۔ ظاہر ہے کہ خدا کی یہ آیت جس کا ذکر قرآن حکیم میں آیا ہے۔ چار پانچ ہزار سال کے بعد نوع انسانی پر اس وقت ظاہر ہوئی ہے۔ جب اس کی ضرورت تھی اسی طرح نزول عیسیٰ علیہ السلام کی آیت بھی اس وقت ظاہر ہوکر رہے گی۔ جب نوع انسانی کو اس کے ظہور کی ضرورت ہوگی۔

وفات ونزول مسیح کے متضاد عقائد

قرآن حکیم کے اور نصائص جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے اور اپنے عمر کے آخری دور میں نوع انسانی کے ساتھ واسطہ پیدا کرنے کے متعلق استشہاد کیا جاسکتا ہے۔ یہ ہیں۔ ’’اذ قال اللّٰہ یعیسیٰ ابن مریم اذکر نعمتی علیك وعلیٰ والدتك اذا یدتك

بروح القدس تکلم الناس فی المھد وکھلا (المائدہ:۱۱۰)''﴿جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ ابن مریم میری اس نعمت کو یاد کر جو میں نے تجھ پر اور تیری ماں پر کی۔ وہ جب میں نے روح القدس سے تیری مدد کی۔ (نیز) تجھے پنگوڑے میں اور عمر رسیدہ ہو کر لوگوں سے باتیں کرنے والا بنایا۔﴾

''اذ قالت الملٰئکة یمریم ان اللّٰہ یبشرك بکلمة منه اسمه المسیح عیسیٰ بن مریم وجیھا فی الدنیا والآخرة ومن المقربین ویکلم الناس فی المھد وکھلا ومن الصٰلحین (آل عمران:۴۵،۴۶)''﴿جب فرشتوں نے کہا اے مریم تحقیق اللہ تجھے اپنے ایک کلمہ (نشان) کی خوشخبری دیتا ہے۔ جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا۔ دنیا اور آخرت میں بڑے مرتبے والا اور خدا کے مقربوں میں سے اور وہ لوگوں سے پنگوڑے میں اور عمر رسیدہ ہو کر باتیں کرے گا اور صالح بندوں میں سے ہوگا۔﴾

ان آیات میں قرآن حکیم نے حضرت عیسیٰ کے پنگوڑے میں اور عمر رسیدہ ہو کر لوگوں سے باتیں کرنے کو انعام خداوندی میں سے مخصوص طور پر بیان کیا ہے۔ کیونکہ دونوں محیر العقول باتیں ہونے والی تھیں۔ پیدا ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پنگوڑے میں لیٹے لیٹے اپنی والدہ کی عصمت وعفت کی شہادت دینا دوسرے مقامات پر بھی مذکور ہوا ہے۔ لہٰذا عمر رسیدہ ہو کر لوگوں سے باتیں کرنے کا واقعہ بھی اسی صورت میں تکلم فی المہد کی طرح محیر العقول ہو سکتا ہے جب اس میں کوئی ندرت ہو اور وہ ندرت یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صدہا سال کے بعد زمین پر نازل ہو کر از سر نو زندگی شروع کریں گے اور عمر کے اس حصہ تک پہنچیں گے۔ جسے عربی زبان میں کہل کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لوگ ان کے اس کلام کرنے پر اسی طرح حیران ہوں گے جس طرح بنی اسرائیل کے افراد انہیں گود میں باتیں کرتے دیکھ کر بھونچکے رہ گئے تھے۔

آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ قرآن حکیم کی آیات جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق آئی ہیں کس طرح ایک دوسرے کی تائید کرتی ہوئی یہ ظاہر کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محیر العقول زندگی از ابتداء تا انتہاء آیت اللہ واقع ہوئی ہے۔ جس کا اظہار قرآن حکیم کا مقصد نظر آتا ہے۔ اگر ان میں سے کسی ایک شے کو اپنی محدود اور ناقص عقلوں کے مطابق بنانے کی سعی میں کھینچ لیا جائے اور تاویلات لاطائل کے دروازے کھول دیئے جائیں تو آیت اللہ کا یہ سارا قصر دھڑام سے زمین پر آ رہتا ہے۔ اس صورت میں فرقۂ مرزائیہ کے لاہوری ملاحدہ کی طرح قرآن حکیم کی بینات کے علی الرغم یہ کہنا پڑے گا کہ ''نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا وسیات اعمالنا''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں کسی قسم کی ندرت نہ تھی اور وہ یوسف نجار کے فرزند تھے۔ زندگی میں ان سے کسی قسم کے معجزہ کا ظہور نہیں ہوا اور وہ صلیب پر لٹکائے گئے تھے یا صلیب پر بچالئے گئے تھے۔ لیکن دنیا سے روپوش رہ کر زندگی بسر کر گئے۔ اس صورت میں ان کے علم للساعۃ اور تکلم فی المہد وکہلاً کی بھی بے سروپا تاویلیں کرنی پڑیں گی اور وہ جو اہل کتاب کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لانے کے متعلق پیش گوئی مذکور ہوئی ہے اس کی بھی کوئی نئی توجیہ لانی پڑے گی۔ گویا قرآن حکیم کو بالائے طاق رکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا ایک سراسر نیا اور متغائر تاروپود اپنے اوہام کی بناء پر بننا پڑے گا۔ ظاہر ہے کہ اس سے بڑی معصیت انسان کے لئے اور کوئی نہیں ہوسکتی کہ قرآن پاک کی صریح آیات کی تکذیب کرے اور ایک نبی کی زندگی پر طرح طرح کے اتہام باندھے۔ یہ میں لکھ چکا ہوں کہ جن لوگوں کو جھوٹی مسیحیت اور دجالی نبوت کے قیام کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا مسئلہ گھڑنا پڑا ان کے پیرومرشد نے تو استعارہ کے رنگ میں مریم بن کر حاملہ ہونے اور اس حمل کے نتیجہ کے طور پر خود پیدا ہوکر مسیح کہلانے کی بیہودہ سی تاویلیں گھڑنے میں بھی تأمل سے کام نہیں لیا۔ چہ جائیکہ ان سے قرآن پاک کی آیات کو صحیح طور پر سمجھنے کی امید رکھی جائے۔

کہا جاتا ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر اقبال اور اسلام کے بعض دیگر متقدم ومتأخر علمائے کرام وفات مسیح کے قائل ہیں، ہوں گے۔ لیکن معلوم ہونا چاہئے کہ وفات مسیح کے قائل کسی مسیح کی آمد کے منتظر بھی نہیں۔ لہٰذا مرزائیوں کا جو اپنے متنبّی کو مسیح موعود کہتے ہیں اور نزول وآمد مسیح کی روایات کے قائل ہیں ایسے علماء کے اقوال سے استشہاد کرنا بے معنی ہے۔ اے ضلالت وگمراہی کی پیروی کرنے والو! اگر تم ان اخبار کو جو مسیح کی آمد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق ہیں درست خیال کرتے ہو تو انہی کی آمد کا انتظار کرو اور محض تاویلات کے بل پر کسی مدعی کو ابن مریم ثابت کرنے کی کوشش سے باز آجاؤ۔ جس پر صریح طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول کہ: ''بہترے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں۔'' نیز حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی حدیث پاک جو تیس جھوٹے نبیوں کے خروج کے متعلق وارد ہوئی ہے۔ اگر مسیح ابن مریم علیہ السلام کو فوت شدہ تصور کرتے ہو تو کہہ دو کوئی مسیح آنے والا نہیں۔ اس صورت میں تمہیں جھوٹ کا جواز ثابت کرنے کے لئے تاویلیں گھڑنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اور جب مسیح ابن مریم آجائیں گے تو سب کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ آگئے۔ کیونکہ ان کی آمد کوئی معمولی آمد نہ ہوگی۔ جس کے ثبوت کے لئے تاویل واستدلال کی ضرورت پیش آئے گی۔ وہ خدائے جلیل وقدیر کا ایک بین

نشان ہوگا۔ جسے موافق ومخالف سب کی آنکھیں دیکھ سکیں گی اور سب کی عقلیں جان لیں گی کہ یہ وہی مسیح ابن مریم ہیں جو صدہا سال پہلے فلسطین میں پیدا ہوئے تھے۔ جنہوں نے گود میں لیٹے لیٹے اپنی ماں کی پاک دامنی کی شہادت دی تھی۔ جنہیں یہودیوں نے مصلوب کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن جنہیں خدائے جلیل وقدیر نے اپنی قدرت کاملہ سے بچالیا اور محفوظ کرلیا تھا تاکہ علم للساعۃ کے طور پر قیامت کے قریب اپنا نشان بنائے۔

دیگر آثار قیامت اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام

میں لکھ چکا ہوں کہ نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت علم للساعۃ یعنی قیامت کے قرب کی ایک علامت سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ مخبر صادق حضور سرور کائنات ﷺ کی احادیث میں بھی جہاں جہاں ابن مریم کے نزول کا ذکر آیا ہے علامات قیامت ہی کے ضمن میں مذکور ہوا ہے۔ لہٰذا مسیح کے نام سے دینی رخنہ اندازیوں کی جتنی کوششیں بھی اس وقت تک بروئے کار آچکی ہیں یا آئندہ ظاہر ہوں گی وہ سب باطل اور جھوٹے مدعیوں کی اس فہرست کے تحت میں آتی ہیں۔ جس کی طرف خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ارشارہ کر چکے ہیں اور حضرت ختمی مرتبت ﷺ بھی اپنی امت کو ان سے ہوشیار رہنے کی تاکید فرما چکے ہیں۔ احادیث نبوی میں آثار وعلامت قیامت کے سلسلہ میں مسیح الدجال کے ایک بہت بڑے فتنہ کا ذکر بھی آیا ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے قریب ایک شخص جسے بڑی محیر العقول قدرتیں حاصل ہوں گی۔ حتیٰ کہ ایسا معلوم ہوگا کہ مصنوعی جنت وجہنم کی کلیدیں بھی اس کے ہاتھ میں ہیں۔ جن میں وہ اپنے ماننے اور نہ ماننے والوں کو ڈالتا چلا جائے گا۔ نیز اسے مردوں کو زندہ کرنے اور بظاہر انسانوں کے مرے ہوئے آباؤاجداد سے باتیں کرانے کی قدرتیں بھی حاصل ہوں گی۔ یہ شخص جس کی دونوں آنکھیں یکساں نہ ہوں گی۔ اپنی محیر العقول قدرتوں کے بل پر مسیح اور خدا ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ یعنی عیسائیوں کے عقیدۂ الوہیت کی تصدیق کرتے ہوئے یہ کہے گا کہ میں ہی وہ مسیح ابن اللہ ثالث من ثلٰثۃ ہوں۔ جس کی عبادت تم صدیوں سے کرتے آئے ہو۔ ازبس کہ اس کی طاقتیں بہت محیر العقول ہوں گی۔ اس لئے نوع بشر کا ایک حصہ غالب اس کے سامنے اطاعت وعبدیت کی گردنیں جھکانے لگے گا۔ اسی مسیح الدجال کو قتل کرنے اور اس کے فتنہ کا سدباب کرنے کا کام ایزدمتعال عزاسمہ کی قدرت کاملہ نے حقیقی مسیح یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کے لئے مقدر کر دیا تاکہ اس وقت کی نوع بشر کو دجال کے دجال ہونے میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے اور مسیح علیہ السلام کے نام سے انسانوں کو مختلف قسم کے دھوکے دینے والوں کا سارا پول کھل جائے۔

اخبار صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح الدجال کا فتنہ بہت بڑا فتنہ ہوگا اور ارشادات نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ اس فتنہ سے بچنے کے لئے ہر وقت ایزد متعال کی بارگاہ میں پناہ مانگتے رہیں اور اس امر کا خیال رکھیں کہ مسیح الدجال کو خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم قتل کریں گے۔ لہٰذا مسلمانوں کے لئے ہر ایسے مدعی کو جو استعارہ کے رنگ میں مریم بن کر حاملہ ہونے اور اس کے نتیجہ میں کود پیدا ہو کر مسیح کہلانے کا خواہاں ہو مفتری و کاذب سمجھنا ایک لازمی امر ہے۔ کیونکہ اس مضمون پر احادیث شریفہ اس قدر واضح ہیں کہ ان میں تاویل وتحریف کی قطعاً گنجائش نہیں۔

مسیح الدجال کے خروج اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے سلسلہ میں مخبر صادق ﷺ نے جس قدر ارشادات اپنی امت کے آگاہی کے لئے بیان فرمائے ہیں وہ سب آثار قیامت کے طور پر مذکور ہوئے ہیں اور بتادیا گیا ہے کہ امت مسلمہ پر ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب غیر مسلم قومیں علی الخصوص نصاریٰ ان پر غالب آجائیں گے تا آنکہ کفار کے لشکر اس سرزمین کو جس میں بیت المقدس واقع ہے فتح کر لیں گے اور ان کی یلغاریں جزیرۃ العرب کی پاک سرزمین پر اس حد تک تجاوز کر جائیں گی کہ مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کی حالت بھی مخدوش ہو جائے گی۔ مسلمان سخت مصیبت میں مبتلا ہوں گے۔ جنگ ہو رہی ہوگی اور اس وقت کا امیر المؤمنین شہید ہو جائے گا۔ اس وقت ساری دنیائے اسلام میں کوئی شخص مسلمانوں کی امارت وقیادت کی ذمہ داری کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھانے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ امت مسلمہ امیر کے انتخاب کے معاملہ میں پریشان ہوگی۔ امت کے صلحاء مکہ معظّمہ میں حج کے لئے جمع ہوں گے۔ وہیں ایک شخص جو طواف کر رہا ہوگا اس کے انکار کے باوجود اپنا امیر بنالیں گے اور اس کے ہاتھ پر کفار سے جنگ کرنے کے لئے بیعت کریں گے۔ یہی وہ مہدی آخر الزمان ہوں گے۔ جن کے انتخاب کی خبر غیبی آواز کے ذریعے ساری دنیا کو سنادی جائے گی۔ حضرت مہدی علیہ السلام مسلمانوں کا لشکر لے کر کفار کا مقابلہ کریں گے اور انہیں شکست دیتے ہوئے شام کی سرزمین تک پہنچ جائیں گے۔ اسلامی لشکر دمشق کے مقام پر ہوگا کہ مسیح الدجال کے خروج کی اطلاع ملے گی۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے سہارے مشرقی مینار پر نازل ہوں گے۔ ظہر کی نماز تیار ہوگی۔ مہدی رضوان اللہ اجمعین، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہیں گے کہ امامت کے فرائض آپ انجام دیجئے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ کہہ کر انکار فرمائیں گے کہ امامت آپ ہی کا حق ہے۔ آپ ہی مسلمانوں کے امیر ہیں۔ میرا کام تو فقط دجال کا قتل ہے۔ جس کے زیر قیادت کفار

کے لشکر مسلمانوں کے بالمقابل صف آرا ہیں۔ دجال اور اس کے لشکروں سے مقابلہ ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو کر ان سے جنگ کریں گے اور دجال کو اپنے نیزے سے قتل کر دیں گے۔

ان جنگوں کے واقعات احادیث نبوی میں اس تفصیل کے ساتھ بطور پیش گوئی بیان ہوئے ہیں کہ ان میں کسی قسم کے التباس کی گنجائش نہیں۔ مقام تعجب ہے کہ بعض لوگ ان پیش گوئیوں کے بعض اجزا کو لے کر ان کی تاویلیں کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں اور یہ کہنے لگتے ہیں کہ مہدی آخر الزمان کا ظہور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اس وقت کی امت مسلمہ کے سیاسی اور بین الاقوامی حالات سے مختلف کیفیات کے حامل ہیں۔ ان اخبار کی حیثیت جو قرب قیامت کے فتن کے متعلق مذکور ہوئے ہیں محض اخبار اور پیش گوئی کی ہے اور ان سے یہ استنباط نہیں کیا سکتا کہ مہدی و مسیح دین اسلام میں کسی قسم کی تجدید و اصلاح کی خدمت انجام دیں گے۔ ظاہر ہے کہ صرف سچے مسلمان ہی ان فتن میں مہدی و مسیح علیہما الصلوٰۃ والسلام کا ساتھ دیں گے اور اس غزا اور جہاد میں شامل ہو کر جو کفر و اسلام کا آخری معرکہ ہوگا شہادت یا فتح کے درجے حاصل کر سکیں گے۔ کسی ایسے مسیح کاذب کے پیرو جس نے جہاد کو منسوخ قرار دے دیا ہو اس سعادت میں حصہ نہیں لے سکیں گے۔ کیونکہ وہ اپنے عقیدہ کے مطابق اس وقت کی دجالی حکومت کے جو روئے زمین پر پھیل جائے گی وفادار رہنے پر مجبور ہوں گے۔

میں نے ظہور مہدی اور نزول مسیح علیہ السلام کے ان واقعات کو جو احادیث میں بیان ہوئے ہیں اختصار اور اجمال کے ساتھ اوپر بیان کر دیا ہے۔ اگر ان تمام احادیث کو جو اس آنے والے زمانہ کے فتن کے متعلق مذکور ہوئے ہیں یک جا جمع کیا جائے تو اس کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ یہ واقعات احادیث شریفہ میں جس شکل میں بیان ہوئے ہیں۔ اسے جان لینے کے بعد کوئی مسلمان ایک لحہ کے لئے کسی مفتری یا مدعی کاذب کے دام فریب کا شکار نہیں ہوسکتا۔ سچے مسلمان جو مسیح الدجال ایسے صاحب قدرت واختیار شخص کے مقابلہ میں جانیں لڑائیں گے قادیان کے کسی متنبّی کے جھانسے میں نہیں آ سکتے۔ جس کی پٹاری میں لاطائل تاویلوں اور بیہودہ دعووں کے سوا اور کوئی شے نہیں۔ جس نے نہ مکہ دیکھا نہ بیت المقدس کی سیر کی نہ میدان جنگ کی لذتوں سے شناسا ہوا، نہ جہاد کے ثواب سے بہرہ مند ہوا۔ کیا تو یہ کیا کہ جہاد بالسیف کی تنسیخ کا اعلان کر کے ان تمام احادیث پاک کی تکذیب کر دی جو کفر و اسلام کے اس آخری معرکہ کے متعلق بیان ہوئی ہیں اور دین فروشوں کی ایک ایسی جماعت کھڑی کر دی جس کا

کام مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرنے اور آزاد اسلامی ممالک کو کفار کی ان سلطنتوں کے زیر نگین لانے کی کوشش کے سوا اور کچھ نہیں، جو شاید آئندہ چل کر مسیح الدجال کی پشت پناہ بننے والی ہیں۔ لیکن دعویٰ یہ کر دیا کہ میں ہی مہدی مسعود و مسیح موعود ہوں۔

عاشق نہ شدی محنت الفت نہ کشیدی
کس پیش تو غم نامۂ ہجراں بکشائد

احادیث واخبار کی غلط تاویلات

مرزائیت کی قادیانی اور لاہوری شاخوں کے امراء، اور متبعین غیر عیسیٰ کو عیسیٰ اور نا مسیح کو مسیح ثابت کرنے کے لئے ان اخبار کے تذکار و تاویل میں جو علامات قیامت کے طور پر بیان ہوئیں۔ اس قدر بددیانتی سے کام لینے کے عادی ہیں کہ سب کو یکجا نہیں لیتے۔ بلکہ صرف ایسی احادیث کو جن کے معانی میں وہ تاویل وتحریف کر کے اپنے متنبّی کی ذات پر چسپاں کر سکتے ہیں بیان کرتے اور ان احادیث کو چھوڑ دیتے ہیں۔ جن میں صاف اور صریح الفاظ میں کفار کے ساتھ پیہم جنگیں کرنے اور دجال کے خلاف جہاد بالسیف کرنے کی خبریں دی گئی ہیں۔ ان لوگوں اور ان کے پیشواء کا سب سے بڑا دجل یہ ہے کہ وہ ان تمام احادیث کو جو ظہور حضرت مہدی علیہ السلام اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مذکور ہوئی ہیں امت مسلمہ کی دینی ضرورت کے لئے ظاہر کر کے پہلے یہ منوانے کی کوشش کرتے ہیں کہ مسلمان کے لئے مہدی و مسیح کی نبوت ورسالت پر ایمان لانا ویسا ہی ضروری ہے جیسا کہ حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے۔ حالانکہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت پر پہلے ہی ایمان لا چکے ہیں۔ جس کی حیثیت پر ان کے زندہ ہونے یا دوبارہ امت مسلمہ میں آنے سے کوئی زد نہیں پڑتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اسلام کے پیغمبر ہیں اور حضرت رسول کریم ﷺ پر اسی وقت سے ایمان لا چکے ہیں۔ جب ان کو نبوت ورسالت کا منصب عطاء کرتے وقت پروردگار عالم نے ان سے حضرت ختمی مرتبت ﷺ پر ایمان لانے اور بشرط زندگی ان کی مدد کرنے کا وعدہ لے لیا تھا۔ (ملاحظہ ہو آیہ میثاق النبیین جس کا ذکر پہلے آچکا ہے) اور حضرت مہدی علیہ السلام کے متعلق اللہ کا نبی یا رسول ہونے کی کوئی خبر نہیں دی گئی۔ ان کی حیثیت صرف اس امیر المؤمنین کی ہے جو آخری زمانہ کے فتن میں جب کفار چاروں طرف سے مسلمانوں پر ہجوم لا چکے ہوں گے اور یہ خطرہ پیدا ہو چکا ہوگا کہ حرمین الشریفین پر کفار کا علم بلند ہونے والا ہے۔ مسلمانوں کے لشکروں کی قیادت کرتے ہوئے کفار سے قتال بالسیف کریں گے۔ احادیث جو اس زمانہ کے واقعات کے متعلق آئی ہیں محض پیش

گوئی کی حیثیت رکھتی ہیں اور اس قدر واضح ہیں کہ ان میں کسی قسم کی تلبیس وتدلیس کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ پس جب یہ واقعات جن کی خبر احادیث میں دی گئی ہے رونما ہوں گے تو مسلمان اور نا مسلمان سب سمجھ لیں گے کہ وہ وقت آ گیا جسے قیام قیامت کا پیش خیمہ سمجھنا چاہئے۔ باقی رہی یہ بات کہ کون سے مسلمان اس دور فتن میں حضرت مہدی علیہ السلام کا ساتھ دیں گے۔ سو اس کے متعلق بھی چنداں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہی مسلمان حضرت مہدی علیہ السلام کا ساتھ دیں گے جو اس وقت اسلام کی حفاظت ومدافعت کے لئے صدق دل سے کوشاں ہوں گے۔ احادیث صحیحہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ بعض لوگ جو مسلمان کہلاتے ہوں گے۔ یہ جان لینے کے باوجود کہ مہدی علیہ السلام کا ساتھ دینے والے مسلمان اسلام کی صحیح خدمت کر رہے ہیں۔ اپنی دنیوی اغراض کے لئے کفار کا ساتھ دیں گے۔ اس کی مثال بعینہ وہ ہے جو گذشتہ جنگ عظیم میں ممالک اسلامی میں دیکھی گئی۔ ترکی خلیفۃ المسلمین نے جہاد کا علم بلند کیا۔ لیکن اکثر ممالک کے مسلمان کہلانے والے لوگ محض اپنے دنیوی فوائد کی خاطر ترکوں کے خلاف جا کر لڑے۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ وہ اسلام سے صریح غداری کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

احادیث میں مہدی، مسیح، دجال اور یاجوج وماجوج وغیرہ کے متعلق پیش گوئیاں علامات قیامت کے طور پر بیان ہوئی ہیں۔ وہ اس قدر واضح بیّن اور جامع ہیں انہیں جان لینے کے بعد کسی کے دل میں آنے والے واقعات کے متعلق کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ علی الخصوص ایسے دور میں جب ہم اپنی آنکھوں سے دنیا کی سیاست کا رنگ ایسا دیکھ رہے ہیں جو احادیث کے بیان کردہ حالات کے نزدیک جا رہا ہے۔ جب کہ حرمین الشریفین کے شمال جنوب اور مشرق ومغرب میں مغربی اقوام کے استعمار کے بڑھتے ہوئے قدم پہنچ چکے ہیں اور یورپین اقوام سیاسیات تہذیب اور تمدن میں سارے کرہ ارض پر حاوی ہو چکی ہیں اور صاف نظر آ رہا ہے کہ آنے والی جنگوں کا نقشہ غالباً احادیث کے بیان کردہ ان حالات کے مطابق ہوگا۔ جو کفر واسلام کے آخری معرکہ کے متعلق مذکور ہوئے ہیں اور اسی آخری معرکہ میں مہدی کے ظہور، دجال کے خروج اور عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی پیش گوئیاں پوری ہونے والی ہیں۔

حضور سید المرسلین ﷺ کی شان میں گستاخی

قادیان کی دجالی مسیحیت اور جھوٹی مہدویت کا ڈھونگ رچانے کے لئے مرزائی بدبختوں اور ان کے پیشواؤں نے اس حد تک کفر صریح اور الحاد دیّنین سے کام لیا ہے کہ حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ مسیح الدجال اور یاجوج ماجوج کے

فتنوں کے متعلق ان ممسوخ الفطرت انسانوں نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ: ’’نعوذ باللہ من شرور انفسنا وسیات اعمالنا‘‘ حضرت ختمی مرتبت ﷺ (فداہ ابی وامی) ان فتنوں کی حقیقت سمجھنے سے قاصر تھے اور ان کی صحیح کیفیت اگر کسی نے سمجھی ہے تو وہ قادیان کا وہ نیم ملا متنبّی تھا۔ جس کو بات تک کرنے کی تمیز نہ تھی۔ متنبّی قادیان اپنی کتاب ازالہ اوہام میں کس دلیری کے ساتھ لکھتا ہے: ’’آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصلی کیفیت کھلی اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی اور نہ دابتہ الارض کی ماہیت کماہی ظاہر فرمائی گئی۔‘‘

(ازالہ اوہام ص ۶۹۱، خزائن ج ۳ ص ۴۷۳)

از بس کہ متنبّی قادیان کو اپنی مسیحیت اور مہدویت کا ڈھونگ کھڑا کرنے کے لئے احادیث کے معانی میں تحریف وتاویل کرنے کی ضرورت درپیش تھی۔ لہٰذا اس بدزبان نے حضور سرور کائنات ﷺ پر یہ افتراء باندھ دیا کہ حضورؐ نے جن امور کے واقع ہونے کی خبر اپنی امت کو سنائی تھی ان کی ماہیت وحقیقت سمجھنے سے وہ خود قاصر تھے۔ حالانکہ ان احادیث میں ایک ایک واقعہ کو اس تفصیل اور جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہاں تک بتادیا گیا ہے کہ آخری جنگ میں مہدی کے زیرکمان ستر ڈویژن ہوں گے جن میں سے ہر ڈویژن میں بارہ ہزار کی نفری ہوگی۔ نیز یہ بھی بتادیا گیا کہ مہدی کو بلاد وامصار کے مسلمان مندوبین جنہیں ابدال کہا گیا ہے کس مقام پر اور کن حالات میں امیر المؤمنین اور خلیفۃ المسلمین منتخب کریں گے۔ یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس مقام پر اور کن حالات میں نازل ہوں گے۔ تا آنکہ احادیث میں لکھا ہے کہ: ’’مہدی (حصول فتح کے بعد) ملک کے بندوبست ہی میں مصروف ہوں گے کہ افواہ اڑے گی کہ دجال نے مسلمانوں پر تباہی ڈالی ہے۔ اس خبر کے سنتے ہی حضرت امام مہدی شام کی طرف مراجعت فرمائیں گے اور اس خبر کی تحقیق کے لئے پانچ یا نو سوار جن کے حق میں حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں ان کے ماں باپ اور قبائل کے نام اور ان کے گھوڑوں کا رنگ جانتا ہوں وہ اس زمانے کے روئے زمین کے آدمیوں میں سے بہتر ہوں گے بشکر کے آگے پیچھے بطور طلیعہ روانہ ہوکر معلوم کرلیں گے کہ یہ افواہ غلط ہے۔‘‘

(صحیح مسلم ص ۳۹۶، مطبوعہ انصاری)

حضور سرور کائنات ﷺ تو اپنی امت کے آنے والے حالات سے اس قدر جامعیت اور ہمہ گیری کے ساتھ واقف ہونے کا دعویٰ فرماتے ہیں کہ اپنے سربازوں کے گھوڑوں کے رنگ

تک جانتے ہیں۔لیکن قادیان کا متنبّی اپنی جھوٹی نبوت کے قیام کے لئے یہ کہہ رہا ہے کہ حضورؐ کے ضمیر پرنور پر یہ حالات کما حقا منکشف نہیں ہوئے تھے۔اس سے زیادہ بدبختی اور کیا ہوسکتی ہے اور اس کے بعد ایسے دیدہ دلیر کو کس لحاظ سے مسلمان سمجھا جاسکتا ہے۔

دجال کی شناخت اور دجال کی اطاعت

مرزائی بڑے فخر سے یہ کہنے کے عادی ہیں کہ ان کے حضرت صاحب ہی اس دور کے پہلے شخص تھے۔جنہوں نے اقوام یورپ کے استعمار کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا کہ دجال کے جس فتنہ کا ذکر احادیث میں آیا ہے وہ یہی یورپین اقوام کے غلبہ واقتدار کا فتنہ ہے اور میاں محمد علی امیر جماعت لاہوری نے المسیح الدجال کے نام سے ایک رسالہ لکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دجال سے مراد انگریز قوم ہے۔جسے شناخت کرنے کا سہرا قادیان کے مرزا غلام احمد کے سر ہے۔

’’مقام تعجب ہے کہ مسیح موعود اور مہدی مسعود بننے کا مدعی یہ پہچان لینے کے باوجود کہ انگریز دجال ہیں۔اسی دجال کی جاسوسی کرنے کو اپنے لئے موجب فخر سمجھتا ہے۔‘‘

(تبلیغ رسالت ج۵ص۱۱،مجموعہ اشتہارات ج۲ص۲۲۷)

’’اس کے تسلط واقتدار کو اپنے لئے اور اپنی امت کے لئے آیۂ رحمت قرار دیتا ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۵۶،۵۰۹،خزائن ج۳ص۱۳۰،۳۷۳،تبلیغ رسالت ج۸ص۶۹،مجموعہ اشتہارات ج۳ص۱۳۹)

’’اپنے خاندان اور اپنی امت کو اسی دجال کا خود کاشتہ پودا ظاہر کرتا ہے۔‘‘

(تبلیغ رسالت ج۷ص۲۰،مجموعہ اشتہارات ج۳ص۲۱)

’’اپنی امت کا ہر حال میں اسی دجال کے فرمانبردار رہنے کی تاکید فرماتا ہے۔‘‘

(کتاب البریہ ص۱۰،خزائن ج۱۳ص ایضاً)

’’اور اس دجال کو یقین دلاتا ہے کہ جوں جوں میرے مرید ترقی کریں گے مسلمانوں میں سے جہاد کی روح اڑتی چلی جائے گی۔‘‘ (تبلیغ رسالت ج۷ص۱۷،مجموعہ اشتہارات ج۳ص۱۹)

’’نیز اسی دجال کی خدمات بجالانے کے بڑے بڑے دعوے کر کے اس سے نوازشات وعنایات کا متمنی ہوتا ہے۔‘‘ (تریاق القلوب ص۴۵،تبلیغ رسالت ج۷ص۱۱،۲۰،ج۱۰ص۲۸)

کیا ان تمام امور سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ قادیان کا مدعی مسیحیت اس مسیح الدجال کا ایک ظل تھا۔جو دنیا میں فتنہ برپا کرنے کے لئے خروج کرنے والا ہے اور جس کے ساتھ مسلمانوں کے جہاد بالسیف کرنے کی پیش گوئیاں احادیث اور اخبار میں مذکور ہوئی ہیں۔مسلمان اسی سے اندازہ لگاسکتے ہیں کہ مسیح الدجال اپنے خروج کے بعد کن طریقوں سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش

کرے گا اورازبس کہ اسے کرہ ارضی پر شاہی اقتدار حاصل ہوگا اور انسان کی علمی ترقیات کے باعث جس کے دروازے کھل چکے ہیں۔وہ محیر العقول کارنامے انجام دے گا۔دنیا کے سامنے الوہیت کا دعویٰ کر کے سامنے آئے گا اور متنبیّ قادیان اوراس کی امت کے افراد کی نوع کے لوگ حصول دنیا کی خاطر اس کی اطاعت کریں گے جس طرح کہ وہ آج انگریزوں کو دجال کہنے کے باوجودان کی اطاعت کواپنا مذہبی فریضہ قرار دیتے ہیں۔

باقی رہامیاں محمد علی کا یہ دعویٰ کہ یورپ کے استعماری سیلاب کے فتنہ کوفتنۃ المسیح الدجال سمجھنے کا سہرا صرف اس کے حضرت مرزا قادیانی کے سر پر ہے۔اس دعویٰ کو بھی اگر واقعات کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو سراسر بے بنیاد ثابت ہے۔کیا میاں محمد علی کو معلوم نہیں کہ محمد المہدی السوڈانی نے جب اس استعماری سیلاب کے مقابلہ میں جہاد کا علم بلند کیا تھا اوراپنے کومہدی قرار دیا تھا توان کے پیش نظر بھی یہ حقیقت تھی کہ استعمار کا یہ سیلاب جو یورپ کی سرزمین سے اٹھاہے فتن آخرالزمان ہی کا ایک حصہ ہے۔اگران کا خیال یہ نہ ہوتا تو وہ ہرگز مہدی کا لقب اختیار نہ کرتے۔ یاان کے پیروانہیں مہدی کے لقب سے منسوب نہ کرتے۔اس کے علاوہ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ تیرھویں صدی ہجری کے آخر میں یورپی استعمار کے مقابلہ میں اپنے کو عاجز پاکر ساری دنیا کے مسلمانوں میں یہ خیال پیدا ہو چلا تھا کہ وہ دورفتن جس کا ذکر احادیث میں آیا ہے آ گیا ہے اور ظہور مہدی اور نزول مسیح کا وقت قریب ہے۔اسی عام خیال سے قادیان کے متنبیّ نے فائدہ اٹھانے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی اور جو طاقتیں اسے مہدی اور مسیح بنانے کے لئے پس پردہ تارہلا رہی تھیں ان کا مقصد ومدعا یہ تھا کہ مسلمانوں کے دماغوں سے صاحب سیف وسناں مہدی کے ظہور کا خیال نکال دیا جائے تا کہ یورپین استعمار کے مقابلہ میں عالم اسلامی کے کسی خط پر مہدی سوڈانی کا کوئی مثیل پیدا ہو کر اس فتنہ آخرزمان کے استیصال کے لئے کوشاں نہ ہوسکے۔پس اگر قادیان کے متنبیّ نے اقوام یورپ کے سیلاب استعمار کو آخری زمانہ کا دجالی فتنہ قرار دیا تواس نے کوئی نئی یا انوکھی بات نہیں کی۔بلکہ وہی کہا جواس دور کے مسلمانوں کی زبانوں پر عام ہو چکا تھا۔اس کا نیا اور انوکھا کارنامہ تو یہ ہے کہ اس نے مسلمانوں کواس دجالی فتنہ کی اطاعت وامداد کرنے کی تلقین کی اور دین فروشوں کی ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جس کا مذہب اس دجالی فتنہ کی تائید واطاعت کرنا اوراس کی جاسوسی کے فرائض انجام دینا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا یورپین اقوام کا موجودہ استعماری سیلاب وہی فتنہ آخر الزمان ہے یانہیں جس کی خبر دی گئی ہے۔اس کے متعلق وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔بہت ممکن

ہے کہ یہی فتنہ ترقی کر کے ان حالات کی شکل اختیار کر لے۔ جو احادیث میں بیان ہوئے ہیں۔ حالات جو ۱۹۱۴ء کی جنگ کے بعد پیدا ہو چکے ہیں۔ احادیث کے بیان کردہ حالات سے بہت مماثلت رکھتے ہیں اور اس امر کا قوی امکان ہے کہ انہی حالات کا ارتقاء وہ خوفناک صورت اختیار کر لے جن میں مسیح الدجال کا خروج واقع ہوگا۔ کیونکہ گذشتہ جنگ عظیم میں القدس اور دمشق مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل چکے ہیں۔ فلسطین میں یہودیوں کا وہ ستر ہزار کا لشکر جو دجال کا معاون بنے گا پرورش پا رہا ہے۔ حرمین الشریفین کے چاروں طرف اقوام یورپ کا سیلاب استعمار گھیرا ڈال چکا ہے اور علمی ترقیات وایجادات کا سیلاب یورپ کے اقوام کو اس نقطہ کی طرف لے جارہا ہے جہاں پہنچ کر وہ خدائی قدرتوں کی دعویٰ دار بننے والی ہیں۔ پس اگر ان حالات میں کفر واسلام کے درمیان کوئی جنگ وقوع پذیر ہوگئی تو کچھ عجب نہیں کہ احادیث کی بیان کردہ پیش گوئیاں حرف بحرف اس کے حالات پر چسپاں ہونے لگیں اور اسی جنگ کے دوران میں مسلمان اپنے عسکری قائد سے محروم ہو جائیں۔ جو شہادت کا رتبہ حاصل کرے گا کسی موزون ہستی کو حرم کعبہ میں طواف کرتے پا کر اپنا امیر وقائد منتخب کر لیں۔ ساری دنیا آلات نشر صوت پر یا کسی اور طریقہ سے یہ سن لے کہ مسلمانوں کو خلیفۃ المہدی یعنی امیر اور قائد مل گیا۔ لیکن ان امور کے متعلق قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ جب وقت آئے گا تو احادیث کے بیان کردہ حالات حرف بحرف پورے ہو جائیں گے۔ خواہ وقت کل آجائے۔ بہرحال مسلمانوں کو اس کے متعلق پریشان ہونے یا پریشان رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ انہیں صرف یہ دیکھنا چاہئے کہ وقت حاضر میں وہ ان فرائض سے کس حد تک عہدہ برآ ہو رہے ہیں جو دینی اور ملی حیثیت سے ان پر عائد ہوتے ہیں اور انہیں عمل کی دعوت دے رہے ہیں۔

تثلیثی مسیحیت اور دجالی مسیحیت کے اعتراضات

راقم الحروف نے میرزائیوں کے استفسارات کے جواب میں یہ سلسلہ مضامین شروع کیا اور اس کی چند اقساط کی براہین قاطعہ نے مرزائیوں کے دجالی کیمپ میں کھلبلی ڈال دی تو قادیان کی دجالی مسیحیت نصاریٰ کی تثلیثی مسیحیت کا نقاب اوڑھ کر سامنے آ کھڑی ہوئی اور قادیانیوں کے اخبار الفضل نے اپنی ۱۰،۱۱ر جنوری ۱۹۳۵ء کی اشاعتوں میں راقم الحروف سے ایسے سوالات کئے جو مرزائیوں کے خیال میں عیسائیوں کی طرف سے اسلام کے صحیح عقائد پر وارد کئے جاتے ہیں۔ قادیانی چاہتے تھے کہ راقم الحروف کو اصل مبحث سے ہٹا کر یکسر دوسرے مسائل میں الجھا دیں۔ اس لئے میں نے اس وقت اعلان کر دیا کہ الفضل کے ان سوالات کا جواب حسب

موقع دیا جائے گا۔ الفضل کے سوالات اگرچہ تحقیق حق کے لئے نہیں۔ بلکہ حسب عادت مرزائیہ جدال طلبی ان کی تحرک ہے۔ تاہم چونکہ یہ لوگ کم فہم اور کم علم لوگوں کے دلوں میں اسی قسم کے شکوک وشبہات پیدا کر کے انہیں گمراہ کرنے کے عادی ہیں۔ میں ضروری سمجھتا ہوں کہ لگے ہاتھوں ان کا جواب بھی لکھ دوں۔ ان سوالات کا ماحصل یہ ہے کہ اگر مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت، زندگی اور ان کے رفع ونزول کے متعلق ان تمام حقائق پر ایمان رکھتے ہیں جو قرآن شریف میں مذکور ہوئے اور جن کا مجمل سا تذکرہ اقساط ماقبل میں آچکا ہے تو ان کے پاس عیسائیوں کے ان اعتراضات کا کیا جواب ہے کہ اس محیرالعقول زندگی کے باعث ان کی الوہیت وابن اللّٰہیت مسلم ہوجاتی ہے۔ میں مناسب مواقع پر اس امر کی تشریح کر چکا ہوں کہ قرآن پاک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت، زندگی اور رفع کے محیرالعقول واقعات کی تصدیق کرنے کے باوجود نوع انسانی پر یہ حقیقت منکشف کررہا ہے کہ وہ انسان اور اللہ کے ایک برگزیدہ بندے تھے۔ ان کی زندگی کے جتنے واقعات زمانہ کی روش سے متغائر نظر آتے ہیں۔ ان کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ اللہ نے انہیں اپنی بعض مصلحتوں کے پیش نظر اپنی آیت بنایا۔ اللہ کی آیات اور بھی بے شمار ہیں جو ہر دور اور ہر زمانہ میں ظاہر ہوتی رہی ہیں۔ انہی میں سے ایک آیت یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ کو اس قسم کی زندگی بخشی گئی۔ نصاریٰ نے ان کی زندگی کے واقعات سے متاثر ہوکر انہیں خدا کا بیٹا بنالیا۔ قرآن پاک نے اس غلط عقیدہ کی تصحیح کر دی اور کہہ دیا کہ وہ اللہ کے بیٹے نہ تھے۔ بلکہ اس کے لاکھوں برگزیدہ بندوں اور رسولوں میں سے ایک تھے۔ مرزائیوں کا دعویٰ ہے کہ مرزائیت عیسائیوں کے ان لغو اعتراضات کا جواب دینے کے لئے معرض وجود میں لائی گئی اور عیسائی افراط کے مقابلہ میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا رہے تھے۔ قادیانی تفریط کا ڈھونگ کھڑا کیا گیا۔ جس کے پیشوا نے حضرت مسیح علیہ السلام کو گالیاں دیں اور ان کی جگہ چھیننے کی کوشش کی۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ عیسائیوں کی افراط کی ضد میں آ کر قادیانیوں کی اس تفریط کو قبول کرلیں۔ خواہ ایسا کرنے میں وہ قرآن کی دی ہوئی صحیح تعلیم سے منحرف ہونے پر مجبور جائیں۔

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجی ست

دجالی مسیحیت کے سوالات

اب ان سوالات کو ملاحظہ فرمائیے جو قادیانی دجالی مسیحیت نے تثلیثی مسیحیت کی طرف سے نمائندہ ہوکر کئے ہیں۔

پہلا سوال...... ’’خداوند یسوع مسیح ازروئے قرآن چونکہ کلمۃ اللہ اور روح

اللہ ہیں اورازروئے احادیث پیغمبر اسلام صرف وہ اوران کی والدہ محترمہ مس شیطانی سے پاک ہیں۔ اس لئے ان کا ثانی کوئی نہیں ہوسکتا اور نہ کسی مذہب میں یہ طاقت ہے کہ خداوند جیسی اوصاف والی ہستی معرض وجود میں لا سکے۔''

الجواب...... ''اس سوال کے جواب میں قادیانی فی الفور یہ کہہ دے گا کہ قرآن میں حضرت عیسیٰ کو کلمتہ اللہ اور روح اللہ نہیں کہا گیا اور حدیث نبویؐ میں انہیں اوران کی والدہ محترمہ مس کو شیطانی سے پاک ظاہر نہیں کیا گیا۔ لیکن اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ قرآن پاک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمتہ اللہ اور روح اللہ کہتا ہے اور خدا کی بین آیت ظاہر کرتا ہے۔ قرآن اور حدیث دونوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہ السلام کو معصوم یعنی مس شیطانی سے پاک قرار دیتے ہیں۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خدا کے نزدیک کسی اور بشر کا درجہ وہ یا اس سے بڑھ کر نہیں ہوسکتا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا۔ اسلام کے نزدیک تمام انبیاء معصوم یعنی مس شیطانی سے پاک ہیں اور اگر قرآن پاک نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمتہ اللہ روح اللہ یعنی آیت اللہ ہونے کا درجہ دیا ہے تو حضور سرور کائنات ﷺ کو ''ما رمیت اذ رمیت ولکن اللّٰہ رمیٰ'' اور ''قاب قوسین او ادنیٰ'' اور اسی قسم کے دیگر خطابات سے نوازا ہے۔ جس کی تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں۔

دوسرا سوال...... ''اسلام خداوند مسیح تو کیا ان کے حواریوں جیسے اوصاف والی مقدس ہستیاں بھی پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ قرآن کے رو سے یہ ثابت ہے کہ حواریان خداوند، وحی الٰہی سے مستفیض فرمائے گئے۔ جیسے اذ اوحیت الیٰ الحواریون کی آیت سے ثابت ہے۔''

جواب! یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوران کے حواری بھی اسلام ہی کے پیرو تھے۔ اس اسلام کے جو حضرت ختمی مرتبتؐ کے عہد میں آ کر پایہ تکمیل کو پہنچا۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوران کے حواریوں پر مسلمانوں سے زیادہ حق جتانے کے اہل نہیں۔ باقی رہا حواریوں پر وحی کے نزول کا معاملہ سو عام وحی کا نزول تو حیوانات و جمادات پر بھی قرآن سے ثابت ہے۔ وحی نبوت و وحی رسالت ختمی مرتبتؐ پر پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی اور وحی کی دیگر اقسام خدا کے بندوں پر آج بھی اسی طرح جاری ہیں۔ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں پر جاری تھیں۔

ایک واقعہ

اس سلسلہ میں ایک واقعہ قلمبند کئے بغیر نہیں رہ سکتا جو راقم الحروف کو لڑکپن میں پیش

آیا۔عاجز ہائی کلاس میں جالندھر کے امریکن مشن ہائی سکول میں تعلیم حاصل کررہا تھا۔اسی ماحول میں رہنے کے باعث مجھے تحقیق مذاہب کا شوق لاحق ہوا۔ پادری صاحب ایک روز انجیل پڑھا رہے تھے اور پولس رسول کی کتاب سے اس واقعہ کو پڑھ کر سنا رہے تھے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں پر روح القدس کے نزول کا تذکرہ بیان کیا گیا ہے۔شیطان نے جو آج الفضل قادیان کی شکل میں متذکرہ صدرسوال کررہا ہے۔میرے دل میں وسوسہ ڈال دیا کہ امت عیسوی پر تو روح القدس نازل ہو۔لیکن امت محمدیؐ جو خیر الامم اور افضل الملل ہے۔اس برکت ونعمت سے محروم رہ جائے۔ چند لمحے اس وسوسہ نے میری طبیعت کو خلجان میں مبتلا رکھا۔لیکن معاً مجھے سورۂ القدر یاد آ گئی اور میں نے دل ہی دل میں پڑھنا شروع کیا:''انا انزلناه فی لیلة القدر وما ادرٰك مالیلة القدر لیلة القدر خیر من الف شهر تنزل الملآئكة والروح فیها باذن ربهم من كل امر سلام هی حتیٰ مطلع الفجر۰ القدر'' بے شک ہم نے اسے لیلۃ القدر میں اتارا۔اے پیغمبر تجھے کیا معلوم کہ لیلۃ القدر کیا ہے۔لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔اس میں فرشتے اور روح القدس اپنے پروردگار کی اجازت لے کر اترتے ہیں اور ہر امر سے سلام بھیجتے ہیں۔تا آنکہ صبح پھوٹ پڑتی ہے۔

جب میں تنزل الملائكة والروح پر پہنچا تو یہ حقیقت کبریٰ میرے دل پر منکشف ہوگئی کہ امت محمدیہ پر ملائکہ اور روح القدس کا نزول تو ہر سال لیلۃ القدر میں ہوتا ہے اور امت عیسوی میں اس کی مثال صرف ایک دفعہ ملتی ہے۔پس اس قسم کے وساوس جو مرزائی شیاطین کی طرف سے مسلمانوں کے قلوب میں عام طور پر ڈالے جاتے ہیں یکسر بے حقیقت ہیں جن میں محض لفظی ہیر پھیر اور کتمان حقیقت سے کام لیا جاتا ہے۔

قادیان کی دجالی مسیحیت کے نمائندہ الفضل کا تیسرا سوال حسب ذیل ہے:

تیسرا سوال...... ''وہ طاقت ورہستی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کی اصلاح فرمانے کے لئے ظہور فرمایا اسی خداوند کو خداباپ نے پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی امت کی اصلاح وامداد کے لئے آسمان سے نازل کرنے کا بزبان پیغمبر اسلام بقول محمدیان وکتب محمدیان پیغام سنایا اور پیغمبر اسلام کے اس پیغام پر محمدی حضرات صدق دل سے ایمان لاکر تاایں دم خداوند کی امداد اور آسمان سے نازل ہونے کے منتظر ہیں۔پیغمبر اسلام نے ہمارے خداوند کو نہ صرف اصلاح کرنے اور امداد دینے والا ہی فرمایا۔ بلکہ ان کی مقدس ذات کو حکم اور عدل بھی اپنے ان اقوال میں کہا جن کو حدیثیں کہتے ہیں اور یوں خداوند کے کلام کی محمدیوں میں منادی کی۔''

حیران ہوں کہ اس بے معنی سوال کا مطلب کیا ہے۔ کیا الفضل یہ چاہتا ہے کہ چونکہ عیسائی مسلمانوں کو طعن دے رہے ہیں کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درجہ کی تعریف کی ہے اور انہیں حکم وعدل بتایا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مبارک کام کی محمدیوں میں منادی کی ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ قرآن پاک اور حدیث شریف کے ارشاد کو بالائے طاق رکھ کر مرزائے قادیانی کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دینے لگ جائیں۔ جنہیں خدا تعالیٰ وجیها فی الدنیا والاخرة کہہ رہا ہے۔

باقی رہا یہ قصہ جو اس سوال میں مذکور ہوا ہے اور جسے مرزائی بھی بڑے زور سے اپنا رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ مسلمانوں کی دینی اصلاح کے لئے اس وقت آئیں گے جب امت محمدی گمراہ ہو چکی ہوگی۔ اس کی سند احادیث وقرآن سے کہیں نہیں ملتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول علامت قیامت کے طور پر ہے جس کے سلسلہ میں حسب ذیل کام ان کے ہاتھوں پورے ہوں گے۔

قتل دجال، کسر صلیب، قتل خنزیر، رفع جزیہ۔ ان میں کہیں مذکور نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدیہ کی (جو گمراہ ہو چکی ہوگی) دینی اصلاح کریں گے ان کا نزول یہودیوں اور عیسائیوں پر ہر طرح سے اتمام حجت کرنے کے لئے ہوگا اور امت محمدیہ کے صادقین ان کے نزول سے پہلے ہی اپنے فرائض انجام دے رہے ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یقیناً اسلامی لشکر میں شامل ہو کر دجالی لشکر سے جنگ کریں گے اور اس طرح اسلام اور مسلمانوں کی امداد فرمائیں گے۔ وہ پہلے بھی اسلام ہی کے پیغمبر تھے اور نبوت لیتے وقت بارگاہ ایزدی میں یہ میثاق کر چکے تھے کہ میں بشرط زندگی آخری نبی پر ایمان لاؤں گا اور اس کی مدد کروں گا۔ مرزائیوں کا یہ طرز عمل کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسلام سے متغائر بلکہ اس کا مدمقابل بنا کر مسلمانوں کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ ان کے صحیح درجہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیں۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے بھی ہمارے یعنی مسلمانوں کے تھے اور جب آئیں گے تو بھی مسلمانوں میں ہوں گے۔ عیسائی جو انہیں خداوند کہہ کر پکار رہے ہیں ان پر کسی قسم کا حق نہیں رکھتے۔

قادیان کی دجالی مسیحیت کے نمائندہ الفضل کا چوتھا، پانچواں اور چھٹا سوال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق متذکرہ صدر عقائد رکھنے سے حضور سرور کائنات ﷺ پر ان کے درجہ کی برتری ثابت ہوتی ہے۔ یعنی ان کا آسمان پر اٹھایا جانا، اتنی لمبی عمر پانا، پھر زمین پر نازل ہونا اور بقول ان کے اس امت کی اصلاح کرنا جسے حضور سید المرسلین ﷺ کی تربیت وتعلیم بھی راہ

راست پر نہ رکھ سکی۔ ایسے امور ہیں جن سے حضرت ختمی مرتبت پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برتری ظاہر ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ لغو سوال اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ خدا کے نزدیک انبیائے کرام کی تفضیل کا معیار یہ نہیں جو اوپر بیان ہوا اور نہ دنیا میں انسان کسی انسان کو روحانی طور پر اس بنا پر برتر خیال کرسکتا ہے کہ فلاں کو موٹر یا طیارہ مل چکا ہے یا فلاں مریخ کی سیر کر آیا ہے یا فلاں کی عمر زیادہ ہے۔ اس سوال کا جواب کہ خداوند کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کفار کے ہاتھوں بچا کر آسمانوں پر اٹھالیا۔ لیکن حضرت ختمی مرتبت ﷺ کو ایسی حالت میں ہجرت کا حکم دیا۔ انہیں آسمانوں پر کیوں پناہ نہ دی۔ وہ واقعات شہادت دے رہے ہیں جو ہجرت کے بعد ظہور پذیر ہوئے اور جنہوں نے نوع انسانی کی تقدیر پلٹ کر رکھ دی۔ مسلمان اگر حضرت ختمی مرتبتؐ کا درجہ دیکھنا چاہیں تو انہیں قرآن پاک اور اس کی ان آیات کو پیش نظر رکھنا چاہئے جن میں تکمیل دین، ختم رسالت، معراج اور میثاق النبیین کا ذکر کیا گیا ہے اور اگر عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت کا قصہ لے بیٹھیں تو ان کے ساتھ بحث کرنے اور اس بحث کے سلسلہ میں مرزائے قادیانی کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دینے کے بجائے انہیں انجیل ہی دکھا دینی چاہئے کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت ختمی مرتبتؐ کے متعلق کیا کہہ گئے ہیں۔ یوحنا کی انجیل باب ۱۴ میں لکھا ہے کہ: ’’اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار (وکیل اور شفیع) بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔ یعنی سچائی کا روح جسے دنیا حاصل نہیں کرسکتی۔‘‘ (آیت:۱۶،۱۷)

’’میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں۔ لیکن مددگار (وکیل اور شفیع) یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔‘‘ (مصدقالمامعکم آیت:۲۵،۲۶)

’’اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا۔ کیونکہ دنیا کا سردار (سرور کونینؐ) آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔‘‘ (آیت:۳۰)

’’میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار (وکیل وشفیع) تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔ گناہ کے بارے میں اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے۔ راست بازی کے بارے میں اس لئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت کے بارے میں اس لئے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے۔ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں۔ مگر اب تم ان کی

برداشت نہیں کرسکتے۔لیکن وہ یعنی سچائی (دین کامل) کی راہ دکھائے گا واس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے۔’’ومایـنطق عن الهویٰ ان هو الا وحی یوحیٰ (آیت:۷)‘‘

انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان ارشادات کی موجودگی میں اگر عیسائی حضرت ختمی مرتبت ﷺ کے فیضان رحمت سے محروم رہیں تو ان کی مرضی۔ مسلمان، مرزائیوں اوران کے پیشوا کی طرح یہ نہیں کرسکتے کہ عیسائیوں کی ضد میں آکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو برا بھلا کہنے لگیں اوراسی طرح مردود ہوجائیں۔جس طرح عیسائی اور مرزائی ایک یا دوسرے اولوالعزم نبی کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہوکر مردود ہوچکے ہیں۔عیسائیوں کی تثلیثی مسیحیت اور مرزائیوں کی دجالی مسیحیت میں اسلام کی تخریب کے لئے جو چولی دامن کا ساتھ ہےاور جو خفیہ معاہدہ ہوچکا ہے اس پراس سلسلۂ مضامین کے آخیر میں روشنی ڈالی جائے گی۔

لاہوری مرزائیوں کی منطقی موشگافیاں

استفسارات کے سلسلہ میں ایک لاہوری مرزائی نے بھی راقم الحروف سے چند سوالات کئے ہیں۔جن کی حیثیت منطقی موشگافیوں سے زیادہ نہیں۔یہ سوالات اوران کے جواب ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

سوال نمبر:۱...... ہمارا ایمان ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوکر حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر ختم ہوگیا۔اب قیامت تک وحی رسالت اور باب نبوت بند ہوچکا ہے۔جیسا کہ قرآن شریف اوراحادیث شریف سے ثابت ہے تو:

سوال الف...... یہ آپ کس طرح مانتے ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم دوبارہ تشریف لائیں گے۔جب کہ نبوت اور وحی رسالت کا سلسلہ بند ہوچکا ہےاور قرآن خاتم الکتب سماوی ہے۔

الجواب...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے سلسلہ میں جو نصائص قرآن حکیم میں ملتے ہیں اور جو خبریں احادیث صحیحہ میں دی گئی ہیں ان میں کہیں یہ مذکور نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد اجرائے وظیفہ نبوت کے لئے ہوگی اوران پر قرآن پاک کے علاوہ کوئی اورنئی آسمانی کتاب نازل ہوگی۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کا مقصد قرآن کے رو سے علم للساعت سے زیادہ نہیں۔جیسا کہ میں اسی سلسلۂ مضامین میں قرآن حکیم کے نصائص بیان کرکے دکھا چکا ہوں۔

سوال ب...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات قرآن مجید اور احادیث شریف، ائمہ اور مجتہدین کے اقوال سے ثابت ہے اور ہندوستان کے مشہور حضرات مثلاً امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا سید سلیمان ندوی، ڈاکٹر سر محمد اقبال، خواجہ حسن نظامی، سر سید احمد اور علامہ یوسف علی وغیرہ وغیرہ وفات مسیح علیہ السلام کے قائل ہیں۔

الجواب...... میں لکھ چکا ہوں کہ مجھے اس بات کا علم نہیں کہ متقدمین ومتأخرین میں کون کون سے علماء وفات مسیح کے قائل تھے یا ہیں۔ لیکن اتنا میں جانتا ہوں کہ حضور اکرم ﷺ نے ہمیں مسیح کے زندہ ہونے اور دوبارہ آنے کی خبر دی ہے اور قرآن شریف کی آیات سے بھی یہی ثابت ہے۔ اگر بعض حضرات وفات مسیح کے قائل ہیں تو ہوا کریں۔ مجھے ان سے کوئی سروکار نہیں اور اگر مستفسر ان پر اتہام باندھ رہا ہے اور افتراء سے کام لے رہا ہے تو اسے خدا سمجھے۔

سوال ج...... اگر حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ آسمان سے نزول فرمائیں تو لامحالہ ان کو قرآن شریف کی تعلیم پر چلنا اور پڑھنا ضروری ہوگا۔ اگر ان کا یہ فعل خدا کے حکم کے ماتحت ہوگا جو جبریل کے ذریعے ان کو ملے گا تو یہ قرآن شریف کے خلاف ہے۔ کیونکہ وحی رسالت کا دروازہ بند ہے۔

الجواب...... میں اس امر کی تشریح کر چکا ہوں کہ جس دین کی تبلیغ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام نے اپنے اپنے عہد رسالت میں کی وہی دین حضرت ختمی مرتبت ﷺ نے پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ لہٰذا اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرآن حکیم پر عمل کریں گے تو یہ ان کی شان نبوت کے خلاف امر کیوں ہوگیا۔ باقی رہا یہ سوال کہ وہ ایسا کیوں کریں گے۔ آیا ان کو وحی کے ذریعے ایسا کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم انہیں اور دیگر انبیاء کو اسی روز دیا گیا۔ جس روز ان کو اکرام ذوالجلال نے نبوت ورسالت کے منصب سے نوازا تھا اور ان سے وعدہ لے لیا تھا کہ اگر وہ ظہور ختم المرسلین ﷺ کے عہد کو پائیں تو ان کی رسالت عینی ان کی لائی ہوئی کتاب پر ایمان لا کر ان کی مدد کریں۔ اسی مقصد کے لئے ان پر کسی تازہ وحی کے نزول کی ضرورت نہیں۔

اسی سوال کے ضمن میں یہ بھی پوچھا گیا ہے کہ اگر آپ کہیں کہ وہ امتی ہو کر آئیں گے تو صاحب شریعت اور مستقل نبی کو کس جرم کی بناء پر معزول کیا جائے گا۔ اگر وہ اس عہد جلیلہ سے اتار کر ایک امتی بنائے جائیں گے تو یہ قرآن شریف کے خلاف ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ”وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ ”کسی رسول کو مطیع بنانے کے لئے نہیں

بھیجتے۔ بلکہ مطاع بنانے کے لئے بھیجتے ہیں۔

اس منطقی موشگافی کا جواب بھی وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ میثاق النبیین والی آیت اس امر پر شاہد و دال ہے کہ تمام انبیائے کرام بشرط زندگی حضرت ختمی مرتبﷺ پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے یعنی ان کی امت میں شامل ہونے کا وعدہ کر چکے ہیں۔

سوال د...... ہر رسول سے قیامت کے دن اس کی امت کے بارے میں سوال ہوگا۔ کیا امت محمدیہ کے متعلق حضرت محمدﷺ کافی نہیں کہ آپ اور حضرت مسیح دونوں سے سوال کیا جائے گا۔ حالانکہ قرآن شریف میں سورۂ مائدہ کے آخر میں صاف درج ہے کہ مسیح سے صرف اس کی امت کے متعلق پوچھا جائے گا۔

الجواب...... یہ آپ سے کس نے کہا کہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدیہ کے متعلق بھی مسئول ہوں گے۔ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں کہ ان سے امت محمدیہ کے متعلق کوئی سوال کیا جائے گا۔ البتہ وہ اپنی امت کے گمراہ ہو جانے اور ان پر آخری دور میں یعنی قیامت کے قریب ایمان لانے کے متعلق شہادت دیں گے۔

سوال س...... ایک طرف آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح قیامت سے کچھ پہلے آئیں گے اور دنیا سے کفر کو مٹا دیں گے اور کافر ان کی پھونکوں سے ہلاک ہو جائیں گے۔ دوسری طرف قران شریف میں موجود ہے۔ ''**والقینا بینهم العداوة والبغضاء الیٰ یوم القیامة**'' کہ قیامت تک یہود اور نصاریٰ میں عداوت رہے گی۔

الجواب...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے مقاصد احادیث شریف میں بالتشریح مذکور ہیں اور ان کے ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا گیا کہ قتل دجال کے بعد مسلمانوں کو کفار پر ایک دفعہ غلبہ کامل حاصل ہو جائے گا۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد کفار میں سے ایک قوم پھر خروج کر کے مسلمانوں کو پریشاں کر دے گی اور مسلمان پہاڑوں میں پناہ لینے کے لئے مجبور ہو جائیں گے۔ جہاں وفات پا جائیں گے۔ اس کے بعد خدا کو ماننے والا ایک متنفس بھی روئے زمین پر باقی نہ رہے گا اور کفار جو یقیناً آپس میں بغض و عداوت رکھیں گے۔ اس کرہ ارضی کو اپنے ظلم سے معمور کر دیں گے۔ انہی پر قیامت آئے گی۔

سوال ص...... کیا آپ کے موہومہ مسیح کے بعد بھی مجددین آتے رہیں گے۔ جیسا کہ اس امت کے لئے وعدہ ہے۔

الجواب...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد جیسا کہ میں تشریح کر چکا ہوں

تجدید واحیائے دین سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ یہ آمد محض علم للساعۃ کے طور پر ہے۔ جس کے بعد قیامت آجائے گی۔ لہٰذا یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سوال نمبر:۲...... قرآن شریف سورۂ نور رکوع ۷ ’’وعدالله الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنهم فی الارض ‘‘میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ دین کی اشاعت کے لئے خلیفہ بھیجتا رہوں گا اور حضورﷺ نے اس کی یوں تفسیر فرمائی ہے کہ:’’ان الله یبعث فی هذه الامة علی رأس کل مائة سنة من یجدد لها دینها ‘‘اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایک ایسا شخص بھیجتا رہے گا جو اس دین کو تازہ کرے گا۔

اگر قرآن شریف کی مندرجہ بالا آیت شریف اور حدیث شریف کے مطابق تیرہ سو سال سے مجدد آتے رہے اور جو آج بھی مجدد کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس صدی کے نصف سے زائد گزر جانے پر مجدد کا نام ونشان بھی نہیں۔ اب تو پندرھویں صدی کے مجدد کا زمانہ قریب آرہا ہے۔ کیا چودھویں صدی خالی ہی جائے گی اور نعوذ باللہ رب العالمین اور اس کے رسول مقبول کا وعدہ پورا نہ ہوگا؟

الجواب...... امت مسلمہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے صلحاء ہمیشہ موجود رہتے ہیں اور کسی قسم کی شہرت کی خواہش یا دعویٰ کے بغیر اپنا کام کر جاتے ہیں۔ کوئی لمحہ خدا کے ایسے بندوں سے خالی نہیں گزرتا۔ باقی رہا ہر صدی کے سرے پر مجدد کی آمد کا مسئلہ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس سے ہر مسلمان کے لئے مجدد وقت کو پہچاننا اور اس پر ایمان لانے کو شرط اسلام قرار دینا ضروری اور صحیح نہیں۔ مجدد آتے اور اپنا کام کر جاتے ہیں۔ لہٰذا تیرھویں صدی ہجری کے سرے پر بھی حسب فرمودۂ رسول اللہﷺ ضرور کوئی شخصیت دنیائے اسلام میں پیدا ہوئی ہوگی۔ جس کے ظاہری اور باطنی فیضان سے چودھویں صدی ہجری کے مسلمان مستفیض ہو رہے ہیں۔ یہ سوال کہ وہ مجدد وقت کون تھا؟ چنداں اہمیت نہیں رکھتا۔ اگر راقم الحروف کی ذاتی رائے معلوم کرنا چاہتے ہو تو میں اس صدی کے لئے اس منصب جلیلہ کا اہل حضرت سید جمال الدین افغانی علیہ الرحمۃ کو دیکھتا ہوں جن کی روحانی برکتوں سے ترکی، مصر، ایران اور ساری دنیائے اسلام کے مسلمان مستفیض ہو رہے ہیں۔ جن کے دلائے ہوئے احساس کی بدولت دینی حیثیت سے روشن خیال علمائے جید مثلاً حضرت شیخ عبدہ، مفتی مصر، سید رشید رضا، مولانا ابوالکلام آزاد، علامہ سر محمد اقبال اور اسی قبیل کی دوسری قابل ہستیاں دنیائے اسلام میں ایک سرے سے دوسرے تک نظر آتی ہیں اور سیاسی حیثیت سے ترکی، مصر، ایران اور افغانستان کے روشن خیال

سیاسین کے وہ گروہ پیدا ہوئے۔ جن کی کوششیں شوکت اسلامی کی نشاۃ ثانیہ پر منتج ہوئیں۔ مستفسر کو معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت سید جمال الدین افغانی کے فیضان صحبت کے خوشگوار اثرات آج تک دنیائے اسلام میں خوش آئند تبدیلیاں پیدا کر رہے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی ہستی اس دور کی مجدد کہلانے کی مستحق ہے تو سید جمال الدین افغانی کی شخصیت ہے۔ مرزاغلام احمد قادیانی کی زندگی جسے تم مجدد بنائے پھرتے ہو اسلام کی تخریب اور مسلمانوں میں رخنہ اندازی کرنے کے سوا کسی نیک کام میں صرف نہیں ہوئی۔ محض دعویٰ پیش کر دینے سے مجدد نہیں بنا کرتے۔ بلکہ اپنے روحانی فیضان کے اثر سے پہچانے جاتے ہیں۔

ایک اور لاہوری مرزائی جناب محمد صادق صاحب ہیڈ ماسٹر سنوری گیٹ پٹیالہ نے پیغام صلح میں راقم الحروف سے یہ استفسار کیا ہے: ''مکرمی خان صاحب! السلام علی من اتبع الہدیٰ! میں آپ کے اخبار احسان کا تقریباً روزانہ مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔ جماعت قادیان کی مخالفت کی وجہ تو میری سمجھ میں آتی ہے کہ انہوں نے اپنے امام...... کی وصیت کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے سید المرسلین ﷺ کے بعد آنحضور ﷺ کے ایک متبع کو نبی بنا دیا اور اس طرح سے اس سید الانبیاء کی ہتک کے مرتکب ہوئے...... اگر جماعت احمدیہ قادیان کے ساتھ آپ کی مخالفت کی بناء اجرائے نبوت کا عقیدہ ہے تو پھر جماعت احمدیہ لاہور کی مخالفت کے لئے آپ کے پاس کون سے وجوہ ہیں۔ جماعت احمدیہ لاہور کے معزز اراکین بار بار اپنے عقائد کا اعلان کر چکے ہیں اور ان میں کوئی ایسی بات نہیں جس کی وجہ سے اسلام میں کسی قسم کا فتنہ پیدا ہوتا ہو۔ آپ اور ہم سب کا خدا ایک، سب کا رسول ایک، سب کا قرآن ایک، سب کا ملائکہ اور یوم آخرت پر ایمان، ان باتوں پر تو ایمان لا کر ایک دھریہ بھی پکا مسلمان ہو جاتا ہے تو پھر اس جماعت سے آپ کی بنائے مخاصمت کیا ہے؟''

الجواب...... اگر سچ پوچھتے ہو تو لاہوری مرزائیوں سے میری بنائے مخاصمت یہ ہے کہ یہ لوگ مرزاغلام احمد قادیانی کے تمام دعاوی کو اسلام کی تعلیم کے منافی سمجھ لینے اور جان لینے کے باوجود اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ اسے نہ صرف مسلمان بلکہ ایک برگزیدہ مسلمان ثابت کریں۔ لاہوری مرزائیوں کے اکثر لوگ سمجھ چکے ہیں کہ مرزاغلام احمد قادیانی مفتری اور کذاب تھا۔ ان میں کے بعض لوگ اپنے دلوں میں اسے مخبوط الحواس قرار دیتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود محض ہٹ دھرمی کی بناء پر دجل وزور کی اس دکان کو چمکانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ جس کے فریب خوردہ گاہک وہ بن چکے ہیں۔ لاہوری مرزائی کہتے ہیں کہ مرزاغلام

احمد قادیانی کی تحریرات میں جو دعاوی انبیائے کرام کی توہین اور صلحائے امت کی تذلیل پر مشتمل ہیں۔ وہ محض شطحیات یعنی مجذوب کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے اور نبی رسول یا تشریعی نبی ہونے کے متعلق اس کے جتنے دعاوی ہیں وہ بطور مجاز واستعارہ استعمال ہوئے ہیں۔ لیکن محدث، ملہم من اللہ، مامور من اللہ اور مسیح موعود ہونے کے متعلق جو دعاوی ہیں وہ صحیح ہیں۔ یہ پوزیشن عقلی حیثیت سے کس قدر فرومایہ استدلال ہے۔ اگر تم مرزائے قادیانی کے دعاوی نبوت ورسالت کو مجاز یعنی بناوٹ پر محمول کرتے ہو تو کیا وجہ ہے کہ اس کے محدث، ملہم، مجدد، مامور اور مسیح ہونے کے دعاوی کو بھی بناوٹ نہیں سمجھتے اور ان مؤخر الذکر دعاوی کو تسلیم کرنا شرط ایمان قرار دیتے ہو اور ان دعاوی کے جواز کے لئے قرآن پاک اور احادیث کے معانی میں تحریف وتاویل کرنے سے بھی محترز نہیں رہتے۔ اگر اس شخص کے دعاوی کا ایک حصہ اس کے دماغی توازن کی خرابی کا نتیجہ تھا یا مجاز واستعارہ تھا تو اس کے دعاوی کا دوسرا حصہ کس طرح واجب التسلیم ہوگا۔ سوال یہ نہیں کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ سوال یہ ہے کہ جس شخص کو تم نے اپنا پیشوا بنا رکھا ہے اس کے اقوال واعمال شریعت غرائے اسلامیہ کی روشنی میں کیسے تھے؟ تم کہتے ہو کہ تم یعنی لاہوری مرزائی خدا کی وحدانیت، محمد عربی ﷺ کی رسالت کامل، قرآن پاک، ملائکہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے اشخاص کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کہتے۔ لیکن تمہارا عمل یہ ہے کہ مستفسر نے اسی استفسار میں راقم الحروف کو اسلامی طریق سے سلام کہنے کے بجائے والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ کا وہ جملہ لکھا ہے جو مسلمان کفار کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ تم کہتے ہو کہ ہمیں مسلمانوں کے ساتھ نمازیں پڑھنے ان کے جنازوں میں شامل ہونے اور ان کے ساتھ رشتہ ناطہ کے تعلقات قائم رکھنے میں کوئی عذر نہیں۔ لیکن تمہارا حال یہ ہے کہ تم نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ تعمیر کر رکھی ہے اور کبھی مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیتے۔ اسی لاہور میں عیدین کی نماز تم مسلمانوں سے الگ ہو کر ادا کرتے ہو۔ تم کہو گے کہ اہل حدیث بھی تو ایسا کرتے ہیں۔ اگر وہ کرتے ہیں تو وہ بھی غلطی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ لیکن ان کی علیحدگی کی علت کسی مخرب اسلام کو مجدد اسلام، مامور من اللہ، ملہم من اللہ اور مسیح موعود منوانے کی شرط نہیں۔ باقی رہا یہ سوال کہ تمہارے عقائد جو تم ظاہر کرتے ہو آیا تمہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں یا نہیں۔ اس کا فیصلہ تمہیں دین اسلام کے جید علماء کے سامنے اپنے عقائد پیش کر کے حاصل کرنا چاہئے اور سب سے پہلے تمہیں مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق اس کے اقوال واعمال کی بناء پر فتویٰ حاصل کرنا چاہئے۔ اگر تم یہ نہیں کرتے تو مسلمان تمہارے متعلق یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ تم بھی ذرا مختلف رنگ میں تخریب دین اسلام کا وہی وظیفہ

بجالا رہے ہو۔ جس کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنا ایمان اغیار کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا اور امت مسلمہ میں ایک ایسے فتنہ کی بنیاد رکھ دی جس کی جان کو ہم آج تک رو رہے ہیں اور نہ معلوم کب تک روتے رہیں گے۔

قادیانی تحریک اور اس کا پس منظر

قادیانیت کی تحریک جو کسی قدر ترقی پا کر اسلام اور دنیائے اسلام کے لئے ایک زبردست خطرہ بن چکی ہے۔ آج کل مسلمانان عالم کے تمام چھوٹے بڑے طبقات کی توجہات کو اپنی جانب جلب کر رہی ہے۔ علمائے دین قیم نے اس مذہب کے بانی کے ملحدانہ دعاوی کو اسی روز بھانپ لیا تھا جس روز کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ان کا اعلان کیا تھا۔ علمائے کرام کا کام یہی تھا کہ ایک نئے فتنہ کو دین حقۂ اسلام کی مسلمات کے معیار پر پرکھ کر اس کے کھرے یا کھوٹے ہونے کا اعلان کر دیتے اور اس فتنہ کا سد باب کرنے کے لئے ارشاد و تبلیغ کے حربہ کا استعمال کرتے۔ ہندوستان کے حالات اس سے زیادہ ہمت یا اقدام کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ حکومت کا اقتدار سات سمندر پار سے چل کر آنے والی غیر مسلم قوم کے ہاتھ میں تھا۔ حکومت اسلامی کے زوال کے باعث احتساب شرعی کا کوئی محکمہ موجود نہ تھا۔ جو الحاد و ارتداد کے اس فتنہ کو سیاستاً دبا سکتا۔ لہٰذا علمائے اسلام کی مساعی کے باوجود مرزائیت کے دجل کی یہ دکان چل نکلی اور لوگ جو اس کی منافی اسلام تعلیم کو دیکھتے اور جانتے تھے حیران ہو ہو کر کہنے لگے کہ آیا مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین نے محض دکانداری اور جلب منافع دنیوی کے لئے یہ نئی قسم کی ایک گدی قائم کر لی ہے یا اس کی تہ میں کوئی محرکات کام کر رہے ہیں۔ عام طور پر یہی سمجھا گیا کہ مرزا غلام احمد نے اپنے زمانہ کی الحاد پرور فضاء سے فائدہ اٹھا کر حصول دنیا کے لئے یہ ڈھونگ کھڑا کیا اور سادہ لوح اور حقیقت دینی سے ناآگاہ اشخاص کو اپنے دام فریب میں پھنسا کر ایک گروہ پیدا کر لیا۔ جس کا داخلی نظم کسی قدر باقاعدہ بنا لیا گیا۔ مرزا غلام احمد جو طرح طرح کے ملحدانہ دعاوی کرنے سے پہلے اپنے وقت کے عام مولویوں کی طرح کا ایک مولوی تھا۔ وعظ کہنے اور عیسائیوں اور آریہ سماجیوں کے ساتھ مناظرے کرنے کے باعث خاص شہرت حاصل کر چکا تھا اور کچھ لوگ اس کی ان کوششوں کو استحسان کی نظروں سے دیکھتے اور اس کے متعلق حسن ظن رکھتے تھے۔ جب تک مرزا صحیح خطوط پر کام کرتا رہا اس وقت کے عالمان دین نے اس کا ساتھ دیا۔ اس کے کام کو سراہا اور اس کی مساعی کی تعریف کی۔ لیکن جونہی اس نے نیا بھیس بدل کر تخریب دین پر کمر ہمت باندھ لی۔ علمائے اسلام نے اپنے فرض کو پہچانا اور اس سے الگ ہو گئے۔ لیکن اس دور کے علماء و مبصرین مرزائے قادیانی

کے اس عصیان کو محض اس کی ذاتی حرص وہوا کا نتیجہ سمجھتے رہے اور خیال کرتے رہے کہ مقصد محض منافع دنیوی کے حصول کے لئے ایک گدی کا قائم کرنا اور بیوقوفوں کی ایک جماعت حاصل کرنا ہے۔ اس سے زیادہ اس تحریک کی تہ میں اور کوئی محرکات کام نہیں کررہے۔

علمائے اسلام نے قادیان کی گدی قائم ہونے اور قادیانی جماعت کے ظہور پذیر ہونے کو اس دور کے لوگوں کو علم دین سے بے خبری پر محمول کیا۔ جو انگریزی حکومت اور انگریزی تعلیم کے باعث مسلمانان ہند میں عام ہوچکی تھی۔ لہٰذا اس تحریک کی حقیقی اہمیت عوام وخواص کی نظروں سے ایک طویل عرصہ اوجھل رہی۔ تاآنکہ یہ فتنہ اور اس فتنہ کے پس پردہ کام کرنے والی محرکات اپنی حقیقی شکل میں سامنے آنے لگیں اور ہر جگہ کے مسلمان محسوس کرنے لگے کہ جس پودے کو آج سے پچاس سال پہلے قادیان ایسے گمنام گاؤں میں لگایا گیا تھا۔ اس کے برگ وبار کا نشوونمو مسلمانان عالم کے دین ودنیا کے لئے کیا معنی رکھتا تھا اور اس پودے کی کاشت، آبیاری، اور نگہداشت کن مقاصد کے پیش نظر کی جارہی تھی۔ نیز اس کی ترقی، اس کے زیرسایہ آنے والوں کے داخلی نظم اور ان کے حد سے بڑھے ہوئے حوصلوں اور ان کے امراء وقائدین کی بے سروپا تعلیوں کے حقیقی اسباب وعلل کیا تھے؟ ان امور کو سمجھنے کے لئے اس پس منظر کا نقاب الٹ کر ایک نظر دیکھنا ضرور ہے جو اس تحریک کے لئے بمنزلہ اساس کے ہے۔ اس پس منظر کی حقیقت سمجھے بغیر کوئی صاحب ہوش وخرد انسان اس استعجاب کا شکار نہ رہے گا کہ مرزائی مسلمان کہلانے کے باوجود اسلام کے اس قدر دشمن کیوں ہیں اور یہ دیکھنے کے باوجود کہ مرزاغلام احمد کے اقوال نفی اسلام ہونے کے علاوہ نہایت مضحکہ خیز اور عقل انسانی کی بین توہین ہیں۔ وہ کیوں اسی کا دم بھرتے ہیں اور اس سلسلہ میں شامل رہنے پر مصر ہیں۔ اس مذہب کو ہندوستان میں جو تھوڑا بہت فروغ حاصل ہوا اس کی وجہ کیا ہے اور مرزائیت کی تبلیغ کے بہانہ سے خارجہ ممالک میں جو مشن بھیجے جارہے ہیں ان کی حقیقی غرض وغایت کیا ہے؟ اس میں شک نہیں کہ اس گروہ میں کچھ فریب خوردہ لوگ بھی شامل ہیں۔ لیکن پڑھے لکھے آدمیوں کی اکثریت کے اس تحریک میں شامل ہونے کے وجوہ یکسر دوسرے ہیں۔ جو ان اسباب وعلل کو جان لینے کے بعد پوری طرح منکشف ہوجاتے ہیں۔ جو خفیہ طور پر اس فتنہ کو کھڑا کرنے کا موجب بنے۔

قادیانی فتنہ کی حقیقت واہمیت معلوم کرنے کے لئے سب سے پہلے ان حالات وکوائف پر ایک نگاہ ڈالنا ضروری ہے جو انیسویں صدی مسیحی اور اس کے نصف آخر میں تمام ممالک اسلامی کو اور مسلمانان ہند کو عام طور پر پیش آتے رہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں یورپ کی استعمار

جوقوموں نے ایشیاء اور افریقہ کی ان سرزمینوں پر جن میں مسلمان آباد تھے ہلا بول رکھا تھا اور اسلامی ممالک یکے بعد دیگرے ان مسیحی اقوام کے زیرنگیں ہوتے چلے جارہے تھے۔ مسلمانوں کی دوازدہ صد سالہ تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا جب عیسائیت نے ان پر دنیوی اقتدار حاصل کرنا شروع کیا۔ اس سے پہلے عیسائیوں اور مسلمانوں میں جس قدر جنگیں ہوتی رہی۔ ان میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہتا تھا اور یورپ کی مسیحی دول کئی دفعہ صلیبی جنگیں کر کے مسلمانوں کے مقابلہ میں ناکامی ونامرادی کا منہ دیکھ چکی تھیں۔ اس صدی کے تصادم اور اس میں عیسائیوں کا پلہ بھاری رہنے کے باعث یورپ کی مسیحی دول کے مدبروں کو ان مسائل پر غور کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی جو انہیں آزاد اسلامی ممالک یا مفتوح مسلمان قوموں کے مقابلہ میں اپنا اقتدار قائم کرنے اور قائم رکھنے کے لئے پیش آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ہر جگہ مسلمانوں کی مذہبیت ان مقاصد کی راہ میں حائل ہورہی ہے۔ مسلمانوں کا جذبۂ جہاد ان کے اقدام کے لئے زبردست خطرہ ہے اور مسیحیت کا مذہبی پیغام جو افریقہ کی غیر مسلم اقوام کو نہایت آسانی سے مغربی استعمار کا مطیع ومنقاد بنانے میں کامیاب ہورہا ہے۔ اسلام کے مقابلہ میں کامیاب ہوتا نظر نہیں آتا۔ یہی وجہ تھی کہ انگلستان کا وزیر اعظم مسٹر گلیڈ اسٹون اور فرانس وروس کے بعض مدبروں اور پادریوں نے صاف الفاظ میں یہ کہہ دیا کہ جب تک قرآن حکیم موجود ہے مسلمانوں کی طرف سے عیسائیوں کے مذہبی اور دنیوی اقتدار کو خطرہ لاحق رہے گا۔ یورپ والے دیکھتے تھے کہ اسلامی ممالک میں جہاں جہاں وہ اپنے استعمار کا پرچم لے کر پہنچتے ہیں۔ مسلمانوں کا مذہبی جذبہ ان کی مخالفت پر کمر بستہ نظر آتا ہے۔ اگر افغانستان محمد اکبر خان اور ہندوستان مغل مرزا اور بہادر شاہ ظفر ایسے مجاہد پیدا کرتا ہے تو سوڈان اور سمالی لینڈ میں محمد المہدی اور ملّائے کبیر ایسے قائدین پیدا ہوکر ان کی استعماری سکیموں پر ضرب کاری لگاتے ہیں اور ٹیونس، الجزائر، مراقش، مصر، طرابلس، غرض ہر جگہ انہیں ایک ہی قسم کے خیالات اور ایک ہی نوع کے جذبات سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔ ان حالات میں انہوں نے مسلمانوں کے دلوں سے مذہبیت کا اثر زائل کرنے اور ان کے درمیان طرح طرح کے دینی فتنے کھڑے کرنے اور انہیں ترقی دینے کی تجاویز سوچنی شروع کر دیں۔ جس کا ایک نمایاں اثر ہم اس دنیوی طریق تعلیم میں دیکھ رہے ہیں۔ جو ہر جگہ مسلمانوں کو مذہب سے بیگانہ بنا رہا ہے اور اس قسم کی کوششوں کا دوسرا نتیجہ مختلف قسم کی ملحدانہ تحریکات کی شکل میں رونما ہوا۔ جو تخریب دینی کے لئے معرض ظہور میں لائی گئیں۔ ایسی ہی تحریکات میں سے ایک تو بہائیت اور بابیت کی وہ تحریک ہے جس نے روسی ڈپلومیسی سے ہر قسم کا فیض حاصل کر کے ایران کی وحدت ملی کو

خراب کرنا شروع کردیا تھا اور دوسری تحریک یہی فتنہ قادیان کی ہے جس کے مقاصد کی تشریح میں آگے چل کر کروں گا۔

مرزائیت کی تولید کی حقیقت سے شناسا ہونے کے لئے یہ جان لینا ضروری ہے کہ عہد زار کے روسی استعمار نے ایران میں نفاق کا بیج بونے کے ئے محمد علی باب کو پیدا کیا۔ جس نے ایران میں ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈال دی اور روسی خزانہ کی امداد کے بل پر اپنے پیروؤں کی ایک قوی جماعت کھڑی کرلی۔ جس نے ایران میں بغاوت کا علم بلند کردیا۔ ایرانی مسلمان اس فتنہ کا سر بزور شمشیر کچلنے میں کامیاب ہوگئے اور اس تحریک کے سرغنے بھاگ کر دولت عثمانیہ کے ممالک میں پناہ گزیں ہوئے۔ مملکت عثمانیہ کی فضا نبوت ومہدویت اور الوہیت کے دعوے داروں کے لئے سازگار نہ تھی۔ لہٰذا وہاں کچھ عرصہ نظر بند رہنے کے بعد انہوں نے مالٹا اور قبرص کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور یورپ وامریکہ کے مختلف بلادوامصار کا چکر لگاتے رہے۔ بہائی مذہب کے عقائد ومسلمات اور بہائی تحریک کے نشو وارتقاء کا مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آجائے گا کہ مرزائیت نے اسی تحریک سے ہندوستان میں نیا فتنہ برپا کرنے کا خیال حاصل کیا۔ مرزاغلام احمد قادیانی کے اکثر دعاوی اور اس کا طریق استدلال تمام تر بابیوں اور بہائیوں کے دعاوی اور ان کے طریق استدلال کا چربہ تھا۔ اگر بہائی اور بابی تحریک کا مقصد روس کے استعماری مقاصد کے لئے ایران کی قومی اور ملی وحدت کو برباد کرنا تھا تو قادیانی تحریک کا مقصد ہندوستان میں برطانیہ کے استعماری مقاصد کے قیام ودوام کے لئے راستہ صاف کرنا ہے۔ ایران کے مسلمانوں نے اس خطرہ عظیم کو جلد محسوس کرلیا۔ لیکن ہندوستان کے مسلمان جو محکوم ہوچکے تھے قادیانیت کے خطرہ کے سیاسی پہلو سے غافل رہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ اس فتنہ کی سیاسی حیثیت کے متعلق کچھ کہنے سے معذور بھی تھے اور انیسویں صدی مسیحی کے نصف آخر میں ۱۹۵۷ء کے ناکام جہاد آزادی کے باعث وہ اس قدر دبادیئے گئے تھے کہ حکمرانوں کے خوف کے باعث کچھ کہہ نہیں سکتے تھے۔ سوڈان، سمالی لینڈ، افغانستان اور ہندوستان کے تجارب نے برطانیہ کے استعمار خواہ مدبروں کے دلوں میں یہ اندیشے پیدا کردیئے تھے کہ مسلمان اپنے صحیح عقائد پر قائم رہے تو کسی نہ کسی وقت اس استعمار کے لئے زبردست خطرہ بن سکتے ہیں۔ ان کے سامنے بابی اور بہائی تحریک کا تجربہ بھی تھا۔ جو روس کی استعماری ریشہ دوانیوں نے ایران میں کیا تھا۔ وہ اس تاک میں تھے کہ اس قسم کی کوئی تحریک ہندوستان میں شروع کرائی جائے۔ اس مقصد کے لئے برطانی استعمار کے ایجنٹوں نے مرزاغلام احمد قادیانی کو کاربرآری کے لئے منتخب کیا۔ جس نے ان ایجنٹوں کا اشارہ پاکر ایک نئے

مذہب کی بنیاد رکھ دی۔ اس امر کا ثبوت کہ مرزائے قادیانی، برطانیہ کی استعماری خواہشات کا ایجنٹ تھا۔ خود اس کی تحریرات سے پیش کیا جائے گا۔

مرزائیت کی تعلیم

سیاسی حیثیت سے برطانی استعمار کو مسلمانوں کے جذبۂ جہاد میں ایک خوفناک سد سکندری اپنے مقاصد کی راہ میں حائل نظر آتی تھی۔ ۱۸۵۷ء کے بعد حکومت نے اس جذبہ کو دبانے کے لئے قدغن کر رکھی تھی کہ کوئی شخص انگریزوں کو نصاریٰ کی اسلامی اصطلاح سے یاد نہ کرے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی قبیل کے دین فروش اور دنیا پرست مولویوں سے مذہبی حیثیت میں بادشاہ وقت کی اطاعت فرض قرار دینے کے لئے پروپیگنڈا کرایا گیا اور ''اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم'' کی نئی نئی تفسیریں سامنے آنے لگیں۔ وہابیوں کو جن میں مذہبی تقشّف زیادہ نمایاں تھا باغی کا مرادف سمجھا گیا۔ جس زمانہ میں مرزائے قادیانی اپنے عجیب وغریب دعاوی کے ساتھ مسلمانوں کے سامنے آیا۔ اس وقت تک ہندوستان کے ایسے مسلمان امراء اور علماء جنہیں اسلامی حکومت کی بربادی کا احساس تھا ناپید ہو چکے تھے۔ ۱۸۵۷ء کے حادثہ کے بعد جس میں مسلمانوں کو خوفناک تباہی کا سامنا ہوا کامل ایک پشت ایسے دور میں سے گذری جو دینی اور دنیوی تعلیم سے یکسر بیگانہ تھا۔ گویا نئے خیالات اور نئے اثرات کو قبول کرنے کے لئے زمین ہموار ہو چکی تھی۔ ان حالات کے اندر مرزا غلام احمد قادیانی نے اس مذہب کی تبلیغ شروع کی۔ جس کے پیش نظر مسلمانوں کے عقائد کی دنیا میں حسب ذیل انتشار پیدا کرنا تھا۔ مرزائیت کی تعلیم کی نمایاں خصوصیات جیسا کہ میں اس سلسلۂ مضامین میں تشریح کر چکا ہوں حسب ذیل ہیں۔

''حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر دین کی تکمیل اور نعمت خداوندی کے اتمام کا عقیدہ صحیح نہیں اور نبوت ورسالت کے دروازے تاقیام قیامت کھلے ہیں یعنی ایسے پیغمبر مبعوث ہو سکتے ہیں جو نوع انسانی کو دینی حیثیت سے نئے نئے پیغامات سنائیں گے۔ ایسے ہی پیغمبروں میں سے ایک مرزا غلام احمد قادیانی ہے جس پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ حج کے لئے مکہ معظّمہ میں مسلمانوں کا اجتماع ضروری نہیں۔ یہ ثواب قادیان کی ارض حرم میں منعقد ہونے والے سالانہ جلسہ میں جا کر حاصل ہو سکتا ہے۔ اس نئے پیغمبر نے کفار کے مقابلہ میں مسلمانوں کے دین ودنیا کی حفاظت ومدافعت کے لئے جہاد بالسیف کو منسوخ قرار دے دیا ہے۔ (اگرچہ غیر مسلم ابھی تک اسلام کے مقابلہ میں تلوار استعمال کر رہے ہیں) مسلمانوں کی امیدیں جو وہ مہدی آخر

الزمان کے ظہور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے سلسلہ میں لگائے بیٹھے ہیں بے بنیاد ہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے تھے اور مہدی آخرالزمان کے متعلق آنے والی پیش گوئیوں کی حقیقت امت مسلمہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خروج سے پہلے نہیں سمجھی۔ انگریز حکمرانوں کی غیر مشروط اطاعت اور سلطنت برطانیہ کی خیر خواہی وخدمت نئے دور کے مسلمانوں کا مذہبی فرض ہے۔ ازبس کہ روئے زمین کے تمام مسلمان اس نئے پیغمبر کی نبوت پر ایمان نہ لانے کے باعث بارگاہ الٰہی میں مقہور ومغضوب ہو چکے ہیں۔ لہٰذا کسی قسم کی ہمدردی کے مستحق نہیں۔ ترکی مٹتا ہے تو مٹ جائے۔ ایران فنا ہوتا ہے تو ہو جائے۔ عرب پر اغیار قبضہ جمار ہے ہیں تو جمالیں اور ان ممالک میں بسنے والی مسلمان قومیں غلام بنتی ہیں تو بنتی چلی جائیں۔ اس نئے اسلام اور اس کے پیرووں کو ان سے کسی قسم کا سروکار نہیں۔‘‘

ظاہر ہے کہ اس قسم کی تعلیم دینے والے مذہب کے پیش نظر صرف ایک ہی مقصد ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے دلوں سے ان تمام عقائد کو اور ان کے دماغوں سے ان تمام خیالات کو دور کرنے کی سعی کی جائے جو انہیں کسی نہ کسی موقع پر برطانیہ کی استعماری کوششوں سے متصادم کرنے کے امکانات کے حامل تھے۔ جہاد، مہدی آخرالزمان کے ظہور کا انتظار، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی امید غرض ہر وہ شے جو مسلمان کے دل میں اس مغربی استعمار سے استخلاص کی امید پیدا کر رہی تھی محو کرنے کی کوشش کی گئی اور اخوت اسلامی کے اس جذبہ کو جو مراکشی مسلمان کو چینی مسلمان کی تکلیف کا ساجھی بنانے والا ہے دور کرنے کی پوری کوشش کی گئی۔ ان تمام امور کا اعتراف مرزا غلام احمد قادیانی کی اپنی تحریرات میں موجود ہے۔ جنہیں پڑھنے کے بعد کسی شخص کو اس امر میں شبہ کی گنجائش نہیں رہ سکتی کہ قادیان کا یہ متنبّی حکومت برطانیہ کا سرکاری نبی تھا اور جو کچھ اس نے کیا وہ دین کی خاطر نہیں کیا۔ اللہ اور اس کے رسول کی خاطر نہیں بلکہ اس سرکار کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا۔ جس کے زیر سایہ اسے اتنا بڑا فتنہ پھیلانے کا موقع مل گیا تھا۔ حکومت برطانیہ کے کارندے جو مہدی سوڈانی کے مقابلہ میں لشکر بھیجتے اور اسے اس قدر خطرناک سمجھتے ہیں کہ اس درویش باخدا کی ہڈیاں تک قبر سے نکال لیتے ہیں۔ اس قادیانی مہدی کو ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سوڈان کا مہدی مسلمانوں کے ان عقائد کی ایک جیتی جاگتی مخلوق تھا۔ جو آخری زمانہ کے فتن کے متعلق ان میں موجود ہیں اور قادیان کا مہدی اس سرکار کی اس خواہش کی پیداوار تھا کہ مسلمانوں کے دلوں سے مہدی آخرالزمان کے ظہور کی امیدیں محو ہو جائیں تاکہ ان کے لئے برطانیہ کے دنیوی استعمار پر انحصار کرنے کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہ جائے۔

قادیانیت کا سیاسی پہلو

یہ حقیقت تو اظہر من الشمس ہے کہ قادیانی مذہب کی کوئی کل دین حقہ اسلام کے مسلمہ معیار پر پوری نہیں اترتی اور اس امت کے بانی کی پٹاری میں بے سروپا تاویلوں اور عقل انسانی کی تذلیل کرنے والی دلیلوں کے سوا اور کچھ نہیں۔ نئے عقائد جن پر مرزائے قادیانی نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے متذکرہ ذیل شقوں کے ماتحت بیان کئے جاسکتے ہیں۔

۱...... نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ یعنی محمد عربی ﷺ کی ارادت وعقیدت کا دامن اس مضبوطی کے ساتھ تھامنے کی ضرورت نہیں جو مسلمانوں میں تیرہ سو سال سے چلی آرہی ہے اور ان کے ایمان کی صحت کی شرط اولین ہے۔

۲...... جہاد بالسیف منسوخ کر دیا گیا۔ یعنی مسلمانوں کو کفار کے مقابلہ میں اپنے دینی اور دنیوی شئون کی حفاظت کے لئے جہاد نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ نئے متنبّی یعنی مرزاغلام احمد کے جہاد لسانی پر اعتماد رکھنا چاہئے۔ جس کی امت محض مناظروں اور لفظی مجادلوں کے بل پر ساری دنیا کو فتح کر لے گی۔

۳...... حج کے لئے کعبۃ اللہ تک جانے کی ضرورت نہیں یہ ثواب قادیان جاکر بھی حاصل ہوسکتا ہے۔ کیونکہ مکہ اور مدینہ کی برکات اب اس نئی ارض پر نازل ہونے لگی ہیں۔

۴...... ایسا مہدی آخرالزمان جس کے متعلق مسلمانوں کے اندر یہ خیال پایا جاتا ہے کہ وہ اس وقت اسلامی لشکروں کی قیادت کرے گا جب کفار نے چاروں طرف سے ہجوم کر کے مدینہ طیبہ اور مکہ معظّمہ پر چڑھائی کر رکھی ہوگی۔ پیدا نہ ہوگا۔ کیونکہ احادیث میں جس مہدی کے آنے کا تذکرہ موجود تھا وہ قادیان میں آچکا اور اس نے جہاد کرنے کے بجائے اسے منسوخ قرار دے دیا۔

۵...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ دجال کو قتل اور اس کے فتنہ کا استیصال فرمائیں گے فوت ہو چکے۔ لہٰذا وہ بھی نہیں آسکتے۔ اس ابن مریم کی جگہ قادیان کا ابن چراغ بی بی آگیا اور اس نے دجال کو اس کی اطاعت اپنے پیروؤں پر فرض قرار دے کر قتل بھی کر دیا۔

۶...... دولت بہیہ برطانیہ کی اطاعت، فرمانبرداری، خیر خواہی اور خدمت ہر حال میں اس نئے مذہب کے پجاریوں کا مذہبی فرض ہے۔

ان ارکان ستہ پر مرزائیت کے قصر کا سارا ڈھانچہ قائم ہے اور اس پس منظر کو ایک آنکھ دیکھ لینے کے بعد جس کا تذکرہ میں اقساط ماسبق میں کر آیا ہوں معمولی سے معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا انسان بھی جان سکتا ہے کہ اس نئے مذہب کی تخلیق کے سارے ڈھونگ کا مقصد کیا ہے۔ حکومت برطانیہ کے مدبروں کو اس دور میں اپنے مقاصد کے لئے آلۂ کار بننے والے اشخاص کی ہی ضرورت تھی۔ یہ ضرورت مرزائے موصوف نے بطریق احسن پوری کردی اور یہ بات ہے کہ حکومت کی مخفی و علنی توجہات کے باوجود مسلمانان ہند کا ایک نہایت ہی ناقابل ذکر طبقہ مرزائے قادیان کے اس دام فریب کا شکار ہوسکا اور جن مقاصد کے لئے یہ تحریک شروع کرائی گئی تھی وہ دوسرے طریقوں سے حاصل ہوگئے۔ کوشش تو یہ تھی کہ مسلمانوں سے دنیا کے ساتھ دین کی دولت بھی چھین لی جائے۔ لیکن مسلمانوں کی اکثریت نے دین کو اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑا اور یکسر معاندومخالف فضا کے باوجود اسے محفوظ رکھا۔ اب ذرا قادیانی سیاست نہیں بلکہ برطانی سیاست کے اس قادیانی کارنامہ کی کسی قدر تفصیل خود مرزائے قادیانی کی زبانی سن لیجئے۔ تاکہ آپ کو معلوم ہوسکے کہ قادیانیت دراصل کوئی مذہب نہیں بلکہ ایک سیاسی فتنہ ہے جو اغیار نے مسلمانوں کو صحیح اسلام سے دورتر لے جانے اور اسلام کو برباد کرنے کے لئے کھڑا کیا تھا۔ مرزائے قادیانی نے ایک جگہ اپنی شان نزول اور اپنے مشن کے مقاصد یوں بیان کئے ہیں۔

''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیرخواہ ہو جائیں اور مہدی خونی کے بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں۔ ان کے دلوں سے معدوم ہوجائیں۔'' (تریاق القلوب ص۱۵، خزائن ج۱۵ ص۱۵۵)

اس نثر کے ساتھ نظم میں ارشاد ہوتا ہے:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

تم میں سے جس کو دین ودیانت سے ہے پیار
اب اس کا فرض ہے کہ وہ دل کر کے استوار
لوگوں کو یہ بتائے کہ وقت مسیح ہے
اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۲۶،۲۹،خزائن ج۱۷ص۷۷،۸۰)

گویا اس متنبّی نے بیک کشش قلم، محمد المہدی سوڈانی، شیخ سنوسی، غازی انور پاشا، غازی مصطفےٰ کمال پاشا اور اس دور کے سیکڑوں دوسرے مجاہدین اسلام کو خدا کا دشمن اور نبی کا منکر اس لئے بنادیا کہ ان کے مساعی مغربی استعمار کے پھیلنے کی راہ میں حائل ہوئیں۔

قادیانی جماعت کن مقاصد کے لئے تیار کی جارہی تھی۔اس کے متعلق مرزائے قادیانی کے ایک اشتہار کی عبارت کتاب الہامی قاتل سے نقل کی جاتی ہے۔

’’میرا باپ اور بھائی غدر ۱۸۵۸ء میں گورنمنٹ کی خدمت اور گورنمنٹ کے باغیوں کا مقابلہ کر چکے ہیں اور میں بذات خود سترہ برس سے گورنمنٹ کی یہ خدمت کرتا رہا ہوں کہ بیسیوں کتابیں عربی فارسی اور اردو میں یہ مسئلہ شائع کر چکا ہوں کہ گورنمنٹ سے مسلمانوں کو جہاد کرنا ہرگز درست نہیں ہے اور میں گورنمنٹ کی پولیٹکل خدمت وحمایت کے لئے ایسی جماعت تیار کر رہا ہوں جو آڑے وقت میں گورنمنٹ کے مخالفوں کے مقابلے میں نکلے گی۔‘‘

(ملخص مجموعہ اشتہارات ج۲ص۳۶۶،۳۶۷)

غرض مرزائے قادیانی اپنی کتب میں جابجا گورنمنٹ کے احسانات کا تذکرہ کرتا اور اس گورنمنٹ پر اپنا یہ احسان جتاتا ہے کہ میں نے مسلمانوں کے عقیدۂ جہاد کی تردید پر اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے اور ایک درخواست میں جو مرزائے قادیانی نے اپنے وقت کے لفٹنٹ گورنر کو لکھی۔اس امر کا صاف طور پر اعتراف بھی کر لیا کہ وہ اور اس کا خاندان اور اس کی جماعت یعنی اس کے سلسلہ کا سارا تارو پود گورنمنٹ کا خود کاشتہ پودا ہے،لکھا ہے۔

’’التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جاں نثار خاندان ثابت کر چکی ہے۔اس خود کاشتہ پودہ کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو ارشاد فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور

مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔ ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے۔''

(تبلیغ رسالت ج ۷ص ۱۹،۲۰، مجموعہ اشتہارات ج ۳ص ۲۱)

اپنی جماعت کے قیام کا مقصد ایک اور مقام پر بدیں الفاظ ظاہر کیا گیا ہے۔''میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔''

(تبلیغ رسالت ج ۷ص ۱۷، مجموعہ اشتہارات ج ۳ص ۱۹)

''اب اس تمام تقریر سے جس کے ساتھ میں نے اپنی سترہ سالہ مسلسل تقریروں سے ثبوت پیش کئے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ میں سرکار انگریزی کا بدل وجان خیر خواہ ہوں اور میں ایک شخص امن دوست ہوں اور اطاعت گورنمنٹ اور ہمدردی بندگان خدا کی میرا اصول ہے اور یہ وہی اصول ہے جو میرے مریدوں کی شرائط بیعت میں داخل ہے۔ چنانچہ پرچۂ شرائط بیعت جو ہمیشہ مریدوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس کی دفعہ چہارم میں ان ہی باتوں کی تصریح ہے۔''

(ضمیمہ کتاب البریہ ص ۱۰، خزائن ج ۱۳ص ۱۰)

ان خدمات کے علاوہ جو مرزا غلام احمد قادیانی نے مسئلہ جہاد کی مخالفت اور اسلامی عقائد کی تخریب کے سلسلہ میں سرکار کے لئے انجام دیں۔ ایک اور نمایاں خدمت کا اظہار مرزائے موصوف نے بالفاظ ذیل کیا ہے۔

''قرین مصلحت ہے کہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی کے لئے ایسے نافہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کئے جائیں جو در پردہ اپنے دلوں میں برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتے ہیں۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ حکیم مزاج بھی ان نقشوں کو ایک ملکی راز کی طرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی۔ ایسے لوگوں کے نام مع پتہ ونشان یہ ہیں۔''

(تحریر مرزا مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۵ص ۱۱، مجموعہ اشتہارات ج ۲ص ۲۲۷)

ان کھلے ہوئے اعلانات واعترافات کے بعد کون شخص ہے جو مرزائے قادیانی کو ایک سچا مبلغ دین یا مصلح قوم خیال کرسکتا ہے اور اس کے ایک نہایت ہی خطرناک سرکاری ایجنٹ ہونے میں شبہ کرسکتا ہے۔ جو اقتباسات میں نے مرزائے قادیانی کی تحریرات سے اوپر درج کیے ہیں وہ مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ اس کی کتابیں اس قسم کے اظہارات سے بھری پڑی ہیں۔ لہٰذا ان

مسائل کو جو مرزائے قادیانی نے مسلمانوں کے عقائد کی تخریب کے لئے محض اس نیت سے وضع کئے کہ حکومت کی اس وقت کی پالیسی کو کامیاب کرے۔ دینی مسائل قرار دینا اور ان کی صحت وعدم صحت کی بحث میں پڑنا تحقیق حاصل ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی حیثیت گورنمنٹ کے ایک فریب کار ایجنٹ سے زیادہ تحقیق نہیں کی جاسکتی۔ لہٰذا جو لوگ مذہبی حیثیت سے اس کے دام فریب کا شکار ہو چکے ہیں۔ انہیں اپنی اپنی عاقبت کی فکر کر لینی چاہئے اور ان لوگوں کو جو خوشنودی سرکار کی خاطر عمداً اس گروہ میں شامل ہو چکے ہیں اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہئے۔ کیونکہ وہ ہر طرح سے اتمام حجت ہونے کے باوجود اپنی ضد پر قائم رہیں گے۔ کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو عقبیٰ کو دنیا کے لئے فروخت کر چکے ہیں اور مذہب کی ضرورت سے بے نیاز ہو چکے ہیں۔ ’’اولئك الذين اشتروا الضللة بالهدى فما ربحت تجارتهم وما كانوا مهتدين‘‘ ﴿یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی مول لی۔ پس ان کی تجارت نے انہیں کچھ بھی نفع نہ پہنچایا نہ انہیں ہدایت ملی۔﴾

خاتمۂ کلام

قادیانیت کے دعاوی ومسلمات کو دین حقہ اسلام کے اصول ومبانی کے بالمقابل رکھ کر پرکھا جائے تو معمولی سے معمولی فراست رکھنے والا انسان بھی اس حقیقت نفس الامری کو جان لیتا ہے کہ قادیانیت نہ صرف ایک نفی اسلام تحریک کا نام ہے۔ بلکہ یہ ڈھونگ تخریب الاسلام والمسلمین کے لئے خاص مقاصد کے ماتحت رچایا گیا ہے۔ اسی امر کے پیش نظر راقم الحروف نے امت مرزائیہ کے افراد کو مخاطب کر کے یہ صلائے عام دی تھی کہ ان میں کے بہت سے اشخاص اس دجالی فتنہ کے فریب وزور کا شکار ہیں۔ لہٰذا اگر وہ دین حقہ اسلام کے کھلے ہوئے حقائق سے آگاہی حاصل کرنے کے متمنی ہیں تو اپنے اشکالات پیش کریں۔ جن کے بارہ میں ان حضرات کی قلبی تسلی اور روحانی تسکین کا بعون ایزد متعال انتظام کر دیا جائے گا۔ اس صلائے عام کے جواب میں متعدد مرزائیوں کی طرف سے استفسارات موصول ہوئے جن کا جواب دینے کے لئے یہ سلسلۂ مضامین شروع کیا گیا۔ الحمدللہ والمنۃ کہ مرزائیوں کے تمام موصول شدہ سوالات کا جواب قرآن حکیم اور احادیث نبوی ﷺ سے دیا جا چکا۔ جس کے دوران میں ان منطقی پیچیدگیوں کا تجزیہ کر کے حق کو باطل سے ممیّز کر کے دکھانے کی کوشش کی گئی۔ راقم الحروف کی یہ کوشش کس حد تک کامیاب رہی اس کا اندازہ ان مرزائی اور غیر مرزائی اصحاب کے دل کر رہے ہوں گے۔ جنہوں نے اس سلسلۂ

مضامین کی اقساط کو بالالتزام وبالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔اسلام کھلی ہوئی حقیقتوں کا نام ہے۔اس کے تمام دعاوی بینات یعنی واضح حقائق ہیں۔جن کی شناخت کے لئے دور از کار تاویلوں اور فلسفیانہ بحثوں میں الجھنے کی مطلقا کوئی ضرورت نہیں۔اس کے مقابلہ میں مرزائیت جس دین کو پیش کرنے کی مدعی ہے اس کا سارا تار و پود بے سروپا تاویلات کی الجھنوں پر مشتمل ہے۔جو انسان کے دماغ کو طرح طرح بھول بھلیاں میں پھنسا دیتی ہے۔میں جس طرح روز روشن کے آفتاب کی موجودگی کا یقین رکھتا ہوں اسی طرح اس امر واقعہ سے بھی آگاہ ہوں کہ قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کے اکثر اکابر اپنے سلسلۂ کے دجالی ڈھونگ ہونے کی حقیقت سے پوری طرح باخبر ہیں۔ازبس کہ اس تحریک کا مقصد ہی مسلمانوں کے عقائد کی تخریب ہے۔لہٰذا اس کے رہنما ہمیشہ اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ تاویلات، کتمان حق اور طرح طرح کے اشتباہات کے بل پر دین اسلام میں رخنہ اندازی کرنے کے لئے طرح طرح کے مسائل گھڑتے رہیں اور اس طریق سے ایسے لوگوں کو جو مسلمات دینی سے پوری طرح آگاہ نہیں گمراہ کر کے اپنے دام فریب کا شکار بناتے رہیں۔کسی نے مرزائے قادیانی ایسے اشخاص کو مخاطب کر کے کیا خوب کہا ہے ۔

بنمائے بصاحب نظرے گوہر خود را
عیسیٰ نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند

راقم الحروف نے یہ سلسلۂ مضامین شروع کیا اور اس کی چند اقساط نے قادیانی کیمپ میں کھلبلی ڈالنی شروع کر دی تو ’’الفضل‘‘ قادیان نے جس کا صحیح نام ’’الدجل‘‘ ہے۔یہ لکھا کہ کسی مرزائی نے مجھ سے یہ استفسارات نہیں کئے۔بلکہ میں نے اپنی طرف سے یہ سوالات گھڑ کر ان کا جواب لکھنا شروع کر دیا ہے۔مجھے ’’الدجل‘‘ کے اس الزام کا جواب دینے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔اسے خود ہی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور دجالی مسیحیت کا یہ نمائندہ تثلیثی مسیحیت کا چولہ پہن کر خود بھی مستفسرین کی صف میں آ بیٹھا۔ابتدائی اقساط کے اشاعت پذیر ہو جانے کے بعد غالباً مرزائیوں ہی کے اصرار ومطالبہ پر ’’الدجل‘‘ نے جواب لکھنا شروع کیا۔لیکن وہی مدعی کاذب جو میرے سلسلۂ مضامین میں جبری تعویق ہو جانے کو میرے دماغ اور اعضاء وجوارح کے شل ہو جانے پر محمول کر رہا تھا خود لاجواب ہو کر بیٹھ گیا۔اسلام کے اس البرز شکن گرز کی پیہم ضرب رسانی نے قادیانیوں کو اتنا بدحال کر دیا کہ انہوں نے اس کے مقابلہ میں اٹھنے کی متعدد کوششیں کیں۔لیکن ہر کوشش میں ناکام ونامراد گر کر رہ گئے۔جو مضامین اس سلسلۂ مضامین کی بعض اقساط

کے جواب میں ''الدجل'' یا دوسرے قادیانیوں نے لکھے۔ وہ اپنی بے سروپا تاویلات کے باعث اپنی تغلیط آپ کررہے تھے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ میرے اس استدلال کے جواب میں جو میں نے آیت ''ان من اھل الکتٰب الا لیومنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا (النساء:۱۵۹)'' سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے کے متعلق بیان کیا تھا۔ الفضل نے یہ لکھا کہ قرآن پاک میں قبل موتہ کی جگہ قبل موتھم پڑھنا چاہئے۔ کیونکہ ابن جریر کی روایت کے مطابق اس آیت کی قرأت ہم کے ساتھ بھی آئی ہے۔ گویا قادیانی دعاوی کی خاطر قرآن پاک کے الفاظ میں بھی تحریف کر لی جائے۔ جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود ذات باری تعالیٰ پر ہے۔ نیز یہ کہ اگر قرآت صحیحہ برقرار رکھی جائے تو قبل موتہ کے معنی قبل موتھم کرنے چاہئیں۔ کیونکہ صحیح معانی سے قادیانیت کے ڈھونگ کا سارا قصر دھڑام سے زمین پر آرہتا ہے۔

اس قسم کی بے سروپا تاویلیں اور موشگافیاں جو ایک خاص مقصد کے پیش نظر کی جارہی ہیں جاری رہیں گی۔ لیکن راقم الحروف نے قادیانیوں پر جس اتمام حجت کے لئے قلم اٹھایا تھا وہ ہو چکا۔ یہ اتمام حجت ہندوستان کے بہت سے علمائے کرام جو راقم الحروف کی بہ نسبت علم دین پر زیادہ نظر رکھتے ہیں بارہا کر چکے ہیں۔ لیکن حق بات کو صرف وہی طبائع قبول کر سکتے ہیں جو حق کے جویا ہوں۔ جو لوگ جان بوجھ کر طاغوت کے گروہ میں شامل ہو چکے ہیں اور جن کی زندگیوں کا مقصد ہی دین اسلام کی تخریب ہے ان کے متعلق ہدایت کی راہ پر آنے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ یہ سلسلہ مضامین مرزائیوں کے ان افراد کے لئے سپرد قلم کیا گیا تھا جو فریب خوردہ ہیں اور فریب دہندہ نہیں اور پروردگار عالم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ بہت سے فریب خوردہ مرزائیوں کی آنکھیں اس سلسلہ مضامین کے مطالعہ سے کھل گئیں اور متعدد اشخاص ان توضیحات کی بدولت جو راقم الحروف نے کیں راہ راست پر آگئے۔ ایسے لوگوں کے لئے جن کے قلوب میں ابھی کسی قسم کے شکوک وشبہات باقی ہوں۔ میری خدمات بدستور حاضر ہیں اور جس نکتہ یا اشکال کے متعلق وہ توضیح کے طالب ہوں اس میں ان کی تشفی وتسکین کا سامان مہیا کیا جاسکتا ہے۔ لیکن ان لوگوں کے لئے جو جان بوجھ کر اس ضلالت پر قائم ہیں۔ اللہ کی بطش شدید کے سوا میرے پاس کوئی دلیل نہیں وہ جس کا شکار ہو کر رہیں گے۔

تشکر واعتراف

مجھے اپنی کوتاہیوں اور ہیچمرز مرزائیوں کا پورا پورا اعتراف ہے۔ میں اس موقع پر

ابوالحسنات مولانا حکیم سید محمد احمد صاحب خطیب مسجد وزیر خان، مولانا عبدالحنان صاحب خطیب مسجد آسٹریلیا، مولانا احمد علی صاحب خطیب مسجد دروازہ شیرانوالہ کی توجہات کریمانہ کا خاص طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے بعض مسائل کی توضیح اور بعض حوالوں کی فراہمی میں اس ہیچ میرز کی امداد فرمانے سے دریغ سے کام نہیں لیا۔ مولانا سید انور شاہ صاحب مرحوم کے رسائل ''خاتم النبیین'' اور ''عقیدہ الاسلام فی حیوٰۃ عیسیٰ علیہ السلام'' جناب الیاس برنی کی کتاب قادیانی مذہب، شیخ محمد یعقوب صاحب سنوری پٹیالوی اور بابو حبیب اللہ امرتسری کے رسائل مولانا عبدالقادر شاہ صاحبؒ دہلوی کے رسالہ علامات قیامت اور مولوی محمد صاحب مرحوم لکھوکی والے کی کتاب احوال الآخرۃ سے بھی بعض حوالے حاصل کئے گئے۔ اس امر کا اعتراف واعلان کردینا بھی ضروری ہے کہ اس سلسلۂ مضامین کا یہ تاریخی عنوان یعنی قادیانیت کے کاسۂ سر پر اسلام کے البرز شکن گرز کی ضرب کاری میرے اپنے تصرفات کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ مولانا ظفر علی خان صاحب امتیاز زمیندار کا قائم کردہ ہے۔ جو انہوں نے میرے ایک مضمون پر جو میں نے صوفیائے کرام کے شطحیات اور مرزائے قادیانی کی خرافات کے موضوع پر زمیندار کے لئے لکھا تھا۔ اظہار پسندیدگی کے طور پر جمایا تھا۔

صوفیائے عظام کی شطحیات اور مرزائے قادیانی کے اقوال

فرقۂ ضالۂ مرزائیہ کی طرف سے عموماً اور اس کی شاخ لاہور کی طرف سے خصوصاً مرزا غلام احمد قادیانی کی ان شطحیات کے متعلق جن میں مرزا قادیانی آنجہانی نے اپنے کو اولوالعزم انبیائے علیہم السلام اور صحابہ کرامؓ پر فضیلت دے کر مختلف قسم کی شیخیاں بگھاری ہیں اور جو ان کی منثور ومنظوم تصنیفات میں جابجا پائی جاتی ہیں۔ جواز کی یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ اس قسم کی باتیں اکثر ذی مرتبت صوفیائے کرام کے ساتھ بھی منسوب ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمان ایسے بیہودہ اقوال کو سن کر مرزا قادیانی پر زندیق وضال ہونے کا فتویٰ صادر کردیتے ہیں اور ان صوفیائے کرام کو ہمیشہ عزت واحترام کے جذبات سے یاد کرتے ہیں۔

پچھلے دنوں مدیر بہرہ فکاہات مولانا چراغ حسن حسرت اور مرزائیوں کی شاخ لاہور کے اخبار پیغام صلح کے مابین بر سبیل تذکرہ یہی بحث چھڑ گئی تھی اور مولانا چراغ حسن صاحب نے لکھا تھا کہ ان اقوال میں جو صوفیائے کرام کی طرف منسوب کئے جارہے ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کی یاوہ گوئی میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ مقتدر صوفیائے کرام کی طرف جو باتیں منسوب کی جارہی ہیں وہ شاذ، غیر معتبر اور غیر مصدقہ ہیں۔ نیز ان کے متعلق خود ذی بصیرت وذی علم

صوفیائے کرام کی یہ رائے ہے کہ اگر بفرض محال ان اقوال کی صحت تسلیم بھی لی جائے تو ان کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ وہ اقوال ان صوفیاء کی زبانوں سے عرفان الٰہی کی جستجو کی راہ میں سیر سلوک کی بعض پست منازل پر غلبہ جذب وسکر کے عالم میں سرزد ہوئے یا شیطان کے تصرف نے عالم بے خودی میں ان سے وہ الفاظ کہلائے جن پر سکر سے صحو میں آنے کے بعد انہوں نے توبہ کرلی۔ جو صوفیا اسی حال میں گرفتار رہے اور کفر طریقت کی حالت میں مرگئے۔ ان کا معاملہ بروز محشر خدائے عزوجل کے ساتھ ہے۔ ان حضرات نے کبھی اس امر پر اصرار نہیں کیا کہ عامتہ المسلمین سے اپنی الوہیت یا ربوبیت، نبوت یا مجددیت ومسیحیت تسلیم کرائیں۔ یا اپنے ان اقوال کو مستقل دعاوی کی شکل دے کر لوگوں میں اپنی برتری اور فضیلت قائم کرنے کے لئے انہیں اپنی زندگی کا مشن قرار دے لیں۔ اس کے برعکس مرزاغلام احمد کے ہاں ہم دیکھتے ہیں کہ اس شخص نے بقائمی ہوش وحواس خمسہ ایسے ایسے دعاوی کئے ہیں اور زندگی بھر ان کی صداقت پر اور انہیں دوسروں سے منوانے کے لئے پیہم اصرار کیا ہے جن میں سے ہر ایک بجائے خود انسان کو اسلام سے بعید اور ایمان سے دور لے جانے والا ہے۔ ان میں سے چند ایک جن سے عامتہ المسلمین کا بچہ بچہ آگاہ ہوچکا ہے حسب ذیل ہیں۔ ’’انت منی وانا منك وانت منی بمنزلة اولادی‘‘ (دافع البلاء ص۶، خزائن ج۱۸ ص۲۲۷) یعنی تو مجھ سے اور تجھ سے اور تو مجھے میری اولاد کی مانند ہے۔

۲......

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم
عیسیٰ کجاست تابنہد پابمنبرم

(ازالہ ص۱۵۸، خزائن ج۳ ص۱۸۰)

۳......

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰)

۴......

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا
منم محمد واحمد کہ مجتبیٰ باشد

(تریاق القلوب ص۳، خزائن ج۱۵ ص۱۳۴)

۵...... جوکوئی میری جماعت میں داخل ہوا درحقیقت وہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں داخل ہوا۔ (خطبہ الہامیہ ص ۲۵۸، ۲۵۹، خزائن ج ۱۶ ص ایضاً)

۶...... آسمان سے کئی تخت اترے سب سے اونچا میرا تخت بچھایا گیا۔
(تذکرہ ص ۳۳۹)

۷...... ''لولاك لما خلقت الا فلاك'' (البشریٰ ج ۲ ص ۱۱۲)

۸...... ''انت اسمی الا علیٰ'' (تذکرہ ص ۳۹۲)

۹...... پس اے ناظرین میں قصر نبوت کی وہی آخری اینٹ ہوں۔
(خطبہ الہامیہ ص ۱۷۸، خزائن ج ۱۶ ص ایضاً)

۱۰...... ہر نبی میں جو الگ الگ کمالات تھے وہ سب مجموعہ مجھ میں ہے۔
(ملفوظات احمدیہ ج ۴ ص ۱۴۲)

۱۱......

آنچہ داد است ہر نبی راجام
دادآں جام را مرا بتمام

(نزول المسیح ص ۹۹، خزائن ج ۱۸ ص ۴۷۷)

۱۲...... میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ہو بہو اللہ ہوں اور میں نے یقین کرلیا کہ میں وہی ہوں۔ پھر میں نے ایک آسمان بنایا اور زمین بنائی۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۴، ۵۶۵، خزائن ج ۵ ص ایضاً) ''وغیر ذلك من الهفوات والخرافات والهذیانات'' جن سے مرزا کی تصانیف پٹی پڑی ہیں۔

مرزائے قادیانی کی اس یادہ گوئی کے مقابلہ میں صوفیائے کرام کے جو اقوال پیش کئے جارہے ہیں۔ ان میں سے ایک تو منصور حلاج کا نعرۂ اناالحق ہے۔ دوسرے حضرت شبلیؒ کا قول ہے۔''لیس فی جبتی سوی الله'' حضرت بایزید بطامیؒ کا قول ''سبحانی ما اعظم شانی'' حضرت بایزید بطامیؒ کی طرف منسوب کیا ہوا۔ فقرہ ''لوای رفع من لوائے محمد'' حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا قول ''قدمی علےٰ رقبة کل ولی الله'' اور اسی قسم کے دوسرے اقوال ہیں۔ جن کے متعلق اوّل تو تحقیقی طور پر یہ ثابت بھی نہیں ہوسکتا کہ ان بزرگوں کی زبان سے یہ اقوال سرزد ہوئے اور اگر ان کو بفرض محال صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو صوفیائے کبیر

وعارفین حقیقت کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ اس قسم کے اقوال ان حضرات سے جذب وسکر کے عالم میں سرزد ہوئے جو سیر سلوک کی ابتدائی اور پست منزل ہے۔ مزید ترقی کے لئے ان سے تائب ہونا لازمی امر ہے۔ ورنہ سالک کی ترقیات رک جاتی ہیں۔ وہ کفر طریقت کی حالت میں مرجاتا ہے جو ان لوگوں کے نزدیک کفر شریعت سے کسی طرح کم نہیں۔ علاوہ بریں جذب وسکر کے عالم میں کہے ہوئے کلمات پر شریعت مواخذہ نہیں کرتی۔ بشرطیکہ یہ ثابت ہو جائے کہ گوینده صاحب عقل وشعور نہیں تھا۔ لیکن طریقت ان پر بھی مواخذہ کرتی ہے اور ایسے مجذوبوں کی ترقی رک جاتی ہے۔ سیر سلوک کی راہ کے مخاطر ومہالک سے باخبر بزرگ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمتہ نے اپنے مکتوبات میں جابجا صوفیائے کرام کی شطحیات پر تبصرے کئے ہیں۔ جن میں سے چیدہ چیدہ عبارتیں ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

مکتوب ۴۳ دفتر اوّل:

اگر کوئی کہ کہے کہ متقدمین مشائخ میں سے بعض کی عبارتوں میں بھی ایسے الفاظ واقع ہیں جن سے صاف طور پر توحید وجودی ثابت ہوتی ہے تو وہ اس بات پر محمول ہیں کہ ابتداء میں علم الیقین کے مقام میں ان سے اسی قسم کے الفاظ سرزد ہوئے ہیں اور آخر کار ان کو اسی مقام سے گزار کر عین الیقین تک لے گئے ہیں۔

مکتوب نمبر ۱۰۰ دفتر اوّل:

آپ کا گرامی قدر نوازش نامہ موصول ہوا۔ جو کچھ از روئے کرم آپ نے لکھا ہے واضح ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ شیخ عبدالکبیر یمنی نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ عالم الغیب نہیں۔ میرے مخدوم فقیر کو اس قسم کی باتیں سننے کی تاب نہیں بے اختیار میری فاروقی رگ جوش میں آجاتی ہے اور اس میں توجیہہ وتاویل کی فرصت نہیں دیتی۔ ایسی باتوں کا قائل کبیر یمنی ہو یا شیخ اکبر شامی۔ مگر ہمیں تو محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام درکار ہے۔ نہ کہ محی الدین عربی اور صدر الدین قونیوی اور عبدالرزاق کاشی کی گفتگو۔ ہم کو نص سے کام ہے نہ فص سے۔ فتوحات مدینہ یعنی احادیث نے ہم کو فتوحات مکیہ سے لاپروا کر دیا ہے۔

مکتوب ۲۰۲ دفتر اوّل:

دوسرے یہ کہ وہ شخص جو اپنے آپ کو حضرت صدیقؓ سے افضل جانے اس کا امر دو حال سے خالی نہیں یا وہ زندیق محض ہے یا جاہل۔

مشائخ نے خلیہ سکر میں بہت نامناسب باتیں کہی ہیں۔ چنانچہ شیخ بسطامؒ فرماتے ہیں۔ ''لوائی ارفع من لوائے محمدؐ'' میرا جھنڈا محمد کے جھنڈے سے بلند ہے۔ایسی باتوں سے افضل ہونے کا گمان نہیں کر سکتے۔ یہ عین زندقہ ہے۔

مکتوب ۲۲۰ دفتر اوّل:

بایزید بسطامیؒ باوجود اس بزرگی کے شہود و مشاہدہ سے آگے نہیں بڑھے اور سبحانی ما اعظم شانی کے تنگ کوچہ سے باہر قدم نہیں نکالا۔

معلوم ہوتا ہے کہ آخر حال میں بایزید رحمتہ اللہ علیہ کو اس نقص پر اطلاع بخشی گئی کہ موت کے وقت اس طرح کہتے تھے۔

(میں نے تجھے یاد نہیں کیا۔مگر غفلت سے اور میں نے تیری خدمت نہیں کی۔مگر سستی سے) انہوں نے اپنے پہلے حضور کو غفلت جانا۔ کیونکہ وہ حق تعالیٰ کا حضور نہ تھا۔ بلکہ ظلال میں سے ایک ظل کا حضور اور اس کے ظہورات میں سے ایک ظہور تھا۔ پس ناچار حق تعالیٰ سے غافل رہے۔

مکتوب ۲۹۳ دفتر اوّل:

اور یہ جو حضرت شیخ عبدالقادرؒ نے فرمایا ہے۔(میرا قدم تمام ولیوں کی گردن پر ہے)

عوارف المعارف'' والا جو شیخ ابوالنجیب سہروردیؒ'' (جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے محرموں اور مصاحبوں سے ہے) کا مرید اور تربیت یافتہ ہے۔اس کلمہ کو ان کلمات سے بیان کرتا ہے جو عجب اور خود بینی پر مشتمل ہیں۔ جو ابتدائے احوال میں بقیہ سکر کے باعث مشائخ سے سرزد ہوتے ہیں۔

مکتوب ۸۰ دفتر دوم:

آپ نے تمہید عین القضات کی عبارت کے معنی پوچھے تھے کہ اس میں ہے کہ جس کو تم خدا جانتے ہو وہ ہمارے نزدیک محمد (ﷺ) ہے اور جس کو تم محمد ﷺ جانتے ہو وہ ہمارے نزدیک خدا ہے۔

میرے مخدوم! اس قسم کی عبارتیں جو توحید و اتحاد کی خبر دیتی ہیں سکر کے غلبوں میں جو مرتبہ جمع ہے اور جس کو کفر طریقت سے تعبیر کرتے ہیں مشائخ قدس سرہم سے بہت صادر ہوتی ہیں۔اس وقت دوئی اور تمیز ان کی نظر سے دور ہو جاتی ہے۔

.....

مکتوب ۹۵ دفتر دوم:

آپ کا صحیفہ شریفہ پہنچا جس میں صوفیہ کی بعض باتوں کی نسبت استفسار درج تھا۔

ان تمام سوالوں کے حل میں مجمل کلام یہ ہے کہ جس طرح شریعت میں کفرو اسلام ہے۔ طریقت میں بھی کفرو اسلام ہے۔ جس طرح شریعت میں کفر سراسر شرارت ونقص ہے اور اسلام سراسر کمال ہے۔ اسی طرح طریقت میں بھی کفر سراسر نقص اور اسلام سراسر کمال ہے۔

مشائخ قدس سرہم جنہوں نے شطحیات نکالی ہیں اور مخالف شریعت باتیں کہی ہیں۔ سب کفر طریقت کے مقام میں رہے ہیں جو سکرو بے تمیزی کا مقام ہے۔ لیکن وہ بزرگ جو حقیقی اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں اس قسم کی باتوں سے پاک وصاف ہیں۔

اگر کوئی شخص اس حال کے حاصل ہونے اور درجہ کمال اوّل تک پہنچنے کے بغیر اس قسم کی کلام کرتا ہے اور سب کو حق اور صراط مستقیم پر جانتا ہے اور حق و باطل میں تمیز نہیں کرتا تو ایسا شخص زندیق وملحد ہے۔

اس مقام پر اکثر سالکوں کے قدم پھسل جاتے ہیں۔ بہت مسلمان ارباب شکر کی تقلید کر کے راہ راست سے ہٹ کر گمراہی اور خسارہ میں جا پڑے ہیں اور اپنے دین کو برباد کر بیٹھے ہیں۔

مکتوب ۹۹ دفتر دوم:

اگر ان کا اعتقاد ہے کہ حال والا شخص ان مقامات عالیہ والے لوگوں کے ساتھ شرکت ومساوات کا معتقد ہے تو واقعی اس کو کافر وزندیق خیال کریں اور مسلمانوں کے گروہ سے خارج تصور کریں۔ کیونکہ نبوت میں شریک ہونا اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ برابری کرنا کفر ہے۔

جس شخص کا مقصود اس قسم کے احوال سے شہرت اور قبول خلق ہو تو وہ جھوٹا مدعی ہے اور یہ احوال اس کے لئے وبال اور استخارج ہیں۔ جن میں اس کی سراسر خرابی ہے۔

مکتوب ۴۳ دفتر سوم:

قول، انا الحق قول سبحانی قول لیس فی جبی سوی اللہ وغیرہ شطحیات سب اس مرتبہ جمع کے درخت کے پھل ہیں۔ اس قسم کی باتوں کا باعث محبوب حقیقی کی محبت کا غلبہ ہے۔ یعنی سالک کی نظر سے محبوب کے سوا سب کچھ پوشیدہ ہو جاتا ہے اور محبوب کے سوا اس کو کچھ مشہود نہیں ہوتا۔ اس مقام کو مقام جہل ومقام حیرت بھی کہتے ہیں۔

صوفیاء اپنی دید کے اندازہ کے مطابق سکر اور غلبۂ حال کے وقت بہت سی باتیں زبان سے نکالتے ہیں۔ ان کو ظاہر پر محمول نہ جاننا چاہئے۔ بلکہ ان کی تاویل وتوجیہہ میں مشغول ہونا چاہئے۔ کیونکہ مستوں کا کلام ظاہر سے بھٹک کر توجیہہ سے معلوم کیا جاتا ہے۔ **واللّٰہ اعلم بحقائق الامور کلہا!**

چونکہ آپ نے یہ بیقرار کرنے والی باتیں ایک بزرگ سے نقل کی تھیں۔ اس لئے ان کے حل میں کچھ لکھا گیا۔ ورنہ یہ فقیر اس قسم کی مخالف باتوں کی طرف توجہ نہیں کرتا اور ان کے ردوبدل میں زبان نہیں کھولتا۔

مکتوب ۱۲۱ دفتر سوم:

اس فقیر نے اس کے معارف سکریہ کو ایک ورق میں جمع کیا ہے۔ سکر کے بقیہ کا سبب ہے کہ اسرار کا ظاہر کرنا جائز سمجھتے ہیں اور سکری کا باعث ہے جو فخر مباہات کرتے ہیں۔ سکر ہی سے ہے کہ دوسروں پر اپنی فضیلت ظاہر کی جاتی ہے۔ جہاں صحو خالص ہے وہاں اسرار کا ظاہر کرنا کفر ہے اور اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر جاننا شرک ہے۔

حضرت مجددؒ کی متذکرہ صدر عبارات صوفیہ کے ان اقوال کی حقیقت پر کافی روشنی ڈال رہی ہیں اور ان سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ ایسی باتیں جو صوفیائے کرام کی طرف منسوب کی جارہی ہیں اوّل تو بہت شاذ ہیں دوسرے وہ حالت غلبہ دسکر کے نتائج میں سے ہیں جن کو اعتبار سے خالی سمجھنا چاہئے۔

تیسرے یہ کہ سیر عرفان میں ایسے اقوال کی ماہیت کمال نہیں بلکہ نقص ہے اور نقص بھی اتنا شدید جسے صوفیائے کرام کی اصطلاح میں کفر طریقت کہا جاتا ہے۔ مزید براں صوفیائے کرام کی اکثر شطحیات کو حضرت مجدد صحیح بھی نہیں مانتے۔ جیسا کہ ان کے مکتوب ۲۳ دفتر سوم کی نقل شدہ عبارت کے آخری الفاظ سے ظاہر ہے۔

شیطان کے تصرف کا بیان

غلبہ شکر اور واردات قلبی کو سمجھنے میں غلط فہمی واقع ہو جانے کے علاوہ ایسی باتوں پر شیطان کے تصرف کا احتمال بھی کیا جاسکتا ہے۔ حضرت مجددؒ اپنے مکتوب ۱۰۷ دفتر اوّل میں رقم فرماتے ہیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ صادق طالبوں کے کشف وشہود میں القائے شیطان کو دخل ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کشف شیطانی کی کیفیت کو واضح کریں کہ کس طرح ہے اور اگر دخل نہیں تو کیا وجہ

ہے کہ بعض امور الہامی میں خلل پڑ جاتا ہے۔اس کا جواب اس طرح پر ہے۔واللہ اعلم بالصواب کہ کوئی شخص القائے شیطانی سے محفوظ نہیں ہے۔جب کہ انبیاء علیہم السلام میں متصور بلکہ متحقق ہے تو اولیاء میں بطریق اولیٰ ہوگا تو پھر طالب صادق کس گنتی میں ہے۔

حاصل کلام یہ کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس القاء پر آگاہ کر دیتے ہیں اور باطل کو حق سے جدا کر دکھاتے ہیں۔'' فینسخ اللّٰہ ما یلقی الشیطٰن ثم یحکم اللّٰہ اٰیٰتہ '' اسی مضمون پر دلالت کرتی ہے اور اولیاء میں یہ بات لازم نہیں۔

تائب ہونا ضروری ہے

ان الفاظ کے بعد حضرت مجدد صاحبؒ نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ اولیاء اللہ کے لئے اپنی واردات کشفی والہامی کو پرکھنے کی صورت صرف یہ ہے کہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ بابا ئنا ھو وامہا تناعلیہ کی شریعت کو معیار بنائیں اور جس امر کو اس کے خلاف دیکھیں اسے ترک کر کے اس سے تائب ہوں۔ جیسا کہ حضرت مجدد صاحبؒ نے بھی اپنے مکتوبات میں اپنے ان مشاہدات کے متعلق جن پر خلاف شرع ہونے کا گمان ہوسکتا تھا بارگاہ حضرت ذوالجلال عزاسمہ میں گڑ گڑا کر معافی مانگی ہے اور اس خوف کا اظہار کیا ہے کہ کہیں غیرت خداوندی ان لغزشوں پر مواخذہ نہ کرے۔

مرزائے قادیانی کی ہفوات

متذکرہ صدر تصریح سے یہ امر پایۂ تحقیق کو پہنچ جاتا ہے کہ صوفیائے کرام کی شطحیات میں سے بعض:

۱...... پایۂ اعتبار روایت سے ساقط ہیں۔

۲...... بعض ان کی حالت سکر و جذب کا نتیجہ ہیں۔ جن پر شریعت کوئی مواخذہ نہیں کرتی اور باتیں احوال کے آغاز میں صادر ہوتی ہیں۔ کمال سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں۔

۳...... سالک کے لئے ضروری ہے کہ ان لغزشوں سے متنبہ ہو کر بارگاہ خداوندی میں تائب ہو اور مقتدر اولیاء اللہ نے ایسا کیا ہے اور ان شاذ کلمات کی صحت و درستی پر اصرار کے جرم کے مرتکب نہیں ہوئے۔

اس کے بالکل برعکس مرزائے قادیانی کی ہفوات اوّل تو اس جذب و سکر کا پتہ نہیں دیتیں۔ جن سے ان کا مغلوب الاحوال ہونا اور اس قسم کے کلمات بولنا ظاہر ہو۔ کیونکہ ان میں انبیاء کرام علیہم السلام پر جا بجا اپنی فوقیت ظاہر کی گئی ہے۔ جو صوفیاء کی شطحیات میں نظر نہیں آتی۔ وہاں

معاملہ ہی دوسرا ہے اور یہاں محض نقالی اور حد سے بڑھی ہوئی نقالی ہے جو عامی سے عامی شخص کو بھی صاف نظر آ رہی ہے۔ اس کے علاوہ مرزائے قادیان کے ہاں ان زندیقانہ دعاوی پر اصرار اور انہیں اپنے مریدوں سے منوانے کی پیہم کوشش نظر آ رہی ہے۔ جو صوفیائے کرام کے ہاں موجود نہیں۔ صوفیائے عظام کے احوال ان کی ذات تک تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے کبھی یہ کوشش نہیں کی کہ مخلوق خداوندی سے اپنی الوہیت، نبوت یا مسیحیت کا اعتراف کرائیں۔ نہ انہوں نے ان شطحیات کے مطالب کی تبلیغ کو اپنی زندگی کا مشن بنایا ہے جو مرزا قادیانی کے ہاں بدرجہ اتم موجود ہے۔ لہٰذا مرزا کی ہفوات کو صوفیائے کرام کی شطحیات سے تطبیق دینا کسی لحاظ سے بھی جائز نہیں۔

مقام سکر و مقام صحو

ممکن ہے کہ مرزائی حضرات یہ کہیں کہ مرزا کی یہ ہفوات بھی ان کے عالم سکر کا نتیجہ ہیں۔ لیکن ان کا یہی قول مرزا کے تمام دعاوی نبوت و مسیحیت و مجددیت کے قصر کو دھڑام سے زمین پر گرا دینے کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ مرزا کے متعلق یہ کہا جاتا ہے اور خود اس کا دعویٰ بھی یہی ہے کہ وہ فرائض نبوت کی تکمیل کے لئے مامور ہوا ہے۔ اپنے دعاوی کے لحاظ سے وہ ان مردان خدا کی صف میں آنے کا خواہاں نہیں جو محبوب حقیقی کے ساتھ انفرادی طور پر واصل ہونے کے مقصد بلند پر اپنی زندگیاں وقف کر دیتے ہیں اور اس سیر میں انہیں جذب وسلوک سے ہی واسطہ پڑتا ہے۔ سکر و بیخودی میں سے بھی گذرنا پڑتا ہے۔ فنا و بقا کی منزلیں بھی طے کرنی پڑتی ہیں۔ جن سب کے احوال و مشاہدات جدا جدا ہیں اور بہر حال ان کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ مرزا بندگان خدا کی ہدایت ورہنمائی کا مدعی ہے اور ایسے شخص کے لئے صحو از بس لازمی ہے۔ مجذوب اور سکر زدہ صوفی دوسروں کی رہنمائی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ خود دریائے حیرت میں غرق ہوتا ہے اور بعض ایسے کلمات بھی اس کی زبان سے نکل جاتے ہیں جن پر اس کے مرفوع الحال ہونے کے باعث نہ شریعت مواخذہ کرتی ہے اور نہ بندگان خدا کو ان سے تعرض کی ضرورت ہے جو بزرگ فرائض نبوت کو انجام دیتے ہیں۔ ان کا کوئی حال ان کا کوئی کلمہ ان کی کوئی حرکت و جنبش شریعت سے باہر نہیں ہو سکتی۔ چہ جائیکہ وہ اپنے آپ کو بیک وقت حضرت باری تعالیٰ کا باپ اور فرزند بھی ظاہر کریں اور اپنے کو اولوالعزم انبیائے کرام سے افضل بھی جتائیں۔ نیز اس پر اصرار سے کام لیں۔ سکر مقام ولایت کی خصوصیت ہے اور صحو فرائض نبوت کی تکمیل و بجا آوری کے لئے لازمی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوب ۹۵ دفتر اوّل میں سکر و صحو کے مقامات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''جاننا چاہیئے کہ جو کچھ احکام سکر یہ سے ہے مقام ولایت سے ہے اور جو کچھ صحو سے ہے۔ مقام نبوت سے تعلق رکھتا ہے کہ انبیائے علیہم السلام کے کامل تابعداروں کو بھی تابعداری کے طور پر صحو کے باعث اس مقام سے حصہ حاصل ہے۔''

پس مرزائے قادیانی کے متبعین اگر اپنے پیرومرشد کے ادعائے نبوت ومسیحیت کوظل وبروز کا مقام دے کر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ امت محمدیہ میں منشائے نبوت ورسالت کی تکمیل کا فرض بجالا رہے تھے تو وہ یہ کہہ کر اپنا اور اپنے مرشد کا دامن نہیں چھڑا سکتے کہ اس کی ہفوات سکر کا نتیجہ تھیں۔ کیونکہ ایسے شخص کے لئے صحو اور صحو مستمر نہایت ضروری ہے۔ اگر مرزا ان کے عقیدہ کے مطابق مجذوب تھا تو اسے اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہیئے اور اس کی ہفوات کی پیروی کر کے جن کے لئے وہ زندگی بھر تائب نہیں ہوا اور کفر شریعت وکفر طریقت کے حال میں مرا۔ اپنے ایمان کو خراب نہیں کرنا چاہیئے۔ حقیقت حال تو یہ ہے کہ مرزا نہ مجذوب تھا نہ سالک۔ اسے ان راستوں کی ہوا تک نہیں لگی۔ اس نے محض نقالی کر کے اپنے ایمان کو بھی برباد کیا اور دوسروں کے لئے بھی ضلالت وگمراہی کی راہیں کھول دیں۔ مرزا کی ہفوات کی کیفیت اور ان کی کثرت ادعا کا تحکم اور ان گمراہیوں پر اصرار ہی یہ ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے کہ وہ مفتری اور کذاب تھا اور اسے شریعت غرائے اسلامیہ کے مواخذہ سے بچانے کے لئے کسی قسم کی تاویلات کام نہیں دے سکتیں۔

بندگان خدا کا مسلک

اس موقعہ پر تذکرہ غوثیہ کی اس مشہور داستان کی طرف اشارہ کرنا بیجا نہ ہوگا۔ جس میں حضرت غوث علی شاہ صاحبؒ اور جگراؤں ضلع لدھیانہ کے ایک مست میاں محکم الدین کی ملاقات کا حال درج کیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہو جائے گا کہ طالبان معرفت وحقیقت کا مسلک ایسی شطحیات کے متعلق کیا ہوتا ہے اور کیا ہونا چاہیئے۔ روایت کی گئی ہے کہ حضرت غوث علیؒ شاہ جب میاں محکم الدین کی شہرت سن کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے ان کا اسم گرامی دریافت کیا۔ کیونکہ میاں صاحب موصوف مجذوب تھے اور کسی کو ان کے نام کا علم نہ تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میرا نام خدا ہے۔ اس پر شاہ صاحب خاموش ہو گئے۔ چند لمحہ کے بعد میاں محکم الدین نے شاہ صاحب سے سوال کیا کہ تمہارا نام کیا ہے۔ جس کا جواب شاہ صاحب نے اپنے مخصوص ظریفانہ انداز میں یہ دیا کہ اچھے خدا ہو جو اپنے بندوں کے ناموں سے بھی واقف نہیں۔ اس پر میاں محکم الدین نے بڑانا شروع کر دیا کہ تمہارا نام غوث علی باپ کا نام یہ، پردادا کا نام یہ۔ شاہ صاحب نے مجذوب کو ایک اور ایسی ہی چبھتی ہوئی بات کہہ کر روک دیا

کہ صاحب رہنے دیجئے۔ معلوم ہو گیا کہ آپ رملی خدا ہیں۔ جب تک رمل نہیں پھینکتے آپ کو کچھ معلوم نہیں ہو سکتا۔

تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد میاں محکم الدین نے شاہ صاحب سے اپنی رسالت کا اقرار لینا چاہا۔ کیونکہ الوہیت تسلیم کرانے کے امتحان سے وہ صاف نکل گئے تھے اور کہا کہ محکم الدین رسول اللہ کہو۔ اس پر شاہ صاحب نے جو جواب دیا وہ ہر مسلمان کو اپنے لئے مشعل راہ بنانا چاہئے۔ شاہ صاحب نے کہا کہ حضرت! کرم فرمایئے۔ رسول تو مدینے والے ہی کو رہنے دیجئے۔ وہاں آپ کی دال نہیں گل سکتی۔ وہی خدائی کا دعویٰ کیجئے۔ کیونکہ آپ سے پہلے بہتیرے فرعون، نمرود اور شداد یہ دعویٰ کر چکے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ کوئی شخص خواہ وہ کسی حال میں ہو الوہیت کا دعویٰ کرنے سے ویسا ہی مردود ہو جاتا ہے جیسے کہ فراعنہ اور نماردہ مردود ہو چکے ہیں۔ لیکن نبوت کا دعویدار اور وہ بھی حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی نبوت کے بعد اور اس کے علی الرغم چہ از روئے شریعت و چہ از روئے طریقت (جو شریعت سے باہر نہیں) مردود تر ہے اور مرزا کو جو مسیح و کلیم و محمد و احمد ہونے کا مدعی ہے۔ اضل و اکفر نہ سمجھا جائے تو اور کیا سمجھا جائے۔

مادی عوامل پر انسان کی روحانیات کا اثر

مرزائے قادیان کی پیش گوئیوں پر ایک تنقیدی نظر

ایک عامی سے عامی مسلمان جو قرآن پاک کے مطالب و مضامین کو دوراز کار تاویلوں اور موشگافیوں کے بغیر سیدھے سادے طریق سے سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ ان قوموں اور آبادیوں کے عبرتناک انجام سے بے خبر نہیں۔ جن کا عصیان وطغیان عذاب و عتاب الٰہی کو جوش میں لانے پر منتج ہوا۔ جن کے عقائد و عمال کی ظلمتیں اپنے منتہائے عروج کو پہنچنے کے بعد انہیں اس ہولناک انجام تک پہنچانے کا سبب بنیں کہ اجڑی ہوئی بستیوں کے مٹی اور ریت کے نیچے دبے ہوئے آثار اور ان کی حد سے بڑھی ہوئی سرکشیوں کے بکھرے ہوئے افسانوں کے سوا ان کی یاد تک دلانے والی کوئی چیز باقی نہ رہی اور یہ بھی اس لئے کہ نوع انسانی کی بعد میں آنے والی نسلیں ان کے احوال پر غور کر کے درس عبرت حاصل کر سکیں اور اگر انہیں اپنی فلاح و بہبود منظور ہو تو تمدن و عمران کی اس شاہراہ پر گامزن ہوں جو انہیں دنیوی اور اخروی سعادتوں تک پہنچانے والی ہے اور جسے جاننے کے لئے کوئی بہت زیادہ عمیق فکر اور الجھے ہوئے استدلال کی ضرورت نہیں۔

اسلام کے نام لیوا جانتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اللہ کی رسی کو ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ شرک اور بت پرستی کی گمراہیوں میں پڑ کر معمورۂ عالم کو طرح طرح کے فسق و فجور سے معمور کر دیا اور پکارنے والے کی پکار کو نہ سنا تو اس پر زمین کے شگاف اور آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے۔ جن کی راہوں سے پانی کے ایک ہیبت ناک طوفان نے حملہ کر کے تمام انسانی آبادیوں کو ڈھانپ لیا اور خدا کی ہستی سے انکار اور اس کے احکام سے سرکشی کرنے والے لوگوں کو نیست و نابود کر دیا۔ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ قوم عاد کو ان کی سرکشی اور فتنہ انگیزی کی بناء پر سزا دینے کے لئے خدائے ذوالجلال کا قہر آٹھ دن مسلسل چلنے والی تیز آندھی کی شکل میں نازل ہوا۔ جس نے اس قوم کے تمام گردن فرازوں کو ناگہانی موت کی نیند سلا دیا۔ اس کے بعد جب ثمود کی قوم کو ان کے اعمال کی سزا دینے کا وقت آیا تو ان کی پیٹھ پر قدرت کا تادیبی اور تخریبی تازیانہ خوفناک گرج اور بجلی کی صورت میں لگا۔ جس نے آناً فاناً ان سب کو بے جان کر کے رکھ دیا۔ سدوم اور عمورہ کے لوگوں نے جب فسق و فجور میں یہاں تک غلو سے کام لیا کہ خلاف وضع فطرت جرائم کے مرتکب ہونے لگے تو ان کی بستیاں زلزلہ کے ہلاکت خیز جھٹکوں اور آتش فشاں پہاڑ کے دہانہ سے اچھل اچھل کر گرنے والے سنگریزوں کی بے پناہ بارش سے تباہ ہوگئیں۔ مدائن کے لوگوں کی بدمعاملگی جب ناقابل علاج ثابت ہوئی تو ان کو دھوئیں اور ابر کی گھنگھور گھٹاؤں نے گھیر لیا اور زلزلہ نے آ کر ان کی عمرانی اور انفرادی زندگیوں کا خاتمہ کر دیا۔ سبا والوں کی بستیاں پہاڑوں پر سے امنڈ امنڈ کر آنے والے سیل رواں کے سامنے بہ گئیں اور وہ ملک جو سرسبزی اور شادابی میں نظیر نہ رکھتا تھا لق و دق صحرا بن کر رہ گیا۔ جس میں باغوں اور کھیتوں کی جگہ بیریاں اور جھاڑیاں اگ آئیں۔ فرعون مصر کو اس کی سرکشی کی سزا یوں ملی کہ دریائے قدیم کا وہی پانی جس نے پایاب ہو کر بنی اسرائیل کو گذرنے کے لئے راہ دے دی تھی۔ اس کے لشکروں کو اپنی ہولناک لپیٹ میں لینے کے لئے بلیوں چڑھ گیا۔

غرض نوع انسانی کی تاریخ کے یہ عبرت انگیز اور ہولناک واقعات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ انسان کو اس کی بداعمالیوں کی سزا دینے کے لئے قدرت کے ظاہری اور مخفی عوامل میں سے کوئی ایک عامل وقت پر جوش میں آ جاتا ہے اور اپنا کام کر جاتا ہے۔ عوامل قدرت کے ہاتھوں تباہ ہونے والی اقوام کی خدا ناترسی اور ان کے اخلاقی تسفل کے حالات ہمیں صحائف آسمانی کے علاوہ دوسرے تاریخی شواہد سے بھی مل رہے ہیں اور عتیقیات سے خضر حاضر کی دلچسپیاں جس قدر بڑھ رہی ہیں اسی قدر ان کی سیہ کاریوں اور فتنہ پردازیوں اور ان کے مظالم و مصائب کے حالات روشنی

میں آرہے ہیں اور عصر حاضر کا انسان اس بے لوث صداقت کے سامنے سرتسلیم خم کرنے پر مجبور ہورہا ہے۔ جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل خدائے وحدہ لاشریک نے حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی وساطت سے نوع انسان پر پوری پوری وضاحت کے ساتھ بیان کردی تھی کہ دنیا میں قوموں کے عروج وزوال اوران کے فناوبقاء کا راز کس چیز میں مضمر ہے؟

اس کے علاوہ القدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والی امت کے افراد جانتے ہیں کہ آفات ارضی وسماوی کے نزول میں سرکشوں کو سزا دینے کے علاوہ خدائے لایزال کی بعض دوسری مصلحتیں بھی مضمر ہوتی ہیں۔ جن کا تعلق نیک بندوں کے امتحان، ان کے ایمان کے استحکام ان کے مدارج روحانی کی ترقی اور غفلت شعار بندوں کے لئے انتباہ کا سامان مہیا کرنے سے ہے اور جس پر قرآن کریم کی آیت ’’ولنبلونکم بشئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصٰبرین ۰ الذین اذا اصابتھم مصیبة قالوا اناللّٰہ وانا الیہ راجعون (البقرہ:۱۵۵،۱۵۶)‘‘

انفسی اور آفاقی مصائب سے انبیائے کرام علیہم السلام اور امت محمدیہ کے صلحائے عظام کو بسااوقات سامنا ہوا اور امت مسلمہ کو اجتماعی حیثیت سے بھی بارہا خدائے بزرگ وبرتر کے بھیجے ہوئے امتحانوں اور ابتلاؤں میں سے گزرنا پڑا ہے۔ لیکن حضرت ختمی مرتبت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت اس فنا آموز تباہی وبربادی سے اس لئے محفوظ ہے کہ اس نے ہادی برحق ﷺ کے پیغام پر لبیک کہا اوران سرکش اقوام کی طرح خدا کے احکام سے روگردانی نہیں کی۔ جو اپنے کفران وعصیان کے باعث صفحۂ ہستی سے نیست ونابود ہوگئیں۔ کیونکہ عوامل قدرت کی ہمہ سوز قہرپاشیاں تو ان لوگوں کے لئے مختص تھیں۔ جنہوں نے پکارنے والوں کی پکار کو سنا۔ لیکن اس کی تکذیب کے مرتکب ہوئے۔ قرآن حکیم کے خدا کا آخری پیغام اور رسول کریم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے معنی یہی ہیں کہ تاقیام قیامت ان دوصداقتوں پر ایمان رکھنے والے لوگ ناپید نہ ہوں گے اور اسی لئے کسی اور بشیر ونذیر کے آنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے گی اور جب خدا کے آخری نبی کے توسط سے ملنے والے خدا کے آخری پیغام پر ایمان رکھنے والا ایک شخص بھی باقی نہ رہے گا تو حسب دستور سابق خدا کو کسی مرسل کے بھیجنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ بلکہ اس نوع انسانی کو اس آخری امتحان سے دوچار کردیا جائے گا۔ جو کا زلزلۃ الساعۃ، قیامت، طامۃ الکبریٰ، جاثیہ، واقعہ، قارعہ اور اس قسم کے دوسرے ناموں سے پکارا گیا ہے اور جس کے نزدیک آنے کی خبر پورے پورے وثوق اور وضاحت کے ساتھ صرف خدائے ذوالجلال کے امی النبی نے دی ہے جو خاتم المرسلین ہے۔

۲...... یہی وہ اسلامی معتقدات ہیں جن کی طرف میں نے گاندھی اور ٹیگور کی اس فلسفیانہ بحث کو درج اخبار کرتے ہوئے ایک مختصر سے تمہیدی نوٹ میں اشارہ کیا تھا جو ان کے درمیان زلزلہ بہار اور اس کے اخلاقی روحانی اور مادی اسباب وعلل کے بارہ میں شروع ہوگئی تھی میں نے لکھا تھا۔

''مہاتما گاندھی نے زلزلہ بہار کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ زلزلہ اہل ہند کے ان گناہوں کا نتیجہ ہے جو ان سے چھوت چھات کی شکل میں انسانی حقوق کو پامال کرنے کے باعث سرزد ہو رہے ہیں۔ اس پر بنگالی شاعر ڈاکٹر ٹیگور نے فلسفیانہ خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا تھا کہ مادی عوامل ومظاہر کو انسان کے اخلاق سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ ایسے حادثات محض قوائے قدرت کے غیر معمولی اجتماع کا اتفاقی نتیجہ ہوتے ہیں۔ اس کے جواب میں گاندھی جی نے اپنے عقیدہ پر اصرار کرتے ہوئے ایک مضمون لکھا ہے۔ جسے ہم قارئین زمیندار کی خدمت میں اس لئے پیش کرتے ہیں کہ وہ دیکھیں کہ قرآن پاک کے مطالعہ نے گاندھی جی کے خیالات کو اسلام سے کس قدر قریب کر دیا ہے۔ زلزلہ کی نوع کے حوادث اور ارضی وسماوی بلاؤں کے نزول کے متعلق خواہ وہ انفسی ہوں یا آفاقی، انفرادی ہوں یا اجتماعی ایک معمولی سے معمولی مسلمان بھی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ قدرت کی طرف سے انسان کے لئے سزا یا انتباہ یا آزمائش یا تزکیہ نفس وترقی مدارج روح کے لئے ایک تازیانہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور کائنات کی کوئی بات یونہی بے مقصد واقع نہیں ہوتی۔ جیسے کہ ٹیگور کا خیال ہے۔ بلکہ ہر جنبش اور ہر حرکت میں خدائے ذوالجلال کا کوئی مقصد پوشیدہ ہوتا ہے۔ جسے سمجھنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔ گاندھی جی نے اسی اسلامی عقیدے پر اصرار کیا ہے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ ایمان وحکمت کے جو موتی ہمارے ہاں عوام الناس میں ارزاں ہو چکے ہیں ان پر غیر مذاہب کے فلاسفر ابھی تک فلسفیانہ بحثیں کر رہے ہیں اور انہیں سمجھنا چاہتے ہیں۔''

۳...... میرے اس شذرہ پر لاہوری مرزائیوں کے اخبار پیغام صلح میں مرزائے قادیانی کے ایک مقلد خان صاحب چوہدری محمد منظور الٰہی نے زلزلہ بہار کو مرزا کی صداقت کا نشان قرار دیتے ہوئے ایک مضمون سپرد قلم کیا ہے۔ جس کا عنوان ''زمیندار اینڈ کو گاندھی جی کے قدموں میں'' دیا گیا ہے۔ مرزائے قادیانی کی امت کو جھوٹ بولنے، واقعات کو توڑ مروڑ کر بیان کرنے اور لاطائل تاویلوں سے کام لینے میں جو مہارت حاصل ہے وہ کسی پڑھے لکھے انسان سے مخفی نہیں۔ میرا مقصد جیسا کہ شذرہ مذکور بالا کی عبارت سے ظاہر ہے اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انسان کے

روحانی ترفع وتسفل سے کائنات کے مادی عوامل کا گہرا تعلق ہونے کے مسئلہ پر ٹیگور کی بہ نسبت گاندھی کے خیالات اسلامی عقائد سے زیادہ قریب ہیں۔ کیونکہ گاندھی نے قرآن حکیم کا مطالعہ کیا ہے۔ گاندھی نے لکھا تھا کہ میرا ایمان ہے کہ مادی دنیا میں کوئی حادثہ خدا کی مرضی اور اس کے ارادہ کے بغیر وقوع پذیر نہیں ہوسکتا اور خدا انسان کو بلاوجہ سزا یا مصیبت میں مبتلا نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے ہر کام میں کوئی حکمت مضمر ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے یہ بھی لکھا تھا کہ میں ذاتی طور پر زلزلۂ بہار کو ہندوؤں کے ان گناہوں کا نتیجہ سمجھ رہا ہوں۔ جو چھوت چھات کی بدولت نوع انسانی کے ایک طبقہ پر ظلم کرنے کی شکل میں ان سے سرزد ہو رہے ہیں اور میں محسوس کرتا ہوں کہ روح اور مادہ کے درمیان ایک ناقابل انفصال ازدواجی تعلق ہے۔ ظاہر ہے کہ ارضی وسماوی آفات کے نزول کے معاملہ میں گاندھی جی کے خیالات فلسفۂ اسلام سے اقرب ہیں اور ان کے ضمیر پر آفتاب صداقت کے ضیاء اگر پورے طور پر نہیں تو بہت بڑی حد تک شعاع افگن ہو چکی ہے۔ لیکن میرا یہ کہنا کہ گاندھی جی کے خیالات پر قرآن پاک کے مطالعہ کا اثر نظر آرہا ہے۔ زمیندار اینڈ کو کے قدموں میں سر رکھنے کے مرادف کیونکر ہوگیا اور مسیحی خلافت کی وہ کون سی اندلسی منطق ہے جو اس اظہار کو گاندھی جی کے چرنوں میں گرنے سے تعبیر کر رہی ہے۔

عالم روحانیات اور عالم مادیات کے باہمی تعلق اور ان پر عوالم جبروت ولاہوت کے ارادوں کے اثرات کے متعلق امت مسلمہ کے عارفین حق جن نتائج پر پہنچے ہیں وہ کچھ اور ہی ہیں اور میں ان کا ذکر اس بحث میں لانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ کیونکہ اس وقت میرا روئے سخن مرزائیوں سے ہے۔ جنہیں اس کوچہ کی ہوا بھی نہیں لگی۔ صرف اسی قدر کہہ دینا کافی ہے کہ اسلامی فلسفہ کے نزدیک عالم مادیات عالم روحانیات کا اور عالم روحانیات اس کے پرے کے عوالم کا تابع ہے۔ جن کا سرا ذات بحث کے ''غیر متکیف بکیفیۃ ما'' عالم سے جا ملتا ہے۔

۴...... ''پیغام صلح'' کے مرزائی مضمون نگار کا مقصد اس تحریر سے یہ ہے کہ ہم نے آنکھیں بند کر کے ان کے اس دعویٰ کو تسلیم کیوں نہیں کر لیا کہ بہار کے لوگوں پر زلزلہ کی یہ ناگہانی آفت محض اس لئے نازل ہوئی ہے کہ اہل عالم نے اس کے قادیانی پیشوا کی مسیحیت ومہدویت یا مجددیت ومحدثیت کو تسلیم نہیں کیا۔ مرزائے قادیانی کے اقوال واعمال میں اگر کوئی معقول بات نظر آئے تو مجھے اسے معقول کہنے میں کبھی تأمل نہ ہوگا۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اس کی تحریرات کی بھول بھلیاں اہل خرد واہل نظر کے نزدیک خرافات کے ایک طومار سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں اور اس کے عجیب وغریب دعاوی محض اس لئے صحیح قرار نہیں دئے جاسکتے کہ بہار میں یا جاپان میں یا

امریکہ یا دنیا کے کسی اور خطہ میں پے بہ پے زلزلے آرہے ہیں اور اہل عالم پر دیگر اقوام کی ارضی وسماوی یا انفسی وآفاقی آفات نازل ہورہی ہیں۔ اس قسم کے حوادث مرزائے قادیانی کے خروج سے پہلے بھی واقع ہوتے رہے ہیں اور تاقیام قیامت واقع ہوتے رہیں گے اور جن لوگوں کو مبدء فیاض سے فراست ایمانی عطاء ہوچکی ہے۔ وہ اس نوع کے حوادث کے اسباب وعلل سے بھی بخوبی آگاہ ہیں اور جانتے ہیں کہ قیامت تک کے عرصہ کے لئے جس بشیر اور نذیر کو آنا تھا وہ محمد عربی ﷺ کے وجود قدسی کی شکل میں آچکا ہے۔ آپؐ کے بعد دنیا کے کسی گوشہ اور نوع انسانی کے کسی طبقہ کے لئے کسی اور بشیر ونذیر کے آنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ کیونکہ حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی برپا کی ہوئی امت وسطیٰ ہی علل عالم پر شاہد اور نوع انسانی کے لئے بشیر ونذیر ہے اور ہر سچا مسلمان اپنے وجود اور اپنے اعمال صالحہ سے ان لوگوں پر اتمام حجت کر رہا ہے جو ابھی ایمان وایقان کی دولت سے بہرہ ور نہیں ہوئے۔ جب تک حضرت ختمی مرتبت ﷺ کے حلقہ بگوش موجود ہیں نوع انسان پر ویسی ہلاکت آفریں تباہی نہیں آسکتی۔ جس نے نوح، عاد، ثمود اور مدین کی اقوام کو بے نشان کر دیا تھا۔ کیونکہ غلامان محمدؐ کے ایمان اور ان کے اعمال صالح کے روحانی مؤثرات ان مادی عناصر کو قابو میں رکھنے کے لئے کافی ہیں۔ جنہیں نوع انسانی کا عصیان جوش میں لانے کا موجب بنا کرتا ہے۔ ہمیں بتایا جاچکا ہے کہ جب تک سطح ارضی پر ایک بھی مرد مؤمن باقی ہے نوع انسانی تباہ نہیں ہوسکتی اور جب دنیا ایمان داروں سے خالی ہوجائے گی تو نوع انسانی کے لئے آخری قیامت آجائے گی۔ کیونکہ خاتم النبیین ﷺ کے بعد نوع انسانی کی ہدایت کے لئے کسی رسول کے بھیجنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ پس زلزلۂ بہار کی نوع کے حوادث کو انسان کے عصیان کا نتیجہ اور قدرت کی طرف سے انتباہ تو کہا جاسکتا ہے۔ لیکن اسے خود ساختہ مدعی نبوت ومجددیت کی صداقت کا نشان قرار نہیں دیا جاسکتا۔

۵...... زلازل اور اسی قسم کے دیگر حوادث کو مرزائے قادیانی کی صداقت کا نشان قرار دینے میں اندلسی اور دمشقی مرزائی یعنی مرزائیوں کی قادیانی اور لاہوری گدیاں متفق اللسان ہیں۔ حالانکہ قادیانی، مرزا کو نبی اور لاہوری اسے مجدد یا محدث قرار دیتے ہیں۔ واضح ہو کہ کسی مجدد یا محدث کے لئے اپنی مجددیت ومحدثیت کا دعویٰ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ وہ مظاہر قدرت کو اپنے مریدوں کی تعداد بڑھانے کے لئے اپنے نشان صداقت کے طور پر ظاہر کیا کرتے ہیں۔ نافرمان لوگوں کو ہلاکت وبربادی کا پیغام دینا ان انبیائے کرام علیہم السلام کا کام تھا۔ جو ان کی ہدایت وراہنمائی کے لئے مبعوث ہوا کرتے تھے۔ امت مسلمہ میں مجددین اور محدثین کا کام

صحیح عقائد اسلامی کی اشاعت اور لوگوں کے تزکیہ نفس کے سوا اور کچھ نہیں۔ انہیں اس امر کی ضرورت ہی نہیں ہوتی کہ وہ مجدد یا محدث کہلائیں یا خود لوگوں سے مجدد یا محدث منوانے کے لئے مجادلہ کرتے پھریں اور زلزلوں وغیرہ کو اپنی صداقت کا نشان جتائیں۔

یہ لوگ نوع انسانی پر نازل ہونے والی ارضی وسماوی آفات کے ظہور پر جو بغلیں بجانے اور خوشیاں منانے کے عادی ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مرزائے قادیانی نے کمال دجل سے کام لے کر اپنے متعدد جھوٹے دعاوی کا سکہ بٹھانے کے لئے چند ایک کاہنانہ پیش گوئیاں کر رکھی ہیں۔ ان پیش گوئیوں کو مختلف حوادث پر منطبق کرنے کے لئے یہ لوگ اسی تلبیس بازی سے کام لینے کے عادی ہیں جو ان کے پیرومرشد کا شیوہ تھی۔ آخری زمانہ میں یعنی قیامت کے قریب زلزلوں کے پے درپے آنے بلکہ اس سے بھی عجیب تر واقعات کے ظہور پذیر ہونے کی پیش گوئیاں خود کلام مجید میں اور احادیث نبوی ﷺ میں موجود ہیں۔ جن کو دیکھ کر اور ناآگاہ لوگوں کے سامنے تحکمانہ انداز میں اپنی طرف سے بیان کر کے ہر شخص اپنی غیب دانی کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔ بلکہ فراست ایمانی رکھنے والے اشخاص اس مرزائے قادیانی کی بہ نسبت زیادہ صحت اور زیادہ تیقن کے ساتھ مستقبل قریب وبعید کے حالات بیان کر سکتے ہیں۔ جس کی ہر پیش گوئی مبہم اور شاید اور اغلباً وغیرہ کے قبیل کے الفاظ کی حامل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ زلزلہ بہار کو مرزا قادیانی کی ان پیش گوئیوں کا ظہور قرار دینا جو اس نے زلازل کے متعلق کی تھیں۔ قادیانیوں کی اسی منطق کا مظاہرہ ہے۔ جس کے رو سے وہ محمدی بیگم کے مرزائے قادیانی کے ساتھ آسمانی نکاح کرنے کی پیش گوئی کی تاویل کر کے یہ کہا کرتے ہیں کہ مرزا کی وفات کے باوجود ابھی محمدی بیگم کے ساتھ اس کے نکاح کا امکان باقی ہے۔ کیونکہ مرزا زلزلہ کے متعلق صاف اور صریح الفاظ میں لکھ چکا ہے کہ: ”وہ زلزلہ میری زندگی میں آئے گا۔“ (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص۹۳، خزائن ج۲۱ ص۲۵۴)

”آئندہ زلزلہ کوئی معمولی بات نکلی یا میری زندگی میں اس کا ظہور نہ ہوا تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔“ (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص۹۲،۹۳، خزائن ج۲۱ ص۲۵۳)

ظاہر ہے کہ مرزائے قادیانی نے ۱۹۰۵ء والے زلزلہ سے متاثر ہو کر جس میں بھاگسو وغیرہ کے مقامات تباہ ہو گئے تھے یا امریکہ کے زلزلوں سے متاثر ہو کر جو اس کی زندگی میں آئے یہ پیش گوئی کر دی تھی کہ ہندستان میں اس کی زندگی کے اندر اندر خوفناک زلزلہ آئے گا۔ اس کا خیال یہ تھا کہ اگر زلزلہ آ گیا تو پوبارہ ہیں اور نہ آیا تو اخلاف کوئی نہ کوئی تاویل کر لیں گے۔

۶...... لاہوری اور قادیانی مرزائی جو مرزا کے اقوال کو راست ثابت کرنے کے

لئے لاطائل تاویلوں سے کام لینے کے عادی ہیں تا کہ اس کی پیش گوئیوں کو اس کی صداقت کا نشان ظاہر کریں۔ اگر اسی چیز کو نبوت یا مجددیت کا ثبوت خیال کرتے ہیں تو انہیں مرزائے قادیانی کی بہ نسبت رسول عربی ﷺ کے اس ناچیز غلام کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہئے۔ جس نے مرزائیوں اور ان جیسے دوسرے راہ گم کردہ انسانوں کے عقائد واعمال کی زبون حالی سے متأثر ہو کر زلزلہ کے وقوع سے فقط آٹھ روز پیشتر غیر مشتبہ الفاظ میں ''زمیندار'' مطبوعہ ۷؍جنوری ۱۹۳۴ء کے پہلے صفحہ پر بخط جلی یہ اعلان چھپوایا تھا۔

بری حالت ہے بندوں کی قیامت کیوں نہیں آتی
فلک کیوں گر نہیں پڑتا زمیں کیوں پھٹ نہیں جاتی

جب اس قسم کی پیش گوئیوں کو معیار صداقت بلکہ دلیل نبوت ومجددیت قرار دینے والے مرزائیوں نے دیکھ لیا ہے کہ اس اعلان کے صرف آٹھ روز بعد زمین پھٹ گئی۔ اس میں کئی جگہ ہاتھیوں کو نگل جانے والی دراڑیں پڑ گئیں اور پندرہ دن کے اندر اندر موسلا دھار بارش بھی ہوئی اور شہاب ہائے ثاقب بھی کثیر تعداد میں گرتے دیکھے گئے۔ تو کیا وجہ ہے کہ وہ مرزائے قادیانی کا دامن چھوڑ کر خدا کے متذکرۃ الصدر بندے کے معتقد نہیں بنتے۔ مرزائیوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ شعر بالا کا قائل ان کے نبی یا مجدد کی طرح اس قدر کم حوصلہ نہیں کہ اپنی کسی بات کے صحیح ثابت ہو جانے پر کوئی نازو دعویٰ کر بیٹھے۔ اسے فقط اسی امر پر فخر ہے کہ وہ حضرت ختمی مرتبت ﷺ کے ادنیٰ غلاموں کا غلام ہے۔

۷...... قادیانی مرزائی تو اپنے بے بنیاد دعاوی اور بیہودہ تاویلات کے باعث مرفوع القلم ہو چکے ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس کوئی معقول بات دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے باقی نہیں رہی۔ لاہوری جماعت جو قادیانیوں کی بہ نسبت زیادہ عیار واقع ہوئی ہے۔ اپنے معتقدات کو ایسے بے ضرر سے رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ بادی النظر میں وہ محل تنقیح ومورد اعتراض واقع نہ ہو سکیں۔ لیکن جب ان کے پیش کردہ معتقدات کا تجزیہ خود انہی کے قائم کردہ اصول پر کیا جاتا ہے اور ان پر فبہت الذی کفر والی حالت وارد ہو جاتی ہے تو خاموش ہو جاتے ہیں۔ آج سے چند ماہ پیشتر کا ذکر ہے کہ راقم الحروف نے زمیندار میں ''مرزائے قادیانی کی ہفوات تنقید کی کسوٹی پر'' کے عنوان سے ایک مضمون لاہوری جماعت کے ان دعاوی کا بخیہ ادھیڑتے ہوئے لکھا تھا جن میں وہ مرزائے قادیانی کی ہفوات کو صوفیائے کرام کی شطحیات کی مثل جتانے کی کوشش کرتے ہیں اور مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ لیکن یہ سننے کے باوجود کہ میاں محمد علی

امیر جماعت احمدیہ اوران کے تمام لاہوری حواری میری مخلصانہ معروضات کا جواب لکھنے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ آج تک کوئی چیز ازقسم جواب دیکھنے یا سننے میں نہیں آئی۔ حالانکہ وہ مضمون خود انہی کے استفسار پر سپرد قلم کیا گیا تھا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ لاہوری جماعت کے ان معتقدات پر وضاحت کے ساتھ کچھ لکھا جائے۔ جنہیں وہ بھولے بھالے اور کم سواد مسلمانوں کو پھسلانے کے لئے ہم رنگ زمین دام کے طور پر پیش کرتے ہیں اور مرزائے قادیانی کے ادعائے نبوت کو چھپا کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ امت مسلمہ کے بعض جلیل القدر علمائے ربانی کی طرح ایک برگزیدہ عالم تھا۔ اگر مشاغل لازم سے فرصت ملی تو انشاءاللہ العزیز ان لاہوری مرزائیوں کی دوسری جماعت کی قلعی بھی اسی طرح کھولی جائے گی۔ قادیانی خلافت کے معتقدات کی تکذیب کے لئے یہی لاہوری جماعت پیدا ہوچکی ہے اور لاہوری جماعت کے ظہور وقیام کی داستان سننی ہو تو یکم مارچ ۱۹۳۴ء کے الفضل کو ایک نظر دیکھ لینا چاہئے۔ جس میں قادیانی خلافت کے اس آرگن نے میاں محمد علی امیر جماعت لاہوری کی شان میں ایک منثور قصیدہ لکھتے ہوئے یہ ظاہر کیا ہے کہ لاہوری جماعت کا امیر چور بھی ہے اور سینہ زور بھی۔ چور اس لئے کہ وہ قادیان کی انجمن احمدیہ کے تنخواہ دار ملازم کی حیثیت سے قرآن کا ترجمہ کر رہے تھے کہ جھوٹ بول کر اور دھوکا دے کر قادیان سے مسودہ سمیت نکل آئے اور سینہ زور اس لئے کہ انہوں نے جلب زر کی خاطر اس بات کی ہر ممکن کوشش کی ہے کہ اس ترجمہ میں مرزائے قادیان کے دعاوی کی صداقت کا ذکر تک نہ آنے پائے۔ پیغام صلح کے مضمون نگار خان صاحب چوہدری منظور الٰہی پہلے اپنے امیر کے جلب زر اس کی دروغ بافی اور فریب دہی وغیرہ کے متعلق الفضل کو جواب دے لیں۔ اس کے بعد وہ زمیندار اینڈ کو سے یہ کہنے کی جرأت کریں کہ ان کا مطمع نظر حصول دنیا ہے نہ رضائے الٰہی۔

(زمیندار ۱۱؍مارچ ۱۹۳۴ء)

مرزائے قادیانی کے دعوائے مجددیت ومہدویت پر ایک نظر

فرقہ مرزائیہ کی معتقداتی قلابازیاں

فرقۂ ضالہ مرزائیہ کی لاہوری شاخ سے تعلق رکھنے والے اشخاص کی حالت قادیانیوں کی بہ نسبت بہت زیادہ قابل رحم ہے۔ یہ بے چارے اپنے پیرومرشد کے عجیب وغریب دعاوی اور اپنے معتقدات کو دین قیم وحنیف کے مسلمات سے قریب تر لاکر دکھانے کے لئے ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ بزرگان دین کے اقوال وملفوظات کو ان کی ماہیت سمجھنے اور ان کی اصلیت کے

متعلق تحقیقات کیئے بغیر اپنے پیرو مرشد کی ہفوات کے لئے سپر بنانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اپنے معتقدات اور اپنے پیشوا کی تعلیمات پر ایسا رنگ چڑھاتے ہیں کہ بے خبر اور کم سواد لوگوں کو وہ بے ضرر نظر آنے لگیں اور بھولے بھالے مسلمان ان کے مرشد کے بچھائے ہوئے دام دجل وتزویر کے شکار ہو جائیں۔ صاف نظر آرہا ہے کہ یہ لوگ اپنے پیشوا کے کفر اندوز دعاوی کی لغویت اور اس کی حیلہ سازیوں کی حقیقت سے بخوبی آگاہ ہو چکے ہیں۔ لیکن اپنی اس غلطی کا کھلم کھلا اعتراف کرنے کے بجائے جو ان سے مرزاغلام احمد قادیانی کے ہاتھوں فریب کھانے کی صورت میں سرزد ہو چکی۔ یہ لوگ کوشش کرتے ہیں کہ طرح طرح کی مضحکہ خیز تاویلوں اور لا طائل دلیلوں کے بل پر اس کی نبوت نہیں تو مجددیت ہی کا ڈھونگ کھڑا رکھتے ہیں۔ کامیاب ہو جائیں اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کریں کہ آں جہانی نے کوئی بات ایسی نہیں کی جو اسلام کے منافی اور سلف صالحین کے مسلک سے ہٹی ہوئی ہو۔ لیکن اس کو کیا جائے کہ ان کی تغلیط وتکذیب کے لئے مرزائے قادیانی کی اپنی تحریرات کے علاوہ مرزائیوں کے گھر اور مرکز میں ایک ایسی جماعت موجود ہے جس نے ان کے پیرو مرشد کی خرافات واہیہ کو بہ افتخار تام الم نشرح کرتے رہنے کا اجارہ لے رکھا ہے اور جو تاویل بازی اور داستان سرائی میں ان سے بیباک تر اور چالاک تر واقع ہوئی ہے۔

ان لوگوں کی معتقداتی قلابازیوں کے متعلق اگر بر سبیل تفنن جس کی وہ مستحق ہیں کہا یا لکھا جائے تو چیخنے لگتے ہیں کہ ان کے ساتھ ثقاہت ومتانت کا سلوک نہیں کیا جاتا۔ اگر سنجیدگی کے ساتھ ان کے اور ان کے جماعتی پیشوا کے معتقدات ودعاوی کی قلعی کھولی جائے تو یہ لوگ متانت وسنجیدگی کے ساتھ جواب دینے کی بجائے منہ چڑانے اور گالیاں دینے پر اتر آتے ہیں۔ اسی طرح جب ان کے پیرو مرشد کے دعاوی نبوت ومسیحیت پر تنقید کی جاتی ہے تو یہ لوگ اس میدان سے فرار ہو کر اس کی مجددیت کے آغوش میں پناہ لینے کی کوشش کرتے ہیں اور جب اس کے دعویٰ مجددیت کا تار وپود بکھیرا جاتا ہے تو نبوت ورسالت کی تمثیلات اور انبیائے کرام علیہم السلام سے منسوب نصائص کے دامن میں پناہ ڈھونڈنے لگتے ہیں۔ علمائے امت انہیں منقولات کی بحث میں رگیدتے ہیں تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری تکذیب کے لئے وہی پرانی دلیلیں استعمال کرتے ہو اور اگر ان پر معقولات کے سلسلہ میں نئی قسم کے اعتراضات وارد کیئے جائیں تو پھر یہ حیات وممات مسیح کی قسم کے مسائل چھیڑ دیتے ہیں۔ جن کے متعلق انہیں کافی سے زیادہ براہین بتائے جا چکے ہیں۔

”فمثله كمثل الكلب ان تحمله يلهث ذٰلك مثل القوم الذين كذابو بايتنا فاقصص القصص لعلهم يتفكرون (اعراف:۱۷۶)“

شطحیات وہفوات کی بحث

ان لوگوں پر ان کے بے بنیاد دعاوی کی لغویت واضح کرنے اور انہیں شمع ہدایت کی ضیاء دکھانے کے لئے خود انہی کے استفسار پر میں نے ۷استمبر ۱۹۳۳ء کے زمیندار میں صوفیاء کرام کے ان اقوال کی حقیقت حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے مکتوبات شریف کے حوالے دے کر روشن کی تھی جو ظاہر بین آنکھوں کو شریعت کے خلاف نظر آتے ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں نے اپنے پیرومرشد کی کفر آلود ہفوات کے لئے جواز کا پہلو نکالنے کی خاطر ''پیغام صلح'' میں یہ لکھا تھا کہ دین اسلام کے بعض اعاظم رجال سے بھی خلاف شرع اقوال منسوب کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا مرزائے قادیانی کی تحریرات میں اگر ایسی لغویات نظر آتی ہیں تو انہیں بھی اسی قسم کے شطحیات پر محمول کرنا چاہئے جو بعض اولیاء اللہ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ میں نے اس مضمون میں مرزائے آنجہانی کے اقوال پیش کر کے ان کا اور صوفیائے کرام کے اقوال کا فرق واضح کر دیا تھا اور ثابت کر دیا تھا کہ عارفین حق کے نزدیک وہ شطحیات کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ یہ مضمون پڑھ کر اس فرقہ کے لوگوں پر ''فبہت الذی کفر'' کی سی حالت طاری ہوگئی اور پھر ان کو اپنے پیرومرشد کی ولایت مجددیت ثابت کرنے کے لئے کم از کم میرے سامنے اپنی پیش پا افتادہ دلیل کے لانے کی جرأت نہ ہوسکی۔ تعجب ہے کہ خاں صاحب چوہدری منظور الٰہی نے ۱۹/مارچ کے پیغام صلح میں میرے دوسرے مضمون کا جواب لکھنے کی کوشش کرتے ہوئے جو مادی عوامل اور انسانگی روحانیات کے باہمی تعلق کے متعلق اسلامی زاویۂ نگاہ کی وضاحت کے لئے مورخہ ۱۱/مارچ ۱۹۳۴ء کے زمیندار میں سپرد قلم کیا گیا۔ پھر اس بحث کو تازہ کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ انہیں چاہئے تھا کہ ایک دفعہ پھر اس مضمون کو پڑھ لیتے اور اس کے بعد یہ لکھنے کی جرأت کرتے۔

''تمہارے اولیائے کرام باوجود شطحیات یعنی خلاف شرع باتیں کہنے لکھنے کے خدا کے مقرب اور ولی ہیں تو اسی کسوٹی پر پرکھ کر حضرت مسیح موعود کو کس منہ سے جھوٹا کہہ سکتے ہو۔''

اب بھی اگر انہیں اپنے پیرومرشد کے کفریات کی حقیقت معلوم کرنے کی ضرورت ہو تو اسی مضمون کو ایک دفعہ پھر نظر غائر سے مطالعہ کر لیں اور دیکھ لیں کہ مرزا قادیانی کو اس کے اقوال کس طرح مفتری اور کذاب ثابت کر رہے ہیں؟

مجددین امت کا مسلک عمومی

خان صاحب چوہدری منظور الٰہی نے میرے دوسرے مضمون کے بعض فقرات نامکمل اور ناقص حالت میں سامنے رکھ کر جواب نویسی کے لئے جو سوالات پیدا کئے ہیں ان کا کافی

وشافی جواب خود اسی مضمون میں موجود ہے۔ ان کا یہ لکھنا کہ ''تفہیمات الٰہیہ'' میں حجتہ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مجددیت اور اپنے مقام عرفانی کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے اس مقام سے بے خبر رہنے والوں کے متعلق یہ لکھا ہے کہ وہ خائب ہوں گے۔ مرزائے قادیانی کے عجیب وغریب دعاوی کے جواز کی سند نہیں ہوسکتا۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنی مجددیت منوانے کے لئے لوگوں سے مجادلہ نہیں کیا اور نہ ان کی زندگی اس امر کے لئے صرف ہوئی کہ لوگوں سے اپنے مقام ولایت کا اعتراف کراتے پھریں اور یہ کہیں کہ ان کی ولایت کی دلیل کے طور پر زلزلہ وغیرہ کی قسم کے نشانات ظاہر ہوں گے۔ اس کے علاوہ ان کا یہ قول خلاف شرع بھی نہیں کہ اسے شطحیہ سے تعبیر کیا جائے۔ حضرت شاہ صاحب کی زندگی دیگر صلحائے امت محمدؐیہ کی طرح صحیح عقائد اسلامی کی اشاعت اور لوگوں کے تزکیہ نفس کے لئے وقف رہی۔ انہوں نے مرزائے قادیانی کی طرح انبیائے کرام علیہم السلام اور صلحائے امت کے حق میں کبھی بدگوئی سے کام نہیں لیا اور نہ مسلمانوں کو چوہدری صاحب کے پیرومرشد کی طرح ذریۃ البغایا حرامزادے، سوئر اور کتے وغیرہ ایسے الفاظ سے یاد کیا۔ نہ انہوں نے جہاد کی تعلیم کو ناپاک قرار دے کر اس پر خط نسخ کھینچا اور نہ نصاریٰ کی غیرمشروط وفاداری پر اتنی کتابیں لکھیں کہ ان کی حفاظت کے لئے پچاس الماریوں کی حاجت ہو۔

حضرت شاہ صاحب کے علاوہ چوہدری منظور الٰہی نے حضرت مجدد الف ثانیؒ پر بھی مجددیت کے ادعاء کا بہتان باندھنے کی کوشش کی ہے اور ان کے اس مکتوب کا حوالہ دے کر جس میں حضرت مجددؒ نے ایک مستفسر پر مجدد الف ثانی کے مقام وفضائل کی تشریح کی ہے۔ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ یہ سب کچھ اپنے متعلق لکھ رہے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے نہ اس مکتوب میں جس کا چوہدری صاحب نے حوالہ دیا ہے اور نہ کسی دوسرے مکتوب میں یہ فرمایا ہے کہ الف ثانی کا مجدد موعود میں ہوں۔ وہ مستفسرین کو ہمیشہ یہی لکھتے رہے ہیں کہ مجدد الف ثانی کا اس دورہ میں موجود ہونا ضروری ہے اور طالبین رشد وہدایت کا فرض ہے کہ وہ اسے پہچانیں۔ یہ اور بات ہے کہ حضرت مجدد صاحبؒ کو اپنے مقام کا علم ہو اور وہ جانتے ہوں کہ الف ثانیؒ کے مجدد وہی ہیں لیکن انہوں نے کسی جگہ اس امر کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر حضرت مجددؒ کا کوئی دعویٰ مرزائی جماعت کی نظر سے گذرا ہو تو اسے پیش کریں۔

چوہدری منظور الٰہی صاحب نے تلبیس دلالت سے کام لیتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد کی بعض تحریرات حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے متعلق پیش کی ہیں۔ جن

میں مولانا ابوالکلام نے ان کے رتبہ مجددیت سے فائز ہونے کا اظہار کیا ہے۔ تعجب ہے کہ مولانا ابوالکلام کی تحریرات کو خود مجددین کا دعویٰ مجددیت کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے۔ چوہدری صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ مجدد خود دعویٰ نہیں کیا کرتے۔ بلکہ کام کرتے ہیں اور بصارت وبصیرت رکھنے والے لوگ انہیں ان کے کام اور روحانی اثر کی وجہ سے پہچان لیتے ہیں کہ عصر حاضر کا مجدد یہی ہے۔ چوہدری صاحب یا ان کے ہم مسلک بزرگ ذرا گذشتہ تیرہ صدیوں کے مجددیوں کی فہرست ان کے دعاوی مجددیت کے ساتھ پیش کر کے دکھائیں تاکہ ہمیں بھی معلوم ہوسکے کہ مجددوں کو بھی دعویٰ کرنے کی ضرورت پیش آیا کرتی ہے اور ان کے لئے دعویٰ ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ نبی کے لئے اپنے مرسل من اللہ ہونے کا اظہار لازمی ہے۔ اس کے علاوہ ذرا یہ بتانے کی زحمت بھی گوارا فرمائیں کہ مجددین امت محمدیہ سے فیض پانے والے مسلمانوں نے مرزائیوں کی طرح کبھی جماعت بندی سے کام لے کر یہ کوشش کی ہو کہ عامتہ المسلمین سے اپنے سرچشمۂ فیض روحانی کی مجددیت منوائیں اور اس امر کو ایمان وایقان کی صحت کا معیار قرار دیں۔

امت مسلمہ کا منصب شہادت

میں نے لکھا تھا کہ چونکہ امت مسلمہ اس داعی برحق کی دعوت پر لبیک کہہ چکی ہے۔ جو خاتم المرسلین ﷺ ہے۔ اس لئے تاقیام قیامت کسی بشیر ونذیر کے آنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ خود امت مسلمہ کا وجود اور اس کے صلحاء کے اقوال واعمال دوسری قوموں کے لئے بشارت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ لیکن چوہدری منظور الٰہی کی سخن فہمی ملاحظہ ہو کہ وہ پھر خاکسار سے سوال کر رہے ہیں کہ علمائے اسلام اور مجھ ناچیز ایسے اخبار نویس شب وروز دعوت الیٰ الحق کا کام کیوں کر رہے ہیں اور اسی کام کے ضمن میں عامتہ الناس کو اچھے کاموں کے صلہ میں بشارت اور برے کاموں کے صلہ میں انذار کا پیغام کیوں دیتے ہیں۔ چوہدری صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ جس معمولی سے معمولی شخص نے حضرت ختمی مرتبت ﷺ کے آستان پاک پر سر نیاز جھکا دیا ہے اس پر ان کے لائے ہوئے پیغام کی نشر واشاعت فرض ہے اور تمام مسلمان علی قدر مراتبت اس فرض کی ادائیگی میں مصروف ہیں۔ بلکہ خود ان کا وجود ہی اس امر کا کفیل ہے کہ حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی رسالت کا مقصد پورا ہورہا ہے۔ اس حقیقت کبریٰ پر قرآن پاک کی نص صریح بھی شاہد ودال ہے اور حضرت ذوالجلال والاکرام نے امت مسلمہ کو تاقیام قیامت بلکہ روز قیامت کے لئے بھی یہ رتبہ بلند عطاء فرمادیا ہے اور کہا ہے کہ: ’’وکذلك جعلناکم امة وسطاً لتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیدا (البقرة:۱۴۳)‘‘

مرزائے قادیانی کا مطمح نظر

یہ باتیں میں نے ان لوگوں کے لئے لکھی تھیں جو حضرت ختم المرسلینﷺ بابی ھووامی کے بعد کسی متنبّی کے دعاوی کے سامنے سر تسلیم کر رہے ہیں۔ اس لئے لاہوری مرزائیوں کو اس کے قبول کر لینے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہئے تھا۔ البتہ چوہدری منظور الٰہی صاحب یہ لکھ سکتے تھے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی امت محمدیہ کا ایک فرد تسلیم کرتے ہوئے ہم یہ مان لیں کہ مرزا نے اسی حیثیت میں بشارت وانذار کا کام کیا ہے۔ جس حیثیت میں امت مسلمہ کے دیگر افراد اس فرض کو ادا کر رہے ہیں۔ اگر معاملہ یہیں تک ہوتا تو مسلمانان ہند کو ان فتن کا سامنا ہرگز نہ کرنا پڑتا۔ جن میں امت مرزائیہ نے انہیں مبتلا کر رکھا ہے۔ لیکن اس امر سے خود مرزائیوں کو بھی مجال انکار نہیں ہوسکتی کہ مرزائے آں جہانی اور اس کی امت کا سارا زور محمد عربیﷺ کے بتائے ہوئے دین کی صداقتوں کو آشکارا کرنے کے بجائے مرزائے قادیانی کی نبوت ومسیحیت یا مجددیت ومحدثیت کے جھوٹے دعاوی قائم وثابت کرنے پر صرف ہو رہا ہے اور یہی شے ان کے کذب وافتراء پر شاہد ودال ہے۔ صلحائے امت ومجددین ومحدثین اور ان کے پیرووٗں کا شیوہ ہرگز یہ نہ تھا کہ وہ اپنی پیری کے ڈھونگ رچاتے پھریں اور اسی کو زندگی بھر کا مقصد قرار دے لیں۔ بلکہ وہ تو صداقت محمدی کے بحر ناپیدا کنار کی عام موجیں ہیں جن کے وجود کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ اسلام کی تقویت کا باعث ہوں۔

مرزائی مضمون نگار کا افتراء علی القرآن

اسی زلزلہ بہار کے قصہ کو لیجئے۔ اس بندۂ عاجز نے اس سلسلہ میں ان حقائق کی وضاحت کی جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پیشتر حضرت خیر البشرﷺ نے اپنی امت کو بتائے تھے اور قادیانی اور لاہوری مرزائیوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ مرزا کی صداقت کا نشان ظاہر ہوگیا اور خیرہ چشمی اور ڈھٹائی کی انتہاء یہ ہے کہ اپنے پیرومرشد کے واضح الفاظ کے باوجود کہ یہ نشان میری زندگی میں ظاہر ہوگا۔ اس معاملہ میں بھی محمدی بیگم والے قصہ کی سی لغوتاویلیں کر رہے ہیں اور ''زلزلوا زلزالا شدیداً'' کی آیت پیش کر کے نعوذ باللہ قرآن پاک کو جھٹلانے کے شیدائی نظر آتے ہیں۔ یہ مرزائی مضمون نگار لکھتا ہے کہ قرآن پاک میں ''وزلزلوا زلزالا شدیداً'' کے الفاظ مخالفین اسلام کے لئے زلزلہ کی پیش گوئی کے طور پر آئے۔ لیکن مخالفین پر کوئی ویسا زلزلہ نہ آیا۔ جیسا بہار میں آیا ہے۔ اس سے زیادہ شوخ چشمانہ افتراء کی نظیر مرزائیوں کے سوا

اور کہیں نہیں مل سکتی۔ کیونکہ ایۂ مافوق الذکر سورۂ احزاب کے دوسرے رکوع میں خود مسلمانوں کے متعلق مذکور ہے۔ جہاں خدائے تعالیٰ نے ایک تازہ مگر گذشتہ واقعہ یعنی جنگ احزاب کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کو میدان جنگ کے اندر فرائض منصبی کی ادائیگی پر جمے رہنے کی تاکید فرمائی اور مسلمانوں پر کفار کے ہجوم لانے کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ: ”ھنالك ابتلی المؤمنون وزلزلوا زلزالا شدیداً (احزاب:۱۱)“ یعنی اس جگہ مسلمانوں کی آزمائش کی گئی اور انہیں بڑی شدت سے جھڑجھڑایا گیا۔

اب آپ ہی فرمایئے کہ اس آیت کو مخالفین اسلام کے متعلق پیش گوئی قرار دینا اور پھر زلزال کے معنی کا حصر زلزلہ ارضی پر کر کے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرنا کہ قرآن پاک کی یہ پیش گوئی لفظاً پوری نہیں ہوئی۔ انتہاء درجہ کی ضلالت اور تیرہ باطنی نہیں تو اور کیا ہے؟ ”من الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعه ویقولون سمعنا وعصینا واسمع غیر مسمع وراعنا لیا بالسنتھم وطعنا فی الدین ولوانھم قالوا سمعنا واطعنا واسمع وانظرنا لکان خیرالھم واقوم ولکن لعنھم اللّٰه بکفرھم فلا یؤمنون الا قلیلا (النساء:٤٦)“

غلامات محمد کی فراست ایمانی

میں نے لکھا تھا کہ امت محمدیہ کی فراست ایمانی رکھنے والے اشخاص مرزائے کذاب کی بہ نسبت زیادہ صحت اور زیادہ تیقن کے ساتھ مستقبل قریب وبعید کے حالات بیان کر سکتے ہیں۔ اس پر مرزائیوں کی لاہوری جماعت کے نفس ناطقہ چوہدری منظور الٰہی صاحب لکھتے ہیں کہ جب آپ کو ابھی تک ایسا آدمی میسر نہیں آیا تو یہ الفاظ بڑے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے۔ شاید چوہدری صاحب نے میرے اس مضمون کو غور سے نہیں پڑھا ورنہ انکے اس سوال کا جواب انہیں اسی سے مل جاتا۔ جہاں انہیں اس شخص کو تلاش کرنے کی تاکید کی گئی تھی۔ جس نے زلزلہ بہار کے آٹھ دن پہلے غیر مبہم الفاظ میں فلک کے گرنے اور زمین کے پھٹنے کا اعلان کر دیا تھا۔ خیر اسے جانے دیجئے۔ اگر چوہدری صاحب فراست ایمانی رکھنے والے اشخاص سے اپنے اور اسلام کے مستقبل کا حال دریافت کرنا چاہتے ہیں تو انہیں مرزائے کذاب کا دامن چھوڑ کر غلامان محمد مصطفیٰ ﷺ میں ایسے افراد کو تلاش کرنا چاہئے جو خود ان میں فراست ایمانی پیدا کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں اور جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ صداقت اسلامی کا واضح اور بین نشان ہے اس کے ساتھ ہی یہ لکھ دینا بھی

ضروری ہے کہ ایسے اشخاص کو مرزائے غلام احمد قادیانی کی طرح اپنی بزرگی کی دھاگ بٹھانے کے لئے محمدی بیگم کے آسمانی نکاح کی پیش گوئیاں کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اوران کا منصب یہ ہے کہ وہ بلاضرورت شرعی مستقبل کے حالات بیان کریں۔

مہدی موعود کہاں ہے؟

چوہدری صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر قرآن پاک اور حدیث شریف کی پیش گوئیوں کے مطابق موجودہ زمانہ قرب قیامت کا زمانہ ہےاوراسی لئے ارض کا زلزال شروع ہوگیا ہےتو مسلمانوں کا مہدی اور مسیح کہاں ہے؟ اس سوال کے ساتھ ہی آپ کمال شوخ چشمی کے ساتھ لکھتے ہیں۔کیا جب قیامت آچکے گی تب وہ صفیں لپیٹنے کے لئے آئیں گے۔

اس بیہودہ سوال کا جواب اس کے سوااور کیا دوں کہ وقت پر یہ سب باتیں ظاہر ہوکر رہیں گی۔مہدی موعود جس کے ہاتھ پر پیش گوئی کے مطابق دورفتن میں اسلام کی سیاسی نجات لکھی جاچکی ہےاور جس کے متعلق احادیث شریف میں واضح طور پر بیان کردیا گیا ہے کہ وہ کفار کے ان لشکروں کے مقابلہ میں جومرکز اسلام پر حملہ آورہوں گے۔عساکراسلامی کا قائداعظم اورصاحب سیف وسناں ہوگا۔جس کے متعلق یہ بھی بتادیا گیا ہے کہ وہ مہدی ہونے کا دعویٰ نہیں کرے گا۔ بلکہ خود مسلمان اسے مجبور کر کے عساکر اسلامی کی قیادت کی ذمہ داری اس پر ڈال دیں گے۔ مرزائیوں کے مدعی کاذب کی طرح کوئی گدی قائم کرنے والا پیر نہ ہوگا۔بلکہ ایک ایسا ہمہ صفت موصوف قائد عسکری وسیاسی ہوگا جس کے جھنڈے تلے جمع ہوکر عصر حاضر کے بہترین باش کمانڈن غازی مصطفےٰ کمال ایسی ہستیاں کفار کے ساتھ وہی جہاد کریں گی جسے مرزائیوں کے پیرومرشد نے منسوخ معطل اوردین اسلام کے ایک بیکار شدہ رکن قراردے رکھا ہے۔

”یسئلونك عن الساعة ایان مرسٰها قل انما علمها عند ربی لا یجلیها لوقتها الاهو۰ ثقلت فی السمٰوٰت والارض لا تاتیکم الا بغتة یسئلونك کانك حفی عنها۰ قل انما علمها عند اللّٰه ولکن اکثر الناس لا یعلمون (اعراف:۱۷۸)“

مرزائیوں کی دجال پرستی

کچھ عرصہ سے میں سن رہا ہوں کہ میرے اس شعر پر۔

الٰہی ہستی مسلم کی ہو اب خیر دنیا میں
فرنگی لشکر دجال ہیں یاجوج ہیں روسی

امت مرزائیہ لاہوریہ کے افراد امیر سے لے کر مقتدی تک سب کے سب رقص شادمانی کررہے ہیں۔ کیونکہ وہ میرے اس شعر کو بھی زلزلہ بہار کی طرح مرزائے قادیانی کی صداقت کا نشان قرار دے رہے ہیں۔ اس لئے کہ کہیں مرزا نے اپنی تحریرات میں یہ لکھ دیا تھا کہ دجال سے مراد شاید یہی عیسائی پادری ہوں جن کے ساتھ اسے مجادلہ لسانی کرنا پڑتا ہے اور ریل اس دجال کا گدھا ہو۔ مرشد نے تو لفظ شائد استعمال کیا تھا۔ لیکن مرید نے اس پر ایک کتاب لکھ ماری۔ جس میں اقوام یورپ کو دجال اور یاجوج ماجوج ثابت کرنے کی کوشش کی گئی اور جب نتائج اخذ کرنے کی نوبت آئی تو لکھ دیا گیا کہ اقوام یورپ کے سیاسی استیلاء کے مقابلہ کی صورت فقط یہ ہے کہ عیسائی پادریوں کے ساتھ مناظرے کر لئے جائیں اور سمجھ لیا جائے کہ ہم حفاظت اسلام کے فرض سے سبکدوش ہوگئے۔ اب چوہدری منظور الٰہی نے میرے اس شعر کا حوالہ دے کر اس خاکسار پر یہ الزام لگایا ہے کہ میں نے مرزائیت کے خرمن سے خوشہ چینی کی ہے۔ مرزائیوں کو اختیار ہے کہ کل میرے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے پر یہ شور مچانے لگیں کہ میں مرزائیت کا خوشہ چین ہوں۔ لیکن انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ سخن فہمی کوئی اور شے ہے اور ہر بات کی جھوٹی سچی تاویلیں کر لینا اور شے ہے۔ میرے اس شعر کے معنے اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ دنیائے اسلام کو آج جو دول یورپ کی سرمایہ دارانہ سیاست اور روس کی مبنی برلا مذہبیت استعمار طلبی سے مقابلہ ہو رہا ہے اس پر احادیث میں بیان شدہ فتنہ دجال اور فتنہ یاجوج ماجوج کا اطلاق کیا جاسکتا ہے۔ یعنی انتہائی مصیبت کا سامنا ہے۔ اگر ان کے پیرو مرشد اور اس کی امت کا عقیدہ یہ ہے کہ اقوام فرنگ جن میں انگریز بھی شامل ہیں دجال اور یاجوج ماجوج ہیں تو خدارا اس شخص کے متعلق وہ دیانت دارانہ رائے ظاہر کریں جس نے انگریزی حکومت کو ظل الٰہی سے تعبیر کرتے ہوئے مذہبا دجال اور یاجوج ماجوج کی اطاعت کرنے کی تاکید کی ہے اور جن کی خاطر اس نے جہاد ایسے فریضۂ اسلامی کو منسوخ کر دیا ہے۔ کیا ایسا شخص لشکر دجال کا ایک ممتاز رکن نہیں جس نے طرح طرح کے حیلوں سے اسی دجال کی خاطر اسلامی جمعیت کو منتشر کرنے اور اسلامی عقائد کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کی؟

امت مرزائیہ سے خطاب عمومی

پس اے راہ گم کردہ لوگو! اگر تم یوم الحساب پر یقین رکھتے ہو تو کج بحثیوں اور تاویل بازیوں سے باز آجاؤ اور بارگاہ ذوالجلال میں صدق دل سے توبہ کرو کہ آئندہ اپنی دنیا کی خاطر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش نہیں کرو گے۔ خدائے قہار کی بطش شدید تمہاری تاک میں ہے۔

دجال کی اطاعتیں اور خدمت گزاریاں تمہیں اللہ کے غضب سے نہیں بچا سکیں گی۔ تم اپنے پیرومرشد کے باطل دعاوی کو سچا ثابت کرنے کے لئے آیات قرآنی کے مطالب میں تحریف کرتے ہو۔ انبیائے کرام کی شان میں دریدہ دہنی کی مرتکب ہوتے ہو۔ اپنے مرشد کی کذابیوں پر پردہ ڈالنے اوران کی توجیہہ کرنے کے لئے رسولوں پر طرح طرح کے اتہام باندھتے ہو۔ مسلمانوں میں اپنے پیرومرشد کے باطل عقائد کی نشرواشاعت کر کے انہیں گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ تمہاری باطل کوششوں کا منتہائے مقصود اس کے سوا کچھ نہیں کہ اپنے گرو کی قائم کی ہوئی ابلیسی گدی کو برقرار رکھو۔ اپنے پیشوا کے فاحش عیوب کی کراہت کم کرنے کے لئے تم اللہ کے پاک بندوں اور نبیوں پر اتہام باندھ کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہو کہ تمہارے متنبّی پر وارد ہونے والے الزامات ”نعوذ باللہ من شرور انفسنا وسیات اعمالنا“ انبیائے کرام پر بھی وارد ہوسکتے ہیں۔ حالانکہ تم اپنے دلوں میں اور اپنی روحوں کے اندر اچھی طرح جانتے ہو اور عام لوگوں کی بہ نسبت بہتر طریق سے آگاہ ہو کہ تمہارا پیشوا مفتری اور کذاب تھا۔ اے قادیانیو! تم کس ضلالت کے گڑھے میں گرے جارہے ہو کہ کفر صریح کے مرتکب ہوکر خانہ ساز نبوت قائم کرنے کی فکر میں ہو۔ حالانکہ نبوت ورسالت کو معراج کمال ومنتہی تک پہنچے ساڑھے تیرہ سو سال کا عرصہ گذر گیا اور اے لاہوریو! تم اپنے مرشد کے دعاوی نبوت کو افترائے صریح سمجھنے کے باوجود اس لاحاصل ادھیڑ بن میں لگے ہو کہ اس کی مجددیت ہی کا ڈھونگ کھڑا رکھنے میں کامیاب ہوجاؤ۔ تم کسی علمی یا نظری تحقیق کی بناء پر نہیں بلکہ اپنے پیشوا کی مسیحیت مآبی ثابت کرنے کے لئے معجزات انبیاء اور آیات الٰہی سے انکار کرتے ہو اور کہتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوسف نجار کے فرزند تھے اور وہ آسمان پر نہیں اٹھائے گئے۔ دانش فروشو! تم جہالتوں اور اپنی نظر کی کوتاہیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے قرآن پاک کے معانی میں اپنی ہواوہوس کے مطابق تصرفات کر لیتے ہو۔ اے تاویل بازو! اپنے آپ کو اور بے خبر لوگوں کو دھوکا دینے کی کوششوں سے باز آجاؤ۔ عقائد واقوال کی ضلالتوں اور اعمال کی سیہ کاریوں سے توبہ کرو۔ خدا کے مسلمان بندے اور محمد عربی ﷺ کے غلام بن کر رہو۔ ورنہ اے مرزائے قادیانی سے نسبت پیدا کرنے والے دجال پرستو! یادرکھو کہ خدائے قدیر کا سزا دینے والا ہاتھ تمہیں زیادہ دیر تک طغیان وسرکشی کی مہلت نہ دے گا اور تم بہت جلد اپنے کئے کی سزا پاؤ گے۔

”وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین“

اس موضوع پر مزید کتب کے لیے یہاں تشریف لائیں
http://www.amtkn.org

واقعات کی رفتار پر ایک نظر

راقم الحروف نے اب سے کوئی ڈھائی سال قبل یعنی اوائل ۱۹۵۰ء میں روزنامہ ''مغربی پاکستان'' میں مقالات اور اداریہ کی مسلسل دس اقساط لکھ کر پاکستان کے ارباب بست وکشاد اس نوزائیدہ ملک کے اصحاب فکر وتدبیر اور یہاں کے جمہور مسلمین کو اس حقیقت سے آگاہ ومتنبہ کرنے کی کوشش کی تھی کہ مرزائی فرقہ کے لوگ اپنی تنظیم اور دشمنان اسلام کی ظاہری اور مخفی امداد کے بھروسے پر پاکستان کے اندر مرزائیوں کی حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں اور اپنا یہ مقصد حاصل کرنے کی خاطر طرح طرح کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا بہت بڑا جال پھیلا رہے ہیں۔ جو آگے چل کر مسلمانان پاکستان کے لئے بدرجہ اتم تکلیف دہ ثابت ہوگا۔ میں نے ان مضامین میں قادیانیت کے مذہبی دجل کا پول کھولنے کے ساتھ اس فرقہ کے پیشوا بشیرالدین محمود اور قصر مرزائیت کے رکن اعظم چوہدری سر ظفراللہ خان کے اقوال واعمال کو سامنے رکھ کر ان کے سیاسی رجحانات کا تجزیہ کرتے ہوئے اپنے اس دعویٰ کو ناقابل تردید حد تک ثابت کر دکھایا تھا کہ: ''سیاسی اعتبار سے ان (مرزائیوں) کا لائحہ عمل یہ ہے کہ اپنی تنظیمی طاقت کے بل بوتے پر پاکستان کا حکومتی اقتدار حاصل کیا جائے اور قادیان کی بستی کو ہر ذریعہ سے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ خواہ اس کی خاطر پاکستان کے کسی بڑے سے بڑے مفاد کو یا پاکستان کو قربان بھی کیوں نہ کرنا پڑے۔''

اس کے ساتھ ہی راقم الحروف نے عام سیاسی بصیرت کے بل بوتے پر اس امر کی پیشگوئی کر دی تھی کہ: ''میرزائیت مسلمانان پاکستان کو بھاری تکالیف اور ہمت آزما آلام میں مبتلا کر کے رہے گی۔ ان تکالیف وآلام سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ مرزائیت کی حدود ابھی سے متعین کر دی جائیں اور مرزائیوں کی تنظیم پر سرکاری اور غیر سرکاری حیثیت سے کڑی نگاہ کی جائے۔ ورنہ اس طرف سے غافل رہنے کا خمیازہ مسلمانوں کو بھاری نقصانات کی صورت میں بھگتنا پڑے گا۔''

آج میں پاکستان کے اندر رونما ہونے والے واقعات کی رفتار کو دیکھ کر اس ملک کے ارباب اختیار واقتدار اور عامتہ المسلمین سے یہ سوال کرنے پر مجبور ہوں کہ: ''کیا پاکستان میں مرزائیوں کی حکومت قائم ہوگئی؟''

حیرت انگیز واقعات

واقعات جن کی بنا پر میرے دل سے یہ سوال اٹھا ہے یہ ہیں کہ ۱۷ر اور ۱۸ر مئی ۱۹۵۲ء کو پاکستان کے دارالسلطنت کراچی میں مرزائیوں کے ایک جلسہ عام کو کامیاب بنانے کے لئے صوبہ کراچی کی پولیس استعمال کی گئی۔ تاکہ چوہدری سرظفراللہ خان وزیر خارجہ پاکستان، چوہدری عبداللہ خان ڈپٹی کسٹوڈین کراچی، شیخ اعجاز احمد جائنٹ سیکرٹری وزارت خوراک پاکستان، میجر شمیم اسسٹنٹ سیکرٹری وزارت مال پاکستان، مسٹر احمد جان ملازم محکمہ سول سپلائی کراچی اور دیگر مرزائی سرکاری افراد اور عہدیدار مسلمانوں کو مرزائی بنانے کے لئے اپنے دین کی تبلیغ کر سکیں۔ مرزائیوں کے اس تبلیغی جلسہ کو کامیاب بنانے کے لئے پاکستانی پولیس کی بھاری جمعیت بلائی گئی۔ جلسہ عام تھا۔ اس لئے کچھ مسلمان بھی وہاں پہنچ گئے۔ جب مرزائیت کے مبلغوں نے اپنے عقائد کی تبلیغ کے سلسلے میں مسلمانوں کے عقائد پر حملے شروع کئے اور ان کے بیانات ہی نازک مذہبی جذبات کو مجروح کرنے لگے تو انہوں نے احتجاج کی آوازیں بلند کیں۔ پولیس نے جو پہلے ہی اس مقصد کے لئے بلائی گئی تھی مسلمانوں پر لاٹھی چارج کیا۔ ان کو مجروح ومضروب کر کے گرفتار کر لیا۔ اس پر عوام مشتعل ہوگئے۔ انہوں نے سڑکوں، بازاروں اور گلی کوچوں میں احتجاجی مظاہرے کئے۔ ان مظاہروں کو روکنے کے لئے پھر پولیس کے ڈنڈے استعمال کئے گئے اور اشک آور گیسیں چھوڑی گئیں۔

اگلے دن پھر اسی تماشے کو دہرایا گیا اور مسلمانوں کو پولیس اور فوج کی طاقت کے بل پر چوہدری سرظفراللہ خان وزیر خارجہ پاکستان کی تبلیغی تقریر سننے کے لئے مجبور کیا گیا۔ کراچی کے حکام کی اس حرکت پر جسے لازماً پاکستان کی مرکزی حکومت کی آشیرباد حاصل ہوگی ملک بھر میں غم وغصہ کی ایک لہر دوڑ گئی۔ مسلمانوں نے احتجاجی جلسوں اور مظاہروں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا اور مجلس احرار اسلام نے رمضان المبارک کے جمعتہ الوداع کا دن یوم احتجاج مقرر کر دیا۔ تاکہ مسلمان اس روز جابجا جلسے منعقد کر کے اپنی اسلامی حکومت کے ارباب اقتدار پر ظاہر کر دیں کہ مسلمان مرزائیت کے عقائد باطلہ کی کسی تبلیغ کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ کیونکہ وہ عقائد مسلمانوں کے بنیادی عقائد کے منافی اور ان کے نازک دینی احساسات کو ٹھیس پہنچانے والے ہیں۔ نیز حکومت سے مطالبہ کیا جائے کہ مرزائی فرقہ کو ملک کی ایک الگ غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے۔ تاکہ اس فرقہ کے لوگ ان منافقانہ چالوں کو استعمال کرنے سے باز آجائیں۔ جن کے بل پر وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور انہیں ہر میدان اور ہر مقام پہ نقصان پہنچاتے رہے ہیں اور

پہنچارہے ہیں۔ مسلمانوں کواپنے دلی جذبات کے اظہار سے روکنے کے لئے پنجاب کی حکومت نے ایک عجیب وغریب پالیسی وضع کی۔اس کے ماتحت حکام نے ہر جگہ دفعہ ۱۴۴نافذ کرکے اس مضمون کے احکام صادر کروالئے کہ مرزائیت یامرزائیوں اور چوہدری سرظفراللہ خان کے متعلق بھرے مجموں میں اظہار خیال کرنا قانوناً ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔لہٰذا جوشخص اس مقصد کے لئے جلسہ منعقد کرے گا یا جلوس نکالے گا یا تقریر کرے گا اسے گرفتار کرلیا جائے گا۔مسلمانوں نے حکومت کے ان احکام کا احترام کیا۔عام جلسوں اور جلوسوں کے پروگرام معطل کردیئے اوراظہار حق کے لئے صرف اسی امر پر اکتفا کرلیا کہ مساجد کے اندر جمعتہ الوداع کے موقع پر جواجتماعات ہوں گے وہی ان مطالبات کی تائید میں آواز بلند کرکے حکمرانوں کوحقیقت حال سے متنبہ کردیں۔ اضلاع کے حکام نے حکومت پنجاب کی طے کردہ پالیسی کے ماتحت ان لوگوں کوبھی گرفتار کرلیا جنہوں نے مساجد کے اجتماعات میں مرزائیت اور چوہدری سرظفراللہ خان کے خلاف لب کشائی کی جرأت کی اس طرح عامتہ الناس پر ظاہر کردیا کہ پاکستان کی سرزمین میں کوئی شخص مرزائیت اور چوہدری سرظفراللہ خان کے متعلق کچھ کہنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی اورحکومت کے اس نادرشاہی حکم کی لپیٹ میں پبلک جگہیں نہیں آتیں۔ بلکہ ان کے گھر اور خدا کے گھر یعنی مسجدیں بھی آجاتی ہیں۔ واقعات کی یہ رفتار دیکھ کر میں یہ سوال کرنے میں حق بجانب نہیں ہوں کہ پاکستان میں کس کی فرماں روائی ہےاور یہ فرماں روائی کس قانون اورکس قاعدہ کی روسے کی جارہی ہے؟

ان واقعات نے یہ ثابت نہیں کردکھایا کہ:

یک بام ودوہوا کی پالیسی

۱...... مرزائیوں کے عام تبلیغی جلسوں کو کامیاب بنانے کے لئے حکومت اپنی ساری طاقتیں استعمال کرے گی۔تاکہ مرزائی کھلے بندوں پولیس کے ڈنڈوں اورفوج کی سنگینوں کے سائے میں دین حقہ اسلام کا منہ چڑائیں۔ختم نبوت کے انکار کا پرچار کرکے مسلمانوں کے نازک مذہبی جذبات کومجروح کریں۔گالیوں اور بدزبانیوں کے اس انبار کی جن سے مرزائیت کا لٹریچر بھرا پڑا ہے خوب نشرواشاعت کرسکیں۔

۲...... مسلمان اگر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اوراس کی نشرواشاعت کے لئے اپنے تبلیغی جلسے اپنی مساجد کے اندر بھی منعقد کریں گے تو انہیں گرفتار کرکے زندان میں ڈال دیا جائے گا اور کسی کواس امر کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ مرزائی وزیرخارجہ چوہدری ظفراللہ خان کی اسلام سوز سرگرمیوں کے متعلق کوئی حرف حق زبان پر لائے۔

حکومت کی طرف سے اپنی متذکرہ صدر پالیسی کے اس عملی طور پر واضح اعلان کے بعد مسلمان یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ اس ملک پر کس کی فرمانروائی ہے اور ان کیفیات کو جن کا آغاز متذکرہ صورت میں ہوا ہے وہ کس حد تک برداشت کرنے کے لئے آمادہ ہیں؟۔

مدنی حقوق اور دستور ماسبق

کہا گیا ہے کہ مرزائی بھی پاکستان کے باشندے ہیں اور انہیں بھی اس امر کا قانونی حق حاصل ہے کہ وہ اپنے خیالات وعقائد کی نشر واشاعت کے لئے دوسرے لوگوں کی طرح عام جلسے منعقد کریں۔ اصولی طور پر یہ بات کتنی صحیح اور کتنی خوبصورت نظر آتی ہے۔ لیکن ایسا کہتے وقت اس کے دوسرے اہم پہلو کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ وہ پہلو یہ ہے کہ کسی آبادی کا کوئی گردہ مدنی آزادی کے حقوق کو اس طریق سے استعمال کرنے کا مجاز نہیں جو فساد انگریزی کا موجب ہو۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مرزائی اپنے جن عقائد کی نشر واشاعت کا حق مانگتے ہیں۔ مرزائیوں کو عام جلسہ منعقد کر کے تبلیغی مہمیں جاری کرنے کی اجازت دینا ملک کے اندر فتنہ وفساد برپا کرنے کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ پھر فتنہ آرائی کی اس دعوت کو کامیاب بنانے کے لئے ملک کی پولیس اور فوج استعمال کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ حکمران طبقے طاقت وقوت کے بل پر لوگوں کو مجبور کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنا دین چھوڑ کر مرزائیت کا دین اختیار کر لیں۔ ایسے باتدبیر ارباب حکومت سمجھ اور بوجھ سے کام لیا کرتے ہیں اور کسی نئے فتنہ کو سر اٹھانے کی اجازت نہیں دیا کرتے۔ چہ جائیکہ اس کی حفاظت اور اس کی کامیابی کے لئے پولیس اور فوج کو استعمال کرنے لگیں۔ ایسے امور میں حکمرانوں کا دستور العمل STATUSQUO یعنی حسب دستور سابق ہوا کرتا ہے۔ تاکہ نئے فتنے پیدا نہ ہوں۔

متحدہ ہندوستان میں انگریز حکمران مختلف مذہبی گروہوں کے مدنی حقوق کے اجراء کے بارے میں اسی اصول کو دستور العمل بنا کر چلا کرتے تھے۔ مثلاً جھٹکا کرنا، سکھوں کا مذہبی حق تھا۔ گائے ذبح کرنا مسلمانوں کا مذہبی حق تھا۔ تعزیہ نکالنا شیعہ مسلمانوں کا مذہبی حق تھا۔ لیکن اس دور کے حکمران صرف ان مقامات پر ان مذہبی حقوق کے اجراء کی اجازت دیتے تھے۔ جہاں یہ حقوق پہلے سے مسلم ہو چکے تھے۔ کسی نئی جگہ پر وہ نہ تو جھٹکا کرنے کی اجازت دیتے تھے۔ ان مدنی حقوق کے اجراء سے لوگوں کو روکنے کی وجہ محض یہ تھی کہ فتنہ وفساد کے دروازے بند رہیں۔ لیکن کراچی کے حکام نے پاکستان کی مرکزی حکومت کی آنکھوں کے سامنے شاید انہی کے ایماء سے مرزائیوں کو

جلسہ عام کرنے کی اجازت دے دی۔ جو انہیں پہلے سے حاصل نہ تھی۔ نہ صرف اجازت دی بلکہ حکمرانی کی طاقتیں جو اچھے مقاصد کے لئے استعمال ہونی چاہئیں تھیں۔ اس جلسہ کو کامیاب بنانے کے لئے لگا دیں۔ نتیجہ ہنگامہ آرائی کی شکل میں رونما ہوا اور ملک کے اندر ایسی تحریک چل نکلی جو اب اس معاملے کا دوٹوک فیصلہ کر کے رہے گی کہ اس ملک کے انتظامات سنبھالنے کا حق کس کو حاصل ہے۔ آیا مسلمانوں کو حاصل ہے جن کی غالب اکثریت اس ملک میں آباد ہے یا مرزائیوں کو حاصل ہے جن کو ملک کے اندر تو کسی قسم کا اثر اور رسوخ حاصل نہیں۔ البتہ جو اسلام کی دشمن طاقتوں کے ساتھ ساز باز ضرور رکھتے ہیں۔

مسلمانوں پر دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کیوں؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر پاکستان کے ارباب حکومت کراچی کے حکام نے اس بنیادی اصول کی بنا پر پاکستان میں ہر طبقہ کے افراد کو عام جلسہ منعقد کرنے کا حق حاصل ہے۔ کراچی میں مرزائیوں کا جلسہ عام پولیس کی مدد سے کامیاب کرنا اپنا فرض منصبی خیال کیا تو پنجاب میں احرار کے جلسوں اور عام مسلمانوں کے جلسوں پر دفعہ ۱۴۴ نافذ کر کے اسی پولیس کو اس کام پر کیوں لگا دیا گیا کہ وہ جلسے منعقد نہ ہونے دے اور عوام کو اپنے مدنی حقوق سے بہرہ اندوز نہ ہونے دے۔ اگر فتنہ آرائی کے اندیشے سے مسلمانوں کے جلسے بند کئے گئے ہیں تو مرزائیوں کے جلسے اسی اندیشے کی بنا پر سب سے پہلے بند کرنے چاہئے تھے اور یہ مسجدوں کو دفعہ ۱۴۴ کی لپیٹ میں لانا ایسا نادر کارنامہ ہے جس کی نظیر تو کافر انگریز کی حکومت نے بھی اپنے صد سالہ دور حکمرانی میں مشکل ہی سے دی ہوگی۔

مسلمانوں کے مطالبات

مسلمان اپنے جلسوں میں کیا کہنا چاہتے تھے۔ صرف یہی کہ مرزائی لوگ اپنے جن عقائد کی تبلیغ کرنا چاہتے ہیں وہ ہمارے لئے بدرجہ غایت اشتعال انگیز ہیں۔ لہٰذا حکومت کو چاہئے کہ انہیں خواہ مخواہ کی اشتعال انگیزی سے باز رکھے۔ نیز وہ چوہدری سر ظفر اللہ خان کے تدبر، کی لیاقت اور اس کی پاکستان سے وفاداری پر اعتماد نہیں رکھتے۔ اس لئے چوہدری ظفر اللہ کو وزارت ایسے ذمہ دار عہدے سے ہٹا دیا جائے۔ مزید برآں وہ حکومت سے جسے وہ غلط یا صحیح طور پر اپنی حکومت سمجھتے ہیں اس مضمون کی استدعا کرنا چاہتے تھے کہ مرزائیوں کو ملک کی جداگانہ غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ کیونکہ وہ مسلمان نہیں۔

میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے ان مطالبات میں وہ کونسا زہر بھرا تھا کہ حکومت پنجاب نے ایسے جلسے منعقد کرنے کی ممانعت کردی۔ جن کے اندر متذکرہ صدر مضامین کی آوازیں بلند کی جاتیں۔ کیا پاکستان کے حکمران ڈنڈے کی بل پر عامتہ المسلمین کو اس امر پر مجبور کرنا چاہتے ہیں کہ وہ بھی پاکستان کے ارباب حکومت کی طرح چوہدری ظفر اللہ خان کے حسن تدبر اور اس کی روحانیت (جیسا کہ انگریزی کے ایک مرزائی اخبار نے لکھا تھا) پر ایمان لے آئیں اور حکومت برطانیہ کی اس لاڈلی شخصیت کے متعلق کوئی حرف زبان پر نہ لائیں۔

مجھے تعجب ہے کہ چوہدری ظفر اللہ کو پاکستان کے انتظامات سنبھالنے، اول وزارت میں لیا ہی کیوں گیا اور اگر لیا گیا تو کیا وجہ ہے کہ عامتہ الناس کی طرف سے اس پر عدم اعتماد کے اس قدر اظہار کے باوجود جو گزشتہ پانچ سال کے دوران ہوا ہے اسے برطرف کیوں نہ کیا گیا؟۔

آخر وہ کون سی طاقت ہے جس کے بل بوتے پر چوہدری صاحب پاکستان کے دفتر خارجہ کو قادیانیوں کی میراث بنائے بیٹھے ہیں اور اس کے بل پر ملک کے اندر اور ملک کے باہر جہاں کہیں موقع ملتا ہے مرزائیت کی تبلیغ کرنے میں ذرہ بھر دریغ سے کام نہیں لیتے۔

فتنہ انگیزیوں کی ابتداء

قصہ مختصر گزشتہ ڈیڑھ ماہ سے جس نوعیت کے واقعات اس سلسلہ میں رونما ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں وہ ظاہر کرتے ہیں کہ راقم الحروف نے ڈھائی سال پہلے جن خطرات کو محسوس کیا تھا وہ بہت قریب آ گئے ہیں۔ بلکہ شروع ہو چکے ہیں۔ مرزا بشیر الدین محمود کچھ عرصہ سے اپنے مریدوں سے کہہ رہے ہیں کہ پاکستان میں عنقریب مرزائیوں کی حکومت قائم ہونے والی ہے اور مخالفین مجرموں کی طرح ان کی یا ان کے کسی جانشین کی بارگاہ میں پیش ہوں گے۔ نیز وہ اپنے مریدوں کو اس امر کی تلقین کر رہے تھے کہ ملک کے اندر ایسے حالات پیدا کردو کہ مسلمان مرزائیوں کی طاقت شرانگیزی کا لوہا مان جائیں اور احمدیت کا رعب دشمن اس رنگ میں محسوس کرلے کہ اب احمدیت مٹائی نہیں جاسکتی اور مجبور ہو کر احمدیت کی آغوش میں آ گرے۔

تو یہ حالات جن کے پیدا کرنے کا منصوبہ دیر سے باندھا جا رہا تھا۔ کراچی میں جلسہ عام منعقد کرنے کا فتنہ کھڑا کر کے پیدا کرنے کی ابتدا کردی گئی ہے اور نہیں کہا جاسکتا کہ مرزا بشیر الدین محمود اور چوہدری ظفر اللہ خان پاکستان کے ارباب سیاست واقتدار میں سے اور اس کے فوجی اور ملکی حکام میں سے کس کس کو اس منصوبہ کے ساتھ وابستہ کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔

البتہ حالات کی رفتار کہہ رہی ہے کہ مرزائی عنقریب ملک کے اندر درجہ اول کے فتنہ وفساد کی آگ مشتعل کر پائیں گے۔ تاکہ عامتہ المسلمین کی روحوں کو کچل کر اوران کے سروں کو پھوڑ کر پاکستان کے اندر مرزائیت کے اقتدار کو مستحکم کرلیں۔ وہ اپنے اس برے ارادے میں کامیاب ہوتے ہیں یا نہیں۔ اس کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ جو علیم وخبیر ہے۔ البتہ ایک بات یقینی ہے۔ وہ یہ کہ مرزائی لوگ شرارت پر کمربستہ ہیں اور وہ ملک کے اندر طرح طرح کے فتنہ برپا کر کے پاکستان کو اور پاکستان کے مسلمانوں کو نقصان عظیم پہنچا کر رہیں گے۔

مسلمانوں کو ابھی سے حفظ ماتقدم کی تدابیر سوچ لینی چاہئیں۔ پانی سر سے گزر گیا تو بڑی مشکلات پیش آئیں گی۔ (سہ روزہ آزاد لاہور ۳ جولائی ۱۹۵۲ء)

مساجد میں دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کو مسلم عوام برداشت نہیں کرسکتے

(حکومت تشدد کے ذریعہ مسلمانوں کے دینی حقوق سلب کرنا چاہتی ہے)

حضرت مولانا ظفر احمد تھانوی کا بیان

مولانا ظفر احمد عثمانی صدر مرکزی جمعیت علمائے اسلام نے جو جمعیت کی تنظیم جدید کے سلسلے میں جمعیت کے مقامی لیڈروں کو ضروری ہدایات دینے کے لئے لاہور تشریف لائے ہیں اخباری نمائندوں کو بیان دیتے ہوئے فتنہ مرزائیت کے متعلق فرمایا کہ یہ صورت حال بڑی افسوس ناک ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی حکومت کا وزیر خارجہ ایک ایسے فرقہ سے تعلق رکھتا ہے جو ختم نبوت کا منکر اور اسلام میں ایک نئی رسالت کا دعویدار ہے۔ مولانا نے مزید فرمایا کہ مجھے یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ حکومت پنجاب مرزائیت کے خلاف مسلمانوں کے اظہار خیال کی آزادی کو سلب کرنے پر تلی ہوئی ہے اور مسلمانوں کو مساجد میں بھی اظہار خیال کرنے کی آزادی حاصل نہیں۔

میں حکومت کے ذمہ داروں کو بتلا دینا چاہتا ہوں کہ مساجد میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ مساجد کی انتہائی بے حرمتی ہے۔ جس کو مسلم عوام کسی طرح بھی برداشت نہیں کرسکتے۔ انگریزوں کے زمانے میں بھی مساجد پر کسی قسم کی پابندی کو برداشت نہیں کیا گیا۔ اس لئے حکومت کا فرض ہے کہ وہ فوراً اپنی پالیسی میں مناسب تبدیلی پیدا کرے۔ ورنہ اس کے نتائج اس کے حق میں انتہائی مضر ثابت ہوں گے۔ مولانا ظفر احمد عثمانی! (سہ روزہ آزاد لاہور ۳ جولائی ۱۹۵۲ء)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
الظفر الرحمانی
فی
کسف القادیانی
(حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ ؒ)

بسم اللّٰه الرحمن الرحیم!

الحمدللّٰہ الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ والدین الکامل المبین لیظھرہ علیٰ سائر اھل الملل کلھم اجمعین ۰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللّٰہ وخاتم النبیین وعلیٰ الہ وصحبہ وخلفائہ الراشدین المھدیین ۰ اما بعد!

واضح ہو کہ اسلامی جماعت کی خدمت میں عموماً اور قادیانی جماعت کی خدمت میں خصوصاً درخواست ہے کہ آپ ہر ایک صاحب اس کتاب کو از ابتداء تا اخیر نہایت غور سے سمجھ کر پڑھیں۔ اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آوے تو اس کو کسی لائق عالم سے سمجھ لیں اور پھر ایمان کے دائرہ کے اندر کھڑے ہوکر یہ فیصلہ کریں کہ ہر دو مناظروں میں سے کون مناظر ایمان کے مقتضا کے اندر رہ کر فاتح وکامیاب ہوا ہے اور کون مناظر ایمان کے مقتضا سے خارج ہوکر مفتوح ونا کام ہوا؟

سبب مناظرہ

جو لوگ حضرت مولانا مفتی غلام مرتضٰی صاحب کے مشرب ومذاق سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ مفتی صاحب کو مناظرہ کے ساتھ انس ودلچسپی نہیں۔ نہ اس وجہ سے کہ ان میں کوئی علمی کمزوری ہے۔ بلکہ اس لئے کہ آج کل کے مناظرے درحقیقت مناظرے نہیں ہوتے۔ بلکہ مجادلے یا مکابرے ہوتے ہیں۔ لیکن قادیانی جماعت کے بعض افراد نے مفتی صاحب کے اس تنفر کو اس رنگ میں بیان کرنا شروع کر دیا۔ چونکہ مفتی صاحب کے پاس اپنے مذہب کی حقانیت کی کوئی دلیل نہیں۔ اس لئے وہ میدان مناظرہ میں نہیں آتے اور اس ذکر کو عرصۂ دراز تک جاری رکھا۔ یہاں تک کہ اسلامی جماعت کے کثیر التعداد آدمی مضطرب العقائد ومتردد الایمان ہوگئے۔ جب مفتی صاحب نے اسلامی جماعت میں یہ اضطراب وتردد محسوس کیا تو انہوں نے اپنے دل میں یہ ناطق فیصلہ کر لیا کہ اسلامی جماعت کے ایمان وعقائد حقہ کی حفاظت کرنے کے لئے اب منجانب اللہ تیرا مناظرہ کرنا لازمی فرض ہوچکا ہے اور مفتی صاحب نے بڑے زور سے اعلان کر دیا کہ میں مناظرہ کرنے پر ہر طرح سے تیار ہوں۔

تعیین موضوع مناظرہ

کئی سال سے قادیانی جماعت کے بعض افراد مفتی صاحب کے پاس آتے رہے اور جب وہ اپنے قادیانی مذہب کی تائید میں طول طویل تقریریں کرتے اور مفتی صاحب اخیر میں ایک ہی فاضلانہ فقرہ سے سب کی تردید کر دیتے تو وہ قادیانی آدمی گھبرا کر مفتی صاحب کو کہتے کہ تم

ہمارے عالم کے ساتھ مناظرہ کیوں نہیں کرتے۔ کبھی تو مفتی صاحب سکوت فرماتے اور کبھی یہ فرماتے کہ اگر تمہارا کوئی عالم یہاں آجائے تو ہم مضامین مفصلہ ذیل میں تبادلۂ خیالات کریں گے۔ ختم نبوت، مرزا قادیانی کی نبوت، مرزا قادیانی کا مسیح موعود ہونا، مرزا قادیانی کے منکروں کی تکفیر، مرزا قادیانی کا اسلام وکفر، مرزا قادیانی کی صداقت وتکذیب۔

لیکن قادیانی آدمی ہر بار اس بات پر زور دیتے کہ ہمارا عالم پہلے مسیح ابن مریم کی حیات ووفات پر مناظرہ کرے گا۔ بلحاظ وجہ مذکور مفتی صاحب نے بھی مسیح ابن مریم کی حیات ووفات پر مناظرہ کرنا تسلیم کرلیا اور قادیانی جماعت کے اس مضمون پر زور دینے کی یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کے نبی مرزا قادیانی نے بھی اس مسئلہ حیات ووفات مسیح ابن مریم پر بہت زور دیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ''یاد رہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق وکذب آزمانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات حیات ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں اور اگر وہ درحقیقت قرآن کریم کی رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان میں ہے۔ اس کو سوچو۔''

(تحفہ گولڑویہ ص۱۰۲، خزائن ج۱۷ص۲۶۴)

اور واقعی اسلامی جماعت کے علماء اس موضوع پر مناظرہ کرنے سے کسی قدر جھجکتے تھے۔ لیکن جب زبدۃ المحققین ورئیس العارفین مرکز الہدایت ومحور الولایت مولانا ومرشدنا حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ صاحب لازالت فیوضاتہم نے کتب ذیل شمس الہدایۃ، حجۃ اللہ البالغۃ علی الشمس البازغۃ، فیوضات مہریہ، تالیف فرمائیں تو اس وقت سے اسلامی جماعت کے علماء کے بازو اس موضوع یعنی حیات ووفات مسیح ابن مریم پر مناظرہ کرنے کے لئے ہمیشہ کے واسطے قوی ہوگئے ہیں۔ کیونکہ مرشدنا الممدوح نے حیات مسیح ابن مریم کے ثابت کرنے کے لئے ایسے طرق استدلالات واستنادات بیان فرمائے ہیں۔ جن کے جواب دینے سے مرزا قادیانی اور مرزا قادیانی کے مریدین آج تک عاجز ہیں اور ان کی حقیقت پر مطلع ہونے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ طرق استدلالات واستنادات موہوبی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ جب مرشدنا الممدوح بغرض مناظرہ لاہور تشریف لے گئے اور قریباً ہفتہ عشرہ وہاں قیام فرمایا تو مرزا قادیانی مناظرہ کے لئے نہ آئے۔ بلکہ انکار کردیا اور نیز یہی وجہ ہے کہ چونکہ اسلامی مناظر یعنی مفتی صاحب مرشدنا الممدوح کے مریدین مستفیضین میں سے ہیں۔ اس لئے قادیانی مناظر نہ ان کی تردید کرسکا اور نہ ہی کوئی دلیل تام التقریب پیش کرسکا اور مناظرہ ختم ہونے کے بعد علامہ دہر حضرت مولانا مولوی غلام محمد

صاحب گھوٹوی پریزیڈنٹ اسلامی جماعت دوسرے دن اسٹیشن میانی سے ریل پر سوار ہو کر بمقام گولڑہ شریف پہنچے اور وہاں مرشدنا الممدوح کے حضور میں مناظرہ کے تمام واقعات عرض کئے۔ جس پر مرشدنا الممدوح نے اسلامی مناظر کو یہ خط لکھا جس کے الفاظ بعینہما حسب ذیل ہیں۔

''مخلصی فی اللہ مفتی غلام مرتضیٰ حفظکم اللہ تعالیٰ''

بعد سلام ودعاء کے الحمدللہ ای المنہ کہ اوسبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو توفیق اظہار حق بوجہ اتم عنایت فرمائی۔ مخلصی مولوی غلام محمد صاحب سے مفصل کیفیت معلوم ہوئی۔ بل کے بل نے سب بل مبطلین کے نکال دیئے۔ ''اللھم وفقنا لما تحب وترضیٰ وصل وسلم وبارك علیٰ سیدنا محمد وآله وصحبه والحمد لله اولا وآخرا ''سب احباب سے مبارک بادی۔ (العبدالملتجی والمشتکی الیٰ اللہ المدعو بہ مہر علی شاہ بقلم خود از گولڑہ، مورخہ ۲۲؍اکتوبر ۱۹۲۴ء)

شرائط مناظرہ

بتاریخ ۲۵؍اگست ۱۹۲۴ء کسی اپنے خاص کام کے لئے مفتی صاحب نے ایک ہفتہ کا سفر اختیار کیا اور قادیانی جماعت کے لوگ اپنے ایک مولوی صاحب مسمی جلال الدین شمس کو قادیان سے میانی لائے اور اس قادیانی مولوی نے بتاریخ ۲۷؍اگست ۱۹۲۴ء گنج منڈی میانی میں تقریر کی اور بعد اختتام تقریر ایک قادیانی نے کہا کہ یہ مولوی صاحب کل وفات مسیح ابن مریم پر دلائل پیش کریں گے۔ اگر کسی نے مناظرہ کرنا ہے تو میدان میں آوے۔ یہ بات سن کر بوجہ عدم موجودگی مفتی صاحب اسلامی جماعت میں سخت اضطراب پیدا ہوا۔ لیکن مطابق ''الاسلام یعلو ولا یعلیٰ ''خدا تعالیٰ نے یہ اتفاق پیدا کر دیا کہ مفتی صاحب کو سفر میں گرمی محسوس ہوئی۔ اس وجہ سے وہ ارادۂ سفر ملتوی کر کے بتاریخ ۲۸؍اگست ۱۹۲۴ء صبح کی گاڑی پر براستہ بھیرۂ واپس میانی پہنچ گئے۔ جس پر اسلامی جماعت میں نہایت سرور وخوشی ہوگئی اور قادیانی جماعت کے اندر اضطراب ہوا۔ ''وتلك الایام نداولها بین الناس ''اور مفتی صاحب نے قادیانی جماعت کو کہلا بھیجا کہ تم نے اسلامی جماعت کو مخاطب کر کے مناظرہ کے لئے دعوت دی ہے۔ اس پر میں بتائید اللہ مناظرہ کرنے پر تیار ہوں۔ آپ میرے ساتھ شرائط مناظرہ طے کریں۔ چنانچہ بتاریخ ۲۸؍اگست ۱۹۲۴ء مابین مولانا مفتی غلام مرتضیٰ صاحب ساکن میانی ومولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل قادیانی بموجودگی ہر دو فریقین شرائط مفصلہ ذیل باتفاق فریقین طے ہوئیں۔

المناظرہ فی حیات ووفات مسیح

۱...... ایک مناظر دوسرے مناظر کے مقابلہ میں قرآن کریم اور حدیث صحیح کو

پیش کرے گا۔علاوہ ازیں مناظر جماعت اسلامیہ سنیہ جماعت احمدیہ کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کے اقوال بھی پیش کر سکے گا۔بشرطیکہ دعویٰ نبوت کے بعد کے ہوں۔

۲...... قران کریم اور حدیث صحیح کی تفسیر امور مفصلہ ذیل سے کی جائے گی۔قرآن کریم،حدیث صحیح،اقوال صحابہ بشرطیکہ قرآن کریم اور حدیث صحیح کے مخالف نہ ہوں،لغت عرب،صرف، نحو،معانی،بیان،بدیع۔اگر کوئی حدیث قرآن کریم کے مخالف ہوگی تو وہ صحیح نہیں سمجھی جائے گی۔

۳...... کل پرچے پانچ ہونگے۔ پہلے دن ہر ایک مناظر اپنے دعویٰ کے دلائل تحریری طور پر پیش کرے گا اور ہر ایک تقریر کے لئے ڈیڑھ گھنٹہ وقت ہوگا اور قبل از شروع اس تمام تقریر کو تحریر میں لا کر دوسرے مناظر کو دے دے گا اور ہر ایک مناظر تحریر کردہ مضمون کے علاوہ اور کوئی مضمون بیان نہیں کرے گا۔ہاں توضیح اور تشریح کر سکتا ہے اور تردید کے تحریر کرنے کے لئے دو گھنٹہ کا وقت ہوگا اور آدھ گھنٹہ ان کے سنانے کے لئے ہوگا۔ان کے سنانے کے بعد پہلے دن کا اجلاس ختم ہوگا۔دوسرے دن ہر ایک مناظر کی طرف سے تین تین پرچے ہوں گے۔ ہر ایک پرچے کی تحریر کے لئے ایک ایک گھنٹہ وقت مقرر ہوگا اور تقریر کے لئے آدھ گھنٹہ ہوگا۔ پہلے دن کے پہلے پرچہ کے علاوہ کسی پرچہ میں کوئی نئی دلیل پیش نہ کی جائے گی۔

۴...... ہر ایک دن کا اجلاس صبح ۸ بجے سے شروع ہوگا۔تحریر اور تقریر کے علاوہ جو وقت صرف ہوگا وہ وقت مناظرہ میں شمار نہ ہوگا۔

۵...... مناظر پرچہ خود لکھے گا۔اس کی دوسری کاپی کرنے کے لئے ایک معاون ہوگا۔ ہر ایک مناظر کا اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا پرچہ معہ اس کے دستخطوں کے پرچہ سنانے سے پہلے دوسرے مناظر کو دیا جائے گا اور ہر دو پریذیڈنٹوں کے دستخط اس پر ثبت ہوں گے۔

۶...... ہر ایک مناظر کسی غیر سے اثنائے مناظرہ میں کسی قسم کی امداد نہ لے گا۔

۷...... تاریخ مناظرہ ۱۸،۱۹؍اکتوبر ۱۹۲۴ء مقرر ہے۔یعنی بروز ہفتہ،اتوار۔

۸...... مناظرہ بمقام میانی متصل سرائے بڑ کے درخت کے نیچے ہوگا۔

۹...... فریقین میں سے کسی کو ضم ضمیمہ کا اختیار نہ ہوگا۔مگر فریقین کو علیحدہ علیحدہ اس مباحثہ کی اشاعت لازمی ہوگی۔

۱۰...... فریقین کی طرف سے ایک ایک پریذیڈنٹ ہوگا۔ جن کا کام وقت کی پابندی کرانا ہوگا۔اگر کوئی مناظر خلاف تہذیب گفتگو کرے گا تو پریذیڈنٹ روک دیں گے۔

۱۱...... مناظرین اور ہر دو پریذیڈنٹوں کے بغیر کسی کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔

۱۲...... صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر سے پہلے اس مناظرہ کے لئے اجازت لی جائے گی۔
۱۳...... فریقین کی طرف سے جو مناظر ہوں گے ان پر مذکورہ بالا شرائط کی پابندی لازمی ہوگی۔ بقلم خود نبی محمد سیکرٹری انجمن احمدیہ میانی وگھوگھیاٹ۔

نوٹ: جب شرط نمبر ا کا یہ فقرہ یعنی ہر ایک مناظر دوسرے مناظر کے مقابلہ میں قرآن کریم اور حدیث صحیح کو پیش کرے گا۔ طے ہو چکا تو مفتی صاحب نے کہا کہ میں قادیانی مناظر کے مقابلہ میں مرزا قادیانی اور مرزا قادیانی کے خلیفوں کے اقوال بھی بطور حجت والزام پیش کرسکوں گا۔ اس پر مولوی جلال الدین قادیانی نے کہا کہ مرزا قادیانی کے خلیفوں کے اقوال ہم پر حجت نہیں۔ بڑے تعجب وحیرانگی کی بات ہے کہ مرزا قادیانی، قادیانی جماعت کے پیغمبر تو کہتے ہیں

آنچہ دادہ ست ہر نبی راجام
داد آں جام رامرا بتمام

(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

یعنی مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے تمام انبیاء کے تمام کمالات مجھے عطاء کئے ہیں اور قادیانی امت یہ کہتی ہے کہ ہم کو اپنے پیغمبر کے خلیفوں کے اقوال نامنظور ہیں۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔ ’’فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین (مشکوٰۃ ص ۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنة)‘‘ ’’یعنی جیسا کہ میری فرمانبرداری تم پر لازم ہے۔ ویسا ہی میرے خلیفوں کی فرمانبرداری تمہارے اوپر لازم ہے۔‘‘ اور پھر مولوی جلال الدین قادیانی نے کہا کہ مرزا قادیانی کے اقوال بھی علی الاطلاق ہمارے اوپر حجت نہیں بلکہ وہ اقوال جو دعویٰ نبوت کے بعد کے ہوں۔ یہ عجیب پیغمبر ہے اور عجیب اس کی امت ہے۔

شرط نمبر اوّل ودوئم

شرائط مجوزہ مسلمہ فریقین میں سے شرط نمبر۱، وشرط نمبر۲ نہایت قابل غور ہیں اور درحقیقت یہی دو شرطیں فتح وشکست کا معیار ومیزان ہیں اور نیز یہ دو شرطیں وہ ہیں۔ جن کو قرآن کریم وحدیث کا عربی ہونا لازمی طور پر تجویز کرتے ہیں۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے ان ہر دو شرطوں کے عین مطابق اور تحت میں رہ کر اپنا دعویٰ حیات مسیح ابن مریم ثابت کردیا اور قادیانی مناظر کے تمام خیالات کی تردید کی۔ لیکن قادیانی مناظر باوجود ان ہر دو شرطوں سے متجاوز ہونے کے بھی اپنا دعویٰ وفات مسیح ابن مریم ثابت نہ کرسکا اور نہ ہی اسلامی مناظر کی تردید کرسکا۔ جیسا کہ روئیداد مناظرہ سے روشن ہے۔

اسلامی قاعدہ متعلق مناظرہ

اگر ہر دو مناظر اہل اسلام میں سے ہوں تو ان کا لازمی فرض ہے کہ وہ اس حکم اور قانون پر فیصلہ کریں جو قرآن کریم یا حدیث کے الفاظ سے مفہوم ہے اور اس حکم اور قانون کی حکمت کا نہ دریافت کرنا ضروری ہے اور نہ بیان کرنا لازمی ہے۔ کیونکہ حکم اور قانون قطعی ویقینی ہے اور حکمت ظنی ہے اور بوقت مناظرہ قطعی ویقینی امر کو ترک کر کے ظنی امر کی طرف رجوع کرنا خلاف عقل ونقل ہے۔ خلاف عقل ہونا تو ظاہر ہے۔ دیکھئے اگر صاحب جج کسی مقدمہ میں ڈگری دے دیں تو مدعا علیہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ جس قانون کے رو سے آپ نے ڈگری دی ہے میں اس قانون کو تو مانتا ہوں۔ لیکن مجھ کو خود اس میں یہ کلام ہے کہ یہ قانون مصلحت کے خلاف ہے۔ اس لئے آپ اس کا راز بتلا دیں اور اگر وہ ایسا کہے بھی تو اس کو توہین عدالت کا مجرم سمجھا جاوے گا اور اس پر صاحب جج کو حق ہوگا کہ توہین عدالت کا اس پر مقدمہ کرے اور اگر مقدمہ بھی قائم نہ کیا تو اتنا تو ضرور کرے گا کہ کان پکڑ کر اس کو عدالت سے باہر کر دے گا اور اگر اس وقت اس کی طبیعت میں حکومت کی بجائے حکمت غالب ہوئی تو یہ جواب دے گا کہ ہم عالم قانون ہیں واضع قانون نہیں۔ مصالح واضع سے پوچھو تو کیا کسی عقلمند کے نزدیک یہ جواب نامعقول جواب ہے یا بالکل عقل کے موافق اور نقل کے خلاف ہونا اس آیت سے ثابت ہے۔ ''یا ایھا الذین آمنوا اطیعو اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئ فردوہ الیٰ اللّٰہ ولرسول ان کنتم تؤمنون باللّٰہ والیوم الآخر (نساء:۵۹)'' ﴿اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (محمدؐ) کی اطاعت کرو اور اپنے سے صاحب امر لوگوں کی، پھر اگر کسی چیز میں باہم تنازع کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لے جاؤ۔ اگر تم اللہ پر اور آخر کے دن پر ایمان لاتے ہو۔﴾

دیکھو کہ اولی الامر کے ساتھ اطیعوا نہ لانے میں یہ ایماء ہے کہ اولی الامر کی اطاعت اللہ اور رسول کی اطاعت کے ماتحت ہے اور پھر ''فردوہ الی اللّٰہ والرسول'' میں اولی الامر کا ذکر نہ کرنا اس میں قرآن کریم نے یہ صاف فیصلہ کر دیا کہ متنازع فیہ امر میں فیصلہ کن دو ہی چیزیں ہیں۔ قرآن کریم اور حدیث، تیسری چیز کوئی نہیں اور پھر ''ان کنتم تؤمنون باللّٰہ والیوم الآخر'' فرما کر یہ بتلا دیا ہے کہ اگر تم مؤمن ہو تو متنازع فیہ امر کے فیصلہ کے لئے قرآن کریم اور حدیث نبوی کے سوائے کسی چیز کی طرف توجہ نہ کرو گے۔ ورنہ تم مؤمن نہیں۔

ناظرین! غور کریں کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے آیت ''فان تنازعتم فی شئ فردوہ الیٰ اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر (نساء:۵۹)'' کے عین مطابق مناظرہ کیا ہے اور قادیانی مناظر نے اس آیت کے خلاف اپنے مناظرہ میں کثیر التعداد امور کا ارتکاب کیا ہے۔ مثلاً تورات کا پیش کرنا اور یہ کہنا کہ مسیح ابن مریم کو آسمان پر اتنی دیر رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ خدا تعالیٰ نے مسیح کو دوسرے آسمان پر کیوں رکھا اور ساتویں آسمان پر کیوں نہیں لے گیا۔ ان میں کوئی نقص باقی تھا وغیرہ وغیرہ جو روئیداد مناظرہ سے روشن ہے۔ اس طرز عمل سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی جماعت زبانی تو مدعی ایمان بالقرآن والحدیث ہے۔ لیکن ان کے قلوب کی حالت ودگرگوں ہے۔ صاحبو! یہ نہ سمجھئے کہ اسلامی جماعت کے علماء وفضلاء اسلامی احکام وقوانین کے اسرار وحکم کو نہیں جانتے۔ ان کے پاس سب کچھ ذخیرہ موجود ہے۔ لیکن

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

سراج العلماء حضرت حافظ محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ فرماتے ہیں کہ: ''میں شاہجہان پور سے سفر کر رہا تھا۔ ایک جنٹلمین گاڑی میں بیٹھے تھے۔ ایک اسٹیشن پر ان کے خادم نے آکر اطلاع دی کہ حضور وہ تو سنبھلتا نہیں۔ کہنے لگے کہ یہاں پہنچادو۔ یہ سن کر مجھے تعجب ہوا کہ وہ کون سی چیز ان کے ساتھ ہوگی جو خادم سے نہیں سنبھل سکتی اور اب یہ گاڑی میں منگا کر اس کو سنبھالیں گے۔ آخر چند منٹ بعد دیکھا کہ خادم صاحب ایک بہت بڑے اور اونچے کتے کو زنجیر میں باندھے ہوئے لا رہے ہیں اور وہ کتا زور کر رہا ہے۔ آخر وہ ان کے سپرد کیا گیا۔ انہوں نے ریل کی آہنی سلاخوں سے اس زنجیر کو باندھ دیا۔ اس کے بعد وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ جناب! کتے کا کھانا کیوں حرام ہوا۔ باوجودیکہ اس میں فلاں وصف ہے اور فلاں وصف ہے۔ کتے میں انہوں نے وہ وصف بیان کئے کہ شاید ان میں بھی نہ ہوں۔ میں سب سنتا رہا۔ جب وہ کہہ چکے تو میں نے کہا کہ جناب میں نے سن لیا۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک عام کہ وہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے شبہات کا جواب ہے اور ایک خاص کہ وہ خاص اسی کے متعلق ہے۔ کون سا عرض کروں۔ فرمانے لگے دونوں کہہ دیجئے۔ میں نے کہا جواب عام تو یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس کے کھانے کی ممانعت فرمائی ہے اور یہ جواب عام اس لئے ہے کہ قیامت تک کے لئے شبہات کا جواب ہے۔ البتہ اس میں دو مقدمے ہیں۔ ایک یہ کہ آپ رسول تھے۔ دوسرے یہ کہ رسول کا حکم

ہے۔ اگر ان میں کلام ہے تو ثابت کروں۔ کہنے لگے یہ تو ایمان ہے۔ یہ تو عام جواب تھا اور یہ علمی اور حقیقی جواب تھا۔ لیکن ان کو اس کی قدر نہ ہوئی اور کچھ حظ نہ آیا۔ کہنے لگے کہ جناب اور جواب خاص کیا ہے۔ میں نے کہا کہ وہ یہ ہے کہ کتے میں جس قدر اوصاف آپ نے بیان کئے واقعی وہ سب ہیں۔ لیکن باوجود ان اوصاف کے اس میں ایک عیب اتنا بڑا ہے کہ اس نے تمام اوصاف کو خاک میں ملا دیا ہے۔ وہ یہ کہ اس میں قومی ہمدردی نہیں ہوتی۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک کتا دوسرے کتے کو دیکھ کر کس قدر از خود رفتہ ہو جاتا ہے۔ اس جواب کو سن کر وہ بہت ہی محظوظ ہوئے اور اس کو جواب قطعی سمجھے۔ حالانکہ یہ محض ایک نکتہ ہے اور جس جواب پر وہ اس قدر خوش تھے علاوہ فضول ہونے کے میری نظر میں اس کی کچھ بھی وقعت نہ تھی اور میں اس کو جواب ہی نہیں سمجھتا تھا۔ غرض علت اور حکمت دریافت کرنا عشق اور محبت کے بھی بالکل خلاف ہے۔ ہاں اگر یہ کہو کہ ہم عاشق ہی نہیں تو دوسری بات ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ اس کی بھی نفی کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ ’’والذین آمنوا اشد حبا للّٰہ ‘‘شدت محبت ہی کو عشق کہتے ہیں۔‘‘ اور اگر مناظرین میں سے ایک مسلم ہے اور دوسرا غیر مسلم ہے تو اس صورت میں مناظر مسلم کا فرض ہے کہ اپنے دعویٰ کے اثبات کے لئے عقلی دلائل پیش کرے۔

شرط نمبر۹

چونکہ قادیانی جماعت نے شرط نمبر۹ کو توڑ کر پہلے ایک اشتہار شائع کیا اور پھر روئیداد مناظرہ کے ساتھ نئے مضامین جن کا نام ’’چند ضروری باتیں‘‘ رکھا گیا اور حواشی ضم کر دیئے۔ اس لئے ہم نے بھی بعد میں اشتہار شائع کیا اور حواشی وغیرہ بغرض توضیح وتشریح ملا دیئے۔

شرط نمبر۸

بتاریخ ۱۴/۱۵/اکتوبر ۱۹۲۴ء جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع شاہپور کا حکم صادر ہو کر پہنچا کہ فی الحال مناظرہ نہ کیا جائے۔ اس حکم کے پہنچنے پر قادیانی جماعت کو از حد خوشی حاصل ہوئی اور مفتی صاحب کے ذمہ یہ اتہام لگایا کہ انہوں نے صاحب بہادر کے ساتھ کوشش کر کے مناظرہ رکوادیا ہے۔ اس پر اسلامی جماعت نے یہ تجویز پیش کی کہ ضلع شاہپور کی حد سے باہر مناظرہ کیا جائے۔ لیکن قادیانی جماعت نے اس سے بھی گریز کی۔ جب مفتی صاحب نے یہ حالت دیکھی تو مضطربانہ صورت میں سربسجود ہو کر دعاء کی کہ اے خدایا، اجلاس مناظرہ منعقد فرما کر اہل اسلام کے ایمان وعقائد حقہ مستحکم کر اور مجھے اس جھوٹے اتہام سے بری فرما۔ اس مجیب الدعوات

ومسبب الاسباب نے ایسا اتفاق کیا کہ بتاریخ ۱۷/ اکتوبر ۱۹۲۴ء میاں شاہ محمد صاحب ساکن واڑہ عالم شاہ صبح کی گاڑی پر میانی پہنچ گئے۔ ان کی خدمت میں یہ بات بیان کی گئی کہ قادیانی جماعت مناظرہ سے گریز کر رہی ہے اور آپ بڑے لائق ہیں۔ ان کے ساتھ مناظرہ کرانے کے لئے کوشش کریں۔ چنانچہ میاں صاحب ممدوح قادیانی جماعت کے پاس گئے اور واپس آ کر کہنے لگے کہ وہ مناظرہ پر تیار ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ کس وجہ سے تیار ہو گئے ہیں۔ بعد اختتام مناظرہ، میاں صاحب ممدوح نے مفتی صاحب کے آگے موضع دریالہ جالپ کو جاتے ہوئے بیان کیا کہ میں نے قادیانی جماعت کو یہ جا کر کہا تھا کہ میرا بھی مرزائیت کی طرف میلان ہے اور مفتی صاحب گھبراہٹ میں ہیں وہ میدان مناظرہ میں کبھی نہ آئیں گے۔ آپ تیار ہو جایئے۔ آپ کی بلا محنت فتح ہے۔ اس پر قادیانی جماعت تیار ہو گئی اور بتاریخ ۱۸/ اکتوبر ۱۹۲۴ء صبح کی گاڑی پر سوار ہو کر ہر دو فریق ہریا تحصیل پھالیہ ضلع گجرات پہنچے اور وہاں دو دن یعنی بتاریخ ۱۸، ۱۹/ اکتوبر ۱۹۲۴ء مناظرہ ہوا اور ہم چوہدری غلام حیدر خان صاحب نمبردار ہریا کا خصوصاً اور دیگر باشندگان ہریا کا عموماً نہایت شکریہ ادا کرتے ہیں کہ ان کی سعی بلیغ کی وجہ سے ہر دو دن کا مناظرہ نہایت باامن وسکوت سامعین ہوا۔ علاوہ ازیں چوہدری غلام حیدر خان صاحب و دیگر باشندگان ہریا نے باوجودیکہ وہ اہل اسلام میں سے تھے۔ دو دن ہر دو فریق یعنی اسلامی جماعت و قادیانی جماعت کو نہایت باعزت کھانا دیا اور چارپائی وغیرہ کا بہت عمدہ انتظام کیا۔ حالانکہ ہر دو دن مجمع کثیر التعداد تھا۔

المناظرین

اسلامی جماعت کی طرف سے مناظر حضرت مفتی غلام مرتضٰی صاحب ساکن میانی اور قادیانی جماعت کی طرف سے مناظر مولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل قادیانی تھے۔

صدر جلسہ

ہر دو دن یعنی ۱۸، ۱۹/ اکتوبر ۱۹۲۴ء اسلامی جماعت کی طرف سے مجلس مناظرہ کے پریزیڈنٹ جامع الفنون العقلیہ والنقلیہ فہامۂ دہر وعلامۂ عصر حضرت مولانا مولوی غلام محمد صاحب ساکن گھوٹہ ضلع ملتان تھے اور قادیانی جماعت کی طرف سے ۱۸/ اکتوبر ۱۹۲۴ء کے پریزیڈنٹ کرمداد صاحب دوالمیال تھے اور ۱۹/ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو حاکم علی صاحب تھے۔ معلوم نہیں کہ دوسرے دن کرمداد صاحب کو عہدۂ پریزیڈنٹی سے کیوں معزول کیا گیا۔

۱۸؍اکتوبر۱۹۲۴ء پرچہ نمبراوّل

دلائل حیات مسیح از مفتی غلام مرتضیٰ صاحب

اسلامی مناظر

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم!

’’سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم‘‘

حیات مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پہلی دلیل

’’قوله تعالىٰ وقولهم ۱ انا قتلنا المسيح عيسىٰ ابن مريم رسول

---

۱ حیات مسیح ابن مریم علیہ السلام کے اثبات کے لئے اسلامی جماعت کے پاس دلائل بکثرت ہیں۔ مثلاً:۱…… ’’وانه لعلم للساعة (زخرف:٦١) ‘‘۲…… ’’وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته (نساء:١٠٩) ‘‘۳…… ’’ويكلم الناس فى المهد وكهلا (آل عمران:٤٦) ‘‘۴…… ’’واذ كففت بنى اسرائيل عنك (مائدة:١١٠) ‘‘۵…… ’’وما قتلوه وما صلبوه (نساء:١٥٧) ‘‘ ٦…… ’’بل رفعه الله اليه ‘‘۷…… ’’انى متوفيك ورافعك الىّ (آل عمران:٥٥) ‘‘۸…… ’’ومن المقربين ‘‘۹…… ’’وان مثل عيسىٰ عند الله كمثل آدم (آل عمران:٥٩) ‘‘۱۰…… ’’ونجعلك للناس ‘‘۱۱…… ’’وجعلنى مباركا اين ما كنت (مريم:٣١) ‘‘۱۲…… ’’ليظهره علىٰ الدين كله (فتح:٢٨) ‘‘اور یہ قرآنی دلائل ایسے ہیں جن میں سوائے لیظہرہ علی الدین کلہ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر ذکر ہے اور حدیثی دلائل تو کثیر التعداد ہیں۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنا دعویٰ حیات مسیح ابن مریم کے ثابت کرنے کے لئے قرآنی دو دلیلوں پر اکتفا کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی مناظر کو ہر ایک دلیل کے متعلق پورا اطمینان اور یقین تھا کہ اس دلیل میں حیات مسیح ابن مریم کے اثبات میں تقریب تام ہے اور تقریر کے لئے وقت معین تھا۔ ان وجوہات کے لحاظ سے مفتی صاحب اسلامی مناظر نے قرآنی دو دلیلوں کو انتخاب کر کے ان کی طرز استدلال کو شرط نمبر۱، وشرط نمبر۲ کے تحت میں رہ کر اس قدر تحریر کیا جو وقت معین میں بذریعہ تقریر بیان ہو سکے اور ایسا ہی ہوا کہ قادیانی مناظر کوئی جواب صحیح نہ دے سکا۔ مولوی شیخ امام الدین صاحب ساکن ہریانے بعد اختتام مناظرہ بطرز اظہار رائے فرمایا۔

حیات مسیح دی ثابت کیتی واہ حدیث قرآنوں ‎ ‎ نازل ہوسی وچہ زمانے آخر سچ پچھانوں
جسدم عالم قادیانوالا کرداسی تقریراں ‎ ‎ سننے والیاں تائیں ہرگز ہون نہیں تاثیراں
نال تحمل اتے تأمل مفتی صاحب بولن ‎ ‎ خوش الحانی اتے مومن جندجاناں سب گھولن
علم بیانوں مفتی صاحب خوب بیان سنایا ‎ ‎ علم کلام معانی اندر ابلق تیز چلایا
مسئلہ نحو محقق کیتا متن متین دکھایا ‎ ‎ جتھے قدم مبارک رکھیا کسے نہ پیر اٹھایا

الله وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفی شك منه ما لهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزاً حكيما (نسا:۱۵۷،۱۵۸)'' ﴿یعنی یہود اس قول کی وجہ سے بھی ملعون ہوئے کہ ہم نے مسیح ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ انہوں نے اس کو نہ قتل کیا اور نہ ہی دار پر اس کو چڑھایا۔ لیکن ان کے لئے تشبیہ واقع کی گئی اور بے شک وہ لوگ جنہوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا۔ البتہ وہ اس سے شک میں ہیں۔ ان کو اس کا کوئی علم نہیں۔ سوائے اتباع ظن کے اور انہوں نے یقیناً اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اوپر اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ غالب کامل القدرۃ حکمت والا ہے۔﴾

اس آیت میں فقرہ ''بل رفعه الله اليه ''اس بات پر زبردست اور محکم دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ کیونکہ لغت عرب میں رفع کے حقیقی معنی اوپر کی طرف اٹھانا ہے۔ رفع برداشتن'' وهو خلاف الوضع (صراح ج۲ ص۱۶) رفعه كمنعه ضد وضعه (قاموس ص۵۱۲) رفعه رفعاً بالفتح برداشت آنرا خلاف وضعه (منتهى الارب ص۱۷۶) ''اور آیت'' ورفع ابويه على العرش يوسف '' سے بھی یہی معنی ظاہر ہوتے ہیں۔ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو تخت کے اوپر چڑھایا۔ پس رفع اجسام میں حقیقی طور پر اوپر کی طرف حرکت دینی اور انتقال مکانی مراد ہوگی اور رفع معانی میں مناسب مقام، اور رفع الیٰ اللہ سے حقیقی طور پر رفع الیٰ اللہ مراد نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ لامکان ہے اور بلحاظ صفت علم وغیرہ اس کو تمام مکانوں اور تمام مکینوں کے ساتھ ایک ہی نسبت ہے۔ بلکہ رفع الیٰ اللہ سے مراد آسمان پر اٹھانا ہے۔ جو فرشتوں پاک ہستیوں کا مقر ہے۔ جن کی شان میں ''لا يعصون الله ما امرهم ويفعلون ما يؤمرون (التحريم:۶) ''شہادت خداوندی ہے۔ (یعنی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انہیں حکم دے اور جو کچھ انہیں حکم ملتا ہے کرتے ہیں) اور حدیث ''عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال الملائكة يتعاقبون ملائكة بالليل وملائكة بالنها ويجتمعون فی صلوٰة الفجر والعصر ثم يعرج اليه الذين باتوا فيكم فيسأ لهم وهوا علمهم كيف تركتم عبادی فقالوا تركنا هم يصلون واتيناهم يصلون (بخاری ج۱ ص۴۵۷، باب اذا قال احدكم آمين والملائكة فی السماء) ''اسی معنی کے مراد ہونے کو ثابت کرتی ہے۔ (یعنی حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے آگے پیچھے آتے ہیں۔

کچھ رات کو اور کچھ دن کو اور نماز صبح اور عصر میں دونوں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پھر چڑھ جاتے ہیں طرف اللہ کی وہ فرشتے جنہوں نے رات گذاری تمہارے میں۔ پھر اللہ سوال کرتا ہے۔ حالانکہ وہ اعلم ہے۔ کس حالت میں تم نے میرے بندوں کو چھوڑا تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا اور جب ہم ان کے پاس گئے تو وہ نماز پڑھتے تھے۔)

کیونکہ اس حدیث میں عروج الیٰ اللہ سے عروج السماء مراد ہے اور عروج الیٰ اللہ اور صعود الیٰ اللہ اور رفع الیٰ اللہ کی ایک ہی صورت ہے اور حدیث ''یرفع الیہ عمل اللیل قبل عمل النہار (صحیح مسلم ج ۱ ص۹۹، باب اثبات المؤمن فی الآخرۃ ربہم سبحانہ وتعالیٰ) ''یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف عمل رات کے اٹھائے جاتے ہیں۔ پہلے عمل دن کے۔ اسی معنی کے مراد ہونے کے لئے مؤید ہے بلکہ یہ حدیث آیت ''الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ'' کی تفسیر ہے۔ یعنی اللہ کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ کلمے پاک اور عمل نیک کو اللہ اٹھالیتا ہے اور مرزا قادیانی آیت ''بل رفعہ اللہ الیہ'' کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ رفع سے مراد روح کا عزت کے ساتھ اٹھائے جانا ہے۔ جیسا کہ وفات کے بعد بموجب نص قرآن اور حدیث صحیح کے ہر یک مؤمن کی روح عزت کے ساتھ خدائے تعالیٰ کی طرف اٹھائی جاتی ہے۔''

(ازالہ اوہام ص۴۷۸، خزائن ج۳ ص۲۹۹)

اور نیز مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ: ''جیسا کہ مقربین کے لئے ہوتی ہے کہ بعد موت ان کی روحیں علیین تک پہنچائی جاتی ہیں۔'' (ازالہ اوہام ص۶۰۰، خزائن ج۳ ص۴۲۴)

اور نیز لکھتے ہیں ''بلکہ صریح اور بدیہی طور پر سیاق وسباق قرآن شریف سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے فوت ہونے کے بعد ان کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی۔''

(ازالہ اوہام ص۲۰۴، خزائن ج۳ ص۲۳۳)

ان عبارات منقولہ سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک بھی رفع الیٰ اللہ سے مراد آسمان کے اوپر اٹھائے جانا ہے۔ کیونکہ آپ جب ارواح کے اٹھائے جانے کے قائل ہیں اور ارواح کا اٹھایا جانا آسمان کی طرف ہوتا ہے۔ جیسا کہ آپ بھی اسے علیین اور آسمان کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں تو آیت ''بل رفعہ اللہ الیہ'' میں آسمان کی طرف حقیقی طور پر اٹھائے جانا آپ کے نزدیک مسلم ٹھہرا۔ پس تنازع واختلاف اس بات میں ہے کہ: ''فقرہ بل رفعہ اللہ الیہ'' میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ بجسدہ العنصری مرفوع ہونے کا بیان ہے یا بعد

موت ان کے روح کے مرفوع ہونے کا ذکر ہے۔اب ہم چند وجوہ سے رفع روحانی فقط کا ابطال کرتے ہیں اوررفع جسمانی وروحانی معاً کا اثبات کرتے ہیں۔

پہلی وجہ ۱؎

یہ کہ:''انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم ''میں قتلنا کا مفعول بہ یعنی جس پر بزعم یہود قتل کا وقوع ہوا ہے۔وہ المسیح ہے اور یہ امرنہایت روشن ہے کہ قتل کے قابل نہ فقط جسم ہے اور نہ ہی فقط روح۔ بلکہ جسم مع الروح یعنی زندہ انسان۔پس ثابت ہوا کہ یہود کا یہ زعم ہے کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا ہے جو قبل از قتل زندہ تھا۔یعنی اس کے جسم اورروح کے درمیان بذریعہ قتل تفریق کردی ہےاور چونکہ''وما قتلوہ وما صلبوہ ''اور''وما قتلوہ یقیناً ''یہود کے مزعوم باطل کی تردید ہے۔اس لئے نفی قتل اور نفی صلیب اسی بعینہ مسیح سے ہوگی جوعبارت جسم مع الروح سے ہے۔یعنی زندہ مسیح اور ہرسہ ضمیریں منصوب متصل جو''وما قتلوہ وما صلبوہ ''اور''وما قتلوہ یقیناً ''میں ہیں۔ان کا مرجع وہی مسیح زندہ ہوگا اور یہ بات بالکل مہر نیمروز کی طرح روشن ہے کہ ضمیر منصوب متصل جو''بل رفعه الله الیه ''میں ہے۔اس کا مرجع بھی وہی بعینہ مسیح زندہ ہے جو ہرسہ ضمائر منصوب متصل سابقہ کا ہے۔پس ثابت بالدلیل ہوا کہ حضرت مسیح بن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔نہ فقط روح۔

۱؎ شرائط مجوزہ مسلمہ فریقین میں سے دوشرطیں یعنی شرط نمبر۱،شرط نمبر۲ قابل غور ہیں۔ بلکہ یہی دوشرطیں فتح اورشکست اور ہار جیت کا معیار ہیں۔

شرط نمبر۱: ہرایک مناظر دوسرے مناظر کے مقابلہ میں قرآن کریم اور حدیث صحیح کو پیش کرے گا۔علاوہ ازیں اسلامی مناظر قادیانی مناظر کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کے اقوال بھی پیش کر سکے گا۔بشرطیکہ وہ دعویٰ نبوعت کے بعد کے ہوں۔

شرط نمبر۲: قرآن اور حدیث صحیح کی تفسیر امور مفصلہ ذیل سے کی جائے گی۔قرآن حدیث صحیح،اقوال صحابہ بشرطیکہ قرآن اور حدیث صحیح کے مخالف نہ ہوں۔لغت عرب،صرف،نحو، معانی،بیان،بدیع اگر حدیث قرآن کے مخالف ہوگی تو وہ صحیح نہیں سمجھی جائے گی اور یہ دوشرطیں وہ ہیں جن کو قرآن اور حدیث کا عربی ہونا نیز لازمی طور پر تجویز کرتے ہیں۔ان دوشرطیں مذکورین کے تحت میں رہ کر قادیانی مناظر اس پہلی وجہ کا کوئی جواب نہیں دے گا جو عنقریب مفصل ہوگا۔

دوسری وجہ[1]

یہ کہ: ’’وما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه ‘‘میں بقرینہ قصر قلب ونفی کلمہ ’’بل ابطاليه ‘‘ ہے جو بعد نفی کے واقع ہے اور ’’بل ابطاليه ‘‘میں جو بعد نفی کے واقع ہو ضروری ہے کہ صفت مبطلہ اور صفت مثبتہ کے درمیان عندیت ہو۔ دیکھو ’’ام يقولون به جنة بل جاء هم بالحق (مؤمنون:۷۰) ‘‘میں یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ ایک چیز کا جنون ہونا اور ایتان بالحق ہونا متعذر ہے اور یہاں معنوی نفی ہے اور دیکھو ’’ويقولون ائنا لتاركوا الهتنا لشاعر مجنون بل جاء بالحق (صافات:۳۷) ‘‘میں بھی یہ امر بالکل روشن ہے کہ ایک چیز کا شعر وجنون ہونا اور ایتان بالحق ہونا ناممکن ہے اور دیگر نظائر قرآنی بھی بہت ہیں۔ پس اگر ’’بل رفعه الله اليه ‘‘ سے رفع روحانی اور اعزاز مراد لی جاوے تو صفت مبطلہ یعنی قتل المسیح اور صفت مثبتہ یعنی رفع المسیح کے درمیان ضدیت متصور نہ ہوگی۔ کیونکہ قتل اور رفع روحانی واعزاز کا جمع ہونا ممکن ہے۔ جب مقتول مقربین سے ہو اور اگر یہ مراد لی جاوے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسدہ العنصری مرفوع ہوئے تو ضدیت متصور ہوگی۔ کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول ہیں تو پھر زندہ بجسدہ العنصری مرفوع نہیں ہوسکتے اور اگر زندہ بجسدہ العنصری مرفوع ہوئے تو پھر مقتول نہیں اور نیز ’’وقولهم انا قتلنا المسيح ‘‘ سے ظاہر ہے کہ یہود کا اعتقاد جو مخاطب ہیں متکلم کے یعنی خدائے کریم کے برعکس ہے۔ اس لئے ’’وما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه ‘‘میں قصر قلب ہے اور قصر قلب میں بروئے تحقیق بل معانی گو یہ لازمی نہیں کہ دونوں وصفوں کے درمیان تنافی وضدیت ہو۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ احد الوصفین دوسری وصف کا ملزوم نہ ہوتا کہ مخاطب کا اعتقاد برعکس متکلم متصور ہو اور یہ امر بدیہی ہے کہ رفع روحانی واعزاز اس قتل کو لازم ہے۔ جس میں مقتول مقربین سے ہو۔ پس ثابت بالدلیل ہوا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم زندہ بجسدہ العنصری زمانہ گذشتہ میں آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ نہ فقط روح۔

خلاصہ

یہ ہے کہ اس آیت میں فقرہ ’’بل رفعه الله اليه ‘‘حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ

---

[1] اس دوسری وجہ کا بھی قادیانی مناظر کوئی جواب نہیں دے گا اور انشاء اللہ تعالیٰ مرزائی جماعت میں سے کوئی فرد بھی ان دو شرطیں مذکورین کے تحت میں رہ کر تا قیامت اس کا جواب نہ دے سکے گا۔

بجسدہ العنصری مرفوع الی السماء ہونے پر زبردست ۱؎ اور محکم دلیل ہے۔ کیونکہ اس فقرہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر نام اور ذکر ہے اور صیغہ ماضی کا ہے اور جملہ خبریہ تنجیز یہ ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ میرے مناظر صاحب بھی وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اثبات کے لئے قرآن کریم کا ایسا ہی فقرہ پیش کریں گے جو ان تمام صفات مذکورہ کا جامع ہو۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آسمان پر اس جسم خاکی کا جانا محال ہے تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے خود تعلیم فرمایا ہے۔ ''وکان اللّٰہ عزیزاً ''یعنی اللہ تعالیٰ کامل قدرت والا ہے۔ گو حضرت عیسیٰ کی نسبت سے تو صعود الی السماء کے ناممکن ہونے کا خیال گذرتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے لحاظ سے وہ بالکل ممکن ہے۔ اسی لئے ''بل رفعہ اللّٰہ الیہ ''میں رفع کا فاعل خود اللہ تعالیٰ ہے اور اسی وجہ سے اسم اللہ کا لایا گیا ہے۔ جس کے معنی ذات مستجمع صفات کاملہ ہیں۔

اگر اعتراض کیا جائے کہ جب دیگر رسولوں کو زمین میں محفوظ رکھا گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر لے جاکر محفوظ رکھنے میں کیا حکمت ہے؟ تو اس کا جواب بھی خود اللہ تعالیٰ نے حکیماً کے ساتھ دیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر زمینی اسباب منعقد نہیں ہوئے۔ بلکہ آپ کی پیدائش نفخ روح القدس سے عالم الامر میں کلمۂ کن سے ہے۔ جیسا کہ ''ولم یمسسنی بشر ولم اک بغیاً (مریم:۲۰) ''سے ظاہر ہے۔ پس آپ کو کمال تشبیہ بالملائکہ حاصل ہے۔ لہٰذا بلحاظ فطرت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حکمت ایزدی کا یہی اقتضاء ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر لے جاکر محفوظ رکھا جائے۔

حاصل یہ کہ اس آیت میں فقرہ ''بل رفعہ اللّٰہ الیہ ''سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے جانے کے سوائے اور کوئی معنی مراد نہیں لیا جاسکتا۔ تو اگر لفظ ''رفع ''کسی اور جگہ کسی دیگر معنی میں مستعمل ہو تو مضر نہیں۔ کیونکہ عربی لفظوں کے لئے عام طور

۱؎ یہ آیت واقعی حسب اعتقاد اسلامی مناظر حیات مسیح ابن مریم پر زبردست اور محکم دلیل ثابت ہوئی۔ کیونکہ قادیانی مناظر اس کا کوئی جواب نہیں دے سکا۔ باوجودیکہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اس موقعہ پر یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ انشاء اللہ قیامت تک میرا مقابل مناظر اس کا جواب نہ دے سکے گا اور باوجود استدعا اسلامی مناظر کے قادیانی مناظر وفات مسیح ابن مریم پر قرآن کریم کا کوئی ایسا فقرہ نہیں پیش کرسکا۔ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر نام وذکر ہو اور صیغہ ماضی کا ہو اور جملہ خبریہ تنجیز یہ ہو۔

پر مستعمل فیہ معانی کثیرہ ہوا کرتے ہیں۔ دیکھو کہ قرآن کریم میں عموماً لفظ مصباح سے مراد کوکب یعنی ستارہ ہے۔ لیکن لفظ مصباح جو سورۂ نور میں ہے۔ اس سے مراد چراغ ہے اور دیکھو صلوٰۃ سے مراد عموماً عبادت یا رحمت ہے۔ مگر ’’بیع وصلوٰات ‘‘ سے مراد مقامات ہیں۔ وقس علیٰ ھذا!

اب میں ایک اور قاعدہ مسلمہ اسلامیہ سے اس مسئلہ حیات کو حل کرتا ہوں۔ جو قرآن کریم نے صاف لفظوں میں بیان فرمایا: ’’انزلنا ۱؎ الیك الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ‘‘ ﴿یعنی ہم نے قرآن کریم تجھ پر اس لئے اتارا ہے کہ تو (اے نبی) اس کا مطلب واضح کر کے لوگوں کو سمجھا دے۔﴾

اس آیت سے ایک عام قانون ملتا ہے کہ قرآن کریم کے کسی مجمل مسئلہ میں اختلاف ہو تو اس کی تشریح وتوضیح حدیث سے ہونی چاہئے۔ اس لئے میں ایک حدیث بھی سناتا ہوں جس سے آفتاب نیمروز کی طرح مسئلہ حیات ووفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فیصلہ ہو جائے گا اور اس حدیث کو مرزا قادیانی بھی تسلیم کرتے ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ ’’ینزل عیسیٰ ابن مریم الیٰ الارض فیتزوج ویولد له ویمکث خمسا واربعین سنة ثم یموت فید فن معی فی قبری فاقوم انا وعیسیٰ ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر (مشکوٰۃ ص۴۸۰، باب نزول عیسیٰ علیه السلام) ‘‘یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں گے۔ پھر نکاح کریں گے۔ ان کی اولاد ہوگی اور وہ پینتالیس (۴۵) سال زندہ رہیں گے۔ پھر فوت ہوں گے اور میرے مقبرے میں میرے پاس دفن ہوں گے۔ پھر قیامت کے روز میں اور عیسیٰ ابن مریم ایک مقبرے سے اٹھیں گے۔ اس طرح کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان ہوں گے۔ نزول فرود آمدن (صراح ج۲ ص۲۴۲) ’’نزلھم وبھم وعلیھم نزولاً ومنزلا کمجلس ومقعد ‘‘فرود آمد نزد ایشاں (منتہی الارب ج۴ ص۲۸۶) اور اس حدیث میں نزول سے یہی معنی مراد ہیں۔ ہاں جس جگہ نزول سے یہ معنی مراد لینے سے کوئی قرنیہ روکتا ہو تو وہاں حسب قرنیہ معنی مراد ہوں گے اور یہ مضر نہیں جیسا کہ گذر چکا ہے۔

اگر کہا جائے کہ جو الفاظ حضرت مسیح علیہ السلام کی بابت آئے ان سے ان کی حقیت مراد نہیں۔ بلکہ مجاز واستعارہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ فن بلاغت وبیان کا قانون ہے کہ مجاز وہاں لی جاتی ہے۔ جہاں حقیقت متعذر ہو۔ (ملاحظہ ہو مطول بحث حقیقت ومجاز ص۳۲۸) اب ہم

۱؎ اسلامی مناظر کا یہ بھی کمال ہے کہ حدیث کو براستہ قرآن کریم پیش کیا ہے۔

دکھاتے ہیں کہ ان الفاظ کی حقیقت کی بابت جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں آئے ہیں۔ مرزا قادیانی کیا فرماتے ہیں۔ کیا ان کی حقیقت کو محال جانتے ہیں یا ممکن۔

مرزا قادیانی فرماتے ہیں۔ ’’بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آ جائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آ سکیں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۲۰۰، خزائن ج۳ ص۱۹۷)

اس عبارت میں مرزا قادیانی کو تسلیم ہے کہ حقیقت مسیحیت محال نہیں بلکہ ممکن ہے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

گو مرزا قادیانی کے اقرار کے بعد کسی شہادت کی حاجت نہیں۔ تاہم ایک گواہ ایسا پیش کیا جاتا ہے۔ جس کی توثیق جناب مرزا قادیانی نے خود اعلیٰ درجہ کی کی ہوئی ہے۔ مرزا قادیانی فرماتے ہیں۔ ’’مولوی نورالدین صاحب بھیروی کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے۔ میں کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کرسکوں۔ میں نے ان کو طبعی طور پر اور نہایت انشراح صدر سے دینی خدمتوں میں جانثار پایا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۷۷۷، خزائن ج۳ ص۵۲۰)

یہی مولوی نورالدین صاحب ہیں جو مرزا قادیانی کے انتقال کے بعد ان کے خلیفہ اوّل ہوئے۔ وہی مولوی نورالدین صاحب اصولی طور پر ہماری تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ’’ہر جگہ تاویلات وتمثیلات سے استعارات وکنایات سے اگر کام لیا جائے تو ہر ایک ملحد، منافق، بدعتی اپنی آراء ناقصہ اور خیالات باطلہ کے موافق الٰہی کلمات طیبات کو لاسکتا ہے۔ اس لئے ظاہر معانی کے علاوہ اور معانی لینے کے واسطے اسباب قویہ اور موجبات حقہ کا ہونا ضرور ہے۔‘‘

(ضمیمہ ازالہ اوہام ص۹، خزائن ج۳ ص۶۳۱)

پس ثابت (اس حدیث کا ہی قادیانی مناظر ان دو شرطیں مذکورین کے تحت میں رہ کر جواب نہ دے سکا۔) ہوا کہ ایسی حدیثوں میں مجازات اور استعارات مراد لینا جائز نہیں۔

اب میں ایک اور طریق سے بھی مختصراً عرض کرتا ہوں کہ حیات [1] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مسئلہ مذہب اسلام کے مناسب ہے اور وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مسئلہ مذہب اسلام کے نامناسب۔ کیونکہ عیسائیت کے اصول میں سے کفارہ ہے۔ یعنی ایک شخص (حضرت

---

[1] مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اس تقریر میں ثابت کردیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات مذہب اسلام کے مناسب ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات مذہب اسلام کے نامناسب ہے اور قادیانی مناظر اس کی تردید نہیں کرسکا۔

عیسیٰ علیہ السلام) جو بیگناہ تھا وہ چونکہ دشمنوں کے ہاتھ سے مصلوب ہو کر تمام دنیا کی لعنتیں اس نے اٹھالیں اور اس کے تین دن دوزخ میں رہنے سے اب وہ سارے لوگ جو اس بات پر ایمان لاتے ہیں ہمیشہ کے لئے دوزخ سے نجات پا گئے۔ جس کی مذہب اسلام نے یوں تردید کی ہے۔ ''لاتزروا زرة وزر اخری ''یعنی دوسرے کا بوجھ کوئی نہیں اٹھا سکتا۔ عقیدہ کفارہ کو جڑ سے کاٹنے کو فرمایا: ''بل رفعه الله اليه ''مسیح تو مرا نہیں اس کو خدا تعالیٰ نے اٹھا لیا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں تو کفارہ کہاں؟ نہ بانس ہوگا نہ بانسری بجے گی۔ اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے مقابلہ میں اگر کوئی حربہ اہل اسلام کے پاس ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ہے جس سے عقیدہ کفارہ کی بنیاد کھوکھلی نہیں۔ بلکہ جڑ سے اکھڑ جاتی ہے۔ پس جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں فتنہ صلیبی کو پاش پاش کرنے آیا ہوں۔ اس کا فرض اولین ہونا چاہئے تھا کہ وہ وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے انکار کرے۔ واللہ مجھے سخت حیرت ہوتی ہے۔ جب میں یہ سنتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات سے اس کی الوہیت کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ الوہیت کی تائید اس صورت میں ہوتی۔ جب ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہمیشہ کے لئے زندہ بذاتہ اعتقاد کرتے اور جب ہم قیامت سے پہلے ان کی وفات کے قائل ہیں تو پھر تائید الوہیت کیسی؟ اور نیز مجھے حیرانگی آتی ہے جب میں یہ سنتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے عیسائیوں کا خدا مرجاتا ہے اور عیسائی مذہب ہمیشہ کے لئے مغلوب ہو جاتا ہے۔ کیا عیسائیوں کا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا نہیں ہے؟ کیا عیسائیوں میں سے اس بات کے قائل نہیں کہ عیسیٰ نے چلاّ کر جان دی؟ پھر جو بات خود عیسائی مانتے ہیں اس سے ان کے مذہب کی موت اور مغلوبیت کیسی؟ یہ فقط ایک جی خوش کرنے والی بات ہے۔

دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

ہاں اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے انکار کر دیا جائے اور ان کو زندہ تسلیم کیا جاوے جیسا کہ قرآن کریم کا منشاء ہے تو عقیدۂ کفارہ کی بیخکنی ہو جاتی ہے۔

دوسری دلیل

''قوله تعالىٰ وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا (نساء:۱۵۹) '' ﴿اور نہیں ہوگا کوئی اہل کتاب میں سے۔ مگر ایمان لے آوے گا اس پر اس کی موت سے پہلے اور وہ قیامت کے دن ان پر شاہد ہوگا۔﴾

یہ آیت اس بات پر زبردست دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم آئندہ

زمانہ میں بعینہ نہ بمثیلہ نزول فرمائیں گے۔ کیونکہ ’’لیؤمنن ‘‘میں نون تاکید کا ہے اور تمام نحویوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ نون تاکید مضارع کو خالص استقبال کے لئے کر دیتا ہے اور تمام محاورات قرآنی اور حدیثی اسی کی شہادت دیتے ہیں اور نیز اس میں لام تاکید کا ہے اور جس وقت نون تاکیدی خبر پر داخل ہو تو ضروری ہے کہ اوّل جز میں کلمۂ تاکید ہو۔ مثلاً لام قسم’’ نون التاکید خفیفة وثقیلة تختص بمستقبل طلب اوخبر مصدر بتاکید (متن متین ص۲۹۹) ‘‘ بلکہ قرآن کریم میں الحمد سے والناس تک جتنے صیغے معہ لام القسم ونون التاکید آئے ہیں سب سے مراد استقبال ہی ہے۔ چونکہ ’’لیؤمنن ‘‘میں نون تاکید ثقیلہ اور لام قسم ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ یہ ’’لیؤمنن به قبل موته ‘‘جملہ خبریہ استقبالیہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم کے اترنے کے بعد اور موت سے پہلے ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس وقت جتنے اہل کتاب موجود ہوں گے وہ تمام ان پر ایمان لائیں گے اور یہ امر صاف طور پر روشن ہے کہ ضمیر بہ اور ضمیر موتہ دونوں کا مرجع وہی مسیح عیسیٰ ابن مریم ہیں۔ اوّلاً اس وجہ سے کہ سیاق کلام اسی کو چاہتا ہے اور ثانیاً اس وجہ سے کہ مولوی نورالدین صاحب نے جن کی توثیق مرزا قادیانی نے اعلیٰ درجہ کی کی ہوئی ہے۔ اس آیت کا اس طرح ترجمہ کرتے ہیں۔ ’’اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہوگا اوپر ان کے گواہ۔‘‘ (فصل الخطاب المقدمۃ اہل الکتاب ج۲ص۷۲حاشیہ)

اور ثالثاً اس حدیث کے بیان سے ’’عن ابی هريرة قال قال رسول اللهﷺ والذی نفسی بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكماً عدلاً فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض المال حتى لا يقبله احد حتى تكون السجدة الواحدة خيراً من الدنيا وما فيها ثم يقول ابوهريرة فاقرأوا ان شئتم وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته (مشكوٰة ص٤٧٩، باب نزول عيسىٰ عليه السلام) ‘‘یعنی ابوہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہﷺ نے قسم ہے اللہ پاک کی بہت جلد ابن مریم منصف حاکم ہو کر تم میں اتریں گے۔ پھر وہ عیسائیت کی صلیب کو (جسے وہ پوجتے ہیں اسے) توڑ دیں گے اور خنزیر (جو برخلاف شریعت عیسائی کھاتے ہیں اس) کو قتل کرائیں گے اور کافروں سے جو جزیہ لیا جاتا ہے۔ اسے موقوف کر دیں گے اور مال بکثرت لوگوں کو دیں گے۔ یہاں تک کہ کوئی اسے قبول نہ کرے گا۔ لوگ ایسے مستغنی اور عابد ہوں گے کہ ایک سجدہ ان کو ساری دنیا کے مال ومتاع سے اچھا معلوم ہوگا۔ (حدیث کے یہ الفاظ سن کر)

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں تم اس حدیث کی تصدیق قرآن کریم میں چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ ’’وان من اھل الکتاب ‘‘ دیکھو حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت بالتصریح پکار رہی ہے کہ وہ سب صحابہؓ کے درمیان آیت ’’وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته ‘‘میں موتہ کی ضمیر کا مرجع عیسیٰ بن مریم کو شخصی طور پر قرار دے کر آپ کا نزول ثابت کر رہے ہیں اور اس تصریح نزول کے موقعہ پر کوئی صحابیؓ نہ تو نفس مضمون یعنی نزول حضرت مسیح علیہ السلام سے انکار کرتا ہے اور نہ حضرت ابو ہریرہؓ کے ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کو قرار دینے کو غلط کہتا ہے اور نہ آپ کے استدلال کو ضعیف قرار دیتا ہے۔

شاید یہ وسوسہ پیدا ہو کہ جو الفاظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت آئے ان سے ان کی حقیقت مراد نہیں۔ بلکہ مجاز مراد ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فن بیان کا قانون ہے کہ مجاز وہاں لے جاتی ہے۔ جہاں حقیقت محال ہو۔ حالانکہ مرزا صاحب کو تسلیم ہے کہ حقیقت مسیحیت محال نہیں بلکہ ممکن ہے۔ فرماتے ہیں کہ: ’’بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آ جائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آ سکیں۔ کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا۔ درویشی اور غربت کے لباس میں آیا ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۲۰۱، خزائن ج۳ ص۱۹۸)

اس تمہید کے بعد واضح ہو کہ چونکہ اس آیت میں ’’لیؤمنن ‘‘مع لام قسم اور نون تاکید ثقیلہ کے ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ تمام اہل کتاب موجودہ وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے۔ چونکہ ابھی تک تمام اہل کتاب کا اتفاق علی الایمان نہیں ہوا۔ اس لئے ثابت (اس دلیل قرآنی اور دلیل حدیثی کا بھی قادیانی مناظر ان دونوں شرطیں مذکورین کے تحت میں رہ کر کوئی جواب نہ دے سکا۔) ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ ہیں۔

اور اس آیت کا ارتباط ماقبل سے یہ ہے کہ جب اثناء ذکر برائیوں، یہود کے اس بدی کا ذکر کیا۔ ’’وقولھم انا قتلنا المسیح ‘‘اور اس بدی سے دوامر مترشح ہوتے تھے۔ ایک یہ کہ یہود کا زعم باطل قتل مسیح کا ہے اور دوسرا یہود کا افتخار جیسا لفظ ’’رسول اللّٰہ ‘‘سے ظاہر ہے تو حسب اقتضاء بلاغت و مطابق حکمت خدائے کریم نے پہلے ان کے زعم باطل کی تردید ’’وماقتلوہ الیٰ بل رفعه اللّٰه الیه ‘‘سے کی اور پھر اس آیت سے ان کے افتخار کو توڑا کہ تم یہودی تو فخر کرتے ہو کہ ہم نے رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ آئندہ زمانہ میں تمہارے ہم ملت یہود یہودیت کو ترک کر کے اسی حضرت عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ اس کی موت سے پہلے ایمان

لائیں گے اور نیز ’’بل رفعه الله الیه ‘‘ سے سوال پیدا ہوتا تھا کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ بجسدہ العنصری مرفوع ہوئے تو اتریں گے بھی یا نہ، تو خداوند کریم نے فرمایا کہ موت سے پہلے تشریف لائیں گے اور دین اسلام کو عالمگیر غلبہ حاصل ہوگا۔ جیسا کہ آیت ’’ھوالذی ارسل رسوله بالھدی ودین الحق لیظھره علی الدین کله ‘‘ سے ظاہر ہے۔ یعنی ابھی تک ذکر بدیوں کا ہو رہا ہے۔ لیکن چونکہ اس بدی کا یہ مقتضا تھا کہ اس کے ساتھ ہی یہ مضمون بیان کیا جاوے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بلاغت وحکمت کو پورا کیا اور اس آیت میں استثناء بعد نفی کے ہے۔ جو مفید ایجاب ہے اور ایجاب میں اتنا ہی ضروری ہے کہ بوقت ثبوت محمول پہلے موضوع موجود ہو۔ بشرطیکہ محمول وجود اور تقرر اور ذاتی نہ ہو اور موتہ قرأت متواترہ ہے۔ جس کا قرأت شاذہ مقابلہ نہیں کر سکتی اور جناب مرزا قادیانی بھی ایک زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ’’اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔‘‘

(براہین احمدیہ ص۴۹۹، خزائن ج۱ ص۵۹۳)

میری مراد کوئی الزامی جواب دینا نہیں ہے۔ بلکہ یہ بتلانا ہے کہ جن دنوں مرزا قادیانی کو الہام اور مجددیت کا دعویٰ تھا ان دنوں ان کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ حالانکہ قرآن دانی میں ان دنوں بھی اس کمال کا دعویٰ تھا کہ تین سو دلائل قرآن کی حقانیت کے قرآن ہی سے دینے کے ثبوت میں براہین احمدیہ لکھی تھی۔ اگر مسئلہ حیات مسیح اس قسم کا غلط ہوتا کہ اس کی تردید قرآن مجید میں ہوتی تو ایسا قرآن دان اور قرآن کا حامی اس عقیدہ کو دل ودماغ میں رکھ کر میدان مناظرہ میں نہ آتا۔

نوٹ: چونکہ بوقت تحریر شرائط مناظرہ میرے فریق مخالف نے فرمایا تھا کہ مرزا قادیانی کے خلیفوں یعنی مولوی نورالدین صاحب وجناب میاں صاحب کے اقوال ہم پر حجت نہ ہوں گے۔ اس لئے میں نے مولوی نورالدین صاحب کے اقوال اس حیثیت سے پیش نہیں کئے کہ مولوی صاحب ممدوح مرزا قادیانی کے خلیفہ ہیں۔ بلکہ اس لحاظ سے پیش کئے ہیں کہ مولوی صاحب ممدوح کی جناب مرزا قادیانی نے دینی رنگ میں اعلیٰ درجہ کی توثیق کی ہے۔ مجھے حیرانگی آتی ہے کہ جب مرزا قادیانی نبی امتی ہیں اور بوجہ کمال اتباع محمدی وہ تمام کمالات محمدیہ کے مظہر ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ مطابق حدیث ’’فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین (مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنة ص۳۰) ‘‘مرزا قادیانی کے معتقدین

مرزا قادیانی کے خلیفوں کے اقوال کو اپنے اوپر حجت ہونے سے انکار کرتے ہیں۔

مختصر یہ کہ قرآن کریم کی آیات اور آنحضرت ﷺ کی احادیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو ثابت کرتی ہیں اور مرزا قادیانی کے کلمات اسی حیات کی تائید کرتے ہیں اور قرآن مجید جو سابقہ اہل کتاب کی اصلاح کے لئے آیا ہے وہ اصلاح بھی اسی میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو مانا جاوے۔ تاکہ اہل کتاب کا وہ غلط اور گمراہ کن عقیدہ جس کو کفارہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ دنیا سے رخصت ہو جاوے۔ وقت کی پابندی ہے۔ لہٰذا یہ کہہ کر ختم کرتا ہوں۔

کبھی فرصت میں سن لینا بڑی ہے داستاں میری

دستخط	دستخط
مفتی غلام مرتضیٰ (اسلامی مناظر)	غلام محمد بقلم خود از گھوٹہ متصل ملتان
	پریزیڈنٹ اسلامی جماعت

نوٹ: اگر یہ سوال ہو کہ کتاب ازالہ اوہام دعویٰ نبوت سے پہلے کی ہے اور شرط نمبرا کے مطابق اسلامی مناظر مرزا قادیانی کے وہ اقوال پیش کر سکتا ہے جو دعویٰ نبوت کے بعد کے ہوں تو اس کا یہ جواب ہے کہ تاریخ دعویٰ نبوت جو مرزا قادیانی اور ان کے مرید بیان کرتے ہیں۔ وہ بیان ہم پر حجت نہیں۔ کیونکہ ہم مرزا قادیانی کو مفتری اور ان کے مریدوں کو مفتری کے مرید اعتقاد کرتے ہیں۔ بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ اس کتاب ازالہ اوہام میں کوئی ایسا فقرہ ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ مرزا قادیانی اپنے آپ کو پیغمبر زعم کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں ذکر ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا۔ ”ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد“ مرزا قادیانی اسی کتاب (ازالہ اوہام ص۴۶۳، خزائن ج۳ ص۴۶۳) میں لکھتے ہیں۔ ”میں وہ احمد ہوں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میرے حق میں بشارت دی تھی۔ پس ثابت ہوا کہ کتاب ازالہ اوہام کے اقوال پیش کرنے شرط نمبرا کے خلاف نہیں بلکہ عین مطابق ہیں۔“

۱۸/اکتوبر ۱۹۲۴ء   پرچہ نمبر اوّل

دلائل وفات مسیح از مولوی جلال الدین قادیانی مناظر

بسم اللہ الرحمن الرحیم۰ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

ابن مریم مرگیا حق کی قسم   داخل جنت ہوا وہ محترم
مارتا ہے اس کو فرقاں سربسر   اس کے مرجانے کی دیتا ہے خبر

وہ نہیں باہر رہا اموات سے ہوگیا ثابت یہ تیس آیات[1] سے

[1] وفات مسیح پر جو قادیانی مناظر یعنی مولوی جلال الدین صاحب نے قرآن کریم کی آیات پیش کی ہیں۔ان میں سے کچھ تو ایسی ہیں کہ جن کے عموم سے کوئی حکم ثابت کیا جاتا ہے۔ ابن مریم کی شخصیت کا کوئی ذکر نہیں۔جیسے’’ویوم نحشرهم جميعاً ثم نقول للذين اشركو ‘‘اور’’وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل ‘‘اور’’والذين يدعون من دون الله ‘‘اور’’فيها تحيون وفيها تموتون ‘‘اور’’ولكم فى الارض مستقر ومتاع الىٰ حين ‘‘اور’’الم يجعل الارض كفاتا‘‘اور’’ومن نعمره ننكسه ‘‘اور’’ومنكم من يتوفى ومنكم من يرد الىٰ ارذل العمر ‘‘اوران تمام آیتوں کا پرچہ نمبر۵ میں اسلامی مناظر یعنی مفتی غلام مرتضیٰ صاحب نے اجمالی نہ اصولی طور پر بھی جواب دیا ہے۔جس کی توضیح یہ ہے کہ عام دلیل خاص منطوق دلیل کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔مثلاً آیت ’’والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلاثة قروء ‘‘یعنی مطلقہ عورتوں کی عدت تین حیضیں ہے۔یہ آیت اپنے عموم کے لحاظ سے حاملہ اور غیر حاملہ اور شوہر دیدہ اور شوہر نا دیدہ اور حائضہ اور غیر حائضہ سب کو شامل ہے اور اس سے ان سب کی عدت تین حیضیں ثابت ہوتی ہے اور’’يا ايها الذين آمنوا اذانكحتم المومنات ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فما لكم عليهن من عدة تعتدونها‘‘یعنی اے ایمان والو جب تم ایمان والی عورتوں کو نکاح کرو اور پھر قبل مس ان کو مطلقہ کردو تو ان عورتوں کے لئے کوئی عدت نہیں۔یہ آیت مطلقہ شوہر نا دیدہ کے لئے خاص منطوق دلیل ہے اور’’واللتى يئسن من المحيض من نسائكم ان ارتبتم فعدتهن ثلثة اشهروالّٰئی لم يحضن واولات الاحمال اجلهن ان يضعن احملهن ‘‘یعنی وہ عورتیں جن کی بوجہ صغر سنی کے حیض بند ہوچکی ہے اور وہ عورتیں جن کو ابھی حیض آئی ہے۔نہیں ان کی عدت تین مہینہ اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔یہ آیت غیر حائضہ اور حاملہ کے لئے خاص منطوق دلیل ہے۔دیکھو یہاں عام دلیل خاصہ منطوقہ دلیلوں کا مقابلہ نہیں کرسکی۔بلکہ اس عام دلیل کے حکم سے شوہر نا دیدہ اور غیر حائضہ اور حاملہ عورتیں ان دلائل خاصہ منطوقہ کی دلالت کی وجہ سے مستثنیٰ ہیں اور قرآن کریم میں ویسی مثالیں بہت ہیں۔ویسا ہی چونکہ آیت’’وما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه ‘‘اور آیت’’وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ‘‘حضرت عیسیٰ بن مریم کی حیات کے لئے خاص منطوق دلیل ہے۔اس لئے یہ عام دلائل پیش کردہ قادیانی مناظر اس کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔

حضرات! آپ کو معلوم ہے کہ میرے مدمقابل جناب مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اور باقی غیر احمدی علماء اور عوام کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح ناصری آسمان پر بجسدہ العنصری زندہ اٹھائے گئے اور اب تک بغیر خورد ونوش کے زندہ ہیں اور رہیں گے اور امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے وہی دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ مگر راقم اور باقی جماعت احمدیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح ناصری اسی طرح وفات پاچکے ہیں۔ جس طرح کہ باقی رسولوں نے وفات پائی اور آنے والا مسیح آچکا اور وہ جناب (افسوس کہ موضوع مناظرہ حیات ووفات ابن مریم ہے اور قادیانی مناظر نے مرزاقادیانی کے مسیح موعود ہونے کے مسئلہ کا بھی ذکر کردیا جو ایک علیحدہ بحث ہے۔) حضرت مرزاغلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ مسئلہ وفات مسیح پر بحث کرنے کا فائدہ۔ اس مسئلہ پر بحث کرنے کے دو فائدے ہیں۔ ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اس سے پتہ لگ جائے گا کہ آیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں یا وفات پاگئے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صدق وکذب ظاہر ہو جائے گا کہ آیا آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں یا جھوٹے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود تحفہ گولڑویہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ ''یاد[۱] رہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق وکذب آزمانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات حیات ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں اور اگر وہ درحقیقت قرآن کریم کی رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔ اب قرآن

---

[۱] اس مناظرہ سے یہ نہایت روشن ہے کہ اسلامی مناظر نے شرط نمبر۱ وشرط نمبر۲ کے تحت میں رہ کر اپنا دعویٰ حیات مسیح قرآن کریم سے ثابت کردیا ہے اور قادیانی مناظر شرط نمبر۱ وشرط نمبر۲ کے تحت میں آکر کوئی تردید نہیں کرسکا۔ پس حسب فیصلہ جناب مرزاقادیانی کے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہوئے۔ جزاہ اللّٰہ خیر الجزاء!

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

اور مرزاقادیانی کا تمام مسائل مختلف فیہا میں سے فقط مسئلہ حیات ووفات مسیح کو ہی اپنے صدق وکذب کا معیار قرار دینا اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ مرزاقادیانی کو یہ پورا اطمینان تھا کہ میرا فریق مخالف اس مسئلہ میں کبھی کامیاب نہ ہوگا۔ لیکن الاسلام یعلو ولا یعلیٰ۔ حق کے انوار نے ایسی روشنی کی کہ شمس کو مکسوف کر کے حیات مسیح کو ثابت کر دکھایا۔

درمیان میں ہے۔اس کو سوچو۔‘‘(تحفہ گولڑویہ ص۱۰۲، خزائن ج ص۲۶۴) علاوہ ازیں اگر غور کیا جائے تو ہمیں مسیح ناصری کی وفات ثابت کرنے کے لئے دلائل دینے کی بھی ضرورت نہیں۔ ہمارا صرف یہ کہہ دینا کہ وہ ایک انسان نبی تھے۔اس لئے بشرط زندگی ان کا ارزل عمر تک پہنچنا اور عمر طبعی کے دائرہ کے اندر فوت ہو جانا ضروری تھا۔لہٰذا وہ بھی باقی انسانوں اور دوسرے انبیاء کی طرح وفات پا گئے ہیں۔کافی ہے کسی اور دلیل دینے کی ضرورت نہیں۔البتہ وہ شخص جو اس بات کا مدعی ہے کہ مسیح ابن مریم انسان ہو کر اور تمام انسانوں کے خواص اپنے اندر رکھ کر اب تک خلاف نصوص قرآنیہ وحدیثیہ وبرخلاف قانون فطرت کے مرنے سے بچا ہوا ہے۔اس کے ذمہ ہے کہ وہ اس کی حیات کا ثبوت دے۔مثلاً ایک شخص جو تین چار سو سال سے مفقود الخبر ہے۔اس کی نسبت جب دو شخص کسی قاضی کی عدالت میں اس طور پر بحث کریں کہ ایک اس کی نسبت یہ بیان کرتا ہے کہ وہ فوت ہو گیا ہے اور دوسرا یہ بیان کرتا ہے کہ وہ اب تک زندہ ہے تو ظاہر ہے کہ قاضی ثبوت اس سے طلب کرے گا جو خارق عادت زندگی کا قائل ہے اور ایسا اگر نہ ہو تو شرعی عدالتوں کا سلسلہ درہم برہم ہو جائے۔پس مذکورہ بالا بیان سے واضح ہے کہ اگر قرآن مجید میں وفات مسیح کی ایک دلیل بھی نہ پائی جاتی تو پھر بھی وفات مسیح ثابت تھی۔جب تک کہ اس کے خلاف کوئی دلیل قرآن مجید سے نہ پیش کی جاتی اور آپ کی وفات دیگر سوا لاکھ انبیاء کی وفات کی طرح تسلیم کرنی پڑتی۔مگر ہمارا قادر عالم الغیب خداتعالیٰ جانتا تھا کہ جب مسیح موعود آئے گا تو اس کے مخالفین اس بات پر زور دیں گے اور عیسائیوں کے معبود کی زندگی کو ثابت کرنے کی کوشش کریں گے اور اپنے اس قول سے عیسائیوں کی حمایت کریں گے اور فتنہ برپا کریں گے۔اس لئے خداتعالیٰ نے اپنی کتاب میں جس کو لوگوں کی ہدایت کے لئے اس نے اتارا مسیح ناصری کی وفات پر ایک دلیل نہیں بلکہ کئی دلائل[1] بیان فرمائے۔چنانچہ ان دلائل میں سے چند دلائل میں صاحبان کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

پہلی دلیل

خداتعالیٰ فرماتا ہے۔’’واذ قال اللّٰہ یا عیسیٰ ابن مریم الیٰ وکنت علیہم

---

[1] یہ پندرہ بلحاظ صورت دلائل ہیں اور درحقیقت مغالطات ہیں۔جیسا کہ روئیداد اور مناظرہ سے واضح ہے اور یہ آیت تمام اس طرح ہے۔’’واذ قال اللّٰہ یا عیسیٰ ابن مریم أنت قلت للناس اتخذونی وامی الہین من دون اللّٰہ قال سبحانك ما یکون لی ان اقول مالیس لی بحق ان کنت قلته فقد علمته تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسك انك انت علام الغیوب ما قلت لهم الا ما امرتنی به ان اعبدوا اللّٰہ ربی وربکم وکنت

علیھم شھیداً ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علیٰ کل شیءٍ شھید۰ ان تعذبھم فانھم عبادك وان تغفرلھم فانك انت العزیز الحکیم (مائدہ:۱۱۸) ’’یعنی اور جب اللہ تعالیٰ نے کہایا کہے گا اے عیسیٰ ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوا دو معبود بنالو۔ کہا تو پاک ہے۔ مجھے کہاں شایاں تھا کہ میں وہ کہوں۔ جس کا مجھے حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو تجھے ضرور اس کا علم ہوتا۔ تو جانتا ہے جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تو مخفی رکھتا ہے۔ کیونکہ تو غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ میں نے ان سے کچھ نہیں کہا۔ مگر وہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے اور میں ان پر گواہ تھا۔ جب تک میں ان میں تھا پھر جب تو نے مجھے توفی دی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔ اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔ اس دلیل کی اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس آیت کے الفاظ کے مفہوم کے لحاظ سے تردید کی ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ’’اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسك التی قضیٰ علیھا الموت ویرسل الاخری الیٰ اجل مسمی (الزمر:۴۲) ’’یعنی اللہ تعالیٰ جانوں کو قبض کرتا ہے۔ ان کی موت کے وقت اور جو مرے نہیں ان کی نیند میں پھر روک رکھتا ہے۔ جن پر موت کا حکم کیا ہوتا ہے اور دوسری جانوں کو ایک مقرر وقت تک بھیج دیتا ہے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ توفی کے معنی اور موضوع لہ مطلق قبض ہے نہ موت۔ ورنہ ’’الانفس‘‘ کے ذکر کی کیا ضرورت تھی اور نیز بلحاظ والتی لم تمت فی منامھا اجتماع ضدین لازم آئے گا جو باطل ہے اور جو مستلزم باطل ہو وہ خود باطل ہے۔ پس ثابت ہوا کہ لفظ توفی کے معنی اور موضوع لہ مطلق قبض ہے نہ موت۔ ہاں موت اور نیند توفی کے دو نوع ہیں اور آیت فلما توفیتنی پیش گوئی یا عیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ کے وقوع کا بیان ہے۔ اس لئے ہم پہلے آیت یا عیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ کی تفسیر کرتے ہیں اور پھر آیت فلما توفیتنی کی تشریح کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’اذ قال اللّٰہ یا عیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ ومطھرك من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیمة (آل عمران:۵۵) ’’یعنی جب اللہ تعالیٰ نے کہا اے عیسیٰ میں تجھے توفی کرانے والا اور اپنی طرف تیرا رفع کرنے والا اور تجھے ان سے پاک کرنے والا جو کافر ہیں اور جنہوں نے تیری پیروی کی۔ انہیں ان پر جنہوں نے انکار کیا فوقیت دینے والا ہوں قیامت کے دن تک۔ یہ آیت مانند آیت ’’وماقتلوہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ ‘‘اس بات پر زبردست اور

محکم دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ کیونکہ اس آیت میں لفظ عیسیٰ سے مراد نہ فقط جسم ہے اور نہ ہی فقط روح، بلکہ جسم مع الروح یعنی زندہ عیسیٰ۔ اس وجہ سے کہ متوفیک سے مراد منیمک ہوگی۔ یعنی تجھے سولانے والا ہوں یا ممیتک ہوگی یعنی میں تجھے موت دینے والا ہوں اور یہ امر صاف ظاہر ہے کہ نینداور موت زندہ انسان کو لاحق ہوتے ہیں نہ مردہ کو اور یہ امر بالکل روشن ہے کہ ہر چہار ضمیروں خطاب کا مخاطب وہی ایک عیسیٰ زندہ بعینہ ہے۔ کیونکہ ضمیر خطاب معرفہ ہے۔ بلکہ بعد ضمیر متکلم اعرف المعارف ہے اور بوجہ تقدیم عطف وتاخیر ربط اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ چاروں واقعات قیامت سے پہلے پہلے بعینہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ کے ساتھ ہو جائیں گے اور صیغہ اسم فاعل آئندہ زمانہ کے لئے بکثرت استعمال ہوتا ہے۔ دیکھو: ''وانا لجاعلون ما علیها صعیداً جرزاً (کهف:۸) ''یعنی اور ہم یقیناً اسے جو اس (زمین) پر ہے ہموار میدان سبزہ سے خالی بنانے والے ہیں اور مرزا قادیانی کو بھی اس آیت ''یاعیسیٰ انی متوفیك '' کا الہام ہوا تھا۔ حالانکہ اس الہام کے بعد بھی زندہ رہے۔ (براہین احمدیہ ص۵۲۰، خزائن ج۱ ص۶۲۰) اب اگر ہم متوفیک سے مراد ممیتک لیں تو مطلب صاف ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سوتے ہوئے اٹھالیا تاکہ آپ کو خوف لاحق نہ ہو اور اگر متوفیک کے معنی ممیتک کئے جائیں تو ہر چہار ضمیروں خطاب کا مخاطب ایک عیسیٰ زندہ بعینہ ہونے کے لحاظ سے تقدیم تاخیر کا قول کیا جائے گا جو قواعد مرتب کے خلاف نہیں۔ کیونکہ تمام نحویوں کا اس پر اتفاق ہے کہ واؤ عاطفہ میں ترتیب حکایت اور ترتیب محکی عنہ کا تطابق ضروری نہیں اور محاورات قرآنی بھی اس عدم وجوب ترتیب کی شہادت دیتے ہیں۔ دیکھو: ''واللّٰہ اخرجکم من بطون امهاتکم لا تعلمون شیئًا وجعل لکم السمع والابصار والافئدة (نحل:۷۸) '' یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا۔ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے اور تمہیں کان اور آنکھیں اور دل دیئے۔ اس آیت میں واؤ عاطفہ ہے اور مضمون اخراج من بطون الامہات ذکر میں مقدم ہے۔ لیکن اس کا وقوع پیچھے ہوا کرتا ہے اور مضمون جعل السمع والابصار والافئدۃ ذکر میں مؤخر ہے۔ لیکن اس کا تحقق پہلے ہوا کرتا ہے اور دیکھو: ''وادخلوا الباب سجدا وقولوا حطة (بقره:۵۸) وقولوا حطة وادخلوا الباب سجدا (اعراف:۱۶۱) '' سورہ بقرہ کی آیت میں مضمون امر بدخول الباب ذکر میں مقدم ہے اور مضمون امر بقول حطّۃ ذکر میں موخر ہے اور سورۂ اعراف میں ان ہر دو مضمونوں کا ذکر برعکس ہے اور ہر دو آیتوں میں واؤ عاطفہ ہے۔ اگر واؤ عاطفہ میں ترتیب حکایت اور ترتیب محکی عنہ کا تطابق ضروری تسلیم کیا جائے تو ان ہر دو آیتوں ے درمیان تعارض لازم آئے گا۔ اگر کہا

جائے کہ پھر متوفیک ذکر میں کیوں مقدم ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں دو فرقوں کو افراط وتفریط تھا۔ ایک نصاریٰ کہ ان کو الہ مانتے تھے۔ دوسرے یہود کہ ان کو غیر طاہر جانتے تھے اور نصاریٰ کی غلطی یہود کی غلطی سے بڑھی ہوئی تھی۔ کیونکہ غیر الہ کو الہ ماننا زیادہ بعید ہے۔ نبی کو غیر نبی جاننے سے اگرچہ کفر دونوں میں ہے۔ اس لئے متوفیک کو جب کہ بمعنی ممیتک ہو مقدم کیا کہ اس میں ابطال ہے عقیدہ نصاریٰ کا۔ کیونکہ موت منافی ہے الوہیت کے، پھر رد فرمایا عقیدۂ یہود کو، اس طرح سے کہ ان کے لئے رفع الیٰ السماء ثابت کیا جو مستلزم ہے طہارت جسمانی کو اور تطہیر مطلق ثابت کی جو مستلزم ہے طہارت روحانی کو۔ اس طرح دونوں فرقوں پر رد ہوگیا اور متوفیک کی تقدیم مناسب ہوئی۔ چونکہ آیت ''فلما توفیتنی ''پیش گوئی''انی متوفیك ورافعك الیّ '' کے وقوع کا بیان ہے۔ اس لئے توفیتنی یا بمعنی انمتنی ہوگا تو ہم کہتے ہیں کہ اس سوال وجواب میں زمانہ رقابت زیر تنقیح ہے۔ علم تثلیث زیر بحث نہیں۔ اس لئے علم ہونا یا نہ ہونا دونوں برابر ہیں۔ سوال یوں ہوگا کہ کیا آپ نے اے حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں اپنی زیر نگرانی کہہ کر تثلیث پھیلائی تھی تو آپ جواب دیں گے۔ کہ جب سوتے ہوئے تو نے میرا رفع جسمانی کیا تو میری رقابت اور ذمہ داری ختم ہوچکی اور اپنی ڈیوٹی پوری کر چکا۔ بعد کی حالت کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔ زمانہ تجدید اسلام میں بنی اسرائیل بلکہ کسی کے ذمہ دار نہیں ہوں گے۔ صرف تجدید وترقی اسلام آپ کا فرض ہوگا۔ اس لئے یہ زمانہ زیر بحث نہ ہوگا اور اگر توفیتنی بمعنی امتنی ہو تو یہ واقعہ قیامت کو ہوگا۔ جیسا کہ قادیانی مناظر نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ پس اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے وفات پا چکے ہوں گے۔ آج وفات کا ثبوت نہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی غلط گوئی کا الزام قرآن کریم کے الفاظ پر غور نہ کرنے سے پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ سوال علم سے نہ ہوگا۔ بلکہ صرف یہ سوال ہوگا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو۔ جیسا کہ:''أأنت قلت للناس اتخذونی وامی الھین من دون اللّٰہ (مائدہ:۱۱۶)'' سے ظاہر ہے۔ پس دراصل اسی سوال کا جواب دینا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذمہ ہوگا۔ اس سے زائد نہیں چنانچہ وہ بھی صرف اسی سوال کا جواب دیں گے کہ میں نے نہیں کہا تھا جیسا کہ:''قال سبحانك ما یکون لی ان اقول مالیس لی بحق ان کنت قلته فقد علمته تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسك انك انت علام الغیوب ماقلت لهم الاما امرتنی (مائدہ:۱۱۶)'' سے ظاہر ہے اور فقرات ان اقول اوران کنت قلته اور ما قلت قابل توجہ ہیں۔ رہی زائد بات۔ اس کا بتلانا نہ ان پر واجب نہ مفید۔ اس لئے خاموشی اختیار کر کے استظہار بالرحمۃ کی طرف توجہ فرمائیں گے۔ جس کی

شهیدا ما دمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم (مائدہ:۱۱۶،۱۱۷)‘‘
ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ مسیح سے سوال کرے گا کہ یہ جو لاکھوں کروڑوں انسان تجھے اور تیری والدہ کو پوجتے رہے اور معبود سمجھتے رہے کیا تو نے ان کو یہ تعلیم دی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا مدلل جواب دیتے ہوئے فرمائیں گے کہ اس شرک کا الزام تین ذاتوں پر لگ سکتا ہے۔ خدا پر کہ شاید اس نے یہ تعلیم دی ہو تو اس کی تردید تو لفظ ’’سبحانك‘‘ میں کردی کہ شرک کرنا تو ایک گناہ اور بدی ہے اور جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ مسیح کو جو خدا تسلیم کرتے ہیں تو منشاء الٰہی کے ماتحت یہ غلط ہے۔ کیونکہ اے خدا تو ہر ایک بدی سے پاک ہے۔ پس تیرا تمام نقائص اور بدیوں سے پاک ہونا اس خیال کی تردید کے لئے کافی ہے۔ اس کے بعد دوسرے درجہ پر حضرت مسیح تھے کہ شاید انہوں نے خود ہی شرک کی تعلیم دی ہو تو اس کے لئے فرماتے ہیں۔ ’’ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ‘‘ کہ میں یہ تعلیم دے ہی کیسے سکتا تھا۔ جب کہ میں نبی ہوں اور نبی تو وہی بات کہا کرتا ہے جس کا اسے حق ہوتا ہے اور یہ کلمہ کہنا کہ مجھے معبود مانو۔ کسی نبی کا حق نہیں۔ چنانچہ فرمایا: ’’ماکان لبشرٍ ان یوتیه اللّٰه الکتاب والحکم والنبوة ثم یقول للناس کونوا عبادًا لیٰ من دون اللّٰه ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون ولا یأ مرکم ان تتخذوا الملئکة والنبیین ارباباً ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون (آل عمران:۸۰)‘‘

کسی انسان کے لئے یہ بات شایاں نہیں کہ خدا اس کو کتاب اور حکم اور نبوت عطاء فرمائے اور وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ تم میرے بندے ہو۔ بلکہ وہ تو یہی کہے گا کہ خدا پرست ہو کر رہو۔ اس لئے کہ تم لوگ دوسروں کو کتاب الٰہی پڑھاتے رہتے ہو اور خود بھی پڑھتے رہے ہو اور وہ تم سے کبھی بھی نہیں کہے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو خدا مانو۔ بھلا ایسا ہو سکتا ہے جب تم اسلام لا چکے ہو۔ پھر وہ تمہیں کفر کرنے کو کہے اور اگر میں نے یہ بات کہی ہے تو تو اس کو جانتا ہے تو میرے دل کی بات بھی جانتا ہے۔ مگر میں نہیں جانتا۔ بے شک تو علام الغیوب ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ

بناء ’’ان رحمتی وسعت کل شئ ‘‘اور’’ان رحمتی سبقت غضبی ‘‘پر ہے اور کہیں گے۔
’’ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفرلهم فانك انت العزیز الحکیم (مائدہ:۱۱۸) ‘‘
یعنی ان نالائقوں کو اگر تو بخش دے تو کون تجھ کو روک سکتا ہے۔ سبحان اللہ اسلامی مناظر نے تو اس آیت کے مرکز سے جواب نکالا ہے۔ لیکن قادیانی مناظر نے اس دلیل کی طرز استدلال میں صرف اپنے خیالات سے کام لیا ہے۔

اچھا اگر صراحۃً آپ نے یہ تعلیم نہیں دی تو ہوسکتا ہے کہ کوئی ایسی تعلیم دی ہو۔ جس سے وہ سمجھتے ہوں کہ تو الوہیت کا مدعی ہے۔ اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔ ’’ماقلت لهم الا ما امرتنی به ‘‘ کہ میں نے تو ان کو وہی بات کہی جس کا تو نے حکم دیا۔ یعنی یہ کہ خدا تعالیٰ کی عبادت کرو۔ جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ اس پر یہ سوال ہوسکتا تھا کہ تم نے اگر ایسی بات بھی نہیں کہی جس سے غلط فہمی لگ سکے تو ہوسکتا ہے کہ وہ خود بخود اپنی مرضی سے تجھے پوجنے لگے ہوں اور تو نے انہیں روکا نہ ہو تو اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں۔ ’’وکنت علیهم شهیداً ما دمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم ‘‘ کہ ایسا بھی نہیں ہوا۔ کیونکہ میں جب تک ان میں رہا تو میں ان کے عقائد اور اعمال سے غافل نہیں رہا۔ بلکہ ہر وقت ان کی نگرانی اور محافظت کرتا رہا۔ میری موجودگی میں یہ عقیدہ ان میں نہیں آیا۔ اب سوال پیدا ہوتا تھا کہ پھر یہ عقیدہ ان میں کب آیا تو فرمایا: ’’فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم ‘‘ یعنی مجھے کچھ علم نہیں۔ اگر بگڑے ہوں گے تو میری وفات کے بعد بگڑے ہوں گے۔ کیونکہ میری وفات کے بعد تو ہی ان پر نگراں تھا۔ وفات کے بعد کا حال مجھے معلوم نہیں۔ پس فقرہ ’’وکنت علیهم شهیداً ما دمت فیهم فلما توفیتنی ‘‘ سے ہم دو طریق پر وفات مسیح پر استدلال کرتے ہیں۔ ایک تو اس طرح کہ مسیح علیہ السلام اقرار کرتے ہیں کہ نصاریٰ کا بگڑنا اور مجھے معبود بنانا اگر ہوا تو میری وفات کے بعد ہوا نہ کہ میری موجودگی میں اور آیت ’’لقد کفر الذین قالوا ان الله هو المسیح ابن مریم (مائدہ:۱۷) ‘‘ سے ثابت ہوتا ہے کہ نزول قرآن کے وقت نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا چکے تھے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ مسیح نے اس آیت میں اپنی دو حالتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک نصاریٰ میں موجودگی اور ان پر نگران اور محافظ ہونے کی، اور دوسری ان کے اندر عدم موجودگی اور ان پر نگراں نہ ہونے کی حالت اور ان دونوں کے درمیان حد فاصل توفی ہے اور تیسری کوئی حالت آپ پر نہیں گذری۔ پس یا تو مانو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نصاریٰ میں موجود ہیں یا وفات پاگئے ہیں۔ پہلی شق تو باطل ہے۔ کیونکہ آپ خود بھی مانتے ہیں کہ وہ اس وقت ان میں موجود نہیں ہیں۔ پس دوسری شق ثابت ہوئی اور وہ وفات کی حالت ہے۔ خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ مسیح نے اپنی تیسری حالت کوئی بیان نہیں کی۔ صرف دو ہی حالتیں بیان کی ہیں۔ ایک مادمت فیهم کی اور دوسری کنت انت الرقیب علیهم کی اور یہ دوسری حالت توفی کے بعد کی ہے۔ پس اگر وہ زندہ ہیں تو ان کی نصاریٰ میں موجودگی اور ان پر نگران و محافظ ہونا ضروری ہے۔

مگر ان کی نصاریٰ میں موجودگی اور ان پر نگرانی آپ کے نزدیک بھی باطل۔ پس جو مستلزم باطل ہو وہ بھی باطل اور دوسری حالت جو عدم موجودگی کی ہے وہ وفات کے بعد کی حالت ہے۔ پس مسیح علیہ السلام کی وفات ظاہر ہے۔ چنانچہ یہی آیت آنحضرت ﷺ نے اپنے متعلق فرمائی ہے۔ جیسا کہ بخاری میں آیا ہے کہ حشر کے دن چند صحابہ پکڑ کر لے جائے جائیں گے تو آپ فرمائیں گے کہ یہ تو میرے صحابہ ہیں تو جواب دیا جائے گا ''لا تدری ما احدثوا بعدك '' تجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کیا باتیں کیں تو آپ فرماتے ہیں کہ: ''فاقول [1] كما قال العبد الصالح وكنت عليهم شهيداً ما دمت فيهم فلما توفيتني كنت انت الرقيب عليهم ''یعنی میں بھی کہوں گا جس طرح مسیح نے کہا ہے کہ میں بھی ان پر نگران تھا۔ جب تک کہ میں ان میں تھا۔ مگر جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی ان کا نگران تھا۔ ''فيقال ان هؤلاء لم يزالوا مرتدين على اعقابهم منذفارقتهم (بخاری ج ۲ ص ۶۶۵، کتاب التفسیر) '' کہ تیری وفات کے بعد جب کہ تو ان سے جدا ہوا ان کی یہ حالت رہی کہ وہ مرتد بنے رہے۔ پس آنحضرت ﷺ نے بھی اپنی دو ہی حالتیں بیان فرمائی

---

[1] اس کا جواب اسلامی مناظر نے اس طرح دیا ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں ہر حیثیت میں اشتراک ہو۔ جس کی توضیح یہ ہے کہ: ''التشبيه ان يدل علىٰ مشاركة امرلآخر فى معنى (مطول ص۲۸۶) ''یعنی تشبیہ سے مراد بیان کرنا مشارکت ایک چیز کے ساتھ دوسری چیز کے کسی وصف میں۔ مثلاً زید کالاسد میں اتنا ضروری ہے کہ زید اور اسد کسی وصف میں مشارک ہوں۔ جیسی شجاعت اور یہ ضروری نہیں کہ زید شیر کی ہر ایک وصف میں مشارک ہو۔ ورنہ لازم آئے گا کہ تشبیہ زید کالاسد اس صورت میں صحیح ہو کہ زید سوائے ماہیت کے تمام عوارض شیر میں اس کا مشارک ہو۔ وہو کما تریٰ۔ پس ''فاقول كما قال العبد الصالح ''میں قول آنحضرت ﷺ مشبہ ہے اور قول عیسیٰ علیہا السلام مشبہ بہ ہے اور وجہ تشبیہ کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ مقول آنحضرت ﷺ اور مقول عیسیٰ علیہ السلام ایک الفاظ بعینہ ہوں اور یہاں تو ضرورت سے زیادہ ان الفاظ کے معنی میں بھی ایک نوع کی مشارکت ہے۔ کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول توفیتنی سے مراد امتنی لی جائے تو قبض روح کے معنی میں مشارکت ہوگی اور آنحضرت ﷺ کی عبارت میں قبض روح مع الامساک مراد ہوگی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبارت میں قبض روح مع الارسال مراد لی جائے گی اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول توفیتنی سے امتنی مراد ہو تو پھر ایک زیادہ نوعی مشارکت ہو جائے گی۔

ہیں۔ایک اپنی قوم میں موجودگی اور دوسری قوم سے عدم موجودگی۔تیسری حالت آپ پر بھی کوئی نہیں۔پہلی حالت میں تو صحابہ نہیں بگڑے۔جن کو حشر کے دن پکڑا گیا ہے۔اسی لئے آپ نے ان کے متعلق فرمایا کہ یہ تو میرے پیارے صحابہ ہیں۔ان کا بگڑنا چونکہ آپ کی عدم موجودگی میں وفات کے بعد ہوا تھا۔اس لئے آپ فرماتے ہیں کہ:’’فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم ‘‘کہ اے خدا جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی ان کا نگران تھا۔مجھے اس وقت کا علم نہیں۔اس آیت کے پڑھنے کے بعد جواب دیا گیا کہ وہ مرتد ہوگئے تھے۔پس آنحضرتﷺ نے اپنی دونوں حالتوں میں اپنی امت کے چند لوگوں کے مرتد ہونے کو مسیح علیہ السلام کی دونوں حالتوں اوران کی قوم کے مرتد ہونے کے مطابق بیان فرمایا ہے اور اپنے متعلق وہی الفاظ استعمال فرمائے ہیں جو مسیح نے اپنے متعلق کہے۔پس جس طرح کہ چند اصحاب کے بگڑنے سے پہلے آنحضرتﷺ کی وفات ہوئی ہے۔اسی طرح عیسائی قوم کے بگڑنے سے پہلے مسیح علیہ السلام کی وفات ہوچکی ہے اور جس طرح آنحضرتﷺ کی قوم میں عدم موجودگی آپ کے وفات پاجانے کی وجہ سے ہے۔فافہم!

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فلما توفیتنی سے مراد یہ نہیں کہ جب تو نے مجھے وفات دی۔بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تو نے مجھے آسمانوں پر اٹھالیا تو یہ مندرجہ بالا وجوہ سے باطل ہے۔

۱...... مندرجہ بالا حدیث اس کی تردید کرتی ہے۔کیونکہ آنحضرتﷺ نے اس کو اپنے حق میں استعمال فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ آنحضرتﷺ وفات پاچکے ہیں اور آپ نے فرمایا ہے کہ جس طرح مسیح اپنی قوم سے وفات پاکر جدا ہوئے ویسے ہی میں بھی وفات پاکر اپنی قوم سے جدا ہوا۔

۲...... حضرت مسیح موعود(مرزا قادیانی) نے تمام علماء وفضلاء کو بدیں الفاظ چیلنج دیا تھا کہ اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول اللہﷺ سے یا اشعار وقصائد نظم ونثر قدیم وجدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفی کا لفظ باب تفعل سے خداتعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو وہ بجز قبض روح اور وفات دینے کے کسی اور معنی مثلاً قبض جسم کر کے آسمان پر اٹھانے کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے تو میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کرا کے مبلغ ہزار روپیہ نقد دوں گا اور آئندہ اس کے کمالات حدیث دانی وقرآن دانی کا اقرار کرلوں گا۔اس چیلنج پر تیئس سال کا عرصہ گذر جانا اور اس لمبے عرصہ میں اس کا جواب کسی سے نہ ہوسکنا اور تمام

علماؤں کا عاجز آ جانا اس بات کا بدیہی ثبوت ہے کہ اس چیلنج کے مطالبہ کو کوئی شخص پورا نہ کر سکا۔ اگر مفتی صاحب کو اپنی قابلیت اور علمیت جتلانا مقصود ہے تو وہ لغت عرب نظم ونثر قصائد عرب ودیگر کتب عربی وقرآن مجید واحادیث سے ایک ایسی مثال تو پیش کریں کہ جس میں توفی [۱] باب تفعل کا کوئی مشتق استعمال ہوا ہو اور اس کا فاعل خدا تعالیٰ اور مفعول کوئی ذی روح چیز ہو اور پھر وہ قبض روح کے علاوہ آسمان پر اٹھانے کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہو۔ مگر کیا مفتی صاحب ایسی مثال پیش کریں گے۔ نہیں ہرگز نہیں۔

۳...... لغت عرب میں کوئی ایک بھی ایسی مثال موجود نہیں ہے کہ جس میں توفی کا لفظ باب تفعل سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل اور مفعول کوئی ذی روح چیز ہو اور پھر اس کے معنی قبض روح کے نہ ہوں۔ توفی اللہ زیداً جب بھی بولا جائے گا تو اس کے معنی یہی ہوں گے کہ خدا تعالیٰ نے زید کی روح قبض کر لی اور وہ مر گیا۔ ملاحظہ ہو۔(۱) توفی اللہ فلا ناقبض روحہ (اقرب الموارد) (۲) توفاہ اللہ اماتہ الوفات الموت (مصباح)(۳) توفاہ اللہ اے قبض روحہ (صحاح، قاموس)(۴) توفاہ اللہ اذا قبض نفسہ (لسان العرب)(۵) توفاہ اللہ عزوجل اذا قبض نفسہ (تاج العروس) (۶) توفاہ اللہ تعالیٰ ای قبض روحہ (منتھی الارب)

۴...... قرآن مجید میں یہ لفظ زیر بحث آیتوں کے علاوہ اسی طریق پر تیئیس جگہ

---

[۱] اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ لفظ توفی کا معنی موضوع لہ مطلق قبض ہے نہ موت۔ ورنہ ان قیود کی کیا ضرورت تھی کہ فاعل خدا ہو اور مفعول ذی روح ہو۔ بیشک موت اور نیند وغیرہ توفی کے انواع ہیں۔ جیسا کہ آیت ’’اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا‘‘ سے ظاہر ہے اور یہ زور دینا کہ توفی باب تفعل کا کوئی صیغہ ہو اور فاعل خدا ہو اور مفعول ذی روح ہو تو وہاں ضرور مراد معنی قبض روح ہوں گے۔ ایسا ہے۔ جیسا کہا جاوے کہ مصدر خلق کا کوئی صیغہ ہو اور فاعل خدا ہو اور مفعول آدم اور حوا نہ ہوں تو اس جگہ خلق سے ضرور مراد نطفہ سے پیدا کرنا ہوگی تو اس بناء پر یہ کہنا کب صحیح ہو سکتا ہے کہ خلق کے معنی نطفہ سے پیدا کرنا ہے۔ بلکہ خلق کا موضوع لہ مطلق پیدا کرنا ہے اور نیز جب توفی بمعنی موت تسلیم کرنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت نہیں ہوتی۔ جیسا کہ مفصل گذر چکا ہے تو پھر اس بات پر کیوں زور دیا جاتا ہے کہ توفی بمعنی موت ہے اور اس زور دکھلانے میں قادیانی مناظر کو کیا فائدہ ہے۔ بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی جماعت مسلمانوں کو مغالطہ میں ڈالنا چاہتی ہے۔

استعمال ہوا ہے اور اس کے معنی کسی جگہ بھی قبض جسم مع الروح کے نہیں ہیں۔ بلکہ قبض روح کے ہی ہیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں۔(۱) توفنا مع الابرار (آل عمران:۱۹۳) (۲) توفنا مسلمین (اعراف:۱۲۰) (۳) توفنی مسلما والحقنی بالصالحین (یوسف:۱۰۱) (۴) واما نرینك بعض الذی نعدهم اونتوفینك (یونس:٤٦) (۵) حدیث میں جہاں کہیں مذکورہ بالاتحریر پر توفی کا لفظ وارد ہوا ہے تو وہ بھی آسمان پر لے جانے کے معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔ اگر ہوا ہے تو مفتی صاحب کوئی مثال پیش کریں۔ نماز جنازہ میں جو دعاء پڑھی جاتی ہے اس سے تو مفتی صاحب ناواقف نہیں ہوں گے۔ کیونکہ اس میں بھی یہ لفظ قبض روح کے معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے۔ پس مذکورہ بالا آیت قطعی اور یقینی طور پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے ہیں۔

دوسری دلیل

خداتعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔''لقد کفرالذین قالوا ان اللّٰہ ھوالمسیح ابن مریم (مائدۃ:۱۷)''اور''لقد کفرالذین قالوا ان اللّٰہ ثالث ثلثة (مائدہ:۷۳)'' کہ وہ لوگ جو مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور تثلیث کے قائل ہیں کافر ہیں۔ ان دونوں آیات سے ظاہر ہے کہ مسیح ناصری کو معبود من دون اللہ مانا جاتا ہے۔ دوسری جگہ خداتعالیٰ فرماتا ہے۔ ''ویوم نحشرهم جمیعاً ثم نقول للذین اشرکوا مکانکم انتم وشرکاء کم فزیلنا بینهم وقال شرکائهم ما کنتم ایانا تعبدون فکفیٰ باللّٰہ شهیداً بیننا وبینکم ان[1] کنا عن عبادتکم لغافلین (یونس:۲۹)''اور جس دن ہم سب کو اکٹھا کریں گے پھر مشرکین کو یہ حکم دیں گے کہ تم اور جن کو تم نے خدا کا شریک بنایا تھا ذرا اپنی جگہ ٹھہرو

---

[1] یہ عجیب استدلال ہے۔ نہ اس دلیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر ذکر ہے اور نہ ہی کوئی ایسا لفظ ہے جس کا مفہوم موت ہو اور اس استدلال کی بناء استغراق پر ہے جو بالکل صحیح نہیں ہوسکتی۔ ورنہ لازم آئے گا کہ روح القدس جو تثلیث کا اقنوم ثالث ہے۔ وہ ان کے شرک سے بے خبر ہو۔''وهو کما تری ''اور نیز یہ عام دلیل ہے جو خاص منطوق دلیل کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ جیسا کہ:''انا خلقنا الانسان من نطفة ''عام دلیل خلقه من تراب خاص دلیل کا مقابلہ نہیں کرسکتی اور یہی وجہ ہے کہ مولوی نورالدین صاحب جن کی مرزا قادیانی نے توثیق کی ہے۔ لکھتے ہیں''لفظ جمع کا ہو تو اس سے مراد کلہم اجمعون نہیں ہوگا۔ جب تک کہ تصریح نہ ہو۔ بلکہ مراد بعض سے ہوتی ہے۔''(اخبار بدر ص۴، مورخہ ۲۲ رمئی ۱۹۱۳ء)

پھر ہم ان کے درمیان پھوٹ ڈال دیں گے اور ان کے شرکاء کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ پس اب ہمارے اور تمہارے درمیان بس خدا ہی شاہد ہے۔ ہم کو تمہاری پرستش کی مطلق خبر نہیں۔ ان دونوں آیتوں کے ملانے سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں۔ ورنہ اگر انہیں زندہ مانا جاوے اور پھر دوبارہ انہی کا نزول ہوا اور آ کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ انہیں خداتعالیٰ کے ساتھ شریک بنایا جاتا ہے اور ان کی عبادت کی جاتی ہے۔ پھر حشر کے دن خداتعالیٰ کے حضور کہیں کہ مجھے تو ان کی عبادت کرنے کی بالکل خبر نہیں۔ صریح جھوٹ ہے جو کسی نبی کی شان کے شایاں نہیں۔ خداتعالیٰ تو سچا ہے کہ وہ یہ جواب دیں گے اور مسیح ناصری کا یہ جواب بھی صحیح ہوگا۔ کیونکہ وہ وفات پا چکے ہیں۔ جیسا کہ دلیل اوّل میں ہم بتا چکے ہیں کہ مسیح ناصری نے ایسی بات سے لاعلمی ظاہر کی ہے کہ انہیں خدا کے سوا معبود بنایا گیا ہے اور بتایا ہے۔ اگر بنایا بھی ہو تو میری وفات کے بعد بنایا ہوگا۔ جس کا مجھے علم نہیں۔ پس مسیح تو اس بات میں سچے ہیں۔ لیکن وہ علماء اپنے دعویٰ میں سچے نہیں جو کہتے ہیں کہ مسیح زندہ ہیں اور باوجود عیسائی قوم کو دیکھتے ہوئے کہ وہ ان کو خدا بنا رہے ہیں قیامت کے دن خداتعالیٰ کے سامنے جھوٹ بولیں گے کہ مجھے تو ان کی عبادت کی بالکل خبر نہیں۔

تیسری دلیل

''وما[1] محمد الارسول قد خلت من قبله الرسل فان مات اوقتل انقلبتم علیٰ اعقابکم (آل عمران:۱۴۴) ''یعنی محمد ﷺ محض رسول ہیں۔ آپ سے پہلے جو بھی رسول تھے وہ گذر گئے۔ اگر آپ بھی مرجائیں یا قتل کئے جائیں تو تم کو اپنی ایڑیوں پر نہیں پھر جانا چاہئے اور اسلام کو نہیں چھوڑ دینا چاہئے۔

---

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس تیسری دلیل کا تفصیلی جواب بھی اس طرح دیا ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ: ''خلت بمعنی ماتت ''نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ یہ ہر دو فقرے قرآنی یعنی ''سنة اللّٰہ التی قد خلت ولن تجد لسنة اللّٰہ تبدیلا ''متعارض ہوں۔ بلکہ خلت خلو سے ہے۔ جس کے معنی نقل مکانی ہے۔ ''واذا خلوا الیٰ شیاطینهم ''یا زمانے کا گذرنا'' بما اسلفتم فی الایام الخالیة ''اور خلو ذی مکان اور ذی زمان کی صفت بالعرض ہوا کرتی ہے۔ پس بہر تقدیر آیت پر بحث کے معنی یہ ہوں گے کہ جگہ خالی کر گئے یا گذر چکے ہیں۔ پیشتر اس کے کئی رسول اور یہ معنی زندوں اور مردوں دونوں میں صادق آ سکتے ہیں۔ جس طرح ہم کہا کرتے ہیں کہ اس شہر میں ایسے کئی حاکم ہو گذرے ہیں۔ یہ فقرہ اس حاکم کو جو مر گیا ہو اور اس حاکم کو جو تبدیل ہو گیا ہو اور اس حاکم کو جو بعد اختتام میعاد ذکری گھر میں چلا گیا ہو شامل ہے۔

پس اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے جس قدر رسول تھے فوت ہوگئے ہیں۔ پس اس آیت سے مسیح علیہ السلام کی وفات بیّن طور پر ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ بھی رسول کریم ﷺ سے پہلے ایک رسول تھے اور لفظ خلت کیا بلحاظ لغت ''خلا فلان ای مات (لسان العرب، تاج العروس) '' اور کیا بلحاظ قرینہ فقرہ آیت ''آفان مات او قتل '' موت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ جس طرح آنحضرت ﷺ سے پہلے دوسرے رسول فوت ہوگئے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہوگئے ہیں۔

(شان نزول) یہ آیت [1] جنگ احد میں اس وقت نازل ہوئی جب کہ آپ کو قمۂ ممارثی نے پتھر مارا۔ جس سے آپ کے دو دانت شہید ہوگئے اور آپ کا خود آپ کے سر میں گھس گیا اور آپ بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑے تو کفار نے یہ مشہور کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ قتل ہوگئے ہیں۔ تب مسلمان گھبرائے اور بعض نے میدان جنگ سے بھاگ جانے کا ارادہ کیا تو اس وقت یہ آیت مؤمنوں کی تسلی کے لئے نازل ہوئی اور اس میں یہ بتلایا گیا کہ رسول کریم ﷺ کو تم نے خدا تعالیٰ پر قیاس کیا ہے کہ آپ کو مرنا نہیں چاہئے۔ حالانکہ آپ تو ایک رسول ہی ہیں۔ اس لئے آپ

---

[1] اسلامی مناظر نے اس کا جواب اس طرح دیا ہے کہ جنگ احد کے واقعہ میں سالبہ کلیہ کی تردید ہے جو مہملہ سے ہوسکتی ہے جو قوت موجبہ جزئیہ میں ہے اور اس کی تشریح یہ ہے کہ اگر ہم تسلیم کرلیں کہ خلت بمعنی ماتت ہے تو پھر ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ جنگ احد میں جب یہ غلط خبر اڑ گئی کہ آنحضرت ﷺ شہید ہوگئے اور بعض لوگوں نے نبوت اور موت میں منافات سمجھی جو سالبہ کلیہ کا مصداق ہے اور ارتداد کا راستہ کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے خیال باطل کی تردید کے لئے یہ آیت نازل فرمائی اور ظاہر کر دیا کہ نبوت اور موت میں منافات نہیں۔ پس الف لام الرسل میں استغراقی نہیں۔ بلکہ جنسی اور جنس لابشرط شئے کے مرتبہ میں ہوتی ہے۔ نہ بشرط لا کے مرتبہ میں اور قد خلت من قبلہ الرسل قضیہ موجبہ مہملہ ہے جو قوت موجبہ جزئیہ میں ہے اور سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے اور آیت ''ولقد اتینا موسیٰ الکتاب وقفینا من بعد بالرسل '' کو غور سے پڑھنا چاہئے کہ یہی لفظ الرسل بصیغہ جمع باالف ولام موجود ہے اور یہاں استغراق افراد قطعاً باطل ہے۔ کیونکہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب دی اور اس کے پیچھے اس کے آئین پر کئی رسول بھیجے۔ نہ یہ کہ سب رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھیجے گئے۔ کیونکہ یہ معلوم ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سب سے پہلے رسول نہیں ہیں۔ بلکہ کئی رسول آپ کے پہلے ہوئے اور کئی آپ کے بعد۔

کورسولوں پر قیاس کرنا چاہئے۔ پس جس طرح کہ پہلے رسولوں کا خلو ہو چکا ہے۔ اسی طرح ان کا بھی ہو جائے تو تمہیں گھبرانا نہیں چاہئے۔ پس آپ کی الوہیت کی تردید اور رسالت کا اثبات لفظ خلو سے کیا ہے اور خلو کی تفسیر موت اور قتل سے کی ہے۔ کیونکہ ''آفان مات او قتل'' کی جگہ اگر لفظ ''قد خلت من قبله الرسل'' میں خلو کا ایک طریقہ آسمان پر چلے جانا بھی تسلیم کیا جائے تو نہ ہی ''مات او قتل'' کہنا درست ہوسکتا ہے اور نہ ہی صحابہ کے خیال کی تردید ہوسکتی ہے۔ کیونکہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح پر فلاں رسول زندہ ہے ویسے ہی آپ کو بھی زندہ رہنا چاہئے۔

چنانچہ ہمارے اس قول کی تائید وتصدیق حضرت ابوبکرؓ [۱] کے اس خطبہ سے ہوتی ہے جو آپ نے آنحضرت ﷺ کی وفات پر پڑھا۔ جس میں آپ نے فرمایا: ''من کان یعبد محمدا افان محمدا قدمات ومن کان یعبد اللّٰه فان اللّٰه حی لا یموت'' کہ جو تو آنحضرت ﷺ کو اپنا معبود خیال کرتا تھا تو وہ سن لے کہ آنحضرت ﷺ تو وفات پا گئے ہیں اور جو خداتعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ زندہ ہے۔ کبھی نہیں مرے گا۔ پھر آپ نے ''ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل'' کی تلاوت فرما کر آنحضرت ﷺ کی وفات کے متعلق جو استعجاب صحابہؓ کرام کے دلوں میں پیدا ہوا تھا اسے سابقہ رسول کی موت سے دور کر دیا اور بتایا کہ آنحضرت ﷺ کا فوت ہونا کوئی انوکھی بات نہیں۔ بلکہ اس سنت میں وہ سب رسول داخل ہو چکے ہیں جو آپ سے پہلے ہو گذرے۔

پس حضرت ابوبکرؓ کے اس خطبہ کے موقعہ پر حضرت ﷺ کے بعد صحابہؓ کا پہلا [۲] اجماع جس بات پر ہوا وہ یہی تھا کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے جس قدر بھی رسول تھے خواہ موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام سب فوت ہو گئے ہیں اور الرسل کا الف لام بقرینہ لفظ [۳] قبل استغراق کا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کے قبل کے رسولوں سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں اور اگر الرسل سے مراد بعض

---

[۱] اسلامی مناظر نے اس کا جواب اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس طرح دیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی نظر ''افأن مات'' پر ہے۔ اسی لئے انہوں نے اس موقعہ پر یہ آیت بھی پڑھی۔ ''انك میت وانهم میتون'' اور اس کی توضیح یہ ہے کہ: ''قد خلت من قبله الرسل'' سالبہ کلیہ کی تردید ہے۔ بلکہ حضرت ابوبکرؓ کی نظر آنحضرت ﷺ کی موت کے ممکن ہونے کے لئے ''افان مأت'' پر ہے۔ اس وجہ کی تائید دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے جو حضرت ابوبکرؓ نے اس وقت حاضرین کو پڑھ کر سنائی تھی۔ وہ آیت یہ ہے۔ ''انك میّت وانهم میتون'' یعنی اے پیغمبر تو (بھی اپنے وقت مقررہ پر) مرنے والا ہے اور یہ کفار بھی اپنے اپنے اوقات مقررہ پر مرنے والے ہیں۔

۲۔ یہ قادیانی صاحبان کا عجیب اجماع ہے۔ یہ اجماع صحابہ کرامؓ نہیں بلکہ اجماع صحابہؓ وہ ہے جس کو اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں لکھا ہے کہ صحیح بخاری ج۱ص۴۹۰، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام) میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت بالتصریح پکار رہی ہے کہ وہ صحابہؓ کے درمیان آیت ’’وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته (نساء:۱۵۹)‘‘ میں موتہ کی ضمیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام کو شخصی طور پر قرار دے کر آپ کا نزول ثابت کر رہے ہیں اور اس تصریح نزول کے موقعہ پر کوئی صحابی نہ نفس مضمون یعنی نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے انکار کرتا ہے اور نہ حضرت ابوہریرہؓ کے ضمیر موتہ کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرار دینے کو غلط کہتا ہے اور نہ آپ کے استدلال کو ضعیف قرار دیتا ہے۔ پس صحابہؓ کا اجماع حیات ونزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہوا نہ کہ وفات پر۔ کیونکہ آیت ’’وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ‘‘ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام شخصی طور پر مذکور ہیں اور آیت ’’قد خلت من قبله الرسل ‘‘ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عام طور پر مذکور ہونے کا وہم کیا جاتا ہے اور یہ بات بالکل صاف ہے کہ عام دلیل خاص منطوق شخصی دلیل کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

۳۔ سبحان اللہ کیا کہئے۔ جناب من! آیت ’’قد خلت من قبله الرسل ‘‘ میں من قبلہ قرینہ اس بات کا نہیں کہ الرسل میں الف لام استغراقی ہے۔ بلکہ یہ من قبلہ اس امر پر قرینہ قطعیہ ہے کہ الرسل میں الف لام استغراقی نہیں ہے۔ جیسا کہ اسی مضمون کی طرف اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں اشارہ کیا ہے کہ اگر ہم بخوشنودی مناظر صاحب ان کے معنی لیں تو لازم آئے گا کہ (نعوذ باللہ) آنحضرت ﷺ رسول نہیں۔ پس موجبہ کلیہ نہ ہوا اور اس کی تشریح یہ ہے کہ اگر ہم بالفرض تسلیم کر لیں کہ خلت بمعنی ماتت ہے تو پھر ہم یہ نہیں تسلیم کرتے کہ الرسل میں الف لام استغراقی ہے۔ بلکہ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ یہ الف لام استغراقی نہیں۔ کیونکہ قد خلت میں قبلہ الرسل میں من قبلہ الرسل کی لغت نحوی ہوگی یا الرسل سے حال نحوی ہوگا اور یہ دونوں شقیں باطل ہیں۔ شق اوّل اس وجہ سے باطل ہے کہ تمام نحویوں کا اتفاق ہے کہ لغت نحوی پر ذکر میں مقدم نہیں ہوتی اور شق ثانی اس لئے باطل ہے کہ بروئے قواعد نحو حال اپنے ذوالحال پر ذکر میں اس وقت مقدم کیا جانا چاہئے۔ جب ذوالحال نکرہ ہو اور ما نحن فیہ میں الرسل معرفہ ہے۔ پس معین ہوا کہ من قبلہ خلت کے متعلق ہے۔ قادیانی مناظر کی رائے کے مطابق آیت قد خلت من قبلہ الرسل کے یہ معنی ہوئے کہ تمام رسول محمد ﷺ سے پہلے فوت ہو چکے ہیں اور یہ معنی بدیہی البطلان ہیں۔ کیونکہ

رسول ہوتے تو ال کے لانے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ اس صورت میں ال کا لانا مخل مطلب ٹھہرتا ہے اور نہ استدلال صحیح ہوسکتا تھا اور نہ ہی جنگ احد کے دن صحابہؓ کے دلوں میں پیدا شدہ شبہ کا ازالہ ہوسکتا تھا۔ کیونکہ معترض کہہ سکتا ہے کہ جب تمام کے لئے خلو بالموت یا قتل ضروری نہیں اور بعض اس سے مستثنیٰ ہیں تو پھر رسول اللہ ﷺ بھی ان بعض مستثنےٰ میں کیوں داخل نہیں اور صحابہؓ اس بات پر کس طرح صبر کرتے تھے کہ مسیح تو آسمان پر زندہ موجود ہو اور رسول کریم فوت ہو جائیں۔ وہ اس گھاٹ سودے پر کبھی بھی راضی نہیں ہوسکتے تھے۔ ان کو تو رسول اللہ ﷺ کی موت کے سوا کسی کی پرواہ نہیں تھی۔ جیسا کہ آپ کے مرثیہ میں حسان بن ثابتؓ کہتے ہیں۔

کنت السواد لناظری فعمیٰ علیك الناظر

من شاء بعدك فلیمت فعلیك کنت حاذن

اور نیز وہ بات کہ آپ محض ایک رسول ہیں خدا نہیں، ثابت نہیں ہوسکتی۔ اگر خلو کی ایک صورت آسمان پر زندہ جانا بھی مان لی جائے تو اعتراض بھی اٹھ جاتا ہے اور پیدا شدہ شبہ کا ازالہ بھی ہو جاتا ہے اور نیز یہی آیت مسیح کے لئے بھی استعمال ہوئی ہے۔ جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ’’ما [1] المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل ‘‘ پس جس طرح کہ اس آیت میں ’’قد خلت من قبله الرسل ‘‘ سے مسیح سے پہلے کے تمام رسول مراد ہیں۔ اسی طرح ’’ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل ‘‘ میں آنحضرت ﷺ سے پہلے کے تمام رسول جن میں مسیح بھی شامل ہیں مراد ہے۔ اگر یہ آیت نازل نہ ہوتی اور صرف ’’ما المسیح ابن مریم الا رسول ‘‘ کی ہے۔ آیت ہوتی تو کوئی شخص یہ کہہ سکتا تھا کہ مسیح الرسل میں شامل نہیں۔ اس لئے انہوں نے وفات پائی نہیں۔ خدا تعالیٰ نے ’’ما محمد الا رسول ‘‘ والی آیت نازل کر کے مسیح کو جو پہلے آیت سے باہر تھا اس کو بھی مردوں میں شامل کر دیا۔ ’’فتفکر فیها حق التفکر ‘‘

اس آیت کے پہلے فقرے ’’ما محمد الا رسول ‘‘ سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد ﷺ رسول ہیں اور فقرے ’’قد خلت من قبله الرسل ‘‘ سے بوقت استغراق مراد لینے کے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ (نعوذ باللہ) رسول نہیں۔ ’’وبل هذا الاتناقض فی القرآن وهو بدیهی البطلان ‘‘ پس ثابت ہوا کہ من قبله اس بات کا قرینہ قطعیہ ہے کہ الرسل میں الف لام استغراقی نہیں۔

[1] اس آیت ’’ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل ‘‘ میں بھی الف لام استغراقی نہیں ہوسکتا ورنہ بروئے قواعد نحو یہ مذکورہ لازم آئے گا کہ (نعوذ باللہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ رسول نہیں۔ وھو کما تریٰ!

چوتھی دلیل

آیات ’’لقد کفر الذین قالوا ان اللّٰہ ھو المسیح ابن مریم (مائدہ:۱۷)‘‘ اور ’’لقد کفر الذین قالوا ان اللّٰہ ثالث ثلثۃ (مائدہ:۷۳)‘‘ سے ثابت ہے کہ مسیح کو خداتعالیٰ کے سوا معبود مانا جاتا ہے اور اس کی پرستش کی جاتی ہے۔ اس سے دعائیں مانگی جاتی ہیں اور سورۂ نحل رکوع میں خداتعالیٰ فرماتا ہے۔ ’’والذین[1] یدعون من دون اللّٰہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون (نحل:۲۰)‘‘ کہ وہ جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں اور ان کی طرف خلق منسوب کرتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود عالم خلق سے ہیں۔ یعنی ان کو خداتعالیٰ نے خلق کیا ہے۔ وہ مردے ہیں زندہ نہیں اور ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ موت کے بعد قیامت کے دن کب اٹھائے جائیں گے۔ پس ان دونوں آیتوں کے ملانے سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت مسیح ناصری وفات پاگئے ہیں۔ کیونکہ ان کو خداتعالیٰ کے سوا معبود مانا جاتا ہے اور آیت ’’اموات غیر احیاء‘‘ سے ثابت ہے کہ جس قدر خداتعالیٰ کے سوا معبود مانے جاتے ہیں۔ جن کی طرف خلق منسوب کی جاتی ہے اور ان سے دعائیں کی جاتی ہیں وہ مردہ ہیں زندہ نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مسیح ناصری بھی وفات پاگئے ہیں زندہ نہیں ہیں۔ فافھم!

---

[1] سبحان اللہ یہ کیا عجیب دلیل ہے۔ نہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام ہے اور نہ ہی کوئی ایسا لفظ ہے۔ جس کے معنی موت کے ہوں۔ مناظر اسلامی نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس دلیل کا تفصیلی جواب دیا ہے کہ ویسا ہی آیت: ’’والذین یدعون من دون اللّٰہ لا یخلقون شیئاً وھم یخلقون اموات غیر احیاءٍ‘‘ قضیہ مطلقہ عامہ ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ روح القدس فوت ہو چکے ہوں اور نیز آیت: ’’انك میّت وانھم میّتون‘‘ سے بھی اس کا قضیہ مطلقہ عامہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور توضیح اس کی یہ ہے کہ قضیہ مطلقہ عامہ وہ قضیہ ہے جس میں یہ حکم کیا جائے کہ محمول موضوع کے لئے کسی وقت ثابت ہے یا محمول موضوع سے کسی وقت مسلوب ہے اور اموات غیر احیاء اس آیت میں مطلقہ عامہ کا محمول ہے اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ جو معبودات باطلہ اللہ کے سوا پرستش کئے جاتے ہیں وہ کسی وقت میں مرنے والے اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ تمام معبودات باطلہ مر چکے ہیں۔ ورنہ لازم آئے گا کہ روح القدس جو تثلیث کا اقنوم ثالث ہے فوت ہو چکا ہو تو پھر مرزا قادیانی کی نبوت کا سلسلہ کیسا جاری رہا اور نیز آیت ’’انك میت وانھم میتون‘‘ سے اموات غیر احیاء کے قضیہ مطلقہ عامہ ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ اس آیت کے نزول کے وقت زندہ تھے اور بعد میں بھی زندہ رہے اور نیز آنحضرت ﷺ کے مخالفین جن کو میتون کہا گیا زندہ تھے اور زندہ رہے۔

پانچویں دلیل

’’ما۱ المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل وامه

۱ قادیانی مناظر نے اپنے دعویٰ وفات مسیح پر بہت دلائل پیش کئے ہیں۔ جن سے ان کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ سامعین پر اچھا اثر پڑے کہ انہوں نے بکثرت دلائل پیش کئے اور اصل بات یہ ہے کہ درحقیقت قادیانی مناظر نے ایک بھی ایسی دلیل نہیں بیان کی کہ جو بروئے قواعد محاورات عربیت دعویٰ وفات مسیح کو ثابت کر سکے۔ بلکہ سب مغالطات ہیں۔ جیسا کہ اس مناظرہ سے اظہر من الشمس ہے اور اس دلیل کا اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس طرح جواب دیا ہے کہ ایسا ہی آیت ’’کانا یأ کلان الطعام ‘‘ میں صیغہ ماضی ان کی ماں کی وجہ سے تغلیب ہے۔ جیسے ’’کانت من القانتین ‘‘ میں۔ اگر سوال ہو کہ ابن مریم کیا کھاتے ہیں تو ہم یہ حدیث سنائیں گے۔ ’’لست کاحدکم اولست کهیئتکم انی یطعمنی ربی ویسقینی (باب الوصال ومن قال لیس فی اللیل صیام ج۱ ص۲۶۳) ‘‘ اور اس کی تشریح یہ ہے کہ کانا صیغہ مذکر کا ہے اور مذکر کو مؤنث پر غلبہ دے کر دونوں سے یعنی عیسیٰ علیہ السلام اور مریم سے مذکر کے صیغہ کے ساتھ تعبیر کی گئی ہے۔ جیسا ’’کانت من القانتین ‘‘ میں اور کانا کی موضوعیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں کی وجہ سے ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی ماں مریم صدیقہ علیہا السلام۔ یہ ہیئت مجموعی زمانہ گذشتہ میں کھانا کھایا کرتے تھے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جیسا کہ مریم صدیقہ علیہا السلام فوت ہو چکی ہیں۔ ویسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہو گئے ہوں۔ مثلاً جب یہ کہا جائے کہ مرزا قادیانی اور ان کی بیوی صاحبہ دونوں مل کر زمانہ گذشتہ میں باغ کی سیر کیا کرتے تھے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر بالفرض ان دونوں میں سے ایک صاحب فوت ہو جائیں تو دوسرے صاحب بھی ضرور فوت ہو جائیں۔ اگر سوال کیا جائے کہ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر کیا کھاتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ طعام مایطعم بہ کا نام ہے۔ یعنی جو طعم اور غذا ہو کر مایۂ حیات بنے اور طعام میں یہ ضروری نہیں کہ وہ حبوب ارضی وغیرہ ہی ہوں۔ دیکھو آنحضرت ﷺ صحابہ کو صوم الوصال سے نہی فرماتے ہیں اور صحابہ عرض کرتے ہیں کہ: ’’انك تواصل یارسول الله ‘‘ آپ پھر کیوں صوم الوصال رکھتے ہیں تو اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ’’لست کاحدکم اولست کهیئتکم انی یطعمنی ربی ویسقینی (بخاری ج۱ ص۲۶۳، باب الوصال ومن قال لیس فی اللیل صیام) ‘‘ یعنی میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ طعام دیتا ہے اور پلاتا ہے۔ اس حدیث میں حبوب ارضی وغیرہ کے سوا کسی اور طعام کا بیان ہے۔

صديقة كانا يا كلان الطعام انظر كيف نبين لهم الآيات ثم انظر انى يؤفكون (مائدہ:۷۵) ’’مسیح ابن مریم تو ایک رسول ہی ہیں۔آپ سے پہلے رسول گذر چکے ہیں اور آپ کی والدہ صدیقہ ہیں۔آپ اور آپ کی والدہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔اس آیت سے پہلے عیسائیوں کا قول پیش کیا ہے کہ عیسائی مسیح کو خدا بناتے ہیں۔حالانکہ مسیح خدا نہیں ہوسکتے۔ بلکہ آپ تو ایک رسول ہی ہیں۔اس کے تین دلائل بیان فرمائے ہیں۔(۱)’’قد خلت من قبله الرسل ‘‘(۲)’’امه صديقة ‘‘(۳)’’كانا يأ كلان الطعام ‘‘اس وقت میں جس سے وفات مسیح پر استدلال کرنا چاہتا ہوں وہ آخری فقرہ ہے۔اس میں خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ مسیح اور آپ کی والدہ کھانا کھایا کرتے تھے اور سب لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کیوں کھانا کھاتا ہے اور کیوں کھانا کھانے کا محتاج ہے۔اس میں اصل بھید یہ ہے کہ ہمیشہ انسان کے بدن میں سلسلہ تحلیل کا جاری ہے۔ یہاں تک کہ تحقیقات قدیمہ وجدیدہ سے ثابت ہے کہ چند سال میں پہلا جسم تحلیل پاکر معدوم ہو جاتا ہے اور دوسرا بدل ما یتحلل ہو جاتا ہے اور ہر ایک قسم کی غذا جو کھائی جاتی ہے اس کا بھی روح پر اثر ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ امر بھی ثابت شدہ ہے کہ کبھی روح جسم پر اپنا اثر ڈالتی ہے اور کبھی جسم روح پر اپنا اثر ڈالتا ہے۔جیسے کہ اگر کوئی روح کو یکدفعہ کوئی خوشی پہنچتی ہے تو اس خوشی کے آثار یعنی بشاشت اور چمک چہرہ پر بھی نمودار ہوتی ہے اور کبھی جسم کے ہنسنے رونے کے آثار روح پر بھی پڑتے ہیں۔اب جبکہ یہ حال ہے تو کس قدر مرتبہ خدائی سے یہ بعید ہوگا کہ اپنے اللہ کا جسم بھی ہمیشہ اڑتا رہے اور اس مفہوم کے مخالف ہے جو خداتعالیٰ کی ذات میں مسلم ہے۔اب ظاہر ہے کہ مسیح ان تمام حاجت مندیوں سے بری نہ تھے۔ جو تمام انسانوں کو لگی ہوئی ہیں۔ پس آپ کی حالت کا متغیر ہونا آپ کے حدوث کی دلیل ہے کہ آپ حادث اور کھانے کا محتاج ہونا اور بیرونی واندرونی عوارضات سے متأثر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ مسیح خدا نہیں۔پس اس آیت میں مسیح کے کھانے اور اس کے حالات کے متغیر ہونے کو اس کی الوہیت کے بطلان کی دلیل بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ہی بصیغۂ ماضی بیان کر کے ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ اب نہیں کھاتے۔پس دو ہی صورتیں ہیں کہ وہ زندہ ہوں اور کھانا نہ کھاتے ہوں اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ وفات پاگئے ہیں اور کھانا نہ کھاتے ہوں۔ پس اگر پہلی صورت تسلیم کی جاوے تو ایک تو اس کی الوہیت ثابت ہوگی اور دوسرے خداتعالیٰ نے جو دلیل دی ہے وہ صحیح نہیں ہوگی۔ کیونکہ جب وہ کھانے کا محتاج نہیں ہوگا تو غیر متغیر ہوگا اور اس کا کھانا کھانا اور متغیر ہونا ہی اس کی الوہیت کو باطل کرنے کے لئے خداتعالیٰ نے پیش کیا تھا۔لیکن وہ دونوں باتیں اس کی زندگی میں پائی گئیں۔اس لئے وہ صرف رسول ہی نہ

ہوئے بلکہ خدا بھی ثابت ہوئے اور نیز یہ آیت ''وما جعلناهم جسداً لا يأكلون الطعام وما كانوا خالدين (انبیاء:۸)'' کے بھی خلاف ہوگی۔ چونکہ اس آیت میں خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جن کی طرف خداتعالیٰ وحی کرتا ہے ان کے ایسے جسم نہیں بنائے جو کھانا نہ کھاتے ہوں۔ پس زندگی کی حالت میں اس آیت کے مطابق کھانا ضروری ہوا اور قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت کھانا نہیں کھاتے۔ تیسرے حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ ''وما مستغنى عند ربنا (بخاری)'' کہ اے ہمارے خدا ہم اس کھانے سے مستغنی نہیں ہیں۔ پس کھانے سے پاک اور مستغنی صرف خداتعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں۔ پس اگر مسیح کو زندہ مان کر کہا جائے کہ وہ کھانا کھانے سے مستغنی ہیں اور کھانا نہیں کھاتے تو وہ ان کی الوہیت کی دلیل ہے۔ اب دوسری صورت یہی ہوسکتی ہے کہ وہ وفات پاگئے ہوں اور کھانا نہ کھاتے ہوں۔ اس کے سوا تیسری صورت کوئی نہیں ہوسکتی۔ پس آیت ''كانا يأكلان كلام الطعام'' سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے ہیں۔

چھٹی دلیل

''واوصانی[۱] بالصلوٰة والزكوٰة مادمت حيا (مریم:۳۱)'' مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خداتعالیٰ نے مجھے تاکیدی حکم دیا ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں نماز پڑھتا رہوں اور زکوٰۃ دیتا رہوں۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ دیتے ہیں تو کس کو؟ آیا فرشتوں کو یا خدا کو؟ اگر کہو کہ ان کے پاس تو مال نہیں وہ زکوٰۃ کیسی دیں تو ہم کہیں گے کہ خداتعالیٰ کا خاص طور پر

---

[۱] اس چھٹی دلیل کا جواب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس طرح دیا ہے کہ نماز کے آسمان پر ادا ہونے میں تو کوئی اشکال نہیں۔ کیا آسمان جائے عبادت نہیں اور شب وروز فرشتے تسبیح وذکر الٰہی میں مشغول نہیں رہتے اور زکوٰۃ کے متعلق دو جواب ہیں۔ پہلا یہ کہ زکوٰۃ سے مراد پاکیزگی وطہارت ہے۔ جیسا کہ پیشتر اس کے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا: ''وحنانا من لدنا وزكوٰة (مریم)'' یعنی ہم نے یحییٰ علیہ السلام کو اپنے پاس سے نرم دلی اور پاکیزگی عطاء کی ہے اور نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق پیشتر بشارت دی گئی ہے۔ ''لاهب لك غلاما ذكيا (مریم:۱۳)'' یہاں بھی لڑکا پاکیزہ مراد ہے۔ پس اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم کیا ہے کہ جب تک زندہ رہوں نماز ادا کرتا رہوں اور پاکیزہ رہوں۔ دوسرا جواب یہ کہ زکوٰۃ سے مراد صدقہ مفروضہ ہے۔ لیکن فرضیت اداز کوٰۃ اس وقت ہے جب انسان صاحب نصاب ہو۔ میرے قادیانی مناظر صاحب پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرآن کریم یا صحیح حدیث سے صاحب نصاب ہونا ثابت کریں۔ پھر ہم زکوٰۃ کا مصرف بتائیں گے۔ ''اللهم اغفرلكاتبه والوالديه وللمؤمنين''

انہیں حکم دینا کہ جب تک تم زندہ رہو زکوٰۃ دو۔ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ زکوٰۃ دینے کے قابل تھے۔ ورنہ خاص طور پر ان کو حکم نہ دیا جاتا۔ دوسرے ہم کہتے ہیں کہ آسمان کا عرصہ تو دو ہزار برس کا تو قریباً ہو چکا ہے اور آسمان میں مستحقین کا وجود بھی نہیں پایا جاتا۔ پس اس لئے ''مادمت حیا'' کی قید کسی طرح بھی صحیح نہیں ہوسکتی۔ اس کے لئے تو مادمت علی الارض کہنا ہی صحیح ہوسکتا تھا۔ نہ مادمت حیا۔ پھر اس کے علاوہ سوال یہ ہے کہ وہ کون سی نماز پڑھتے ہیں۔ اسرائیلی نماز یا محمدی؟ اگر کہو اسرائیلی تو ماننا پڑے گا کہ ابھی پہلی شرائع منسوخ نہیں۔ حالانکہ جمیع مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ پہلی شرائع منسوخ ہوگئی ہیں اور اگر کہو محمدی نماز تو پھر یہ سوال ہے کہ ان کو کس نے بتائی۔ اگر کہو کہ نبی کریم ﷺ یا صحابہؓ نے تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ ان میں سے آسمان پر کوئی نہیں گیا اور اگر کہو کہ معراج میں بتائی ہوگی تو اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں۔ کیونکہ نمازوں کے فرض ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ کی مسیح علیہ السلام سے ملاقات ثابت نہیں اور اگر کہو کہ وہ ان کو الہاماً بتائی گئی تو اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نزول کو تسلیم کر کے ماننا پڑے گا کہ وہ تشریعی نبی ہیں۔ کیونکہ شریعت کا ایک حصہ دونوں پر نازل ہوا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وجہ سے نماز پڑھیں گے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی نہ کہ آنحضرت ﷺ پر اور ایسا ہونا آیت خاتم النبیین کے خلاف ہے۔ پھر علاوہ ازیں یہ سوال ہوگا کہ آیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام دارالعمل میں ہیں یا دارالجزاء میں؟ اگر کہو دارالعمل میں تو ان کو سب اعمال کا بجالانا ضروری ہے۔ اگر کہو کہ وہ ایسی جگہ ہیں کہ جہاں وہ یہ اعمال بجا نہیں لا سکتے تو اس پر یہ سوال ہوگا کہ آیا وہ ایسے مقام پر بخوشی خاطر اپنے ارادہ سے ٹھہرے ہوئے ہیں یا بجبوری؟ اگر کہو کہ اپنے ارادہ سے تو یہ غلط ہے۔ اگر کہو کہ بجبوری تو پھر یہ سوال ہوگا کہ آیا شریعت محمدیہ کے احکام پر عمل کرنے سے تقویٰ اور تقرب الیٰ اللہ میں ترقی ہوتی ہے یا تنزل۔ اگر کہو تنزل تو یہ فریقین کے نزدیک باطل ہے۔ اگر کہو ترقی ہوتی ہے تو مسیح کو اس ترقی سے کیوں محروم کیا گیا ہے۔ اگر کہو کہ دارالجزاء میں ہیں تو دارالجزاء میں جانا وفات کے بعد ہی ہوسکتا ہے اور دارالجزاء کا نام ہی جنت ہے اور جنتیوں کے متعلق خداتعالیٰ فرماتا ہے۔ ''وماھم منھا بمخرجین '' کہ وہ جنت سے نکالے نہیں جائیں گے۔ اس لئے مسیح دنیا میں نہیں آسکتے اور اگر کہو کہ وہ اس دارالجزاء سے پھر دوبارہ دارالعمل میں بھیجا جائے گا تو اس سے مسئلہ تناسخ کو صحیح ماننا پڑے گا۔ پس سوائے اس کے کہ اعمال نہ کرنے کا باعث وفات کو تسلیم کیا جائے اور مانا جائے کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔ اس لئے اب ان سب اعمال کے بجالانے کے مکلّف نہیں ہیں اور کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔ فافھم!

ساتویں دلیل

’’وسلام ۱؎ علیّ یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا (مریم:۳۳)‘‘

۱؎ ساتویں دلیل کا جواب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس طرح دیا ہے کہ عدم ذکر شے سے اس شے کی نفی لازم نہیں آتی۔ جیسا کہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ: ’’عدم علم سے عدم شے لازم نہیں آتا۔‘‘ (براہین احمدیہ ص۵۴۵) اور نیز اس آیت سے پیشتر رفع اور نزول کا ایک فقرہ وسیعہ کے ساتھ ذکر ہے۔ چنانچہ فرمایا: ’’وجعلنی مبارکاً این ما کنت ‘‘یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے برکت والا کیا ہے۔ جہاں کہیں میں ہوں ہم مقابلۃً چند برکات حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور برکات مرزا قادیانی ذکر کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت: دشمنی، حسد، بغض کا دور ہوجانا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔ ’’ولتذهبن الشحناء والتباغض والتحاسد (مشکوٰۃ ص۴۸۰، باب نزول عیسیٰ) ‘‘مرزا قادیانی کی برکت: بغض کی آگ لگ جانی اور ایسی عداوت کا پیدا ہوجانا جس سے ایک دوسرے سے جدائی اور قطع تعلق بلکہ قطع رحم نتائج نکل رہے ہیں۔ (لاہوری مرزائی اور قادیانیوں کا باہم بغض وحسد۔ مرتب) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت: مال کا کثرت سے ہوجانا حتیٰ کہ زکوٰۃ کے قبول کرنے والے نہیں ملیں گے۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہے۔ ’’ویفیض المال حتیٰ لا یقبله احد (مشکوٰۃ ص۴۷۹، باب نزول عیسیٰ علیه السلام) ‘‘مرزا قادیانی کی برکت: مسلمانوں کا سخت محتاج اور فقر کی حالت میں ہونا اگر ایک شخص خیرات کا دروازہ کھولے تو اس کثرت سے فقراء کا جمع ہوجانا کہ اسے دروازہ بند کرنا پڑے اور بعض کا افلاس کے مارے ارتداد کی طرف مائل ہونا۔ (خود مرزا قادیانی کا سود وزنا کی کمائی کا مال طلب کرنا (سیرۃ المہدی) چندہ پے چندہ حتیٰ کہ چندوں کے دھندا میں مرزا کا ساری زندگی مشغول رہنا۔) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت: دلوں میں آخرت کی تیاری کی فکر اور دنیا سے بے رغبتی کا پیدا ہوجانا۔ ’’حتیٰ تکون السجدة الواحدة خیراً من الدنیا وما فیها (مشکوٰۃ ص۴۷۹، باب نزول عیسیٰ علیه السلام) ‘‘مرزا قادیانی کی برکت: لالچ اور طمع نفسانی کا بڑھ جانا حتیٰ کہ حلال وحرام کی تمیز نہ رہنا۔ رشوت ستانی اور خیانت اور غبن کا کثرت سے وقوع میں آنا اور بعض کا لالچ کے مارے بے دینی اختیار کر لینا عاقبت کو بھلا دینا اور دنیوی فائدوں کو پیش نظر رکھنا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت: کثرت سے بارش کا ہونا اور دودھ اور پھلوں کا معمول سے زیادہ ہونا اور جو امر عام خلق اللہ کے حق میں مضر ہوں ان کا رک جانا۔ مرزا قادیانی کی برکت: خشک سالی اور ہر جنس کی گرانی خصوصاً گھی دودھ کا کم ہوجانا اور آئے دن نئی بیماریاں اور وبائیں اور طاعون اور زلزلے اور بہت سے مصیبتیں دنیا میں عام طور پر بدامنی اور بے آرامی کا ہونا۔ خلاصہ جواب یہ کہ القرآن ککلمۃ واحدۃ ہے۔ لہٰذا آیت ’’بل رفعه اللّٰه الیه ‘‘اور آیت ’’رافعك الیٰ ‘‘اور آیت ’’وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته ‘‘اور آیت ’’وجعلنی مبارکاً این ما کنت ‘‘قابل غور ہیں۔

مسیح علیہ السلام اپنی سلامتی کے تین دنوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ ایک تو پیدائش کے دن دوسرے موت تیسرے بعث بعدالموت کے دن کا۔ حالانکہ اگر بغور دیکھا جائے تو اس وقت جب کہ تمام یہود آپ کے قتل کے درپے تھے اور چاہتے تھے کہ آپ کو جان سے ماردیں تو اس وقت آپ کو آسمان پر اٹھالینا ایک بڑا سلامتی کا دن تھا۔ مگر اس کا آپ ذکر تک نہیں کرتے۔ اس کا ذکر نہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ اگر ہوا ہوتا تو ضرور اس کا بھی ذکر کرتے کہ اس دن بھی سلامتی ہے۔ جس دن کہ مجھے آسمان پر اٹھایا جائے گا اور اس دن بھی سلامتی ہے جس دن کہ میں دوبارہ دنیا میں نازل ہوں گا اور ان تین مواقع میں تو سب نبی ان کے شریک تھے۔ چنانچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لئے بھی یہی تینوں باتیں خداتعالیٰ نے فرمائی ہیں۔ پس جن دواہم اور عظیم الشان واقعات کی مسیح کے ساتھ خصوصیت ہے یعنی آسمان پر جانا اور آسمان سے واپس آنا یہ سلامتی کے ساتھ ذکر کرنے کے زیادہ قابل تھے۔ خصوصاً جب کہ یہ کلام وحی الٰہی کے ماتحت تھی۔

آٹھویں دلیل

خداتعالیٰ [۱] بنی آدم کے لئے ایک قانون بیان فرماتا ہے۔ ''فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون (اعراف:۲۵)'' کہ اے بنی آدم تم اسی زمین میں ہی زندگی بسر کروگے اور اسی میں مروگے اور پھر اسی سے اٹھائے جاؤ گے۔ پس یہ ایک عام قانون ہے جو ہر ایک فرد بشر پر حاوی ہے تو پھر کیونکر ہوسکتا ہے کہ مسیح ''فیھا تحیون'' کے صریح خلاف آسمان پر

---

[۱] آٹھویں دلیل کا مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ آیت ''فیھا تحیون وفیا تموتون ومنھا تخرجون'' اور آیت ''ولکم فی الارض مستقر ومتاع الیٰ حین (بقرہ:۳۶)'' وغیرہ سے وفات عیسیٰ بن مریم ثابت نہیں۔ کیونکہ یہ حصر بلحاظ مقر طبعی واصلی کے ہے۔ یعنی انسان کے لئے طبعی اور اصلی مقر زمین ہے۔ لیکن عارضی طور پر آسمان میں رہ سکتا ہے۔ خاص کر وہ انسان جس کو فرشتوں کے ساتھ کمال مناسبت ہو۔ جیسا کہ فرشتوں کا مقر طبعی واصلی آسمان ہے۔ لیکن زمین پر بھی عارضی طور پر ان کی آمدورفت رہتی ہے اور نیز جہاں جعل تکوینی پایا جاوے وہاں مجعول الیہ لازم نہیں ہوتا۔ بلکہ عارضی۔ ''دیکھو وجعلنا اللیل لباساً وجعلنا النھار معاشاً (النباء:۱۰)'' میں یہی صحیح مطلب ہے کہ آرام اور نیند کا اصلی وقت رات ہے۔ مگر عارضی طور پر دن کو بھی آرام ونیند کرسکتے ہیں اور معاش کا اصلی وقت دن ہے۔ لیکن عارضی طور پر رات کو بھی کماسکتے ہیں۔ ''اللھم اغفرلکاتبہ والوالدیہ ولاستاذیہ''

زندگی بسر کریں۔ چنانچہ دوسری آیات بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ مثلاً ’’ولکم فی الارض مستقر ومتاع الیٰ حین (بقرہ:۳۶)‘‘ کہ تمہارے لئے زمین ہی قرارگاہ ہے اور ایک وقت تک نفع اٹھانا ہے۔ پھر اسی طرح خداتعالیٰ فرماتا ہے: ’’الم نجعل الارض کفاتا احیاء واموات ًا‘‘ کہ جاندار و غیر جاندار اور مردوں اور زندوں کے لئے ہم نے زمین کو قبض کرنے والی اور سمیٹنے والی اور اپنے ساتھ ملائے رکھنے والی بنایا ہے۔ اس آیت میں خداتعالیٰ نے مسئلہ کشش ثقل کا بیان فرمایا ہے کہ زمین میں یہ ایک خاصیت ہے کہ وہ اپنی چیز کو باہر نہیں ٹھہرنے دیتی اور اگر کسی مانع کی وجہ سے اس سے اوپر کوئی چیز چلی جائے تو پھر وہ اس کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ پس مسیح علیہ السلام کو اگر فرشتے آسمان کی طرف اٹھا کر لے گئے تو آسمان پر رہنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ فرشتے انہیں پکڑے رکھیں۔ دوسری یہ کہ آسمان کو بھی زمین کی طرح قرار دیا جائے یا زمین کے اس حصہ کی جس کے مقابلہ میں مسیح علیہ السلام ہو وہ خاصیت ہی ماری گئی ہو۔ بہرحال جو بھی صورت اختیار کی جائے اس کا ثبوت دینا ضروری ہے۔ لیکن موت کی صورت میں ان سوالات میں سے کوئی سوال بھی وارد نہیں ہوتا۔ خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان زندہ ہو یا مردہ اس کے لئے زمین ہی رہنے کی جگہ ہے۔ پس مسیح زندہ ہو یا مردہ تو اس کے لئے زمین میں ہی رہنا ضروری ہے۔ پہلی شق تو آپ کے نزدیک بھی صحیح نہیں کہ وہ زمین پر زندہ ہوں۔ پس دوسری شق ہی صحیح ہے کہ وہ وفات پاگئے ہیں اور زمین میں ہی مدفون ہیں۔

نویں دلیل

’’واذ[1] قال عیسیٰ ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللّٰہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد فلما جاء ہم بالبینات قالوا ہذا سحر مبین (صف:۶)‘‘ بقول آپ کے اس آیت سے ظاہر ہے کہ مسیح ناصری نے اپنی موت کے بعد آنحضرت ﷺ کے آنے کی بشارت دی ہے۔ لیکن اگر ان کی حیات کو تسلیم کیا جائے اور مانا جائے کہ وہ پھر دوبارہ نزول ہوں گے تو اس آیت کا

[1] اس نویں دلیل کا اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ: ’’بعدی‘‘ دونوں صورتوں یعنی بعدالموت وبعدالغیبوبت کو شامل ہے۔ دیکھو جب آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو جنگ تبوک کے موقعہ پر اہل وعیال کی خبرگیری کے لئے مدینہ میں چھوڑا تو اس وقت آپ نے یہ حدیث فرمائی۔ ’’انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی (مشکوٰۃ ص۵۶۳، باب مناقب علی بن ابی طالب)‘‘

صریح خلاف ہوگا اور ماننا پڑے گا کہ آنحضرتﷺ اس پیش گوئی کے مصداق نہیں۔ کیونکہ اس وقت یہ صادق آئے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آنحضرتﷺ مبعوث نہیں ہوئے بلکہ آپ کے قبل مبعوث ہوئے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے بعد میں۔ لیکن آنحضرتﷺ اور قرآن مجید کی صداقت مسلمۂ فریقین ہیں۔ پس مسیح کا زندہ ہونا باطل ہوگیا اور ان کی وفات متعین ہوگئی۔

دسویں دلیل

''ومن[۱] نعمره ننکسه فی الخلق افلا یعقلون (یٰسین:۶۸)'' ہم جس کی عمر زیادہ کرتے ہیں تو اس کی بناوٹ میں اس کو الٹاتے گھٹاتے چلے جاتے ہیں۔ کیا یہ لوگ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔ پھر خداتعالیٰ فرماتا ہے۔''ومنکم من یتوفیٰ ومنکم من یرد الیٰ ارذل العمر لکیلا یعلم بعد علم شیئا (حج:۵)'' اور تم سے وہ ہے جس کو وفات دی جاتی ہے اور تم میں سے وہ بھی ہے جن کو ارذل ترین عمر (انتہائی بڑھاپا) کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ جاننے کے بعد نہ جاننے والا بن جاتا ہے۔ پس خداتعالیٰ ان آیات میں فرماتا ہے کہ انسان دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو انتہائی درجہ کا بڑھاپا پانے سے پیشتر وفات پاجاتے ہیں۔ دوسرے وہ ہیں جن پر انتہائی درجہ کا بڑھاپا آتا ہو۔ جس کی وجہ سے ان کے تمام اعضاء کمزور ہوجاتے ہیں اور ان کی قوتیں زائل ہو جاتی ہیں اور علم وغیرہ بھی باقی نہیں رہتا۔ پس مسیح بھی اس قانون سے باہر نہیں رہ سکتے۔ پس یا تو ان کو ان دونوں قسموں میں شامل کرو ورنہ مانو کہ وہ انسان نہیں بلکہ کچھ اور ہیں اور اگر تم ان کو دوسری قسم میں شامل کرو تو دو ہزار سال کی عمر میں سمجھ لو کہ ان کی کیا حالت ہوئی ہوگی یا پہلی قسم میں شامل کرو کہ وہ وفات پاگئے ہیں۔ تیسری کوئی صورت خداتعالیٰ نے بیان نہیں کی۔ پہلی صورت تو آپ کو بھی منظور نہیں اور نہ آپ تسلیم کرتے ہیں۔ پس دوسری صورت ہے کہ وفات پاگئے ہیں تسلیم کرنی پڑے گی۔

---

[۱] اس دسویں دلیل کا اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس طرح جواب دیا ہے کہ ان آیات کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہمیشہ کے لئے موت سے بچنے والا نہیں اعتقاد کرتے۔ بلکہ آنحضرتﷺ نے خبر دی ہے کہ عیسیٰ فوت ہوکر میرے مقبرے میں میرے پاس مدفون ہوں گے۔

گیارھویں دلیل

آنحضرت ﷺ [1] فرماتے ہیں: ”لوکان موسیٰ وعیسیٰ حیّین لما وسعهما الا التباعی (الیواقیت ج ۲ ص ۲۲)“ کہ اگر موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اس حدیث میں تو موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی وفات کا اکٹھا ذکر کیا اور دو اور حدیثیں ہیں جن میں سے ایک میں تو صرف موسیٰ کا نام آیا ہے اور ایک میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے۔ ”لوکان موسیٰ حیاً ما وسعه الا اتباعی“ اور تیسری حدیث جس میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے جو شرح فقہ اکبر مطبوعہ مصر ایڈیشن اول کے ص ۱۳۶ پر ہے۔ ”ویقتدی به لیظهر متابعة لنبینا صلعم کما اشار الیٰ هذا المعنی صلعم لوکان عیسیٰ حیاما وسعه الا اتباعی“ یعنی مسیح موعود مہدی کی اقتداء کریں گے تا کہ ظاہر کریں کہ آپ آنحضرت ﷺ کے پیرو ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی حدیث میں اس مدعا کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اگر عیسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے سوا چارہ نہ تھا۔ پس ان کا پیروی نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔ اس دلیل کو میں ایک مثال سے واضح کرتا ہوں جو یہ ہے۔ مثلاً ایک سائل ہم سے ایک روپیہ مانگے اور ہم جواب میں اسے یہ فقرہ کہیں کہ اگر ہمارے پاس روپیہ ہوتا تو ہم دے دیتے تو اس فقرہ کا نتیجہ اور مقصود اور مآل یہ ہے کہ ہمارے پاس روپیہ نہیں ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام زندہ ہوتے تو وہ میری پیروی کرتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔

---

[1] مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں بلکہ (مشکوٰۃ ص ۳۰، باب اعتصام بالکتاب والسنۃ) میں بروایت جابر اس طرح ہے۔ ”ولوکان موسیٰ حیا ماوسعه الاتباعی رواه احمد والبیهقی فی شعب الایمان“ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں اور نیز مشکوٰۃ میں ایک اور جگہ یہ حدیث یوں مذکور ہے۔ ”ولوکان حیاء ادرك ینبوتی لا تبعنی رواه الدرامی“ اور اس میں نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں۔ خلاصہ یہ کہ غیر مستند حدیث کیوں پیش کی جاتی ہے۔ اس کا راوی کون ہے۔ احادیث مستندہ صحیحہ کے خلاف ایک منکر حدیث کو پیش کرنا کون سا اسلام ہے اور الیواقیت والجواہر نے فتوحات مکہ کا حوالہ دیا ہے اور فتوحات مکیہ میں صرف لوکان موسیٰ حیاً مذکور ہے اور نیز وہ حدیث جس میں عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے بلحاظ شرط نمبر۲ بوجہ اس کے کہ نص قرآنی اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ صحیح نہیں اور اگر اس حدیث کے ان الفاظ کو بالفرض صحیح تسلیم کیا جائے تو تعارض بین الاحادیث کو دور کرنے کے لئے اس کا یہ معنی ہوگا۔ ”لوکان موسیٰ وعیسیٰ حیّین علی الارض“

بارھویں دلیل

’’واخبرنی [1] ان عیسیٰ ابن مریم عاش مائة وعشرین سنة الا ارانی الاذاھبا علی رأس ستین (حجج الکرامہ ص۴۲۸، حاشیہ تفسیر جلالین زیر آیت متوفیك مطبوعہ دھلی)‘‘ حضرت عائشہؓ سے مستدرک میں حاکم اور حضرت فاطمہ الزہراؓ سے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ آپ نے اپنی مرض الموت میں فرمایا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح نے ایک سو بیس برس عمر پائی اور میری عمر ساٹھ برس کی ہوگی اور مصنف حجج الکرامہ نے اس حدیث کو روایت کر کے کہا ہے۔ رجالہٗ ثقات کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور پھر جلالین کے حاشیہ پر جو یہ حدیث بیان ہوئی ہے تو وہ ابن الجحر نے روایت کی ہے۔ یہ حدیث بالوضاحت دلالت کرتی ہے کہ جب آنحضرتﷺ ساٹھ برس کی عمر پا کر وفات پا جائیں گے۔ ویسے ہی مسیح ایک سو بیس برس کی عمر پا کر وفات پا گئے ہیں اور اگر انہیں زندہ تسلیم کیا جائے تو ان کی عمر آپ کے وقت میں ایک سو بیس نہیں بلکہ سات سو برس کے قریب ہونی چاہئے۔ کیونکہ کسی کی زندگی میں جو زمانہ گزرتا ہے وہی اس کی عمر ہوتی ہے۔ مگر آنحضرتﷺ نے فیصلہ فرما دیا اور اپنی مرض الموت میں فرمایا تاکہ یہ بات بطور وصیت کے لوگ یاد رکھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک سو بیس برس کی عمر پا کر وفات پا چکے ہیں جیسا کہ آنحضرتﷺ ساٹھ برس کی عمر پا کر وفات پا گئے۔

تیرھویں دلیل

معراج [2] کی حدیث ہے جس میں آنحضرتﷺ نے مسیح ناصری اور حضرت یحییٰ

---

[1] مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث اس وجہ سے کہ نص قرآنی اور احادیث مستند صحیحہ کثیرہ کے متعارض ہے۔ غیر صحیح بلکہ موضوع ہے۔ ورنہ مرزا قادیانی کی عمر تیس سال ہونی چاہئے تھی۔ اگر بالفرض صحیح تسلیم کی جاوے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ عیسیٰ بن مریم نے زمین پر یہ عرصہ گذارہ ہے۔ عیش خوردنی وآنچہ بداں زیست نمائیند۔ (منتہی الارب ج۳ ص۲۲۸)

[2] مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ میرے مناظر صاحب کو معراج کی تمام حدیثوں پر احاطہ نہیں۔ سنن بن ماجہ میں ہے۔’’عن عبداللّٰہ ابن مسعود قال لما کانت لیلة اسری برسول اللّٰہﷺ لقی ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ فتذاکرو الساعة فبدأو اباابراھیم فسألوہ عنھا فلم یکن عندہ منھا

علیہما السلام کو ایک جگہ اکٹھے دیکھا ہے۔ بعض حدیثوں میں تو دوسرے آسمان میں اور بعض احادیث میں چوتھے آسمان میں۔ اب سوال یہ ہے کہ مردوں کا مقام زندوں کا کیسے ہوسکتا ہے۔ البتہ مردوں میں وہی رہ سکتا ہے جو مردہ ہو نہ کہ زندہ۔ اب اس مقام کے متعلق ہم پوچھتے ہیں کہ آیا وہ مقام جنت تھا یا برزخ۔ اگر کہو مقام برزخ تو پھر بھی مسیح نہیں آ سکتے اور نہ ہی وہ زندہ ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ مقام برزخ مردوں کے لئے ہے نہ کہ زندوں کے لئے اور مقام برزخ میں رہنے والا دنیا میں نہیں آ سکتا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''حتیٰ اذا جاء احدکم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحاً فیما ترکت کلا انها کلمة هو قائلها ومن ورآئهم برزخ الیٰ یوم یبعثون (مؤمنون:۱۰۰) ''پس جو برزخ مقام میں پہنچ گیا قیامت کے دن تک اس کا ٹھکانا برزخ ہی ہے نہ کہ دنیا اور اگر کہو کہ جنت میں ہیں تو جنت بھی مرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے اور پھر جو جنت میں داخل کیا جاتا ہے تو اس کو پھر وہاں سے نکالا نہیں جاتا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ''وماهم منها بمخرجین ''پس کوئی صورت اختیار کرو۔ معراج کی حدیث سے مسیح کی وفات اور اس کا دوبارہ دنیا میں نہ آنا ثابت ہے۔

بقیہ حاشیہ: علم ثم سألوا موسیٰ فلم یکن عنده منها علم فرد الحدیث الیٰ عیسیٰ ابن مریم فقال قد عهد الیّ فیما دون وجبتها فاما وجبتها فلا یعلمها الا الله فذکر خروج الدجال قال فانزل فاقتله الحدیث (سنن ابن ماجه ص۹۹، باب فتنة الدجال وخروج عیسیٰ بن مریم) ''یعنی جس رات رسول اللہ ﷺ کو معراج کرایا گیا اس رات آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات کی تو ان سب میں قیامت کی بابت ذکر چلا۔ سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا گیا۔ آپ کو قیامت کے وقوع کی بابت کوئی خبر نہ تھی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا۔ آپ کو بھی کچھ معلوم نہ تھا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی باری آئی تو آپ نے کہا کہ ہاں قیامت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا مجھ سے عہد ہے۔ لیکن قیامت کے واقع ہونے کا وقت سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔ پھر آپ نے دجال کا ذکر کیا اور کہا پھر میں نازل ہوں گا اور اس کو قتل کروں گا۔ دیکھو اس حدیث میں آنحضرت ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی نزول ثانی کو بیان فرماتے ہیں۔ اس حدیث سے آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رسول اللہ ﷺ سے اپنے قرب قیامت میں نازل ہونے کی بابت ذکر کر رہے ہیں۔ اس حدیث کی تصریح کے مقابلہ میں قادیانی مناظر کی وہمی اور خیالی باتوں کا کچھ اثر نہیں۔

چودھویں دلیل

طبقات[۱] کبیر لمحمد بن سعد جو کہ حالات شریفہ آنحضرت ﷺ وحالات صحابہ کرامؓ بلکہ ابتدائی اسلامی تاریخ کی جڑ ہے۔ اس کے (جلد ثالث ص ۲۸ دارالکتب بیروت) پر ھبیرۃ بن مریم سے روایت کی ہے کہ: ''لما توفی علی ابن ابی طالب قام الحسن بن علی فصعد المنبر وقال ایها الناس قد قبض اللیلة رجل لم یسبقه الاولون ولقد قبض فی اللیلة التی عرج فیها بروح عیسیٰ ابن مریم لیلة سبع وعشرین من رمضان'' ھبیرۃ ابن مریم نے کہا کہ جب علیؓ ابن ابی طالب فوت ہوئے تو حسن بن علی علیہما السلام کھڑے ہوئے اور ممبر پر چڑھ کر آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! آج رات وہ شخص فوت ہوا ہے جس سے نہ تو پہلے بڑھے اور نہ پیچھے آنے والے لوگ ان کو پہنچیں گے۔ آنحضرت ﷺ ان کو جنگ پر روانہ فرماتے تھے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کی داہنی طرف اور حضرت میکائیل علیہ السلام ان کی بائیں طرف سے اسے گھیر لیتے تھے۔ تو آپ نہیں واپس ہوتے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فتح دیتا تھا اور واللہ یقیناً وہ اس

---

[۱] گو اس چودھویں دلیل کا جواب دنیا اسلامی مناظر کا فرض نہیں تھا۔ کیونکہ بروے شرط نمبر ا قادیانی مناظر کا فرض تھا کہ قرآن کریم اور حدیث کے سوا کوئی دلیل پیش نہ کرتا اور اس نے امام حسنؓ کا قول تاریخی رنگ میں پیش کیا ہے۔ لیکن پھر بھی اسلامی مناظر نے جواب دیا ہے۔ جس کی توضیح یہ ہے کہ بالحاظ آیت ''فنفخنا فیها من روحنا (الانبیاء:۹۱)'' وآیت ''فارسلنا الیها روحنا (مریم:۱۲)'' اور بلحاظ حدیث شفاعت ''ولکن علیکم بعیسیٰ فانه روح اللّٰه تعالیٰ (الشفاء ج ۱ ص ۴۶۶)'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ ہونے میں خصوصیت ہے اور اسی وجہ سے حضرت امام حسنؓ نے عیسیٰ ابن مریم سے روح کے ساتھ تعبیر فرمائی ہے اور اضافیت روح کی طرف عیسیٰ ابن مریم کے اضافیت بیانیہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ عرج فیہا بالروح الذی ہو عیسیٰ ابن مریم'' اور یہی وجہ ہے کہ حضرت امام حسنؓ نے حضرت علیؓ کے لئے فقرہ ولقد قبض استعمال فرمایا ہے اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے لئے لفظ عرج فیہا بولا ہے اور اسی کتاب طبقات ابن سعد کی یہ عبارت اس مضمون کی تائید کرتی ہے۔ ''عن ابن عباس وان اللّٰه رفعه بجسده وانه حی الآن وسیرجع الیٰ الدنیا فیکون فیها ملکاً ثم یموت کما یموت الناس (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۴۵، دار الکتب بیروت)'' یعنی اور حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بجسدہ العنصری اٹھالیا ہے اور وہ اس وقت زندہ ہے اور عنقریب دنیا میں دوبارہ آئے گا۔ پھر اس میں بادشاہ ہوگا۔ پھر وہ فوت ہوگا اور لوگ فوت ہوتے ہیں۔

معروف ومشہوررات میں فوت ہوا ہے۔ جس کو تم جانتے ہو کہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح اوپر چڑھائی گئی تھی اور رمضان کی ستائیسویں رات ہے۔ پس اس حدیث میں صاف طور پر مسیح کے رفع روح کی خبر دی گئی ہے۔ پھر اس کی خاص تاریخ اور خاص وقت بھی بتلایا گیا ہے اور وہ بھی ایسے الفاظ کے ساتھ جن کے کوئی اور معنی نہیں ہوسکتے۔ پھر ایسی طرز سے کہ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ سب مخاطبین صحابہ اور تابعین اس وقت اس تاریخ کو اس وصف کے ساتھ پہلے سے جانتے تھے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی روح اس میں اٹھائی گئی۔ پھر مجمع بھی کوئی تھوڑا نہیں بلکہ حضرت علیؓ کی وفات کا موقعہ ہے اور اس اجتماع کے موقعہ پر امام حسنؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح اٹھائی گئی نہ کہ جسم اور وہ ستائیسویں رمضان کی ہے اور اس وقت کوئی صحابیؓ کوئی تابعی کوئی عالم بھی یہ نہیں کہتا کہ حضور آپ کیا فرما رہے ہیں وہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور اب تک آسمان پر زندہ موجود ہیں اور پھر اس پر طرفہ یہ کہ ہم کو بھی ساتھ شریک کرتے ہیں کہ یہ بھی اس کو جانتے اور مانتے ہیں کہ وہ فلاں رات میں فوت ہوئے ہیں۔ لیکن کوئی نہیں بولتا اور سب سکوت اختیار کر کے ان کی بات کی تصدیق کرتے ہیں۔

دیکھ لو دنیا کی اصلاح کے لئے دو قدرتیں مبعوث ہوا کرتی ہیں۔ قدرت اولیٰ، وہ نبی کا وجود ہوتا ہے اور قدرت ثانیہ اس کے جانشین ہوتے ہیں۔ قدرت اولیٰ کی وفات ہوتی ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ کی وفات تو اس وقت قدرت ثانیہ کا پہلا فرد اٹھتا ہے[۱] ہے اور آیت ''ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل ''اور''انك ميت وانهم ميتون (زمر:۳۰)'' اور آیت ''ماجعلنا لبشر من قبلك الخلدافأن مت فهم الخالدون (انبياء:۳٤)''

---

[۱] ایک فقرہ سے جس میں عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر ذکر نہیں۔ اجماع صحابہؓ نکلنا ایک خیالی امر ہے۔ بلکہ اجماع صحابہؓ درحقیقت وہ ہے جس کو اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے حدیث ''والذى نفسى بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم ''ذکر کر کے فرمایا:''فاقرأوا ان شئتم وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته (بخارى ج١ ص٤٩٠، باب نزول وعيسىٰ عليه السلام) ''اور اس تصریح نزول ابن مریم کے موقعہ پر کوئی صحابی نہ تو نفس مضمون یعنی نزول ابن مریم سے انکار کرتا ہے اور نہ حضرت ابوہریرہؓ کے ضمیر قبل موتہ کا مرجع ابن مریم کو قرار دینے کو غلط کہتا ہے اور نہ ہی آپ کے استدلال کو ضعیف قرار دیتا ہے اور قدرت ثانیہ کے چوتھے فرد کے فوت ہونے پر حضرت امام حسنؓ نے کہا: ''ولقد قبض فى الليلة التى عرج فيها بروح عيسىٰ ابن مريم ''اور اس عبارت کا صحیح مطلب وہی ہے جو گذر چکا ہے تو اس لحاظ سے اس موقعہ پر بھی حضرت عیسیٰ ابن مریم کے زندہ بجسدہ العنصری مرفوع ہونے پر اجماع صحابہ ثابت ہوا نہ کہ جیسا قادیانی مناظر نے زعم کیا ہے۔

وغیرہ آیات پڑھ کر مسیح کی وفات ثابت کرتا ہے اور سب لوگ اپنی خاموشی سے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ پھر خلفاء اربعہ میں سے یعنی قدرت ثانیہ کا چوتھا فرد جب فوت ہوتا ہے تو موجودہ خلافت راشدہ کا آخری فرد بھی اٹھ کر حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کو ثابت کرتا ہے اور اس کا اعلان کرتا ہے کہ حضرت مسیح ناصری بجسمہ العنصر ی آسمان پر نہیں اٹھائے گئے بلکہ ان کی روح کا رفع ہوا ہے اور وہ وفات پا گئے ہیں۔

پندرھویں دلیل

امام بخاری[۱] اپنی صحیح میں کتاب بداء الخلق کے باب ''**واذکر فی الکتاب مریم**'' میں چند احادیث لائے ہیں۔ جن پر غور کرنے سے ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گئے ہیں اور آنے والا ابن مریم اور ہے جو امت محمدیہ سے ہوگا۔ چنانچہ پہلے وہ دو حدیثیں لائے ہیں۔

---

[۱] مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس طرح جواب دیا ہے کہ لفظ صحیح کے دو مصداق قرار دینا مرزا قادیانی کی ساخت وپرداخت ہے۔ کسی اسلامی کتاب میں کسی امام، صحابی، اہل مذہب کا کوئی قول مؤید نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی کو علم حدیث اور اصول حدیث کی واقفیت نہ تھی۔ ورنہ خود محدثین نے حضرت مسیح علیہ السلام کے مختلف حلیوں کی تطبیق دی ہوئی ہے۔ وہ یہ کہ گندم گوں رنگت کو جب صاف کیا جاوے تو سرخ معلوم ہونے لگتی ہے اور سیدھے بال قدرے جعودت کے منافی نہیں ہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ آپ کی تروتازگی کی حالت کا بیان فرمایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کانہ خرج من دیماس گویا آپ دیماس سے ابھی غسل کر کے نکل رہے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ حدیث حلیہ میں تو اختلاف الفاظ سے دو مسیح آپ نے سمجھا ہے اور کہہ دیا کہ ایک میں دو حلیئے جمع نہیں ہو سکتے ہیں۔ مگر بحکم ؎

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا
منم محمد واحمد کہ مجتبیٰ باشد

(تریاق القلوب ص۶، خزائن ج۱۵ ص۱۳۴)

حضرت موسیٰ وحضرت محمد علیہما الصلوٰۃ والسلام کے دو مختلف حلیوں کا ایک شخص میں جمع ہونا کیسا تسلیم کیا گیا ہے اور نیز صحیح بخاری ج۱ ص۴۸۹، باب واذکر فی الکتاب مریم) میں ہے۔ ''**حدثنا احمد قال سمعت ابراھیم عن ابیہ قال لا واللہ ماقال النبی ﷺ بعیسیٰ احمر**'' اس سے بھی صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ احمر اور آدم سے مراد ایک شخص ہے۔ کیونکہ اگر احمر وآدم دو شخص ہوتے تو ایک شخص کا سرخ رنگ اور دوسرے کا گندم گوں ہونا ناممکن اور غیر واقع نہیں مانا جاسکتا تو پھر حلفی نفی کا کیا معنی۔

۱...... ’’عن ابن عمرؓ قال قال النبیﷺ رایت عیسیٰ وموسیٰ وابراھیم فاما عیسیٰ فاحمر جعد عریض الصدر (بخاری ج۲ ص۴۸۹، باب واذکر فی الکتاب مریم) ‘‘ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے معراج کی رات موسیٰ وعیسیٰ وابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ یہ تھا کہ وہ سرخ رنگ کے ہیں اور بال گھنگریالے اور سینہ چوڑا ہے۔

۲...... ’’عن نافع قال عبداللّٰہ ذکر النبیﷺ...... وارانی اللیلۃ عن الکعبۃ فی المنام فاذا ارجل آدم کاحسن مایری من ادم الرجال تضرب لمتہ بین منکبیہ وفیہ الحدیث لثانی فاذا ارجل آدم سبط الشعر رجل الشعریقطر رأسہ ماء واضعا یدیہ علی منکبیے رجلین یطوف بالبیت قلت من ھذا فقالوا لمسیح ابن مریم (بخاری ج۲ ص۴۸۹، باب واذکر فی الکتاب مریم) ‘‘آپ فرماتے ہیں کہ مجھے کعبہ کے پاس خواب میں دکھایا گیا کہ ایک آدمی جو گندم گوں ہے اور بہت عمدہ رنگ ہے۔ اس کے بال شانوں کے درمیان تک ہیں۔ کنگھی کئے ہوئے بالوں والا ہے۔ دوسری روایت میں جو اس کے ساتھ متصل آئی ہے یہ ہے کہ وہ گندم گوں ہے اور اس کے سر کے بال سیدھے ہیں۔ اس کے سر سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہیں۔ وہ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے۔ میں نے کہا یہ کون ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ مسیح ابن مریم ہے۔ پھر آپ نے دیکھا کہ مسیح سے آگے دجال طواف کر رہا ہے۔ ان دونوں حدیثوں کو لا کر امام بخاری نے یہ سمجھایا ہے کہ ابن مریم دو ہیں اور ان دونوں حدیثوں میں اس پر دو دلیلیں دی ہیں۔ پہلی دلیل تو امام بخاری نے حلیتین سے دی ہے کہ ابن مریم کے دو حلیئے بتائے گئے ہیں۔ ایک میں سرخ رنگ دوسرے میں گندمی۔ ایک میں سیدھے بال اور دوسرے میں گھنگریالے بال۔ پس اختلاف حلیتین اس بات پر دال ہے کہ ابن مریم دو ہیں۔ ایک نہیں۔ کیونکہ ایک شخص کے دو حلیئے نہیں ہو سکتے۔ ہاں ایک نام دو شخصوں کا ہو سکتا ہے۔ دوسری دلیل یہ دی ہے کہ پہلے ابن مریم یعنی مسیح ناصری کو تو معراج کی رات مردوں کے ساتھ دیکھا ہے اور دوسری حدیث میں جس میں ابن مریم کا ذکر ہے اس کو آئندہ آنے والے دجال کے پیچھے۔ پس زندہ مردوں میں نہیں جا سکتا اور مردہ زندوں میں نہیں آ سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابن مریم دو ہیں۔ معراج کی رات جسے دیکھا وہ اور ہے اور جس کو دجال کے پیچھے دیکھا وہ اور ہے۔ اس کے بعد اس ترتیب سے وہ دو حدیثیں لاتے ہیں۔ ایک تو وہ حدیث جس میں ’’فاقول کما قال عبدالصالح وکنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم (بخاری ج۱ ص۶۶۵، باب قولہ وکنت علیھم شھیداً مادمت فیھم) ‘‘اور دوسرے حدیث ’’کیف انتم اذا

نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم (بخاری ج۱ ص۴۹۰، باب نزول عیسیٰ ابن مریم)''
پہلی حدیث میں تو پہلے ابن مریم کی جسے معراج کی رات میں دیکھا وفات کی طرف اشارہ کیا ہے اور آیت کی بجائے حدیث پیش لائے ہیں۔ اس لئے کہ حدیث بیان کرنے میں ایک مزید فائدہ تھا۔ وہ یہ کہ علماء جو توفیتنی کے معنی رفعتنی کے کرتے ہیں غلط ہیں۔ پس حدیث پیش کر کے بتادیا کہ توفیتنی کے معنی امتنی کے ہیں اور انہی معنوں میں مسیح نے استعمال کیا ہے۔ جن معنوں میں کہ آنحضرت ﷺ نے اور دوسری حدیث میں امام بخاری نے بتایا ہے کہ وہ ابن مریم جس کو آپ نے دجال کے پیچھے طواف کرتے دیکھا ہے اور جس کا کام اس حدیث سے پہلی حدیث میں کسر صلیب اور قتل خنزیر بتایا گیا ہے وہ تم میں سے پیدا ہوگا۔ کہیں باہر سے نہیں آئے گا۔ بلکہ وہ امت محمدیہ سے ہی ہوگا۔ پس [۱] ''امامکم منکم ''ہی بتایا کہ وہ مسیح اسرائیلی جس کی وفات کی طرف اشارہ کردیا گیا ہے وہ نہیں آئے گا۔ بلکہ آنے والا مسیح اس امت محمدیہ سے ہی ہوگا۔ چنانچہ وہ مسیح آ گیا اور وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہیں اور آپ نے بآواز بلند پکار کر کہا۔

چوں [۲] مرانورے پے قوم مسیحی دادہ اند مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

(آئینہ کمالات اسلام ص۳۵۸، خزائن ج۵ ص ایضاً)

---

[۱] مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس حدیث یعنی ''کیف انتم اذ انزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم ''کا یہ جواب دیا ہے کہ: ''وامامکم منکم ''حال ہے۔ جس کی تائید یہ حدیث کرتی ہے۔ ''کیف تهلك امة انا اولها والمهدی وسطها والمسیح اٰخرها (مشکوٰۃ ص۵۸۳، باب ثواب هذه الامة)''

[۲] قادیانی مناظر عجیب لیاقت کا آدمی ہے کہ جابجا مرزا قادیانی کے اشعار پیش کرتا ہے۔ حالانکہ اسلامی مناظر جس کے مقابلہ پر یہ اشعار پیش کئے جاتے ہیں وہ مرزا قادیانی کو مفتری اور متنبی سمجھتے ہیں اور مرزا قادیانی کو یہ نور بھی نرالا دیا گیا۔ کیونکہ مرزا قادیانی انوار کے چمکار ہر طرف سے ایسے نمودار ہو رہے ہیں جیسا کہ مثلاً صائب کہتا ہے۔

ارے خود غرض اور خود کام مرزا — ارے منحوس نافر جام مرزا
غلام چھوڑ کر احمد بنا تو — رسول حق باستحکام مرزا
مسیح ومہدی موعود بن کر — بچھائے تو نے کیا کیا دام مرزا
ہوا بحث نصاریٰ میں باخبر — مسیحائی کا یہ انجام مرزا
مہینے پندرہ بڑھ چڑھ کے گذرے — ہے آتھم زندہ اے ظلام مرزا
تری تکذیب کی شمس وقمر نے — ہوا حجت کا خوب اتمام مرزا
ڈبویا قادیان کا نام تونے — کہیں کیا اے بدوبد نام مرزا
کہاں ہے اب وہ تیری پیش گوئی — جو تھا شیطان کا الہام مرزا
اگر ہے کچھ بھی غیرت ڈوب مر تو — بظاہر اس میں ہے آرام مرزا

سوئے من اے بدگماں از بدگمانیہا مبیں فتنہ ہا بنگر چہ قدر اندر ممالک زادہ اند

(حقیقت الوحی ص۳۹۲، خزائن ج۲۳ص۴۰۸)

می درخشم چوں قمر تابم چو قرص آفتاب کورچشم آنانکہ درانکار ہم افتادہ اند

بشنوید اے طالباں کزغیب بکند ایں ندا مصلحے باید کہ درہر جامفاسد زادہ اند

صادقم وارنہ طرف مولیٰ بانشانہا آمدم صدور علم وہدیٰ برروئے من بکشادہ اند

(آئینہ کمالات اسلام ص۳۵۸، خزائن ج۵ص ایضاً)

پیارو! غور کرو فکر کرو۔ دیکھو یہود نے مسیح ناصری کے وقت کہا کہ جب تک ایلیا آسمان سے نہ آئے تب تک ہم تجھے نہیں مانیں گے۔ کیا کوئی ایلیا آسمان سے اتر آیا نہ مطابق حدیث ’’السعید من وعظ بغیرہ ‘‘نصیحت پکڑو اور ڈر جاؤ اور اس بات پر مت زور دو کہ جس کی خرابی تم پر عیاں ہو چکی ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے بھی فرمایا ہوا ہے کہ میری امت بھی یہود کا طریق اختیار کرے گی۔ مطابق شرط نمبر۲ ہم نے مذکورہ بالا پندرہ [۱] دلائل وفات مسیح پر قرآن مجید وحدیث [۲] صحیح سے لکھے ہیں۔ جن پر غور کرنے سے ہر ایک عقلمند انسان صحیح نتیجہ تک پہنچ سکتا ہے اور معلوم کر سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔

دستخط	دستخط
پریزیڈنٹ جماعت احمدیہ کرم داد، از دولمیال	جلال الدین شمس مولوی فاضل

مناظر منجانب جماعت احمدیہ از قادیان ...... ۱۸؍اکتوبر ۱۹۲۴ء

---

[۱] پندرہ دلائل کو غور سے پڑھا اور مفتی صاحب اسلامی مناظر نے جو ان کی تردید کی ہے وہ بھی نہایت تدبیر سے ذہن نشین کی۔ جس سے یہ ظاہر ہوا کہ اسلامی مناظر نے ہر ایک دلیل کے طرز استدلال کو شرط نمبر۱ و شرط نمبر۲ کے تحت میں رہ کر ایسا توڑا اور بے اصل ثابت کیا کہ قادیانی مناظر کسی دلیل کا طرز استدلال وفات مسیح ابن مریم کو ثابت نہ کر سکا۔ بلکہ قادیانی مناظر نے جو قرآنی دس دلیلیں ذکر کی ہیں ان میں سے سوائے پہلی دلیل کے کسی دلیل میں حضرت عیسیٰ ابن مریم کی وفات کا ذکر ہی نہیں اور پہلی دلیل کے متعلق خود قادیانی مناظر نے تسلیم کیا ہے کہ یہ واقعہ قیامت کو ہوگا اور قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ آج وفات کا ثبوت نہیں۔

[۲] قادیانی جماعت بڑے فخر سے یہ کہتے تھی کہ ہم وفات مسیح ابن مریم قرآن سے ثابت کر سکتے ہیں اور حیات مسیح ابن مریم پر ہمارے مخالف فریق کے پاس کوئی قرآنی دلیل نہیں۔ بلکہ اگر پیش کرتے ہیں تو حدیث۔ اس مناظرہ میں ان کا یہ مصنوعی فخر بخوبی ٹوٹ گیا ہے اور قادیانی مناظر کو اپنے دلائل پر ایسی بے اعتباری اور بے اطمینانی تھی کہ اس نے زمرۂ دلائل میں چند ایسی احادیث بیان کر دیں جن کا حال گذر چکا ہے اور مفتی صاحب اسلامی مناظر نے شرط نمبر۱ و شرط نمبر۲ کے تحت میں رہ کر حیات مسیح ابن مریم کو قرآن کریم سے ثابت کیا۔ جس کا قادیانی مناظر کوئی جواب نہ دے سکا۔ اگر حیات مسیح ابن مریم کو حدیثوں سے تلاش کیا جائے تو فن حدیث اس مضمون سے لبریز ہے۔

۱۸/۱۱کتوبر ۱۹۲۴ء پرچہ نمبر دوم

تردید دلائل وفات مسیح از مفتی غلام مرتضٰی صاحب

اسلامی مناظر

’’سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم ۰ فان تنازعتم فی شیٔ فردوه الیٰ الله والرسول‘‘

ابن مریم زندہ ہے حق کی قسم آسماں ثانی پہ ہے وہ محترم
وہ ابھی داخل نہیں اموات میں ہے یہی مضمون بیس آیات میں

میں[1] نہایت افسوس کرتا ہوں کہ میرے مناظر صاحب نے کوئی دلیل قرآنی یا حدیثی پیش نہیں کی۔ جس سے وفات ابن مریم ثابت ہو۔ آپ قرآن کریم کے الفاظ میں غور کریں۔ آپ نے کوئی فقرہ ایسا پیش نہیں کیا جس سے بلحاظ الفاظ وقواعد عربیت وفات ابن مریم ثابت ہو۔ مثلاً آیت ’’واذ قال الله یعیسیٰ ابن مریم أانت قلت للناس اتخذونی‘‘ کیونکہ اس کے لفظوں پر غور کرنے سے اتنا ہی ثابت ہوا کہ: ’’لما توفیتنی‘‘ وعدہ ’’انی متوفيك ورافعك الیّ‘‘ کے وقوع کا بیان ہے۔ اب اگر بلحاظ آیت ’’الله یتوفی الانفس حین موتها والتي لم تمت فی منامها‘‘ توفیتنی سے اُمتنی مراد لی جائے تو اس سوال وجواب میں زمانہ رقابت زیر تنقیح ہے۔ علم تثلیث زیر بحث نہیں۔ اس لئے علم ہونا یا نہ ہونا دونوں برابر ہیں۔ سوال یوں ہوگا کہ کیا آپ اے حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں اپنی زیر نگرانی کہہ کر تثلیث پھیلاتے تھے تو آپ جواب دیں گے کہ جب سوتے ہوئے میرا رفع جسمانی ہوا تو میرے ذمہ داری اور رقابت ختم ہوچکی اور اپنی ڈیوٹی پوری کر چکا اور اگر توفیتنی سے امتنی مراد لی جاوے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ واقعہ قیامت کو ہوگا اور اذا استقبال کے لئے بھی آتا ہے۔ ’’فسوف یعلمون اذا الاغلال فی اعناقهم‘‘ اور مولوی نورالدین صاحب اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔ ’’اور جب کہے گا اللہ‘‘ (فصل الخطاب ص۱۳۷)

---

[1] اس کا مطلب یہ ہے کہ قادیانی مناظر نے دلائل وفات مسیح ابن مریم اپنے زعم کے مطابق پیش کئے ہیں۔ لیکن قرآن یا حدیث میں سے کوئی ایسی دلیل نہیں بیان کی جو بلحاظ الفاظ وقواعد عربیت وفات ابن مریم کو ثابت کرے۔

پس اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ ابن مریم قیامت سے پہلے وفات پا چکے ہوں گے۔ آج وفات کا ثبوت نہیں اور ابن مریم کی غلط گوئی کا الزام قرآن کریم کے الفاظ پر تدبر نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ سوال علم سے نہیں ہوگا۔ بلکہ سوال صرف یہ ہوگا کہ اے عیسیٰ تو نے لوگوں کو کہہ کر تثلیث پھیلائی تھی۔ چنانچہ وہ اسی سوال کا جواب دیں گے کہ میں نے نہیں کہا۔ رہی زائد بات۔ اس کا بتلانا نہ ان پر واجب نہ مفید۔ اس لئے خاموشی اختیار کر کے استظہار بالرحمۃ کریں گے اور کہیں گے۔ ''ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفرلهم فانك انت العزيز الحكيم ''اور ''فاقول كما قال العبد الصالح ''میں یہ ضروری نہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں ہر حیثیت میں اشتراک ہو اور قال کا ماضی ہونا اس کے متعلق اتنا کہنا کافی ہے کہ ماضی بمعنی مضارع بکثرت قرآن کریم میں وارد ہے۔ ''ونفخ فى الصور واشرقت الارض ووضع الكتاب جيئ بالنبيين قضى بينهم ''میں قال بمعنی یقول [1] ہوسکتا ہے اور ایسا ہی آیت ''قد خلت من قبله الرسل '' کیونکہ خلت کا معنی ماتت نہیں۔ دیکھو ''سنة الله التى قد خلت (......:۸۵) ''اور دیکھو ''ولن تجد لسنة الله تبديلا '' بلکہ خلو کے معنی نقل مکانی ہے۔ ''واذا خلوا الىٰ شياطينهم (بقره:۱٤) ''یا زمانے کا گذرنا ''بما اسلفتم فى الايام

---

[1] رہا یہ امر کہ ماضی سے کیوں تعبیر فرمایا۔ سو گو بیان نکتہ کو اصل مقصود میں کوئی دخل نہیں۔ مگر تبرعاً بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو اپنی حکایات بیان فرمائیں کہ میں قیامت میں اس طرح کہوں گا۔ اس بیان سے پہلے صحابہؓ یہ آیت سن چکے تھے۔ ''واذ قال الله يا عيسىٰ اانت قلت للناس اتخذونى ان تعذبهم فانهم عبادك ''پس مقتضا بلاغت کا ہوا کہ حکایت کے ماضی ہونے کو بمنزلہ محکی عنہ کے ماضی ہونے کے ٹھہرا کر صیغہ ماضی استعمال فرمایا۔ یا یوں کہا جائے کہ قیامت کے روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول پہلے ہو چکے گا۔ پھر آنحضرت ﷺ کا یہ قول صادر ہوگا تو حضور کے قول کے وقت چونکہ وہ قول ماضی ہو چکا ہے۔ اس لئے صیغہ ماضی سے تعبیر فرمایا۔ قرآن کریم میں بھی اس کی نظیر ہے۔ ''قال تعالىٰ يوم يأتى بعض آيات ربك لا ينفع نفساً ايمانها لم تكن اٰمنت '' مستقبل ہے۔ مگر باعتبار وقت لاینفع کے ماضی تھا۔ اس لئے ماضی لائے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر بعض جگہ تو مستقبل سے مستقبل کو بھی ماضی سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ ''قال تعالىٰ وعلىٰ الاعراف رجال يعرفون كلا بسيماهم ونادوا اصحاب الجنة (الاعراف:٤٦) ''اس میں یقیناً ندا بعد معرفت کے ہے۔ پھر یعرفون کو مستقبل لائے اور ندا جو اس مستقبل سے بھی مستقبل ہے۔ اس کو ماضی سے تعبیر فرمایا۔

الخالية (حاقه:٢٤) ’’اور ذی مکان اور ذی زمان کی صفت بالعرض ہوا کرتا ہے اور جنگ احد کے واقعہ میں سالبہ کلیہ کی تردید ہے جو مہملہ سے ہوسکتی ہے جو قوت موجبہ جزئیہ میں ہے اور حضرت ابوبکر کی نظر ’’افان مات ‘‘ پر ہے۔ اسی لئے انہوں نے اس موقعہ پر یہ آیت بھی پڑھی۔ ’’انك میت وانهم میتون (زمر:٣٠) ‘‘ اور ویسا ہی آیت ’’والذین یدعون من دون الله لا یخلقون شیئا وهم یخلقون اموات غیر احیاء (نحل:٢٠) ‘‘ قضیہ مطلقہ عامہ ہے ورنہ لازم آئے گا کہ روح القدس فوت ہو چکے ہوں اور نیز آیت ’’انك میت وانهم میتون ‘‘ سے بھی اس کا قضیہ مطلقہ عامہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور ایسا ہی آیت ’’کانا یأ کلان الطعام ‘‘ میں صیغہ ماضی ان کی ماں کی وجہ سے تغلیب ہے۔ جیسے ’’کانت من القانتین ‘‘ میں اگر سوال ہو کہ ابن مریم کیا کھاتے ہیں تو ہم حدیث سنائیں گے۔ ’’لست کاحدکم ‘‘ اور ’’لست کهیئتکم انی یطعمنی ربی ویسقینی ‘‘ اور ایسا ہی آیت ’’واوصانی بالصلوٰة ‘‘ کیونکہ نماز کے آسمان پر ادا ہونے میں کوئی اشکال نہیں اور زکوٰۃ کے متعلق یہ جواب ہے کہ زکوٰۃ سے مراد پاکیزگی ہے۔ جیسا ’’وحنانا من لدنا وزکوٰة ‘‘ اور نیز ’’لاهب لك غلاما زکیاً ‘‘ قابل غور ہے اور اگر زکوٰۃ سے صدقہ مفروضہ مراد لیا جاوے تو پہلے میرے مناظر صاحب ابن مریم کا صاحب نصاب ہونا قرآن وحدیث سے ثابت کریں۔ پھر ہم مصرف بتادیں گے اور ایسا ہی آیت ’’والسلام علیّ یوم ولدت ویوم اموت ‘‘ کیونکہ عدم ذکر شئے سے اس شئے کی نفی لازم نہیں آتی۔ جیسا مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ: ’’عدم علم سے عدم شئے لازم نہیں آتی۔‘‘

(براہین احمدیہ ص۵۴۵، خزائن ج۱ ص۶۵۱)

اور نیز لفظ وسیع اس سے پیشتر مذکور ہے۔ ’’وجعلنی مبارکاً اینما کنت ‘‘ اور ایسا ہی آیت ’’ولکم فی الارض مستقر ومتاع الیٰ حین ‘‘ اور آیت ’’فیها تحیون وفیها تموتون ‘‘ کیونکہ یہ حصر بلحاظ مقر طبعی کے ہے۔ مانند ملائکہ کی اور نیز جعل تکوینی میں یہ لازم نہیں کہ مجعول الیہ لازم ہو۔ ’’وجعلنا اللیل لباساً وجعلنا النهار معاشا ‘‘ اور ایسا ہی ’’مبشراً برسول ‘‘ کیونکہ ’’بعدی ‘‘ ہر دو صورتوں یعنی بعد الموت اور بعد الغیوبت کو شامل ہے۔ دیکھو حدیث ’’انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی ‘‘ بوقت غیوبت فرمائی گئی اور ویسا ہی آیت ’’ومن نعمره ننکسه ‘‘ اور آیت ’’ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الیٰ ارزل العمر ‘‘ کیونکہ ہم ابن مریم کو ہمیشہ کے لئے موت سے بچنے والا

نہیں اعتقاد کرتے اور ویسا ہی حال احادیث کا ہے۔ مثلاً ''لوکان موسیٰ وعیسیٰ حیین'' کیونکہ یہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں بلکہ (مشکوٰۃ ص۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) میں بروایت جابرؓ یہ حدیث اس طرح پر ہے۔ ''لوکان موسیٰ حیاما وسعہ الاالتباعی (رواہ احمد)'' اور نیز بلحاظ شرط نمبر۲ بوجہ خلاف قرآن ہونے کے غیر صحیح ہی اگر مانی جاوے تو اس کا معنی بقرینہ تطبیق بین الاحادیث حیین علی الارض ہوگا اور ایسا ہی حدیث ''ان عیسیٰ ابن مریم عاش مائۃ وعشرین سنۃ'' کیونکہ بصورت صحت اس کا مطلب یہ ہے کہ ابن مریم نے زمین پر یہ عرصہ گذارہ ہے۔ عیش خوردنی وآنچہ بداں زیست نماند (منتہی الارب ج۳ ص۲۷۸) اور حدیث معراج کے متعلق یہ گذارش ہے کہ میرے مناظر صاحب نے معراج کی تمام حدیثوں پر نظر نہیں کی۔ چنانچہ (سنن ابن ماجہ ص۲۹۹، باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ علیہ السلام) میں ہے۔ ''عن عبداللہ ابن مسعودؓ قال لما کان لیلۃ اسری برسول اللہﷺ لقی ابراھیم وموسیٰ فتذاکرو الساعۃ فبدأ واباابراھیم فسألوا عنھا فلم یکن عندہ منھا علم ثم سألوا موسیٰ فلم یکن عندہ منھا علم فرد الحدیث الیٰ عیسیٰ ابن مریم فقال قد عھد الیّ فیما دون وجبتھا فاما وجبتھا فلا یعلمھا الا اللہ فذکر خروج الدجال قال فانزل فاقتلہ'' اور روایت طبقات ابن سعد کے متعلق اتنا کہنا کافی ہے کہ بوجہ خصوصیت روح اللہ ہونے کے ابن مریم سے بالروح تعبیر کی گئی ہے۔ اس کی تائید اسی (طبقات ابن سعد ج۱ ص۴۵) میں ہے۔ ''یحییٰ عن ابن عباسؓ وان اللہ رفعہ بجسدہ وانہ حی الآن وسیرجع الیٰ الدنیا فیکون فیھا ملکاً ثم یموت کما یموت الناس'' ایسا ہی احادیث حلیہ۔ کیونکہ گندم گوں رنگ کو جب صاف کیا جاوے تو سرخ معلوم ہونے لگتا ہے اور سیدھے بال قدرے جعودت کے منافی نہیں۔ کیونکہ آنحضرتﷺ ابن مریم کا حلیہ تروتازگی کی حالت کا بیان فرمایا۔ چنانچہ بیان فرماتے ہیں ''کانہ خرج من دیماس'' گویا آپ حمام سے ابھی غسل کر کے نکل رہے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ حدیث حلیہ میں تو اختلاف الفاظ سے دو مسیح آپ نے سمجھ لئے۔ مگر بحکم ؎

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا
منم محمد واحمد کہ مجتبیٰ باشد

(تریاق القلوب ص۶، خزائن ج۱۵ ص۱۳۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام وحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دومختلف حلیوں کا ایک شخص میں جمع ہونا کیسا تسلیم کیا گیا ہے اور حدیث ’’کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم ‘‘میں ’’امامکم منکم (بخاری ج۱ ص۴۹۰، باب نزول المسیح)‘‘ حال ہے۔ جس کی تائید یہ حدیث کرتی ہے۔ ’’کیف تھلك امة انا اولھا والمھدی وسطھا والمسیح اٰخرھا (مشکوٰۃ ص۵۸۳، باب ثواب ھذہ الامة)‘‘

دستخط	دستخط
مفتی غلام مرتضیٰ (اسلامی مناظر)	مولوی غلام محمد بقلم خود از گھوٹہ متصل ملتان
	پریزیڈنٹ اسلامی جماعت
۱۸؍اکتوبر۱۹۲۴ء	پرچہ نمبر دوم

تردید دلائل حیات مسیح از جلال الدین

قادیانی مناظر

’’بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۰ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم‘‘

پہلی دلیل حیات مسیح پر جو مفتی صاحب نے پیش کی ہے وہ آیت ’’بل رفعہ اللّٰہ الیہ ‘‘ ہے۔ اس آیت کے فقرہ ’’بل رفعہ اللّٰہ ‘‘ سے مفتی صاحب استدلال کرتے ہیں کہ وہ آسمان پر بجسمہ العنصری زندہ اٹھائے گئے اور اس بات کے ثبوت میں لفظ رفع کی لغوی تحقیق پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لغت عرب میں رفع کے حقیقی معنی اوپر کی طرف اٹھانا ہے۔ آگے آپ نے مثالیں دی ہیں۔ مگر میں مفتی صاحب کو بتانا چاہتا ہوں کہ لغت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ خداتعالیٰ کا نام رافع ان معنوں میں استعمال نہیں ہوتا۔ جیسا کہ لسان العرب میں لکھا ہے۔ ’’وفی اسماء اللّٰہ الرافع[1] الذی یرفع المؤمنین بالاسعاد واولیاء ہ بالتقریب ‘‘اس کے سوا اور کوئی معنی خداتعالیٰ کے نام رافع کے نہیں۔ جب کہ مفعول ذی روح انسان ہو اور رفع کا فاعل خداتعالیٰ

---

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ بل رفعہ اللّٰہ الیہ میں بلحاظ سیاق وسباق وبروئے قواعد عربیت ایسی رفع جسمانی مراد ہے جس کو اعزاز لازم ہے اور اعزاز بوجہ لازم ہونے کے معنی کنائی ہوں گے اور فن بیان کا قانون ہے کہ معنی حقیقی اور معنی کنائی دونوں معاً مراد لئے جاسکتے ہیں۔ ’’لان الکنایة مستعملة فی غیر ما وضعت له مع جواز ارادته (مطول بحث حقیقت ومجاز ص۳۲۸)‘‘

ہوتو اس کے معنی سوائے تقریب اور اسعاد کے نہیں ہوتے اور اگر ہوتے ہوں تو مفتی صاحب [۱] کوئی ایک مثال پیش کریں۔ پس مسیح کے لئے جو لفظ رفع کا استعمال ہوا ہے وہ اسی طریق پر ہوا ہے کہ اس کا فاعل خداتعالیٰ ہے اور مفعول ذی روح انسان ہے اور اس طریق پر ایسی مثالیں [۲] بھی موجود ہیں کہ ان میں باوجود سماء کا لفظ ہونے کے بھی آسمان پر لے جانے کے معنی نہیں۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔''اذا تواضع العبد رفعه الله الیٰ السماء السابعة (کنزالعمال ج۳ ص۱۰۰، حدیث نمبر۵۷۲) '' کہ جب کوئی بندہ خاکساری کرتا ہے تو خداتعالیٰ ساتویں آسمان تک اس کا رفع کرتا ہے اور اسی طرح حدیث میں آیا ہے۔''ماتواضع احد الا رفعه الله (مسند احمد ج۲ ص۳۸۶) ''اسی طرح قرآن مجید سے مثالیں ملاحظہ ہوں۔''ولو شئنا لرفعناه بهاولکنه اخلد الیٰ الارض (اعراف:۱۷۶)''

---

[۱] قادیانی مناظر نے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ رفع کا فاعل خداتعالیٰ ہو اور مفعول ذی روح انسان ہو تو اس کے معنی سوائے تقرب اور اسعاد کے نہیں ہوتے۔ بلکہ قادیانی مناظر نے ایک پرچہ کی تقریر میں یہ ظاہر کیا کہ اگر مفتی صاحب ایسی مثالیں کریں کہ رفع کا فاعل خداتعالیٰ ہو اور مفعول ذی روح انسان ہو اور معنی مراد سوائے تقرب اور اسعاد کے ہوں تو میں مفتی صاحب کو پچاس روپیہ انعام دوں گا۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۵ میں بعد ختم ہونے زور وجوش قادیانی مناظر کے اس کی تردیدیوں کی کہ حدیث میں ہے۔''ثم رفعت الیٰ سدرة المنتهی (صحیح بخاری ج۱ ص۵۴۹، باب حدیث الاسریٰ وقوله سبحان الذی اسریٰ بعبده) ''دیکھو اس فقرہ میں رفعت گو ماضی مجہول الفاعل ہے۔ لیکن جیسا کہ خلقت میں خلق ایسا فعل ہے جس کا فاعل درحقیقت خداتعالیٰ ہے۔ پس اس فقرہ میں رفع کا فاعل خداتعالیٰ ہے اور مفعول ذی روح انسان ہے اور معنی مراد سدرۃ المنتہیٰ پر اٹھائے جانا ہے۔ اگرچہ بطور کنایت اس رفع کو تقرب لازم ہے۔ اس موقعہ پر بعض فضلا نے کہا کہ اب قادیانی مناظر سے پچاس روپیہ وصول کرو۔ لیکن مفتی صاحب اسلامی مناظر نے کہا کہ میں قادیانی کا روپیہ لینا پسند نہیں کرتا۔

[۲] مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں یہ لکھا ہے کہ بلحاظ سیاق وسباق وبروئے قواعد عربیت مجوزہ فریقین اس آیت میں فقرہ''بل رفعه الله الیه''سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے جانے کے سوا اور کوئی معنی مراد نہیں لیا جاسکتا تو اگر لفظ رفع کسی اور جگہ کسی دیگر معنی میں مستعمل ہو تو مضر نہیں۔ کیونکہ عربی لفظوں کے لئے مستعمل فیہ معانی کثیرہ ہوا کرتے ہیں۔ اب قادیانی مناظر کا اس مضمون کو پڑھ کر اور سن کر پھر ایسی مثالیں پیش کرنا اس کی کم علمی کا نتیجہ ہے اور نیز ان مثالوں میں ایک بھی رفع الیٰ اللہ کی مثال نہیں اور اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اسی طریق سے تردید کی ہے۔

۲...... ’’فی بیوت اذن اللّٰہ ان ترفع (الفوز:۳۶)‘‘اورحدیث میں’’ان اللّٰہ یـرفع بھذا الکتاب اقواماً ویضع بہ اٰخرین (ابن ماجہ ص۲۰، باب فضل من تـعلم القرآن وعلمہ) ‘‘ان مثالوں سے واضح ہے کہ جب خدا تعالیٰ رفع کا فاعل ہو اور مفعول کوئی انسان ہو۔جیسا کہ مسیح کے لئے وارد ہوا ہے تو اس کے معنی مع الجسم اٹھانا نہیں ہوتے۔

دوسری بات جو آپ فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ الیہ سے مراد آسمان کی طرف اٹھانا ہے۔مگر سوال ۱؎ یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ ہر ایک جگہ ہے تو اس کی تعیین آپ کس قرینے سے کرتے ہیں کہ اس سے مراد ضرور آسمان ہی ہے اور اگر اس بات کو تسلیم بھی کیا جائے تو معلوم ہوا کہ الیٰ ۲؎ انتہاء غایت کے لئے آتا ہے اور خدا تعالیٰ کے متعلق’’استـویٰ عـلی العرش ‘‘قرآن مجید میں وارد ہوا ہے اور مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ ساتویں آسمان پر ہے۔تو پھر کیوں یہ نہ تسلیم کیا جائے کہ وہ

۱؎ قادیانی مناظر کی علمی لیاقت پر افسوس۔کیونکہ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں یہ مضمون درج کیا ہے اور’’رفـع الـیٰ اللّٰہ ‘‘سے حقیقی طور پر رفع الی اللہ مراد نہیں ہوسکتی۔کیونکہ اللہ تعالیٰ لامکان ہے اور بلحاظ’’صـفـت عـلـم ‘‘وغیرہ اس کو تمام مکانوں اور تمام مکینوں کے ساتھ ایک ہی نسبت ہے۔بلکہ’’رفع الیٰ اللّٰہ ‘‘سے مراد آسمان پر اٹھانا ہے جو فرشتوں پاک ہستیوں کا مقر ہے۔جن کی شان میں’’لا یعصون اللّٰہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون (تحریم:۶) ‘‘شہادت خداوندی ہے۔ اس مضمون میں اسلامی مناظر نے آسمان کی تعیین کا قرینہ اور دلائل بیان کر دیئے ہیں۔اب قادیانی مناظر کا طلب قرینہ جہالت محضہ ہے۔

۲؎ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ’’الـرحمٰن علی الـعـرش استوی ‘‘سے یہ مراد نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عرش مکان ہے۔جیسا کہ تمام اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لامکان ہے۔بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ:’’رحـمـان مـن حیـث الـرحمانیت ‘‘عرش مستوی ہے۔جیسا کہ حدیث قدسی’’ان رحمتی سبقت غضبی ‘‘سے ظاہر ہے اور چونکہ رفع الیٰ اللہ سے رفع الیٰ السماء مراد ہونا مدلل ہو چکا ہے۔اس لئے بلحاظ اس امر کے کہ الیٰ انتہاء غایت کے لئے ہوتا ہے۔فقرہ’’بـل رفعہ اللّٰہ الیہ ‘‘کا یہ مقتضا ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے ہیں نہ یہ کہ ساتویں پر اٹھائے گئے ہیں اور پھر قادیانی مناظر نے جو مثال یعنی’’ثم اتموا الصیام الیٰ اللیل ‘‘ اپنی تائید میں پیش کی ہے وہ مثال درحقیقت ہماری تائید کرتی ہے۔کیونکہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ جب آفتاب غروب ہو جائے۔نور رات کا شروع ہو تو اسی وقت روزہ افطار کیا جائے اور اس میں ہماری تائید ہے اور حسب تقریر قادیانی مناظر اس آیت کا یہ مطلب ہونا چاہئے کہ جب تمام رات گذر جائے تو اخیری جزو رات میں افطار کیا جائے۔وھو کما تری!

ساتویں آسمان پر خدا تعالیٰ کے دائیں طرف بیٹھا ہے جو کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ کیوں دوسرے اور تیسرے یا چوتھے آسمان پر ٹھہرایا جاتا ہے۔ اگر مثال چاہیں تو ''ثم اتموا الصیام الیٰ اللیل (بقرہ:۱۸۷)'' پر غور کر لیں اور نیز ہم بتا چکے ہیں کہ ''رافع'' کے معنی جب کہ خدا تعالیٰ فاعل ہو بجسمہ العنصری اٹھانا ہوتے ہی نہیں۔ بلکہ رفع روحانی ہوتا ہے تو آسمان وغیرہ کا جھگڑا ہی نہیں رہتا اور جو آپ نے مثالیں پیش کی ہیں ان میں سے کسی میں بھی ہماری شرائط پورے طور پر نہیں پائی جاتیں۔

اور حضرت[1] مسیح موعود کی عبارتیں جو پیش کی گئی ہیں ان سے بھی یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ رفع کے معنی بجسمہ العنصری زندہ اٹھا لینا مراد ہے۔ بلکہ رفع روحانی جو دوسرے لفظوں میں تقرب کے معنی ہیں مراد ہے اور مرنے کے بعد روحوں کا علیین میں جانا رفع کے منافی نہیں اور روح کا مرنے کے بعد آسمان پر جانا مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ اس لئے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ مطابق آیت ''وھو اللہ فی السموات وفی الارض'' زمین وآسمان میں ہے۔ اس لئے مسیح کا رفع زمین کی طرف بھی ہوا اور آسمان کی طرف بھی۔ یعنی جسم چونکہ زمینی چیز تھی۔ اس لئے وہ زمین میں چلا گیا اور روح چونکہ آسمانی چیز تھی وہ آسمان پر چلا گیا اور روح وجسم کے درمیان تفریق کا نام ہی موت ہے۔

اور پھر عجب بات یہ ہے کہ جیسے کہ جسم زمینی اور مادی چیز ہے۔ اس کے اٹھانے والے بھی انسان ہیں اور روح چونکہ لطیف اور آسمانی چیز ہے۔ اس لئے اس کے اٹھانے والے اور لے

---

[1] مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ مرزاقادیانی کی عبارتوں سے صرف یہ فائدہ حاصل کیا گیا ہے کہ رفع الیٰ السماء سے مراد مرزاقادیانی کے نزدیک بھی آسمان کی طرف اٹھائے جانا ہے اور رفع جسمانی ثابت کرنے کے لئے ہم نے بل کو میدان مناظرہ میں چھوڑ دیا ہے۔ جو اس کا مقابلہ کرے گا۔ انشاء اللہ شکست کھائے گا۔ جیسا کہ قادیانی مناظر نے شکست کھائی ہے اور مرزاقادیانی نے صراحۃً آسمان کا لفظ بولا ہے۔ جس میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی اور فقرہ ''بل رفعہ اللہ الیہ'' بلحاظ سیاق آیت وقواعد عربیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے جانے کو ثابت کرتا ہے تو اس کے مقابلہ میں یہ کہنا کہ زمینی چیز زمین میں چلی گئی اور آسمانی آسمان میں چلی گئی۔ یہ خیالی اور وہمی ڈھکوسلے ہیں جو ''بل رفعہ اللہ الیہ'' کے مدلول قطعی کا مقابلہ نہیں کرسکتے اور نیز قادیانی مناظر نے ان خیالی اور وہمی باتوں کے پیش کرنے کی وجہ سے دو شرطیں مذکورین سے تجاوز کی ہے۔

جانے والے بھی فرشتے ہیں جو لطیف ہیں اور نظر نہیں آتے اور آپ [۱] کی یہ وجہ کہ چونکہ یہود جسم مع الروح کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ اس بات کی دلیل ہے کہ: ''بل رفعه الله '' میں جسم مع الروح ہی مراد ہے۔ غلط ہے کیونکہ قتل تو اخراج الروح من الجسد کا نام ہے اور یہ ضروری نہیں کہ جو ایک جگہ مراد ہو دوسری جگہ ضمیر سے بھی وہی مراد ہو۔ یہ غلط ہے کہ جب دو ضمیروں کا مرجع ایک ہو تو ضروری ہے کہ ایک ہی حیثیت سے اس کی طرف دونوں ضمیریں پھیری جاویں۔ قرآن مجید میں اس کے برخلاف مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً'' ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون (بقرة:۱۵٤) '' اور اسی طرح'' انا لله وانا الیه راجعون (بقره:۱۵٦) '' کیونکہ اسی جسم اور روح کے ساتھ ہم خداتعالیٰ کی طرف جانے والے نہیں۔

اور عربی [۲] زبان میں جائز ہے کہ ایک چیز کی طرف ضمیر اور معنوں کے لحاظ سے اور دوسری ضمیر دوسرے معنوں کے لحاظ سے پھیر دی جائے اور ایسا کرنے کا نام علم بدیع میں صنعت استخدام ہے۔ چنانچہ مختصر معانی میں اس کی مثال'' فسقی الغضاء والساکنیه وانهم ۰ شبوه بین جوانح وضلوع '' دی گئی ہے۔ پس اگر صرف رفع روحانی بھی لیا جائے تو عربی قواعد کی رو سے کوئی بھی اشکال لازم نہیں آتا۔ مگر میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہم جو اس کے معنی کرتے ہیں تو وہ مقرب کے کرتے ہیں۔ یہود کا مقصد قتل سے یہ تھا کہ وہ ثابت کریں کہ وہ نعوذ باللہ ملعون ہیں۔ کیونکہ (استثناء:۲۱،۲۳) میں لکھا ہے کہ جو پھانسی دیا جاتا ہے وہ ملعون ہے۔ لیکن خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ملعون نہیں بلکہ میرا مقرب ہے۔

---

[۱] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کی تردید یوں کی ہے کہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ بل ابطالیہ میں ضمیر صفت مبطلہ اور ضمیر صفت مثبتہ دونوں کا مرجع ایک شے بعینہ ہوگی اور'' ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله امواتاً بل احیاء '' میں صفت مبطلہ امواتا ہے اور صفت مثبتہ احیاء ہے اور ان دو صفتوں کے ضمیروں کا مرجع'' من یقتل فی سبیل الله '' بعینہ ہے۔ نہ فقط من کیونکہ'' الموصول ما لا یتم جزاء الابصلة وعائد '' ایسے مغالطے اردو خوانوں اور انگریزی خوانوں کو دیا کریں اور'' اناالله وانا الیه راجعون '' میں پہلے تو بل ابطالیہ نہیں۔ اس لئے یہ استشہاد مع الفارق ہے اور نیز یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ دونوں ضمیریں متکلم مع الغیر سے ایک شئے بعینہ مراد ہے۔

[۲] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ صنعت استخدام کے اختیار کرنے میں یہ ضروری ہے کہ وہ مقتضا حال اور وضوح دلالت کے منافی نہ ہو۔ دیکھو'' علم البدیع هو علم یعرف به وجوه تحسین الکلام بعد رعایة المطابقة ووضوح الدلالة (مطول) '' اور نیز ایک مرجع بعینہ قرار دینے سے قرینہ مانع ہو جیسا کہ'' وسعی الغضا والساکنیه وان هم......شبوه بین جوانح وضلوع '' پہلی ضمیر سے مراد مکان ہے اور دوسری سے بقرینہ شبوہ آگ ہے اور'' وماقتلوه یقیناً بل رفعه الله الیه '' میں صنعۃ استخدام اختیار کرنا مقتضا حال اور وضوح دلالت کے منافی ہے۔ جیسا کہ پرچہ نمبر۱ میں مفصل گذر چکا ہے اور نیز اس آیت میں ایک بعینہ مرجع مراد لینے سے کوئی قرینہ مانع نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی مناظر نے کسی سے طوطے کی طرح صنعۃ استخدام کا قصہ پڑھ لیا ہے اور اصل ماہیت کا کچھ پتہ نہیں۔ ورنہ اس آیت میں صنعۃ استخدام کا ذکر نہ کرتا۔

اور دوسری لے وجہ کا یہ جواب ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہم نے صلیب پر لٹکا کر قتل کر کے ملعون ثابت کر دیا۔ مگر خدا تعالیٰ ان کی اس بات کی تردید کرتا ہے کہ انہوں نے ملعون ثابت نہیں کیا۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے اس کو اپنا مقرب بنایا ہے۔ پس یہاں پر قصر قلب بھی مانیں تو ان کے خیالات میں ہوسکتا ہے۔ مخاطب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہم نے ملعون کیا۔ مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ انہوں نے قتل نہیں کیا کہ وہ ملعون ہو۔ بلکہ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ہے۔

اور تائید میں جو ''کان اللّٰہ عزیزاً ۲ے حکیما (نساء:۱۵۸)'' کو پیش کیا ہے وہ کسی طرح بھی مفتی صاحب کی تائید نہیں کرتا۔ کیونکہ عزیز تو وہ ہوتا ہے جو غالب ہو۔ مگر مسیح کو آسمان پر

لے قادیانی مناظر نے تورات باب ۲۱ وغیرہ کو پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہا کہ جو مصلوب ہو وہ ملعون ہے اور بل ابطالیہ اور قصر قلب کے مقتضاء پورا ہونے کی کوشش کی۔ لیکن مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اس کی دو طریق سے تردید کی۔ اوّل یہ کہ بلحاظ آیت ''فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون (انبیاء:۷)'' تورات کی طرف رجوع اس وقت جائز ہوتا۔ جب ہم کو قرآن کریم سے یہود کا وہ اعتقاد جس کی وما قتلوہ تردید ہے معلوم نہ ہوتا۔ حالانکہ قرآن کریم نے یہود کے اس اعتقاد کو ان لفظوں میں ''وقولهم انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللّٰہ'' واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ دوم یہ کہ قادیانی مناظر نے قرآن کریم اور حدیث اور اقوال صحابہ اور قواعد عربیت سے متجاوز ہو کر تورات کے ساتھ جا کر پناہ لی جو یہود کی محرف منسوخ شدہ کتاب ہے۔ لیکن تورات محرف منسوخ شدہ کتاب نے بھی اس بیچارے قادیانی مناظر کی امداد نہ کی۔ کیونکہ تورات میں یہ نہیں کہ جو مصلوب ہو وہ ملعون ہے۔ بلکہ تورات کا یہ مضمون ہے کہ جو کسی جرم میں مصلوب ہو وہ ملعون ہے۔ (استثناء: باب ۲۱، ص ۳۰۴) اور قرآن کریم میں ہے ''انما جزاء الذین یحاربون اللّٰہ ورسوله ویسعون فی الارض فساداً ان یقتلوا او یصلبوا اوتقطع ایدیهم وارجلهم من خلاف اوینفوا من الارض ذلك لهم خزی فی الدنیا ولهم فی الاخرة عذاب عظیم (مائدہ:۳۳)'' پس اس سے واضح ہے کہ عند اللہ ملعون وغیر ملعون ہونے کا سبب صلاح وفساد ہے۔ نہ قتل وصلب۔ قادیانی مناظر نے تورات کے پیش کرنے میں ایک تو دو شرطیں مذکورین سے تجاوز کیا ہے اور دوسرا اس نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ میرے پاس قرآن کریم اور حدیث اور اقوال صحابہؓ اور قواعد عربیت کے مطابق کوئی جواب نہیں۔

۲ے قادیانی مناظر کے یہ خیالی اور وہمی مضامین ہیں۔ کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے مقدورات کو محدود ومعدود سمجھ لیا ہے اور درحقیقت مطابق ''ان اللّٰہ علیٰ کل شئً قدیر'' اللہ تعالیٰ کے مقدورات غیر محدود وغیر معدود ہیں۔ کسی کو ''یانار کونی برداً وسلاماً'' کہہ کر نجات دیتا ہے اور کسی کو ہجرت کا حکم دے کر غلبہ دیتا ہے اور کسی کو دریا سے پار اتار کر اور اس کے دشمن کو غرق کر کے نجات عطاء کرتا ہے اور کسی کو بوقت حملہ دشمنان آسمان پر اٹھا کر محفوظ کرتا ہے اور اس کے دشمنوں میں سے ایک شخص پر اس کی شکل ڈال کر باقی دشمنوں سے اس کو قتل کراتا ہے وغیرہ وغیرہ اور یہ سب ''کان اللّٰہ عزیزاً'' کے نتائج ہیں۔

لے جانے سے عزیز ثابت ہوتا ہے یا ضعیف ہونا؟ کیونکہ طاقتور غالب اپنی چیز کو مقابلہ کے وقت چھپایا نہیں کرتا اور پھر اس سے تو اتنا ضعیف ثابت ہوتا ہے کہ باوجود اس کے کہ اس کو آسمان پر اٹھالیا۔ پھر بھی اسے فکر پڑی کہ کہیں یہودی آسمان پر بھی آ کر مسیح کو نہ لے جائیں۔اس لئے اس کی بجائے مسیح کی شکل کسی اور کو دی تا کہ وہ اسے پھانسی پر لٹکا دیں۔پس بتاؤ کہ اس طرح وہ عزیز ثابت ہوتا ہے یا ضعیف۔ بلکہ عزیز ہونا اس کا تب ہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنی تمام تدبیریں کر گذریں۔مگر خداتعالیٰ اس کو بچالے۔جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کے وقت کیا۔مخالفوں نے آگ میں ڈالدیا۔مگر خداتعالیٰ نے فرمایا:''یانارکونی برداً وسلاماً علیٰ ابراھیم (انبیاء:۶۹)''اوراسی طرح حضرتﷺ کے متعلق فرمایا:''واذ یمکربك الذین کفروا الیٰ لیخرجوك (انفال:۳۰)''انہوں نے آپ کو مکہ سے نکال دیا۔لیکن خداتعالیٰ نے پھران پر غلبہ اور فتح عطاء فرمائی اور حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے کوئیں میں ڈال دیا۔مگر خداتعالیٰ نے انہیں بچالیا۔بس یہ عزیز ہونے کا ثبوت ہے اور حکیم کہ وہ اس طرح اپنی حکمت سے دشمنوں کے پنجہ سے بچالیا کرتا ہے اور مطابق وعدہ''کتب اللّٰہ لا غلبن انا ورسلی'' رسولوں کو دنیا میں غلبہ دیتا ہے۔

اور جو[1] حکمت آپ نے بیان فرمائی ہے اہل علم تو ضرور اس کی داد دیں گے۔جناب مفتی صاحب!اگر مسیح کی پیدائش کلمہ کن اور نفخ روح سے ہوئی تو کیا باقی آدمیوں کی پیدائش نفخ روح سے نہیں ہوا کرتی؟ آنحضرتﷺ فرماتے ہیں۔''فیرسل اللّٰہ الملك فینفخ فیہ ''اور''ثم سوّاہ ونفخ فیہ من روحہ ''میں ہرانسان میں خداتعالیٰ کی طرف سے نفخ روح ہوتا ہے اور پھر حضرت آدم علیہ السلام کو آپ کو کامل خدا تسلیم کرنا چاہئے۔کیونکہ اس میں تو خداتعالیٰ نے خود روح پھونکی۔جیسا کہ فرمایا:''ونفخت فیہ من روحی''دیکھئے خداتعالیٰ فرماتا ہے:''ان مثل عیسیٰ عند اللّٰہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون (آل عمران:۵۹)''مسیح علیہ السلام کی پیدائش کو کوئی عجیب قسم کی پیدائش خیال نہ کرو اور حضرت آدم علیہ

---

[1] اسلامی مناظر نے اس کی اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ بلحاظ''فارسلنا الیھا روحنا (مریم:۱۷)''اور بلحاظ''لم یمسسنی بشرولم اك بغیاً (مریم:۲۰)''کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فطرت میں ایک خصوصیت ہے۔جس کی وجہ سے ان کو فرشتوں کے ساتھ ایک خاص تشابہ ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حکماً فرما کر یہ اشارہ کیا کہ حکمت ایزدی کا یہی اقتضا ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مناسب فطرت جگہ دی جائے۔

السلام کی طرف غور کر کے سمجھ لو کہ اس کی پیدائش میں اس سے بڑھ کر کون سی بات پائی جاتی ہے۔

پھر ۱؎ آپ نے حدیث پیش کی ہے اور اس میں ایک تو لفظ نزول سے استدلال کیا ہے۔ مگر کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اس سے ظاہر طور پر مع الجسم اترنا ہی مراد نہیں ہوتا۔ دیکھو قرآن مجید سے اس کی مثالیں: ''ان من شیءٍ الا عندنا خزائنه وما ننزّله الا بقدرٍ معلوم'' اور ''انزل لکم من الانعام ثمانية ازواج (زمر:۶)'' اور ''قد انزل الله الیکم ذکراً رسولاً (طلاق:۱۰)'' اور ''قد انزلنا علیکم لباساً (اعراف:۲۶)'' اور ''انزلنا الحدید فیه بأس شدید (حدید:۲۵)''

اور اس ۲؎ حدیث کے ظاہری معنی کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتے۔ ایک تو اس لئے کہ کون بے غیرت مسلمان ہے کہ جو آنحضرت ﷺ کی قبر کو کھودے۔ جب کہ کوئی اپنے باپ کی قبر کو بھی کھودنا گوارا نہیں کرتا اور ''من قبر واحد'' اور ''معی فی قبری'' بتا رہے ہیں کہ مسیح آپ کے ساتھ مدفون ہوگا۔

۱؎ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ میں نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں یہ لکھا ہے اور اس حدیث میں نزول سے یہی معنی فرود آمدن مراد ہیں۔ ہاں جس جگہ نزول سے یہ معنی مراد لینے سے کوئی قرینہ روکتا ہو تو وہاں حسب قرینہ سے مراد ہوں گے اور یہ مضر نہیں۔ قادیانی مناظر کی عجیب لیاقت ہے کہ جن مضامین کی تردید میرے پرچہ نمبر۱ میں موجود ہے ان مضامین کو اس نے پھر بھی درج کر دیا ہے۔ دیکھو مثلاً ''انزلنا الحدید'' وغیرہ میں بقرینہ الحدید معنی پیدا ہونے کے لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جہاں نزول ہو وہاں پیدا ہونے کے معنی مراد ہوں گے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ حدیث ''فینزل عند المنارة البیضاء شرقی دمشق بین مهزودتین واضعاکفیه علی اجنحة ملکین (مسلم ج۲ ص۴۰۱، باب ذکر الدجال)'' کے معنی استغفراللہ یہ ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو رنگین کپڑے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے پیدا ہوں گے۔ اوّل تو یہ مطلب کیسا مہمل ہے۔ پھر افسوس کہ مرزا قادیانی مدعی مسیحیت میں یہ صفت بھی نہیں پائی جاتی۔

۲؎ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ قبر سے مراد گورستان ہے اور یہ اعتراض جو قادیانی مناظر نے کیا ہے یہ تو نعوذ باللہ من ذالك آنحضرت ﷺ پر ہے نہ مجھ پر۔

اورحضرت عائشہؓ [1] سے مؤطا امام مالکؒ میں حدیث ہے کہ آپ نے اپنے حجرہ میں تین چاند دیکھے نہ کہ چار اور فتح الباری میں لکھا ہے: ’’قول عائشۃؓ فی قصۃ عمر کنت اریدہ ولا وثرنہ الیوم علیٰ نفسی یدل علی انہ لم یبقی الاموضع قبر واحد (فتح الباری ج۷ ص۵۳)‘‘ پس حضرت عمرؓ کے فوت ہونے کے بعد وہاں اور قبر کی جگہ نہیں اور نقشہ قبور پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صاحبین کی قبر کے درمیان ان کی قبر نہیں ہوسکتی۔ پھر آنحضرتﷺ کی فضیلت کہ ’’انا سید ولد اٰدم واوّل من تنشق عنہ الارض (ترمذی ج۲ ص۱۴۷، کتاب التفسیر)‘‘ باطل ہوجاتی ہے۔

---

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کی تردید کی ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ قادیانی مناظر نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خواب کی صحیح تعبیر نہیں سمجھی اور صحیح تعبیر یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے خواب میں اپنے حجرہ میں تین چاند دیکھے۔ آفتاب اور آنحضرتﷺ اس لحاظ سے کہ اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ مستنیر و مستفیض ہیں۔ بمنزلہ آفتاب ہیں اور شیخینؓ اور حضرت مسیح علیہ السلام مجدد وقت ہونے اور آنحضرتﷺ کے تابع ہونے اور آپ کے نور سے مستنیر ہونے کی وجہ سے آپ کے مقابلہ میں بمنزلہ چاند کے ہیں۔ ’’وبیان جمیع ذالك ان جرم القمر فی نفسہ کمدارزق مظلم غیر نورانی کثیف صقیل انما یستضیئ بضیاء الشمس (شرح چغمینی ص۹۰)‘‘ چونکہ آنحضرتﷺ چاند ہی نہیں بلکہ آفتاب اور دو چاند یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی قبریں عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ میں ہوچکی ہیں۔ اس لئے تیسرا چاند یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہونی اور ان کا اس حجرہ میں مدفون ہونا باقی ہے اور نیز اگر آنحضرتﷺ چاند کی صورت میں دکھائی دیتے تو آپ کے دفن کے وقت یہ حدیث کیوں پیش کی جاتی کہ انبیاء جہاں فوت ہوتے ہیں وہیں دفن ہوتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ خواب کا جانے ظہور نہ مرزائیوں کو سمجھ آیا ہے اور نہ خود مرزا قادیانی کو۔

گر ہمیں مکتب است ایں ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد

اور نقشہ قبور کا دو شرطین مذکورین سے تجاوز ہے اور نیز قادیانی کا یہ کہنا قابل اعتبار نہیں۔ کیونکہ نہ مرزا قادیانی کو مدینہ طیبہ میں جانا نصیب ہوا اور نہ ہی مرزائیوں کو اور حدیث ’’انا اوّل من تنشق عنہ الارض (ترمذی ج۲ ص۱۴۷، باب کتاب التفسیر)‘‘ اور حدیث ’’فاقوم انا وعیسیٰ ابن مریم (مشکوٰۃ ص۴۸۰، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)‘‘ میں تعارض نہیں۔ کیونکہ آنحضرتﷺ کی قبر پہلے منشق ہوگی اور پھر حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام بھی اسی گورستان سے مبعوث ہوں گے۔

اور ۱ آپ کی یہ تقریر کہ علمائے بلاغت کا قانون ہے کہ مجاز وہاں لی جاتی ہے جہاں حقیقت محال ہو۔ یہ تقریر تو آپ نے مولوی ثناء اللہ کی کتاب شہادت مرزا سے نقل کردی مگر کاش! آپ نے کمالات مرزا بجواب شہادات مرزا بھی پڑھ لیا ہوتا۔

سنئے ۲ پیش گوئیوں میں حقیقت اور مجاز دونوں مراد ہوسکتی ہے۔ دیکھئے نہایہ ابن اثیر میں ''جعل منهم القردة والخنازير'' کے ماتحت لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ بھی ہے کہ وہ حقیقی طور پر بندر بن گئے ہیں اور یہ بھی ہے کہ مجازی طور پر ان کو بندر اور سؤر کہا گیا ہو اور پھر (قسطلانی ج۵ ص۴۹۹) میں یکسر الصلیب کے معنی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حقیقتاً کسر صلیب بھی ہوسکتی ہے اور عقیدۂ صلیبی بھی مراد ہوسکتا ہے۔ اگر آپ کے خیال کے ہی لوگ ہوتے تو پیش گوئی ''اسرعكن لحوقاً بی اطولكن يداً'' کو جھٹلا دیتے اور کہہ دیتے کہ یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔ کیونکہ حقیقت متعذر نہیں ہوتی۔

---

۱ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں یوں تردید کی ہے کہ کمالات مرزا بجواب شہادات مرزا۔ مرزا قادیانی یا اس کے کسی مرید کی تحریر ہے اور مرزا قادیانی یا اس کے مرید کی تحریر قادیانی مناظر میرے مقابلہ میں نہیں پیش کر سکتا۔ کیونکہ میں مرزا قادیانی کو مفتری ومتنبّی اعتقاد کرتا ہوں اور نیز مرزا قادیانی کی تحریر پیش کرنی دو شرطیں مذکورین سے تجاوز ہے اور اسلامی مناظر نے فن بیان کا قانون پیش کیا ہے کہ مجاز وہاں لی جاتی ہے جہاں حقیقت متعذر ہو تو اس کے جواب میں یہ کہنا کہ مولوی ثناء اللہ کی کتاب شہادت مرزا سے نقل کردی۔ ایک نہایت جاہلانہ جواب ہے۔ کیونکہ مولوی ثناء اللہ کا یہ قانون بیان کرنا اس بات کا موجب نہیں کہ یہ قانون قابل اعتبار نہ رہے۔

۲ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس طرح تردید کی ہے کہ فن بیان میں ہے۔ ''اما المجاز المفرد فهو الكلمة المستعملة فی غير ما وضعت له فی اصطلاح به التخاطب علی وجه يصح مع قرينة عدم ارادته ای ارادة ماوضعت له (مطول ص۳۲۸)'' اس تعریف مجاز سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ حقیقت اور مجاز مطلقاً جمع نہیں ہوسکتے۔ نہ پیش گوئیوں میں اور نہ غیر پیش گوئیوں میں۔ تو قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ پیش گوئیوں میں حقیقت اور مجاز دونوں مراد ہوسکتے ہیں۔ ثمرۂ جہالت ہے اور ابن اثیر اور قسطلانی کی تحریر کو پیش کرنا ایک تو دونوں شرطیں مذکورین سے تجاوز ہے اور دوسرا ان کی تحریر کا یہ مطلب ہے کہ حقیقت مراد ہے اور اگر حقیقت کا مراد لینا متعذر ہو تو مجاز مراد ہوسکتی ہے۔

حضرت مسیح موعود (مرزا) [1] کی عبارت کا آپ مطلب نہیں سمجھے۔ آپ یہ نہیں مانتے کہ حقیقی طور پر وہی مسیح ناصری دنیا میں واپس آئے گا جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔ ہاں ان کی یہ خاص مراد کشفاً والہاماً وعقلاً وفرقاناً مجھے پوری ہوتی نظر نہیں آتی کہ وہ لوگ سچ مچ کسی دن حضرت مسیح علیہ السلام بن مریم کو آسمان سے اترتا ہوئے دیکھیں گے۔ سو اس بات پر ضد کرنا کہ ہم تب ہی ایمان لائیں گے کہ جب مسیح علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے آسمان سے اترتا ہوا مشاہد کریں گے۔ ایک خطرناک ضد ہے اور یہ قول ان لوگوں کے قول سے ملتا جلتا ہے۔ جن کا ذکر خداتعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ وہ ''حتیٰ نری اللّٰہ جھرۃ'' کہتے رہے اور ایمان لانے سے بے نصیب رہے۔

پھر (ص۱۲۱) میں تحریر فرماتے ہیں: ''مجھے اس بات کے ماننے اور قبول کرنے سے معذور فرمایئے کہ وہی مسیح ابن مریم جو فوت ہو چکا ہے۔ اپنے خاکی جسم کے ساتھ پھر آسمان سے اترے گا۔''

حضرت [2] خلیفۃ المسیح اوّل کا جو قول پیش کیا گیا ہے اس میں محض لوگوں کو دھوکہ دیا گیا ہے۔ دیکھئے ہر جگہ استعارات وغیرہ نہیں لینے چاہئیں۔ ہر جگہ سے مراد آپ نے عبادات اور تمدن اور معاشرت کے مسائل کو لیا ہے۔ (ضمیمہ ازالہ اوہام) اور پیش گوئیوں کے متعلق فرماتے ہیں۔ مگر جو کچھ پیش گوئیوں میں مذکور ہے اور جو کچھ انبیاء علیہم السلام کے مکاشفات اور رؤیاء صالحہ میں نظر آتا ہے وہ عالم مثال میں ہوا کرتا ہے۔ پس ایسے موقعہ پر علوم ضرور یہ یقینہ الہامات صادقہ مشاہدات وحقائق نفس الامر یہ اور قواعد شرعیہ ان نصوص کو لامحالہ مظاہر سے اور معنوں کی طرف لے جائیں گے اور مسئلہ متنازعہ فیہ کے متعلق فرماتے ہیں۔ یاد رکھو کہ مجھ...... کو آگاہ کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا قصہ بدوں کسی قسم کی تاویل اور کسی قسم کے استعارہ ومجاز کے کسی قوم نے تسلیم نہیں فرمایا۔ یہ میری بات سرسری نہ سمجھو۔ نمونہ کے طور پر دیکھ لو کہ ہمارے اکثر مفسرین حضرت مسیح علیہ السلام کے قصہ میں ''انی متوفیک ورافعک'' میں کیا کچھ ہیر پھیر نہیں کرتے۔ اب

---

[1] مرزاقادیانی کی یہ عبارت ہے۔ ''بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں۔'' (ازالہ اوہام ص۲۰۰، خزائن ج۳ ص۱۹۷) قانون فن بیان اور مرزاقادیانی کا تسلیم امکان اور ملحوظیت دو شرطیں مذکورین نے قادیانی مناظر کو عاجز کر دیا ہے۔

[2] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں یوں تردید کی ہے کہ مولوی نورالدین کا فقرہ (ہر جگہ) آپ کو کوئی تاویل کرنے نہیں دیتا۔ کیونکہ ''الاعتبار لعموم اللفظ لا لخصوص المورد'' چونکہ اسباب حقہ اور موجبات قویہ حقیقت کے مراد ہونے کو چاہتے ہیں۔ اس لئے حقیقت مراد ہوگی اور مجاز مراد نہیں لی جاسکتی۔

معاملہ صاف ہے۔ پس حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کا قول ہماری تائید میں ہے نہ کہ تردید میں اور یہ آپ نے خلاف شرط کیا ہے۔

ہم نے دوسرے ۱؎ ائمہ کے حوالہ جات موت مسیح کے متعلق مثلاً یہ کہ امام مالکؒ کا مذہب ہے کہ مسیح علیہ السلام وفات پا گئے ہیں اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعیؒ وغیرہ اپنے سکوت سے ان کی تصدیق کرتے ہیں اور ان کی وفات کے قائل ہیں۔ پیش نہیں کئے لیکن آپ نے خلاف شرائط بہت سی باتیں پیش کی ہیں۔ ہم نے یہ کبھی نہیں کہا کہ خلفاء مسیح موعود کی نیک بتائی ہوئی بات یا ان کے عقائد کے خلاف ہمارے عقائد ہیں۔ یا ان کی واجب الاتباع بات ہم ماننے کے لئے تیار نہیں ہرگز نہیں۔

پھر ۲؎ جناب والا کو معلوم رہے کہ وفات مسیح ماننے سے عیسائیت کو تقویت نہیں پہنچتی۔ بلکہ اس کی بیخکنی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ مسیح تھوڑی سی دیر کے لئے وفات پا کر آسمان پر زندہ اٹھالیا گیا اور آپ کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ مسیح آسمان پر اٹھالیا گیا اور تفسیروں میں ایسے کئی اقوال موجود ہیں کہ چند گھنٹے مسیح نے وفات پائی اور پھر وہ آسمان پر اٹھایا گیا۔

۱؎ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کے متعلق یہ کہا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا کسی طرح سے ذکر کرنا دو شرطیں مذکورین سے تجاوز ہے اور پھر ان ائمہ رضوان اللہ علیہم کا ذکر قادیانی مناظر کو مفید بھی نہیں بلکہ مضر۔ کیونکہ امام الائمہ ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں ''وخروج الدجال ویاجوج وماجوج وطلوع الشمس من المغرب ونزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء وسائر علامات یوم القیمة علی ماوردت به الاخبار الصحیحة حق کائن (فقه اکبر ص۸) ''اور یہی مذہب ہے۔ کل ائمہ شافعیہ کا یعنی سب اسی عیسیٰ ابن مریم بعینہ نہ بمثیلہ کے نزول پر متفق ہیں۔ چنانچہ ائمہ صحاح ستہ اور شیخ سیوطی وغیرہ کی تصریح سے ظاہر ہے اور ائمہ مالکیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام احمد نفرادی المالکی نے فواکہ دوانی میں تصریح کر دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اشراط ساعت سے ہے۔

۲؎ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں اس بات کو ثابت کیا ہے کہ حیات مسیح ابن مریم علیہ السلام مذہب اسلام کے مناسب ہے اور وفات مسیح ابن مریم مذہب اسلام کے نامناسب، اور ناظرین کو غور کرنے سے ظاہر ہوگا کہ قادیانی مناظر نے بھی اس بات کو تسلیم کر لیا ہے۔ کیونکہ قادیانی مناظر نے یہاں لکھا ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام تھوڑی دیر کے لئے وفات پا کر آسمان پر زندہ اٹھالیا گیا۔ تو اس سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک موت اور معبودیت میں منافات نہیں۔ ہاں اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات تسلیم کی جائے تو عیسائیوں کے عقیدہ کفارہ کی بیخکنی ہو جاتی ہے۔

سنئے! جناب! اس عقیدہ کو ماننے سے حضرت مسیح علیہ السلام کو آنحضرت ﷺ سے

ا۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ قادیانی مناظر کے یہ وجوہات بروئے قرآن کریم وحدیث نہیں بلکہ خیالی اور وہمی ڈھکوسلے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ بروئے قرآن کریم اور حدیث آنحضرت ﷺ کا مدفون ہونا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر ہونا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ سے افضل ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم اور حدیث کا یہ فیصلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کمال الوہیت میں ہے اور انسان کا کمال عبودیت میں ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔''یا ایها الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء وانزل من السماء ماء فاخرج به من الثمرات رزقاًلکم (بقره:۳۲) ''اس آیت میں خداوند کریم نے انسان کو عبادت کا امر فرمایا ہے جو اعلیٰ درجہ کی عبودیت کا نام ہے اور پھر ربکم اپنی صفت بیان کر کے یہ بتایا ہے کہ میری صفت ربوبیت یعنی کمال تک پہنچانا اس وقت کام کرتی ہے جب انسان اعلیٰ درجہ کی عبودیت میں لگ جاتا ہے اور پھر اپنی چند صفات بیان کر کے اخیر میں صفت''وانزل من السماء ماءً فاخرج به من الثمرات رزقالکم ''کو ذکر کیا ہے اور اس میں یہ بتایا ہے کہ زمین جو پستی کا مظہر ہے بوجہ پست ہونے کے آسمان سے جو بلندی کا مظہر ہے کس طرح فائدہ اٹھاتی ہے۔ اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو عبادت یعنی اعلیٰ درجہ کی عبودیت میں لگا کر پستی کا مظہر بناتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بلند سے بلند ہستی ہے، رحمت وبرکات کا نزول ہوتا ہے اور انسان جس قدر عبودیت میں ترقی کرتا ہے اسی قدر زیادہ عنداللہ مقرب ہوتا ہے اور یہ امر بالکل روشن ہے کہ اللہ تعالیٰ الوہیت میں لاشریک لہ ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کمال عبودیت میں لاشریک لہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ان مقامات میں جہاں آنحضرت ﷺ کو اعلیٰ درجہ کے اعزاز دینے کا ذکر ہے اور جہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس اعلیٰ اعزاز ملنے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں نقص پیدا ہو گیا ہو۔ اس بات کی شہادت دی ہے کہ باوجود ایسے اعلیٰ اعزاز ملنے کے آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا۔ بلکہ عبودیت میں ترقی کی ہے۔ دیکھو''سبحان الذی اسریٰ بعبده ''اور''فاوحی الیٰ عبده ما اوحی ''اور''تبارك الذی نزّل الفرقان علیٰ عبده (اسریٰ:۱) ''میں باوجود مقامات اعزاز ہونے کے خدا تعالیٰ نے عبد کی اضافت اپنی طرف کر کے سمجھا دیا کہ آنحضرت ﷺ کی عبودیت میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ ترقی ہوئی ہے۔ ورنہ میں اپنی طرف اضافت نہ کرتا اور اسی کمال عبودیت کا نتیجہ''ورفعنا لك ذکرك ''ہے اور اسی کمال عبودیت کی وجہ سے آنحضرت ﷺ افضل المرسلین بلکہ افضل الملائکۃ المقربین ہیں اور آنحضرت ﷺ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر قرب الٰہی اور رفعت منزلت میں بدرجہا فوقیت ہے اور اسی کمال عبودیت کا یہ اقتضاء ہے کہ از ابتداء پیدائش تا وفات آنحضرت ﷺ کا ایسا رنگ رہے جو عبودیت کے مناسب ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش پر زمینی اسباب منعقد ہوئے اور تمام حیاتی زمین بسر کی اور زمین پر ہی فوت ہوئے اور زمین میں ہی مدفون ہوئے جو پستی کا مظہر ہے۔ ایک شاعر نے کہا ہے:

ملک افلاک پر قرباں زمیں پر نازنین صدقے جہاں کے خوبرو قرباں زمانہ کے حسیں صدقے
زماں قرباں زمیں صدقے مکاں قرباں مکیں صدقے میرا دل ہی نہیں قرباں میری جاں ہی نہیں صدقے
نیاز وانکساری پر الہ العالمین صدقے

اور حدیث میں ہے''من تواضع لله رفعه الله''

افضل ماننا پڑتا ہے اور عیسائیوں کی تائید ہوتی ہے۔ قاعدہ ہے کہ جتنی کسی کو پیاری اور محبوب چیز ہو وہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ مگر تکلیفوں کے وقت مسیح کو آسمان پر اٹھالیا۔

اور ۱؎ آنحضرت ﷺ کو زمین پر چھوڑا۔ آپ نے پتھر کھائے، ایڑیوں سے خون بہا۔ دو دانت شہید ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسیح علیہ السلام خدا تعالیٰ کو آپؐ سے زیادہ محبوب ہے۔ دوسرے اس کو اعلیٰ مقام پر پہنچایا گیا اور اپنے پاس ۲؎ بٹھایا اور آنحضرت ﷺ کو زمین پر سلایا۔ بتاؤ ان میں سے افضل کون ہوا۔ تیسرے آپ نے مانا کہ مسیح کی پیدائش میں زمینیت کا کوئی دخل نہ تھا۔ اسی وجہ سے ان کا آسمان پر جانا صحیح ہوا۔ مگر بتائیے کہ آنحضرت ﷺ جو آسمان پر نہ گئے۔ اس لئے ان میں زمین کا دخل ہوا۔ چوتھے وہ دو ہزار برس سے بغیر کھانے پینے کے زندہ اور پھر اسی کو دوبارہ بھیجا جائے گا اور قاعدہ ہے کہ جس کا کام اچھا رہا ہو اس کو دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ سے وہ افضل ہیں اور ان میں روحانیت اور قدوسیت زیادہ ہے۔ اس لئے ان کا دوبارہ بھیجا جانا تجویز کیا گیا۔ پانچویں وہ اپنے آسمان پر جانے اور ہزاروں برس زندہ رہنے اور پیدائش میں زمینیت سے پاک ہونے کی وجہ سے تمام بنی آدم سے نرالے ہیں۔ بتاؤ یہ عقائد صلیبی عقائد کی تائید کرتے ہیں یا ہمارے عقائد کہ وہ وفات پا گئے ہیں۔ سچ ہے ؎

مسیح ۳؎ ناصری را تاقیامت زندہ مے فہمند مگر مدفون یثرب را ندادند ایں فضیلت را
زبوئے نافۂ عرفاں چو محروم از بودند پسندید ندرشان شبہ خلق ایں مذلت را
ہمہ عیسائیانرا از مقال خودمدد دادند دلیری ہاپدید آمد پر ستاران میت را

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۶، خزائن ج۵ص ایضاً)

۱؎ یہ وہمی ڈھکوسلے ہیں۔ قرآن کریم کا تو یہ ارشاد ہے۔ ”وبشر الصابرین الذین اذا اصابتهم مصيبة قالوا انا لله وانا اليه راجعون (بقرہ:۱۵۶)“ اور بلحاظ آیت ”لقد كان لكم فی رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجوالله واليوم الأخر ونكرالله كثيراً (احزاب:۲۱)“ آنحضرت ﷺ اسوۂ حسنہ کاملہ ہیں۔ اس لئے حکمت ایزدی کا یہ اقتضاء ہوا کہ آنحضرت ﷺ پر تمام انبیاء سے سخت ترین مصائب نازل کی جائیں تاکہ صبر کا ظہور بھی بے نظیر رنگ میں ہو۔

۲؎ اس عبارت سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قادیانی مناظر کا خدا کے مکین ہونے کا اعتقاد ہے۔ حالانکہ تمام اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ لامکان ہے۔

۳؎ ایسے اشعار اسلامی مناظر کے مقابلہ پر پیش کرنے جن کے شاعر کو وہ مفتری سمجھتا ہے۔ کمال درجہ کی جہالت ہے۔

پس وفات ماننے سے صلیبی عقائد پاش پاش ہو جاتے ہیں اوراس کی حیات ماننے سےاسے پوراخدامان لیناپڑتا ہے۔

دوسری دلیل

آپ نے اس آیت میں ایک تو ''لیؤمنن'' پرزوردیاہے کہ اس کے معنی سوائے استقبال کے ہوہی نہیں سکتے۔ آپ دعویٰ سے فرماتے ہیں کہ تمام محاورات قرآن وحدیث اس کی شہادت دیتے ہیں۔ فی الحال میں آپ کے اس دعویٰ کوتوڑنے کے لئے دومثالیں پیش کرتا ہوں۔ غورسے پڑھیں۔ خداتعالیٰ فرماتا ہے:''وان [1] منکم لمن لیبطّئن فان اصابتکم مصیبة قال قدانعم اللّٰہ علیّ اذلم اکن معھم شھیدا ولئن اصابکم فضل من اللّٰہ لیقولن کان لم تکن بینکم وبینہ مودّة یا لیتنی کنت معھم فافوز فوزاً عظیما (نساء:۸۳) ''اس کے معنی بھی وہی پیش کرتاہوں جومولاناشاہ رفیع الدین صاحب نے کئے اور تحقیق بعضے تم میں سے البتہ وہ شخص ہیں کہ دیرکرتے ہیں نکلنے میں۔ پس اگرپہنچ جاتی ہے ان کو مصیبت۔ کہتا ہے تحقیق احسان کیااللہ نے اوپرمیرے جس وقت کہ نہ ہوامیں ساتھ ان کے حاضر اوراگرپہنچ جاتا ہےتم کوفضل خداکی طرف سے البتہ کہتا ہے کہ گویانہ تھی درمیان تمہارے اوردرمیان اس کے دوستی۔ پھرآیت''والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (عنکبوت:٦٩)'' میں استمرار کے معنی ہیں۔ خالص استقبال کے لئےنہیں۔

---

[1] اسلامی مناظرنے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کی اس طرح تردیدکی ہے کہ:''وان منکم لمن لیبطئن'' وغیرہ میں بھی بلحاظ قاعدہ نحوی اتفاقی جوہم نے پیش کیاہے۔استقبال ہی مرادہےاور آپ بھی کوئی قاعدہ نحوی پیش کریں جس سے یہ ثابت ہوکہ بوقت دخول لام تاکیدونون ثقیلہ غیراستقبال ہی مرادہوسکتاہے۔آپ ہرگزپیش نہ کرسکیں گےاورجب حسب شرائط مقررہ ہم قرآن کریم اورحدیث اور قواعدعربیت کےمطابق مناظرہ کررہے ہیں تو آپ گھبراکرہرایک فقرہ میں شرائط سے کیوں تجاوزکررہے ہیں اورکبھی شاہ رفیع الدین صاحب کانام لیاجاتاہےاورکبھی خلاف واقع امام مالکؒ کاذکرکیاجاتاہےاور یہی حال''لنھدینھم سبلنا'' کاہے۔کیونکہ برتقریرتسلیم استمراراستمراراستقبالی مرادہوگااورقادیانی مناظرنے جوقرآن کریم کااس موقعہ پریہ فقرہ یعنی''ولئن اصابکم فضل من اللّٰہ لیقولن (نساء:۷۳) ''پیش کیاہے۔اس سے بھی اس کی جہالت ٹپکتی ہے۔کیونکہ ایک تو''لیقولن''پرلام تاکیداورنون ثقیلہ داخلی ہےاوردوسراشرط پرحرف ان داخل ہے جونیزاستقبال کےلئےآتاہے۔''فان للاستقبال وان دخلت علی الماضی (کافیہ ابن حاجب)''کیا''فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الیٰ اللّٰہ والرسول''کےطریق پرمباحثہ کرنااسی کانام ہے۔

اور خلیفہ ۱؎ اوّل کا جو قول آپ نے پیش کیا ہے وہ اس وقت کا ہے جب کہ آپ اس جماعت میں شامل نہیں تھے اور ان معنوں پر مجھے مندرجہ ذیل اعتراضات ہیں۔

۱...... کیا وجہ ۲؎ ہے کہ جب مجاہد اور ابن عباس جیسے بزرگ تابعی اور صحابی نے قبل موتہ سے مراد کتابی کی موت لی ہے اور وہ صحیح نہیں۔ وجہ بیان کریں اور لکھا ہے کہ کوئی یہودی نہیں مرتا۔ مگر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے مرنے سے پہلے ایمان لاتا ہے۔ اس روایت سے تفسیریں بھری پڑی ہیں اور ایسے ایمان کے لئے مسیح کی زندگی کی ضرورت نہیں۔

۲...... قبل ۳؎ موتہم کی قرأت آپ کے معنوں کی تردید کرتی ہے۔ آپ کہتے ہیں شاذہ قرأت قراء کی ہے۔ معلوم ہے یہ کس شخص نے روایت کی ہے۔ یہ ابیؓ کی روایت جو عالم بالقرآن تھا اور آنحضرت ﷺ اس سے قرآن سنا کرتے تھے۔ بہرحال قرأت شاذہ لغو اور متروک نہیں ہوسکتی۔ وہ قرأت مشہورہ کی تفسیر ہوا کرتی ہے۔

۱؎ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں یوں تردید کی ہے کہ مولوی نورالدین وہ شخص ہے جس کی مرزا قادیانی نے جو آپ کے پیغمبر ہیں توثیق کی ہے اور توثیق کے بعد بھی مولوی نورالدین صاحب نے اس معنی میں کوئی ترمیم نہیں کی۔

۲؎ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ مجاہد تابعی ہے۔ جیسا کہ قادیانی مناظر نے لکھا ہے اور قرآن کریم کی تفسیر میں تابعی کا قول پیش کرنا شرط نمبر۲ سے تجاوز ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کے متعلق قادیانی جماعت کا حال مانند ’’افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض ‘‘ ہے۔ ورنہ ہم اور قادیانی جماعت مانحن فیہ میں حضرت ابن عباسؓ کے قول پر فیصلہ کریں۔ ’’عن ابن عباسؓ وان اللّٰہ رفعه بجسده وانه حی الآن وسیرجع الیٰ الدنیا فیکون فیها ملکاً ثم یموت کما یموت الناس (طبقات ابن سعد ج۱ ص۴۵) ‘‘یعنی حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بجسدہ العصری اٹھالیا ہے اور وہ اس وقت زندہ ہیں اور دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ پھر بادشاہ ہوں گے پھر فوت ہوں گے۔ جیسا کہ اور لوگ فوت ہوتے ہیں۔

۳؎ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں یوں تردید کی ہے کہ میں نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں یہ مضمون درج کیا ہے اور موتہ قرأۃ متواترہ ہے۔ جس کا قرأۃ شاذہ مقابلہ نہیں کرسکتی اور قادیانی مناظر کی علمی لیاقت پر افسوس ہے کہ جن باتوں کا مکمل طور پر جواب پرچہ نمبر۱ میں درج ہے۔ اس سے چشم پوشی کر کے پھر بھی طوطے کی طرح سیکھی ہوئی بات پیش کی جاتی ہے۔

۳...... یہ معنی ۱؎ کہ سب اہل کتاب ایمان لے آئیں گے۔آیت ''وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیمة (آل عمران:۵۵) ''اورآیت ''واغرینا بینهم العداوة والبغضاء (مائدة:۱٤) ''کے خلاف ہیں۔کیونکہ اس میں فرمایا ہے کہ مسیح کے متبعین اورمنکرین دونوں قیامت تک رہیں گے۔

۴...... سیاق ۲؎ سباق کے خلاف ہے۔کیونکہ پہلے اس کے فرمایا:''فلا یؤمنون الا قلیلا ''کہ یہودی ایسے شریر ہیں کہ ان میں سے تھوڑے ہی ایمان لائیں گےاور پھر کہہ دیا کہ سب ہی ایمان لے آئیں گے۔

۵...... یہ معنی عبارت النص کے بھی خلاف ہیں۔کیونکہ یہاں یہودیوں کی شرارتوں کا بیان کرنا مقصود ہےاور یہ ان کی شرارتیں بیان ہوئی ہیں۔چنانچہ اس کے آگے بھی ان کی شراتوں کا بیان ہے۔اس کی مثال ایسی ہے کہ پہلے شرارت بیان کرکے پھر اس کی تعریف کر کے پھر کہہ دیا کہ یہ بڑا بدمعاش ہے۔بتاؤ یہ طریق کلام شریفوں کا ہوا کرتا ہے۔اصل بات یہ ہے کہ یہ بھی ان کی شرارت ہے کہ باوجود اس کے کہ خداتعالیٰ نے بتادیا کہ وہ صلیب پر نہیں مرا۔یہ

۱؎ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ:''وجاعل الذین '' میں''الیٰ یوم القیامة جاعل الذین ''کے متعلق نہیں بلکہ بروئے قواعد عربیت ہر چہار واقعات مسیحیہ کے متعلق ہےاور اگر اسی کے متعلق ہوتو نیز مضر نہیں۔کیونکہ فوقیت اور غلبہ کا کمال اسی صورت میں ہے کہ کفر معدوم ہوجائے۔جیسا کہ اس آیت سے صاف ظاہر ہے۔''هوالذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهر علی الدین کله (فتح:۲۸) ''اس آیت کا مرزاقادیانی یوں بیان کرتے ہیں۔''یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔تا اسکو ہر ایک دین پر غالب کردے۔یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطاء کرےاور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنخضرتﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو۔اس لئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں آئے گا۔''(چشمہ معرفت ص۸۳، خزائن ج۲۳ ص۹۱) پس آیت ''اغرینا بینهم العداوة والبغضاء '' سے مراد طول زمان ہے۔ورنہ یہ آیت اورآیت ''هو الذی ارسل رسوله ''متعارض ہوں گی۔

۲؎ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں جو آیت ''وقولهم انا قتلنا المسیح ''اورآیت ''وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته ''کے درمیان ارتباط بیان کیا ہے۔اس مضمون ارتباط میں غور کرنے سے یہ اعتراضات وارد نہیں ہوتے تو پھر قادیانی مناظر کا ان اعتراضات کو درج کرنا کمی علم کا نتیجہ ہے۔

اہل کتاب مانتے رہیں گے کہ ہم نے اسے صلیب پر لٹکا کر مار ڈالا ہے۔ کیونکہ اگر یہ نہ مانیں تو ان کا مذہب باطل ہوتا ہے۔ ان میں سے جو نیک تھے ان کا آگے لکنّ الراسخون میں لکنّ کے لفظ سے علیحدہ بیان کیا ہے۔

۶...... اور [۱] اگر خدانخواستہ اہل کتاب نے سمجھوتہ کرلیا کہ ہم نہیں مانتے تو خداتعالیٰ کو بھی مشکل پڑ جائے گی۔ کیونکہ وہ مارتا ہے تو اس آیت کے خلاف ہوتا ہے۔ کیونکہ مسیح کا مرنا اور اہل کتاب کا مرنا ان کے ایمان لانے پر موقوف ہے۔

اور [۲] جو استشہاد ابوہریرہؓ کا پیش کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ ان کا دوسرا استشہاد کہ: ''مامن مولود یولد الا نفخه الشیطان وقت ولادته الامریم وابنها عیسیٰ ''پر آیت ''فاقرؤا ان شئتم انی اعیذ هابك وذریتها من الشیطان الرجیم (مسلم ج۲ ص۲۶۵، باب فضائل عیسیٰ علیه السلام)'' صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث میں مس شیطان کا وقت ولادت کا ذکر ہے اور حضرت مریم کی والدہ نے جو دعاء کی تھی تو وہ ان کی پیدائش کے بعد کی ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مس شیطان سے محفوظ رہنے کا باعث مندرجہ بالا دعاء قرار دینا بالکل غلط ہے اور اصول والوں نے لکھا ہے۔ ''القسم الثانی من الرواة هم المعرون فی الحفظ والعدالة دون الاجتهاد والفتویٰ کابی هریرة وانس ابن مالك''

---

[۱] یہ بھی خداوند کریم کے ساتھ استہزاء ہے۔ نعوذ بالله من ذالك!

[۲] (صحیح مسلم ج۲ ص۳۰۱، باب مناقب ابی ہریرہؓ) میں ہے کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے کپڑے کو بچھائے گا پس وہ نہ بھولے گا اس بات کو جو میرے سے سنی ہے۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا کپڑا بچھا دیا اور آنحضرتﷺ حدیث بیان فرماتے رہے۔ پھر میں نے اس کپڑے کو اپنے ساتھ چسپاں کرلیا۔ اس کے بعد جو حدیث میں نے آنحضرتﷺ سے سنی ہے اس کو بھولا نہیں۔ سبحان اللہ ابوہریرہؓ پر جو ایسا جلیل القدر صحابی ہے محض اس وجہ سے کہ اس کی روایت قادیانی مناظر کے خلاف ہے اعتراض کئے جاتے ہیں اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ ابوہریرہؓ حقیقی معنوں میں مراد نہیں۔ عجیب لیاقت ہے اور اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں حقیقت ومجاز کا قانون بیان کر کے اور مرزا قادیانی کو تسلیم امکان حقیقت ظاہر کر کے ایسی حدیثوں سے مجازات مراد لینے کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ اب قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ اس حدیث میں مجازات مراد ہیں۔ یہ محض دعویٰ بلا دلیل ہے اور دونوں شرطیں مذکورین سے تجاوز ہے۔

پس ابو ہریرہؓ کا یہ استشہاد صحیح نہیں اور اسی آیت کے ماتحت نووی میں لکھا ہے کہ اکثر علماء نے موتہ کا مرجع کتابی ٹھہرایا ہے اور جو حدیث ہے اس میں مجاز ہی مجاز مراد ہے۔ اوّل تو اس کا راوی ابو ہریرہؓ ہے جو حقیقی معنوں میں ابو ہریرہؓ مراد نہیں ہے اور اسی طرح منکم، انتم، فیکم، امامکم میں کم کے حقیقی مخاطب صحابہ ہیں اور مجازی طور پر ہم اور اسی طرح ابن مریم بھی حقیقی نہیں بلکہ مجازی مراد ہے۔

اور [1] جو آپ نے براہین احمدیہ سے عبارت پیش کی ہے وہ خلاف شرائط ہے۔ کیونکہ وہ آپ کے دعویٰ سے پہلے کی ہے۔ مگر پھر بھی میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ آپ نے اس کے متعلق فرمایا ہے۔ ”اسی واسطے میں نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا۔ تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ رہے۔ وہ میرا لکھنا جو الہامی نہ تھا محض رسمی تھا۔ مخالفوں کے لئے قابل استناد نہیں۔ کیونکہ مجھے خود بخود علم غیب کا دعویٰ نہیں۔ جب تک کہ خدا تعالیٰ خود نہ سمجھاوے۔“ (کشتی نوح ص ۴۷، خزائن ج ۱۹ ص ۵۰)

---

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس طرح جواب دیا ہے کہ براہین احمدیہ کی عبارت کو پیش کرنا خلاف شرائط نہیں۔ کیونکہ مرزا قادیانی اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں۔ معلوم نہیں یہ کتاب کہاں اور کب ختم ہوگی۔ اس کتاب کا ظاہر و باطن متولی خدا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کتاب کے مضامین تصدیق شدہ خداوندی ہیں اور نیز اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ا میں براہین احمدیہ کی یہ عبارت پیش کر کے یہ لکھا ہے کہ میں نے اس عبارت کو بطور الزام نہیں پیش کیا۔ بلکہ یہ بتلانا ہے کہ جن دنوں مرزا قادیانی کو الہام و مجددیت کا دعویٰ تھا ان دنوں ان کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ حالانکہ قرآن دانی میں ان دنوں بھی اس کمال کا دعویٰ تھا کہ تین سو دلائل قرآن کی حقانیت کے قرآن ہی سے دینے کے ثبوت میں براہین احمدیہ لکھی تھی۔ اگر مسئلہ حیات مسیح اس قسم کا غلط ہوتا کہ اس کی تردید قرآن مجید میں ہوتی تو ایسا قرآن دان قرآن کا حامی اس عقیدہ کو دل و دماغ میں رکھ کر میدان مناظرہ میں نہ آتا اور قادیانی مناظر مرزا قادیانی کا کوئی قول ہمارے مقابلہ پر پیش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہم بوجہ اس اعتقاد کے کہ مرزا قادیانی مفتری ہیں۔ یہی سمجھے ہیں کہ مرزا قادیانی نے جو عقیدہ براہین احمدیہ میں ظاہر کیا ہے وہ نیک نیتی سے ہے اور جو دعاوی بعد میں کئے ہیں وہ بوجہ لالچ و طمع نفسانی کے ہیں۔

پس جب خود حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) اسے قابل استناد نہیں مانتے اور اصولی طور پر بھی قابل استناد نہیں۔ کیونکہ ۱؎ استصحاب یعنی الابقاء ما کان علیہ حجت نہیں ہوتا تو پھر کسی کا کیا حق ہے کہ وہ اسے پیش کرے۔ اس کی مثال تو ایسی ہے کہ کوئی شخص ’’فول ۲؎ وجهك شطر المسجد الحرام‘‘ کے نزول کے بعد بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کو بطور سند پیش کر کے کہے کہ آپ اس لئے رسول آخر الزمان نہیں ہیں کہ اس کا قبلہ مکہ ہونا تھا اور آپ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے۔ اسی طرح سے امام ربانی ۳؎ مجدد الف ثانی کے متعلق روضۃ القیومیہ ص۸۰ میں لکھا ہے۔

مکتوب نمبر۲۰۶ ج اوّل میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے جو معارف توحید وجودی وغیرہ کے بارے میں لکھے ہیں وہ محض عدم اطلاع سے لکھے گئے ہیں۔ جب مجھے کام کی اصل حقیقت معلوم ہوئی تو جو کچھ ابتداء اور وسط میں لکھا گیا اس شرمندہ اور مستغفر ہوا۔

پس باوجود یکہ شرائط میں یہ طے ہو چکا تھا کہ قبل دعویٰ مسیحیت کی تحریر پیش نہیں کی جائے گی۔ مگر آپ نے خلاف شرائط اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں لکھیں۔ ہمارے مذکورہ بالا بیان سے واضح ہے کہ قرآن مجید سے جو دلائل پیش کئے گئے ہیں ان میں سے ایک دلیل بھی حضرت مسیح کی حیات پر دلالت نہیں کرتی۔ فافهم!

دستخط	دستخط
جلال الدین شمس (قادیانی مناظر)	کرمداد دوام لمیال، پریزیڈنٹ جماعت احمدیہ

۱؎ استصحاب کا ذکر بھی دو شرطیں مذکورین سے تجاوز ہے۔

۲؎ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں یوں تردید کی ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ مسئلہ حیات مسیح ابن مریم اعتقادیات سے ہے اور تحویل قبلہ عملیات سے اور نیز تحویل قبلہ والا معاملہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ ہے۔ جس کو سب اہل اسلام نبی برحق اعتقاد کرتے ہیں اور پہلے حیات مسیح ابن مریم کا قول کرنا اور پھر وفات کا قول کرنا۔ یہ مرزا قادیانی کے ذریعہ ہے۔ جن کو تمام اہل اسلام مفتری اعتقاد کرتے ہیں۔

۳؎ امام ربانیؒ کا ذکر بھی دو شرطیں مذکورین سے تجاوز ہے۔

۱۹؍اکتوبر ۱۹۲۴ء پرچہ نمبر ۳

از مولوی جلال الدین صاحب قادیانی مناظر

وقت تحریر پرچہ ایک گھنٹہ

’’بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ۰ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم‘‘

’’رب الشرح لی صدری ویسرلی أمری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی‘‘

۱...... آپ نے لکھا ہے وہ ابھی داخل نہیں اموات میں۔ ہے یہی مضمون تیس آیات میں۔ آپ [۱] تیس آیات ہی نقل کر دیں جن میں یہ لکھا ہے کہ مسیح زندہ ہیں مردوں میں شامل نہیں۔ اگر آیات نہیں لکھ سکتے تو صرف سیپارہ سورۃ رکوع وغیرہ ہی لکھ دیں۔

۲...... آپ [۲] مجھ پر الزام لگاتے ہیں کہ میں نے کوئی آیت یا حدیث وفات مسیح پر پیش نہیں کی۔ مگر بعد میں پھر خود ہی میرے دلائل پیش کردہ کی تردید بھی کرتے ہیں تو پھر آپ کا یہ کہنا کہ میں نے کوئی آیت یا حدیث وفات مسیح پر پیش نہیں کی۔ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

۳...... آپ [۳] فرماتے ہیں کہ ’’فلما توفیتنی‘‘ سے مراد ’’انمتنی‘‘ ہے۔

---

[۱] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس کے متعلق یہ لکھا ہے کہ شعروں کا مطلب یہ ہے کہ تمام قرآن کریم سے وفات ابن مریم ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ قرآن کریم سے حیات مسیح ابن مریم ثابت ہے اور کوئی قرآنی آیت حیات کے خلاف نہیں۔

[۲] اگر قادیانی مناظر اسلامی مناظر کی عبارت پرچہ نمبر ۲ کا مطلب سمجھتا تو یہ اعتراض نہ کرتا۔ کیونکہ اسلامی مناظر کا مطلب یہ ہے کہ قادیانی مناظر نے اپنے زعم کے مطابق دلائل وفات مسیح ابن مریم پیش کئے ہیں۔ لیکن قرآن کریم یا حدیث میں سے کوئی ایسی دلیل نہیں بیان کی جو بلحاظ الفاظ وقواعد عربیت وفات ابن مریم کو ثابت کرے۔ جیسا کہ تردید سے ظاہر ہے۔

[۳] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس کی تردید کی طرف یوں اشارہ کیا ہے کہ مطابق آیت ’’اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا (زمر:۴۲)‘‘ توفیتنی سے معنی انمتنی مراد لینے صحیح ہیں اور قادیانی مناظر حد فاصل کہہ کر محض عوام کو مغالطہ میں ڈالنا چاہتا۔ ورنہ معاملہ صاف ہے۔ کیونکہ جب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں یہ لکھا ہے کہ توفیتنی پیش گوئی انی متوفیك ورافعك الیّ کے وقوع کا بیان ہے تو نیند مع الرفع مراد ہوگی جو حد فاصل بھی ہے۔

قرآن شریف کہتا ہے کہ مسیح علیہ السلام کی صرف دو حالتیں ہیں اور دونوں کے درمیان حد فاصل توفّی ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ پہلی حالت میں کبھی توفی نہیں پائی گئی اور پہلی حالت کا اختتام توفی سے ہوا۔ جس کے معنی حسب تفسیر آپ کے یہ ہوئے کہ مادمت کے زمانہ میں کبھی نہیں سوئے اور یہ قرآن مجید کے الفاظ ''لاتأخذہ سنۃ ولانوم '' کا ترجمہ ہے جو مادمت کی حالت میں ان میں الوہیت کو ثابت کرتا ہے۔دوسری توفی کی دو صورتیں ہیں۔ایک نیند اور دوسری موت۔قرآن شریف کہتا ہے کہ نیند کی توفی ایسی ہے جو بار بار آتی ہے اور موت کے وقت جو توفی ہوتی ہے وہ ایسی ہے جو ایک ہی دفعہ ہوتی ہے اور یہ آیت بتاتی ہے کہ یہ توفی ایسی ہے جو ایک ہی بار ہوئی۔کیونکہ یہ دو حالتوں کے درمیان حد فاصل ہے اور دونوں حالتوں کو علیحدہ علیحدہ کرتی ہے۔اس لئے وہ موت ہی ہے نہ کوئی اور۔

۴...... آپ [۱] لکھتے ہیں کہ تثلیث زیر بحث نہیں ہے۔اس کے لئے علم ہونا یا نہ ہونا دونوں برابر ہیں۔مگر سوال یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام نے جواب میں یہ بات کہی ہے یا نہیں۔اگر بغرض تسلیم مان بھی لیا جائے کہ وہ اس سوال سے باہر تھی۔مگر مسیح علیہ السلام نے جو جواب میں اس کا ذکر کیا تو ان کا کہنا یہ جھوٹ تھا یا سچ۔اگر جھوٹ تھا تو (نعوذ باللہ) نبی جھوٹا ٹھہرتا ہے۔اگر سچ تھا تو ان کی وفات ثابت ہے۔کیونکہ وہ اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں۔

---

[۱] اس مضمون کی تردید ہو چکی ہے۔لیکن اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں بھی قادیانی مناظر کو یوں ہدایت کی ہے کہ آیت التخاطب تمام اس طرح ہے۔''واذ قال اللّٰہ یا عیسیٰ ابن مریم أانت قلت للناس اتخذونی وامیّ الھین من دون اللّٰہ قال سبحانك ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ان کنت قلته فقد علمته تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسك انك انت علّام الغیوب ما قلت له الا ما امرتنی به ان اعبدواللّٰہ ربی وربکم وکنت علیھم شھیدا مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علیٰ کل شیٍٔ شھید ۰ ان تعذبھم فانھم عبادك وان تغفرلھم فانك انت العزیز الحکیم (مائدہ:۱۱۸)''اور آیت کے الفاظ میں غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زیر بحث قول ہے نہ علم۔دیکھو''أانت قلت للناس ''اور دیکھو ''مایکون لی ان اقول ''اور دیکھو''ان کنت قلته ''اور دیکھو''ماقلت لھم الا ما امرتنی '' یہ امر نہایت روشن ہے کہ سوال قول سے ہے۔اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذمہ قول کے متعلق جواب دینا ضروری تھا نہ علم کے متعلق اور علم کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اور اس آیت میں ایسا کوئی لفظ نہیں جس سے یہ ظاہر ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے سے علم کی نفی کی ہے۔

۵...... توفیتنی کے معنی نیند کرنا بالکل لے غلط ہیں۔ کیونکہ نیند کے معنی توفی کے اس وقت ہوتے ہیں جب کوئی قرینہ منام یا لیل وغیرہ ہو اور یہ مسلمۂ فریقین ہے اور پھر سوال یہ ہے کہ جب کوئی قرینہ موجود نہ ہو اور توفی باب تفعل سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل اور مفعول کوئی انسان ہو تو اس کے معنی سوائے اماتت کے کوئی نہیں ہوں گے۔ اگر ہوتے ہیں تو کوئی مثال پیش کرو اور ہم پہلے پرچے میں اپنے معنوں کی تائید میں آیات اور لغت کے حوالہ پیش کر چکے ہیں۔ ''توفنی مسلماً اور توفنا مع الابرار (آل عمران:۱۹۳)'' اور'' اما نرینك بعض الذی نعدهم او نتوفینك (یونس:۴۶)'' وغیرہ۔

لے قادیانی مناظر کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ توفی نیند کے معنی میں مجاز ہے۔ بوجہ ضرورت قرینہ کے اور اماتۃ کے معنی میں حقیقت ہے۔ بوجہ عدم ضرورت قرینہ کے اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا بالکل باطل ہے۔ کیونکہ آیت ''اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها فیمسك التی قضیٰ علیها الموت ویرسل الاخریٰ الیٰ اجل مسمی (زمر:۴۲)'' سے ثابت ہے کہ توفی کا حقیقی معنی اور موضوع لہ مطلق قبض ہے۔ اماتت کیونکہ اگر توفی کا موضوع لہ اماتت ہو تو ومالم تمت کا الانفس اماتت پر معطوف ہے۔ اجتماع ضدین یعنی موت اور عدم موت لازم آئے گا۔ ''وهو باطل'' پس ثابت ہوا کہ توفی کا حقیقی معنی مطلق قبض ہے اور نیند اور موت اس کے انواع ہیں۔ نہ بالخصوص موت موضوع لہ ہے اور نہ ہی نیند اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ توفی باب تفعل سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل ہو اور مفعول انسان یا روح ہو تو اس جگہ معنی قبض روح یا اماتت کے ہوتے ہیں۔ اس امر کا اعتراف ہے کہ توفی کے حقیقی معنی اماتت کے نہیں۔ ورنہ ان قیود کی کیا ضرورت تھی۔ اس بات پر بڑی حیرانگی وتعجب آتا ہے کہ مرزا قادیانی اور ان کے معتقدین نے اس امر پر بڑا زور وجوش ظاہر کیا ہے اور کرتے ہیں کہ توفی باب تفعل سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل ہو اور مفعول ذی روح ہو تو اس جگہ قبض روح کے معنی ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس زور وجوش ظاہر کرنے سے مرزائیت کو کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ اگر متوفیک بمعنی ممیتک تسلیم کیا جائے تو پھر بھی برائے قواعد عربیت یہ آیت توفی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر قطعی دلیل ہے اور اگر توفیتنی بمعنی امتنی مانا جائے تو پھر بھی بروئے الفاظ جیسا کہ آیت تخاطب حیات ابن مریم پر دلیل نہیں۔ ویسا ہی یہ آیت تخاطب ابن مریم کی وفات پر دلیل نہیں اور آیت توفی اور آیت تخاطب کے متعلق مفصل تقریر بیان ہو چکی ہے۔ پھر مرزائیوں کو اس زور وجوش سے کیا فائدہ ہوا۔

۶...... آپ لکھتے ہیں[۱] اگر توفیتنی سے مراد امیتنی لی جاوے نہیں معلوم کہ جناب مفتی صاحب نے امیتنی کیسے لکھ دیا۔ ہم تو آپ کی شان سے بالکل بعید سمجھتے ہیں۔ غالباً انہوں نے امیت کو سقیت کی طرح سمجھ لیا ہے۔ کسی سے سنا ہوگا کہ سقیت واحد مخاطب مذکر ماضی کا صیغہ ہے۔ انہوں نے امانۃ سے بھی اسی وزن امانۃ بروزن سقایۃ پا کر واحد مخاطب ماضی کا صیغہ امیت بنالیا۔ مگر جناب کو معلوم ہو کہ امامت میں ہمزہ زائدہ ہے اور سقایہ میں سین اصلی ہے۔ اس لئے یہ لفظ امیتنی نہیں بلکہ امتنی ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ مفتی صاحب نے غلطی سے لکھ دیا ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے تقریر میں بھی یہی بیان کیا تھا۔

---

[۱] قادیانی مناظر نے ہر دو دن کی تقریروں میں تلفظ عموماً بکثرت غلط کیا اور خصوصاً قرآن مجید کو ایسا غلط پڑھا کہ حفاظ بے اختیار بول اٹھے کہ اے قادیانی صاحب للّٰہ قرآن مجید کو تو صحیح پڑھو۔ مگر وہ بیچارہ کیا کرے کہ صحیح پڑھنا تو اس کی طاقت سے باہر تھا۔ باوجود ایسے تلفظات کثیرہ کے مفتی صاحب اسلامی مناظر نے بلحاظ حدیث ''لکل امرأٍ ما نویٰ '' کوئی مواخذہ لفظی نہ کیا اور اصل موضوع پر بلحاظ معانی مناظرہ کرتے رہے۔ لیکن قادیانی مناظر کو موضوع مناظرہ کے متعلق جب ناکامی ہوئی تو اس نے یہ مسئلہ امتنی وامیتنی کا چھیڑ دیا۔ اس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ قادیانی مناظر نے اپنے دلائل وفات ابن مریم میں ایک دلیل ''فلما توفیتنی '' بھی پیش کی۔ جس کے جواب میں اسلامی مناظر نے کہا کہ اگر توفیتنی بمعنی أنمتنی ہو تو اس کی یہ تردید ہے اور اگر توفیتنی بمعنی اتمتنی ہو تو اس کی یہ تردید ہے۔ جس سے اسلامی مناظر کا یہ مطلب تھا کہ اگر توفیتنی بمعنی نیند ہو تو یہ جواب ہے اور اگر بمعنی موت ہو تو یہ جواب ہے۔ اب قادیانی مناظر کا یہ مواخذہ کرنا اس لحاظ سے کہ یہ مواخذہ لفظی موضوع مناظرہ سے چسپاں نہیں۔ لیس من اداب المحصلین والمناظرین بل من اداب المجادلین والکابرین اور نیز یہ تلفظ ایسا نہیں جس کی لغت عرب میں صحت کی کوئی صورت نہ ہو۔ کیونکہ یہ صیغہ واحد مذکر مخاطب اصل میں امتتنی ہے۔ جس میں دو حرف ایک جنس کے جمع ہیں۔ اب اگر تاء کو تا میں ادغام کیا جائے تو امتنی پڑھا جائے گا اور اگر تاء کو یاء کے ساتھ بدل دیا جائے تو امیتنی پڑھا جائے گا اور دو حرف ایک جنس میں سے ایک حرف کا یاء کے ساتھ بدل دینا تخفیف کے لئے لغت عرب میں بکثرت آیا ہے۔ فصول اکبری میں ہے ''ویا بدل مے آید از یکے از دو حرف یا سہ حرف تضعیف چوں دینار اصل دنّار واملیت اصلہ امللت وقصیت اصلہ قصصت'' اور شافیہ میں ہے۔ ''والیاء تبدل من احد حرفی المضاعف نحو املیت وقصیت '' قادیانی مناظر نے یہ مجادلہ کے رنگ میں نہایت کمزوری دکھائی ہے۔ شجاعت تو یہ تھی کہ جیسا کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے قرآن کریم کے فقرہ ''بل رفعه الله الیه '' کے ساتھ بروئے بل ابطالیہ وقصر قلب دو شرطیں مذکورین کے تحت میں رہ کر اپنا دعویٰ حیات مسیح ابن مریم ایسا ثابت کر دیا ہے۔ جس کے جواب دینے سے قادیانی مناظر ہی نہیں بلکہ کل کی کل قادیانی جماعت عاجز ہوگئی ہے۔ ویسا ہی قادیانی مناظر بھی ایک فقرہ قرآن کریم کا ایسا پیش کرتا جس کے ساتھ دو شرطیں مذکورین کے تحت میں رہ کر اپنا دعویٰ وفات مسیح ابن مریم ایسا ثابت کرتا جس کے جواب سے کم از کم اسلامی مناظر ہی عاجز ہو جاتا اور تمام حاضرین پر روشن ہے کہ قادیانی مناظر کے طول وطویل خیالی ووہمی ڈھکوسلوں کو اسلامی مناظر نے دو شرطیں مذکورین کے تحت میں رہ کر مختصر فقروں کے ساتھ رد کر دیا ہے۔ واقعی اسلامی مناظر مناظرہ کرتا رہا اور قادیانی مناظر مدعی مناظرہ ہو کر حقیقت میں مجادلہ یا مکابرہ کرتا رہا۔

ے...... پھر ۱ آپ نے اذ قال کے معنی استقبال کے کرنے کے لئے مثال میں اذ الاغلال کو پیش کیا ہے۔ جناب مفتی صاحب کو شاید یہ معلوم نہیں کہ اغلال فعل نہیں بلکہ اسم ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو کسی مولوی سے پوچھ لیجئے کہ آیا الاغلال اسم ہے یا فعل۔

اور نیز ۲ اس بات کی ضرورت کیا تھی۔ ہم نے خود استقبال کے معنی کئے تھے۔ آپ ہماری دلیل کو بغور پڑھیں کہ انہوں نے قیامت کے دن اپنی بریت کرتے ہوئے اپنی قوم کا بگڑنا اپنی موت کے بعد قرار دیا ہے اور ان کا معاملہ خدا کے سپرد کیا ہے۔

---

۱ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں یوں تردید کی ہے کہ قادیانی مناظر کا عقل کہاں گیا۔ کیونکہ میں نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس طرح لکھا ہے۔ اور اذ استقبال کے لئے بھی آتا ہے اور ''فسوف یعلمون اذالاغلال فی اعناقھم (غافر:۷۱)'' اس میری عبارت سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ اذ الاغلال مثال اذ کے لئے ہے نہ ماضی کے لئے اور ماضی کا بمعنی استقبال آنے کے لئے میں نے اپنے اسی پرچہ نمبر۲ میں نفخ وغیرہ کے ساتھ مثال دی ہے۔ پس قادیانی مناظر کا اذ الاغلال میں ماضی کا ذکر کرنا نرالی جہالت ہے۔

۲ جناب من اسلامی مناظر کا یہ مذاق نہیں کہ الزام پر اکتفاء کرے۔ بلکہ اس کا مذاق تحقیق ہے۔ سبحان اللہ۔ صداقت کا آفتاب اپنے انوار وتجلیات ظاہر کرنے سے کبھی نہیں رک سکتا۔ دیکھو کہ قادیانی مناظر نے خود ہی تسلیم کرلیا ہے کہ یہ واقعہ ''أأنت قلت للناس اتخذونی'' قیامت کو ہوگا۔ جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آج وفات ثابت نہیں ہوتی۔

مولوی شیخ امام الدین صاحب ساکن ہریانے بعد اختتام مناظرہ فرمایا۔

شمس تیری چمک دیکھی اجالے میں اندھیرا ہے
منور کس طرح ہوگا جسے گردش نے گھیرا ہے
لڑائی باز کی اکثر ہوا کرتی ہے بازوں سے
کوئی بٹیر جا ڈھونڈ ہو کہ تو بھی اک بٹیرا ہے
غلام مرزا پہلے تو کر لے علم کی تحصیل
غلام مرتضیٰ سے کم بہت کچھ علم تیرا ہے

۸...... پھر ا جناب مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں کل مشابہت ضروری نہیں ہوتی۔ صحیح مگر کیا آپ یہاں صرف لہجہ میں مشارکت مانتے ہیں کہ میں مسیح کے لہجہ میں کہوں گا۔ نہیں بلکہ آپ تو مسیح کی امت کے واقعات کو اپنی امت کے واقعات پر قیاس کر کے اپنا وہی جواب دیتے ہیں جو مسیح علیہ السلام کا ہے۔ اگر حدیث میں ان واقعات کی تشریح نہ ہوتی تو آپ یہ بات کہہ بھی سکتے تھے۔ مگر اب تو حدیث میں جن واقعات میں مشارکت تھی تشریح کر دی گئی ہے۔

۹...... قد ۲ خلت کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ خلو کے معنی نقل مکانی کے

ا یہ خیالی اور وہمی باتیں پھر پھر پیش کی جاتی ہیں۔ حالانکہ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس کا جواب دے دیا ہے اور پھر بلاضرورت اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں بھی یوں تردید کی ہے کہ تشبیہ میں یہ ضروری نہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں ہر حیثیت میں اشتراک ہو۔ جس کی توضیح یہ ہے کہ ''التشبیه ان یدل علی مشارکة امرلا خرفی معنی (مطول ص ۲۸۶)'' یعنی تشبیہ سے مراد بیان کرنا مشارکت ایک چیز کی ساتھ دوسری چیز کے کسی وصف میں۔ مثلاً زید کالاسد میں اتنا ضروری ہے کہ زید اور اسد کسی وصف میں شریک ہوں۔ جیسے شجاعت اور یہ ضروری نہیں کہ زید شیر کی ہر ایک وصف میں شریک ہو۔ ورنہ لازم آئے گا کہ تشبیہ زید کالاسد اس صورت میں صحیح ہو کہ زید سوائے ماہیت کے تمام عوارض شیر میں اس کا شریک ہو۔'' وھو کما تریٰ ''پس ''فاقول کما قال العبد الصالح ''میں قول آنحضرت ﷺ مشبہّ ہے اور قول عیسیٰ علیہ السلام مشبہّ بہ ہے اور وجہ تشبیہ کے لئے اتنا کافی ہے کہ مقول آنحضرت ﷺ اور مقول عیسیٰ علیہ السلام ایک الفاظ بعینہا ہوں اور یہاں مانحن فیہ میں تو ضرورت سے زیادہ ان الفاظ کے معنی میں بھی ایک نوع کی شراکت ہے۔ کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول توفیتنی سے مراد امتنی لی جائے تو قبض روح کے معنی میں شراکت ہوگی اور آنحضرت ﷺ کی عبارت میں قبض روح مع الامساک مراد ہوگی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبارت میں قبض روح مع الارسال مراد لی جائے گی اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول توفیتنی سے امتنی مراد ہو تو پھر ایک اور زیادہ نوعی مشارکت ہو جائے گی۔

۲ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس دلیل قد خلت کا جواب دیا ہے۔ لیکن چونکہ قادیانی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں اس کے متعلق ادھر ادھر کی باتیں کی ہیں۔ اس لئے اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں بھی یوں تردید کی ہے کہ آیت ''سنة اللّٰه التی قد خلت''

ہوتے ہیں۔ مگر آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ آیت میں مکان کا تو ذکر نہیں۔ اس لئے نقل زمانی ہی خلو سے مراد ہوسکتی ہے اور اس سے مراد یہی ہے کہ زندگی کا زمانہ گذار کر وفات پاگئے۔ نیز ہم نے لغت کے حوالہ جات سے ثابت کیا تھا کہ خلو کے معنی مرنے کے ہیں۔ اب میں ایک شعر بھی پیش کرتا ہوں جو یہ ہے۔

اذا سیــد مـنــا خــلا قــام سیــد
قــول لـمــا قــال الـكـــرام فـعـول

تمام شراح نے یہاں خلا کے معنی مات کے کئے ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید کی آیات (۱)''تلك امة قد خلت لها ماكسبت (بقره:۱٤۱)''اور آیت''وان من قرية الا خلا فيها نذير (فاطر:۲٤)''اور آیت''قد خلت من قبلها امم (رعد:۳۰)''وغیرہ سب میں خلو سے مراد موت ہے اور جو آیت''واذا خلو الىٰ شياطينهم (بقره:۱٤)'' ہے۔ اس میں صاف قرینہ نقل مکانی کا موجود ہے۔

بقیہ حاشیہ: کا قادیانی مناظر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اگر ہم قادیانی مناظر کو خوش کرنے کے لئے یہ تسلیم کرلیں کہ''قد خلت من قبله الرسل''میں خلت بمعنی ماتت ہے تو پھر بھی یہ دلیل وفات مسیح ابن مریم کو ثابت نہیں کرتی۔ کیونکہ الرسل میں الف لام استغراقی نہیں۔ اس وجہ سے کہ''قد خلت من قبله الرسل''میں''من قبله یا الرسل''کی لغت نحوی ہوگی۔ یا الرسل سے حال ہوگا اور یہ دونوں شقیں باطل ہیں۔ شق اوّل اس وجہ سے باطل ہے کہ تمام نحویوں کا اتفاق ہے کہ لغت نحوی منعوت نحوی پر ذکر میں مقدم نہیں ہوتی اور شق ثانی اس لئے باطل ہے کہ بروئے قواعد نحو حال کی تقدیم اس وقت ہونی چاہئے جب ذوالحال نکرہ ہو اور مانحن فیہ میں الرسل معرفہ ہے۔ پس معین ہوا کہ من قبلہ خلت کے متعلق ظرف لغو ہے اور قادیانی مناظر کی رائے کے مطابق آیت''قد خلت من قبله الرسل'' کے یہ معنے ہوئے کہ تمام رسول محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے فوت ہوچکے ہیں اور یہ معنی بدیہی البطلان ہیں۔ کیونکہ اس آیت کے پہلے فقرے یعنی ما محمد الا رسول سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد رسول ہیں اور فقرے ''قد خلت من قبله الرسل''سے بوقت استغراق مراد لینے کے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نعوذ باللہ من ذلک رسول نہیں۔''وهل هذا الا تناقض فى القرآن وهو بديهى البطلان'' پس ثابت ہوا کہ من قبلہ اس بات کا قرینہ قطعیہ ہے کہ الرسل میں الف لام استغراقی نہیں بلکہ جنس کے لئے ہے جو لا بشرط شے کے مرتبہ میں بلحاظ ہوتی ہے نہ بشرط کے مرتبہ میں۔

۱۰...... جناب [۱] نے لکھا ہے کہ جنگ احد کے واقعہ میں سالبہ کلیہ کی تردید ہے جو مہملہ سے ہوسکتی ہے۔ مفتی صاحب اصطلاح تو لکھنا جانتے ہیں۔ مگر حقیقت سے واقف نہیں۔ مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ صحابہ تو صحابہ دنیا میں کوئی انبیاء کو ماننے والا اس بات کا قائل نہیں کہ کوئی نبی نہیں مرا۔ جو سالبہ کلیہ ہے بلکہ ان کو تو عیسائیوں کے قصہ کی وجہ سے یہ خیال ہوسکتا تھا کہ بعض نبی فوت نہیں ہوئے۔ جو سالبہ جزئیہ ہے اور جس کی تردید موجبہ کلیہ سے ہونی چاہئے اور موجبہ کلیہ یہ ہے کہ: ''قد خلت من قبله الرسل'' کہ سب رسول فوت ہو چکے ہیں۔ پھر مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ موجبہ جزئیہ سے تردید ہونی چاہئے۔ کیوں کیا موجبہ کلیہ سے تردید نہیں ہوسکتی؟ کل رسولوں کے فوت شدہ ہونے سے بعض رسولوں کا فوت شدہ ہونا بھی لازم آتا ہے۔ اب میں نہیں کہہ سکتا کہ مفتی صاحب نے یہ عدم علم کی وجہ سے لکھا ہے یا جان بوجھ کر۔ جان بوجھ کر تو میں کہہ نہیں سکتا۔

---

[۱] افسوس کہ قادیانی مناظر نے مفتی صاحب اسلامی مناظر کے پرچہ نمبر۲ کی عبارت کو نہیں سمجھا۔ یا عمداً یہ خیالی باتیں کی ہیں۔ کیونکہ اسلامی مناظر کی عبارت پرچہ نمبر۲ کا یہ مطلب ہے کہ جنگ احد میں جب یہ غلط خبر اڑ گئی کہ آنحضرت ﷺ شہید ہوگئے ہیں اور بعض لوگوں نے نبوت اور موت میں منافات سمجھی جو سالبہ کلیہ کا مصداق ہے اور ارتداد کا راستہ اختیار کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے خیال باطل کی تردید کے لئے یہ آیت نازل فرمائی اور ظاہر کردیا کہ نبوت اور موت میں منافات نہیں۔ پس الف لام الرسل میں استغراقی نہیں بلکہ جنسی اور جنس لابشرط شے کے مرتبہ میں ہوتی ہے نہ بشرط لا کے مرتبہ میں اور قد خلت من قبلہ الرسل قضیہ موجبہ مہملہ ہے۔ جو قوۃ موجبہ جزئیہ میں ہے اور سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے اور آیت ''ولقد اٰتینا موسیٰ الکتاب وقفینا من بعده بالرسل (بقرہ:۸۷)'' کو غور سے پڑھنا چاہئے کہ یہی لفظ الرسل بصیغہ جمع باالف ولام موجود ہے اور یہاں استغراق افراد قطعاً باطل ہے۔ کیونکہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب دی اور اس کے پیچھے اس کی آئین پر کئی رسول بھیجے۔ نہ یہ کہ سب رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھیجے گئے۔ کیونکہ یہ معلوم ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سب سے پہلے رسول نہیں۔ ایسا بلکہ کئی رسول آپ کے پہلے ہوئے اور کئی آپ کے بعد۔

۱۱...... آپ کا ۱ یہ لکھنا کہ حضرت ابوبکرؓ کی نظر ’’افأن مات ‘‘ پر تھی تو اس پر سوال یہ ہے کہ وہ لوگ جو آنحضرت ﷺ کے متعلق کہتے تھے کہ آپ کو فوت نہیں ہونا چاہئے۔ کیا وہ سمجھتے تھے کہ بعض زندہ ہیں یا سب؟ ظاہر ہے کہ وہ بعض کو زندہ مانتے تھے۔ پس انہیں کی تردید مقصود تھی۔ جب یہ ثابت ہو جائے کہ کوئی بھی زندہ نہیں تو انہوں نے مان لیا۔ اس لئے زیادہ تر نظر ’’قد خلت من قبله الرسل‘‘ پر ہی تھی۔

۱۲...... آپ ۲ فرماتے ہیں: ’’والذین یدعون من دون الله (نحل:۲۰) ‘‘قضیہ مطلقہ عامہ ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ روح القدس فوت ہو گئے۔ مگر جناب مفتی صاحب! آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہاں ان معبودان باطلہ کا ذکر ہے جن کی طرف خلق منسوب کی جاتی ہے اور وہ عالم خلق سے ہیں نہ عالم امر سے اور ان سے دعائیں کی جاتی ہیں۔ پہلے روح القدس کے متعلق یہ تینوں صفات ثابت کر دیں۔ پھر اعتراض کریں۔

---

۱ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس کی تردید کی ہے اور اس نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں قادیانی مناظر کو ہدایت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس لحاظ سے کہ صحابہ کو آنحضرت ﷺ کی شخصیت کے متعلق اضطراب تھا۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے ’’افأن مات اوقتل ‘‘ کہہ کر ان کا اضطراب رفع کیا اور یہی وجہ ہے کہ اس موقعہ پر حضرت ابوبکرؓ نے حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا: ’’ایها الناس من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یعبد رب محمد فان الله حیی لا یموت (مجلس معارف ص۵۸۸، بیروت)‘‘

۲ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس دلیل یعنی ’’والذین یدعون من دون الله لا یخلقون شیئاً وهم یخلقون اموات غیراحیاء وما یشعرون ایّان یبعثون (نحل:۶۵) ‘‘ کا جواب دیا ہے اور پھر اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں بھی قادیانی مناظر کی منگھڑت باتوں کا جواب دیا ہے کہ روح القدس جو تثلیث کا اقنوم ثالث ہے۔ ان معبودات باطلہ میں داخل ہے۔ جن کا اس آیت میں بیان ہے۔ کیونکہ ’’والذین یدعون من دون الله ‘‘اور ’’لا یخلقون شیئاً ‘‘اور ’’وهم یخلقون ‘‘ یہ تمام صفات روح القدس میں پائی جاتی ہیں اور اسم موصول میں عموم ہے اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ وہ عالم خلق سے ہے نہ عالم امر ہے۔ عجیب بات ہے۔ کیونکہ جو چیز امر اللہ سے پیدا ہو کیا وہ عالم خلق اور مخلوق اللہ سے نہیں۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ خداوند کریم نے معبودات باطلہ کی معبودیت کو کئی رنگوں میں باطل کیا ہے۔ اوّل اس طرح کہ ’’لا یخلقون شیئاً ‘‘یعنی وہ کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور معبود خالق ہوتا ہے۔ دوم اس طرح کہ ’’وهم یخلقون ‘‘یعنی وہ پیدا کئے جاتے ہیں اور معبود مخلوق نہیں ہوتا۔ سوم یہ کہ ان پر فی وقت من الاوقات موت آنے والی اور معبود پر موت کا آنا ناممکن ہے۔ چہارم یہ کہ ان کو علم نہیں کہ کب زندہ کئے جائیں گے اور معبود عالم الغیب والشهادة ہے۔

باقی ۱؎ رہا یہ کہ یہ قضیہ مطلقہ عامہ ہے۔اس سے ان کا مرے ہوئے ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ یہ آپ کی خوش فہمی ہے۔ کیونکہ اگر تمام معبودان باطلہ کو مرے ہوئے بھی مان لیا جائے تو پھر بھی مطلقہ عامہ کا اطلاق صحیح ہوگا اور یہاں محل موت مراد لینا بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ ’’غیر احیاء‘‘ اس کی تردید کررہا ہے اور اس کے معنی کوئی نہیں بنتے۔ بالکل مہمل کلام ہوجاتا ہے کہ وہ مرنے والے ہیں زندہ نہیں۔

باقی رہا اس کی تائید میں ’’انك میّت ‘‘ پیش کرنا یہ صحیح نہیں۔ بے شک کسی حافظ سے پوچھ لیں کہ اس میں ’’انك میت غیر حی وانهم میتون غیر احیاء‘‘ نہیں ہے اور نیز آیت اموات الذین کی خبر ہے اور اسم موصول ۲؎ استغراق کے لئے ہوتا ہے۔اس لئے کوئی فرد اس سے باہر نہیں۔

۱۳...... پھر آپ فرماتے ہیں کہ:’’کانا یأ کلان الطعام ‘‘ میں تغلیب مریم کی وجہ سے کی گئی ہے۔ حالانکہ یہاں تردید ۳؎ صرف مسیح کی الوہیت کی مقصود ہے۔ پہلی آیات پڑھ لیں۔ دوسرے ۴؎ تغلیب جب مذکر ومؤنث اکٹھے ہوں تو مذکر کی طرف سے ہوتی ہے۔ جیسے القمران سورج چاند کے لئے کہا جاتا ہے۔ شمسان نہیں کہا جاتا۔ کیونکہ شمس عربی زبان میں مؤنث ہے اور ’’کانت من القانتین ‘‘ تو بالکل آپ کے مدعا کے خلاف ہے۔ کیونکہ آپ نے تغلیب مؤنث کی مثال دی ہے اور طعام کے متعلق تو سوال یہ ہے کہ:’’یطعمنی ۵؎ ربی ویسقینی ‘‘

۱؎ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں یوں ہدایت کی ہے کہ چونکہ اس آیت میں معبودان باطلہ کی معبودیت باطل کرنا مقصود ہے۔اس لئے تاکیداً اموات غیر احیاء(نحل:۶۰)’’فرمایا اور اگر یہ قضیہ مطلقہ عامہ نہ ہو تو اگر کوئی شخص یا کوئی قوم اس وقت کسی زندہ شخص کو معبود قرار دے تو اس کو اس آیت کی رو سے جیتے جی کس طرح مردہ تسلیم کرسکتے ہیں۔ پس آیت اپنے مطلب میں غیر کافی رہے گی۔ جس سے قرآن کریم پاک ہے اور قادیانی مناظر لکھتا ہے کہ اگر تمام معبودان باطلہ کو مرے ہوئے مان بھی لیا جائے تو پھر بھی مطلقہ عامہ کا اطلاق صحیح ہوگا۔ افسوس کہ قادیانی مناظر کو خود تو مطلقہ عامہ کے مفہوم اور مصداق کے درمیان فرق معلوم نہیں اور خلاف تہذیب اسلامی مناظر کے متعلق لکھتا ہے کہ اصطلاح تو لکھ جانتے ہیں۔لیکن حقیقت سے واقف نہیں۔

۲؎ سبحان اللہ قادیانی مناظر کا کیا علم وفضل ہے کہ ایک مقام پر تو اس اسم موصول سے روح القدس کو خارج کررہے ہیں جو معبودان باطلہ سے ہے اور اس مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ اسم موصول ’’الذین یدعون ‘‘ استغراق کے لئے ہے۔کوئی اس سے فرد باہر نہیں۔

۳؎ قادیانی مناظر صاحب لکھتے ہیں حالانکہ یہاں تردید صرف مسیح کی الوہیت کی مقصود ہے۔ پہلی آیات پڑھ لیں۔ قادیانی مناظر کے علم پر رونا آتا ہے۔ دیکھو اس آیت کا سیاق سباق یوں ہے۔ ’’لقد کفر الذین قالوا ان اللّٰه ثالث ثلثة وما من اله الا اله واحد وان لم ینتهوا عما یقولون لیمسّن الذین کفروامنهم عذاب الیم افلا یتوبون الیٰ اللّٰه ویستغفرونه

....

....

واللّٰه غـفـور رحيـم۰ مـا المسيح ابن مريم الا رسول قد خلت من قبله الرسل وامه صـديـقة كـانـا يـأ كـلان الـطعام انظر كيف نبين لهم الايات ثم انظر انیٰ یوفکون (مـائدہ:۷۵) ''یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ ان آیات سے مقصود دو امر ہیں۔ اثبات توحید، ابطال الوہیت عیسیٰ اور مریم۔ اثبات توحید کے لئے فرمایا:''مـا مـن الـه الا الـه واحد''اور ابطال الوہیت کے لئے فرمایا:''مـاالـمسيح ابن مريم الا رسول قد خلت من قبله الرسل وامه صديقة كانا يا كـلان الـطـعـام ''یعنی عیسیٰ اور مریم کی احتیاج الیٰ الطعام ان کی الوہیت کو باطل کرتی ہے۔ اس آیت میں حضرت مریم علیہ السلام کا ذکر اس لئے کہ عیسائیوں میں سے بعض فرقوں کے نزدیک حضرت مریم علیہا السلام بھی الوہیت کے مرتبہ تک پہنچ چکی ہیں۔ جیسا کہ اسی سورۃ کے اخیر میں ہے۔''أأنـــت قـلـــت لـلـناس اتخذونی وامی الهين من دون اللّٰه (مائدہ) ''اس مضمون بالا سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ ابطال مقصود ہے۔ نہ صرف مسیح کی الوہیت کا۔ پس قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ یہاں تردید صرف مسیح کی الوہیت کی مقصود ہے۔ جہل مرکب کا ثمرہ ہے۔

۴۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ سبحان اللہ قادیانی مناظر نے کیا گل کھلایا ہے۔ کیونکہ میں نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں یہ لکھا ہے:''كانا يا كلان الطعام ''میں صیغہ ماضی ان کی ماں کی وجہ سے اور میری مراد اس سے یہ ہے کہ کانا صیغہ ماضی کا حضرت مریم علیہا السلام کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ وہ اس وقت طعام نہیں کھاتے اور پھر میں نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں لکھا ہے۔ (تغلیب ہے جیسے''کـانـت مـن الـقانتين ''میں) اور اس سے مراد میری یہ ہے کہ مذکر و مؤنث اکٹھے ہو گئے۔ جس میں تذکیر کو تانیث پر غلبہ دے کر مذکر کے ساتھ تعبیر کی گئی ہے اور قادیانی مناظر ایسے اجہل المرکب ہیں کہ بات تو ہماری بیان کر رہے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ ہم تردید کر رہے ہیں۔

۵۔ افسوس کہ قادیانی مناظر بے ربط اور بے اصل باتیں کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ طعام ''مـن حيـث هو هوما يطعم به ''کو کہتے ہیں۔ یعنی جو طعم اور غذا ہو کر مایۂ حیات بنے۔ مادی ہو یا غیر مادی ہو۔ جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہے۔''لسـت كـا حـدكم يطعمنی ربی ويسقينی (بخاری ج۱ ص۲۶۲، بـاب الـوصـال ومن قال ليس فی الليل صيام) ''دیکھو یطعمنی جس کا اصل ماخذ طعام ہے اور کانا یا کلان الطعام میں زیر بحث احتیاج الیٰ الطعام ہے۔ مادی ہو یا غیر مادی۔ کیونکہ مطلق احتیاج الوہیت کو باطل کرتی ہے۔

میں طعام مادی مراد ہے یا غیر مادی۔ ظاہر ہے کہ غیر مادی مراد ہے۔ ورنہ وصال کا روزہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے اور ”کانا یأکلان الطعام ” میں زیر بحث طعام مادی ہے۔ غیر مادی نہیں اور آنحضرت ﷺ مادی کھانے کے متعلق فرماتے ہیں۔”ولا مستغنی عنه ربنا ” نیز اس کے متعلق ثابت کریں کہ خدا تعالیٰ ان کو یہ کھانا کھلاتا ہے۔

۱۴...... ”اوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ” کے متعلق جو اشکال تھا اس کو پہلے پرچہ میں کھول کر بیان کردیا گیا ہے اور زکوٰۃ ۱؎ کے متعلق یہ کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں صلوٰۃ اور زکوٰۃ اکٹھے آئے ہیں۔ وہاں فریضۂ زکوٰۃ مراد ہے کہ محض پاکیزگی۔ جیسے اقیموا الصلوٰۃ والزکوٰۃ اور آپ کا یہ فرمانا کہ میں ان کے لئے نصاب اور ان کا مالدار ہونا ثابت کروں عجیب بات ہے۔ یہ تو تب ۲؎ تھا کہ میں ان کو زندہ مانتا ہوتا۔ یہ تو آپ پر لازم آتا ہے۔ علاوہ ازیں اگر وہ صاحب مال نہیں تھے تو ان کو تکلیف بالمحال کیوں دی تھی اور ”جعلنی ۳؎ مبارکاً اینما کنت“ تو صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو آسمان کے لئے بھی ثابت کررہا ہے کہ ان کو یہ احکام بجالانے چاہئیں۔

۱۵...... والسلام علی کی وجہ بیان کریں۔ کیونکہ ان دو خاص دنوں کا ذکر نہ کیا۔ اگر ”جعلنی مبارکا ” میں وہ دن آچکے ہیں تو کیا ”یوم اموت ” وغیرہ نہیں آچکے۔ ان کی وجہ ذکر بیان کرو۔

۱؎ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ میں نے ”حناناً من لدنا وزکوٰۃ ” کو پیش کیا ہے۔ قادیانی مناظر نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ جہاں صلوٰۃ اور زکوٰۃ اکٹھے مذکور ہیں وہاں زکوٰۃ سے مراد صدقہ مفروضہ ہے۔ یہ استدلال استقرائی ہے اور استقرائی ظنی دلیل ہوتی ہے۔ یقینی نہیں ہوتی۔ پس اس سے اتنا تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ بیشک قرآن شریف میں اکثر جگہ ایسا ہی وارد ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس جگہ نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر آوے اس جگہ خواہ مخواہ صدقہ مفروضہ ہی مراد لیا جاتا ہے۔ کیونکہ لغت اور عقل اس کی شہادت نہیں دیتے۔

۲؎ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں یہ لکھا ہے کہ پہلے میرے مناظر صاحب ابن مریم کا صاحب نصاب ہونا قرآن کریم یا حدیث سے ثابت کریں اور اس سے مراد یہ ہے کہ ابن مریم کا کسی وقت صاحب نصاب ہونا ثابت کریں۔

۳؎ یہ وہمی باتیں ہیں۔

۱۶...... آیت ۱؎ ’’ولکم فی الارض مستقر‘‘ جب آپ کے نزدیک مقرطبعی پر دلالت کرتی تھی تو مسیح مقرطبعی کو چھوڑ کر آسمان پر کیوں چلا گیا؟ اور’’فیھا تموتون‘‘ بتارہا ہے کہ یہاں میعاد کا ذکر ہے کہ موت تک زمین میں رہنا ہوگا۔ معلوم نہیں آپ ۲؎ جعل کے جال میں کیوں پھنس گئے۔

۱۷...... اور آیت’’برسول یأتی ۳؎ من بعدی اسمه احمد‘‘ میں بعد غیبوبت اور موت دونوں کو شامل ہے۔ اب سوال ہے کہ آیا منفرداً یا مجتمعاً اگر مجرد غیبوبت مراد ہے تو لا نبی بعدی کو مثال میں پیش کر کے آپ نے ثابت کر دیا کہ آنحضرتﷺ کے بعد بھی نبی آسکتا ہے اور نیز محض غیبوبت مراد لینے کے لئے کوئی آیت میں قرینہ بتانا چاہئے اور اگر مجتمعاً تو ہمارا مدعا ثابت ہے۔

۱۸...... معمر سے مراد لمبی عمر پانے والا ہے نہ ہمیشہ کی عمر۔ کیونکہ’’منکس فی الخلق‘‘ ہونے کے لئے یا ارذل العمر تک پہنچنے کے لئے دوامی زندگی کی شرط نہیں۔

۱۹...... یہ بھی ۴؎ آپ نے خوب کہی کہ حدیث’’لوکان موسیٰ وعیسیٰ‘‘ چونکہ خلاف قرآن ہیں۔ اس لئے میں نہیں مانتا جب تک آپ اسے خلاف قرآن نہ ثابت

۱؎ اس آیت کا کافی جواب گذر چکا ہے اور قادیانی مناظر کے یہ خیالات وتوہمات’’یفعل ما یشاء‘‘ اور’’ان اللّٰہ علیٰ کل شیٍٔ قدیر‘‘ کے خلاف ہیں۔

۲؎ جب جعل تکوینی قادیانی مناظر کو سمجھ نہ آیا تو کہہ دیا کہ آپ جعل کے جال میں کہاں پھنس گئے۔

۳؎ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ بعدی میں مطلق غیبوبت ہے اور غیبوبت بالموت اور غیبوبت بغیر الموت اس کے انواع ہیں۔ چونکہ لا نبی بعدی میں نکرہ حیز نفی میں ہے۔ اس لئے اس کا یہ مطلب ہے کہ نہ آنحضرتﷺ کی غیبوبت بالموت کے وقت کوئی نبی ہوسکتا ہے اور نہ آنحضرتﷺ کی غیبوبت بغیر الموت کے وقت کوئی نبی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ نکرہ حیز نفی میں مفید استغراق ہے۔ اس سے تو مرزا قادیانی کی نبوت بروزی وغیرہ بھی باطل ہوگئی اور یاتی من بعدی میں بعدی اثبات میں واقع ہے اور اثبات میں غیبوبت کے ایک نوع کا تحقق کافی ہے۔ یعنی غیبوبت بالموت ہو یا غیبوبت اس طرح پر ہو کہ ابن مریم آسمان پر اٹھانے کے بعد آنحضرتﷺ تشریف لاویں۔

۴؎ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ حدیث’’لوکان موسیٰ وعیسیٰ حیّین (الیواقیت والجواھر ج۲ ص۲۲)‘‘ آیت’’وماقتلوہ یقیناً بل رفعه اللّٰہ الیه‘‘ کے بالکل خلاف ہے اور یہ وہ آیت ہے جس کا قادیانی مناظر کوئی جواب نہیں دے سکا اور اگر حیین علی الارض مراد لی جائے تو یہی آیت ودیگر آیات واحادیث حیات قرینہ ہوں گی۔

کریں۔اس وقت تک آپ کا یہ کہنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔جب کہ اس حدیث کو بڑے بڑے ائمہ نے لکھا ہے۔مثلاً (الیواقیت والجواہر ج۲ص۲۲) میں امام عبدالوہاب شعرانی نے اور (مدارج السالکین) میں امام ابن قیم نے اور (تفسیر ابن کثیر) میں حافظ ابن کثیر نے۔تو صرف آپ کے کہنے کی وجہ سے ہم کیونکر اسے درست مان لیں اور آپ نے علی الارض کی قید بڑھا کر ثابت کر دیا کہ ہمارا مدعا ثابت ہے اور اصل حدیث کے وہی معنی ہیں جو ہم نے کئے ہیں اور آپ صرف عن الظاہر کرتے ہیں۔جس کا دوسرا نام حمل علی المجاز ہے اور اس کے لئے کسی قرینہ کی ضرورت ہے وہ قرینہ پیش کریں اور صحاح ستہ میں کسی حدیث کا بیان نہ ہونا کسی محدث نے وجہ ضعف کی قرار نہیں دی۔

۲۰...... اور عمر[۱] والی حدیث کا بھی اس میں جواب آ گیا ہے اور نیز اس طرح تو ماننا پڑے گا کہ آنحضرتﷺ بھی ساٹھ برس کی عمر زمین پر گزاریں گے اور باقی کہیں اور حدیث میں تو مقدار رہائش کا ذکر ہے نہ کھانے پینے کا اور عمر کا بتانا مقصود ہے۔

۲۱...... معراج کی حدیث کے متعلق جو ہم نے سوال کیا تھا وہ ویسے [۲] کا ویسا ہی قائم ہے۔جو صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث کے مطابق پڑتا ہے کہ وہ فوت شدہ انبیاء میں کیوں گئے۔ ان کا مردوں میں کیا کام۔

۲۲...... طبقات کبیر کی روایت پر جو آپ نے جرح کی ہے وہ بھی صحیح نہیں۔افسوس ہے کہ آپ نے روایت کے الفاظ پر غور نہیں کیا۔اس میں مسیح کو روح سے تعبیر نہیں کیا گیا۔بلکہ [۳] روح کو مسیح بن مریم کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔آپ مضاف اور مضاف الیہ کے فرق کو بھی نہیں سمجھ سکے۔

---

[۱] اگر اس عمر والی حدیث کو حسب تشریح قادیانی مناظر لیا جائے تو اس پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ چونکہ قادیانی مناظر کے زعم میں مرزا قادیانی نبی ہیں۔اس لئے مرزا قادیانی کی عمر تیس سال ہونی چاہئے تھی۔

[۲] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ معراج کی حدیث جو سنن ابی ماجہ سے میں نے پیش کی ہے۔اس کے جواب دینے کی ضرورت بھی نہیں۔کیونکہ اس حدیث میں آنحضرتﷺ راوی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی ان کا نزول بعینہ نہ بمثیلہ بیان فرماتے ہیں تو پھر اس کا کیسا جواب ہوسکتا ہے۔

[۳] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ میں تو مضاف اور مضاف الیہ کے فرق کو جانتا ہوں۔کیونکہ اس عبارت یعنی عروج بروح عیسیٰ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تعبیر بالروح کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہاں اضافت نہ ہو۔کیونکہ بروح عیسیٰ میں اضافت بیانیہ ہے یعنی ’’عرج بالروح الذی ھو عیسیٰ ‘‘ یہ قادیانی مناظر کا کمال ہے کہ لفظ تعبیر بالروح کو اضافت کے منافی سمجھتا ہے۔

پھر روح منہ میں مسیح کی روح کو کوئی خصوصیت نہیں۔ تمام پاک لوگوں کے ارواح خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہیں اور اسی کی طرف منسوب ہوتی ہیں۔ کیا آنحضرت ﷺ کی روح خداتعالیٰ کی طرف سے نہیں تھی۔ ہم تو ایسے خیال سے بیزار ہیں اور آنحضرت ﷺ [۱] کا بقول حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) یہ درجہ مانتے ہیں کہ ۔

صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہ ذقن

واں مسیح ناصری شد ازدم اوبیشمار

(آئینہ کمالات اسلام ص۲۷، خزائن ج۵ص ایضاً)

اور ۔

تمت علیہ صفات کل مزیۃ

ختمت بہ نعماء کل زمان

(آئینہ کمالات اسلام ص۳۹۳، خزائن ج۵ص ایضاً)

اور ''والمھدی فی وسطھا'' کو پیش کرنے سے تو شیعوں [۲] کا عقیدہ ماننا پڑتا ہے۔ کیونکہ ڈیڑھ ہزار برس امت کا زمانہ ہو تو ساڑھے سات سو برس ان کو زندہ ماننا پڑے گا۔ تب مسیح علیہ السلام کو مل سکتے ہیں۔

---

[۱] یہ سب تلمیعات ہیں۔ ورنہ مرزا قادیانی کے اس شعر پر غیرت نہیں آتی ۔

منم مسیح زمان وکلیم خدا

منم محمد واحمد کہ مجتبیٰ باشد

(تریاق القلوب ص۶، خزائن ج۱۵ص۱۳۴)

[۲] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۴ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ حدیث ''وکیف تھلك امة انا اولھا والمھدی وسطھا والمسیح اٰخرھا (مشکوٰۃ ص۵۸۳، باب ثواب ھذہ الامة) ''میں میرے اوپر شیعوں کے ہم اعتقاد ہونے کا الزام لگایا گیا ہے۔ جناب من ہم ہر بات میں امامیہ کے مخالف نہیں۔ بلکہ اس بات میں اتفاق ہے کہ حضرت امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت موجود ہوں گے۔ یہ دوسرا اختلاف ہے کہ اب پیدا ہو چکے ہیں یا نہیں۔'' اللھم اغفر لکاتبہ ولمن سعیٰ فیہ''

چونکہ وقت ختم ہوگیا ہے۔اس لئے میں اسی پر ختم کرتا ہوں۔والسلام!

مناظر منجانب جماعت احمدیہ — پریزیڈنٹ

جلال الدین شمس،مولوی فاضل — (چوہدری) حاکم علی احمدی

پس باوجودیکہ شرائط میں یہ طے ہوچکا تھا کہ قبل دعویٰ مسیحیت کی تحریر پیش نہیں کی جائے گی۔مگر آپ نے خلاف شرائط اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں لکھیں۔ہمارے مذکورہ بالا بیان سے واضح ہے کہ قرآن مجید سے جو دلائل پیش کئے گئے ہیں ان میں سے ایک دلیل بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات پر دلالت نہیں کرتی۔فافهم!

دستخط — دستخط

جلال الدین شمس(قادیانی مناظر) — کرمداد دوالمیال،پریزیڈنٹ

۱۹؍اکتوبر۱۹۲۴ء بسم الله الرحمن الرحیم! پرچہ نمبر۳

ازمفتی غلام مرتضیٰ صاحب

اسلامی مناظر

’’سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم ۰ فان تنازعتم فی شئٍ فردوه الیٰ الله والرسول‘‘

الله کا اسم رافع کا معنی اعزاز دہندہ رفع روحانی اور رفع جسمانی دونوں کو لازم ہے جو معنی کنائی ہے اور جس کا حقیقت کے ساتھ معاً مراد لینا جائز ہے اور’’اذا تواضع العبد رفعه الله الیٰ السماء (کنزالعمال ج۳ ص۱۱۰) ‘‘اور’’ولو شئنا لرفعناه بها (اعراف:۱۷۶) ‘‘اور’’فی بیوت اذن الله ان ترفع (النور:۳۶) ‘‘اور’’ان الله یرفع بهذا الکتاب اقواما ویصنع بها اٰخرین (ابن ماجه ص۲۰، باب فضل من تعلم القرآن وعلمه) ‘‘وغیرہ میں رفع جسمانی مراد نہ ہونا ہم کو مضر نہیں اور اس کے خلاف نہیں کہ:’’بل رفعه الله الیه ‘‘میں بلحاظ سیاق وسباق وبلحاظ قواعد عربیہ مجوزہ مناظرہ رفع جسمانی مراد ہو۔جیسا کہ پہلے پرچہ میں بیان کیا گیا اور میرے مناظر صاحب نے کوئی مثال رفع الیہ یعنی الیٰ الله کی نہیں پیش کی اور’’الرحمن علی العرش استویٰ ‘‘کا معنی استواء من حیث الرحمانیت ہے اور آپ تحریف کر کے عیسائیت کے ہم عقیدہ ہونے کا الزام نہ لگادیں اور’’ثم اتموا الصیام الیٰ الـــلیــل ‘‘کا یہ مطلب ہے کہ رات تک روزہ کو پورا کرو اور رات ہوتے ہی افطار کیا جائے اور

مرزا قادیانی کی عبارتوں سے فقط یہ فائدہ حاصل کیا گیا ہے کہ رفع الیٰ اللہ سے مراد آسمان کی طرف اٹھائے جانا ہے اور رفع جسمانی ثابت کرنے کے لئے ہم نے بل کو میدان مناظرہ میں چھوڑ دیا ہے جو اس کا مقابلہ کرے گا۔ انشاء اللہ شکست کھائے گا اور مرزا قادیانی نے آسمان کا لفظ بولا ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔ جناب قرآن کے الفاظ میں بحث کریں۔ دوسری باتوں کو چھوڑ دیں اور ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ امواتاً بل احیاء ''میں صفت مبطلہ یعنی امواتا اور صفت مشتبہ یعنی احیاء دونوں کے ضمیروں کا مرجع ایک من یقتل ہے نہ من کیونکہ ''الموصول مالایتم جزاء الابصلۃ وعائد ''اور صنعت استخدام میں یہ ضروری ۱؎ ہے کہ وہ مقتضاء حال اور وضوح دلالت کے منافی نہ ہو اور نیز ایک معنی مراد لینے کو وہاں قرائن متعذر ۲؎ ثابت کریں۔

جیسا کہ ؎

فسقی ۳؎ الغضا والساکنیہ وان ھم
شبوہ بین جوانح وضلوع

۱؎ کیونکہ صنعت استخدام تحسین کلام کے وجوہ سے ہے اور تحسین کلام کے وجوہ میں یہ ضروری ہے کہ قواعد فن معانی وقواعد فن بیان کے منافی نہ ہوں۔ جیسا کہ تعریف فن بدیع سے ظاہر ہے۔''البدیع ھو علم یعرف بہ وجوہ تحسین الکلام بعد رعایۃ المطابقۃ ووضوح الدلالۃ (مطول) ''اور اگر ''وما قتلوہ وما صلبوہ وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ ''میں صنعت استخدام اختیار کی جائے تو ''وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ ''میں جو بل ابطالیہ اور قصر قلب ہے ان کے منافی ہوگی۔ پس یہاں صنعت استخدام کا اختیار کرنا بروئے فن بدیع جائز نہیں۔

۲؎ اور ''مانحن فیہ ''میں یعنی ''وما قتلوہ وما صلبوہ وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ (النساء:۱۵۸) ''میں ہر چہار ضمائر منصوب متصل سے ایک معنی یعنی عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسدہ العنصری مراد لینے سے کوئی قرینہ روکتا نہیں۔ بلکہ بل ابطالیہ اور قصر قلب قطعی طور پر اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ ہر چہار ضمیروں سے مراد حضرت عیسیٰ زندہ بجسدہ العنصری ایک ہی بعینہ ہیں۔

۳؎ دیکھو اس شعر میں صنعت استخدام ہے۔ کیونکہ ضمیر مجرور جو الساکنیہ میں ہے اور ضمیر منصوب جو شبوہ میں ہے دونوں کا مرجع الغضاء ہے اور ضمیر مجرور سے مراد بقرینہ الساکنی مکان ہے اور ضمیر منصوب سے مراد بقرینہ شبوہ آگ ہے اور یہاں صنعت استخدام اختیار کرنا نہ قواعد معانی کے منافی ہے اور نہ ہی قواعد بیان کے اور نیز یہاں قرائن موجود ہیں جو ایک معنی مراد لینے سے روکتے ہیں۔

پہلے ضمیر سے مراد مکان ہے اور دوسری ضمیر سے بقرینہ شبوہ آگ ہے۔ قرآن کریم نے ''وقولهم انا قتلنا المسيح '' کے ساتھ یہود کا اعتقاد بیان کر دیا تو اب تورات استثناء باب ۲۱ آیت ۲۲ وغیرہ کو پیش کرنے میں میرے مناظر نے [۱] تسلیم کر لیا ہے کہ میرے پاس قرآن کریم اور قواعد عربیہ کے مطابق کوئی جواب نہیں۔ بلکہ تورات میں بھی وہ مصلوب ملعون قرار دیا گیا ہے جو کسی جرم میں مصلوب ہو اور ''ولم يمسسني [۲] بشرولم اك بغياً '' کی خصوصیت کے لحاظ سے ''حكيما '' کے معنی صحیح ہیں۔ میرے مناظر صاحب نے دیدہ دانستہ یا کسی وجہ سے دوسرے پرچہ میں ایسے مضامین درج فرمائے ہیں۔ جن کی تردید میرے پرچہ اوّل میں موجود ہے۔ مثلاً لفظ نزول انزلنا الحدید وغیرہ میں بقرینہ الحدید وغیرہ اور معنی مراد لینے سے یہ لازم نہیں آتا۔ جہاں نزول ہو وہاں پیدا ہونے کے معنی مراد ہوں گے اور لازم آئے گا کہ حدیث ''فينزل [۳] عند المنارة البيضاء شرقی دمشق بين مهزودتين واضعا كفيه على اجنحة ملكين (مسلم ج ۲ ص ۴۰۱، باب ذكر الدجال) '' کے معنی (استغفر اللہ) یہ ہوں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام دو رنگین کپڑے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے پیدا ہوں گے اور قبر سے مراد گورستان ہے۔ یہ اعتراض تو (نعوذ باللہ) آنحضرت ﷺ پر ہے نہ مجھ پر اور عائشہ صدیقہؓ کے خواب میں تین چاند دیکھنے کی تعبیر اس کی عظمت کو بالائے طاق رکھنے سے کی گئی ہے۔ ورنہ صحیح تعبیر یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ بمنزلہ آفتاب ہیں اور شیخین اور مسیح علیہ السلام بمنزلہ چاند کے ہیں۔ مرزا قادیانی کے اقوال ہم پر حجت نہیں ہو سکتے بلکہ آپ پر، اور آپ کا یہ کہنا

---

[۱] کیونکہ بلحاظ آیت ''فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون (الانبياء:۷) '' بھی تورات کی طرف رجوع اس وقت جائز ہوتا جب ہم کو یہود کا وہ اعتقاد جس کی ''وما قتلوه '' تردید ہے۔ قرآن کریم سے معلوم نہ ہوتا جیسا کہ ''ان كنتم لا تعلمون '' سے روشن ہے اور قرآن کریم نے اپنے اس فقرے ''وقولهم انا قتلنا المسيح عيسىٰ ابن مريم رسول الله '' کے ساتھ یہود کے اس اعتقاد کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے تو اب قادیانی مناظر کا قرآن کریم اور حدیث اور اقوال صحابہ اور قواعد عربیت سے روگردانی کر کے تورات کو پیش کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ جواب دینے سے عاجز ہے۔

[۲] اور حالانکہ نہ مجھے کسی نے نکاح کر کے چھوا ہے اور نہ میں بدکار ہوں۔

[۳] یہ حدیث (صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۰۱، باب ذکر الدجال) میں ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اس منارہ سفید کے پاس جو دمشق کی شرق کی جانب واقع ہے۔ دو رنگین کپڑے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے۔

کہ حقیقت ومجاز جمع ہوسکتے ہیں۔ بالکل فن بیان کے خلاف ہے۔ ہاں حقیقت اور معنی کنائی جمع ہوسکتے ہیں۔ کنایت اور مجاز میں شاید آپ فرق نہ سمجھتے ہوں گے اور مولوی نورالدین صاحب کا فقرہ (ہرجگہ) آپ کو کوئی تاویل کرنے نہیں دیتا۔ کیونکہ ''الاعتبار [۱] لعموم اللفظ لالخصوص المورد ''اور قران وحدیث کو چھوڑ کر امام مالکؒ وغیرہ کا نام لینا یہ آپ کی کمزوری ہے۔ کیونکہ میں تو ''من حیث انا مسلم ''مناظر ہوں پس بس، اور آنحضرتﷺ کا زمین میں مدفون ہونا اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر ہونا اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا افضل ہونا نہیں ثابت کرتا۔ کیونکہ افضل یا غیر افضل ہونا ہم بروئے قرآن کریم اور صحیح حدیث کے سمجھیں گے اور قرآن اور حدیث کا یہ فیصلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کمال الوہیت میں ہے اور انسان کا کمال عبودیت میں ہے۔ قرآن کریم میں ہے ''یا ایھا الناس [۲] اعبدوا ربکم الذی خلقکم الیٰ وانزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرات رزقالکم (بقرہ:۲۱) ''اس آیت میں خداوند کریم نے انسانوں کو عبادت کا حکم فرمایا ہے جو اعلیٰ درجہ کی عبودیت کا نام ہے اور پھر اپنے چند صفات ذکر کر کے اخیر میں صفت ''وانزل من السماء ''کو بیان فرمایا ہے اور اس میں یہ بتایا ہے کہ زمین جو پستی کا مظہر ہے آسمان سے جو بلندی کا مظہر ہے کس طرح فائدہ اٹھاتی ہے۔ اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو عبادت یعنی اعلیٰ درجہ کی عبودیت میں لگا کر پستی کا مظہر بناتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت وبرکات کا نزول ہوتا ہے اور انسان جس قدر عبودیت میں ترقی کرتا ہے اسی قدر عنداللہ زیادہ مقرب ہوتا ہے اور یہ امر بالکل روشن ہے کہ اللہ تعالیٰ الوہیت میں لاشریک لہ ہے اور محمد رسول اللہﷺ کمال عبودیت میں لاشریک لہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ان مقامات میں جہاں آنحضرتﷺ کو اعلیٰ درجہ کے اعزاز دینے کا ذکر ہے اور جہاں یہ مشبہّ پیدا ہوتا ہے کہ اس اعلیٰ اعزاز ملنے کی وجہ سے آنحضرتﷺ کی عبودیت میں نقص پیدا ہوگیا ہو۔ اس بات کی شہادت دی ہے کہ باوجود ایسے اعلیٰ اعزاز ملنے کی آنحضرتﷺ کی عبودیت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا۔ بلکہ عبودیت میں ترقی ہوئی ہے۔

---

[۱] یعنی لفظ کا عموم معتبر ہوتا ہے اور خصوصیت نزول شان ملحوظ نہیں ہوتی۔

[۲] یہ آیت تمام اس طرح ہے۔ ''یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء وانزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرات رزقالکم (البقرہ:۲۱) ''یعنی اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو۔ جس نے تمہیں پیدا کیا اور انہیں جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی بنو۔ وہ جس نے زمین کو تمہارے لئے قرار گاہ بنایا اور آسمان کو عمارت اور اوپر سے پانی اتارا۔ پھر اس کے ساتھ تمہارے لئے پھلوں سے رزق نکالا۔

دیکھو’’سبحان ۱؎ الذی اسریٰ بعبده (اسریٰ:۱)‘‘اوردیکھو’’فاوحیٰ ۲؎ الیٰ عبده ما اوحیٰ (نجم:۱۰)‘‘اوردیکھو’’تبارك ۳؎ الذی نزل الفرقان علیٰ عبده (الفرقان:۱)‘‘اورملاحظہ ہواضافت عبدطرف اللہ کی اس وجہ سے’’ورفعنا ۴؎ لك

۱؎ یہ کیا کمال اعزاز کا مقام ہے۔ کیونکہ ملک الملوک ایک اپنے مقرب فرشتے جبرئیل علیہ السلام کو براق دے کر آنخضرتﷺ کی خدمت میں بھیجتا ہے اور وہ حسب ارشاد الٰہی دست بستہ ہوکر عرض کرتا ہے کہ حضور براق پر سوار ہوکر آیات الٰہیہ کا معائنہ کیجئے۔ ایسے اعلیٰ اعزاز کے مقام میں یہ گمان پیدا ہوتا ہے کہ شاید آنخضرتﷺ کی عبودیت میں کسی قسم کا نقص آ گیا ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ’’سبحان الذی اسریٰ بعبده ‘‘یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرایا اپنے بندے کو۔ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے آنخضرتﷺ سے لفظ عبد کے ساتھ تعبیر کر کے اور پھر عبد کو اپنی طرف مضاف کر کے اس بات کی شہادت دی ہے کہ آنخضرتﷺ کی عبودیت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا۔ ورنہ اس سے لفظ عبد کے ساتھ تعبیر کر کے اپنی طرف اضافت نہ کرتا۔

۲؎ یہ آیت ماقبل کے ساتھ یوں ہے۔’’دنا فتدلیٰ فکان قاب قوسین اوادنیٰ فاوحیٰ الیٰ عبده ما اوحیٰ (نجم:۱۰)‘‘ یہ کیسا اعلیٰ اعزاز واکرام کا مقام ہے اور اس کا بیان یہ ہے کہ دنا یعنی آنخضرتﷺ اللہ تعالیٰ کی صفات کے قریب ہوئے اور اس کی صفات کے مظہر اتم ہوئے۔ فتدلیٰ پس آنخضرتﷺ اللہ تعالیٰ کی ذات کے قریب ہوئے۔’’فکان قاب قوسین ‘‘پس اللہ تعالیٰ اور آنخضرتﷺ کے درمیان مقدار دو کمانوں کے ہوا۔ یعنی دائرہ وجود کو جب خط مستقیم نے قطع کیا تو دو کمانیں پیدا ہوگئیں۔ ایک کمان وجوب اور دوسری کمان امکان اور اللہ تعالیٰ اور آنخضرتﷺ کے درمیان اتنا فرق رہا کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود اور آنخضرتﷺ ممکن الوجود۔ اوادنیٰ یہ فرق بھی نہ رہا۔ اب وہم پیدا ہوتا تھا کہ آنخضرتﷺ میں عبودیت نہیں رہی۔ بلکہ الوہیت آ گئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:’’فاوحیٰ الیٰ عبده ماوحیٰ ‘‘اور عبدہ کے ساتھ شہادت دی کہ آنخضرتﷺ کی عبودیت میں ذرہ بھر فرق نہیں۔

۳؎ یہ آیت تمام اس طرح ہے۔’’تبارك الذی نزل الفرقان علیٰ عبده لیکون للعالمین نذیراً (الفرقان:۱)‘‘یعنی برکت والی وہ ذات ہے جس نے اپنے بندے (محمدؐ) پر کتاب حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی نازل کی۔ اس لئے کہ وہ تمام دنیا کی اصلاح کرے۔ یہ یہی اعلیٰ مقام اعزاز کا ہے۔

۴؎ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا’’واجعل لی لسان صدق‘‘ اے خدایا! لوگوں میں میرا ذکر چلادے اور محمد رسول اللہﷺ کی کمال عبودیت کا یہ ثمرہ ہے کہ بغیر عرض کرنے کے خداوند کریم ان کو رفع الذکر کر کے فرماتا ہے۔’’ورفعنا لك ذکرك ‘‘اے محمدﷺ آیا ہم نے تیرا ذکر بلند نہیں کیا۔ وہ خلیلی رنگ ہے اور یہ محبوبی رنگ ہے۔

ذكرك (الم نشرح:٤) ''ہےاوراسی کمال عبودیت کی وجہ سے آنحضرت ﷺ افضل المرسلین ہیں اور آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر قرب الٰہی اور رفعت منزلت میں بدر جہا فوقیت ہے اور اسی کمال عبودیت کا یہ اقتضاء ہے کہ از ابتداء پیدائش تا وفات آپ کا ایسا رنگ رہے جو عبودیت کے مناسب ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی پیدائش پر زمینی اسباب منعقد ہوئے اور تمام حیاتی زمین پر بسر کی اور زمین پر ہی فوت ہوئے اور زمین میں ہی مدفون ہوئے۔ جو پستی کا مظہر ہے۔

ملک افلاک [۱] پر قربان

اور دوسری دلیل کے متعلق جو یہ قول پیش کیا گیا ہے۔''وان منكم لمن ليبطئن (النساء:٧٣) ''وغیرہ اس کے متعلق ہم یہ کہتے ہیں کہ یہاں مراد استقبال ہے۔ بلحاظ قواعد نحو۔ آپ بھی کوئی قاعدہ نحوی پیش کریں۔ جس سے یہ ثابت ہو کہ بوقت دخول لام تاکید ونون ثقیلہ غیر استقبال بھی مراد ہوسکتا ہے۔ آپ ہرگز پیش نہ کرسکیں گے اور جب حسب شرائط مقررہ ہم قرآن کریم اور حدیث اور قواعد عربیت کے مطابق مناظرہ کر رہے ہیں تو آپ گھبرا کر ہر ایک فقرہ میں شرائط سے کیوں تجاوز کر رہے ہیں اور امام مالکؒ کا کبھی نام لیا جاتا ہے اور کبھی شاہ رفیع الدین کا نام لیا جاتا ہے۔ کیا''فان [۲] تنازعتم ''کے طریق پر بحث کرنا اسی کا نام ہے اور یہی حال ''لنهدينهم سبلنا'' کا ہے۔ مولوی نورالدین صاحب کی مرزا قادیانی نے جو آپ کے پیغمبر تھے توثیق کی اور بعد توثیق بھی مولوی صاحب ممدوح نے اس معنی میں کوئی ترمیم نہیں کی۔ جناب تابع کا نام اور ذکر کیوں کرتے ہیں اور ابن عباسؓ کو ہم ثالث تسلیم کرتے ہیں۔

---

[۱] لکھنؤ کے ایک پنڈت کو آنحضرت ﷺ کی سوانح عمری پڑھتے پڑھتے عشق محمدی نصیب ہوا اور وہ پنڈت صاحب نہایت فصیح شاعر تھے۔ انہوں نے یہ اشعار بصورت مخمس فرمائے۔

ملک افلاک پر قرباں زمیں پر نازنیں صدقے
جہاں کے خوبرو قرباں زمانہ کے حسیں صدقے
زماں قرباں زمیں صدقے مکاں قرباں مکیں صدقے
میرا دل ہی نہیں قرباں میری جاں ہی نہیں صدقے
نیاز وانکساری پر الٰہ العالمین صدقے

[۲] یہ آیت اس طرح ہے۔''فان تنازعتم فى شئ فردوه الىٰ الله والرسول ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الاخر (النساء:٦٩) ''یعنی اگر کسی چیز میں باہم جھگڑا کرو تو اسے اللہ (قرآن) اور رسول (حدیث) کی طرف لے جاؤ۔ اگر تم اللہ پر اور آخر کے دن پر ایمان لاتے ہو۔ دیکھو قرآن کریم کا یہ قطعی فیصلہ ہے کہ امر متنازع فیہ اور مختلف فیہ میں قرآن کریم اور حدیث نبوی کے مطابق اس تنازع واختلاف کو رفع کردو۔ ورنہ تم مومن نہ ہوگے اور قادیانی مناظر نے نہ اس قرآنی فیصلہ کو ملحوظ رکھا ہے اور نہ ہی اپنے شرائط مجوزہ کا پاس خاطر کیا ہے۔

دیکھئے’’عن ابن عباسؓ وان ۱؎ اللّٰه رفعه بجسده وانه حی الآن وسیرجع الیٰ الدنیا فیکون فیها ملکاً ثم یموت کما یموت الناس (طبقات ابن سعد ج۱ ص۴۵) ‘‘اورالیٰ یوم القیمۃ کا مطلب حسب قواعد عربیت یہ ہے کہ یہ چاروں واقعات قیامت سے پہلے پہلے ہوجائیں گےاورآیت’’اغرینا بینهم العداوة والبغضاء‘‘سے مرادطول زماں ہے۔ورنہ یہ آیت اس آیت کے متعارض ہوگی۔’’هوالذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علیٰ الدین کله‘‘ کیونکہ مرزا قادیانی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔’’ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطاء کرے۔‘‘ (۲؎ چشمہ معرفت ص۸۳،خزائن ج۲۳ص۹۱)

سبحان اللہ! جن باتوں کا جواب مکمل طور پر پرچہ نمبر۱ میں درج ہے اس سے چشم پوشی کر کے پھر بھی طوطے والی بات سیکھی ہوئی پیش کی جاتی ہے اور واہ واہ! ابوہریرہؓ سے ابوہریرہ حقیقی معنوں میں مراد نہیں اور براہین احمدیہ کی عبارت کو پیش کرنا خلاف شرائط نہیں۔ کیونکہ مرزا قادیانی اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ یہ کتاب کہاں اور کب ختم ہوگی۔ اس کتاب کا ظاہر باطن متولی خدا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کتاب کے مضامین تصدیق شدہ خداوندی ہیں اور آپ مرزا قادیانی کا کوئی قول مجھ پر حجت نہیں قائم کرسکتے اور’’فول وجهك ۳؎ شطر المسجد الحرام (بقره:۱۴۴)‘‘ کا معاملہ قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ مسئلہ حیات مسیح اعتقادیات سے ہے اور تحویل قبلہ عملیات سے ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ میرے مناظر صاحب شرائط مقررہ سے دور بمراحل جارہے ہیں اور انہوں نے میرے پرچہ نمبر۱ کا کوئی جواب نہیں دیا۔ آخر گھبرا کر تورات محرف کتاب کو اپنا ملجاء قرار دیا اور عجیب بات یہ ہے کہ وہ کتاب بھی ان کی امداد سے انکاری ہے۔

اورآیت’’حتیٰ ۴؎ اذا جاء احدهم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل

۱؎ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بجسدہ العنصری اٹھالیا ہے اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت زندہ ہیں اور دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ پس بادشاہ ہوں گے پھر فوت ہوں گے۔ جیسا کہ اور لوگ فوت ہوتے ہیں۔

۲؎ اس کتاب چشمہ معرفت میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں’’اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہوسکتی ہے۔‘‘ (چشمہ معرفت ص۳۱۷،خزائن ج۲۳ص۳۳۲)

۳؎ یعنی پس اے محمدؐ اپنے منہ کو مسجد حرام کی طرف کرو۔

۴؎ یعنی جس وقت تمہارے ایک پر موت آجائے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب مجھے واپس لوٹا تاکہ میں اعمال صالحہ بجالاؤں۔ یہ بات ہرگز نہیں ہوگی۔ یہ صرف ایک بات ہے۔ جو وہ کہہ رہا ہے اور ان کے پیچھے ایک برزخ ہے۔ قیامت کے دن تک۔

صالحاً فيما تركت كلا انها كلمة هو قائلها ومن ورأئهم برزخ الىٰ يوم يبعثون (مؤمنون:۱۰۰) ''میں ظالمین کا ذکر ہے اور نیز اس آیت کا مصداق وہ لوگ ہیں جن پر موت آجائے اور حضرت مسیح ابن مریم علیہا السلام کو یہ آیت شامل نہیں۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ میرے مناظر صاحب نے تہذیب کو جواب دے کر کلا کو ابن مریم کے لئے کلّا کہا اور چونکہ ابن مریم علیہا السلام کی توہین ہم برداشت نہیں کر سکتے اور نہ ہی ابن مریم علیہا السلام اس کے مصداق ہیں۔ اس لئے مطابق ''جزاء سيئة سيئة مثلها '' ہم اتنا عرض کرتے ہیں کہ بقول میرے مناظر کے مصنوعی مسیح موعود اس آیت کا مصداق ہے اور یہ کلا ان کے لئے کلّا ہے۔

دستخط	دستخط
مفتی غلام مرتضیٰ (اسلامی مناظر)	مولوی غلام محمد بقلم خود ازگھوٹہ متصل ملتان پریزیڈنٹ اسلامی جماعت

۱۹/اکتوبر ۱۹۲۴ء

پرچہ نمبر۴

از مولوی جلال الدین صاحب
قادیانی مناظر

''بسم الله الرحمن الرحيم. نحمده ونصلى على رسوله الكريم. ربى شرح لى صدرى''

۱...... مفتی صاحب مجھ پر الزام لگاتے ہیں کہ میں شرائط کے خلاف لکھتا ہوں۔ حالانکہ میں نے شرائط کے خلاف نہیں کیا۔ بلکہ مفتی صاحب خود شرائط کے خلاف [1] کر رہے ہیں۔ مثلاً حضرت مسیح موعود کا براہین احمدیہ کا حوالہ اور خلیفہ اوّل کا قول اور دوسرے پرچہ میں حضرت ابن عباس وغیرہ کا قول سب باتیں خلاف شرائط ہیں جو انہوں نے لکھی ہیں۔

---

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۵ میں بھی اس کی یوں تردید کی ہے کہ دعویٰ نبوت کی جو تاریخ مرزا قادیانی اور ان کے مریدین بیان کرتے ہیں۔ وہ ہمارے پر حجت نہیں بلکہ اس لحاظ سے کہ مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کی علت الہام ہے۔ اس لئے جب سے وہ ملہم ہیں۔ تب سے ہی وہ اپنے زعم میں نبی ہیں اور بوقت تصنیف براہین احمدیہ مرزا قادیانی ملہم تھے اور نیز اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں براہین احمدیہ کی عبارت نقل کر کے یہ لکھا ہے۔ میری مراد کوئی الزامی جواب دینا نہیں بلکہ یہ بتلانا ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی مناظر نے براہین احمدیہ کی عبارت الزاماً پیش نہیں کی۔ بلکہ مرزا کی کاریگری جتلائی ہے اور ابن عباسؓ صحابی ہیں تو ان کا ذکر شرط نمبر۲ کے مطابق ہے اور کمال تو قادیانی مناظر نے کیا ہے کہ شرط نمبر۱ کا یہ مقتضاء تھا کہ زمرۂ دلائل میں قرآن کریم اور حدیث نبوی کے سوائے کوئی دلیل پیش نہ کی جائے۔ لیکن قادیانی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ دلائل میں حضرت امام حسنؓ کا قول تاریخی رنگ میں پیش کر دیا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ قادیانی مناظر اپنے پیغمبر اور اپنے پیغمبر کے خلیفے مولوی نورالدین صاحب کی باتیں سننی نہیں چاہتا۔ حالانکہ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں لکھا ہے کہ میں نے مولوی نورالدین کے اقوال بحیثیت خلیفہ ہونے کے پیش نہیں کئے۔ بلکہ اس حیثیت سے کہ مرزا قادیانی نے مولوی صاحب کی دینی رنگ میں اعلیٰ درجہ کی توثیق کی ہے۔

۲...... آپ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا نام رافع رفع جسمانی اور روحانی [1] دونوں کو شامل ہے۔ یہ بالکل لغت کے خلاف ہے۔ کیونکہ لغت کا حوالہ جو میں نے پیش کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کے معنی رفع جسمانی قطعاً نہیں ہوں گے اور آپ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ایسی مثال پیش کرو۔ جس میں الیٰ بھی موجود ہو۔ مگر اس کی مثال پیش کرنا میرے ذمہ نہیں۔ کیونکہ لغت والوں کے حوالہ سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کے نام رافع کے معنی چاہے صلہ الیٰ ہو یا نہ ہو۔ اس کے معنی رفع جسمانی کے نہیں ہوتے اور میری مثالیں آپ کے مدعا کو باطل ثابت کرتی ہیں۔ کیونکہ الیہ سے آپ آسمان مراد لیتے ہیں کہ آسمان کی طرف اٹھالیا اور حدیث میں باوجود آسمان کا لفظ موجود ہونے کے اس کے معنی آسمان پر لے جانا نہیں ہے۔ اس سے روح کا علیین [2] میں لے جانا ہی مراد ہے۔ پس حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا قول بالکل حدیث کے مطابق ہے اور آپ کا حدیث کے خلاف اور الیٰ تو دوسری مثالوں میں بھی ہے۔ مثلاً ''انی [3] مهاجر الیٰ ربی (عنكبوت:۲٦)'' اور ''ففروا الیٰ الله (ذرایات:۵۰)'' اور ''انـا اليه راجعون'' اور ''اتوب اليه'' وغیرہ میں کسی کے معنی آسمان پر لے جانا نہیں۔ پس الیٰ کا لفظ ثابت نہیں کرتا کہ آسمان پر جائیں۔ پھر ''ثم

---

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۵ میں پھر دوبارہ قادیانی مناظر کو یہ ہدایت کی ہے کہ میری مراد یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کا نام رافع رفع جسمانی اور رفع روحانی دونوں کو شامل ہے۔ بلکہ میری مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کی رفع جسمانی یا رفع روحانی کرے تو اس رفع کو اعزاز لازم ہے۔ جو معنی کنائی ہوں گے اور لازم وملزوم دونوں معاً مراد ہوسکتے ہیں۔ جیسا کہ فن بیان میں مصرح ہے اور ''بل رفعه الله اليه'' میں رفع جسمانی واعزاز دونوں معاً مراد ہیں۔

[2] واہ رے قادیانی مناظر صاحب۔ آپ کے فہم وادراک پر افسوس۔ مرزا قادیانی نے فقط علیین کا لفظ ہی نہیں کہا۔ بلکہ آسمان کا بھی کہا ہے اور پھر قادیانی مناظر نے علیین اور آسمان میں غیریت سمجھی ہے۔ حالانکہ حدیث میں بروایت براء ابن عازب ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن کا روح فرشتے لے کر آسمانوں سے گذرتے ہوئے جب ساتویں آسمان پر پہنچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''اکتبـوا کتـاب عبـدی فـی علیّین'' اور علیین ساتویں آسمان میں سے ایک موضع کا نام ہے۔ (مشکوٰۃ ص۱۴۲، مایقال عندمن حضرہ الموت)

[3] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۵ میں یوں کہا ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ ان مثالوں میں سے کوئی ایسی مثال نہیں جس میں رفع الیٰ اللہ یا عروج الیٰ اللہ یا صعود الیٰ اللہ ہو اور مراد الیٰ غیر السماء ہو۔

اتموا الصیام الیٰ اللیل (بقرہ:۱۸۷)‘‘میں میں نے بتایا ہے کہ مسیح کو ساتویں آسمان تک جانا چاہئے تھا۔ یہ کیا وجہ ہے کہ وہ دوسرے آسمان پر ٹھہر جائیں اور آپ مانتے ہیں کہ استواء صفت رحمانیت کے لحاظ سے ہے اور مسیح کا آسمان پر لیجانا بھی صفت رحمانیت کے ماتحت ہے تو دوسرے آسمان پر کیوں رکھا گیا اور اوپر کیوں نہیں لے جایا گیا؟

۳...... آپ نے بل کے متعلق لکھا ہے اور میں [2] نے جو معنی کئے ہیں وہ بل اضرابیہ کے لے کر کئے ہیں۔ کیونکہ [3] ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صلیب پر لٹکا کر مارا ہوا جھوٹا نبی ہوتا

---

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۵ میں کھول کر یوں تردید کی ہے کہ قادیانی مناظر نے اپنی تائید میں آیت ’’ثم اتموا الصیام الیٰ اللیل ‘‘پیش کی ہے اور اس کو اتنا پتہ نہیں کہ یہ آیت میری تردید کر رہی ہے۔ کیونکہ الیٰ کا مدخول اللیل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب آفتاب غروب ہو جائے تو رات ہوتے ہی افطار کرو۔ یہ مطلب نہیں کہ جب تمام رات گذر جائے تو رات کے اخیر جزو میں افطار کرو اور ویسا ہی آیت ’’بل رفعه الله الیه ‘‘سے جب الیٰ السماء مراد ہے اور مدخول الیٰ کا السماء ہے تو اس میں اتنا ضروری ہے کہ رفع الیٰ السماء ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ ساتویں آسمان پر رفع ہو اور قادیانی مناظر کا یہ فقرہ (اور مسیح کا آسمان پر لے جانا بھی صفت رحمانیت کے ماتحت ہے۔ تو دوسرے آسمان پر کیوں رکھا گیا اور اوپر ہی کیوں نہ لے جایا گیا) داد دینے کے قابل ہے۔ ارے قادیانی صاحب تجلیات رحمانیہ کا ظہور اسی میں محصور ہے کہ مسیح کو دوسرے آسمان سے اوپر لے جایا گیا ہو۔

[2] اس عبارت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ قادیانی مناظر کے نزدیک بل ابطالیہ اور ہے اور بل اضرابیہ اور ہے۔ حالانکہ درحقیقت ابطال اضراب کا ایک نوع ہے۔

[3] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۵ میں پھر اس کی یوں تردید کی ہے کہ تورات کا ہم نے مطالعہ کیا ہوا ہے۔ لیکن قرآن کریم کی آیت ’’فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون ‘‘میں فقرہ ’’ان كنتم لا تعلمون ‘‘تورات کی طرف اس ماتحن فیہ میں رجوع کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ یہود کا وہ عقیدہ جس کی ’’وما قتلوه ‘‘تردید ہے۔ قران کریم نے اپنے اس فقرے ’’وقولهم انا قتلنا المسيح عيسىٰ ‘‘کے ساتھ صاف طور پر بیان کر دیا ہے اور نیز قرآن کریم میں ہے۔ ’’انما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون فى الارض فساداً ان يقتلوا اويصلبوا اوتقطع ايديهم وارجلهم من خلاف اوينفوا من الارض ذالك لهم خزى فى الدنيا ولهم فى الأخرة عذاب عظيم (مائدہ:۳۳) ‘‘ یعنی سوائے اس کے نہیں کہ ان لوگوں کی جزا جو خدا اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں۔ یہ ہے کہ ان کو قتل کیا جائے یا صلیب پر لٹکایا جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں الٹے کاٹ دیئے جائیں یا ان کو جلاوطن کیا جائے یا ان کے لئے دنیا میں خواری ہے اور آخرت میں ان کو بہت بڑا عذاب ہوگا۔ دیکھو کہ اس آیت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ لعنتی ہونے کا باعث جرم وعصیان ہے۔ نہ صلیب پر لٹکا کر مارا جانا اور نیز تورات محرف منسوخ شدہ میں مطلقاً قتل بالصلیب کو موجب لعن قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ خاص اس شخص کو ملعون قرار دیا گیا ہے جو کسی سخت جرم واجب الصلیب کی سزا میں مصلوب ہو۔ جیسا کہ سیاق وسباق عبارت سے ظاہر ہے۔ (استثناء باب۲۱ ص۳۰۲) اور یہود کا رسول اللہ کہنا بطور استہزاء وافتخار ہے اور نبوت وقتل میں منافات نہیں۔ جیسا کہ: ’’افأين مات او قتل انقلبتم علىٰ اعقابكم ‘‘سے ظاہر ہے۔ کیونکہ اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ موت یا قتل سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ فوت شدہ یا مقتول نبی نہیں تھا۔

ہے۔ معلوم ہوتا ہے آپ نے استثناء کتاب کا مطالعہ نہیں کیا۔ کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ جھوٹا نبی قتل کیا جائے گا اور صلیب پر جو لٹکایا جائے وہ لعنتی ہوتا ہے اور آیت ’’فاسئلوا [1] اهل الذكر ‘‘ پر ہی غور کر لیتے۔ علماء اس سے کیا مراد لیتے ہیں اور ’’سل بنی اسرائیل ‘‘ وغیرہ آیات سے ثابت ہے کہ ہر ایک آیت اس میں سے محرف ومبدل [2] نہیں اور قرآن مجید سے بھی ان کا یہی مقصد ظاہر ہے۔ یعنی وہ آپ کو جھوٹا قرار دے کر لعنتی ثابت کرنا چاہتے ہیں اور خدا نے بل کے ساتھ اس کی تردید کی ہے اور بل [3] ترقی کے لئے بھی ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو مسلم الثبوت اور اس میں ترقی کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ وہ ملعون نہیں ہوئے۔ بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے مقرب ہیں۔

---

[1] قادیانی مناظر نے یہاں ’’فاسئلوا اهل الذكر ‘‘ لکھا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کا آخیری فقرہ ’’ان كنتم لا تعلمون ‘‘ بوجہ مضر ہونے کے قصداً ذکر نہیں کیا۔ اس معاملہ میں قادیانی مناظر کی بعینہ وہی مثال ہے جو کسی نے ایک بے نماز کو کہا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے تو اس بے نماز نے کہا کہ قرآن کریم کا یہ فقرہ ’’لا تقربوا الصلوٰة ‘‘ تو نے نہیں پڑھا تو اس شخص نے کہا کہ آگے بھی پڑھو۔ ’’وانتم سكاریٰ ‘‘ تو بے نماز نے کہا کہ قرآن کریم کے ایک فقرہ پر بھی عمل ہو تو غنیمت ہے۔

[2] تورات کی ہر ایک آیت کے محرف ومبدل نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ آیت ما انت فیہ غیر محرف وغیر مبدل ہے۔

[3] قادیانی مناظر کو درمیان اس بل کے جو ابطال کے لئے ہے اور اس بل کے جو ترقی کے لئے ہے۔ تمیز نہیں۔ میں آپ کو فرق بتاتا ہوں۔ بل اضراب کے لئے آتا ہے اور اس سے مراد کبھی پہلے خیال کا ابطال ہوتا ہے اور اس بل کو ابطالیہ کہتے ہیں۔ جیسا ’’ام يقولون به جنة بل جاء هم بالحق (مؤمنون:۷۰) ‘‘ اور ’’ماقتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه (نساء:۱۵۸) ‘‘ اور کبھی ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال مراد ہوتا ہے اور اس کو بل ترقی کہتے ہیں۔ جیسا ’’قد افلح من تزكىٰ وذكراسم ربه فصلىٰ بل تؤثرون الحياة الدنيا (الاعلیٰ:۱۶) ‘‘

خاص قابل توجہ: قادیانی مناظر نے روئیداد مناظرہ مطبوعہ بار اوّل کے ساتھ ایک ضمیمہ چسپاں کیا ہے۔ جس میں یہ لکھتے ہیں مفتی صاحب نے اپنے پرچہ میں لکھا ہے کہ جب جملہ منفی ہو تو اس وقت بل ابطالیہ ہی ہوگا۔ قرآن مجید کی آیت ’’وما يشعرون ايان يبعثون بل ادّرك علمهم فى الأخرة ‘‘ کے صریح خلاف ہے۔ کیونکہ یہاں بل ابطالیہ لے کر معنی درست ہو نہیں سکتے۔

قادیانی مناظر کا یہ نرالا جہل مرکب ہے: کیونکہ اس آیت کا یہ مطلب ہے اور وہ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔ بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم انتہاء کو پہنچ کر رہ گیا۔ یعنی ان کا علم وہاں تک نہ پہنچ سکا۔ جس سے مراد ہے کہ وہ جاہل رہ گئے۔ اب دیکھو کہ اس آیت میں شعور منفی کو بل باطل کر رہا ہے۔ جیسا کہ: ’’وما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه ‘‘ میں قتل منفی کو بل باطل کر رہا ہے اور اس آیت میں ادّارک یعنی جہالت کو بل ثابت کر رہا ہے۔ جیسا کہ: ’’بل رفعه الله اليه ‘‘ میں رفع المسیح بجسدہ العنصری کو بل ثابت کر رہا ہے اور شعور و جہالت دونوں ضدین ہیں۔ جیسا کہ قتل المسیح اور رفع المسیح بجسدہ العنصری کے درمیان ضدیت ہے۔ قادیانی صاحب! ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ خداوند کریم نے حسب فقرہ ’’وما يشعرون ‘‘ بلاشعور آپ سے ہماری تائید کرائی۔

اور آپ نے پہلے پرچہ میں جو احد الوصفین دوسری وصف کا ملزوم نہ ہو۔ لکھا ہے۔ اس جگہ ملزوم نہیں ہے۔ کیونکہ قتل [۱] بغیر رفع روحانی کے پایا جاتا ہے اور رفع روحانی بغیر قتل کے بھی خصوصاً جو قتل اس جگہ مراد ہے اس میں نہ صرف یہ کہ ملازم نہیں بلکہ ضدیت موجود ہے۔

پس آپ [۲] ایک ہی مثال پیش کریں کہ خداتعالیٰ رافع ہو اور انسان مرفوع تو اس کے معنی آسمان پر لے جانا ہوں۔ لیکن آپ قیامت تک نہیں پیش کر سکیں گے اور آیت ''بل [۳] احیاء'' میں ''بل هم احیاء'' ہے۔ میں نے یہی [۴] پوچھا تھا کہ جس جسم سے ان کو مقتول نہ کہنے سے انکار کیا گیا ہے۔ آیا اسی جسم سے ان کی زندگی ثابت کی گئی ہے یا کچھ اور، اور اگر اور ہے تو ہم کی ضمیر کا مرجع

---

[۱] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں یہ لکھا ہے (اور یہ امر بدیہی ہے کہ رفع روحانی واعزاز اس قتل کو لازم ہے جس میں مقتول مقربین سے ہو) دیکھو کہ اسلامی مناظر نے یہ نہیں کہا کہ مطلق قتل کو رفع روحانی لازم ہے۔ بلکہ قتل المقرب الالٰہی کو لازم ہے اور ما نحن فیہ میں بھی قتل المسیح کا ذکر ہے جو مقربین سے ہے۔ یہ قادیانی مناظر کی عدم لیاقت کے نتائج ہیں یا اس گھبراہٹ کے ثمرات ہیں۔

[۲] قادیانی مناظر نے اپنے پرچوں میں اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ خداتعالیٰ فاعل ورافع ہو اور انسان ذی روح مفعول ومرفوع ہو اور مراد رفع الی السماء ہو۔ ایسی مثال کوئی نہیں اور اسلامی مناظر قیامت تک ایسی مثال پیش نہ کر سکے گا اور قادیانی مناظر نے زبانی یہ بھی کہا کہ اگر اسلامی مناظر ایسی مثال پیش کرے تو میں مبلغ پچاس روپیہ ان کو انعام دوں گا۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۵ اس کا اس طرح جواب دیا ہے کہ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ ''ثم رفعت الیٰ سدرة المنتهیٰ (باب المعراج ج۱ ص۵۴۹)'' اس فقرہ میں رفعت اگرچہ ماضی مجہول ہے۔ لیکن درحقیقت اس کا فاعل خداتعالیٰ ہے۔ کیونکہ جیسا کہ خلقت میں خلق ایسا فعل ہے کہ جس کا فاعل سوائے اللہ تعالیٰ کے اور نہیں ہوسکتا۔ ویسا ہی رفع الیٰ سدرة المنتهیٰ ایسا فعل ہے جس کا فاعل بغیر خداتعالیٰ کے نہیں ہوسکتا اور مفعول انسان ذی روح ہے اور مراد آسمان پر لے جانا ہے۔ اس موقعہ پر اہل اسلام حاضرین میں سے بعض الفضلاء نے فرمایا کہ پچاس روپیہ انعام والا طلب کرو۔ لیکن مفتی صاحب اسلامی مناظر نے کہا کہ ہم قادیانی جماعت سے روپیہ لینا پسند نہیں کرتے۔ قادیانی مناظر نے اپنی روئیداد مناظرہ مطبوعہ بار اوّل کے ساتھ ایک ضمیمہ چسپاں کیا ہے۔ جس میں یہ لکھا ہے۔ (مفتی صاحب بھی کوئی ایک مثال رفع کی پیش نہیں کر سکے۔ جس میں خداتعالیٰ فاعل اور مفعول ذی روح۔ پھر رفع کے معنی اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھانا ہو اور رفعت الیٰ ربی کی مثال پیش کی ہے جس میں فاعل مذکور نہیں۔ دوسرے معراج کا واقعہ خود زیر بحث ہے) اس کے متعلق چند امور قابل توجہ ہیں۔ (۱) یہ کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۵ میں صحیح بخاری کا یہ فقرہ ''ثم رفعت الیٰ سدرة المنتهیٰ '' پیش کیا ہے۔ جس میں درحقیقت رفع کا فاعل خداتعالیٰ ہے اور مفعول ذی روح۔ پھر رفع کے معنی اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھانا ہیں۔ (۲) یہ کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے فقرہ ''رفعت الیٰ سدرة المنتهیٰ '' پیش کیا ہے۔ نہ ''رفعت الیٰ ربی '' جیسا کہ قادیانی مناظر نے لکھا ہے۔ (۳) یہ کہ رفعت اگرچہ ماضی مجہول ہے۔ لیکن درحقیقت اس رفع کا فاعل خداتعالیٰ ہے جو تفصیلاً بیان ہو چکا ہے۔ (۴) یہ کہ معراج کا واقعہ زیر بحث ہونا اس فقرے ''ثم رفعت الیٰ سدرة المنتهیٰ '' کے معنی میں تبدیلی نہیں کرتا۔ کیونکہ معراج عالم شہادت میں ہو یا عالم رؤیا میں ہو دونوں صورتوں میں اس فقرہ کے الفاظ کے معنی اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھانا ہی ہوں گے۔

[۳] یہ آیت تمام اس طرح ہے۔ ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰه اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون (البقرہ:۱۵۴)'' اور اس میں بل احیاء ہے نہ کہ بل ہم۔

[۴] یہ عجیب فہم ہے۔ بات یہ ہے کہ جس جسم مقتول کو اموات کہنے سے نہی کی گئی ہے۔ اسی جسم مقتول کے لئے احیاء ثابت کیا گیا ہے۔

اور ہوگا۔آپ فرماتے ہیں صنعت استخدام میں قرینہ ہونا ضروری ہے تو اس میں قرینہ ۱؎ یہ ہے کہ اس کے تو معنی کسی طرح بھی آسمان پر بجسم عنصری جانے کے عربی زبان کی رو سے ہو نہیں سکتے۔

اور میں نے ۲؎ کہا تھا کہ نزول سے مراد یہی نہیں کہ آسمان سے اترنا ہی معنے ہوں۔

حدیث ۳؎ کے الفاظ ظاہر ہیں کہ ایک ہی قبر میں دفن ہوں گے نہ کہ ایک مقبرہ میں۔ ورنہ معنے کچھ

۱؎ ’’وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه (مائدة:۱۵۸) ‘‘میں صنعۃ استخدام اختیار کرنے کا کوئی قرینہ نہیں ہے۔ بلکہ بل ابطالیہ اور قصر قلب اس بات پر قطعی قرینے ہیں کہ یہاں صنعۃ استخدام نہیں۔

[حاشیہ] ۲؎ اسلامی مناظر اپنے پرچہ نمبر۳ میں یوں تردید کر چکے ہیں کہ یہ اعتراض آنحضرتﷺ پر ہے نہ ہم پر اصل بات یہ ہے کہ آنحضرتﷺ کے فقرے یدفن معی فی قبری میں چونکہ قبر کے لفظ سے حقیقی معنی مراد لینے متعذر ہیں۔ اس لئے اس قدر مجاز اختیار کی جائے گی کہ قبر سے مراد وہ مقبرہ ہے۔ لیکن بروئے قواعد بیان یہ مجاز اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں کہ قادیان کا مقبرہ مراد لی جائے۔

۳؎ مواہب لدنیہ میں ہے۔’’ثم قالوا این تدفنونه فقال ابوبکرؓ سمعت رسول اللهﷺ يقول ماهلك نبی قطا لايدفن حيث تقبض روحه وقال علی وانا ايضاً سمعته (مجلس معارف ص۵۹۳ بیروت) ‘‘یعنی آنحضرتﷺ کے فوت ہونے کے بعد صحابہؓ نے کہا کہ آنحضرتﷺ کو کس جگہ دفن کیا جائے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ میں نے آنحضرتﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ کوئی نبی فوت نہیں ہوا۔ مگر وہ اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے۔ جہاں اس کا روح قبض کیا گیا اور حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے بھی اس حدیث کو آنحضرتﷺ سے سنا ہے۔ دیکھو کہ آنحضرتﷺ کے دفن کے وقت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ یہ حدیث پیش کرتے ہیں اور اسی پر فیصلہ ہوتا ہے اور حضرت عائشہؓ کی خواب نہیں پیش کی جاتی اور قادیانی مناظر نے حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق بطور تحکم ایک دعویٰ بلا دلیل پیش کر دیا ہے۔ نہ اس دعویٰ پر قرآن کریم کا فقرہ پیش کیا گیا ہے اور نہ حدیث کا نہ ہی قول صحابہؓ کا اور جب اس حدیث کے مطابق جس کو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں اور جس پر تمام صحابہؓ کا آنحضرتﷺ کی وفات کے وقت بالاتفاق اجماع ہوا کہ سچے نبی کا یہ نشان ہے کہ وہ جہاں مرے اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ مرزا قادیانی جن کا دعویٰ تھا کہ میں آنحضرتﷺ کی تابعداری میں رہ کر نبی بن گیا ہوں۔ فوت تو ہیضہ سے ہوئے لاہور میں۔ مدفون ہوئے قادیان میں۔ کیا یہ واقعہ مرزا قادیانی کے جھوٹا نبی ہونے پر کافی ثبوت نہیں اور بعد مرنے کے مرزا قادیانی کی لاش کو لاہور سے لاد کر قادیان لانے کے لئے سوائے ریل کی کمتر درجہ کی گدھے گاڑی کے اور کوئی سواری نہ مل سکی۔ حالانکہ اپنی تصنیفات میں مرزا قادیانی ریل کو دجال کا گدھا لکھتے رہے۔ پھر جو شخص ساری عمر دجال کے گدھے پر سفر کرتا رہا ہو اور مرنے کے بعد بھی اس کی لاش کو دجال ہی کے گدھے پر سوار ہونا نصیب ہوا ہو۔ کیا ایسا شخص بقول مرزا قادیانی سچا مسیح ہوسکتا ہے یا پورا پورا دجال۔ مرزائی دوستو! ہم کچھ نہیں کہتے۔ اس بات کو آپ خود ہی سوچیں اور اپنے ضمیر سے جواب لیں۔’’فتفكروا فی انفسكم افلا تعقلون‘‘

نہیں اور لغت میں مقبرہ کا لفظ موجود ہے اور آپ نے جو تاویل حضرت عائشہؓ کی حدیث کی کی ہے۔ اس سے تو تین چاند اور ایک سورج بنا۔ لیکن حدیث (طبرانی کبیر حدیث نمبر ۱۲۷، ج۲۳ص۴۸) میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ دفن ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ یہ ایک چاند ہے تین چاندوں میں سے اور آپ کا اپنی خواب کو پیش نہ کرنا اس وجہ سے تھا کہ انہیں تعبیر معلوم نہ تھی اور ہر ایک نبی کے لئے اپنے مرنے کی جگہ دفن ہونا ضروری نہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر سے شام کو لایا گیا تھا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھی مرنے کی جگہ دفن نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ یہاں اصل میں آنحضرت ﷺ ہی مراد ہیں اور خلیفہ ۱؎ اوّل نے جب خود ہر جگہ کی تفسیر کر دی ہے تو آپ کون ہوتے ہیں کہ کسی کی تفسیر کریں۔ میں نے مسیح کی فضیلت بلحاظ معاملہ کے جو خدا تعالیٰ نے ان سے کیا ثابت کی تھی۔ اس کی تردید نہیں کی۔ آخر آسمان پر لے جانا تو بری بات نہیں۔ اچھی ہے تو وہ ان کی ۲؎ عبودیت کے نتیجہ میں ہی تو ہے اور آیت ’’ان منکم لمن لیبطئن ‘‘اور’’لیقولن ‘‘کے معنی استقبال کے لے کر کچھ بھی نہیں بنتے اور آیت ’’لنھدینھم سبلنا ‘‘کے بھی جب تک استمراری معنی نہ لئے جائیں صحیح نہیں۔ قرآن مجید ۳؎ نحو کے تابع نہیں بلکہ قرآن مجید نحو پر حاکم ہے۔

اور ۴؎ حضرت ابن عباسؓ کے متعلق تفسیر فتح البیان کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ان کی طرف بہت سی روایات منسوب کی گئی ہیں اور ان سے اعلیٰ طرق کی پکی اور سچ روایات وہ ہیں جو امام بخاری نے کی ہیں اور بخاری میں انہوں نے متوفیک کے معنی ممیتک کئے ہیں۔

۱؎ فقرہ (ہر جگہ) کے متعلق اسلامی مناظر نے تفسیر نہیں کی بلکہ اتنا کہا ہے۔’’الاعتبار لعموم اللفظ لا لخصوص المورد‘‘

۲؎ قادیانی مناظر نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ افضلیت کا سبب کمال عبودیت ہے نہ آسمان پر اٹھائے جانا۔

۳؎ اس عبارت میں قادیانی مناظر نے تسلیم کر لیا ہے کہ میرے پاس ایسا نحوی قاعدہ کوئی نہیں۔ جس کو میں اپنی تائید میں پیش کر سکوں اور اصل بات یہ ہے کہ لغت عرب کو قواعد عربیت کے مطابق سمجھنا ضروری ہے اور قرآن کریم بھی عربی لغت میں ہے اور’’لنھدینھم سبلنا‘‘میں بھی استمرار استقبالی ہے۔

۴؎ قادیانی مناظر نے تفسیر فتح البیان کا حوالہ دینے میں شرط نمبر۱ وشرط نمبر۲ سے تجاوز کیا ہے اور حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر ممیتک پیش کرنے میں شرط نمبر۳ سے تجاوز کیا ہے۔ لیکن پھر بھی مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۵ میں اس کا اس طرح جواب دیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے جو متوفیک کی تفسیر ممیتک کی ہے اس سے قادیانی مناظر کا یہ دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں۔ بلکہ اس تفسیر اختیار کرنے کے بعد بھی یہ آیت’’یا عیسیٰ انی متوفیک ‘‘مانند آیت’’وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ ‘‘اس بات پر زبردست اور محکم دلیل ہے کہ مسیح ابن مریم زندہ بجسدہ العصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں جس کی توضیح یہ ہے۔

یہ آیت اس طرح ہے۔’’اذ قال اللّٰہ یا عیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ ومطھرك من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامة (آل عمران:۵۵) ‘‘یعنی جب اللہ تعالیٰ نے کہا اے عیسیٰ میں تجھے فوت کرنے والا ہوں اور اپنی طرف تجھے اٹھانے والا اور تجھے ان سے پاک کرنے والا جو کافر ہیں اور جنہوں نے تیری پیروی کی ان کو ان پر جنہوں نے انکار کیا فوقیت دینے والا ہوں قیامت کے دن تک اور اس آیت میں لفظ عیسیٰ سے مراد نہ فقط جسم ہے اور نہ ہی فقط روح۔ بلکہ جسم مع الروح یعنی زندہ عیسیٰ کیونکہ توفی یعنی موت زندہ انسان کو لاحق ہوتی ہے نہ مردہ کو۔ اور یہ امر بالکل روشن ہے کہ ہر چہار ضمیریں خطاب کا مخاطب وہی ایک عیسیٰ زندہ بعینہ ہے۔ کیونکہ ضمیر خطاب معرفہ ہے۔ بلکہ بعد ضمیریں خطاب کا مخاطب وہی ایک عیسیٰ زندہ بعینہ ہے۔ کیونکہ ضمیر خطاب معرفہ ہے۔ بلکہ بعد ضمیر متکلم کے اعرف المعارف ہے اور بوجہ تقدیم عطف وتاخیر ربط اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ یہ چاروں واقعات قیامت سے پہلے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بعینہ کے ساتھ ہو جائیں گے اور صیغہ اسم فاعل استقبال کے لئے بکثرت مستعمل ہوتا ہے۔ دیکھو’’وانا لجاعلون ما علیھا صعیداً جرزاً (کھف:۸) ‘‘یعنی اور ہم یقیناً اسے جو اس (زمین) پر ہے ہموار میدان سبزہ سے خالی بنانے والے ہیں اور مرزا قادیانی کو بھی اس آیت’’یاعیسیٰ انی متوفیك ‘‘کا الہام ہوا تھا۔ حالانکہ مرزا قادیانی اس الہام کے بعد بھی زندہ رہے۔ (براہین احمدیہ ص۵۵۶، خزائن ج۱ ص۶۶۴ حاشیہ نمبر۴) اب اگر ہم متوفیک سے حسب تفسیر حضرت ابن عباسؓ ممیتک مراد لیں تو ہر چہار ضمیریں خطاب کا مخاطب ایک عیسیٰ زندہ بعینہ ہونے کے لحاظ سے تقدیم وتاخیر کا قول کیا جائے گا جو قواعد عربیت کے خلاف نہیں۔ کیونکہ تمام نحویوں کا اس پر اتفاق ہے کہ واؤ عاطفہ میں ترتیب حکایت اور ترتیب محکی عنہ کا تطابق ضروری نہیں اور محاورات قرآنی بھی اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ واؤ عاطفہ میں ترتیب ضروری نہیں۔ دیکھو’’واللّٰہ اخرجکم من بطون امھاتکم لا تعلمون شیئاً وجعل لکم السمع والابصار والافئدة (نحل:۷۸) ‘‘یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا۔ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے اور تمہیں کان اور آنکھیں اور دل دئے۔ اس آیت میں واؤ عاطفہ ہے اور مضمون اخراج میں بطون الامہات ذکر میں مقدم ہے۔ لیکن اس کا وقوع پیچھے ہوا کرتا ہے اور مضمون’’جعل السمع والابصار والافئدة‘‘ ذکر میں مؤخر ہے۔ لیکن اس کا تحقق پہلے ہوا کرتا ہے اور دیکھو’’وادخلوا الباب سجداً وقولوا حطة (بقرہ:۵۸) ‘‘اور’’وقولو حطة وادخلوا الباب سجداً (اعراف:۱۶۱) ‘‘سورہ بقرہ کی آیت میں مضمون امر بدخول الباب ذکر میں مقدم ہے اور مضمون امر بقول حطۃ ذکر میں مؤخر ہے اور سورہ اعراف میں ان ہر دو مضمونوں کا ذکر برعکس ہے اور ہر دو آیتوں میں واؤ عاطفہ ہے۔ اگر واؤ عاطفہ میں ترتیب حکایت اور ترتیب محکی عنہ کا تطابق ضروری ہو تو ان ہر دو آیتوں کے درمیان تعارض لازم آئے گا۔’’وھو کما تریٰ ‘‘اور عقل بھی یہی فیصلہ کرتا ہے کہ اس آیت میں برتقدیر تفسیر ممیتک تقدیم وتاخیر ہے۔ کیونکہ اگر متوفیک کا وقوع پہلے فرض کیا جائے اور رافعک الیٰ سے رفع روحانی مراد لی جائے تو علاوہ مخالفت قواعد عربیت کے یہ اعتراض بھی وارد ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقرب الٰہی ہیں اور بعد الموت ہر ایک مقرب الٰہی کی رفع روحانی تو ضرور ہوتی ہے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ورافعک الیٰ کی خصوصیت کی کیا وجہ ہے۔

اور ۱؎ عالمگیر غلبہ سے یہ مراد نہیں کہ ہر ایک فرد مان لے اور ۲؎ ابوہریرہؓ کے متعلق جو میں نے کہا ہے اسے آپ نہیں سمجھے۔ عبارت پر غور کریں۔ آپ ۳؎ میرے پرچہ میں ابن مریم کے لئے کلا کا لفظ نہیں دکھا سکتے۔ یہ محض الزام جو آپ نے مجھ پر لگایا۔

اب آپ کے اعتراضوں کے جواب دے کر میں چند اعتراضات ۴؎ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

۱؎ اسلامی مناظر نے بوجہ تنگی وقت مرزا قادیانی کا ایک فقرہ نقل کیا۔ اب تفصیلاً نقل کی جاتی ہے۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں۔''ھو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علیٰ الدین کله (فتح:۲۸) ''یعنی خداوند ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔ تا اس کو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کردے۔ یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطاء کرے اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرتﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو۔ اس لئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے۔ جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت ظہور میں آئے گا۔ (چشمۂ معرفت ص۸۳، خزائن ج۲۳ ص۹۱) دیکھو مرزا قادیانی کے یہ فقرے ''چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرتﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا۔'' تا ''یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت ظہور میں آئے گا۔'' قادیانی مناظر کے اس فقرہ ''اور عالمگیر غلبہ سے یہ مراد نہیں کہ ہر ایک فرد مان لے۔'' کی صاف طور پر تردید کرتے ہیں۔

۲؎ قادیانی مناظر نے ابوہریرہؓ سے جو مراد ہے کیوں اب بیان نہیں کی۔

۳؎ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۳ میں لکھا ہے۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ میرے مناظر صاحب نے تہذیب کو جواب دے کر کلا کو ابن مریم کے لئے کلا کہا ہے۔ دیکھو کہ اسلامی مناظر نے یہ نہیں لکھا کہ قادیانی مناظر نے کلا لکھا ہے۔ بلکہ یہ لکھا ہے کہ قادیانی مناظر نے کلا کہا ہے۔

۴؎ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۵ میں ان اعتراضات کے متعلق اتنا لکھا ہے کہ قادیانی مناظر نے جو نمبر دے کر قریباً ۲۲ باتیں لکھی ہیں یہ محض خیالی اور وہمی باتیں ہیں۔ جو شرط نمبر۱، شرط نمبر۲ کے سراسر خلاف ہیں۔ کیونکہ یہ باتیں نہ قرآن کریم سے مستنبط ہیں اور نہ حدیث سے اور نہ اقوال صحابہ سے اور قواعد عربیت سے بلکہ عقل ونقل ان کی تردید کرتے ہیں۔ دیکھئے ہم نمبروار ان کی منہاج نبوت پر تردید کرتے ہیں۔

۱...... فضیلت کا سبب بروئے قرآن وحدیث کمال عبودیت ہے نہ مقر ملائکہ میں ہونا یہی وجہ ہے کہ محمد رسول اللہﷺ ملائکہ سے بھی افضل ہیں۔ کیونکہ ملائکہ میں فقط قوت ملکیہ ہے۔ قوت بہیمیہ نہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔''لا یعصون الله ما امرهم ویفعلون ما یؤمرون (تحریم:٦) ''تو ملائکہ کی یہ تعریف نہیں ہوسکتی کہ وہ جرم نہیں کرتے۔ کیونکہ ان میں جرم کرنے کی قوت ہی نہیں۔ جیسا کہ عنین کی یہ تعریف نہیں کی جاتی کہ وہ زنا نہیں کرتا۔ کیونکہ عنین میں زنا کرنے کی قوت ہی نہیں اور جیسا کہ مفلوج کی یہ تعریف نہیں کی جاتی کہ وہ چوری نہیں کرتا۔ کیونکہ مفلوج میں چوری کرنے کی قوت ہی نہیں اور انسان میں چونکہ قوت ملکیہ اور قوت بہیمیہ دونوں ہیں۔ اس لئے جو انسان قوت بہیمیہ کی خواہشات کو ترک کر کے قوت ملکیہ کی خواہشوں کو پورا کرے

اورعبودیت میں کمال پیدا کرے وہ انسان فرشتوں سے بھی افضل ہے اور چونکہ آنحضرتﷺ نے باوجود انسان ہونے کے تمام انسانوں سے عبودیت میں زیادہ کمال پیدا کیا ہے۔اس لئے وہ تمام مخلوق سے افضل ہے۔

۲...... محبوبیت کی علت کمال عبودیت ہے نہ آسمان پر اٹھائے جانا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرتﷺ میں محبوبیت مطلقہ ہے۔جیسا کہ:’’فاتبعونی یحببکم اللّٰہ‘‘ سے ظاہر ہے اور جو محبوب اللہ ہوتے ہیں وہ دنیا میں مخلوق کے لئے اسوۂ حسنہ ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ وہ خدا کے راستہ میں دکھ دیئے جاتے اور ستائے جاتے ہیں تاکہ صفت صبر کا بھی ظہور ہو۔

۳...... یہ سوال ایسا ہے جیسا کوئی کہے کہ اہل فارس وروم وغیرہ آنحضرتﷺ کے زمانہ میں مشرف باسلام نہیں ہوئے تو اگر خلیفہ اوّل یا ثانی یا ثالث یا رابع کے زمانہ میں وہ مشرف باسلام ہوجائیں تو لازم آئے گا کہ خلفاء کی روحانیت وقدوسیت زیادہ ہے تو ایسے قائل کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ خلفاءؓ کی کارروائی چونکہ تاسیس نبوی کی ترقی ہے اور اس بنیاد ڈالی ہوئی کی تعمیر ہے۔اس لئے وہ بعینہ نبوی کارروائی کہلانے کا استحقاق رکھتی ہے۔ویسا ہی پیش گوئی آیت’’لیظھرہ علی الدین کلہ‘‘ والی آخری خلیفہ نبوی یعنی مسیح ابن مریم کے زمانہ میں متحقق ہوگی۔کیونکہ مسیح ابن مریم آنحضرت کی امت میں داخل ہوکر اور خلیفہ نبوی ہوکر تاسیس نبوی کی تعمیر کریں گے۔اس وجہ سے یہ تعمیر بعینہ تعمیر نبوی ہوگی۔

۴...... خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔’’لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون (الانبیاء:۲۳)‘‘ یعنی اس اللہ سے اس کے متعلق پوچھا نہیں جاتا جو وہ کرتا ہے اور ان سے پوچھا جائے گا۔

۵...... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔’’لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون‘‘

۶...... جیسا کہ ملاقات موتی موجب موت نہیں۔ویسا ہی ملاقات احیاء مستلزم حیات نہیں۔ انبیاء کی حیات سے تو قادیانی جماعت متنفر ہے اور ہم اسلامی جماعت کو تو اس نبی کی حیات کے ساتھ ایمان ہے۔ جس کی حیات کی قران کریم یا حدیث نبوی شہادت دیں۔

۷...... مسیح ابن مریم کے شبیہ بنانے میں یہ حکمت تھی کہ یہود کو جو مسیح ابن مریم کے قتل کرنے کے لئے آئے ان کو سزا دی جائے۔جیسا کہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔’’ومکروا ومکراللّٰہ واللّٰہ خیر الماکرین (آل عمران:٥٤)‘‘ یعنی یہود نے (عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے اور صلیب پر چڑھانے کی) تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی ایک تدبیر کی (کہ آپ کو آسمان پر اٹھالیا اور ان یہود میں سے ہی ایک شخص کو مصلوب کرا کے قتل کروایا) اور اللہ تعالیٰ سب تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

۸...... قرآن کریم میں اتنا ذکر ہے کہ مسیح ابن مریم کا شبیہ مصلوب ہوا۔جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔’’وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم (النساء:۱۵۷)‘‘ اور اسی کے ساتھ ہمارا ایمان ہے اور اس شبیہ کی شخصیت معلوم کرنی ضروری نہیں۔

۹...... اس فعل میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت وتدبیر محکم تھی کہ جو لوگ ایک مقرب الٰہی کو بے گناہ قتل کرنے کے ارادے پر آئے انہی میں سے ایک شخص کو انہی کے ہاتھوں سے مصلوب کرادیا۔

۱۰...... خدا تعالیٰ کو یہود سے محبت نہ تھی۔بلکہ ان کو اس وجہ سے کہ انہوں نے ایک مقرب الٰہی کے قتل کا ارادہ کیا۔سزا دینی مقصود تھی۔

۱۱...... اس شبہ ڈالنے سے اللہ تعالیٰ کو یہ مقصود نہ تھا کہ مسیح ابن مریم کی بے قدری کی جائے۔ بلکہ اس میں یہ حکمت تھی کہ تدبیر محکم کے ساتھ سزا دی جائے۔ ''واللہ خیر الماکرین''

۱۲...... یہ عجیب وہم ہے۔ کیونکہ یہود تو اس وجہ سے مجرم ہیں کہ انہوں نے مسیح ابن مریم کے جو مقرب الٰہی ہے قتل کرنے کا ارادہ کیا اور شبیہ کا مصلوب ہونا یہ تو سزا کا رنگ ہے۔

۱۳...... ''وکان اللہ عزیزاً حکیما'' اور ''ان اللہ علیٰ کل شئٍ قدیر'' کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اور قدرتیں غیر متناہی وغیر محدود ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ جب ایک موقعہ پر حکمت اور تجلی قدرت کا جس رنگ میں ظہور ہو تو دوسرے موقعہ پر بھی حکمت اور تجلی قدرت اسی رنگ میں جلوہ گر ہو۔ کیونکہ ''کل یوم ھو فی شأن''

۱۴...... مسیح ابن مریم کی عمر کتنی بھی ہو وہ ''رسولاً الیٰ بنی اسرائیل (آل عمران:۴۹)'' کے منافی نہیں اور قادیانی مناظر کا یہ فقرہ (بلکہ رسولاً الیٰ اہل السماء کہنا چاہئے تھا) عجیب جہالت ہے۔ کیونکہ اہل سماء یعنی فرشتے مکلّف ہی نہیں۔ جیسا کہ اس آیت میں ''وحملھا الانسان انہ کان ظلوماً جھولا (احزاب:۷۲)'' یعنی انسان اس لئے مکلّف ہے کہ اس میں مکلّف ہے کہ اس میں کمال بالفعل نہیں اور کمال حاصل کرنے کی اس میں قوت ہے۔ کیونکہ ظلوم وہ ہے جس میں عدل بالفعل نہ ہو اور عدل کے حاصل کرنے کی اس میں قوت ہو اور جھول وہ ہے جس میں علم بالفعل نہ ہو اور علم کے حاصل کرنے کی اس میں قوت ہو۔ یعنی انسان اس لئے مکلّف ہے کہ اس میں قوت ملکیہ اور قوت بہیمیہ دونوں ہیں اور چونکہ باقی حیوانوں میں فقط قوت بہیمیہ ہے۔ قوت ملکیہ اور قوت ملکیہ نہیں اور فرشتوں میں فقط قوت ملکیہ ہے۔ بہیمیہ نہیں۔ اس لئے جیسا کہ باقی حیوانات غیر مکلّف ہیں ویسا ہی فرشتے بھی غیر مکلّف ہیں اور رسول اہل تکلیف کی طرف بھیجے جاتے ہیں۔ نہ غیر اہل تکلیف کی طرف۔ پس ثابت ہوا کہ قادیانی مناظر کا فقرہ مذکورہ عجیب جہالت ہے۔

۱۵...... مسیح ابن مریم کے زندہ بجسدہ العصری آسمان پر اٹھانے سے خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ظہور ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ رفع الیٰ السماء کامل القدرۃ والے کے سوائے کوئی نہیں کرسکتا اور نیز یہ رفع ''کتب اللہ لا غلبن انا ورسلی'' کے بالکل مطابق ہے۔ کیونکہ یہود کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اور رسول یعنی مسیح ابن مریم غالب ہوئے اور مسیح ابن مریم کو ایسا غلبہ ہوا کہ اخیر زمانہ میں خداتعالیٰ اسی مسیح کو زمین پر نازل کرے گا اور وہ مسیح آنخضرتﷺ کا آخری خلیفہ ہوکر تجدید اسلام کرے گا اور اسی مسیح کے ہاتھ پر اہل الملۃ الیہود یہ مشرف باسلام ہوں گے۔ اعلیٰ غلبہ ہے۔

۱۶...... مسیح ابن مریم میں نفخ جبریلی کی ایک جزوی خصوصیت ہے۔ جس کی وجہ سے وہ آسمان پر اٹھائے گئے اور یہ جزوی خصوصیت فضیلت کلی کا موجب نہیں ہوسکتی۔ بلکہ فضیلت کلی کی علت کمال عبودیت ہے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ الوہیت میں لاشریک لہ ہے۔ ویسا ہی آنخضرتﷺ کمال عبودیت میں لاشریک لہ ہیں اور قادیانی مناظر نے جو آنخضرتﷺ کے متعلق چند اشعار درج کئے ہیں۔ ان کے متعلق ہیں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ یہ اشعار نہ مرزا قادیانی نے دلی اعتقاد واخلاص سے کہے ہیں اور نہ ہی قادیانی جماعت کو ان اشعار کے مضامین کے ساتھ اعتقاد ہے۔ بلکہ ایسے اشعار اسلامی جماعت کو شکار کرنے کے لئے کہے جاتے ہیں۔ ورنہ مرزا قادیانی یہ اشعار کیوں کہتے۔

کربلائیست سیر ہر آنم		صد حسین است درگریبانم	
آدم نیز احمد مختار		دربرم جامۂ ہمہ ابرار	
آنچہ داداست ہر نبی راجام		داد آں جام رامرا بتمام	
آنچہ من بشنوم زوحی خدا		بخدا پاک دانمش زخطا	
ہمچو قرآں منزہ انش دانم		از خطاہا ہمیں ست ایمانم	
انبیاء گرچہ بودہ اندبسے		من بعرفاں نہ کمترم زکسے	

(درثمین ص۹۹،خزائن ج۱۸ص۴۷۷)

اور نیز۔

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا — منم محمد واحمد کہ مجتبیٰ باشد

(تریاق القلوب ص۶،خزائن ج۱۵ص۱۳۴)

اور اسلامی جماعت کا بااخلاص یہ ایمان ہے۔

فاق النبیین فی خلق وفی خلق — ولم یدانوہ فی علم ولاکرم

وکلھم من رسول اللّٰہ ملتمس — غرفا من البحر اورشفا من الدیم

وکل ای اتی الرسل الکرام بھا — فانما اتصلت من نورہ بھم

فانہ شمس فضل ھم کواکبھا — یظھر انوارھا للناس فی الظلم

۱۷...... مسیح ابن مریم کے دوہزار سال میں ان کے قویٰ کو قائم رکھنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے باہر نہیں۔درحقیقت یہ استعجاب ’’ان اللّٰہ علیٰ کل شیءٍ قدیر‘‘ پر ہے۔

۱۸...... قرآن کریم میں ہے۔’’لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون‘‘ اور ماموصولہ غالباً غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے۔

۱۹...... اسلامی مناظر نے اپنے پرچوں میں واضح کردیا ہے کہ:’’الیٰ یوم القیامۃ‘‘ ہر چہار واقعات کے متعلق ہے۔جس کی تائید آیت ’’لیظھرہ علی الدین کلہ‘‘ کرتی ہے۔

۲۰...... انسان اور انسان کے قویٰ اور قویٰ کے افعال اور کیلوس وکیموس ہونا اور خون کا بدل ماتحلل بننا یہ سب چیزیں اس قادر مطلق کی مسخر اور محکوم ہیں اور جیسا کہ وہ قادر مطلق انسان کی حیاتی کو بذریعہ مادی غذا کے قائم رکھتا ہے۔ویسا ہی وہ قادر مطلق انسان کی حیاتی بذریعہ غذا غیر مادی قائم رکھ سکتا ہے۔دیکھو حدیث ’’ولست کاحدکم یطعمنی ربی ویسقینی‘‘

۲۱...... دوامر قابل توجہ ہیں۔اوّل یہ کہ:’’رسولاً الیٰ بنی اسرائیل‘‘ میں حصر نہیں۔ورنہ عبارت یوں ہوتی۔الیٰ بنی اسرائیل رسولاً اور دوسرا یہ کہ مسیح ابن مریم آنحضرت ﷺ کے خلیفہ اور مجدد ہوکر تشریف لائیں گے۔

۲۲...... یہ جان بوجھ کر قرآن کریم کے ساتھ ہنسی ہے۔

۱...... کیا تمام انبیاء میں سے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر مقر ملائکہ میں مع جسم عنصری زندہ قرار دینا کمال صفائی سے تمام انبیاء پر ان کی فضیلت ماننا نہیں ہے؟

۲...... وہ آسمان پر اٹھائے جانے سے آنحضرت ﷺ سے خدا کے نزدیک زیادہ محبوب ٹھہرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی زیادہ حفاظت کی گئی۔

۳...... ان کو دوبارہ بھیجنے سے ان کی روحانیت اور قدسیت زیادہ ماننی پڑتی ہے۔ کیونکہ جس کا کام اعلیٰ ہو اسی کو دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔

۴...... اتنی دیر تک رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا خدا تعالیٰ اور مسیح نیا نہیں بنا سکتا تھا؟

۵...... خدا تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو دوسرے آسمان پر کیوں رکھا؟ اور ساتویں آسمان پر کیوں نہیں لے گیا۔ کیا ان میں کوئی نقص باقی تھا؟

۶...... کیا وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جن انبیاء کو معراج میں دیکھا اور جن کی وفات پر قرآن مجید میں کوئی نص موجود نہیں۔ زندہ نہ مان لیا جائے۔

۷...... مسیح علیہ السلام کی تشبیہ بنانے میں کیا حکمت تھی۔ کیا یہود سے صرف پیچھا چھوڑانا مقصود تھا؟

۸...... اس شخص کا جو مسیح کی بجائے مصلوب ہوا قرآن وحدیث میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ آپ حدیث صحیح مرفوع متصل نہیں کوئی ضعیف مرفوع متصل ہی پیش کریں۔

۹...... اس فعل میں کہ حلیہ بدل کر ایک دوسرے شخص کو مروانے میں کیا حکمت تھی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے بعید ہے کہ اس کی طرف کوئی لغو کام منسوب کیا جائے۔

پھر اس میں بھی سنئے کہ وہ کون تھا۔ (۱) حواری تھا۔ (۲) منافق۔ (۳) طیطاؤس۔ (۴) یہودیوں کا چوکیدار تھا۔ (۵) کوئی شخص تھا۔ (۶) ایک پر شبیہ ڈالی گئی۔ (۷) جماعت پر شبیہ ڈالی گئی؟ اگر یہ واقعہ ہوا تھا تو اس میں زمین وآسمان کے فرق پائے جانے کی کیا وجہ ہے؟

۱۰...... کیا خدا تعالیٰ کو یہود سے اتنی محبت تھی کہ ان کی خاطر خدا تعالیٰ نے کسی اور کو مسیح علیہ السلام کا ہم شکل بنا کر ان کو خوش کر دیا؟

۱۱...... کوئی پیارے کی شکل کی ہتک نہیں کرتا۔ اگر کسی کے باپ کی تصویر پر پیر رکھ دیں تو وہ لڑنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ تو پھر خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے کی شکل کو دوسرے کو دے کر کیوں اس کی بے قدری کی۔

۱۲...... جب وہ یہود کی طرف رسول تھے اور خدا نے ان کو چھپا لیا اور اس کی

بجائے ایک اور شخص کو مسیح کی شکل دی جسے انہوں نے مسیح سمجھ کر صلیب پر لٹکا کر ماردیا تو یہود عنداللہ مجرم نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ ان کے مسلمات سے یہی بات تھی کہ جھوٹا نبی قتل کیا جائے گا اور جو کاٹھ پر لٹکا کر مارا جائے وہ لعنتی ہے۔

۱۳...... ایسے ملعون شخص کو جو مسیح کا دشمن تھا بندر اور سؤر کی شکل دینی چاہئے تھی نہ کہ اپنے پیارے مسیح کی جو اس کا محبوب تھا۔ جیسے ''ومنهم من لعنه اللّٰه وغضب عليه وجعل منهم القردة والخنازير (مائده:۶۰)'' سے ظاہر ہے۔

۱۴...... جب ان کی مدت کل چالیس سال زمین میں پہلی اور آخری ملا کر ہے تو وہ بنی اسرائیل کی طرف بقول آپ کے صرف تین برس تک رہے۔ پھر آسمان پر وہ ہزار سال تک اٹھائے گئے تو انہیں ''رسولاً الیٰ بنی اسرائیل'' نہیں کہنا چاہئے۔ بلکہ ''رسولاً الیٰ اهل السماء'' کہنا چاہئے۔

۱۵...... نیز آسمان پر اٹھانے سے خداتعالیٰ کو کمزور ماننا پڑتا ہے۔ کیونکہ کمزور ہی چیز کو چھپایا کرتا ہے اور نیز آیت ''کتب اللّٰه لا غلبن انا ورسلی'' کے بھی خلاف ہے۔

۱۶...... مسیح میں وہ کون سی خاص صفت ایسی تھی جو آسمان پر جانے کی متقاضی تھی اور دوسرے انبیاء میں وہ نہیں پائی جاتی۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ مابہ الامتیاز کون سی صفت ہے اور پھر وہ صفت اچھی ہے یا بری۔ اگر بری ہے تو وہ آسمان پر لے جانے کی باعث نہیں ہوسکتی۔ اگر اچھی تو رسول اللہ اس سے کیوں محروم ہے۔ ہم تو آنحضرت ﷺ کو افضل الانبیاء مانتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے متعلق حضرت مسیح موعود (مرزاقادیانی) فرماتے ہیں۔

یا عین فیض اللّٰه والعرفان	یسعیٰ الیك الخلق کالظمان
وواللّٰه ان محمد اکر دافة	وبه الوصول بسد السلطان

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۹۰، خزائن ج۵ ص۵۹۰)

اور

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم	گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

(ازالہ اوہام ص۱۷۶، خزائن ج۳ ص۱۸۵)

اور

ایں چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم	یک قطرۂ زبحر کمال محمد است

(اخبار ریاض ہند امرتسر مورخہ یکم مارچ ۱۸۸۴ء)

اور''تمت علیه صفات کل مرية ''وغیرہ سے ثابت ہے کہ آنحضرتﷺ ہی تمام کمالات کے جامع ہیں۔

۱۷...... مسیح کے دوہزار سال میں ان کے قویٰ میں تغیر ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ہوتا ہے تو دوہزار برس میں جوان کی حالت ہوگئی ہوگی۔ اس کا اندازہ کر لیجئے اور اگر نہیں تو کیوں؟

۱۸...... مسیح کو آسمان پر اتنی دیر رکھنے سے کیا فائدہ تھا۔ زمین پر کیوں نہ رکھا گیا۔ تا کہ ان سے مخلوق خدا کو بھی فائدہ پہنچتا۔ خصوصاً جب کہ فرمایا:''واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض (الرعد:۱۷)''

۱۹...... اگر تمام اہل کتاب ایمان لے آئیں گے تو آیت''وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا ''کے خلاف ہوگا۔ یہ نہیں کہ یہ وعدہ کسی وقت میں ہوگا۔ بلکہ الیٰ یوم القیمۃ کے الفاظ پر غور کر لیں۔

۲۰...... اور علم فزیالوجی کے ماتحت ذی حیات چیز کے لئے پاور آف ایک کریشن اور پاور آف اسی دی میلیشن کا پایا جانا ضروری ہے۔ مگر وہ اس وقت دونوں مسیح میں نہیں پائی جاتیں۔

۲۱...... اگر مسیح دنیا میں دوبارہ آئیں تو وہ تمام جہاں کی طرف رسول ہوکر آئیں گے تو یہ''رسولاً الیٰ بنی اسرائیل ''کے خلاف ہوگا۔ کیونکہ وہ کہیں گے کہ میں تمام جہان کی طرف رسول ہوں اور قرآن مجید کہے گا''ورسولاً الیٰ بنی اسرائیل''

۲۲...... پھر یہ سوال بھی ہوگا کہ مسیح کی موت نہیں ہوسکتی۔ جب تک کہ تمام اہل کتاب ایمان نہ لائیں اور قرآن مجید سے ثابت ہے کہ قیامت کے دن تک سب یہود ایمان نہیں لائیں گے۔ پس ثابت ہوگا کہ مسیح کی وفات قیامت کے بعد ہوگی۔

پس یہ بائیس [۱] سوال ہیں جو میں نے آپ کے تمام اعتراضوں کے جواب دے کر پیش کئے ہیں اور نیز چھ سوال [۲] اور باقی وہ سوالات جو میرے پہلے پرچوں میں آچکے ہیں ان کے جوابات دیں۔

---

[۱] ان بائیس وہمی سوالوں کی تردید عقل اور نقل کے ساتھ کی گئی ہے۔ اب ناظرین پر روشن ہوگیا ہے کہ جیسا کہ قادیانی مناظر نے اپنے پہلے پرچوں میں جابجا شرط نمبر۱ اور شرط نمبر۲ کی خلاف ورزی کی ہے۔ ویسا ہی ان بائیس وہمی سوالوں میں اس نے شرطین مذکورین سے تجاوز کی ہے اور نیز خیالی اور وہمی باتیں پیش کرنے سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ قادیانی مذہب کی بناء خیال اور وہم پر ہے نہ عقل اور نقل پر۔

[۲] یہ چھ ڈھکوسلے بصورت سوال بھی آپ پیش کر دیتے۔ انشاءاللہ عقل اور نقل کے ساتھ ان کا بخیہ ادھیڑا جاتا ہے۔

مگر میں جانتا ہوں کہ آپ کی یہ ۱؎ طاقت نہیں کہ آپ ان کا جواب دے سکیں۔پس حیات مسیح کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر کئی سو اعتراضات ۲؎ وارد ہوسکتے ہیں اور عیسائیوں کو یہ کہنے کا موقع ملتا ہے کہ ہمارا نبی زندہ ہے اور تمہارا نبی مردہ،اور قرآن مجید کہتا ہے کہ مردے اور زندے ۳؎ برابر نہیں۔پس آنحضرت ﷺ سے مسیح افضل ہیں اور کفارہ ۴؎ کی بھی تائید ہوتی ہے۔کیونکہ محض موت کو وہ کفارہ کا باعث نہیں مانتے۔بلکہ صلیبی موت کو،اور پھر اس کا آسمان پر جانا وغیرہ باتیں ان کے عقائد کی تائید کرتی ہیں اور اگر مطلق موت نہیں تو جب بھی وہ مریں تو کفارہ ثابت ہو جائے گا اور ہمارا عقیدہ کہ طبعی موت سے وہ وفات پاچکے ہیں۔کفارہ کو جڑ سے کاٹ دیتا ہے۔سچ فرمایا ہے حضرت مسیح موعود(مرزاقادیانی) نے ؎

قدمات ۵؎ عیسیٰ مطرقا ونبینا حی وربی انہ وافانی

(آئینہ کمالات اسلام ص۳۹۳، خزائن ج۵ ص ایضاً)

۱؎ روئیداد مناظرہ دیکھنے سے ناظرین یہ فیصلہ کریں گے کہ جواب دینے کی اسلامی مناظر کو طاقت نہیں یا قادیانی مناظر میں جواب دینے کی استعداد ہی نہیں۔

۲؎ واقعی جن لوگوں کو ایمان بالقرآن والحدیث نہیں ان کو اس مسئلہ حیات مسیح ابن مریم پر کئی سو خیالات باطلہ اور توہمات کاذبہ پیدا ہوتے ہیں۔

۳؎ قرآن کریم کا یہ مطلب ہے کہ وہ لوگ جن کی روحانیت زندہ ہے اور وہ لوگ جن کی روحانیت مردہ ہے برابر نہیں اور قرآن کریم کا یہ مطلب نہیں کہ جو لوگ زندہ ہیں وہ فوت شدہ سے افضل ہیں۔ورنہ لازم آئے گا کہ مولوی جلال الدین صاحب شمس جو زندہ ہیں مرزاقادیانی سے افضل ہوں جو فوت شدہ ہیں۔

۴؎ ناظرین انصاف کیجئے۔دیکھو یہ قادیانی مناظر کیا کہتا ہے۔عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ مسیح ابن مریم بذریعہ صلیب فوت ہوئے ہیں اور قادیانی جماعت کا عقیدہ ہے کہ صلیب سے اتر کر کچھ عرصہ کے بعد حتف انفہ کی موت کے ساتھ فوت ہوئے ہیں۔عیسائیوں اور قادیانی جماعت کے درمیان اگرچہ مسیح ابن مریم کی موت کے اسباب میں اختلاف ہے۔لیکن نفس موت میں متفق ہیں اور اسلامی جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح ابن مریم پر موت آئی ہی نہیں۔بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اٹھالیا ہے اور وہ اب تک زندہ ہے اور قرب قیامت میں نزول فرما کر تجدید اسلام کریں گے۔چونکہ کفارہ کی بنا مسیح ابن مریم کی موت پر ہے۔اس لئے اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ مذہب جس میں مسیح ابن مریم کی موت کو تسلیم کیا گیا ہے۔کفارہ کی بیخکنی کرتا ہے یا وہ مذہب جس میں مسیح ابن مریم کی موت سے بالکل انکار کیا گیا ہے۔کفارہ کی بیخکنی کرتا ہے۔اسی کفارہ کی بیخکنی کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔’’وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ‘‘حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں بلکہ ان کو زندہ اللہ تعالیٰ نے واقعہ صلیبی سے پہلے آسمان کی طرف اٹھالیا ہے۔نہ بانس ہوگا نہ بانسری بجے گی۔

۵؎ قادیانی مناظر کا مرزاقادیانی کے اشعار کو جابجا پیش کرنا شرائط مناظرہ کی کس قدر خلاف ورزی ہے۔

کیونکہ زندہ وہی ہوتا ہے جس کا کام زندہ ہو۔ جس کی قوم زندہ ہو۔ جس کا مذہب زندہ ہو۔ (آئینہ کمالات اسلام ص۵۹۳، خزائن ج۵ ص۵۹۳) لیکن مسیح خود وفات پاچکے۔ اس کی قوم روحانیت کے لحاظ سے مرچکی۔ ان کی شریعت منسوخ ہوچکی۔ اس لئے آنحضرت ﷺ ہی [۱] زندہ نبی ہیں اور کوئی نہیں۔ [۲] فافهم!

دستخط	دستخط
جلال الدین شمس (قادیانی مناظر)	حاکم علی بقلم خود
	پریزیڈنٹ قادیانی جماعت
۱۹/اکتوبر ۱۹۲۴ء	پرچہ نمبر۴

از مفتی غلام مرتضیٰ صاحب

اسلامی مناظر

''سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم ۰ فان تنازعتم فی شیٍٔ فردوه الیٰ الله والرسول''

مجھے افسوس ہے کہ باوجود میرے مناظر صاحب کے جواب نہ دے سکنے کے پھر بھی وہ شرائط سے باہر ہوکر ادھر ادھر کی باتیں غیر متعلقہ کر رہے ہیں۔ کیونکہ میں نے ''رفعه الله'' کے معنی ''رفع الیٰ السماء'' کئے اور میرے مناظر صاحب نے ''رفع الیٰ الله'' کی کوئی مثال پیش نہیں کی اور دیگر مثالوں کو پیش کر کے رفع کے لئے اور معنی ثابت کئے۔ یہ ان کو کیا مفید ہوسکتا ہے۔ دیکھئے کہ قرآن کریم میں بعل کا معنی زوج ہے۔ مگر ''اتدعون بعلا'' میں بت مراد ہے اور ہر جگہ قرآن کریم میں کنز سے مراد مال ہے۔ مگر کنز جو سورۂ کہف میں ہے۔ اس سے مراد صحیفہ علم

---

[۱] چونکہ محمد رسول اللہ ﷺ (فداہ ابی وامی) قیامت تک زندہ نبی ہیں اور تمام دنیا میں یہی ایک کامل انسان ہے۔ اس لئے اسلامی جماعت ان کو خاتم النبیین اعتقاد کرتی ہے اور ان کے ظل نبوت سے خارج ہوکر کسی متنبّی کے زیر سایہ ہونا ایسا سمجھتی ہے۔ جیسا کہ آگ جلتی ہوئی شعلہ زن میں داخل ہونا۔ لیکن افسوس کہ قادیانی جماعت زبانی تو یہ کہتی ہے کہ آنحضرت ﷺ زندہ نبی ہیں اور کوئی نہیں۔ لیکن اعتقاد خاتم النبیین کا انکار کر کے مرزا قادیانی کو نبی سمجھتی ہے اور ایسے زندہ نبی اور انسان کامل کے ظل ظلیل سے خارج ہوکر متنبّی کے زیر سایہ ہونا اعلیٰ درجہ کی ضلالت وشقاوت ہے۔ کیونکہ لوگ ''ذالك هوالفوز العظيم'' سے محروم ہیں۔

[۲] فافہم کے ساتھ شاید قادیانی مناظر نے یہ امر کیا ہے کہ اے اسلامی مناظر تو سمجھ لے کہ میں آنحضرت ﷺ کو زندہ نبی لساناً کہہ رہا ہوں نہ اعتقاداً۔

ہے وغیرہ وغیرہ۔ جیسا کہ پرچہ نمبر ا میں درج ہے۔ اس کا کوئی جواب نہیں۔ میں نے ’’بــــل ابـطالیه ‘‘ کے مقتضاء کو اور قصر قلب کے مقتضاء کو لے کر فقرہ ’’بـل رفعه الله الیه ‘‘ سے ابن مریم کی حیات ثابت کی۔ لیکن میرے مناظر صاحب نے اس کا بھی کوئی جواب مطابق شرائط نہیں دیا اور ہر چہار ضمائر کے معرفہ ہونے کے لحاظ اور ان کا مرجع ایک ابن مریم زندہ بعینہ ہونے کے لحاظ سے بھی میں نے حیات ابن مریم کو ثابت کیا۔ مگر میرے مناظر صاحب نے اس کا بھی کوئی جواب عنایت نہیں فرمایا۔ ہاں صنعت استخدام کا نام لے کر ایک شعر پڑھ دیا ہے۔ لیکن علم بدیع کی طرف توجہ نہیں کی۔ ’’البـدیـع هـو عـلم یعرف به وجوه تحسین الکلام بعد رعایة الـمـطــابـقة ووضوح الدلالة ‘‘ تو صنعت استخدام اس جگہ مراد نہیں ہوسکتی۔ جہاں اس کے اختیار کرنے سے مطابقت اور وضوح کے خلاف ہو اور نیز قرینہ کا ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ شبوہ میں اور قواعد نحو کے مطابق لیؤمنن سے استقبال مراد ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ لیکن میرے مناظر صاحب نے قواعد نحوی کے رو سے کوئی جواب نہیں دیا اور قرآن کریم اور حدیث صحیح اور اقوال صحابہ اور لغت عرب اور صرف اور نحو اور معانی اور بیان اور بدیع امور مفسرہ قرار دیئے گئے تھے اور میرے مناظر صاحب نے تو عجیب کام کیا ہے کہ کبھی تورات کا نام لیتے ہیں اور کبھی کسی تابعی کا ذکر کر دیتے ہیں اور کبھی شاہ رفیع الدین صاحب کو اپنے استدلال میں پیش کرتے ہیں اور کبھی آیات کو ان کے غیر مصداق پر پیش کر کے اس کو ان آیات کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ کلا میں کہا گیا [1] اور کبھی جر ثقیل کا مسئلہ چھیڑ دیتے ہیں اور کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین شروع [2] کر دیتے ہیں۔ جو فی الحقیقت ہماری توہین ہے۔

---

[1] یہاں لفظ کہا گیا ہے نہ لکھا گیا۔

[2] قادیانی مناظر نے یہ تقریر کی کہ قرآن کریم میں ہے کہ: ’’حتـیٰ اذا جــاء احـدهـم الـمـوت قـال رب ارجـعـون لـعـلی اعمل صالحاً فیما ترکت کلا انها کلمة هو قائلها (مـؤمـنـون:۱۰۰) ‘‘ یہ آیت عیسیٰ کو واپس نہیں ہونے دیتی۔ بلکہ یہ کلا مسیح کے لئے کلا ہے۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ وغیرہ میں اس کے متعلق یہ لکھا ہے کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین برداشت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن کریم نے جلیل القدر نبی قرار دیا ہے۔ ہم مطابق آیت ’’جزاء سیئة سیئة مثلها ‘‘ اتنا عرض کرتے ہیں کہ یہ آیت ظالموں کے حق میں ہے اور نیز اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے۔ جن پر موت وارد ہو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ ہونا تو قرآنی دلائل سے قطعاً ثابت ہے۔ اس لئے وہ اس آیت کا مصداق نہیں ہوسکتے۔ بلکہ مصنوعی مسیح یعنی مرزا قادیانی چونکہ فوت ہو چکے ہیں۔ اس لئے اس آیت کا وہ مصداق ہیں اور یہ کلا ان کے لئے کلا ہے۔

اور شعروں کا مطلب یہ ہے کہ تمام قرآن سے وفات ثابت نہیں ہوئی۔ بلکہ قرآن کریم سے حیات ثابت ہوتی ہے اور کوئی آیت حیات کی مخالف نہیں اور ''انمتنی'' جب مطابق آیت لیا گیا تو پھر کیا اعتراض ہے اور ''فلما توفیتنی'' کی آیت کے الفاظ میں غور کریں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ زیر بحث قول ہے نہ علم اور ''اذ الاغلال'' کی مثال اذ کے لئے ہے نہ ماضی کے لئے اور ماضی بکثرت بمعنی استقبال آتی ہے۔ ''ونفخ فی الصور'' وغیرہ اور جب توفی بمعنی نیند اور موت ہے تو اس قدر تشبیہ کے لئے کافی ہے کہ دونوں میں معنی قبض روح کے ہوں اور ایک میں قبض مع الارسال ہونا اور دوسرے میں قبض مع الامساک ہونا تشبیہ کے خلاف نہیں۔

جراحات [1] السنان لها التیام ولا یلتأم ماجرح اللسان

اور ''قد خلت من قبله الرسل'' میں ''سنة اللّٰه التی قد خلت'' کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ اگر ہم بخوشنودی مناظر صاحب ان کے معنی مان لیں تو لازم آئے گا کہ (نعوذ باللہ) آنحضرت ﷺ رسول [2] نہیں۔ پس موجبہ کلیہ نہ ہوا اور ''تلك امة قد خلت'' میں بھی کوئی دلیل نہیں [3]۔ ابوبکر کے متعلق خصوصیت سے ہم نے جواب دیا نہ کہ دوسرے مقاموں کا اور روح القدس بھی بوجہ اقنوم ثالث ہونے کے معبودات باطلہ میں داخل ہے اور ''والذین'' عام لفظ ہے اور ''اموات غیر حیاء'' میں اموات کی تاکید غیر احیاء سے کی ہے۔ اسی لئے کہ یہاں ان کی معبودیت کا باطل کرنا مقصود ہے۔ ''کانا یأ کلا ن الطعام'' میں سبحان اللہ کیا گل کھلایا گیا۔ ہم نے تو یہی بات کہی ہے۔ کانا کی ماضی بوجہ مریم کے ہے اور مریم کی اس تعبیر برنگ تذکیر میں تغلیب ہے تو مناظر صاحب ہماری بات بیان کر رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم تردید کر رہے ہیں اور ''یا [4] مریم اقنتی لربك واسجدی وارکعی مع الراکعین (آل عمران:۴۳)'' سے

---

[1] یعنی تیروں کے زخم مل جاتے ہیں اور جو زبان زخم کرے وہ نہیں ملتے۔ دیکھو اس شعر میں کلمات کو جرح کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور مابہ التشبیہ مطلق تاثیر ہے نہ خاص تاثیر جرح۔

[2] کیونکہ ''قد خلت من قبله الرسل'' میں بروئے قواعد نحو ''من قبله خلت'' کے متعلق ہے۔

[3] کیونکہ جہاں فقرہ ''تلك امة قد خلت'' ہے وہاں پہلے عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں اور جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے ''قد خلت'' نہیں۔ قرآن کریم نکال کر سورۂ بقرہ میں ملاحظہ کریں۔

[4] یعنی اے مریم فرمانبرداری کر واسطے رب اپنے کے اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنے والوں کے۔

صاف ثابت ہے کہ جیسا ہماری نماز کے ارکان قیام رکوع سجود وغیرہ میں ویسا ہی عیسوی نماز میں اور اس بحث میں میں نے جو ''حناناً من لدنا وزکوٰۃ '' کو پیش کیا اس کا کوئی جواب نہیں دیا گیا اور یہ اعتراض کہ بہت جگہ زکوٰۃ سے صدقہ مفروضہ مراد ہے۔ یہ اس امر کو ثابت نہیں کرتا کہ ہر جگہ یہی مراد ہو اور ''من بعدی '' میں اس آیت کو ملاحظہ فرماویں۔ ''واتخذ [1] قوم موسیٰ من بعدہ من حلیھم عجلا جسداً له خوار (اعراف:۴۸) '' سبحان اللہ ''لا نبی بعدی '' کو اور من بعدی کو ایک نظر سے دیکھا۔ جناب من! ''لا نبی بعدی '' میں بوجہ ہونے نکرہ غیر نفی میں مرزا قادیانی کی نبوت کا بطلان ہوتا ہے۔ یہ فقرہ مشتمل بر نفی ہے اور ''من بعدی '' مشتمل بر اثبات ہے۔ ذرا غور کریں۔ اگر بات نہ بنے تو ویسے بلا سمجھے سوچے کچھ کہہ دینا مفید نہیں اور ''من نعمّرہ '' میں اعطاء عمر و تنکیس کا بیان ہے۔

پس بس اور حدیث ''لوکان موسیٰ وعیسیٰ '' آیت ''بل رفعه اللہ الیه '' کے بالکل برخلاف ہے اور یہ وہ آیت ہے جس کا جواب آپ نے کوئی نہیں عطاء فرمایا۔ معراج کی حدیث ابن ماجہ جو میں نے پیش کی ہے اس کا کوئی جواب دینے کی ضرورت [2] بھی نہیں۔ میں تو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان فرق سمجھتا ہوں۔ آپ امتحان کر کے [3] دیکھ لیں اور حدیث ''کیف تھلك امة انا اولھا والمھدی اوسطھا والمسیح اٰخرھا (مشکوٰۃ ص۵۸۳، باب ثواب ھذا الامة) '' میں میرے پر الزام لگایا گیا ہے کہ یہ شیعوں کا اعتقاد ہے۔ جناب من! ہم ہر حیثیت سے امامیہ صاحبان کے مخالف نہیں بلکہ اس امر میں اتفاق ہے کہ امام مہدی عیسیٰ علیہ السلام کے وقت تشریف لاویں گے۔ یہ دوسرا اختلاف ہے کہ اب پیدا ہو چکے ہیں یا نہ۔

دستخط	دستخط
مفتی غلام مرتضیٰ (اسلامی مناظر)	مولوی غلام محمد بقلم خود از گھوٹہ متصل ملتان پریزیڈنٹ اسلامی جماعت

---

[1] یعنی اور بنالیا موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے پیچھے موسیٰ کے اپنے زیوروں سے بچھڑا۔ محض ایک جسم سے آواز نکلتی تھی۔ دیکھو اس آیت میں ''من بعدہ '' سے مراد ''من بعد غیبوبة موسیٰ '' ہے نہ کہ ''من بعد موت موسیٰ '' اور جیسا کہ اس آیت میں اثبات ہے۔ ویسا ہی آیت ''مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمه احمد (صف:۶) '' اثبات ہے۔

[2] یعنی چونکہ قادیانی مناظر کے پاس اس حدیث ابن ماجہ کا کوئی جواب نہیں۔ اس لئے مجبوراً قادیانی مناظر کو جواب دینے کی ضرورت نہیں۔

[3] کیونکہ ''عرج فیھا بروح عیسیٰ '' میں اضافت بیانی ہے۔ اے ''ای عرج بالروح الذی ھو عیسیٰ '' جیسا کہ عرج کے لفظ سے ظاہر ہے۔

۱۹؍اکتوبر ۱۹۲۴ء　　　　　　　　　　　　　　　　پرچہ نمبر ۵

ازمولوی جلال الدین شمس

قادیانی مناظر

’’بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۰ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۰

رب اشرح لی صدری ویسرلی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی‘‘

آپ ۱؎ مجھ پر افسوس کرتے ہیں۔لیکن جناب مفتی صاحب آپ کو افسوس نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ آپ کی حالت پر مجھے افسوس آتا ہے۔ کیونکہ یہ پرچہ میرے تیسرے پرچہ کے جواب میں تھا نہ کہ چوتھے یا دوسرے پرچہ کے جواب میں کہ آپ نے حیات مسیح علیہ السلام کی دلیل لکھنی شروع کردی۔ اہل علم آپ کو کیا کہیں گے۔ سوائے اس کے کہ وہ کہیں کہ مفتی صاحب گھبرا گئے تھے اور کچھ نہیں کہیں گے۔ دیکھئے یہی بیان آپ کے تیسرے پرچہ میں موجود ہے اور اسی کو آپ دوہرا رہے ہیں۔

میں نے ۲؎ آپ کی تمام توجیہات کو خداتعالیٰ کے فضل سے توڑ دیا اور قرینہ بھی بتادیا

۱؎ قادیانی مناظر کو مفتی صاحب اسلامی مناظر کے پرچہ نمبر۱ اور پرچہ نمبر۲ کے تحت میں رہ کر کوئی جواب نہیں آیا۔ جیسا کہ روئیداد مناظرہ سے روشن ہے۔ اس لئے گھبرا کر اور حیا کو دور کر کے اسلامی مناظر کو گھبراہٹ کا الزام لگا رہا ہے۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ کے سوائے کوئی نئی بات بطور دلیل پیش نہیں کی۔ بلکہ بطور تردید اور قادیانی مناظر نے گھبرا کر اپنے پرچہ نمبر۱ کے سوائے میں بھی نئی دلیلیں پیش کی ہیں۔ مثلاً حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر ممیتک جو متوفیک کے ذیل میں لکھی ہے۔ حالانکہ ’’یاعیسیٰ انی متوفیک‘‘ کو قادیانی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں نہیں پیش کیا۔

۲؎ سبحان اللہ! قادیانی مناظر نے اسلامی مناظر کی توجیہات کو اس طرح توڑا ہے کہ قرآن کریم اور حدیث اور اقوال صحابہ اور قواعد عربیت کے مطابق وہ کوئی جواب نہیں دے سکا۔ اس لئے گھبرا کر اس قادیانی مناظر نے تورات کو پیش کیا۔ جو یہودی کی محرف اور منسوخ شدہ کتاب ہے اور جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرتﷺ کے پاس تورات کا ایک نسخہ پیش کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ تورات کا نسخہ ہے۔ حضورﷺ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پس عمرؓ نے تورات کو پڑھنا شروع کردیا۔ جس پر آنحضرتﷺ کا چہرہ متغیر ہوتا جاتا تھا۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ اے عمر تم کو کیا ہوگیا۔ دیکھتے نہیں کہ حضورﷺ کے چہرے کی کیا حالت ہو رہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے جب آنحضرتﷺ کی طرف دیکھا تو خوف زدہ ہو کر کہنے لگے۔ ’’اعوذ باللّٰہ من غضب اللّٰہ وغضب رسولہ رضینا باللّٰہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیاً‘‘ پس آنحضرتﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اگر موسیٰ ظاہر ہو اور مجھے ترک کر کے اس کی اتباع کرو تو یقیناً تم صراط مستقیم سے گمراہ ہوتے اور اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتا اور میری نبوت کے زمانہ کو پاتا ضرور وہ بھی میری اتباع کرتا۔ رواہ الدارمی (مشکوٰۃ ص۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) یہ تورات وہ محرف منسوخ شدہ کتاب ہے۔ جس کو آنحضرتﷺ نے دیکھنا نہیں چاہا۔ لیکن قادیانی مناظر نے اس تورات کو اپنی تائید میں پیش کیا اور افسوس کہ اس کتاب محرف منسوخ شدہ نے بھی اس بیچارے قادیانی مناظر کی امداد نہ کی۔ کیونکہ قادیانی مناظر نے تورات سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ جو مصلوب ہو وہ ملعون ہے اور تورات کا یہ مضمون ہے کہ جو کسی جرم میں مصلوب ہو وہ ملعون ہے۔ (استثناء ب۲۱ ص۳۰۲)

اور بل کے لفظ سے جو آپ تضاد ثابت کرتے ہیں اس کو لے کر بھی آپ کے معنوں کی تردید کردی اور بل (یہ کمی علم کا نتیجہ ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہو چکا ہے) ترقی کے لئے ہوتا ہے۔ کوئی شرط نہیں ہے۔ آپ اپنی طرف سے بڑھا رہے ہیں۔

میں خوب جانتا تھا کہ آپ مقابلہ نہیں کرسکیں گے۔ کیونکہ قرآن مجید نے جو دلائل وفات مسیح پر دیئے ہیں کوئی ۱؎ نہیں جو انہیں توڑ سکے۔ آپ کی منطق دانی کی کیفیت تو میں تیسرے پرچے میں لکھ چکا ہوں۔ اب آپ کی صرف قابلیت لفظ ۲؎ امیتنی سے ظاہر ہے۔ میں نے کہا تھا کہ آپ نے غلطی سے نہیں لکھا بلکہ آپ کے علم میں ہی یہی ہے اور علم صرف میں آپ کی تعلیمی حالت بہت کمزور ہے۔ حاضرین کو میں اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ مفتی صاحب کو بار بار کہا گیا کہ آپ پرچہ میں سے اپنے الفاظ ''امات یمیت'' باب جس کی ماضی توفیتنی کے مقابلے میں امیتنی ہوگی نہ امتنی۔ کیونکہ موت کا لفظ مضاف نہیں۔ بلکہ اجوف ہے پڑھیں مگر آپ نے نہیں پڑھے۔ لہٰذا مجبوراً مجھے ہی ان کی ڈیوٹی ادا کرنی پڑی ہے۔ سنئے مفتی صاحب! اس سے ایک تو آپ کی قرآن دانی کا بھی پتہ لگ گیا۔ کیا آپ نے قرآن مجید میں یہ آیت نہیں پڑھی کہ: ''ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین'' کیا قرآن مجید میں ''امیتنا'' ہے یا ''امتنا''۔ پھر روح المعانی میں آیت ''فلما توفیتنی'' کے ماتحت اس کے معنی امتنی لکھے ہیں نہ کہ امیتنی۔ کتاب ہمارے پاس موجود ہے۔ اگر آپ کسی مبتدی سے بھی اس کی گردان کرائیں گے تو وہ بھی بتادے گا کہ: ''امات اماتا اما توا اماتت اماتتا امتن امت'' جب مذکر واحد مخاطب کے صیغہ پر آئے گا تو امت کہے گا نہ امیت اور ادغام کا بھی شاید آپ کو قاعدہ معلوم نہیں رہا کہ ادغام کس وقت ہوتا ہے۔ اگر آپ صرف کی کوئی ابتدائی کتاب بھی پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ لفظ امتنی ہے نہ امیتنی۔ توفیتنی کے متعلق میں پہلے پرچہ میں بالوضاحت لکھ چکا ہوں۔ نیز اذ الاغلال کی مثال صرف اذ کے لئے تھی کہ وہاں اذ آیا ہوا ہے۔

۱؎ اسلامی مناظر نے تمام دلائل وفات کو توڑ دیا ہے۔ جیسا کہ روئیداد مناظرہ سے روشن ہے اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا محض تحکم ہے۔

۲؎ قادیانی مناظر کا امتنی اور امیتنی پر زور دینا یہ اس کی شکست و مغلوبیت کی دلیل ہے۔ کیونکہ قادیانی مناظر ایسا کوئی مضمون پیش نہیں کرسکا جو موضوع مناظرہ سے چسپاں ہو کر یہ ظاہر کرے کہ اسلامی مناظر اس کا جواب نہیں دے سکا اور اس کے متعلق قادیانی مناظر کے پرچہ نمبر۳ کے حاشیہ میں تفصیل کی گئی ہے اور نیز اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۵ میں یہ بھی لکھا ہے اور امتنی کے متعلق مضمون پرچہ میں کاٹا گیا ہے۔ اگر کوئی فقرہ رہ گیا ہو تو مضائقہ نہیں۔

.....

یااس لئے کہ جب [1] وہ فعل ماضی پرداخل ہوتو اس کے معنی استقبال کے ہوتے ہیں۔
جب اہل علم اس مناظرہ کو دیکھیں گے تو وہ آپ کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے اور تشبیہ موت
[2] اور نیند میں نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ میں بتاچکا ہوں کہ توفی جب بغیر قرینہ منام اور لیل وغیرہ کے
استعمال ہوتو اس کے معنی نیند کے نہیں ہوتے۔ دوسرے حدیث میں حالات امت بیان کر کے
آپؐ نے فرمایا ہے کہ میں وہی کلمات کہوں گا (جو مسیح علیہ السلام نے کہے)

اور آیت ''قد خلت من قبله الرسل ''میں ''سنة الله التی قد خلت ''کو
پیش کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ کیا سنۃ بھی ذی روح ہے۔ چاہئے تھا کہ آپ مثال ایسی پیش
کرتے کہ جس میں خلا کا لفظ ذی روح [3] کے لئے آیا ہوتا۔ ہم نے جو قرآن مجید سے مثالیں
پیش کی ہیں ان میں ذوی الروح پر خلت کا لفظ آیا ہے۔ آپ فرماتے [4] ہیں کہ: ''تلك امة قد
خلت ''میں موت مراد نہیں ہے۔ بہت ہی عجیب ہے۔ کیا پہلے جن کا ذکر ہے وہ آسمان پر چلے گئے
تھے یا وفات پاچکے تھے۔

---

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں یہ لکھا ہے۔ اذ استقبال کے لئے بھی آتا ہے۔
''فسوف یعلمون اذ الاغلال فی اعناقهم ''اس عبارت سے دو امر ظاہر ہوتے ہیں۔ پہلا یہ کہ یہ
مثال فقط اذ کی ہے نہ ماضی کی اور دوسرا یہ کہ اذ ماضی کے لئے بھی آتا ہے اور استقبال کے لئے بھی۔ جب
اہل علم مناظرہ کو پڑھیں گے تو قادیانی مناظر کے فہم وادراک پر افسوس کریں گے۔

[2] اس کی کافی تردید اسلامی مناظر اپنے پرچہ نمبر۴ میں کر چکا ہے۔ جس کی توضیح حاشیہ میں کی
گئی ہے۔ قادیانی مناظر ویسا بلا ربط باتیں لکھ دیتا ہے۔

[3] قادیانی مناظر سخت اضطراب وگھبراہٹ میں ہے۔ کیونکہ اس کو اتنا بھی یاد نہیں رہا کہ
اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں دلیل ''قد خلت من قبله الرسل '' کی تردید کرتے ہوئے یہ
مثال پیش کی ہے۔ ''واذا خلوا الیٰ شیاطینهم ''جس میں فاعل ذی روح ہے۔

[4] قادیانی مناظر کا اضطراب موجزن ہے۔ کیونکہ وہ اسلامی مناظر کو مخاطب کر کے اپنے
پرچہ نمبر۵ میں یہ لکھتا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ: ''تلك امة قد خلت ''میں موت مراد نہیں اور اسلامی
مناظر کی عبارت پرچہ نمبر۴ میں اس طرح ہے اور ''تلك امة قد خلت '' وغیرہ میں بھی کوئی دلیل نہیں۔
دیکھو اسلامی مناظر کی عبارت میں یہ فقرہ (موت مراد نہیں) کہاں ہے بلکہ اسلامی مناظر کی اس عبارت کا
(کوئی دلیل نہیں) یہ مطلب ہے کہ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے وہاں ''قد خلت ''نہیں اور
جہاں ''قد خلت '' ہے وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں۔

پھر لکھتے ہیں ۱؎ کہ اگر موجبہ کلیہ ہی مان لیں تو لازم آئے گا کہ (نعوذ باللہ) آنحضرت ﷺ رسول نہیں ہیں اور پھر پرچہ کے علاوہ آپ تقریر میں بیان فرماتے ہیں کہ: ’’من قبلہ‘‘ کو صفت الرسل کی بنانا صحیح نہیں۔ کیونکہ صفت موصوف سے مقدم نہیں آتی۔ لیکن میں کہاں تک مفتی صاحب کو نحو سکھاؤں۔ آپ کو معلوم نہیں کہ فاعل کے متعلق لکھا ہے۔ ’’والاصل فی الفاعل ان یلی الفعل ولهذا جاز ضرب غلامه زید وامتنع ضرب غلامه زیدا‘‘ کافیہ ہی پڑھ لیا ہوتا۔ پس الرسل جو خلت کا فاعل ہے اور اصل فاعل میں یہ ہے کہ وہ فعل سے ملا ہوا ہو۔ اس لئے یہاں صفت محلاً مؤخر ہے اور یہ جائز ہے اور قرآن مجید میں بھی صفت مقدم آئی ہے۔ جیسے ’’صراط العزیز الحمید اللّٰہ‘‘ پس آپ نے کافیہ نہیں تو قرآن مجید کو ہی پڑھ لیا ہوتا۔

اور میں نے لکھا تھا کہ روح القدس اموات میں تینوں باتوں کی وجہ سے شامل نہیں ۲؎

۱؎ قادیانی مناظر نے اسلامی مناظر کی تحریر وتقریر کا مطلب نہیں سمجھا۔ کیونکہ اسلامی مناظر کا یہ مطلب ہے کہ اگر خلت کے معنی ماتت کئے جائیں اور الرسل کا الف لام استغراقی تسلیم کیا جائے تو لازم آئے گا کہ ’’نعوذ باللہ‘‘ آنحضرت ﷺ رسول نہیں۔ کیونکہ ’’قد خلت من قبله الرسل‘‘ میں من قبلہ بروئے ترکیب نحوی الرسل کی صفت ونعت نحوی نہیں ہوسکتی۔ اس لئے کہ صفت ولغت نحوی تابع کا قسم ہے اور جو تابع ہو وہ ذکر میں متبوع سے مؤخر ہوتا ہے۔ جیسا کہ تابع کی تعریف سے ظاہر ہے ’’التابع کل ثان ای کل متأخر (کافیه وشرح جامی ص۱۷۷)‘‘ اور جب ’’من قبله الرسل‘‘ کی بروئے ترکیب نحوی صفت نہ ہوسکی تو وہ ’’خلت‘‘ کے متعلق ہوگا۔ جس کا یہ معنی ہوگا کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے سب رسول فوت ہوچکے ہیں۔ ’’وھو کما تری‘‘ اور قادیانی مناظر نے جو کافیہ کی یہ عبارت پیش کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ فاعل کا اصل محل فعل کے ساتھ متصل ہے۔ جس کی وجہ سے ’’ضرب غلامه زید‘‘ میں زید ضمیر مجرور کا مرجع ہوسکتا ہے اور اس سے یہ مراد لینی بالکل غلط ہے کہ صفت ولغت نحوی بھی فاعل سے ذکر میں مقدم ہوسکتی ہے۔ جیسا کہ قادیانی مناظر کو خبط ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی مناظر نے اردو اور انگریزی خوانوں کو دھوکا دینے کے لئے کافیہ کے محض الفاظ یاد کئے ہوئے ہیں اور صراط العزیز الحمید اللہ میں العزیز الحمید اللہ کی صفت ونعت نحوی نہیں۔ بلکہ العزیز الحمید مبدل منہ ہے اور اللہ بدل ہے۔ اب یہ امر آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہوگیا کہ قادیانی مناظر کو نہ کافیہ آتا ہے اور نہ ہی قرآن کا فہم وادراک ہے۔

۲؎ اسلامی مناظر نے جن باتوں کا مکمل طور پر جواب دے دیا ہے۔ قادیانی مناظر عام لوگوں کو مغالط دینے کے لئے پھر پھر بیان کرتا ہے۔ ’’والذین یدعون‘‘ عام ہے اور الاعتبار لعموم اللفظ لا لخصوص المورد۔ ’’اللھم اغفر لکاتبیه ولوالدیه ومن سعیٰ فیه‘‘

ہے۔ باقی تمام معبودان باطلہ جن کے متعلق تینوں باتیں ثابت ہیں وہ اس میں شامل ہیں۔ فرماتے ہیں ''غیر احیاء'' کا لفظ لانے سے ان کی معبودیت کا باطل کرنا مقصود ہے۔ٹھیک ہے معبودیت ان کے مردہ ہونے سے ہی باطل ہوگئی اور غیر احیاء نے اموات کے لفظ کی تفسیر کردی اور آیت کانایأ کلان الطعام میں جو تغلیب [۱] آپ نے لکھی تھی وہ حضرت مریم علیہا السلام کے لحاظ سے تھی اور اب آپ نے تسلیم کرلیا کہ تغلیب مسیح کے لحاظ سے ہے۔ کیونکہ مقصود بالذات انہی کا ذکر ہے کہ وہ پہلے کھانا کھاتے تھے۔لیکن اب نہیں کھاتے اور آیت ''کانت من القانتین'' اور ''وارکعی مع الراکعین'' سے ہمارے استدلال پر بالکل زد نہیں پڑسکتی۔

آپ [۲] فرماتے ہیں کہ: ''حناناً من لدنا وزکوٰۃ'' کا ذکر نہیں کیا۔حضرت میں کیوں ذکر کرتا۔شرط میں لکھا ہے۔قرآن مجید کی قرآن مجید سے تفسیر کی جائے گی۔لہٰذا میں نے اس سے تفسیر کی کہ صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا جہاں کہیں قرآن مجید میں اکٹھا ذکر آیا ہے وہاں مال زکوٰۃ ہی مراد ہے۔

اور ابن [۳] ماجہ کی حدیث کا میں پہلے پرچہ میں جواب دے چکا ہوں کہ جب بخاری کی حدیث ثابت کرتی ہے کہ مسیح مردوں میں شامل ہیں تو یہ حدیث اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی اور بخاری

---

[۱] قادیانی مناظر سخت گھبرا کر ادھر ادھر ہاتھ مار رہا ہے۔مثل مشہور ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔اصل مطلب بالکل صاف ہے کہ مریم علیہا السلام اور ابن مریم دونوں سے تعبیر کرنے کے وقت تذکیر کو تانیث پر غلبہ دے کر کانایأ کلان الطعام کہا گیا اور کانت من القانتین اور وارکعی مع الراکعین بھی کانا کلان کے نظائر ہیں۔

[۲] سبحان اللہ! زکوٰۃ کی تفسیر میں آیت ''حناناً من لدنا وزکوٰۃ'' کو پیش کرنا یہ تفسیر القرآن بالقرآن نہیں تو اور کیا ہے اور لفظ صلوٰۃ کے صدقہ مفروضہ میں کثرت استعمال سے یہ لازم نہیں آتا کہ جہاں لفظ صلوٰۃ ہو وہاں اس سے صدقہ مفروضہ ہی مراد ہو۔

[۳] اسلامی مناظر نے سنن ابن ماجہ کی دو حدیث تردید میں پیش کی ہے۔جس میں آنحضرت ﷺ عیسیٰ بن مریم کی زبانی ان کا نزول بعینہ بیان فرماتے ہیں۔اب قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ بخاری کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو مردوں کی جماعت میں دیکھا۔عجیب بات ہے۔کیونکہ مردوں کی صحبت کرنے والے کی موت کو مستلزم نہیں۔ورنہ آنحضرت ﷺ بھی جب مردوں میں شامل ہوتے ہیں تو فوت ہوجاتے۔

کی حدیث ''امامکم ۱؎ منکم '' بھی اس کے خلاف ہے اور اس کی تردید کرتی ہے۔ ''من ۲؎ نعمرہ '' میں دوامی عمر قطعاً مراد نہیں اور حدیث ''لوکان ۳؎ موسیٰ وعیسیٰ '' کا جواب میں پہلے پرچہ میں دے چکا ہوں اور بڑے بڑے ائمہ نے اسے حدیث تسلیم کیا ہے۔ اس سے آپ نے مان لیا کہ اس سے وفات مسیح ثابت ہوتی ہے۔

اب رہی حدیث ''کیف ۴؎ تھلك امة انا فی اولھا والمھدی فی وسطھا وعیسیٰ بن مریم فی اٰخرھا (مشکوٰۃ ص۵۸۳، باب ثواب ھذا الامة) ''اس حدیث میں امت کے وسط میں مہدی کا آنا قرار دیا گیا ہے۔ حضرت شیعہ صاحبان کے عقائد کی طرح آپ کا عقیدہ قرار دینے کی وجہ میں پہلے پرچہ میں لکھ چکا ہوں اور سنیوں کی طرح ہمارا ۵؎ یہ فتویٰ نہیں کہ ان سے کھانا پینا اور ان کا ذبیحہ حرام ہے۔ حضرت مسیح موعود سب کے متعلق فرماتے ہیں ؎

اے دل تو نیز خاطر ایناں نگاہدار کاخر کنند دعوئے حب پیمبرم

(ازالہ اوہام ص۱۶۴، خزائن ج۳ ص۱۸۲)

۱؎ بیان ہو چکا ہے کہ: ''وامامکم منکم '' حال ہے جو غیریت کو چاہتا ہے۔

۲؎ اسلامی مناظر نے کہا ہے کہ اس سے مراد عمر ہے اور یہ نہیں کہا کہ دوامی عمر مراد ہے۔

۳؎ قادیانی مناظر کے پیغمبر لکھتے ہیں۔ ''یادرہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق وکذب آزمانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات وحیات ہے۔ اگر درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں تو ہمارے سب دعویٰ جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں اور اگر وہ درحقیقت قرآن کریم کی رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان ہے۔ اس کو سوچو'' (تحفہ گولڑویہ ص۱۰۲، خزائن ج۱۷ ص۲۶۴) پیغمبر تو قرآن پر فیصلہ کرنے کی نصیحت کرتا ہے اور اس کا امتی قرآنی ثبوت دینے سے عاجز ہو کر ضعیف بلکہ موضوع حدیثوں پر زور دے رہا ہے۔ طرفہ یہ کہ ان سے بھی اس کا دعویٰ وفات مسیح ثابت نہیں ہوتا۔ [اختتام حاشیہ]

۴؎ یہ حدیث بروئے الفاظ اس طرح ہے۔ ''کیف تھلك امة انا اولھا والمھدی وسطھا والمسیح اٰخرھا (مشکوٰۃ ص۵۸۳، باب ثواب ھذا الامة) ''اور اسلامی مناظر نے بھی اپنے پرچہ نمبر۴ میں اس حدیث کو انہی الفاظ کے ساتھ لکھا ہے۔ امامیہ کا ذکر کرنا یہ قادیانی مناظر کا ڈھکوسلہ ہے جس کا جواب دیا جا چکا ہے۔

۵؎ قادیانی مناظر جابجا شرائط مناظرہ سے تجاوز کر رہا ہے۔ اسلامی مناظر کا یہ فتویٰ نہیں۔ بلکہ اس کا یہ فتویٰ ہے کہ: ''ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مؤمناً ''اور قادیانی جماعت کے ہی تنگ دلی سے خلاف وسعت اسلام فتویٰ ظاہر ہو چکے ہیں۔ مثلاً مرزا قادیانی نے جو خط عبدالحکیم خان صاحب کو لکھا اس میں یہ فقرہ ہے۔ ''ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے'' (حقیقت الوحی ص۱۶۳، خزائن ج۲۲ ص۱۶۷) اور میاں محمود صاحب خلف رشید مرزا قادیانی رسالہ تشحیذ الاذہان پر یہ لکھتے ہیں۔ ''تیسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جن پر تبلیغ نہیں ہوئی ان کا حساب خدا کے ساتھ ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ تبلیغ ان کو ہو چکی ہے یا نہیں۔ کیونکہ کسی کے دلی خیالات پر آگاہ نہیں۔ اس لئے چونکہ شریعت کی بنا ظاہر پر ہے ہم ان کو کافر کہیں گے۔'' (تشحیذ الاذہان ج۶ نمبر۴ ص۱۳۹، اپریل ۱۹۱۱ء)

رہا ا نبوت کے متعلق تو آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ جو مسیح ناصری کے نزول کو مانتے ہیں وہ اسے نبی بھی قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ حجج الکرامہ میں لکھا ہے۔ ’’فانه وان كان خليفة فى الامة المحمدية لكنه رسول ونبى كريم علىٰ حاله لا كما يظن بعض الناس انه ياتى واحداً من هذه الامة بدون نبوة ورسالة ‘‘اور انبیاء سے نبوت کو چھینا جانا آیت ’’ذالك بان الله لم يك مغيراً نعمة انعمها علىٰ قوم حتىٰ يغيروا مابانفسهم ‘‘اور سینوں کے عقیدہ کے بھی خلاف ہے۔ پس اب اہل دانش فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اگر کوئی نبی آنا چاہے تو اس امت سے یا بنی اسرائیل سے ظاہر ہے کہ مطابق آیت ’’وازواجه امهاتهم ‘‘اور مطابق عقائد اسلامیہ کل رسول ابوامتہ آنخضرت ہمارے باپ اور مطابق حدیث بخاری ’’الانبياء اخوة علات ‘‘حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے چچا ہیں تو آنخضرت ﷺ کی روحانی وراثت کسے ملنی چاہئے۔ عقل، نقل، قانون، رواج، شریعت سب یہی کہتے ہیں کہ ۲ بیٹا وارث ہوگا نہ چچا۔ پس نبی کا آنا تو آپ بھی مانتے ہیں اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ وہ آنے والا مسیح نبی اللہ ہوگا۔ پس ہماری بات کہ آنے والا اسی امت سے ہوگا صحیح ہے۔

ہمارے تمام بیانات سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے ہیں اور قرآن مجید ۳

ا اسلامی مناظر تو ’’فان تنازعتم فى شئٍ فردوه الىٰ الله والرسول ‘‘کے مطابق مناظرہ کررہا ہے اور قادیانی مناظر شرائط مناظرہ کی خلاف ورزی کر کے حجج الکرامہ کی عبارت پیش کررہا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ نبوت کے دو رخ ہیں۔ بطون اور ظہور۔ ظہور میں انقلاب آسکتا ہے نہ بطون میں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو بطون میں انقلاب نہ ہوگا۔ بلکہ ظہور میں انقلاب ہوگا کہ آنخضرت ﷺ کی امت میں داخل ہوکر بذریعہ قرآن کریم تجدید اسلام فرمائیں گے۔

۲ قادیانی مناظر جہلاء کے لئے تو ملمع سازی کرتے ہیں۔ لیکن فضلاء کے لئے ان کا مغالطہ مؤثر نہیں ہوسکتا۔ سنئے جناب مناظر صاحب! حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس حیثیت سے کہ بعد النزول وہ مؤمن بالقرآن ہوں گے اور قرآن پر عامل ہوکر آنخضرت ﷺ کی اتباع سے مستفیض ہوں گے اور بذریعہ قرآن تجدید اسلام کریں گے۔ آنخضرت ﷺ کے روحانی بیٹے ہوں گے نہ چچے۔

۳ قادیانی مناظر نے اپنے زعم کے مطابق اپنے پرچہ نمبر ا میں وفات مسیح ابن مریم پر قرآن کریم سے دس دلیلیں پیش کی ہیں جو در حقیقت مغالطات ہیں۔ کیونکہ نو دلیلیں تو ایسی ہیں جن میں مسیح ابن مریم کی وفات کا ذکر تک نہیں اور ایک پہلی دلیل اگرچہ ایسی ہے جس میں مسیح ابن مریم کی وفات کا ذکر ہے۔ لیکن اس دلیل کے متعلق قادیانی مناظر نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ قیامت کو ہوگا۔ جس سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم قیامت سے پہلے وفات پاچکے ہوں گے۔ آج وفات کا ثبوت نہیں اور پھر بھی اسلامی مناظر نے ہر ایک دلیل کی شرط نمبر ا اور شرط نمبر ۲ کے تحت میں رہ کر اجمالی اور تفصیلی طور پر پوری تردید کی ہے۔ جیسا کہ روئیداد مناظرہ سے روشن ہے اور ویسا ہی حال پانچ حدیثی دلیلوں کا ہے اور اسلامی مناظر نے دو قرآنی دلیلیں اور دو حدیثی دلیلیں اپنے پرچہ نمبر ا میں اپنے دعویٰ حیات مسیح ابن مریم کے اثبات کے لئے بیان کی ہیں اور شرط نمبر ۲ کے تحت میں رہ کر ایسے استدلال کئے ہیں جن کا قادیانی مناظر کوئی جواب نہیں دے سکا۔ ناظرین پڑھ کر خود فیصلہ کریں گے۔

اوراحادیث سےان کی وفات ثابت ہےاوران کی وفات سے آنحضرت ﷺ کی فضیلت ۱؎ ظاہر ہوتی ہے۔اسی واسطے مسیح موعود(مرزا قادیانی) فرماتے ہیں۔

قدمات عیسیٰ مطرقا ونبیناً ——— حی وربی انہ وافانی

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۹۳،خزائن ج۵ص۵۹۳)

کیونکہ زندہ وہی ہوتا ہے جس کا کام زندہ ہو۔جس کی قوم زندہ۔جس کا دین زندہ ہو۔ لیکن عیسائیت مرچکی۔عیسائی بلحاظ دین مرچکے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کام ختم ہو چکا۔اب رسول اللہ ﷺ کے دین کو تازہ کرنے کے لئے آپ کے خادم (کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں امتی اور خادم ہونے کی قابلیت نہیں) ہی آئیں گے نہ کوئی اور پیارو! آنے والا آچکا اوراس نے اپنے مقابل پر بلایا اوراس نے توفی کے لفظ کے متعلق ۲؎ ایک ہزارروپیہ انعام دینے کا وعدہ دیا۔ مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ اس انعام کو حاصل کرسکے۔

پس جب وفات ۱؎ ثابت ہوگئی تو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی صداقت بھی ثابت ہوگئی۔پس ۲؎ یادرکھو کہ مسیح کا آسمان سے اترنا محض جھوٹا خیال ہےاورکوئی آسمان سے نہ

۱؎ اسلامی مناظر نے یہ بات مدلل کردی ہے کہ علت افضلیت کمال ہے۔نہ عمر کا زیادہ ہونا۔

۲؎ یہ اردوخوانوں اورانگریزی خوانوں کے لئے سخت مغالطہ ہے۔کیونکہ جب یہ کہا جاتا ہے کہ توفی باب تفعل سے ہو اور فاعل خداتعالیٰ ہو اور مفعول ذی روح ہو تو وہاں ضرور قبض کے معنی ہوتے ہیں۔اگراس کے برخلاف کوئی دکھائے تو ایک ہزارروپیہ انعام دیا جائے گا تو اردوخوان اورانگریزی خوان سمجھتے ہیں کہ مسیح ابن مریم فوت ہوچکے ہیں اور بوجہ عربیت سے ناواقف ہونے کے یہ نہیں سمجھتے کہ توفی مع القیود المذکورہ سے قبض روح کے معنی مراد لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آیت توفی یاعیسیٰ انی متوفیک ای ممیتک اورآیت تخاطب یعنی ’’فلما توفیتنی ای امتنی ‘‘وفات مسیح ابن مریم کو ثابت کرتی ہیں۔کیونکہ آیت ’’توفی‘‘ سے برتقدیر تفسیر ممیتک بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اورآیت تخاطب سے برتقدیر تفسیر امتنی جیسا حیات مسیح ابن مریم ثابت نہیں ہوتی۔ویسا ہی وفات مسیح ابن مریم ثابت نہیں ہوتی جو مفصل بیان ہوچکا۔

۱؎ پس اب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں حیات مسیح ابن مریم قرآن کریم سے ثابت کردی تو حسب تحریر مرزا قادیانی مرزا قادیانی کے سب دعویٰ جھوٹے اورسب دلائل ہیچ ہوئے۔

۲؎ یہ کیسا ڈھکوسلہ بدیہی ابطلان ہے۔کیونکہ قیامت کا وقوع سب اہل اسلام کے نزدیک مسلم ہے اورتمام اہل اسلام کو قیامت کے وقوع کے ساتھ اس لئے ایمان ہے کہ مخبر صادق اورقرآن کریم نے اس کے وقوع کی خبر دی ہے۔اگر قادیانی مناظر کے اس ڈھکوسلے کو صحیح مانا جائے تو قیامت کا وقوع بھی باطل ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ یوں کہہ سکتے ہیں۔پس یادرکھو کہ قیامت کا وقوع محض جھوٹا خیال ہے۔قیامت کوئی نہ ہوگی۔قیامت کے ماننے والے جواب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گےاورکوئی ان میں سے قیامت کو نہ دیکھے گا اور پھران کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اوران میں سے بھی کوئی آدمی قیامت کو نہ دیکھے گا اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی۔وہ بھی قیامت کو نہ دیکھیں گے۔تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ دراز گذر چکا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی۔مگر قیامت واقع نہیں ہوئی۔تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہوجائیں گے اوراس عقیدہ کو ہی اختیار کریں گے کہ قیامت نہیں ہوگی اور قیامت کا وقوع حق واجب الایمان ہے۔پس ثابت ہوا کہ یہ ڈھکوسلہ باطل ہے۔قادیانی مناظر کے تمام پرچے ایسی ہی خیالی اوروہمی باتوں سے ہی بھرے ہوئے ہیں۔

اترے گا۔ ہمارے سب مخالف جواب زندہ موجود ہیں۔ وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہ دیکھے گا اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے اترتا نہ دیکھے گا اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی۔ وہ بھی حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھیں گے۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا اور دوسرے رنگ میں آ گئی۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک آسمان سے نہ اترے۔ تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور اس عقیدہ کو ہی اختیار کریں گے کہ وہ وفات پا چکے ہیں اور اگر مفتی صاحب [1] ابھی ایک مثال جس میں کہ توفی باب تفعل سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل اور مفعول ذی روح ہو اور اس کے معنی بجسدہ العنصری آسمان پر لے جانے کے ہوں پیش کریں تو میں ابھی نقد پچاس روپیہ مفتی صاحب کو انعام دوں گا۔ قرآن مجید حدیث یا لغت سے پیش کریں۔ اب میں آخر میں دعاء کرتا ہوں۔ اے ہمارے قادر خدا۔ ہماری عاجزانہ دعائیں سن لے۔ اس قوم کے کان اور دل کھول دے۔

اور ہمیں وہ وقت دکھا کہ باطل معبودوں کی پرستش دنیا سے اٹھ جائے اور زمین پر تیری پرستش اخلاص سے کی جائے اور زمین تیرے راست باز اور موحد بندوں سے ایسی بھر جائے۔ جیسا کہ سمندر پانی سے بھرا ہوا ہے اور تیرے رسول کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت اور سچائی دلوں میں بیٹھ جائے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ جو ہر ایک طاقت اور قدرت تجھ کو ہے۔ اے قادر خدا ایسا ہی کر۔ آمین! ”والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ“

مناظر: جلال الدین شمس، مولوی فاضل — حاکم علی پریزیڈنٹ جماعت احمدیہ

۱۹/اکتوبر ۱۹۲۴ء — بسم اللہ الرحمن الرحیم! — پرچہ نمبر ۵

از مفتی غلام مرتضیٰ صاحب

اسلامی مناظر

”سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم ۰ فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الیٰ اللہ والرسول“

---

[1] یہ عوام کے لئے مغالطہ ہے۔ ورنہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے یہ کب دعویٰ کیا ہے کہ میں توفی سے رفع جسمانی ثابت کرتا ہوں۔ بلکہ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ: ”وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ“ سے بالحاظ بل ابطالیہ وقصر قلب یہ امر ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔

حضرات سامعین! یہ میرا آخری پرچہ ہے۔ آپ کو میں اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے ''رفع الیٰ اللّٰہ ''اور ''بل ابطالیہ ''اور قصر قلب ''بل ۱؎ رفعہ اللّٰہ الیہ'' سے لے کر اور لام تاکید اور نون تاکید ثقیلہ اور مرجع ابن مریم ہونا لیؤمنن بہ قبل موتہ سے لے کر ان سپاہیوں سے ایک لشکر تیار کیا اور پھر میں نے ان کو ہتھیار مطابق شرائط جنگ مناظرہ پہنا کر میدان میں بھیجا۔ الحمدللہ کہ اس میرے لشکر زبردست کا فریق مخالف مقابلہ نہ کر سکا۔ بلکہ اس نے شکست کھائی۔ میں نے یہ ہتھیار نہایت کوشش سے تیار کئے تھے۔

۱؎ اس کی تشریح یہ ہے کہ آیت ''وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ'' سے اسلامی مناظر نے شرط نمبر۲ کے تحت میں رہ کر چند باتیں قطعی طور پر ثابت کر دی ہیں۔ پہلی یہ کہ رفع الیٰ اللہ سے مراد آسمان کی طرف اٹھائے جانا ہے اور اس تفسیر کی تائید میں دو حدیثیں اور ایک آیت اور عقلی شہادت پیش کی گئی ہے اور نیز اس تفسیر کی تائید میں مرزا قادیانی کا قول پیش کیا گیا ہے اور دوسری یہ کہ اس آیت میں بقرینہ نفی بل ابطالیہ ہے اور بل ابطالیہ میں یہ ضروری ہے کہ وہ وصف جس کا ابطال مقصود ہوا اور وہ وصف جس کا اثبات مقصود ہو ان دونوں وصفوں کے درمیان تنافی وضدیت ہو۔ دیکھو آیت ''ام یقولون بہ جنۃ بل جاء ھم بالحق (مؤمنون)'' اور آیت ''ویقولون ائنا لتارکوا الھتنا لشاعر مجنون بل جاء بالحق (صافات:۳۶)'' اور آیت ''وقالوا اتخذ الرحمن ولداً سبحانہ بل عباد مکرمون (انبیاء:۲۶)'' پس بل ابطالیہ کے مقتضا کے لحاظ سے یہ ثابت ہوا کہ ''بل رفعہ اللّٰہ الیہ'' سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح ابن مریم کو زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اٹھالیا ہے۔ کیونکہ وہ وصف جس کا ابطال مقصود ہے۔ یعنی قتل المسیح اور وہ وصف جس کا اثبات مقصود ہے۔ یعنی رفع المسیح ان دونوں وصفوں کے درمیان تنافی وضدیت اسی صورت میں متصور ہوتی ہے کہ جب ''بل رفعہ اللّٰہ الیہ'' سے بصورت زندگی رفع جسمانی مراد لی جائے اور اگر رفع روحانی مراد لی جائے تو قتل المسیح اور رفع المسیح کے درمیان تنافی وضدیت نہ ہوگی اور قادیانی مناظر اس بل ابطالیہ کے استدلال کا شرط نمبر۱ اور شرط نمبر۲ کے تحت میں رہ کر کوئی جواب نہیں دے سکا۔ جیسا کہ روئیداد مناظرہ سے روشن ہے اور میں نہایت زور سے اعلان کرتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ مرزائی جماعت میں سے کوئی فرد بھی قیامت تک اس کا جواب نہ دے سکے گا اور تیسری یہ کہ: ''وما

قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه ‘‘قصر قلب ہے اور قصر قلب میں یہ ضروری ہے کہ: ’’احد الوصفين ‘‘دوسری وصف کا ملزوم نہ ہو، تاکہ مخاطب کا اعتقاد متکلم کے اعتقاد کے برعکس متصور ہو اور قصر قلب کا یہ مقتضیٰ بھی اسی صورت میں پورا ہوتا ہے کہ جب ’’بل رفعه الله اليه ‘‘سے یہ مراد لی جائے کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح ابن مریم کو زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اٹھالیا ہے۔ کیونکہ اگر رفع روحانی مراد لی جائے تو چونکہ مسیح ابن مریم مقربین سے ہے۔ اس لئے قتل المسیح کو رفع المسیح لازم ہوگا اور یہ قصر قلب کے خلاف ہے اور قادیانی مناظر اس قصر قلب کے استدلال کا بھی شرط نمبر۲ کے تحت میں رہ کر کوئی جواب نہیں دے سکا۔ جیسا کہ روئیداد مناظرہ سے واضح ہے اور میں نہایت زور سے اعلان کرتا ہوں کہ انشاء اللہ مرزائی جماعت میں سے کوئی فرد بھی قیامت تک اس کا جواب نہ دے سکے گا اور اس دلیل ’’وما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه ‘‘میں یہ خوبی ہے کہ یہ قرآن کریم کا فقرہ ہے اور اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر نام وذکر ہے اور رفعہ صیغہ ماضی کا ہے اور یہ جملہ خبریہ تنجیز یہ ہے اور مرزائی جماعت جو مغالطات برنگ دلائل پیش کرتے ہیں ان میں قرآن کریم کا ایسا فقرہ کوئی نہیں جو ان صفات مذکورہ کا جامع ہو اور آیت ’’وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ‘‘کے متعلق اسلامی مناظر نے شرط نمبر۲ کے تحت میں رہ کر چند امور ذکر کئے ہیں۔ اوّل یہ کہ تمام نحویوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس فعل مضارع کے اخیر میں نون تاکید ثقیلہ ہو اور ابتداء میں لام تاکید ہو اس فعل مضارع سے زمانہ استقبال اور خبر دینی مراد ہوتی ہے۔ جیسا لیؤمنن میں۔ دوسرا یہ کہ موتہ کی ضمیر کا مرجع ابن مریم ہے۔ ایک سیاق کلام کے لحاظ سے اور دوسرا مولوی نورالدین صاحب نے بھی اس ضمیر کا مرجع مسیح ابن مریم کو قرار دیا ہے۔ جن کی مرزا قادیانی کے دینی رنگ میں اعلیٰ درجہ کی توثیق کی ہے اور تیسرا حضرت ابوہریرہؓ کی روایت بھی اسی کو ثابت کرتی ہے کہ موتہ کی ضمیر کا مرجع مسیح ابن مریم ہے اور ان امور مذکورہ کے لحاظ سے آیت ’’وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ‘‘کا یہ مطلب ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ تمام اہل کتاب موجود وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے۔ چونکہ ابھی تک تمام اہل کتاب کا اتفاق علی الایمان نہیں ہوا۔ اس لئے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ ہیں۔ قادیانی مناظر اس دلیل کا بھی شرط نمبر۱ و شرط نمبر۲ کے مطابق کوئی جواب نہیں دے سکا۔ جیسا کہ روئیداد مناظرہ سے روشن ہے۔

اور دو[1] خادم یعنی دوحدیثیں بھی اس لشکر کو رسد پہنچا کر تقویت دے رہی تھیں اور پھر یہ بات قابل غور ہے کہ منطوق [2] دلائل کا عام دلائل مقابلہ نہیں کر سکتے۔ دیکھو ’’والمطلقات یتربصن باانفسھن ثلثة قروءٍ (بقرہ:۲۲۸)‘‘ ہیں۔ حاملہ اور غیر حاملہ اور شوہر دیدہ اور شوہر نادیدہ اور حائضہ اور غیر حائضہ سب داخل ہیں۔ لیکن یہ آیت عام ان آیات خاص کا مقابلہ نہ کر سکیں۔

---

[1] اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۲ میں قرآنی دلائل کے علاوہ دوحدیثیں بھی پیش کی ہیں۔ ایک ’’ینزل عیسیٰ بن مریم الیٰ الارض فیتزوج ویولدله (مشکوٰۃ ص ۴۸۰، باب نزول عیسیٰ، کتاب الفتن)‘‘ اور دوسری ’’لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً (مشکوٰۃ ص ۴۸۰، باب نزول عیسیٰ، کتاب الفتن)‘‘ اور ان دونوں حدیثوں سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ ان دونوں حدیثوں کے الفاظ سے حقیقی معانی مراد ہیں۔ نہ مجازات۔ کیونکہ بروئے قواعد فن بیان مجاز وہاں لی جاتی ہے۔ جہاں حقیقت متعذر ہو اور مرزا قادیانی ان حدیثوں میں حقیقت کے امکان کے قائل ہیں۔ مرزا قادیانی فرماتے ہیں۔ ’’بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۱۰۰، خزائن ج۳ص ۱۹۷) اور بلحاظ قانون فن بیان اور مرزا قادیانی کے تسلیم امکان ان دوحدیثوں سے بھی حیات مسیح ابن مریم ثابت ہوگئی اور قادیانی مناظر ان حدیثوں کا بھی شرط نمبر۱ و شرط نمبر۲ کے مطابق کوئی جواب نہیں دے سکے گا۔ جیسا کہ روئیداد مناظرہ سے واضح ہے۔

[2] قادیانی مناظر نے جو وفات مسیح ابن مریم کے ثابت کرنے کے لئے مغالطات برنگ دلائل پیش کئے ہیں ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں جن کے عموم سے استدلال کیا گیا ہے اور مسیح ابن مریم کی شخصیت کا ان میں کوئی ذکر نہیں۔ جیسے ’’ویوم نحشرھم جمیعاً ثم نقول للذین اشرکوا مکانکم انتم وشرکائکم فزیلنا بینھم وقال شرکائھم ماکنتم ایانا تعبدون فکفیٰ باللّٰہ شھیداً بیننا وبینکم ان کنا عن عبادتکم لغافلین (یونس:۲۹)‘‘ اور ’’ما محمد الارسول قد خلت من قبله الرسل فان مات اوقتل انقلبتم علیٰ اعقابکم (آل عمران:۱۴۴)‘‘ اور ’’والذین یدعون من دون اللّٰہ لا یخلقون شیئاً وھم یخلقون اموات غیر احیاء وما یشعرون ایّان یبعثون (نحل:۲۱)‘‘ اور ’’فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون (اعراف:۲۵)‘‘ اور ’’ولکم فی الارض مستقر ومتاع الیٰ حین (بقرہ:۳۹)‘‘ اور ’’الم نعجل الارض کفاتاً احیاءً وامواتاً (مرسلات:۲۶)‘‘ اور

’’ومن نعمره ننكسه فى الخلق افلا يعقلون (يٰسين:٦٨) ‘‘اور’’منكم من يتوفى ومنكم من يرد الىٰ ارزل العمر لكيلا يعلم بعد علم شيئاً (الحج:٥) ‘‘اسلامی مناظر نے ان آیات عامہ کے تفصیلی جوابات دے کر پھر اپنے پرچہ نمبر۵ میں اجمالی واصولی طور پر بھی جواب دیا ہے۔جس کی توضیح یہ ہے کہ یہ امر مسلم ہے کہ عام دلیل خاص منطوق دلیل کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ دیکھو ’’والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلثة قروء ‘‘یعنی مطلقہ عورتوں کے لئے عدت تین حیض ہیں۔ یہ آیت اپنے عموم کے لحاظ سے حاملہ اور غیر حاملہ شوہر دیدہ اور شوہر نادیدہ حائضہ اور غیر حائضہ سب کو شامل ہے اور اس سے ان سب کی عدت تین حیضیں ثابت ہوتی ہے اور دیکھو’’يا ايها الذين اٰمنوا اذا نكحتم المؤمنات ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فما لكم عليهن من عدة تعتدونها (احزاب:٤٩) ‘‘یعنی اے ایمان والو!جب تم ایمان والی عورتوں سے نکاح کرو اور پھر قبل میں ان کو مطلقہ کردو تو ان عورتوں کے لئے کوئی عدت نہیں۔ یہ مطلقہ شوہر نادیدہ کے لئے خاص منطوق دلیل ہے اور دیکھو’’واللتى يئسن من المحيض من نسائكم ان ارتبتم فعدتهن ثلثة اشهر واللئيى لم يحضن واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن (بقره:٢٣٧) ‘‘یعنی وہ عورتیں جن کی وجہ کبرسنی کے حیض بند ہوچکی ہے اور وہ عورتیں جن کو ابھی حیض آئی ہی نہیں۔ان کی عدت تین مہینے ہے اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔ یہ آیت غیر حائضہ اور حاملہ کے لئے خاص منطوق دلیل ہے۔ یہاں یہ عام دلیل ان خاصہ منطوقہ دلیلوں کا مقابلہ نہیں کرسکی۔ بلکہ اس عام دلیل کے حکم سے شوہر نادیدہ اور غیر حائضہ اور حاملہ عورتیں ان دلائل خاصہ منطوقہ کی وجہ سے مستثنیٰ ہیں اور دیکھو’’انا خلقنا الانسان من نطفة ‘‘اور’’خلقه من تراب ‘‘ویسا ہی چونکہ آیت’’وما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه ‘‘اور آیت’’وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته (نساء:١٥٩) ‘‘ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے لئے خاص منطوق دلیلیں ہیں۔ یہ عام دلائل پیش کردہ قادیانی مناظر ان کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی مناظر نے قادیانی مناظر کے عام دلائل کا یہ اجمالی واصولی طور پر جواب دیا ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ مختوم محمد صدیق صاحب امیر جماعت احمدیہ کے فہم وادراک پر کہ انہوں نے اپنے اشتہار میں یہ لکھا ہے۔’’طلاق اور حیض والی عورتوں کے مسائل سنانے شروع کر دیئے۔ غیر متعلقہ مسائل کے بیان کرنے سے سمجھدار طبقہ پر ظاہر ہوگیا کہ مفتی صاحب سخت گھبرا گئے ہیں اور ان کا علمی ذخیرہ ختم ہوگیا۔تب ہی تو حیات مسیح کے مسئلہ کو چھوڑ کر حیض اور طلاق کے مسائل بیان کرنے لگ گئے۔‘‘ اب اہل علم فیصلہ کرسکتے ہیں کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر کے یہ مضمون حسب قول مختوم صاحب غیر متعلقہ ہے یا موضوع مناظرہ کے ساتھ چسپاں ومربوط ہے۔ مختوم صاحب اس فہم وادراک میں معذور ہیں۔ کیونکہ ان کی علمی بضاعت اسی قدر ہے۔

’’یـا ایها الذین اٰمنوا اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فمالکم علیهن من عدة تعتدونها‘‘ اور’’ والـلتی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتهن ثلاثة اشهروا للائیی لم یحضن واولات الاحمال ان یضعن حملهن (بقرہ:۲۳۷)‘‘ اور آپ [۱] جو تاریخ نبوت بیان کرتے ہیں۔ وہ ہمارے اوپر حجت نہیں بلکہ اس لحاظ سے کہ الہام نے مرزا قادیانی کو نبی بنایا ہے۔ اس لئے جب سے وہ ملہم ہیں اس وقت سے نبی ہیں اور ابن عباسؓ تو صحابی ہیں جو شرائط کے مخالف نہیں اور ابن (اس کا بیان ہو چکا ہے) عباسؓ کا متوفیک سے ممیتک مراد لینا اس امر کو ثابت نہیں کرتا کہ ابن عباسؓ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام مر چکے ہیں۔ بلکہ اسی آیت ’’انی متوفیك‘‘ سے

---

[۱] اسلامی مناظر کا یہ مطلب ہے کہ دعویٰ نبوت کی جو تاریخ مرزا قادیانی اور ان کے مریدین بیان کرتے ہیں وہ ہمارے اوپر حجت نہیں۔ کیونکہ ہم ان کو مفتری اعتقاد کرتے ہیں اور اسلامی مناظر نے مرزا قادیانی کی تین کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ چشمہ معرفت، ازالہ اوہام، براہین احمدیہ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان کتابوں کی تصنیف کے وقت مرزا قادیانی کی کیسی حالت تھی۔ مرزا قادیانی اپنی کتاب چشمہ معرفت میں لکھتے ہیں ’’اور خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں۔ اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہوسکتی ہے۔‘‘ (چشمہ معرفت ص۳۱۷، خزائن ج۲۳ ص۳۳۲) اور مرزا قادیانی ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں ’’اور فرمان جعلناک المسیح ابن مریم نے اس کو درحقیقت وہی بنادیا ہے۔ ’’وکـان الله علیٰ کل شیٔ قدیر‘‘ اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی اور احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کے رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے۔ ’’ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمه احمد‘‘ (ازالہ اوہام ص۶۷۳، خزائن ج۳ ص۴۶۳) اور اسلامی مناظر نے براہین احمدیہ کی عبارت بطور الزام نہیں پیش کی۔ جیسا کہ اس نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں تصریح کی ہے اور اگر بطور الزام پیش کی جائے تو پھر بھی شرط نمبر۱ کے خلاف نہیں۔ کیونکہ مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کی علت الہام ہے اور بوقت تصنیف براہین احمدیہ مرزا قادیانی ملہم تھے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کی علت نفس الہام نہیں۔ بلکہ کثرت الہام ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کو پہلے پہلے ’’اقراء باسم ربك الذی خلق‘‘ کا وحی ہوا تو اسی وقت نبوت کا دور شروع ہوگیا نہ یہ کہ قرآن کے کثیر حصہ کے نزول کے بعد نبی بنے تو اس لحاظ سے جب مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت ہے تو ان کو اور ان کے مریدوں کو یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ مرزا قادیانی جب سے ملہم ہیں تب سے ہی اپنے زعم میں نبی ہیں۔

رفع جسمانی ثابت ہوتی ہے اور الرافع کا معنی اعزاز دہندہ کو یہ منافی [۱] نہیں کہ رفع جسمانی بھی مراد لی جاوے یا رفع روحانی ہی مراد لی جاوے اور امتی [۲] کے متعلق مضمون پرچہ میں کاٹا گیا ہے۔ اگر کوئی فقرہ رہ گیا ہو تو مضائقہ نہیں اور فقرہ (اس کی تفصیل گذر چکی ہے) حدیث ’’ثم رفعت الیٰ سدرة المنتھیٰ ‘‘میں ظاہر ہے کہ گو فاعل مذکور نہیں۔ لیکن یہ رفع فی الحقیقت من جانب اللہ ہے جو اس لحاظ سے فاعل اللہ اور مفعول ذی روح ہے اور ’’انی مھاجر الیٰ ربی ‘‘ وغیرہ میں رفع الیٰ اللہ کا ذکر نہیں۔ بلکہ ہجرت الیٰ اللہ یا فرار الیٰ اللہ وغیرہ اور ’’ثم اتموا الصیام الیٰ اللیل ‘‘ سے صاف ظاہر ہے کہ رات ہوتے ہی افطار کیا جاوے۔ یہ نہیں ثابت ہوتا کہ تمام رات گذار کر اخیر جزو رات میں افطار کیا جاوے۔ تو یہی حال رفع الیٰ اللہ یعنی رفع الیٰ السماء کا ہے اور مطابق ’’فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ‘‘جب’’وقولھم انا قتلنا المسیح ‘‘ سے یہود کا اعتقاد معلوم ہے تو پھر تورات کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے اور استثناء باب ۲۱ص ۳۰۳ میں درج ہے کہ مجرم مصلوب ملعون ہوتا ہے نہ کہ مطلق مصلوب اور ابن مریم کا بنی اسرائیل کی طرف رسول ہو کر آنا اس کے منافی نہیں کہ مجدد ہو کے اخیر زمانہ میں آوے اور میرے مناظر صاحب نے جو کئی ایک نمبر دے کر قریباً ۲۲ باتیں لکھی ہیں۔ ان کا قرآن کریم کے لفظوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ آپ کا فرض تھا کہ پہلے مضمون لکھتے اور پھر اس پر آیت قرآنی یا حدیث نبوی پیش کرتے اور معراج کی رات کو آنحضرت ﷺ کا عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھنا اس سے موت لازم نہیں آتی اور ’’لکن شبہ لھم ‘‘کے قصہ کو آپ نے کیوں چھیڑ دیا۔ ہم نے تو ’’بل رفعه الله الیه سے مع ‘‘لحاظ’’وقولھم انا قتلنا السمیح ‘‘ حیات مسیح علیہ السلام ثابت کی ہے۔ بلکہ قابل غور یہ بات ہے کہ: ’’بل رفعه الله الیه ‘‘میں بل [۳] ہے۔ جو ماضی پر داخل

---

[۱] کیونکہ کنایت اور حقیقت دونوں معاً مراد ہو سکتی ہیں۔

[۲] اسلامی مناظر نے جب یہ فقرہ لکھ دیا ہے تو تمام مناظرہ میں سے اسی بات پر زور دینا یہ قادیانی مناظر کی شکست کی دلیل ہے۔

[۳] اسلامی مناظر نے اس فقرے کے ساتھ مرزائی عقیدہ کی تردید کی ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریم صلیب پر چڑھائے گئے۔ لیکن کھینچ کر زندہ اتر آئے اور کچھ عرصہ زمین پر گذار کر فوت ہو گئے اور تردید کی تفصیل یہ ہے کہ آیت ’’وما قتلوہ یقیناً بل رفعه الله الیه ‘‘میں بل ابطالیہ ماضی پر داخل ہے اور بل ابطالیہ جس ماضی پر داخل ہو اس ماضی کی ماضویت ماقبل بل کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ ’’ام یقولون به جنة بل جاء ھم بالحق ‘‘میں ایتان بالحق پہلے ہے اور نسبت جنون پیچھے ہے۔ ویسا ہی ’’بل رفعه الله الیه ‘‘ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم کی رفع پہلے ہے اور واقعہ قتل پیچھے ہے۔ یعنی مسیح ابن مریم صلیب پر چڑھائے ہی نہیں گئے۔

ہےاور بلحاظ’’ام یقولون به جنة بل جاء هم بالحق ‘‘وغیرہ ضروری ہے کہ اس ماضی کی ماضویت ماقبل کے لحاظ سے ہو۔ پس ثابت ہوا کہ واقعہ یہود پیچھے ہوا اور پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے تو اس سے عقیدۂ احمدی کی تردید ہوتی ہے اور میرے مناظر صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تو آنحضرتﷺ کی افضلیت پر بڑا زور دیا۔ لیکن مرزا قادیانی پھر یہ کیوں فرماتے ہیں۔

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا منم محمدؐ واحمد کہ مجتبیٰ باشد

اور پھر مرزا قادیانی اپنی کتاب چشمۂ معرفت میں کیوں بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس قدر معجزات دیئے گئے ہیں کہ اگر وہ معجزات ہزار نبی پر تقسیم کئے جاویں تو ہر ایک کی نبوت ثابت ہوجاتی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرتﷺ کی امت میں داخل ہوکر شرف امتی حاصل کرنے کے لئے زندہ ہیں جو امت محمدیہ میں داخل ہوکر تجدید دین کریں گے اور ہم لوگ تو اس بات کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں کہ۔

کلهم [1] من رسول الله ملتمس غرقا من البحر اورشفا من الديم

اور میں نے پہلے پرچہ میں لکھ دیا ہے کہ:’’وان من اهل الكتاب الا‘‘ میں استثناء بعد نفی کے ہے جو مفید ایجاب ہے اور ایجاب میں اتنا ہی ضروری ہے کہ بوقت ثبوت محمول موضوع موجود ہو بشرطیکہ محمول وجود اور تقرر اور ذاتی نہ ہو۔

افسوس! جان بوجھ کر چھیڑتے ہیں اور دیکھو(اس کی تشریح ہوچکی ہے) ’’يا عيسىٰ انى متوفيك ‘‘میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ بجسدہ العنصری مرفوع ہونا مطابق بمعنی ابن عباسؓ نیز ثابت ہے۔ کیونکہ متوفیک سے ممیتک مراد لیا جاوے تو بھی بلحاظ ہر چہار ضمائر خطاب اور بلحاظ واؤ عاطفہ یہ ماننا پڑتا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور واؤ عاطفہ کے متعلق قاعدہ نحوی متعلق عدم ترتیب ملاحظہ ہو اور نیز’’ادخلوا الباب سجداً وقولوا حطة (بقرہ:۵۸)‘‘ ’’وقولوا حطة وادخلوا الباب سجداً (اعراف:۱۶۱)‘‘ ملاحظہ ہو۔

---

[1] یہ بیت قصیدہ بردہ کا ہے۔ یعنی آنحضرتﷺ مجمع کمالات ہیں اور دیگر انبیاء کے کمالات کو آنحضرتﷺ کے کمالات کے ساتھ وہ نسبت ہے جو ایک چلی کو دریا کے ساتھ نسبت ہے یا ایک چوسنے کو باران کے ساتھ نسبت ہے اور پھر یہ کمالات بھی دیگر انبیاء نے آنحضرتﷺ سے حاصل کئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرتﷺ بمنزلہ آفتاب ہیں اور دیگر انبیاء بمنزلہ چاند کے ہیں۔

اخیری فیصلہ

"قال[1] رسول اللهﷺ بداء الاسلام غريباً ثم سيعود كما بداء (کنزالعمال حدیث۱۲۰۱، ج۱ ص۲۴۰)"اورنیز"قال رسول اللهﷺ ان الايمان ليازر الىٰ المدينة كما تازر الحية الىٰ حجرها (کنزالعمال حدیث۱۱۹۷ ج۱ ص۲۳۹)"

دیکھو کہ مدینہ طیبہ میں اس وقت کوئی احمدی جماعت میں سے نہیں ہے۔ بلکہ کلہم دوسرے مسلمان ہیں۔اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس مذہب کا نام اسلام ہے۔ مذہب احمدی اس میں داخل نہیں ہے۔ بلکہ مذہب اسلام کے سوائے جو اور مذاہب ہیں۔ان میں سے ہے۔پس ثابت ہوا کہ مطابق"ان الدين عند الله الاسلام" کے یہ مذہب احمدی حق نہیں۔

دستخط	دستخط
مفتی غلام مرتضیٰ (اسلامی مناظر)	مولوی غلام محمد بقلم خود از گھوٹہ متصل ملتان پریزیڈنٹ اسلامی جماعت

دعاء

اے ہمارے قادر مطلق ہماری مخلصانہ دعائیں سن لے۔اس قوم کے کان اور دل کھول دے جو تیرے حبیب خاتم النبیین کے سایہ سے لوگوں کو نکال کر متنبّی کے سایہ کے نیچے داخل کرنے کی کوشش میں ہیں اور ہمیں وہ وقت دکھا کہ بمطابق پیش گوئی"ليظهره على الدين كله" تمام ادیان باطلہ اٹھ جائیں اور تمام دنیا میں دین اسلام ہی پھیل جائے اور ہر جگہ اور ہر ملک میں محمد رسول اللہ کے نعرے بلند ہوں جو معلم توحید ہے۔

ناظرین

غور فرماویں کہ جو شخص مؤمن ہے وہ مطابق آیہ"والذين آمنوا اشد حبا لله" اللہ تعالیٰ کا عاشق ہے۔کیونکہ شدت محبت ہی کو عشق کہتے ہیں اور معشوق جب ایک امر کے متعلق فیصلہ کردے تو عاشق من حیث ہو عاشق کا یہ حق نہیں کہ اس فیصلہ کی مصلحت دریافت کرے۔اگر مصلحت دریافت کرے تو وہ عاشق الٰہی نہیں تو پھر مطابق آیۂ مذکورہ وہ مؤمن بھی نہیں۔

---

[1] یعنی فرمایا حضرت محمد رسول اللہﷺ نے کہ اسلام غربت میں شروع ہوا اور عنقریب غربت کی طرف رجوع کرے گا۔جیسا کہ شروع ہوا اور نیز فرمایا رسول اللہﷺ نے یقیناً ایمان واپس ہوگا۔ طرف مدینہ طیبہ کی جیسا کہ سانپ اپنے سوراخ کی طرف واپس ہوتا ہے۔

روئیداد مناظرہ کے پڑھنے سے روشن ہوگیا ہوگا کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے آیہ مذکورہ پر پورا پورا عمل کیا ہے اور قادیانی مناظر نے خلاف، اور نیز روشن ہوگیا ہوگا کہ مطابق ''اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال '' کے اسلامی مناظر نے قادیانی مناظر کے تمام دلائل کے جانب مخالف کے احتمالات راجحہ بلکہ بقینیہ پیدا کر کے اس کے تمام استدلالات کو باطل کر دیا ہے اور قادیانی مناظر اسلامی مناظر کے دلائل کے جانب مخالف کا احتمال مرجوح بھی نہیں دکھا سکا۔

علماء وفضلاء حاضرین مناظرہ کثیرالتعداد کے آراء حقہ متعلق مناظرہ موصول ہوچکی ہیں۔ ان میں سے بوجہ خوف طوالت فقط چند علماء وفضلاء کی آراء حقہ بطور مشتے نمونہ خروار ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہیں۔ جن کے مطالعہ سے مفتی صاحب اسلامی مناظر کے دلائل قویہ اور تبحر علمیہ کا پتہ چلتا ہے۔

عالم بیمثل فاضل بے بدل علامہ دہر حضرت مولانا مولوی غلام محمد صاحب
ساکن گھوٹہ ضلع ملتان پریزیڈنٹ (اسلامی جماعت)

احقر بحیثیت صدر جماعت اسلامیہ مناظرہ واقعہ موضع ہریا ضلع گجرات بتاریخ ۱۸، ۱۹؍اکتوبر ۱۹۲۴ء ظاہر کرتا ہے کہ جماعت اسلامیہ کی طرف سے ہمارے ملک کے مشہور فاضل مفتی غلام مرتضیٰ صاحب ساکن میانی ضلع شاہ پور مناظر تھے اور قادیانی جماعت کے مناظر مولوی جلال الدین شمس مولوی فاضل تھے۔ جن کا اس سے زیادہ کچھ پتہ نہیں۔ اس مناظرہ کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ:

۱...... انعقاد مجلس مناظرہ کے متعلق مفتی صاحب کے مساعی جمیلہ قابل شکریہ ہیں۔ یہ مفتی صاحب کا ہی اثر تھا کہ جس مناظرہ کی ذمہ داری بڑے بڑے افسر نہ لے سکے۔ اس کا ذمہ دار مفتی صاحب کا ایک معتقد ہوگیا۔ مفتی صاحب نے بڑی کوشش کی کہ مناظرہ ضرور ہوتا کہ قادیانی جماعت کو حوصلہ نکالنے کا موقعہ دیا جائے اور ان کے خیالات کا پورا قلع قمع کر دیا جائے۔ گو قادیانی جماعت نے بیحد کوشش کی کہ مناظرہ نہ ہوسکے۔ مگر مفتی صاحب کی تدابیر نے ان کی ایک نہ چلنے دی۔ اگر قادیانی جماعت حق شناس ہوتی تو اس کو مفتی صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہئے تھا۔

۲...... مفتی صاحب نے ہر دو دن کے اجلاسوں میں اپنے اخلاق جمیلہ کا وہ ثبوت دیا کہ ہر کہ ومہ نے آفرین آفرین کہی۔ باوجودیکہ فریق مخالف کا مناظر نہایت بدخو تھا اور دونوں اجلاسوں کے غیر مہذبانہ الفاظ جو مفتی صاحب کی ذات کے متعلق اس نے استعمال کئے جمع کئے

جائیں تو کافی تعداد ہو جائے۔ مگر مفتی صاحب نے اپنی کوہ وقاری و نسبی و جبلی شرافت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان الفاظ کو غیر مسموع تصور کیا۔ میرے خیال میں فی زمانہ ایک مولوی صاحب کے لئے یہ حلم و بردباری تقریباً محال ہے۔

۳...... قادیانی مناظر نے گو حضرت مسیح علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے متعلق حسب عادت فرقہ ہذا نہایت ناشائستہ الفاظ استعمال کئے۔ مثلاً کہا کہ مسیح علیہ السلام کو کلا کا کلا واپس نہیں آنے دیتا۔ جس کا مطلب بیان کرنا بھی کفر ہے اور بزرگوں کی اہانت کے کلمات سننے سے ہر مسلمان کو جوش آ جاتا ہے۔ مفتی صاحب بھی جوش میں آئے اور مناسب تھا کہ جھوٹے مسیح کو بھی کلا ٹھوکتے۔ مگر آپ نے مرزا قادیانی کے متعلق نہایت عزت کے الفاظ استعمال کئے جو کسی مسلمان کو نہ بھاتے تھے۔

۴...... قادیانی مناظر نے دو دفعہ قرآن کریم کو سخت غلط پڑھا۔ ایک تو آیت ''أأنت قلت للناس'' کو اور دوسرے ''ماکان لبشرٍ'' کو جس کی وجہ سے میدان مناظرہ میں سخت ابتری پھیل گئی۔ اس واسطے کہ قران شریف کو غلط پڑھنا سخت قبیح ہے اور پھر عوام کے نزدیک تو یہ بالکل اقبح ہے۔ میں نے دیکھا کہ عوام مفتی صاحب اور احقر کے سکوت کے بے محل قرار دے کر فساد پر آمادہ ہیں۔ چنانچہ حافظ غلام محمد صاحب ساکن میانہ گوندل کا نام نامی مجھے یاد ہے اور ان کی وہ جھنجھلاہٹ والی شکل یاد ہے۔ جس سے باور ہوتا تھا کہ قادیانی مناظر کو شاید نگل جائیں گے۔ مگر مفتی صاحب نے لوگوں کو سخت منع کیا اور فرمایا کہ ہماری طرف سے کوئی حرکت بھی نہ ہو۔ گو بامحل بھی ہو۔ اس واسطے کہ ذمہ دار اس کا میں ہوں اور شریف اپنی ذمہ داری کو نباہا کرتا ہے۔

۵...... قادیانی مناظر کے سارے مناظرہ کے اجلاسوں کی بیقاعدگیاں یعنی خلاف ورزیاں شرائط مقررہ فریقین ۴۹ ہیں اور مفتی صاحب نے ایک جگہ بھی شرائط کی پابندی کو نہیں چھوڑا۔ اگر تطویل کا خوف نہ ہوتا تو میں ایک ایک کو علیحدہ علیحدہ لکھتا۔

۶...... مفتی صاحب کی ہر دلیل تحقیقی والزمی تقریب تام سے مزین تھی۔ مگر قادیانی مناظر بالکل تقریب کے قریب نہ جاتا۔

۷...... مفتی صاحب اپنا بیان تقریری وتحریری بڑے آرام اور نرمی سے سناتے تھے۔ مگر قادیانی مناظر کے زبان کی رفتار بہت تیز تھی۔ سامعین پر مفتی صاحب کی تقریر اپنا سکہ جماتی تھی۔ مگر قادیانی مناظر کی تقریر کامل تنفیر کا موجب ہوتی تھی۔ بلکہ بعض تو اٹھ کر چلے جاتے تھے۔

۸...... قادیانی جماعت نے مفتی صاحب پر پہرہ لگادیا کہ کسی سے مدد نہ لے سکیں۔ جب ہم نے بھی قادیانی مناظر کے متعلق ایسا انتظام کرنا چاہا تو مفتی صاحب نے روک دیا اور فرمایا کہ جس سے مدد لیں روکو نہیں۔ چنانچہ ایک پتلے دبلے عینک دار قادیانی مناظر کی کاپی کی اصلاح کرتے رہے اور مفتی صاحب کے علمی اعتماد نے انہیں اپنے ارمان نکالنے دیئے۔ مگر ہوا وہی جو منظور ایزدی تھا۔

۹...... جب پہلے دن کا اجلاس ختم ہوا تو اسلامی جماعت کو خیال آیا کہ مجمع کثیر ہے اور فرصت کو ہاتھ سے نہ کھونا چاہئے اور سلسلہ تبلیغ شروع کرنا چاہئے تاکہ عوام آریہ وغیرہ کے خیالات سے متاثر نہ ہوں۔ چنانچہ اس کا اعلان کیا گیا۔ مگر قادیانی مناظر معہ قادیانی جماعت نہایت ناراض ہوئے اور کہا کہ اگر تبلیغ وغیرہ کا ارادہ ہے تو ہم کو گوارا نہیں۔ پس ہم جاتے ہیں۔ لہٰذا تبلیغ کا سلسلہ روکا گیا۔

۱۰...... قادیانی جماعت نے پہلے دن ایک صدر مقرر کیا اور دوسرے دن دوسرا صدر مقرر کیا۔ تاکہ کسی طرح سے مسلمان لوگ ہماری مخالفت کریں اور ہم دوسرے دن کا مناظرہ کئے بغیر نکل چلیں۔ احقر صدر اسلامی جماعت باربار وقت کی پابندی کی تاکید کرتا تھا۔ مگر صدر قادیانی جماعت فرماتے تھے کہ ابھی وقت نہیں ہوا۔ اتفاقاً احقر کہہ بیٹھا کہ آپ کی گھڑی مجدد ہے۔ یعنی نئی ہے۔ جس پر قادیانی جماعت بگڑ گئی اور بڑے اصرار سے روبراہ ہوئی۔ جس سے ان کی غرض یہ تھی کہ بہانہ کر کے نکل چلیں۔

قتلك عشرة كاملة ولدينا مزيد

اس سے ناظرین اندازہ لگالیں کہ کون مفتوح ہوا اور کون فاتح۔ میرا دل اس وقت یہ گواہی دیتا تھا کہ اگر مفتی صاحب کی تقریر مرزا قادیانی خود ہی سنتے تو مسلمان ہو جاتے۔ مگر ہدایت مقدر نہ تھی۔ احقر غلام محمد ساکن گھوٹہ ضلع ملتان!

جامع الفنون النقلیہ والعلوم العقلیہ مولانا مولوی محمد نجم الدین صاحب پروفیسر اورینٹل کالج لاہور

بتاریخ ۱۸، ۱۹؍اکتوبر ۱۹۲۴ء ایک تحریری مناظرہ اہل اسلام واہل قادیان میں منعقد ہوا۔ سامعین میں سے ایک میں بھی تھا۔ اہل اسلام کے مناظر جناب مولانا مولوی مفتی غلام مرتضیٰ صاحب ساکن میانی تھے اور اہل قادیانی کی طرف سے مولوی جلال الدین شمس تھے۔ میں نہ صرف تقاریر ودلائل جانبین میں حقانیت کے عنصر غالب کا متلاشی تھا۔ بلکہ یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ پابندی

شرائط کوملحوظ رکھتے ہوئے کون سی جانب متانت وثقاہت، استقلال وتحمل سے کام لے رہی ہے۔
مجھے دوروزہ تجربہ کی بناء پر افسوس سے یہ اعلان کرنا پڑتا ہے کہ قادیانی مناظر نے متانت وسنجیدگی کو بالائے طاق رکھ کر نہ صرف شرائط مناظرہ کی پابندی سے آزادی کا عملاً اعلان کیا۔ بلکہ اسلامی مناظر کی شخصیت پر بار بار تحریروں میں شوخیانہ اور غیر شریفانہ حملے کر کے اپنی تنگ نظری وحقیر مائیگی پر شہادت دی۔ مفتی صاحب جہاں عزم وثبات وقار واستقلال ان کا طرۂ امتیازی تھا۔ وہیں متانت وشرافت، تہذیب وشائستگی کے پیکر بن کر موافق ومخالف سے تحسین لے رہے تھے۔ قادیانی مناظر نے مولانا مفتی صاحب کے دلائل وشواہد کو توڑنے کی تکلیف گوارا نہیں کی۔ بلکہ ادھر ادھر کے غیر مربوط وغیر متعلق امور سے حاضرین کی تواضع کرتے رہے۔ مناظرہ آخر تک سکون وامن سے ہوتا رہا۔ یہ سکون اور زیادہ ہوگیا جب آخر میں آفتاب صداقت کی ضیاباری سے کذب وبطلان کی گھنگھور گھٹاؤں کا شیرازہ سراسر منتشر ہوگیا۔ والسلام!

نجم الدین پروفیسر اورینٹل کالج لاہور

جناب مولانا مولوی ابوالقاسم محمد حسین صاحب مولوی فاضل

ازکولوتاڑر ضلع گوجرانوالہ

مکرم بندہ حضرت مفتی صاحب سلمہ اللہ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ! ہریا سے روانہ ہوکر میں جلال پور جٹاں پہنچا تھا۔ وہاں دوتین تقریریں مرزا قادیانی کے کفر والحاد پر ہوئیں۔ جن سے نہایت عمدہ اثر ہوا۔ اس کے بعد یہی مولوی جلال الدین شمس قادیانی معہ ان چوہدری صاحب کے جو وہاں جلسہ ہریا میں پریزیڈنٹ تھے جلالپور آئے۔ شرائط مناظرہ طے نہ ہوئے۔ لہٰذا وہاں کی انجمن نے اعلان کر دیا کہ مرزا قادیانی کے کفر والحاد پر تقریر ہوگی۔ جلسہ ہوا قادیانی بھی مجبوراً آئے اور مناظرہ میں پھنس گئے۔ کیفیت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے مرزائیوں کو دعوت دی تھی اس نے بھی ان کی شکست کا اقرار کیا اور مرزائی بصد رسوائی سے بھاگے۔ شیعہ وسنی اخباروں میں ان کی شکست کا حال شائع ہوا۔ فالحمدللہ علیٰ ذلك!

مناظرہ ہریا کے متعلق خاکسار کی رائے

میں مناظرہ ہریا میں جو مابین مفتی غلام مرتضیٰ صاحب مولوی جلال الدین شمس در بارہ حیات مسیح منعقد ہوا تھا حاضر تھا۔ مناظرہ دودن نہایت خوش اسلوبی سے ہوا۔ حضرت مفتی صاحب موصوف نے قرآن کریم سے دودلیلیں حیات مسیح پر پیش کیں۔ جن کو انہوں نے نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیا اور قواعد عربیت سے نہایت محکم استدلال کے ساتھ ثابت کر دیا کہ حضرت

عیسیٰ علیہ السلام نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ان کا جواب مرزائی مناظر صاحب سے کچھ نہ ہوسکا اور حقیقت یہ ہے کہ ان ادلہ کا جواب ہو ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ اہل علم جو قواعد عربیت کے ساتھ قرآن کریم کی آیات سے حیات مسیح پر استدلال کرتے ہیں۔مرزائی مناظر ہر مناظرہ میں مبہوت رہ جاتے ہیں اور سوائے کج بحثی اور دفع الوقتی کے ان کا کوئی سہارا نہیں ہوتا۔چنانچہ ٹھیک اسی طرح شمس قادیانی نے پندرہ دلیلیں جو درحقیقت مغالطات تھے وفات مسیح پر پیش کیں۔مگر کسی کو بھی صاف طور پر وفات مسیح سے کوئی تعلق نہ تھا اور وہ اہل علم کی نظر میں صرف ابلہ فریبی اور دفع الوقتی تھی اور یہی اس قوم کا مشن ہے۔جس کو مرزا قادیانی نے اپنی امت کے لئے مسنون قرار دیا۔

ولکل قومٍ سنۃ وامامہا

الغرض شمس صاحب قادیانی اگرچہ زودنویسی کی وجہ سے نقل رسائل وغیرہ سے بہت سے اوراق سیاہ کردیتے تھے اور خلاف شرائط مناظرہ بہت جلدی تقریر کر کے مرزائی تبلیغ بھی کرتے جاتے تھے۔مگر مفتی صاحب ممدوح کے ادلہ قطعیہ اور براہین لقبیّہ کا جواب نہ دے سکے۔’’ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنك رحمۃ انك انت الوھاب‘‘

ابوالقاسم محمد حسین عفا عنہ مولوی فاضل،ازکولوتاڑر

مولانا مولوی محمد کامل الدین صاحب منشی فاضل ازمیلووال

حال مقیم رتوکالہ تحصیل بھلوال ضلع شاہپور

میں مناظرہ ہریا کے سب اجلاسوں میں شریک رہا۔علامہ مفتی صاحب نے اپنا دعویٰ صرف ایک آیت ’’وما قتلوہ ‘‘ سے بھی ثابت کردیا اور اس آیت سے اسی طریقہ پر استدلال برحیات مسیح کیا جو شرائط میں مشروط تھا۔یعنی آیت کے ان معنی سے جو احادیث نبوی اور اقوال صحابہ وقواعد صرف نحو لغت معانی بیان بدیع کے عین مطابق تھے۔مولوی جلال الدین احمدی اپنے دعویٰ وفات مسیح کے لئے تذبذب کی حالت میں کبھی کوئی آیت پیش کرتے تھے کبھی کوئی۔کبھی تورات تحریف شدہ کو پیش کرتے تھے۔کبھی اشعار مرزا قادیانی زبان پر لاتے تھے۔جو شرائط مجوزہ کے بالکل خلاف تھا اور اس بات پر دلالت کرتا تھا کہ خود ان کو کسی ایک آیت پر اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لئے پورا وثوق اور تسلی نہیں۔بلکہ تمام حاضرین نے قادیانی مناظر کی گھبراہٹ اور علامہ مفتی صاحب کے استقلال کو اچھی طرح اس وقت پرکھا جب کہ مفتی صاحب دوسرا پرچہ لکھ کر

مولوی جلال الدین صاحب کو دینے لگے تو انہوں نے مفتی صاحب کو کہا کہ آپ اخیر پرچہ میں ان الفاظ کے ساتھ قسم لکھ دیں۔ ’’مجھے قسم ہے اللہ کی کہ میں نے یہ پرچہ اسی اجلاس میں لکھا ہے اور میں نے کسی غیر سے امداد نہیں لی۔‘‘ چنانچہ حضرت مفتی صاحب نے بلاتوقف یہ الفاظ لکھ دیئے۔ حالانکہ حضرت مفتی صاحب قادیانی مناظر سے پہلے کوئی قسم وغیرہ طلب نہیں کی۔ حالانکہ قادیانی مناظر سے ضرور قسم لینی چاہئے تھی۔ کیونکہ انہوں نے بعض امور کی بابت میرے ہم جماعت اور اپنے استاد مولوی محمد اسماعیل صاحب مولوی فاضل سے مدد لی ہے۔ جس کا مجھے ذاتی علم ہے اور اس بات پر میں مولوی صاحب موصوف کے ساتھ قسم اٹھانے کے لئے تیار ہوں اور باوجود اس بات کے کہ مفتی صاحب کو آج تک کبھی کسی میدان مناظرہ میں آنے کا موقعہ نہیں ملا۔ صرف ایک آیت میں اپنے مناظر کو لاجواب کر دیا۔ خصوصاً ایسی قوم کے مقابل کھڑا ہونا نہایت ہی مشکل ہے جو قرآن کریم میں تحریف کرنے اور احادیث میں ردوبدل کرنے سے ذرا بھر بھی نہیں جھجکتی۔ اس بات کا پورا ثبوت مرزا قادیانی کے اس قول سے چلتا ہے جو انہوں نے اعجاز احمدی میں لکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ: ’’جو حدیثیں میرے الہام کے خلاف ہوں ہم ان کو ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔‘‘ (اعجاز احمدی ص۳۰، خزائن ج۱۹ ص۱۴۰) یہ کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ اگر مرزا قادیانی کے وہ اقوال اور الہامات پیش کئے جائیں جو صراحۃً قرآن کریم اور احادیث کے خلاف ہوں تو ادھر سے پہلو تہی کر کے ان کا لقب متشابہات تجویز کیا جاتا ہے۔ مثلاً

منم محمد واحمد کہ مجتبیٰ باشد

دوران گفتگو جلسہ گاہ میں میرے سابق ہم جماعت مدرسہ حمیدیہ لاہور مولوی محمد اسماعیل صاحب احمدی جلالپوری مولوی فاضل ومنشی فاضل مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان نے علامہ مفتی صاحب کی لیاقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ مفتی صاحب ایک عالی دماغ آدمی ہیں اور تقریر سے ان کی علمی لیاقت ٹپکتی ہے۔ بوقت تقریر مفتی صاحب کے حق میں لا فضل فوقك کی صدائیں آرہی تھیں۔ رپورٹ شائع ہونے پر مولوی جلال الدین صاحب کو پتہ چلے گا کہ میں کیا اور کس سے باتیں کر رہا تھا۔

ستعلم لیلیٰ ای دین تداینت وای غریم فی التقاضی غریمہا

حکایت بود بے پایاں بخاموشی ادا کردم

حافظ کامل الدین منشی فاضل میلووالی مقیم رتو کالہ مورخہ ۲۷؍اکتوبر ۱۹۲۴ء

مولانا مولوی امام الدین صاحب ساکن کندوال تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم

بحث کا جو تھا نتیجہ آ گیا | مرحبا صد مرحبا صد مرحبا
مرزائیوں کی عجائب گت بنی | جب مباحثہ شہر ہریا میں ہوا
مرزائیوں سے جلال الدین تھا | اہل سنت سے غلام مرتضیٰ
بحث تھی عیسیٰؑ کی زندگی موت میں | یعنی عیسیٰؑ زندہ ہے یا مرگیا
معیار تھا قرآن ہم قول نبی | فیصلہ اس پر مسلم ہوچکا
مفتی صاحب جب پڑھا قرآن شریف | لحن داؤدی سے جلسہ بھر دیا
آیت انا قتلنا جب پڑھی | رفعہ اللّٰہ سے یہ ثابت کردیا
زندہ ہے عیسیٰؑ ابھی افلاک پر | دیکھ لے نکتہ عجب بل میں پڑا
ہے یہ اضرابیہ ابطالیہ بل | اور قصر قلب ہے اس میں چھپا
موت کو باطل کیا ماقبل نے | جوکہ پہلے آچکا نافیہ ما
رفعہ سے یہ آوازے آرہے | زندہ ہے وہ آسماں پر چڑھ گیا
اس میں ہیں اثبات جسد عنصری | اس کا منکر ہے نہیں جزاشقیا
بل کے اندر پھنس گیا صنعی شمس | منہ پہ پردہ پڑ گیا کسوف کا
ہاتھ پاؤں مارے سب لکن کہیں | رستگاری کا نہ ہرگز راہ ملا
سب کو روشن ہوگیا زندہ مسیحؑ | موت کا قائل ہوا ہے روسیا
ہر طرف سے آرہی تھی یہ ندا | آفریں صد آفریں مفتی غلام مرتضیٰ
ہے امام الدین کی یہ التجا | دست بالا ہو سدا اسلام کا

راقم امام الدین از کندوال ڈاکخانہ المہ شریف

مولانا مولوی شیخ امام الدین صاحب ساکن ہریا تحصیل پھالیہ ضلع گجرات

بحمد اللہ خدا ہمنوا مارا | غلام مرتضیٰ حق کا پیارا
بہ ہریا قدم رنجہ چوں بفرمود | دیا کر حق وباطل میں نتارا
لوائے میرزائی منہدم شد | بمیدان مباحثہ آشکارا
غلام مرتضیٰ درملک پنجاب | چمکتا ہے ہدایت کا ستارا
بگوید شیخ از شادی ہمہ دم | عجب ہیں عالم دینی دلارا

ایضاً

بیا اے طالب صدق وصفائی ببیں درصدق شان کبریائی
چو آمد صدق وحق باطل نہاں شد عیاں شد صدق وحق را دلربائی
گروہ احمدی زیر وزبر شد چو غالب شد بیاں مرتضائی
چو بشنید ند علم مفتیٔ دیں شکست آمد بشان مرزائی
بزیر سائہائے امغولاں مباحثہ گشت بہر رہنمائی
کہ تاد انند سنی حق وباطل کنند از فرقۂ ضالہ جدائی
کمر بستہ درآمد مفتیٔ دیں بسر کردہ کلاہ چشتیائی
سلیماں واربر کرسی نشتہ چو یوسف وار از اخواں رہائی

ایضاً

واہ سبحان اللہ رب خالق سوہنا کم بنایا جلسہ وچ میانی آہا ہریے رب لیایا
باغ قلوب اساڈیاں اتے کھلی بادبہاری ہسیاں کلیاں ہویاں شگفتہ آئی انہا ندیواری
جتہاں غریباں کدیں نہ ڈٹھا ایہ جلسہ فیضانی درافشانی ایہ حقانی دیکھ ہوئے قربانی
ہوئی زیارت لوکاں تائیں عالم گھر وچ آئے کڈھ قرآن حدیث کتاباں مسئلے خوب سنائے
مفتی صاحب میانی والے وچہ آہے سرکردے کاٹھاندے سنگ لوہے بہلے جان بیچارے تردے
اس زمانے ظاہر جاپن ثانی تفتازانی اخفش اتے مبرد وانگوں نحوی مرد حقانی
نص حدیثوں مفتی صاحب کلجواب لیایا قادیانوالے ملاں صاحب سائنس کل سنایا
حیات مسیحؑ دی ثابت کیتی واہ حدیث قرآنوں نازل ہوسی وچہ زمانے آخر سچ پچھانوں
جسدم عالم قادیانوالا کرداسی تقریراں سننے والیاں تائیں ہرگز ہوں نہیں تاثیراں
نال تحمل اتے تأمل مفتی صاحب بولن خوش بیانی اتے مؤمن جندجانان سب گھولن
علم بیانوں مفتی صاحب خوب بیان سنایا علم کلام معانی اندر ابلق تیز چلایا
مسئلہ نحو محقق کیتا متن متین دکھایا جتھے قدم مبارک رکھیا کسے نہ پھیر اٹھایا

کتبہ، وصنفہ، مسکین شیخ امام الدین ازقریہ ہریہ

جناب مولوی گل احمد ساکن پنڈ دادنخان ضلع جہلم

شمس تیری چمک دیکھی اجالے میں اندھیرا ہے منور کس طرح ہوگا جسے گردش نے گھیرا ہے
لڑائی باز کی اکثر ہوا کرتی ہے بازوں سے کوئی بٹیر جاڈھونڈھو کہ تو بھی اک بٹیرا ہے
غلام مرزا پہلے تو کرلے علم کی تحصیل غلام مرتضٰی سے کم بہت کچھ علم تیرا ہے

ذرا دیکھو وما قتلوا وما صلبوا کی آیت کو
تمہارے موت کے عقدے کو کیا اس نے بکھیرا ہے

اگر مطلوب زندی ہے تو بل رفع کی بل دیکھو
مسیح موعود کا چرخ بلندی پر بسیرا ہے

فلک کی کج ادائی نے لگایا شمس کو گہنا
جبھی تو اس کی دنیا میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے

گل احمد از پنڈ دادنخان ضلع جہلم

جناب مولوی بدرالدین صاحب ساکن رکن ضلع گجرات

بحمد اللہ کہ از فضل خداوند
دل ہر اہل حق گردید خورسند

نمانده مشتبہ دجال وعیسیٰ
جلی شد کذب فرعوں صدق موسیٰ

غلام مرتضیٰ مفتی حقانی
رمیده ازوے شمس قادیانی

دم از علم بیاں بروئے دمیده
ببیں حلقوم کاید چوں بریده

نے گویم کہ عیسائے زمان است
ولے دجال کشتن راجوان است

بدرالدین رکنوی

واعظ بینظیر ومبلغ خوش تقریر مولونا حضرت سید صدیق شاہ صاحب ساکن منگوال تحصیل خوشاب ضلع شاہپور

حمد خدا صلوات محمدؐ آل اصحاب رلائیں
اس تھیں پچھے واضح ہووے ساریاں موموناں تائیں

مرزایاں تے مفتی صاحب شرطاں کیتیاں تاہیں
وچہ انہاندے جھگڑا کرئے باہر جائے ناہیں

مفتی صاحب فاضل پورا شرماں والا بندا
وچہ شرطاندے پورا اتریا چھوڑ نہاں دھندا

کل شئ یرجع الیٰ اصلہ حضرت دافرمانا
جیسیا اصل کسیدا ہووے اس سے پااس جانا

ہر کوئی جانے مفتیانوالا ہے شریف گھرانہ
نال شرافت پورا اتریا چھڈ کے مکر بہانہ

مفتی صاحب مرزایاں نوں خنجر ماری بل دی
تاہیں وچہ انہاندے سینے آتش غمدی بلدی

عیسیٰ نوں آسماناں اتے بل چڑھایا جلدی
بل انہاندے دل نکالے واہ نہیں کوئی چلدی

خوش ہویں اے مفتی شالا ہووے لمی حیاتی
اللہ پاک بنایا تینوں رحمت دی برساتی

مردیاں دے دل زندے کیتے تیریاں خوش تقریراں
دنیا تے رب زندہ رکھے تیں جہیاں تصویراں

ہے خوش خلقت ساری تیں تے رب ہووے خوش شالا
تو اج مردیاں دلاں اندر جانی پاون والا

توں ہن اپنے شعر سنا کے بس کر شاہ صدیقا
مفتی صاحب چھوڑیا ناہیں باقی کوئی دقیقہ

صدیق شاہ از منگوال

خلاصہ

یہ ہے کہ جیسا مرزائی جماعت کے پس دیگر مسائل مختلف فیہا میں اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے کوئی ایسی شرعی دلیل نہیں۔ جس میں تقریب تام ہو ویسا ہی وفات مسیح ابن مریم کے ثابت کرنے کے لئے ان کے پاس ایسی کوئی شرعی دلیل نہیں جس میں تقریب تام ہو۔ اس کی تائید میں ہم ایک مکالمہ پیش کرتے ہیں۔

مکالمہ مابین مفتی غلام مرتضیٰ صاحب
ومولوی نورالدین صاحب خلیفہ اوّل مرزا قادیانی

جن دنوں مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اسلامی مناظر مدرسہ نعمانیہ لاہور میں اوّل مدرس تھے۔ ان دنوں مولوی ابراہیم صاحب کے مکان واقع کشمیری بازار میں بموجودگی مولوی ابراہیم صاحب ودیگر چند اصحاب بتاریخ ۱۴یا۱۵رمئی ۱۹۰۸ء مابین مفتی صاحب ومولوی صاحب موصوف یہ مکالمہ ہوا۔

مفتی صاحب: میں آپ کو مرزا قادیانی کے معتقدین میں سے وسیع المعلومات اعتقاد کرتا ہوں۔ اس لئے مجھے اشتیاق ہے کہ آپ وفات مسیح ابن مریم پر کچھ تقریر فرمائیں۔

مولوی صاحب: تقریر شروع کرنے سے پہلے میں ایک حکایت بیان کرتا ہوں۔ اس حکایت کو میری تمام تقریر میں ملحوظ رکھنا۔ وہ حکایت یہ ہے کہ ایک دن ایک سائل نے میرے سے دریافت کیا کہ اس مقدمہ کا کیا مطلب ہے۔ ’’اذا جاء الاحتمال بطل استدلال ‘‘میں نے سائل کو کہا کہ تم نے اس مقدمہ کا کیا مطلب سمجھا ہوا ہے۔ سائل نے کہا کہ میں نے اس کا یہ مطلب سمجھا ہوا ہے کہ ایک دعویٰ مثلاً موجبہ ہے تو اس کی دلیل کے مقدمات واجزاء بھی موجبے ہوں گے اور وہ دلیل اپنی ایجابی جانب کے لحاظ سے اس دعویٰ کو ثابت کرے گی اور اگر اس دلیل کے مقدمات واجزاء کی جانب مخالف یعنی سلبی جانب کا احتمال ہوا تو وہ استدلال باطل ہوگا اور وہ دلیل اس دعویٰ کو ثابت نہ کرے گی۔ میں نے سائل کو کہا کہ یہ مطلب غلط ہے۔ بلکہ اس مقدمے کا یہ مطلب ہے کہ اگر احتمالوں پر غور کی جائے تو کوئی شخص دلیل قائم ہی نہیں کر سکتا۔

مفتی صاحب: جناب میں نے اس حکایت کو سمجھ لیا ہے۔ لیکن جس طریق سے میں استفسار کروں اس طرز پر آپ تقریر فرمائیں۔

مولوی صاحب: کہئے۔

مفتی صاحب: یہ تو آپ کا عقیدہ ہے ہی۔ ’’مات عیسیٰ ‘‘لیکن میں یہ دریافت

کرتا ہوں کہ آپ کا عقیدہ مات عیسیٰ وہماً ہے یا شکاً یا ظناً یا تقلیداً یا یقیناً۔

مولوی صاحب: میرا عقیدہ مات عیسیٰ یقیناً ہے۔

مفتی صاحب: تو پھر ضروری ہے کہ اس یقینی دعویٰ کے ثابت کرنے کے لئے جو دلیل آپ بیان فرمائیں گے اس دلیل کے مقدمات اور اجزاء بھی یقینی ہوں۔

مولوی صاحب: یقینی دعویٰ میں یہ لازم نہیں کہ وہ اپنے ثبوت میں دلیل کا محتاج ہو۔

مفتی صاحب: واقعی یقینی دعویٰ دو قسم ہیں۔ بدیہی اور نظری، بدیہی تو اپنے ثبوت میں دلیل کے محتاج نہیں۔ لیکن نظری اپنے ثبوت میں دلیل کے محتاج ہیں۔ اب میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ آپ کا دعویٰ مات عیسیٰ یقیناً بدیہی ہے یا نظری۔

مولوی صاحب: نظری ہے۔

مفتی صاحب: جب آپ کا یہ دعویٰ نظری ہے تو پھر ضرور اپنے ثبوت میں دلیل کا محتاج ہے اور چونکہ آپ کا یہ دعویٰ یقینی ہے۔ اس لئے جو دلیل آپ بیان فرمائیں گے اس کے دلیل کے مقدمات اور اجزاء بھی یقینی ہونے چاہئیں۔ ورنہ یہ دلیل اس یقینی دعویٰ کو ثابت نہ کر سکے گی۔

مولوی صاحب: تو پھر کیا ہوا۔

مفتی صاحب: جناب پھر جو مطلب مقدمہ ''اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال'' کا سائل نے بیان کیا ہے وہ صحیح ثابت ہوا اور جو معنی آپ نے کئے ہیں وہ غلط ہوئے۔

مولوی صاحب: آپ ما نحن فیہ کی طرف رجوع کیجئے۔

مفتی صاحب: رجوع کرتا ہوں۔ جناب من اتنا عرض کرتا ہوں کہ آپ اپنے دعویٰ مات عیسیٰ یقیناً کے ثابت کرنے کے لئے جو دلیل بیان فرمائیں گے خواہ وہ دلیل قرآنی ہو یا حدیثی یا مجموعی اس دلیل کے متعلق اتنا فرما دیجئے کہ اس دلیل میں تقریب تام ہے۔

مولوی صاحب: یہ تو میں کبھی نہ کہوں گا۔

مفتی صاحب: جناب جب آپ کا دعویٰ یقینی ہے اور آپ کو اپنی دلیل پر پورا بھروسہ ہے تو پھر آپ یہ کیوں نہیں فرماتے۔

مولوی صاحب: یہ میں نہیں کہوں گا۔

اسی نزاع میں مکالمہ ختم ہوا اور مولوی نورالدین صاحب نے اخیر میں فرمایا کہ مفتی صاحب نے مناظرہ کا نیا ڈھنگ نکالا ہے۔

ناظرین! غور فرمائیں کہ یہ مولوی نورالدین صاحب وہ ہیں کہ جن کو تمام مرزائی

جماعت کے اشخاص اپنی جماعت میں علمی حیثیت سے فائق سمجھے جاتے ہیں اوران کے مضامین کے ساتھ مرزا قادیانی ہمیشہ رطب اللساں رہے اور مرزا قادیانی کے انتقال کے بعد یہی مولوی صاحب موصوف خلیفہ اوّل ہوئے۔ باایں ہمہ پھر بھی یہ مولوی صاحب اپنا دعویٰ مات عیسیٰ یقیناً کے ثابت کرنے کے لئے کوئی ایسی دلیل نہیں بیان کر سکے جس میں تقریب تام ہونے کا دعویٰ کریں۔

مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی مرزا قادیانی کو مناظرہ کے لئے دعوت

مرزا قادیانی کے خلیفہ اوّل کا حال تو ناظرین نے سن لیا ہے۔اب ہم مرزا قادیانی کے خلیفہ ثانی یعنی مرزا محمود احمد قادیانی کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ مفتی غلام مرتضٰی صاحب کے ساتھ مسئلہ حیات ووفات مسیح ابن مریم میں بمقام لاہور اس طریق پر مناظرہ کریں کہ تمام مناظرہ کے دو پرچے ہوں۔ پہلے پرچہ میں مرزا محمود احمد قادیانی اپنے دعویٰ مات عیسیٰ یقیناً کے ثابت کرنے کے لئے فقط ایک ہی دلیل ایسی تحریر کریں جس کے متعلق یہ لکھا ہوا ہو کہ اس دلیل میں تقریب تام ہے اور طرز استدلال شرط نمبر۱ وشرط نمبر۲ کے عین مطابق ہو اور دوسرے پرچہ میں ہر ایک مناظر اپنے فریق مخالف کے پرچہ اوّل کی مطابق شرط نمبر۱ وشرط نمبر۲ تردید تحریر کرے اور ہر ایک مناظر اپنے ہر دو پرچوں کو عام اجلاس میں ایک وقت معین کے اندر بیان کرے۔

نوٹ: ہم نے خاص کر مسئلہ حیات ووفات مسیح ابن مریم میں مناظرہ کرنے کے لئے اس لئے دعوت دی ہے کہ مرزا قادیانی نے اس مسئلہ حیات ووفات مسیح ابن مریم کو ہی اپنے صدق وکذب کے لئے معیار ومیزان قرار دیا ہے۔

ہدایات

قادیانی مناظر نے روئیداد مناظرہ کے ساتھ ایک ضمیمہ بعنوان ’’چند ضروری باتیں‘‘ چسپاں کر دیا ہے۔ جس میں اس نے اختراعیات اور مغالطات درج کر دیئے ہیں۔ جن کے متعلق چند ہدایات کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

مغالطہ

قادیانی مناظر نے لکھا ہے۔ ’’مشتہر سطر۲،۳ میں لکھتا ہے کہ موضوع مناظرہ حیات ووفات مسیح ابن مریم تھا اور صرف اسی مسئلہ پر مباحثہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قادیانی جماعت نے اسی موضوع پر مناظرہ کرنا چاہا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ خود مفتی صاحب نے کہا تھا کہ میں صرف اس مسئلہ پر ہی بحث کروں گا۔‘‘

ہدایت

یہ نافہمی ہے۔ کیونکہ مشتہر نے لکھا ہے کہ قادیانی جماعت نے اسی موضوع پر مناظرہ کرنا چاہا اور قادیانی جماعت کا یہ چاہنا ہم ابتداء میں بعنوان تعیین موضوع مناظرہ مفصل لکھ چکے ہیں۔

مغالطہ

قادیانی مناظر نے لکھا ہے۔ مشتہر نے ہم پر شرط نمبر ۱،۲ لکھ کر یہ الزام لگایا ہے کہ ہم نے ان کے خلاف کیا گیا ہے۔ یہ تو مناظرہ کے پرچہ جات پڑھنے سے ہر ایک شخص معلوم کرسکتا ہے کہ دونوں مناظروں میں سے کس نے شرائط کے خلاف کیا ہے۔ براہین احمدیہ سے حوالے اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی جماعت احمدیہ میں داخل ہونے سے پہلے کی تحریریں اور اپنے آخری پرچوں میں نئے دلائل پیش کرنا کیا شرائط کے خلاف نہیں تھا۔ جس کے مفتی صاحب مرتکب ہوئے۔

ہدایت

براہین احمدیہ کے حوالے خلاف شرط نمبر ۱،۲ نہیں۔ کیونکہ پہلے تو اسلامی مناظر نے براہین احمدیہ کی عبارت نقل کرنے کے بعد اپنے پرچہ نمبر ۱ میں یہ لکھ دیا ہے کہ میری مراد کوئی الزامی جواب دینا نہیں ہے۔ بلکہ یہ بتلانا ہے اور دوسرا یہ کہ دعویٰ نبوت کی تاریخ جو مرزا قادیانی اور ان کے معتقدین نے بیان کی ہے وہ ہمارے پر حجت نہیں۔ کیونکہ ہم مرزا قادیانی کو متنبّی اور ان کے معتقدین کو معتقدین متنبّی سمجھتے ہیں۔ بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنے دعویٰ نبوت کی علت ملہمیت کو قرار دیا ہے اور بوقت تالیف براہین احمدیہ مرزا قادیانی بزعم خود ملہم تھے۔ اگر یہ کہا جائے کہ مرزا قادیانی کے پیغمبر ہونے کی علت نفس الہام نہیں بلکہ کثرت ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جب پہلی دفعہ یہ وحی ہو۔ ’’اقراء باسم ربك الذی خلق ‘‘تو اسی وقت سے سلسلہ نبوت شروع ہوگیا۔ نہ یہ کہ قرآن کریم کے حصہ کثیر نازل ہونے کے بعد سلسلہ نبوت شروع ہوا اور نیز مولوی نورالدین صاحب کی تحریریں پیش کرنا شرط نمبر ۱،۲ کے خلاف نہیں۔ کیونکہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں لکھ دیا ہے کہ میں نے مولوی نورالدین صاحب کے اقوال کو اس حیثیت سے پیش نہیں کیا کہ وہ احمدی ہیں اور نہ ہی اس حیثیت سے کہ وہ مرزا قادیانی کے خلیفہ ہیں۔ بلکہ اس حیثیت سے پیش کئے ہیں کہ مرزا قادیانی نے اپنے دعویٰ نبوت کے زمانہ میں مولوی نورالدین صاحب کی دینی رنگ میں اعلیٰ درجہ کی توثیق کی اور ان اقوال پیش کردہ کے بعد نہ مرزا قادیانی نے ترمیم و تنسیخ کی ہے اور نہ ہی مولوی صاحب موصوف نے، اور ویسا ہی مفتی صاحب اسلامی مناظر نے آخری پرچوں میں کوئی نیا مضمون بطور دلیل بیان نہیں کیا۔ بلکہ بطور تردید۔

بیشک قادیانی مناظر نے شرط نمبر۱،۲ کے خلاف کثیر التعداد امور کا ارتکاب کیا ہے۔ مثلاً تورات کا پیش کرنا، حضرت امام مالکؒ وحضرت امام ابوحنیفہؒ وامام شافعیؒ کا ذکر کرنا شاہ رفیع الدینؒ صاحب ومجاہدؒ کو پیش کرنا اور پرچہ نمبر۱ دلائل میں حضرت امام حسنؓ کا قول درج کرنا خیالی اور وہمی باتوں سے اپنے پرچوں کو لبریز کر دینا جو مؤمن من حیث ہو مؤمن کا بھی حق نہیں کہ ایسی باتیں مؤمن کے مقابلہ میں پیش کرے۔ علم فریالوجی کے مسائل کو بیان کرنا وغیرہ وغیرہ۔

مغالطہ

قادیانی مناظر نے لکھا ہے۔ پھر ''بل رفعه الله اليه'' آیت لکھ کر کہتے ہیں کہ بل ابطالیہ میں ضروری ہے کہ وہ وصف جس کا ابطال مقصود ہو اور وہ وصف جس کا اثبات مقصود ہو ان میں تنافی اور ضدیت ہونی ضروری ہے۔ مگر رفع روحانی واعزاز اس قتل کو لازم ہے۔ اس کا مفصل جواب ہم پرچوں میں لکھ چکے ہیں۔ مختصراً اس کا جواب یہ ہے کہ بل ابطالیہ بھی یہاں مان لیا جائے تو ہمارا مدعا ثابت ہے۔ کیونکہ یہود کے قتل کرنے سے مراد نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دعویٰ میں جھوٹا اور ان کی روح کو ناپاک اور ملعون ثابت کرنا تھا۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنے قول میں رسول اللہ کا لفظ بڑھایا ہے اور نیز خداتعالیٰ کا ان سے وعدہ تھا کہ: ''انی متوفيك'' کہ میں تجھے طبعی موت سے ماروں گا۔ پس اگر وہ قتل ہو جاتے تو ان کا دعویٰ باطل ہو جاتا تھا جو رفع روحانی کے منافی ہے۔ اس لئے یہود کے قول کی نفی کرتے ہوئے کہ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا۔ یعنی دعویٰ میں جھوٹے ثابت نہیں کر سکے۔ اس کی ضد کہ وہ خداتعالیٰ کے مقرب ہیں کو لفظ بل سے ثابت کیا ہے۔

ہدایت

''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔'' اب قادیانی مناظر کا بھی یہی حال ہو رہا ہے۔ دیکھو قادیانی صاحب فرماتے ہیں۔ اس کا مفصل جواب ہم پرچوں میں لکھ چکے ہیں۔ پرچوں میں انہوں نے جواب دیتے ہوئے تورات کو ہی پیش کیا ہے جو یہود کی محرف منسوخ شدہ کتاب ہے اور جس کا پیش کرنا بروئے قرآن کریم وحدیث نبوی جائز نہیں اور نیز یہ کتاب محرف منسوخ شدہ قادیانی مناظر کی امداد کرنے سے انکاری ہے۔ کیونکہ قادیانی مناظر نے تورات سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ جو مصلوب ہو وہ ملعون ہوتا ہے اور تورات کا درحقیقت یہ مضمون ہے کہ جو کسی جرم میں مصلوب ہو وہ ملعون ہے اور قرآن کریم سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ سبب ملعونیت جرم ہے نہ مصلوبیت۔ ارشاد ہے۔'' انما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون فى الارض فساداً ان يقتلوا اويصلبوا اوتقطع ايديهم وارجلهم من خلاف اوينفوا من الارض ذلك

لهم خزی فی الدنیا ولهم فی الآخرۃ عذاب عظیم (مائدہ:۳۳)‘‘ دیکھو اس آیت میں خزی کا سبب قتل وصلب بوجہ جرائم یعنی محاربہ اور فساد فی الارض کو قرار دیا گیا ہے نہ مطلق مقتولیت اور مصلوبیت وغیرہ کو اور پھر قادیانی مناظر لکھتے ہیں۔ کیونکہ یہود کے قتل کرنے سے مراد نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دعویٰ میں جھوٹا اور ان کی روح کو ناپاک اور ملعون ثابت کرنا تھا۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنے قول میں رسول اللہ کا لفظ بڑھایا ہے۔ یہ کیسی اعلیٰ جہالت ہے۔ کیونکہ اس مضمون کی صحت اس صورت میں موہوم ہوسکتی تھی جب قتل اور رسالت میں تنافی وضدیت ہوتی۔ حالانکہ قتل اور رسالت میں تنافی وضدیت نہیں۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔’’افأن مات اوقتل انقلبتم علیٰ اعقابکم (آل عمران:۱٤٤)‘‘ خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ آیا اگر محمد رسول اللہ ﷺ فوت ہو جائیں یا قتل کئے جائیں تو تم مرتد ہو جاؤ گے۔ یعنی اگر وہ فوت ہوں یا مقتول ہوں تو تب بھی تم کو اپنے ایمان پر مستحکم رہنا چاہئے۔ کیونکہ موت اور قتل رزالت کے منافی نہیں اور یہود کا لفظ رسول اللہ کو بڑھانا بطور استہزاء ہے اور پھر قادیانی مناظر فرماتے ہیں اور نیز خداتعالیٰ کا ان سے وعدہ تھا کہ انی متوفیک کہ میں تجھے طبعی موت سے ماروں گا۔ پس اگر وہ قتل ہو جاتے تو ان کا دعویٰ باطل ہو جاتا تھا۔ یہ کیسی نرالی جہالت ہے۔ کیونکہ بروئے قرآن کریم یہود کا عقیدہ ہے۔ ’’انا قتلنا یقینا بل رفعه اللّٰہ الیه‘‘ کے ساتھ ہے اور ہم اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے اپنی طبعی موت سے مریں گے۔ قادیانی مناظر کی اس تحریر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یا وہ مغلوب الجہالۃ ہے یا اس نے بوقت سلامتی عقل یہ تحریر نہیں کی۔

مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتے ہیں اور مشتہر خود لکھتا ہے کہ احد الوصفین دوسرے وصف کا ملزوم نہ ہوتا کہ مخاطب کا اعتقاد برعکس اعتقاد متکلم متصور ہو۔ ہر امر میں ایسا ہونا ضروری نہیں۔ ورنہ کیا یہ جمع نہیں ہوسکتے کہ ایک شخص زندہ ہو اور مرفوع الی اللہ نہ ہو۔ یہاں پر یہود کے اعتقاد کی رفع الیہ سے تردید کی گئی ہے اور ثابت کیا ہے کہ وہ خداتعالیٰ کے مقرب تھے۔

ہدایت

یہ کیسی بے نظیر جہالت ہے۔ کیونکہ کلام اس میں ہے کہ قصر قلب میں یہ ضروری ہے کہ احد الوصفین دوسرے وصف کا ملزوم نہ ہو اور قادیانی مناظر نے نہ تو قصر قلب کی کوئی مثال پیش کر کے نقض کیا ہے اور نہ ہی لزوم اور عدم لزوم کا ذکر کیا ہے۔ بلکہ غیر مربوط یہ فقرہ لکھ دیا ہے۔ ورنہ کیا یہ جمع نہیں ہوسکتے کہ ایک شخص زندہ ہو۔

٭٭٭

مغالطہ

قادیانی مناظر نے لکھا ہے کہ مفتی صاحب نے اپنے پرچہ میں لکھا ہے کہ جب جملہ منفی ہوتو اس وقت بل ابطالیہ ہی ہوگا۔قرآن مجید کی آیت ’’وما یشعرون ایان یبعثون بل ادٰرك علمهم فی الاخرة (نمل:٦٥) ‘‘ کے صریح خلاف ہے۔کیونکہ یہاں بل ابطالیہ لے کر معنی درست ہو نہیں سکتے۔

ہدایت

یہ قادیانی مناظر کا نرالا جہل مرکب ہے۔کیونکہ نفی کے بعد بل ابطالیہ سے یہ مراد ہے کہ وصف منفی کو یہ بل باطل کرتا ہے اور جس وصف پر داخل ہے اس کو ثابت کرتا ہے۔جیسا کہ: ’’وما قتلوه یقیناً بل رفعه الله الیه ‘‘میں قتل المسیح منفی ہے۔جس کو بل نے باطل کر دیا ہے اور رفع المسیح پر بل داخل ہے۔جس کو اس نے ثابت کر دیا ہے اور قادیانی مناظر نے جو آیت بطور تردید پیش کی ہے وہ درحقیقت اسلامی مناظر کی صاف طور پر تائید کرتی ہے۔کیونکہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ اور وہ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم انتہاء کو پہنچ کر رہ گیا۔یعنی وہ جاہل رہ گئے۔دیکھ اس آیت میں شعور یعنی علم بالآخرۃ منفی ہے۔ جس کو بل باطل کر رہا ہے اور جہل بالآخرۃ پر بل داخل ہے۔جس کو وہ ثابت کر رہا ہے اور جیسا کہ: ’’وما قتلوه یقیناً بل رفعه الله الیه ‘‘میں قتل المسیح اور رفع المسیح کے درمیان لزوم نہیں۔ بلکہ تنافی وضدیت ہے۔ویسا ہی آیہ ’’وما یشعرون ایان یبعثون بل ادرك علمهم فی الآخرة ‘‘میں علم بالآخرۃ اور جہل بلآخرۃ کے درمیان لزوم نہیں۔بلکہ تنافی وضدیت ہے۔یہ عجیب اتفاق ہوا ہے کہ قادیانی مناظر نے تردید میں آیت ’’وما یشعرون ‘‘پیش کی ہے۔جس میں شعور کی نفی ہے اور یہ آیت اسلامی مناظر کی ایسی تائید کر رہی ہے کہ قادیانی مناظر کو اس تائید کا شعور نہیں۔خلاصہ یہ ہے کہ قادیانی جماعت کی پردہ دری ہو کر اس کے مذہب کا بطلان آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہو چکا ہے۔

مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔مشتہر لکھتا ہے کہ یہ دلیل معدوم النظیر ہے۔بیشک اس سے جو استدلال کیا گیا ہے اپنی بیہودگی میں معدوم النظیر ہے۔کیونکہ صحیح دلائل اور استدلالوں کے نظائر دنیا میں موجود ہوتے ہیں۔

ہدایت

بیشک قادیانی مناظر کا اس مقام اور ایسے استدلال پر لفظ بیہودگی استعمال کرنا بیہودگی میں معدوم النظیر ہے۔ کیونکہ اس نے اس بیہودگی کی کوئی صحیح وجہ بیان نہیں کی اور ہم نے جہاں قادیانی مناظر کی جہالت کا دعویٰ کیا ہے وہاں ہی اس جہالت کو مدلل ومبرہن کیا ہے۔

مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔ کیونکہ یہ جملہ خبریہ تجزیہ ہے۔ ایسا وفات مسیح ابن مریم کے متعلق کوئی فقرہ نہیں۔ اس آیت میں تو رفع کے معنی بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھا لینا ہی ثابت نہیں ہوسکتے تو یہ آیت آپ کے مفید کیسے ہوسکتی ہے۔

ہدایت

جناب من اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں بروئے محاورہ قرآنی ومحاورات احادیث وبروئے قاعدۂ نحوی متعلق بہ وبروئے قاعدہ علم معانی متعلق قصر قلب آیت ’’وماقتلوہ یقیناً بل رفعه اللّٰه الیه ‘‘ کے ساتھ ثابت کردیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ جس کا قادیانی مناظر کوئی جواب نہیں دے سکا۔ جیسا کہ روئیداد مناظرہ پڑھنے سے روشن ہے۔ بلکہ قادیانی مناظر نے اس استدلال کے جواب میں تورات پیش کر کے اس بات کا اعترف کرلیا ہے کہ میرے پاس اس استدلال کا کوئی جواب نہیں اور ہم نہایت زور سے اعلان کرتے ہیں کہ انشاء اللہ قادیانی جماعت میں سے کوئی فرد بھی شرط نمبر۱،۲ کے تحت میں رہ کر اس استدلال کا تا قیامت جواب نہ دے سکے گا۔ جیسا کہ وقتاً فوقتاً علماء وفضلاء زمانہ پر اس پیش گوئی کی صداقت ظاہر ہوتی رہے گی تو پھر قادیانی مناظر کا یہ کہنا تو یہ آیت آپ کے مفید کیسے ہوسکتی ہے۔ کیسی دیدہ دانستہ دلیری ہے۔

مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے مفتی صاحب بھی کوئی ایک مثال رفع کی پیش نہیں کرسکے۔ جس میں خدا تعالیٰ فاعل ہو اور مفعول ذی روح پھر رفع کے معنی اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھانا ہوں اور رفعت الیٰ ربی مثال پیش کی ہے۔ جس میں فاعل مذکور ہی نہیں۔ دوسرے معراج کا واقعی خود زیر بحث ہے۔ حضرت عائشہؓ اور امام حسنؓ ومعاویہؓ کا یہی مذہب تھا کہ وہ آپ کا ایک کشف یا خواب تھا۔ جیسا کہ بخاری کی حدیث ’’واستیقظ وھو فی المسجد الحرام ‘‘ سے ثابت ہے کہ معراج کا واقعہ

دیکھ کر پھر رسول اللہ ﷺ بیدار ہو گئے اور اس کو واقعہ خاص کہہ کر پیچھا چھوڑانا نہایت مشکل ہے۔

ہدایت

جناب من اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں آپ کے اس مضمون کی تردید میں صحیح بخاری کی حدیث کا یہ فقرہ پیش کیا ہے۔’’ثم رفعت الیٰ سدرۃ المنتھیٰ (بخاری ج۱ ص۵۴۹، باب حدیث الاسریٰ قولہ سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ) ‘‘اور’’رفعت الیٰ ربی‘‘ پیش نہیں کیا اور اس فقرہ حدیث میں طرز تردید یہ ہے کہ جیسا خلقت میں اگر فاعل مذکور نہیں۔ لیکن اس لحاظ سے کہ فعل خلق کا فاعل خدا تعالیٰ کے سوائے کوئی نہیں ہوسکتا۔ خلقت کا فاعل معین بمنزلہ مذکور کے ہے۔ ویسا ہی’’رفعت الیٰ سدرۃ المنتھیٰ‘‘ کا فاعل معین بمنزلہ مذکور کے ہے۔ اب دیکھو کہ اس صحیح بخاری کی حدیث کے فقرہ میں رفع کا فاعل خدا تعالیٰ ہے اور مفعول ذی روح انسان ہے اور مراد اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھالینا ہے۔

اور پھر قادیانی مناظر نے کہا ہے۔ دوسرے معراج کا واقعہ خود زیر بحث ہے۔ ہم اس کو اس کے متعلق یہ ہدایت کرتے ہیں کہ اسلامی مناظر کی طرف تردید یہ ہے کہ فقرہ’’ثم رفعت الیٰ سدرۃ المنتھیٰ‘‘میں فعل رفع ہے اور خدا تعالیٰ فاعل اور مفعول ذی روح انسان ہے اور اس فقرہ کے الفاظ سے مراد اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھالینا ہے اور معراج کا واقعہ زیر بحث ہونا اسلامی مناظر کی طرز تردید کو مضر نہیں۔ کیونکہ معراج عالم رؤیا میں ہو یا عالم کشف میں یا عالم یقظہ میں ہو ہر صورت میں فقرہ ثم رفعت الیٰ سدرۃ المنتہیٰ کے الفاظ سے مراد تو اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھالینا ہی ہے۔ قادیانی جماعت کے ان افراد کا جنھوں نے لالچ دنیاوی اور طمع نفسانی کی وجہ قادیانی مذہب کو اختیار کیا ہوا ہے ہمیشہ وتیرہ ہے کہ اردو خوانوں اور انگریزی خوانوں کو شکار کرنے کے لئے ایسی تحریریں عملاً پیش کرتے رہتے ہیں۔

مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔ اس طرح تو’’انی مھاجر الیٰ ربی‘‘کے متعلق کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہاں آسمان پر جانا مراد ہے۔ ورنہ کسی کے لئے دکھاؤ تو سہی کہ قرآن کریم یا حدیث میں کسی نے اپنے لئے مہاجر اور الیٰ ربی کا لفظ کہا ہو اور اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کا’’انی ذاھب الیٰ ربی سیھدین‘‘سے بھی کوئی ان کے آسمان پر جانے کا استدلال کرے تو کرسکتا ہے اور دلیل مانگی جائے تو آپ کی طرح کہہ دے کہ یہ واقعہ خاص ہے۔ ورنہ یہ لفظ الفاظ کسی اور کے لئے آئے ہوئے ہوں تو پیش کرو۔

ہدایت

یہ قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں لکھا ہے کہ عروج الیٰ اللہ اور صعود الیٰ اللہ اور رفع الیٰ اللہ کی ایک ہی صورت ہے۔ یعنی آسمان پر جانا یا لے جانا اور عروج اور صعود اور رفع میں بلندی کے معنی ہیں اور ہجرت اور ذہاب میں بلندی کے معنی ماخوذ نہیں۔

مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔ جملہ خبریہ تجیز یہ وفات مسیح کے متعلق قرآن مجید میں ''کنت انت الرقیب علیھم'' ہے۔ خود مسیح کہہ رہے ہیں اور صرف خدا تعالیٰ کے رقیب ہونے سے پہلے اپنے قول ''فلما توفیتنی'' سے اپنی وفات کا اقرار کررہے ہیں۔

ہدایت

تجیز یہ سے مراد ہے کہ اس میں شرط کے معنی نہ ہوں اور ''فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم'' میں لما بمعنی حیث متضمن معنی شرط ہے اور نیز کنت اور توفیتنی کی ماضویت آج کے لحاظ سے نہیں۔ بلکہ قیامت کے لحاظ سے جیسا کہ قادیانی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر۱ میں اس بات کو تسلیم کیا ہے۔

مغالطہ

قادیانی مناظر کہتا ہے اور جو بات ہم نے توراۃ سے پیش کی ہے وہ یہود کا عقیدہ بیان کرنے کے لئے پیش کی ہے۔ وہ قرآن مجید کی خدا کا کلام نہیں مانتے اور یہودیوں کے نزدیک مسیح مجرم ہی تھے اور انہوں نے آپ پر بغاوت کا الزام لگایا تھا اور پھر توراۃ میں صاف لکھا ہے کہ جھوٹا نبی قتل کیا جائے گا اور نیز استثناء باب ۲۱ص ۲۳ میں لکھا ہے۔ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے ملعون ہے۔ اسی کے مطابق گنتیون باب ۳ص ۱۳ میں پولوس کہتا ہے۔ مسیح ہمارے بدلے لعنت ہوا۔ کیونکہ لکھا ہے جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔

ہدایت

یہ تحریر قادیانی مناظر کی مناظرہ کے بعد کی ہے۔ بلکہ اس قادیانی اجلاس کے بعد کی ہے۔ جس میں تمام قادیانی جماعت کے افراد شامل تھے۔ ایسے وقت کی تحریر میں قرآن اور حدیث اور اقوال صحابہؓ اور قواعد عربیت کو ترک کر کے پھر بھی توراۃ کو پیش کرنا اس بات پر صاف دلیل ہے کہ قادیانی مناظر بلکہ تمام قادیانی جماعت نے اعتراف کرلیا ہے کہ ہمارے پاس شرط نمبر۱،۲ کے تحت میں رہ کر کوئی جواب نہیں اور توراۃ محرف منسوخ شدہ کتاب کے پیش کرنے کی بھی قرآن کریم اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ قرآن کریم کا فقرہ ''وما قتلوہ'' یہود کے جس عقیدہ کی تردید

ہے اس عقیدہ کو قرآن کریم نے اپنے اس فقرہ ’’انا قتلنا السمیح عیسیٰ ابن مریم ‘‘ کے ساتھ صاف طور پر بیان کر دیا ہے۔ پھر قادیانی مناظر نے بلحاظ آیت ’’فاسئلوا اھل الذکر انکنتم لا تعلمون ‘‘ قرآن کریم کی خلاف ورزی کی ہے اور نیز قادیانی مناظر نے تسلیم کرلیا ہے کہ ہر ایک مصلوب ملعون نہیں بلکہ مجرم مصلوب ملعون ہے۔

قادیانی مناظر نے اور بھی اختراعیات اور مغالطات لکھے ہیں۔ لیکن ان کے متعلق ہدایت کرنے میں تضیع الاوقات ہے۔ کیونکہ ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جو بدیہی البطلان ہیں اور بعض ایسے جن کی تشریح وتردید ہو چکی ہے اور بعض ایسے جن کا موضوع مناظرہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

’’اللھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولاالضالین ۰ ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطأنا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملته علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا به واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین ‘‘

میاں محمود احمد قادیانی خلیفہ ثانی

مرزا غلام احمد قادیانی کو مناظرہ کے لئے دعوت

کئی سال سے قادیانی جماعت کے لوگ مسئلہ حیات ووفات مسیح ابن مریم پر مناظرہ کرنے کے لئے مجھے دعوت دے رہے تھے۔ لیکن اس لحاظ سے کہ آج کل کا مباحثہ درحقیقت مناظرہ نہیں ہوتا۔ بلکہ مجادلہ یا مکابرہ ہوتا ہے۔ میں اجتناب کرتا رہا اور قادیانی جماعت نے اسلامی جماعت کو یہ کہنا شروع کر دیا کہ تمہارے پاس اپنے مذہب کی حقانیت کی کوئی دلیل نہیں۔ ورنہ مفتی غلام مرتضٰی مناظرہ سے اجتناب نہ کرتا۔ اس پر اسلامی جماعت کے کثیر التعداد اشخاص کے عقائد میں تشویش اور اضطراب پیدا ہو گیا۔ بلکہ اغلب امید ہوگئی کہ اگر مناظرہ نہ ہوا تو اسلامی جماعت کے کثیر التعداد افراد مرتد ہو جائیں گے۔ اس حالت کے لحاظ سے مناظرہ کرنا فی سبیل اللہ یعنی بغرض حفاظت عقائد حقہ میں نے منجانب اللہ اپنا فرض لازمی سمجھ کر اعلان کر دیا کہ قادیانی جماعت کا فرد اعلیٰ یا متوسطہ یا ادنیٰ جو میدان مناظرہ میں نکلے میں اس کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔

چنانچہ مولوی جلال الدین شمس مولوی فاضل آمدہ از قادیان کے ساتھ میرا مناظرہ تحریری وتقریری بتواریخ ۱۸، ۱۹؍۱۹ اکتوبر ۱۹۲۴ء بمقام ہریا ضلع گجرات ہوا۔ جس کی تمام روئیداد ہدیۂ ناظرین ہے۔ بنابریں اب میرا استحقاق ہے کہ قادیانی جماعت میں سے جس فرد کو مناظرہ کے لئے میں دعوت دوں وہ میدان مناظرہ میں نکلے۔

...

چونکہ میاں محمود احمد قادیانی کو قادیانی جماعت نے سب سے فائق سمجھ کر مرزا قادیانی کی خلافت کے لئے منتخب کیا ہے اور نیز میاں صاحب قریباً چالیس کروڑ اہل اسلام اور کلمہ گو کی تکفیر کرنے میں مقتداء ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں۔ ''یاد رہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق وکذب آزمانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات حیات ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعویٰ جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں اور اگر وہ درحقیقت قرآن کریم کے رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالفین باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان ہے اس کو سوچو۔'' (تحفہ گولڑویہ ص۱۰۲، خزائن ج۱۷ ص۲۶۴)

اس لئے میں میاں محمود احمد قادیانی خلیفہ ثانی مرزا غلام احمد قادیانی کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ مسئلہ حیات ووفات مسیح ابن مریم پر بمقام لاہور اس طریق سے مناظرہ تحریری وتقریری کریں کہ ہر ایک مناظر مطابق آیہ ''فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الیٰ اللّٰہ والرسول '' اپنا اپنا دعویٰ قرآن کریم اور حدیث نبوی کے ساتھ ثابت کرے اور قرآن کریم وحدیث نبوی چونکہ عربی لغت میں ہیں۔ اس لئے ان کی تفسیر میں امور مفصلہ ذیل کے سوائے کوئی پیش نہ کی جائے گی۔ قرآن، حدیث، اقوال صحابہ، لغت عرب، صرف نحو، معانی، بیان کئے جائیں میاں صاحب کے مقابلہ میں مرزا قادیانی اور مولوی نورالدین قادیانی خلیفہ اوّل کے اقوال وتحریر پیش کرسکوں گا۔ کیونکہ میاں صاحب مرزا قادیانی کو نبی اعتقاد کرتے ہیں اور میں مرزا قادیانی کو نبی نہیں اعتقاد کرتا بلکہ متنبّی سمجھتا ہوں۔

اب تمام ناظرین پر واضح ہو کہ اگر میاں صاحب میری دعوت کو قبول کر کے میدان مناظرہ میں آگئے تو ہم سمجھیں گے کہ میاں صاحب کے دل میں خلوص اور دیانت داری ہے اور اپنے عقائد ثابت کرنے کے لئے ان کے دل میں جرأت اور قوت ہے اور اگر میاں صاحب نے میری دعوت کو قبول نہ کیا اور مناظرہ میں نہ آئے تو یہ ثابت ہوگا کہ ان کے پاس اپنے مذہب کی حقانیت کی کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی ان کے دل میں خلوص اور دیانتداری ہے۔ بلکہ میاں صاحب کی تمام تلمیعات اور ڈھنگوں میں شکار بازی مقصود ہے اور زربدہ سخن دریں است والا معاملہ ہے۔

''اللھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ۰ آمین''

الداعی

خادم الاسلام والمسلمین
مفتی غلام مرتضیٰ از میانی ضلع شاہپور